فتوحاتِ نعمانیہؒ

دیوبندی، بریلوی تنازع ختم کرنے کے لیے

فیصلہ کن مناظرے

مناظرِ اہلِ سنت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

دیوبندی، بریلوی تنازع ختم کرنے کے لیے فیصلہ کن مناظرے

فتوحاتِ نعمانیہ

مناظرِ اہلِ سنّت

رئیس المحدّثین والمتکلّمین حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

انجمن ارشاد المسلمین

۱۴- بہاولپور روڈ ○ مزنگ، لاہور

سلسلہ مطبوعات / 03

نام کتاب	:	فتوحات نعمانیہ
مرتب	:	حضرت مولانا قاری عبدالرشیدؒ
ناشر	:	دارالکتاب، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور 042-7235094
طابع	:	حنیف سنز
اشاعت	:	ستمبر 2006ء
قیمت	:	

دارالکتاب

قانونی مشیر — باہتمام

مہر عطاء الرحمٰن ایڈووکیٹ ہائیکورٹس، پاکستان — حافظ محمد ندیم

فون: 0300-4356146, 042-7080020 — 0300-8477008

عرضِ ناشر

حضرت مولانا قاری عبدالرشید صاحب رحمہ اللہ (م ۱۴۱۳/۱۹۹۲) نے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے سلسلے میں جو کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں، اس راہ میں آپ کو جو تکالیف پیش آئیں بالخصوص اس سلسلے کی کتب کی فراہمی میں آپ نے جو دقتیں برداشت کیں اور جن صعوبتوں سے آپ کو گزرنا پڑا آج ان کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا،

آپ فرمایا کرتے تھے کہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لیے جو کتب و رسائل ہمارے اکابر نے تحریر فرمائے ہیں وہ بہت کافی ہیں اور اس سلسلے میں از سرِ نو کاوش سے بہتر ہے کہ اکابر کی نادر و نایاب تحریرات کو تلاش کر کے اُنہی کو شائع کیا جائے۔

چنانچہ آپ نے انتہائی لگن اور محنت و جانفشانی کے ساتھ اکابر علماء اہل سنت کی بہت سی نادر و نایاب کتب کو ملک و بیرونِ ملک سے تلاش کر کے اپنی زیرِ نگرانی طبع فرمایا، "انجمن ارشاد المسلمین" اور "جمعیت اہل سنت" کی طرف سے شائع ہونے والی چھوٹی بڑی کتابیں آپ کی عظیم یادگار ہیں، ان میں متعدد کتب ایسی بھی ہیں جن پر آپ نے وقیع مقدمات تحریر فرمائے ہیں جو بجائے خود مستقل کتاب کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ نے اپنے اسی جذبہ کے تحت حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم کے بہت سے نادر و نایاب مناظرے اکٹھے کئے تھے اور اپنی زیرِ نگرانی ان کی خوبصورت کتابت بھی کرائی تھی آپ کا ارادہ تھا کہ ان کے

شروع میں ایک مفصل مقدمہ تحریر کر کے ان سب کو ایک مجموعہ کی شکل میں شائع کیا جائے لیکن اجل نے موقعہ نہ دیا اور آپ کا انتقال ہوگیا، اِنا للہ وانا الیہ راجعون۔

کارکنان انجمن ارشاد المسلمین جو حضرت قاری صاحبؒ کی اس تمنا اور آرزو سے واقف تھے انہوں نے ان مناظرات کو ترتیب دے کر ان کے شائع کرنے کا اہتمام کیا۔ خدا کے فضل وکرم سے وہ مناظرات زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر آپ کے ہاتھوں میں پہنچ گئے — اس مجموعہ میں درج ذیل مناظرات شامل ہیں (۱) صاعقۂ آسمانی بر فرقہ رضاخانی حصہ اوّل (ص ۵) و دوم (ص ۱۶۷) مع ضمیمہ بارقۂ آسمانی (ص ۱۰۵) (۲) فیصلہ کن مناظرہ (ص ۲۹۵) (۳) مناظرۂ گیا (ص ۳۲۱) (۴) فتح بریلی کا دلکش نظارہ (ص ۵۷۵) (۵) مناظرہ علم غیب (ص ۶۱۳)

ان مناظرات کا نام "فتوحاتِ نعمانیہ" رکھا گیا ہے کیونکہ یہ نام خود حضرت قاری صاحبؒ نے تجویز فرمایا تھا، آپ جب ہندوستان کے سفر میں لکھنؤ تشریف لے گئے تھے تو آپ نے مولانا نعمانی دامت برکاتہم سے اس کا تذکرہ کیا تھا موصوف نے اس پر خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے پسندیدگی ظاہر فرمائی تھی۔

قارئینِ کرام سے گزارش ہے کہ ان مناظرات سے استفادہ کے وقت حضرت مولانا نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی صحت وسلامتی کے ساتھ درازئ عمر اور حضرت قاری عبدالرشید صاحب مرحوم ومغفور کے لیے رفع درجات کی دُعا ضرور فرمائیں،

کارکنان انجمن ارشاد المسلمین

مناظرہ سنبھل و در ضلع نینی تال کی مفصل روداد

فتح الابرار علی الفجار

۱۳۴۷ھ

صاعقہ آسمانی
بر
فرقہ رضاخانی

طاہر

حصہ اول

مرتبہ
مولانا ابو المجاہد محمد عابد خلش

انجمن ارشاد المسلمین
۱۴۔ بہاولپور روڈ، مزنگ لاہور

نقاب بے جہالت اٹھا دیا کس نے — ویرسل الصواعق فیصیب بہا من یشاء وہم یجادلون فی اللہ وھو شدید المحال — نور ہدایت دکھا دیا کس نے

الحمد للہ تعالیٰ کہ مباحثہ سنبھل و مناظرہ نینی تال کی مکمل و مفصل روئداد

مسمّی بنام تاریخی

فتح الابرار علی الفجار

۱۳۴۸ھ

ملقب بہ

صاعقۂ آسمانی بر فرقۂ رضا خانی

مرتبہ جناب مولانا ابو المجاہد محمد عابد صاحب خلش سنبھلی پیشکش ناظرین کیجاتی ہے

اس روئداد میں ص ۴۹ تک اس مباحثہ کی مکمل و مفصل کارروائی درج ہے جو آخر محرم ۱۳۴۸ھ میں مابین اہل سنت و جماعت و فرقہ رضا خانی بمقام نینی تال ضلع نینی تال ہوا اہل سنت کیطرف سے رئیس المناظرین حضرت مولانا مولوی محمد منظور صاحب نعمانی سنبھلی مدظلہ اور رضا خانیوں کیجانب سے مولوی محمد رحم الہی صاحب صدر المدرسین [illegible] بریلوی [illegible] جماعت رضویہ مناظر تھے [illegible]

[illegible] مسئلہ علم غیب [illegible] اہل سنت کی طرف [illegible] مناظر [illegible] مولوی رحم الہی صاحب نے اپنی جماعت [illegible]

[illegible] مناظرہ [illegible]

[illegible] انصاف [illegible] مسئلہ علم غیب [illegible] فیصلہ کر دیا [illegible]

[illegible]

باہتمام خاکسار ناظم جمعیت اشاعت اسلام سنبھل طبع ہو کر دار الاشاعت سنبھل سے شائع ہوئی

[illegible]

فہرستِ عنوانات

مقدمہ

بندۂ معترف بعجز و قصور خاکسار محمد منظور صانہ اللہ عن الحوادث الشرور واصلح الاحوال وکیل الامو

کی طرف سے

برادرانِ دینی کی خدمت میں ایک مخلصانہ اور نہایت ضروری التماس[1]

باسمہ تعالیٰ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا قال اللہ تعالیٰ

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا ۔ (القرآن)

اس پر آشوب زمانہ میں جب کہ مذہبِ مقدس پر ہر طرف سے ناپاک حملے ہو رہے ہوں جب کہ آریہ سماج ہندوستان کے سات کروڑ فرزندانِ توحید کو شدھی کے رنگ میں رنگنا چاہتے ہوں۔ جب کہ صلیبی پرچم غرناطہ و دمشق کے سبزہ زاروں پر لہرا رہا ہو۔ جب کہ قرطبہ واندلس کا ذرہ ذرہ مسلمانوں کے خونِ مقدس سے رنگا جاچکا ہو اور جب کہ چالیس کروڑ فرزندانِ اسلام کو مسیحی ملک گیری نے فضاءِ آزادی میں سانس لینا دوبھر کر دیا ہو۔ ضروری اور نہایت ضروری تھا کہ مسلمان خوابِ غفلت سے بیدار ہوتے اور گرد و پیش کے حالات سے متاثر ہو کر بجائے گھر میں آگ لگانے کے تبلیغ و حفاظت اسلام کو اپنا حقیقی نصب العین قرار دیتے مگر افسوس کہ ان کی بدقسمتی سے آج انہیں میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہو گئے جن کے پاس کوئی حلال ذریعہ معاش نہیں اور نہ ان کو خدا کی رزاقی پر بھروسہ ہے۔ ان کی روزی بس اسی میں ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں لڑائیں اور خانہ جنگیوں میں مبتلا کریں۔ تاریخِ اسلام شاہد ہے کہ مسلمانوں کو جس قدر نقصان ان مارانِ آستین

---

[1] حضرت مولانا کی یہ بصیرت افروز تحریر ہم کو اس غرض سے موصول ہوئی تھی کہ اس کو رودادِ مناظرہ کا خاتمہ بنا دیا جائے لیکن ہم نے اس کو مقدمہ قرار دینا زیادہ مناسب سمجھا ۱۲ (مرتب)

مدعیان اسلام سے پہنچا ہے اتنا ظاہر باہر مخالفین یہود و نصاریٰ وغیرہ سے ہرگز نہیں پہنچا ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم

کہ بامن آنچہ کرد آں آشنا کرد

یوں تو یہ گھر کے چور بہت سے فرقوں پر منقسم ہیں لیکن اس وقت مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ خطرناک دو فرقے ہیں۔ ایک رضاخانی دوسرا قادیانی۔ اول الذکر فرقہ اس چودہویں صدی کی مجددیت کے دعویدار مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی آنجہانی کا پیرو ہے۔ اور مؤخر الذکر فرقہ بھی اسی صدی کی مجددیت اور نبوت کے دوسرے دعویدار مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا پیرو ہے تجربہ شاہد ہے کہ عام مسلمانوں پر آریوں عیسائیوں کا مکر و خداع اس قدر کارگر نہیں ہوتا جتنا کہ ان دونوں فرقوں کی ملمع کاریوں کا ان پر اثر پڑتا ہے۔ بالخصوص رضاخانیوں کے ہتھکنڈے اس اعتبار سے آج دنیا میں بے نظیر ثابت ہو رہے ہیں۔ یہ لوگ بڑے بڑے عمامے باندھ کر نیچی نیچی عبائیں پہن کر واعظ یا پیر بن کر عاشقانِ محمدی کا روپ بھر کر آتے ہیں اور اپنے آپ کو اہل سنت وجماعت ظاہر کرتے ہیں اور حق واہل حق سے متنفر کرنے کے لئے علماءِ حقانی پر ایسے ایسے بے بنیاد و بے اصل اتہامات رکھتے ہیں کہ جو کبھی ابلیس ملعون کو بھی نہ سوجھے ہوں۔ اگرچہ اس سے قبل بھی بندگانِ ہوا وہوس نے اس قسم کی حیا سوز کاروائیاں کی ہیں۔ لیکن سچ یہ ہے کہ اس مجدد البدعات کی ذریت کے کارناموں نے ان سب کو بھلا دیا۔ روافض نے حضرات خلفاءِ ثلاثہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین سے برگشتہ کرنے کے لئے یہ کہا تھا کہ وہ اہل بیتِ نبوی کے جانی دشمن تھے تو ان رضاخانیوں نے ایک قدم آگے بڑھ کر یہ اڑانی شروع کی کہ معاذ اللہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں ان کی جنابِ رفیع میں گستاخیاں کرتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ ایک مسلمان کو جس قدر تعلق حضرت محبوب رب العزت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتا ہے اتنا نہ کسی سے ہوتا ہے نہ ہو سکتا ہے۔ ایک مسلمان بشرطیکہ مسلمان ہو کسی حد تک اپنے یا اپنے ماں باپ کے متعلق برے کلمات سن سکتا ہے لیکن اگر کوئی ملعون اس کے سامنے سرکار ابد قرار

دوجہاں کے سردار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبارک وعظم الیٰ یوم القرار کے متعلق کوئی گستاخانہ کلمہ نکالے تو اس کی حمیت ایمانی وغیرت اسلامی کا یہی تقاضا ہوتا ہے کہ اگر بس چلے تو اس کو فی الفور جہنم رسید کرے ورنہ انتہائی نفرت تو ہو ہی جانی چاہئے۔ اگر اتنا بھی نہ ہو تو وہ ہمارے نزدیک مومن نہیں منافق ہے۔

امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں " ما بقاء امتہ بعد سب نبیّھا - نبی صلی اللہ علیہ وسلم، کو گالیاں دیئے جانے کے بعد اس کی امت کی کیا زندگی ہے "

اس مجدد البدعات نے مسلمانوں کے اندر اس خاص جذبہ کا احساس کرتے ہوئے یہ چال چلی اور شیاطین الجن کو بھی شرما دیا اور یہ سفلی عمل کارگر ہوا اور نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے سادہ لوح مسلمانوں میں علمائے اہل سنت کی طرف سے ایک خاص نفرت پیدا ہو گئی اور وہ بے چارے ان کی دام تزویر کا شکار ہو گئے۔ بقول شخصے ع

دام ہمرنگ زمین بود گرفتار شدیم

اور توفیق الٰہی نے جن کی مساعدت کی انہوں نے جب تحقیق کے بعد ان الزامات کو بے اصل و بے بنیاد پایا تو وہ اس فتنہ کے شر سے محفوظ ہے۔

حقیقت حال

ہم یہ بھی واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ان فتنہ پردازوں کو اس غلط اور شرمناک، پروپیگنڈے کا موقع کیوں ملا۔

برادران ملت اس کی حقیقت یہ ہے کہ جب ان رضا خانیوں نے اپنے عقیدے کے مطابق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات مختصہ میں شریک کیا۔ اور حضرات اولیائے کرام کو مسند کُنْ فَیَکُوْنُ پر بٹھایا۔ مقبولان بارگاہ ایزدی کو " لا رادّ لما قضاہ ولا مانع لما اعطاہ " کا مصداق بتلایا اور اس طرح مذہب مقدس کو سناتنی دھرم کے قالب میں ڈھال کر امت محمدیہ کو گمراہ کرنا شروع کیا۔ تب ان علمائے ربانی نے اپنے فرائض مذہبی ومنصبی سے مجبور ہو کر ان کے اس غلو اور افراط فی الدین کی تردید کی اور یہ بتلایا کہ مقربین بارگاہ الٰہی کے لئے ان مراتب کا ثابت

کرنا خداوند تبارک وتعالےٰ اور خود ان حضرات کی بھی ناراضامندی کا باعث ہے۔ تمام وہ صفاتِ قدسیہ جو کسی مخلوق کے لئے زیبا ہو سکتی ہیں وہ ان میں موجود ہیں۔ لیکن ان صفات کا ثابت کرنا خداوند تعالےٰ سے بغاوت کرنا ہے۔

تب ان رضاخانیوں نے عوام کو یہ دھوکا دیا کہ ہم نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی تھی اولیاءِ کرام کا مرتبہ بڑھایا تھا وہ ان وہابیوں سے نہیں دیکھا گیا یہ بزرگوں سے جلتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اگر غور کیا جائے تو یہ ایسا صریح اور کھلا ہوا دھوکا تھا کہ اس میں کسی مسلمان کا آنا ہی ایک تعجب بالائے تعجب امر تھا۔ کیوں کہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ جس طرح تفریط گمراہی کا باعث ہے اسی طرح افراط بھی۔ اگر یہود حضراتِ انبیاء علیہم السلام کی تنقیص وتوہین کی وجہ سے موردِ غضبِ الٰہی ہوئے ہیں تو نصاریٰ محض اس وجہ سے کہ انہوں نے سیدنا حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کے لئے وہ مافوق البشریت صفات ثابت کیں جو اللہ تعالےٰ ہی کے لئے سزاوار تھیں نہ کسی مخلوق کے لئے خود آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے فرماتے ہیں" یا علی یھلک فیک اثنان محب مفرط ومبغض مفرط"
اے علی رضؓ تمہارے بارے میں دو فرقے ہلاک وگمراہ ہوں گے۔ ایک وہ جو محبت میں حد سے بڑھے گا اور دوسرا وہ جو عداوت میں افراط کرے گا"

• خود اپنے متعلق ارشاد فرماتے ہیں " لا تطروانی کما اطرت النصاریٰ عیسیٰ ابن مریم فانما انا عبد اللہ ورسولہ فقولوا عبد اللہ ورسولہ "۔
جس طرح کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی حد سے بڑھایا ہے تم اس طرح مجھ کو میری حد سے نہ بڑھانا میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول۔ پس کہو عبدُ اللہ ورسولُہ "

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اَمَرَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم اَنْ نُنَزِّلَ النَّاسَ مَنَازِلَہُمْ "ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ ہم سب کو اپنے اپنے مرتبوں میں رکھیں "

اسی کا ترجمہ کسی بزرگ نے ان الفاظ میں فرمایا ہے ؎

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

الغرض فرق مراتب اور حفظ حدود ایسا بدیہی اور مسلّم الثبوت مسئلہ ہے جس کا انکار مسلمان تو کیا کوئی سمجھدار انسان بھی نہیں کر سکتا۔ لیکن ان بندگان ہوا و ہوس نے اس کا نام توہین رکھا۔ اور اس شرمناک پروپیگنڈے کے ذریعہ سرزمین ہند میں ایک اودھم مچا دیا۔ فاللہ حسیبہم یوم القیامۃ۔ کیا قیامت ہے کہ آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے اہل باطل کے مقابلے میں جو جہاد قرآن عزیز نے کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام علیہم الرضوان جس پر کاربند رہے، اسلاف کا جو لائحہ عمل رہا آج ایک مدعی اسلام جماعت اس کو کفر بتلا رہی ہے ؎

انقلاب چمن دہر کی دیکھی تکمیل — آج قارون بھی کہہ دیتا ہے حاتم کو بخیل

سامری موسیٰ عمران کو کہے جادوگر — لوح محفوظ کو کہتی ہے محرّف انجیل

نصاریٰ نے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملے میں افراط سے کام لیا اور ان کو صفات خداوندی میں شریک کر کے اپنے نزدیک خدا کے ایک جلیل القدر نبی کی بہت بڑی تعظیم و توقیر کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس غلو اور حد سے بڑھانے کو کفر اور شرک بتلایا اور ارشاد فرمایا۔

ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وامہ صدیقۃ کانا یأکلان الطعام (المائدہ: ۵-۷۵)

یعنی مسیح بن مریم بس ایک رسول ہیں ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں اور ان کی والدہ ماجدہ ایک صدیقہ ہیں (تم کیسے ان کو خدائی میں شریک کرتے ہو) وہ دونوں تو کھانا کھایا کرتے تھے (جو لوازم بشریت میں سے ہیں)۔"

غزوۂ احد میں شیطان ملعون نے جب مسلمانوں کی کمر توڑنے کے لئے یہ صدا دی کہ۔

الا ان محمدا قد قتل "اے لوگو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔

اور بعض صحابہ رضؓ کو کچھ توہمات لاحق ہونے تو قرآن عزیز نے نہایت عتاب آمیز انداز میں ان توہمات

کی بیخ کنی کرتے ہوئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ عظیمہ اس طرح بتلایا۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ
مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى
عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا الاٰية (آل عمران ۳ = ۱۴۴)

جب کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو از خود رفتہ کر دیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے وصال کے بارے میں خود صحابہ رض کی رائیں مختلف ہوگئیں اور بہت سوں کے دلوں میں کسی خامی کی وجہ سے ان ہونے خطرات گذرنے لگے تب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنی صدیقیت کا کرشمہ دکھایا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصبِ عظیم ان الفاظ میں بیان فرما کر کے۔

مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ
يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ ؛

اگر کوئی شخص حضور اقدس کے لئے عبادت کرتا تھا تو خبر دار ہو جائے کہ ان کی وفات ہو چکی ہے اور جو اللہ تعالےٰ کی عبادت کرتے ہیں یاد رکھیں کہ اللہ تعالےٰ زندہ ہے اس کو کبھی وفات ہونی نہیں ؛

اس سیلاب میں بہنے والوں کی دستگیری فرمائی اور روحانیت کے اس بھنور سے نکال کر ساحل پر پہنچایا۔

مسلمانو! اگر یہ بیان مراتب نہیں تو اور کیا ہے ؟ واللہ العظیم ہمارا جرم بھی اس سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ اگر حقیقتاً اولیاء کرام کو خدا یا خدائی کا مالک نہ جاننا حضرات انبیاء علیہم السلام اور سرکارِ دو عالم حبیبِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدائے قدوس سے بڑا یا اس کے برابر نہ جاننا بلکہ سب کو اپنے اپنے مرتبوں میں رکھنا اسی کا نام توہین و تنقیص ہے اور اسی میں وہابیت کا راز مضمر ہے تو بے شک ہم وہابی ہیں اور سو جان سے اس وہابیت کے خریدار اور اس مبارک

بے راہ روی پر جس قدر بھی ناز کریں تھوڑا ہے۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

لو کان رفضا حب آل محمد

فلیشهد الثقلان انی رافض

یعنی اگر اہلِ بیت نبوی کی محبت ہی کا نام رفض ہے تو زمین کے بسنے والے جنات اور انسان شاہد رہیں کہ میں سب سے بڑا اور پہلا رافضی ہوں۔

مسلمان خبردار ہو جائیں کہ بحمد اللہ تعالیٰ ہم افراط و تفریط دونوں سے بری ہیں۔ جملہ عقائد و اعمال میں سلف صالحین کی تقلید کو باعثِ نجات جانتے ہیں اور اسی کی برکت سے بدعات سے متنفر ہیں جس عقیدہ یا عمل میں بدعت کا شائبہ بھی ہوتا ہے اس سے احتراز اولیٰ سمجھتے ہیں کیوں کہ نور اور نجات ہمارے نزدیک فقط اتباعِ سنت ہی میں منحصر ہے (دیکھو مکتوباتِ امام ربانی رح)

بحمد اللہ ہمارا جو عقیدہ ہے اس پر قرآن عزیز اور احادیث نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم و اقوالِ سلف سے اپنے پاس کافی سند رکھتے ہیں۔ جس وقت جس کا جی چاہے امتحان کر سکتا ہے ہمارے بزرگان دین ہمارے سر کے تاج ہیں ان کی محبت کو باعثِ نجات اور ان کی عداوت کو باعث شقاوت و محرومی جانتے ہیں۔ الغرض نہ ہم نیچریوں اور قادیانیوں کی طرح انبیاء علیہم السلام و اولیائے کرام کی شان میں گستاخ اور ان کی کرامت کے منکر نہ مشرکین اور رضاخانیوں کی طرح ان کی خدائی کے اثبات میں مُصر بحمد اللہ ہمارا اور ہمارے اکابر کا لائحہ عمل یہ ہے ؎

یار کا پاس ادب اور دل ناشاد رہے

نالہ بتہمت ہوا رکتی ہوئی فریاد رہے

بفضلہ تعالیٰ ہمارے اکابر جامع شریعت و طریقت ہیں اور آج انہی کی یہ شان ہے ؎

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق

ہر ہوسناکے نہ داند جام و سندان باختن

ہاں اس کا کوئی علاج نہیں کہ بنظرِ انصاف دیکھا ہی نہ جائے ع

ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیب است

اندریں حالات بھی جو لوگ ہمارے اکابر کو برا کہیں وہ ان کا کچھ نہیں بگاڑتے اپنے نامۂ اعمال کو خراب کرتے ہیں۔ مرشد العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب تھانوی مہاجر مکیؒ نے اپنے نورِ قلب و قرۃ عین حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ کے بدگویوں کے متعلق کیا خوب لکھا ہے۔

ع آپ ہی بے بہرہ جو معتقد میر نہیں :

فقط ہذا والسلام آخر الکلام۔

راقم خیر خواہِ خلائق خاکسار محمد منظور نعمانی رح

سنبھلی غفرلہ ولوالدیہ۔

تمہید

تاریخ داں حضرات پر یہ حقیقت پوشیدہ نہ ہوگی کہ سلطنت مغلیہ کے عروج کے زمانہ میں علوم اسلامیہ کے اعتبار سے سنبھل کو ایک خاص امتیاز حاصل تھا۔ یہاں کے بعض علماء کی سلاطین دہلی کے دربار میں ایسی ہی وقعت تھی جیسی کہ ملا عبدالحکیم سیالکوٹی اور علامہ سید زاہد ہروی کی۔ لیکن اس اسلامی سلطنت کے انحطاط کے بعد جو سارے ہندوستان میں علم کا زوال شروع ہوا تو اس میں سنبھل بھی برابر کا شریک رہا۔ اور رفتہ رفتہ یہاں بھی علماء کا قحط ہوگیا۔ اہل علم خال خال نظر آنے لگے اور ایک وقت میں وہ بالکل ایک تاریک بستی رہ گئی۔ شیطان ایسے مواقع کا خاص طور پر منتظر رہتا ہی ہے۔ اس نے میدان صاف دیکھ کر بعض شیاطین الانس کی امداد سے قبر پرستی پیر پرستی اور بالخصوص تعزیہ پرستی کو ارکان دین بنا کر رواج دیا۔ یہ حقیقت ناقابلِ انکار ہے کہ شیطانی تعلیم جس قدر کہ باطل ہوتی ہے اسی قدر جلد بھی فروغ پاتی ہے۔

چنانچہ سامری کی تعلیم دربارہ گوسالہ پرستی تعلیماتِ حقانیہ کے سامنے زیادہ زود اثر ثابت ہوئی۔ ابھی سلطنت کے انحطاط کو پوری صدی نہ گزری تھی کہ یہ سنبھل بدعات کا گہوارہ بن گیا اور یہاں کے بیشتر لوگ رافضی یا نیم رافضی ہوگئے۔ اس کے بعد رحمتِ خداوندی ادھر متوجہ ہوئی اور حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ کی برکت سے محلہ میاں سرائے میں مدرسۃ الشرع قائم ہوا۔ جس کی خدمت ایک عرصہ تک حسب توفیق الٰہی و بعض بشاراتِ نبویہ عالی جناب منشی حمیدالدین صاحب مرحوم مغفور نے انجام دی۔ فجزاھما اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ باغ قاسمی کی یہ قلم بار آور ہوئی اور تھوڑے ہی عرصہ میں سنبھل کے اندر اہلِ علم خاصی تعداد میں نظر آنے لگے۔

یہ روشنی نہایت سرعت کے ساتھ پھیل رہی تھی کہ حضرت مولانا سراج احمد صاحب مرحوم مغفور نے مدرسہ سراج العلوم کے اجراء سے سنبھل کے خوش طالعے پر چار چاند لگا دیئے۔ ضلالت اور گمراہی

کی کالی کالی گھنگور گھٹائیں چھٹنے لگیں۔ اور بدعت کا بازار روز بروز سرد پڑتا گیا۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ ایک زمانہ میں بدعت کی دوکان بالکل ہی پھیکی پڑ گئی اور اس کساد بازاری سے تاجران باطل کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔

یہ بے چارے اپنی ناکامی پر آٹھ آٹھ آنسو رو رہے تھے کہ شوئی تقدیر سے مولوی محمد اجمل میاں صاحب بھی اسی زمانہ میں دستارِ فضیلت سے سرفراز ہو کر سنبھل تشریف لائے فکرِ معاش دامنگیر ہوئی اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ مسلمانوں میں تفریق کر کے کوئی مکتب یا مدرسہ قائم کیا جائے۔ دو چار شہری اور کچھ دیہاتی بچوں کو گھیر کے حکایات لطیف آمدنامہ وغیرہ شروع کرایا اور اس مکتب یا عالی شان مدرسہ کا افتتاح پہاں خان والی مسجد میں ہوا۔ اور خوش قسمتی سے حکومت حجاز کا غیر متوقع انقلاب بھی اس زمانہ میں ہوا۔ اور حکومت عرب کی باگ شریف حسین کے ہاتھوں سے نکل کر سلطان نجد ابن سعود کے ہاتھوں میں پہنچی۔ وہ رضاخانی جن کی روزی کے دروازے برسوں سے بند ہو چکے تھے کسی ایسی تحریک کے منتظر بیٹھے ہی تھے جھٹ سے میدان میں اترے اور سعودی و شریفی تحریک کے ضمن میں اپنی روٹیاں سیدھی کرنے کے لئے مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنی شروع کر دی۔ ہمارے کرم فرما مولوی اجمل میاں صاحب نے بھی اس موقع کو غنیمت جانا اور مسلمانوں کے شیرازۂ اتحاد کو منتشر کرنے کے لئے ان رضاخانی مبلغین کو سنبھل بھی بلانا شروع کیا۔ یہ پیشہ ور واعظ اور مذہبی تاجر برابر آتے رہے۔ اور پہلا کام انہوں نے یہ ہی کیا کہ عوام مسلمین کو علماء اہل سنت سے برگشتہ کرنے کے لئے ان کیطرف ایسے شرمناک کفریات منسوب کئے کہ جن کو سن کر ابلیس لعین بھی کانوں پر ہاتھ دھرے۔ چونکہ علماء اہلسنت ہر اس کام سے بچنا اپنا فرض جانتے ہیں جس سے مسلمانوں کا شیرازہ اتحاد منتشر ہو۔ اس لئے انہوں نے کوئی مدافعانہ کاروائی بھی پسند نہ کی۔ نیز نہ ان کے مشاغل دینی نے ان کو اس کی اجازت دی کیونکہ ان کا حال تو بحمد اللہ یہ ہے ؎

بسودائے جاناں زجاں مشتغل

بذکر حبیب از جہاں مشتغل

لیکن اس کا تلخ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد عوام کی ذہنیت بدل گئی اور ان کے اندر وہی اسپرٹ پیدا ہوگئی کہ علماء اہل سنت دشمن رسول ہیں۔ ان کی بات سننا حرام۔ ان کی کتابیں دیکھنا گناہ کبیرہ ہے۔ اس کے بعد ان رضاخانیوں نے اپنے ان عقائد فاسدہ کی تبلیغ شروع کی جن کو اگر شرک نہیں تو مفضی الی الشرک ضرور کہا جاسکتا ہے۔ اس وقت ان حضرات کو مجبوراً متوجہ ہونا پڑا۔ لیکن ان فریب کاروں کی شرانگیزیوں نے عوام کے خیالات میں ایک حیرت انگیز انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ وہ اہل سنت کی بات سننا ہی گوارا نہ کرتے تھے۔ ہم حیران تھے کہ کس طرح ان بھولے بھٹکے مسلمانوں کے کان میں کلمہ حق ڈالا جائے کہ یکایک غیب سے اس کا انتظام ہوا۔ اور ماہ محرم ۱۳۴۷ھ میں رئیس المناظرین جناب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی سنبھلی اور جناب مولوی رحم الٰہی صاحب مدرس اول مدرسہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلی کے مابین درو ضلع نینی تال میں مناظرہ ہوا۔ اس مناظرہ کے تیسرے روز کچھ واقعات ایسے پیش آگئے کہ اس کو کسی شہر کی طرف منتقل کرنا مناسب معلوم ہوا۔ اور بہت سی باتوں کے بعد یہ قرار پایا کہ یہ باقیماندہ مناظرہ سنبھل ہوگا۔ کامل تین ماہ کی خط و کتابت کے بعد اس مناظرہ کی تاریخیں ۲۲-۲۳-۲۴ جمادی الاولیٰ مقرر ہوئیں۔ لیکن تاریخ معینہ پر بھی باوجود سفر خرچ روانہ کر دینے کے مولوی رحم الٰہی صاحب تشریف نہ لائے۔ تب یہاں سے بذریعہ تار ایک نوٹس دیا گیا۔ جس نے ان کو آنے پر مجبور کر دیا۔ اور وہ ۲۴ جمادی الاولیٰ کو معہ اور چند علماء جماعت رضویہ کے وارد سنبھل ہوئے، لیکن چونکہ شیر نیستان مناظرہ جناب حضرت مولانا محمد منظور صاحب مدظلہ سے مناظرہ کرنے کا تلخ مزا درو میں چکھ چکے تھے اس لئے بذات خود مناظرہ نہیں فرمایا بلکہ مولوی حشمت علی صاحب کو بحیثیت وکیل جماعت رضویہ مناظرہ میں پیش کیا۔ اور یہ مناظرہ حسب قرارداد مسئلہ غیب پر تین روز متواتر نہایت زور شور سے جاری رہا۔ ناظرین کرام روئداد دیکھ کر خود فتح شکست کا فیصلہ فرمالیں گے۔ ہم اس وقت کوئی رائے زنی بے سود سمجھتے ہیں۔ ہاں اتنا کہنے پر مجبور ہیں کہ بحمد اللہ اس عظیم الشان مناظرہ نے رضاخانیوں پر اللہ کی حجت تمام کر دی۔ اور دنیا نے یہ دیکھ لیا کہ مسئلہ غیب میں ان کے پاس مکڑی کے جالے کے برابر بھی کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ اس کے برعکس قرآن عزیز

نے اس غیبیہ عقیدہ کا ایسا ہی بلیغ رد کیا ہے جیسا کہ مشرکین کے بہت سے اوہام باطلہ کا۔
فالحمد للہ علی ایضاح الحق وازھاق الباطل۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے اس ذریعہ
سے رضاخانیوں کے کان میں کلمۂ حق ڈلوا کر ہمیشہ کے لئے اپنی حجت تمام کر دی۔ اور بہت سے حق پسند
جو اپنی سادگی کی وجہ سے رضاخانیوں کے دام تزویر میں پھنس چکے تھے اور رضاخانیوں کے زبردست حلیف
تھے ہمیشہ کے لئے رضاخانیت سے تائب ہو گئے اور جن کے قلوب بدعات کی تاریکیوں سے مسخ ہو
چکے تھے انہوں نے عار کو نار پر ترجیح دی۔ فاللہ حسیبھم یوم القیامۃ۔

اس کے بعد خاکسار اس عظیم الشان مناظرہ کی روئداد ہدیۂ ناظرین کرنا چاہتا ہے۔ لیکن چونکہ
اس مناظرہ کے اسباب کا سلسلہ مباحثہ درّو ضلع نینی تال پر ختم ہوتا ہے اس لئے اس کی روئداد بھی پیشِ
ناظرین کرنی ضروری معلوم ہوتی ہے۔ لہٰذا ہم اس روئداد کو دو حصوں پر منقسم کرتے ہیں پہلے حصہ کے
اندر مباحثہ درّو کی مکمل روئداد درج کریں گے۔ اور دوسرے میں سنبھل کے مناظرہ کی۔ اور اللہ تعالیٰ
سے دعا کرتے ہیں کہ جس طرح اس نے اس مناظرہ سے بہت سوں کو نفع پہنچایا اسی طرح اس کی روئداد
کو بھی نافع خلائق بنائے آمین ثم آمین۔

خاکسار ابوالمجاہد
محمد عابد غلش
کان اللہ لہٗ ولوالدیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

درو کا یہ مناظرہ جس کی روئداد کا دوسرا ایڈیشن اس وقت آپ کے سامنے ہے اوائل ۷ ۱۳۴۷ھ میں ہوا تھا۔ اہلسنت کی طرف سے رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی دامت فیوضہم مناظر تھے اور رضاخانیوں کی طرف سے ان کے مرکزی دارالعلوم "منظرِ اسلام" بریلی کے صدر مدرس مولوی رحم الٰہی صاحب پہلی مرتبہ اس مناظرہ کی روئداد مناظرہ سنبھل کی روئداد کے ساتھ اسی سال شائع کر دی گئی تھی۔ مگر چونکہ یہ دونوں مناظرے اپنی نوعیت میں بے نظیر تھے اس لئے ان کی روئدادیں بھی بے حد مفید ثابت ہوئیں۔ اور بہت زیادہ مقبول ہوئیں یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ان کے تمام نسخے ختم ہو گئے۔ اور اب بعض احباب کے اصرار سے ان کو دوبارہ طبع کرانا پڑا۔

اس مرتبہ یہ دونوں روئدادیں علیحدہ علیحدہ شائع کی جا رہی ہیں۔ مناظرہ سنبھل کی روئداد "صاعقہ آسمانی حصہ دوم" کے اس ایڈیشن میں ایک نہایت مفید اور قابلِ دید "تکملہ" کا اضافہ بھی کر دیا گیا ہے۔ مناظرہ "درو" کی روئداد "صاعقہ آسمانی حصہ اول" کے متعلق ہم کو صرف اس قدر عرض کرنا ہے کہ اس کے پہلے ایڈیشن کو شائع ہوئے پانچ برس پورے ہوا چاہتے ہیں۔ لیکن الحمد للہ کہ مولوی رحم الٰہی صاحب یا ان کے کسی حواری کی طرف سے اس کی تردید یا تغلیط میں ایک لفظ بھی نہیں لکھا گیا۔ مولوی رحم الٰہی صاحب اور ان کے رفقاء کی یہ خاموشی ہماری اس روئداد کی بہترین تصدیق اور توثیق ہے۔ پر سچ ہے ع الفضل ما شھدت بہ الاعداء۔

ضروری تنبیہ

چونکہ روئداد نویسی کا حق پہلے ایڈیشن میں ادا کر دیا گیا۔ اور مولوی رحم الٰہی صاحب کی پنج سالہ خاموشی نے اس روئداد پر مہرِ تصدیق بھی ثبت کر دی ہے۔ اس لئے ہم اس ایڈیشن میں بغرضِ تعمیمِ فائدہ اس قدر تغیر کر دینے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے کہ بعض مقامات پر قوسین کے

درمیان میں توضیحی کلمات کا اضافہ کر دیا جائے یا کہیں کہیں حسب ضرورت مشکل الفاظ کے بجائے دوسرے سہل الفاظ اختیار کر لئے جائیں۔ تاہم اس کی پوری کوشش کی جائے گی کہ ان مواقع پر بھی اصل مضمون اور معنون محفوظ رہے۔ زیادہ سے زیادہ ہمارے اس تصرف کو روایت بالمعنی کہا جا سکتا ہے۔ اور شرعاً عرفاً۔ اخلاقاً اس کے جواز میں کسی کو کلام نہیں۔

خاکسار ناظم دارالاشاعت سنبھل

مہتمم طبع دوم یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ

تمہید و کیفیت مناظرہ درؤ ضلع نینی تال

منعقدہ ۱۸ جولائی ۱۹۲۸ء

بسملا و محمدلاً و مصلیا و مسلما

ناظرین! یہ درؤ قصبہ ہلدوانی منڈی ضلع نینی تال کے ملحقات میں ایک موضع ہے۔ جس کے باشندے عموماً رضا خانی ہیں۔ حکیم محمد حنیف صاحب ساکن ہلدوانی کے ایک عزیز کی شادی اسی درؤ میں ایک شخص مسمی پیر بخش کی بہن سے ہوئی تھی۔ چونکہ حکیم محمد حنیف صاحب بفضلہ تعالےٰ سنی اور علماء دیوبند دامت فیوضہم کے معتقد ہیں۔ اس لئے پیر بخش کی برادری کے لوگوں نے بایمائے بعض علماء فرقہ رضا خانی اس کو اس پر مجبور کیا کہ وہ اپنی بہن کا نکاح فسخ کرانے اور اپنے بہنوئی سے قطع تعلقات کر دے۔ اور وجہ یہ بیان کی کہ وہ حکیم محمد حنیف صاحب کو مسلمان جانتا ہے۔ اور حکیم صاحب علماء دیوبند کو مسلمان جانتے ہیں۔ اور علماء دیوبند (نعوذ باللہ) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی رکھتے ہیں۔ نہ ختم نبوت کے قائل ہیں نہ معراج کو مانتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ لہذا حکیم محمد حنیف صاحب علماء دیوبند کو مسلمان جاننے کی وجہ سے کافر ہیں۔ اور پیر بخش کا بہنوئی چونکہ حکیم صاحب کو مسلمان جانتا ہے اس لئے وہ بھی کافر ہے۔

حکیم صاحب موصوف کو جب ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ تکفیر یہ جماعت نے جو الزامات ہم پر لگائے ہیں وہ بالکل بے اصل اور افترا محض ہیں ہم مجمع عام میں ان کی صفائی دینے کے لئے تیار ہیں۔ لہذا آپ ان علماء کو بلائیں جو ہمارے اور ہمارے اکابر کے متعلق ایسی بے سر و پا

لہ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ مباحثہ درؤ کی پوری روئداد جناب مولوی نجم الحسن صاحب سلیم کی مرتب کردہ ہے جو اس مناظرہ میں از اول تا آخر موجود رہے۔ خاکسار نے بغرض اشاعت ان سے حاصل کی ہے ۱۲

باتیں مشہور کرتے ہیں۔ ہم ان کی مواجہت میں ان کا بے اصل اور بے بنیاد ہونا ثابت کریں گے۔ چنانچہ یہی بات قرار پائی۔ اور اس مناظرہ کی تاریخیں ۱۸، ۱۹، ۲۰ جولائی ۱۹۲۸ء مقرر ہوئیں۔ درو کے رضا خانیوں نے مرکزِ رضاخانیت بریلی سے اپنے علماء کو بلایا اور جناب حکیم محمد حنیف صاحب نے عمدۃ المقررین زبدۃ الواعظین جناب مولانا محمد اسماعیل صاحب سنبھلی مدظلہ العالی۔ و حامی سنت ماحی بدعت شیرِ نیستانِ مناظرہ جناب مولانا مولوی محمد منظور صاحب نعمانی سنبھلی مدظلہ کو دعوت شرکت دی۔

چنانچہ یہ دونوں علمبرداران سنت ۱۷ جولائی کو ہلدوانی پہنچے۔ اور ۱۸ کو ۸ بجے داخل درو ہوئے ۱۰ بجے اطلاع ملی کہ عالیجناب ثروت یار خان صاحب رئیس و مجسٹریٹ درو نے یہ طے فرمایا ہے کہ بعد از نماز ظہر فریقین کو ایک ایک گھنٹہ تقریر کے لئے دیا جائے گا۔ بعدازاں کارروائی مناظرہ شروع ہوگی۔ چنانچہ بعد ادائیگی نماز ظہر حکیم محمد حنیف صاحب جناب مولانا محمد اسماعیل صاحب و جناب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہما کو ہمراہ لے کر مقام مناظرہ پر پہنچے۔ جناب مجسٹریٹ صاحب نے اولاً جناب مولانا محمد اسماعیل صاحب سے تقریر کی استدعاء کی۔ مولانا موصوف نے باوجود ناسازئ طبع اس کو منظور فرمایا اور اپنے اسی خاص طرز میں جو قسام ازل نے آپ کو عطا فرمایا ہے (جس کی وجہ سے مخالفین بھی اپنی نجی مجلسوں میں آپ کو سحر بیان کے لقب سے یاد کرتے ہیں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ بے مثل اور عدیم النظیر فضائل بیان فرمائے جو کبھی رضاخانیوں نے خواب میں بھی نہ سنے ہوں گے۔ بالخصوص اس تقریر کا وہ حصہ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی الانبیاء ہونے پر روشنی ڈالی گئی تھی سننے ہی سے تعلق رکھتا تھا۔ پھر اس تقریر کے ضمن میں جب کبھی مولانا یہ فرما دیتے تھے کہ یہ سب فضائل بلکہ اس سے بدرجہا زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھے لیکن پھر بھی آپ مخلوق ہی تھے خالق ہرگز نہیں۔ عبد ہی تھے معبود ہرگز نہیں۔ تو یہ رضاخانی سخت مضطرب اور بے چین ہوتے تھے۔ صدق اللہ عز و جل وَإِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ذکر توحید سے بے ایمانوں کے دل پژمردہ ہوتے ہیں۔

یہ جادو بھری تقریر ایک گھنٹہ تک جاری رہی۔ اس کے بعد حسب قرارداد ختم کرنی پڑی۔

اس کے بعد جناب مولوی رحم الٰہی صاحب صدر المدرسین مدرسہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے تقریر شروع کی۔ اولاً تقریباً ۵ منٹ تک نہایت خوش الحانی کے ساتھ ایک نعتیہ نظم پڑھی اس کے بعد تقریباً ۴۲ منٹ تک مولانا محمد اسماعیل صاحب کی نقل اتاری۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ہی بیان فرمائے۔ لیکن چونکہ مولانا کو مہارت کسی دوسرے فن میں تھی۔ بدیں وجہ مولانا کا اسٹاک ۲۰ منٹ میں ختم ہو گیا۔ اور فرمانے لگے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کے میں نے یہ فضائل بیان کئے ان کی شان میں مولوی اشرف علی صاحب تھانوی حفظ الایمان میں لکھتے ہیں کہ "

" اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص الخ "

اس کے بعد حضرت مولانا اشرف علی صاحب کے متعلق زہر اگلنا شروع کیا۔ لیکن چونکہ مولانا محمد اسماعیل صاحب کی تقریر نے رضا خانیوں کو حواس باختہ کر دیا تھا بدیں وجہ باوجود مہارت تامہ مولوی رحم الٰہی صاحب اس سلسلہ کو بھی دیر تک نہ نبھا سکے۔ بلکہ ۱۳ منٹ کے بعد تقریر ختم کر دینی پڑی الغرض مولوی رحم الٰہی صاحب نے اوقات پُری کے لئے بدعہدی[1] بھی اختیار کی (جو بحکم نبوی منافقین کی علامت ہے) لیکن پھر بھی کچھ کام نہ چلا اور ۵۴ منٹ کے بعد " الیوم نختم علی افواھھم " کا منظر سامنے آ ہی گیا۔ جب مولوی رحم الٰہی صاحب اس تقریر کو ختم کر کے پلیٹ فارم سے نیچے تشریف لائے تو مولانا محمد منظور صاحب نے مجسٹریٹ صاحب سے سوال کیا کہ کیا مناظرہ شروع ہو گیا یا شروع ہونے میں کچھ دیر ہے ؟ مجسٹریٹ صاحب نے فرمایا کہ میرے نزدیک تو ابھی مناظرہ شروع نہیں ہوا۔ ہاں مولانا (رحم الٰہی صاحب) نے یہ کاروائی قبل از وقت اور خلاف معاہدہ کی۔ مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اگر مناظرہ ابھی شروع نہیں ہوا ہے تو بہتر یہ ہے کہ کاروائی مناظرہ شروع ہونے سے پہلے شرائط مناظرہ طے ہو جائیں۔ مجسٹریٹ صاحب نے بھی اس تجویز کو منظور فرمایا۔ جب مولوی رحم الٰہی صاحب نے دیکھا کہ مناظرہ اب شاید ہو ہی جائے گا تو سخت بے چینی اور سراسیمگی کی حالت

---

[1] بدعہدی: اس لئے کہ یہ قرار پا چکا تھا کہ ان تقریروں میں کوئی مقرر اختلافی باتیں بیان نہیں کریگا۔ ۱۲

میں کھڑے ہو کر فرمانے لگے کہ یہاں مناظرہ کی کوئی ضرورت نہیں یہاں سب ایک خیال کے لوگ ہیں نہ یہاں کوئی نزاع ہے اور جو کچھ تھا بھی اس کا فیصلہ ہو گیا۔ یہ کہہ کر اپنے معتقد خاص عبداللہ کو پکار کر فرمانے لگے کیوں بھئی کیا اب بھی یہاں کچھ نزاع باقی ہے ؟

عبداللہ : حضور یہاں اب کچھ جھگڑا نہیں رہا۔ پہلے ہمارا اور پیر بخش کا یہ جھگڑا تھا کہ وہ کہتا تھا کہ حکیم محمد حنیف دیوبندی نہیں ہیں اور ہم کہتے تھے کہ وہ دیوبندی ہیں۔ لیکن اب جب وہ دیوبندی مولویوں کو اپنے ساتھ لائے ہیں تو معلوم ہو گیا کہ وہ بھی دیوبندی ہیں۔ بس اب جب تک پیر بخش اپنے بہنوئی سے تعلقات نہ چھوڑے گا اس کا حقہ پانی ایسے ہی بند رہے گا۔

مولوی رحم الٰہی صاحب نے تو سمجھ لیا کہ بس " رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گزشت "

لیکن یہ نہ سوچا کہ خادمانِ سنت سے پیچھا چھڑانا آسان نہیں۔ مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اول تو یہ محض غلط ہے کہ یہاں کوئی نزاع نہیں۔ میرا اور آپ کا آج یہاں آنا ہی اس کی روشن دلیل ہے اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہاں کسی قسم کا نزاع نہیں تو جانے دیجئے۔ کم از کم میرے اور آپ کے درمیان ہی نزاع رہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ آج اسی کا تصفیہ ہو جائے۔ اس کے بعد مولانا صاحب نے جناب مجسٹریٹ صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا جناب کو اس کے متعلق کچھ علم ہے کہ یہاں آج کی تاریخ میں کوئی مناظرہ ہونے والا تھا؟

مجسٹریٹ صاحب نے فرمایا کہ ایک عرصہ سے یہاں پیر بخش اور ان کی برادری کے لوگوں میں کچھ جھگڑا تھا جس کی تفصیل شاید آپ حضرات کو معلوم ہو چکی ہو گی۔ اب کچھ دنوں سے سنا تھا کہ اس کے تصفیہ کے لئے کوئی مناظرہ ہو گا اور باہر سے علماء کرام تشریف لائیں گے۔ اسی سلسلہ میں فریقین کے آدمیوں نے مجھ سے کہا کہ آپ کوئی ایسی تاریخ مقرر کر دیں جس میں آپ یہاں موجود ہوں تاکہ نقص امن وغیرہ کی طرف سے اطمینان رہے۔ میں نے اپنی ذمہ داری کو محسوس کیا اور اپنی فرصت کا لحاظ رکھتے ہوئے آج کی تاریخ مقرر کر دی تھی اور اسی وجہ سے آج یہاں موجود بھی ہوں ورنہ ممکن تھا کہ آج کسی دوسری جگہ ہوتا۔

اس کے بعد مولانا منظور صاحب نے مولوی رحم الٰہی صاحب سے فرمایا۔ کہئے مولانا آپ یہاں کے

حالات سے زیادہ باخبر ہیں یا عالی جناب مجسٹریٹ صاحب ؟

مولوی رحم الٰہی صاحب : اچھا چلئے میں مناظرہ کے لئے تیار ہوں۔

مولانا محمد منظور صاحب : الحمد للہ! اب یہ اور طے ہو جانا چاہیئے کہ بحث مناظرہ کیا رہے گا ؟

مولوی رحم الٰہی صاحب : مولوی اشرف علی صاحب و مولوی محمد قاسم صاحب و مولوی خلیل احمد صاحب کا کفر و اسلام۔

مولانا محمد منظور صاحب : کیا ہماری اور آپ کی جماعت میں بس یہی اختلاف ہے یا اور بھی کچھ مسائل مختلف فیہا ہیں اگر ہیں تو ان کو کیوں چھوڑا جاتا ہے ؟

مولوی رحم الٰہی صاحب : یہاں نزاع محض اسی میں ہے کہ ان حضرات کو یہاں کے اہلسنت و جماعت (رضاخانی) کافر کہتے ہیں۔ چونکہ علماء حرمین شریفین نے ان کو کافر کہا ہے۔ اور دوسرے لوگ مسلمان بلکہ مسلمانوں کا پیشوا جانتے ہیں۔ لہذا یہاں اسی پر بحث ہونی چاہیئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : اجی حضرت ابھی تو آپ فرماتے تھے کہ یہاں سب ایک خیال کے لوگ ہیں یہاں کوئی نزاع نہیں۔ اور ابھی چند منٹ کے بعد آپ فرما رہے ہیں کہ یہاں بس مولانا اشرف علی صاحب وغیرہ کے اسلام و کفر میں نزاع ہے۔ آپ کو کچھ تو اپنی ذمہ داری محسوس کرنی چاہیئے۔ رہا جناب کا یہ فرمانا کہ یہاں بس یہی ایک نزاع ہے۔ اس کے متعلق بھی میں یہیں کے لوگوں سے دریافت کئے لیتا ہوں اس کے بعد مولانا صاحب نے ایک اجنبی شخص کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "او میاں بھائی صاحب ذرا کھڑے ہو جایئے گا" وہ شخص کھڑا ہو گیا۔

مولانا محمد منظور صاحب : اس اجنبی شخص سے مخاطب ہو کر۔ تم جانتے ہو کہ "حفظ الایمان" کا مصنف کون ہے ؟

اجنبی : نہیں

مولانا محمد منظور صاحب : تم جانتے ہو کہ مولانا خلیل احمد صاحب کون تھے اور "براہین قاطعہ"

کس کی کتاب ہے ؟

اجنبی : میں نہیں جانتا !

مولانا محمد منظور صاحب : تم نے "تحذیر الناس" دیکھی ہے یا تم کو معلوم ہے کہ اس میں کیا لکھا ہے اور وہ کس کی تصنیف ہے ؟

اجنبی : صاحب مجھے کیا خبر تم مولوی مولوی جانو ۔

مولانا محمد منظور صاحب : مولوی رحم الٰہی صاحب سے مخاطب ہو کر ، مولانا آپ کو معلوم ہوا کہ ان غریبوں کو تو یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ کس کی کتابیں ہیں اور ان میں کیا مضامین ہیں ۔ اب بتلایئے آپ کا یہ فرمانا کہاں تک صحیح ہے کہ یہاں بس یہی نزاع ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب وغیرہ مسلمان ہیں یا کافر ؟

مولوی رحم الٰہی صاحب : ارے بھائی عبداللہ جو واقعہ ہے تم کیوں صاف صاف نہیں بتلاتے بس یہی نزاع ہے نا ، کہ مولوی اشرف علی صاحب مولوی خلیل احمد صاحب مولوی محمد قاسم صاحب جنکو حرمین شریفین کے علماء نے کافر لکھ دیا ہے کافر ہیں یا مسلمان ۔ یا اور بھی کوئی نزاع ہے ؟

عبداللہ : حضور نہیں یہاں بس یہی نزاع ہے ۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : مولانا محمد منظور صاحب سے مخاطب ہو کر : لیجئے مولوی صاحب اب تو انہیں کے لوگوں سے معلوم ہو گیا کہ یہاں بس یہی نزاع ہے نہ کوئی اور ؟

مولانا محمد منظور صاحب : مولانا اگر ایسی تلقینوں اور اس طرح سبق پڑھانے سے کام چلتا ہو تو مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں ابھی آپ کے عبداللہ سے ابھی ۵ منٹ کے اندر اندر اس کے خلاف کہلوا دوں لیکن خیر مجھ کو محض آپ حضرات کی صداقت دکھانی تھی وہ بحمد اللہ آشکارا ہو گئی ۔ اب میں مزید جرح و قدح کی ضرورت نہیں سمجھتا ۔ اور متوکلاً علی اللہ تعالیٰ اعلان کرتا ہوں کہ آپ کے پیش کردہ تینوں مبحث ہم کو منظور ہیں اور ہم اپنی طرف سے صرف ایک مسئلہ علم غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اضافہ کرتے ہیں امید ہے کہ جناب اس کو منظور فرما کر اپنی آمادگی کا ثبوت دیں گے ۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : جب یہاں اس مسئلہ پر نزاع ہی نہیں تو اس پر بحث محض بے کار ہے ۔

مولانا محمد منظور صاحب : آپ کے نزدیک تو یہاں کوئی بھی نزاع نہیں تھا۔ اب خدا خدا کر کے تو آپ نے یہ تسلیم کیا ہے کہ یہاں اکابر علماء دیوبند کے کفر واسلام پر نزاع ہے۔ اب انشاء اللہ آپ یہ بھی تسلیم فرمالیں گے کہ یہاں مسئلہ غیب پر بھی نزاع ہے۔ میں خود جناب مجسٹریٹ صاحب سے دریافت کرتا ہوں وہ فرمادیں کہ یہاں اس پر نزاع ہے یا نہیں ؟

جناب مجسٹریٹ صاحب : میرے علم میں تو یہی ہے کہ یہاں اس مسئلہ پر بھی نزاع ہے اور اکثر اس کا تذکرہ بھی سنتا رہتا ہوں۔

مولانا محمد منظور صاحب : مولوی رحم الٰہی صاحب سے مخاطب ہو کر ، کہئے مولانا جناب تو فرماتے تھے کہ یہاں اس مسئلہ میں نزاع ہی نہیں اور جو کچھ مجسٹریٹ صاحب نے فرمایا وہ بھی جناب نے سن لیا۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : اچھا چلئے مسئلہ علم غیب بھی رکھئے میں اس پر بھی بحث کرنے کو تیار ہوں۔

مولانا محمد منظور صاحب : مباحثہ کی ترتیب کیا رہے گی ؟

مولوی رحم الٰہی صاحب : پہلے عبارت "حفظ الایمان"۔ بعد ازاں عبارت "تحذیر الناس" اس کے بعد عبارت "براہین قاطعہ"۔ بعد ازاں مسئلہ علم غیب۔

مولانا محمد منظور صاحب : منظور ہے لیکن مباحثہ کے لئے ایک صدر کا ہونا بھی لازمی ہے اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ عالی جناب مجسٹریٹ صاحب اس جلسہ کے صدر قرار پائیں۔

جناب مجسٹریٹ صاحب : میں ہرگز اس قابل نہیں کہ علماء کے کسی جلسہ کا صدر قرار پاؤں لہٰذا مجھ کو معاف رکھا جائے۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : مجسٹریٹ صاحب سے مخاطب ہو کر : ع خدا جب مال دیتا ہے لیاقت آ ہی جاتی ہے۔

اس کے بعد فریقین کے اصرار سے عالی جناب مجسٹریٹ صاحب نے صدارت منظور فرمالی۔ بعد ازاں تہذیب وآداب مناظرہ وغیرہ کے متعلق چند شرطیں اور بھی طے ہوگئیں۔ یہ بھی طے ہو گیا کہ سائل کو تقریر کے لئے ۱۰ منٹ دیئے جائیں گے اور مجیب کو پندرہ منٹ[1]۔

(۱ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

مولانا محمد منظور صاحب : مولوی رحم الٰہی صاحب سے مخاطب ہو کر ، یہ اور فرمایئے کہ آپ کی جانب سے کون صاحب مناظر ہوں گے ؟

مولوی رحم الٰہی صاحب : مناظر کی تعیین ہم کل کریں گے ۔

مولانا محمد منظور صاحب : کیا خوب ۔ مناظرہ آج ہوگا اور مناظر کی تعیین کل یہ کہاں کی منطق ہے ۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : مناظرہ آج نہیں کل ہوگا ۔

مولانا محمد منظور صاحب : مولانا ہم اس قدر بے کار نہیں ہیں ۔ ہمارے متعلق درسی خدمات ہیں یقین فرمایئے میری اور مولانا محمد اسماعیل صاحب کی ذات سے کم و بیش ستر طلبہ کا نفع ، نقصان وابستہ ہے لہٰذا مہربانی فرما کر مناظر کی تعیین فرمایئے تاکہ جلد از جلد کاروائی مناظرہ شروع کی جائے ۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : اپنے ہمراہیان سے مشورہ کرنے کے بعد ، اچھا میرا نام لکھ لیجئے ۔ اور آپ بھی اپنے مناظر کی تعیین کر دیجئے ۔

مولانا محمد منظور صاحب : جناب کا اسم گرامی ؟

مولوی رحم الٰہی صاحب : رحم الٰہی ۔

مولانا محمد منظور صاحب نے مولوی رحم الٰہی صاحب کا نام لکھ لیا اور فرمایا کہ خاکسار خود ہی مناظر ہوگا ۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) ؎ اگرچہ وقت کی یہ تحدید کر دی گئی تھی مگر اس کا عمل صرف وہاں تک ہوتا تھا کہ اصل مقصود احقاق حق فوت نہ ہو ۔ چنانچہ صدر صاحب نے خود فرما دیا تھا کہ جس مناظر کو اس سے زیادہ وقت کی ضرورت ہوگی ان کو زیادہ وقت دیا جائے گا ۔ بشرطیکہ وہ وقت بے کار اور خارجی باتوں میں ضائع نہ ہو ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ۔ اور حضرت مولانا محمد منظور صاحب مدظلہ کی بعض تقریریں آدھ گھنٹے اور پون گھنٹے کی بھی ہوئیں اور بیس پچیس منٹ سے کم تو حضرت مولانا کی شاید کوئی بھی تقریر نہ ہوئی ہو ۔ اور مولوی رحم الٰہی صاحب کی کوئی تقریر شاید ۱۰ منٹ سے بڑھی ہو ۔ ورنہ اکثر وقت ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جاتی تھی ۔ ہم صدر صاحب کی سخن شناسی کے مشکور ہیں کہ انہوں نے حضرت مولانا محمد منظور صاحب کو ہر مرتبہ ضرورت کے مطابق وقت دیا ۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا موصوف کی اکثر تقریریں مقدار میں مولوی رحم الٰہی صاحب سے دوچند اور سہ چند ہیں ۔ فلیحفظ ۱۲ ۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : اسم شریف جناب کا ؟

مولانا محمد منظور صاحب : احقر کو محمد منظور کہتے ہیں۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : وطن عزیز جناب کا سنبھل ہے ؟

مولانا محمد منظور صاحب : جی ہاں خاکسار سنبھل ہی رہتا ہے۔

حفظ الایمان کی عبارت پر مناظرہ

ان تمام باتوں کے بعد نماز عصر ادا کی گئی۔ اور اس کے بعد حسب قرارداد "حفظ الایمان" کی عبارت پر اس طرح مناظرہ شروع ہوا۔

مولوی رحم الٰہی صاحب :

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علی سیدنا ومولانا محمد والہ وصحبہ اجمعین ؛

اس کے بعد تقریباً ۵ منٹ تک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ علمی فضائل بیان کیے جو سب مسلمانوں کو مسلم ہیں، اس کے بعد فرمایا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی یہ شان ہے ان کے متعلق آپ کے مولوی اشرف علی صاحب "حفظ الایمان" میں لکھتے ہیں۔

"پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضورؐ کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے حاصل ہے"۔

اس عبارت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کو پاگلوں اور چوپاؤں کے علم کے برابر بتایا گیا ہے اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین ہے اور اسی وجہ سے علماء حرمین شریفین نے ان کو کافر کہا ہے۔ اور آپ ان کو مسلمان بلکہ اپنا پیشوا جانتے ہیں۔ آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہے۔ کیا ایک شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے بعد بھی مسلمان رہ سکتا ہے ؟

مولانا محمد منظور صاحب :-

الحمد لله نحمده و نستعینه و نستغفره و نؤمن به ونتوکل علیه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یهده الله فلا مضل له ومن یضلله فلا هادی له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریك له ونشهد ان سیدنا ونبینا وشفیعنا وحبیبنا وحبیب ربنا ومولانا محمدا عبده ورسوله الذی ارسله بالحق الی کافة للناس بشیرا ونذیرا و داعیا الیه باذنه وسراجا منیرا وصلی الله تعالی علیه وعلی اله و اصحابه وسلم تسلیما کثیرا کثیرا یا معین بك نستعین بسم الله الرحمن الرحیم ط

اما بعد۔

معزز حاضرین! آپ نے مولوی صاحب کی تقریر سنی۔ مولوی صاحب کا دعویٰ یہ ہے کہ مولانا اشرف علی صاحب کافر ہیں۔ اور اس کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ نعوذ باللہ مولانا اشرف علی صاحب نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے۔ اور جو شخص آنحضرت کی توہین کرے وہ کافر ہے۔ مولوی صاحب کے دوسرے جز میں مجھے کلام نہیں۔ واقعی جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے وہ کافر ہے ملعون ہے۔ واجب القتل ہے۔ خدا کی زمین کو اس کے ناپاک وجود سے پاک کر دینا چاہئے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کو مذاہب اربعہ میں پناہ نہیں۔ بلکہ میرے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل مبارک کے تسمہ کی توہین کرنے والا بھی کافر ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اپنی مشہور کتاب "جذب القلوب" میں ارقام فرماتے ہیں کہ جو شخص مدینہ طیبہ کی خاک کے متعلق کہے کہ اس میں کہیں بھی خوشبو نہیں آتی اس کے متعلق حضرت امام مالکؒ کا فتویٰ ہے کہ اس کو قید کر دیا جائے۔ اگر توبہ کرے فبہا ورنہ تین روز کے بعد قتل کر دیا جائے الغرض مولوی صاحب کا یہ فرمانا کہ جو شخص توہین کرے وہ کافر ہے بالکل صحیح ہے۔ تمام مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے۔ خود حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہٗ بھی اپنی کتابوں میں یہی لکھتے ہیں۔ اب رہا مولوی صاحب

کی دلیل کا پہلا جز- یعنی یہ کہ مولوی اشرف علی صاحب نے العیاذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے- بس اسی میں میرا اور مولوی صاحب کا نزاع ہے- جو عبارت مولانا نے "حفظ الایمان" کی آپ حضرات کو پڑھ کر سنائی ہے اس کا اول اور آخر اگر مولانا پڑھ دیتے تو شاید مجھ کو جواب دینے کی بھی حاجت نہ ہوتی- اس سے خود آپ حضرات سمجھ جاتے کہ اس عبارت میں توہین کا شائبہ بھی نہیں- مولوی صاحب نے لا تقربوا الصلوٰۃ تو پڑھ دیا اور وانتم سکاریٰ کا ذکر تک بھی نہ کیا- خیر یہ تو مولوی صاحب کی دیانت داری تھی- اب میں آپ حضرات کو اس کی حقیقت بتاتا ہوں سنئے!

"حفظ الایمان" مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ کا ایک مطبوعہ فتویٰ ہے جس میں تین سوالوں کا جواب ہے- پہلا سوال سجدہ تعظیمی کے متعلق ہے- دوسرا طواف قبور اولیاء اللہ کے متعلق ہے- اور تیسرا سوال یہ ہے کہ ایک شخص جس کا فرضی نام زید ہے- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب بواسطہ کے اعتبار سے عالم الغیب کہتا ہے- اس کا یہ عالم الغیب کہنا کیسا ہے؟ حضرت مولانا مدظلہ جواب دیتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں- اور اس کی دو دلیلیں بیان کی ہیں- پہلی دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ عام طور پر شریعت کے محاورات میں عالم الغیب اسی کو کہا جاتا ہے جس کو غیب کی باتیں بلا واسطہ اور بغیر کسی کے بتلائے معلوم ہوں (اور یہ شان محض اللہ تعالےٰ کی ہے) لہذا مخلوق پر بلا قرینہ علم غیب کا اطلاق موہم شرک ہونے کی وجہ سے ناجائز ہو گا- پھر اس مضمون کو قرآن وحدیث سے ثابت فرما کر اسی دعوے پر دوسری دلیل یوں قائم فرماتے ہیں- ذرا غور سے سنا جائے-

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا- یعنی آنحضرت صلعم کو عالم الغیب کہنا- اگر بقول زید (رضا خانی) صحیح ہو تو دریافت طلب- اسی زید سے یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد- یعنی اس غیب سے جو لفظ عالم الغیب میں ہے اور جس کی وجہ سے آنحضرت صلعم کو وہ عالم الغیب کہتا ہے- بعض غیب ہیں یا کل غیب- یعنی یہاں اس میں کلام نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر علوم غیبیہ عطاء فرمائے گئے نہ یہاں اس کی بحث ہے- بلکہ مولانا ان لوگوں سے دریافت کرتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہتے ہیں اور کہنا جائز سمجھتے ہیں کہ اے عقل کے دشمنوں ذرا یہ تو بتلا دو کہ تم جو آنحضرت

کی ذاتِ مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کرتے ہو اس لفظِ غیب سے تمہاری کیا مراد ہے۔ بعض غیب یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس عالم الغیب کہنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ایسا بعض علم غیب کہ کسی کے عالم الغیب کہنے کے لئے جس کی ضرورت تم سمجھتے ہو یعنی مطلق بعض مغیبات کا علم تو زید، عمرو بلکہ ہر صبی مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ تو چاہیئے کہ تمہارے اصول پر سب کو عالم الغیب کہا جائے۔ کیونکہ تمہارے نزدیک کسی کے عالم الغیب کہنے کے لئے محض اتنا کافی ہے کہ اس کو غیب کی کسی بات کا علم ہو اور ان حقیر چیزوں کو بھی بعض مغیبات کا علم ضرور ہے کم از کم اللہ تعالیٰ کی ذات ہی کا علم ہے اور وہ بھی منجملہ مغیبات کے ہے۔ پھر مولانا فرماتے ہیں کہ۔

"پھر اگر (یہ رضاخانی) زید اس کا التزام کرے کہ میں ہاں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر علم غیب کو منجملہ کمالاتِ نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے۔ جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالاتِ نبوت سے کب ہو سکتا ہے۔ اور اگر التزام نہ کیا جاوے تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے"

مولانا ذرا انصاف کو دل میں جگہ دیجئے اور پھر فرمائیے کہ کیا اس عبارت کا وہ مطلب ہے جو جناب نے فرمایا تھا اور جو مولوی احمد رضا خان صاحب نے "حسام الحرمین" میں لکھ کر علماء حرمین شریفین کے سامنے پیش کیا۔ یعنی یہ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کو پاگلوں اور جانوروں کے برابر بتا دیا۔ یا وہ مطلب ہے جو خاکسار نے عرض کیا۔ ذرا غور تو کیجئے! مولانا تو یہ فرماتے ہیں کہ آپ لوگوں کے اس بیہودہ اصول پر کہ جس کو غیب کی کچھ باتیں بھی معلوم ہوں اس کو بھی عالم الغیب کہا جا سکتا ہے۔ یہ لازم آتا ہے کہ ان حقیر چیزوں کو بھی عالم الغیب کہا جاوے۔ اور جب یہ لازم باطل ہے تو تمہارا اصول باطل ہوا۔ مہربانِ من مولانا کے نزدیک تو یہ برابری ایسی باطل ہے کہ اس کے بطلان سے آپ کے اصول کے باطل ہونے پر دلیل قائم کر رہے ہیں اگر اس پر بھی کوئی شخص یہ کہے کہ مولانا اشرف علی صاحب نے معاذ اللہ آنحضرت صلعم کے علم کو حیوانات وغیرہ کے علوم سے تشبیہ دے دی تو اس کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں اللہ مقلب القلوب ہدایت فرمائے۔

اس کے بعد میں مناسب سمجھتا ہوں کہ خود حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے جو جواب اس الزام کا دیا ہے اس کو بھی باختصار نقل کر دوں تاکہ معلوم ہو جائے کہ خود مصنف حفظ الایمان کا اس بارہ میں کیا خیال ہے۔

جناب مولانا مرتضیٰ حسن صاحب ، حضرت مولانا تھانوی مدظلہٗ کو خط لکھتے ہیں کہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی آپ کے متعلق یہ لکھتے ہیں کہ آپ نے معاذ اللہ حفظ الایمان میں یہ تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر بچہ اور ہر پاگل اور ہر جانور کو حاصل ہے ۔ کیا کہیں حفظ الایمان میں آپ نے یہ لکھا ہے ۔ کیا آپ کا یہ عقیدہ ہے ۔ اگر آپ کا یہ عقیدہ نہیں تو آپ اس شخص کو کیسا سمجھتے ہیں جو ایسا خبیث عقیدہ رکھے ۔

حضرت مولانا جواب دیتے ہیں ۔

" میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا ۔

لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گزرا ۔

میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا جیسا کہ اخیر میں عرض کروں گا ۔

جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں ------ تو میری مراد کیسے ہو سکتا ہے ؟

جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلعم کی ؟

اس کے بعد حضرت مولانا نے اس الزام کا مفصل جواب بھی دیا ہے اور اس عبارت کا مطلب بیان کیا ہے جس کو پڑھ کر سنانے کی اب حاجت نہیں رہی ۔ کیونکہ میں نے جو جواب دیا ہے وہ اسی سے ماخوذ ہے پھر اسی تحریر کے خاتمہ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ۔

" بفضلہ تعالیٰ میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ ہمیشہ سے آپ کے افضل المخلوقات فی جمیع الکمالات العلمیہ والعملیہ ہونے کے باب میں یہ ہے ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر (از بسط البنان)

حاضرین ! للہ ذرا انصاف سے کام لیجئے جو شخص اس عقیدہ کو خبیث قرار دے اس کے معتقد کو خارج از اسلام بتائے، اپنا عقیدہ یہ تحریر کرے کہ " بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر " اس کی عبارت میں قطع برید کر کے اس کی طرف اس عقیدہ کو منسوب کرنا کس قدر انصاف کا خون کرنا ہے۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : اپنے مخصوص لہجہ میں ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا

جو چیرا تو ایک قطرۂ خون نہ نکلا

مولوی صاحب ! آپ نے مجھ پر یہ الزام لگایا ہے کہ میں نے حفظ الایمان کی اس عبارت کا اول و آخر نہیں پڑھا۔ بے شک میں نے ساری کتاب نہیں پڑھی اور نہ اس کی ضرورت تھی۔ جتنی عبارت میں آنحضرت صلعم کی توہین تھی میں نے کل پڑھ کر سنا دی اس میں اگر میں نے کوئی لفظ چھوڑا ہو تو آپ مجھ سے شکایت کر سکتے ہیں۔ حاضرین پھر سن لیں وہ عبارت یہ ہے۔

" پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا الخ (الاختصار من المرتب)

اس عبارت کو کوئی تعلق ماقبل یا مابعد سے نہیں۔ یہ پھر کا لفظ خود اس کو بتلاتا ہے کہ یہاں سے کوئی نئی بات شروع ہوتی ہے جس کا ماقبل سے کوئی تعلق نہیں۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ اس عبارت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو حیوانات اور پاگلوں کے علم سے تشبیہ نہیں دی گئی حالانکہ اس میں صاف ایسا کا لفظ موجود ہے جو تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے۔ افسوس! ایک شخص آنحضرت صلعم کی توہین کرتا ہے آپ کے علم کو پاگلوں اور جانوروں کے برابر بتاتا ہے اور آپ اسے مسلمان ثابت کرنے کے لئے ایسے ایسے رکیک احتمالات پیدا کرتے ہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : اس وقت ہمارے فاضل مخاطب نے میری تقریر کے جواب میں محض دو باتیں کہی ہیں۔ ایک یہ کہ عبارت زیر بحث کو اول و آخر سے کوئی تعلق نہیں۔ دوسری یہ کہ اس عبارت میں لفظ ایسا ہے جو تشبیہ کے لئے آتا ہے لہذا اس عبارت میں ضرور تشبیہ ہے۔ میں بالترتیب اس کا جواب دیتا

ہوں۔ غور سے سنئے۔

اس عبارت کو ماقبل سے بھی تعلق ہے اور مابعد سے بھی۔ اس عبارت سے پہلی عبارت تو اس کو بتلاتی ہے کہ گفتگو اس میں نہیں کہ آنحضرت صلعم کو غیب کی کتنی باتوں کا علم تھا اور کوئی دوسرا علوم غیبیہ میں آپ کے برابر ہے یا نہیں۔ بلکہ محض اس میں ہے کہ آنحضرت صلعم کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق جائز ہے یا نہیں۔ اس عبارت سے چند سطر پہلے یہ چند فقرے موجود ہیں جو صاف بتلا رہے ہیں کہ محض اطلاق کی بحث ہے نہ علم غیب کی مقدار کی۔ فقرہ ۱: تو بلا قرینہ مخلوق پر علم غیب کا اطلاق موہم شرک ہونے کی وجہ سے ناجائز ہوگا۔ فقرہ ۲: اسی لئے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہ ہوگا۔ فقرہ ۳: اور اگر کسی ایسی تاویل سے ان الفاظ کا اطلاق جائز ہو تو خالق و رزاق وغیرہما کا بتاویل اسناد الی السبب کے بھی اطلاق کرنا جائز ہوگا۔ کیونکہ آپ ایجاد اور بقائے عالم کے سبب ہیں۔ فقرہ ۴: جس طرح آپ پر عالم الغیب کا اطلاق اس تاویل سے جائز ہوگا۔ الخ

ان فقروں سے معلوم ہوتا ہے کہ بحث محض اطلاق لفظ عالم الغیب کے جواز و عدم جواز کی ہے نہ آنحضرت صلعم کے علم شریف کے مقدار کی۔ یہ تو تھا عبارت کا اول سے تعلق۔ اب آخر سے سنئے۔

اس عبارت سے چند سطر بعد مولانا کی یہ عبارت موجود ہے "نبوت کے لئے جو علوم لازم و ضروری ہیں وہ آپ کو (صلی اللہ علیہ وسلم) بتمامہا حاصل ہو گئے تھے" جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کے نزدیک آنحضرت صلعم کو تمام علوم لازمۂ نبوت حاصل تھے۔ انصاف شرط ہے۔ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایجادِ عالم و بقاءِ عالم کا سبب سمجھے اور یہ عقیدہ رکھے کہ آنحضرت صلعم کو تمام علوم لازمۂ نبوت حاصل تھے کیا وہ زید وعمرو وغیرہ کے علم کو علوم محمدی کے برابر بتا سکتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ عبارت زیر بحث سے پہلے عبارت تو اس کو بتاتی ہے کہ گفتگو محض اطلاق میں ہے نہ کہ رسول اللہ صلعم کے علم شریف کی مقدار میں۔ اور بعد کی عبارت اسکو بتاتی ہے کہ مولانا کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام علوم لازمۂ نبوت آنحضرت صلعم کے لئے حاصل تھے۔ اب تو جناب

لہ اس کے علاوہ عبارت زیر بحث کا ایک خاص تعلق مابعد سے یہ بھی ہے کہ اسی عبارت کے متصل ایک فقرہ یہ ہے۔ "پھر اگر زید اس

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ عبارت زیر بحث کا اول و آخر سے کیا تعلق ہے۔

یہ تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ مولوی رحم الٰہی صاحب نے اثنائے تقریر میں فرمایا کہ لفظ "پھر" کا آپ کے پاس کیا جواب ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سے کوئی نئی بات شروع کرنی چاہتے ہیں جس کا اول و آخر سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ بھی بتلائیے کہ عربی میں اس " پھر " کا ترجمہ کیا کیا جائے گا ؟

مولانا نے جواب دیا کہ یہ لفظ " پھر " یہاں اسی موقعہ پر استعمال کیا گیا ہے جس موقعہ پر عربی میں علیٰ انہ استعمال کرتے ہیں۔ ایک مدعا پر ایک دلیل قائم کرلنے کے بعد جب دوسری دلیل شروع کرتے ہیں تو کہتے ہیں علیٰ انہ۔ اسی طرح جب یہاں مولانا اپنے دعوے پر ایک دلیل قائم کر چکے تو دوسری دلیل کو لفظ "پھر" سے شروع کیا۔ اب تو شاید اس "پھر" کا پھیر بھی جناب کی سمجھ میں آگیا ہو گا۔

جناب نے اپنی تقریر میں دوسری بات یہ فرمائی تھی کہ عبارت " حفظ الایمان " میں لفظ " ایسا " ہے جو تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے۔ معلوم ہوا کہ جناب کو اردو ادب میں بھی بہت زیادہ دسترس ہے۔ سنئے۔

امیر مینائی مرحوم اپنی مشہور کتاب " امیر اللغات " جلد دوم کے صفحہ ۳۰۲ پر لفظ ایسا کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

۱ ؛ ایسا اس قسم کا۔ اس شکل کا۔ فقرہ ایسا قلم داں ہر ایک سے بننا دشوار ہے ؎

محبوب نہیں باغ جہاں میں کوئی ایسا
بو رکہتا ہے گل ایسی نہ لذت ثمر ایسی۔
(آتش)

۲ ؛ اس قدر۔ اتنا۔ فقرہ ایسا مارا کہ ادھموا کر دیا ؎

اس بادہ کش کا جسم ہے ایسا لطیف وصاف
زنار پر گمان ہے موج شراب کا
(برق)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کا التزام کرے کہ میں ان سب کو عالم الغیب کہوں گا الخ۔ اس فقرہ کے خط کشیدہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ یہاں حرف اطلاق کی بحث ہے نہ علم شریف کی مقدار کی ۱۲ فتامل۔ ؎ یا ثم انہ ۱۲

اس کے بعد اسی لفظ " ایسا " کے تین معنی اور لکھے ہیں جن کو پڑھ کر سنانے کی چنداں حاجت نہیں اس کے علاوہ یہ کہ اہل زبان برابر اپنے محاورات میں کہتے ہیں کہ " اللہ تعالےٰ ایسا قادر ہے " تو کیا نعوذ باللہ تعالیٰ اس کی قدرت کو کسی کی قدرت سے تشبیہ دینی مقصود ہوتی ہے ؛ اب آپ کا خیال شریف ہیں کہ لفظ " ایسا " محض تشبیہ ہی کے لیے نہیں آتا، بلکہ دوسرے معانی میں بھی مستعمل ہوتا ہے اور عبارت زیر بحث میں بھی جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں ایسا بمعنیٰ اتنا مستعمل ہے اور تشبیہ پہلے نہیں۔ اب میں مزید توضیح کے لیے اس عبارت کا حاصل اپنی اور آپ کی مثال دے کر عرض کرتا ہوں۔

فرض کر لیجئے کہ آپ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کرتے ہیں اور اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ میں آپ سے کہتا ہوں آپ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہتے ہیں تو آیا اس وجہ سے کہ آپ کو کل مغیبات کا علم ہے یا اس وجہ سے کہ بعض مغیبات کا۔ پہلی صورت کے تو آپ خود بھی قائل نہیں[1]۔ اور اگر آپ اس کے قائل بھی ہوں تو دلائل عقلیہ ونقلیہ سے اس کا باطل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور اگر آپ آنحضرت صلعم کو عالم الغیب اس وجہ سے کہتے ہیں کہ آپ کو بعض امور غائبہ کا علم ہے۔ قطع نظر اس سے کہ وہ ایک ہے یا ایک کروڑ یا اس سے بھی زیادہ۔ تو پھر میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے آپ کے اس اصول پر تو لازم آتا ہے کہ اب دنیا کی حقیر چیزوں کو بھی عالم الغیب کہا جائے کیوں کہ کسی نہ کسی غیب کی بات کا علم تو حیوانات کو بھی ہے۔ کم از کم اللہ تعالےٰ ہی کا علم ہے اور وہ بھی غیب کا ایک فرد ہے تو کیا آپ اپنے اس اصول کی بنا پر ان حیوانات کو بھی عالم الغیب کہیں گے۔ اگر آپ کہیں کہ ہاں ہم سب کو عالم الغیب کہیں گے۔ تو میں کہوں گا کہ پھر اس صورت میں حضور کو عالم الغیب کہنے میں کیا تعریف نکلی جب کہ آپ کے نزدیک حیوانات کو بھی عالم الغیب کہا جا سکتا ہے۔ یہ ہے حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہٗ کی عبارت کا مطلب جو میں نے مثال کی صورت میں عرض کیا۔ اب ذرا انصاف سے کہئے کہ مولانا نے العیاذ باللہ آنحضرت صلعم کے علم شریف کو حیوانات کے علوم کے مساوی اور برابر بتا دیا۔ یا آپ لوگوں کو اس برابری اور

---

[1] مولوی احمد رضا خان صاحب نے اپنے رسالہ " خالص الاعتقاد " کے صفحہ ۲۲ پر تصریح کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف بعض مغیبات کا علم مانتے ہیں نہ کہ کل کا۔ ۱۲

مساوات فی الاطلاق سے بچانے کی کوشش کی لیکن بات وہی ہے ع

گل است سعدی و در چشم دشمنان خار است

جناب نے اپنی تقریر کے آخر میں یہ بھی فرمایا تھا کہ ایک شخص آنحضرت صلعم کی توہین کرتا ہے اور تو اس کی عبارت میں رکیک احتمالات پیدا کر کے مسلمان کہلوانا چاہتا ہے۔ سو اس کا جواب وہی ہے جو میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ رسول اللہ صلعم کی توہین بے شک کفر بلکہ اشد کفر ہے۔ دنیا بھر کے کافروں کو پناہ مل سکتی ہے لیکن جو کافر آنحضرت صلعم کی توہین کرے اس کی سزا محض تلوار ہے۔ اجی حضرت! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تو بڑی چیز ہیں واللہ میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ جو شخص حضرت بلال حبشی رضہ کی توہین بھی صحابی ہونے کی حیثیت سے کرے وہ بھی کافر ہے مردود ہے ملعون ہے۔ لیکن ہاں واقعہ میں توہین ہونی چاہئے۔ خواہ مخواہ کسی کے سر توہین کا الزام تھوپنا گناہ کبیرہ ہے۔ ہمارے فقہاء کرام تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر کسی عبارت میں ہزارہا احتمالات کفر کے ہوں اور صرف ایک ضعیف سا احتمال ایسا ہو جس کی وجہ سے اس کے قائل کو مسلمان کہا جا سکے تو اس کو کافر مت کہو چہ جائیکہ کسی کی عبارت میں کوسوں تک توہین کا شائبہ بھی نہ ہو اور محض عوام میں شہرت حاصل کرنے کے لئے اس کے سر توہین منڈھ کر اس کو کافر کہا جائے۔ آپ غور کیجئے واللہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ کا اس سے کچھ نہیں بگڑتا ہاں آپ اپنے نامۂ اعمال کو خراب کر رہے ہیں۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : آپ نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ نہ عبارت زیر بحث کا اول و آخر سے کوئی معقول تعلق بیان کیا۔ اور جو تعلق آپ نے بیان کیا ہے ایسا تو ساری کتاب کو اول سے آخر تک ہوا کرتا ہے۔ ایسا تعلق بتلایئے جس سے معلوم ہو کہ اس عبارت کا مطلب سمجھنا اول و آخر پر موقوف ہے۔ آپ بار بار فرماتے ہیں کہ اس عبارت میں توہین نہیں تو کیا سارے علماء حرمین نے بے سوچے سمجھے مولوی اشرف علی صاحب کو کافر کہہ دیا۔ مولوی صاحب وہ ایسی جگہ کے علماء ہیں جہاں شیطان کا دخل بھی کم ہوتا ہے۔ اگر اکیلے اعلیٰ حضرت نے کافر لکھا ہوتا تو یہ بھی کہا جا سکتا تھا کہ عداوت یا تحصیل شہرت کی وجہ سے کہہ دیا ہو گا لیکن مشکل تو یہ ہے کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے علماء نے بھی تکفیر کر دی ہے۔ آپ خدا کا خوف کھا کر میری باتوں کا جواب دیجئے اِدھر اُدھر کی باتوں میں وقت کو مت ٹالئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : الحمد للہ ! مولانا نے یہ تو تسلیم کر لیا کہ لفظ " ایسا " تشبیہ ہی کے لئے نہیں آتا۔ چونکہ اس کے متعلق برائے نام بھی کوئی حرف نہیں کہا ورنہ اگر کہہ دیتے کہ امیر مینائی مرحوم بھی وہابی تھے تو میں کیا کر لیتا۔ خیر۔ ع

عمرت دراز باد کہ ایں ہم غنیمت است

رہا مولانا کا یہ فرمانا کہ عبارت زیر بحث کا کوئی تعلق ماقبل و مابعد سے نہیں بتایا۔ اس کے جواب دینے کی اگرچہ اب ضرورت نہیں کیونکہ میں نے جو تعلق بیان کیا ہے وہ ایسا ظاہر ہے جس کو ہر تھوڑی سی سمجھ رکھنے والا بھی سمجھ گیا ہو گا۔ لیکن محض مولانا کی خاطر پھر اسی کا اعادہ کرتا ہوں سنئے۔

عبارت زیر بحث سے پہلی عبارت اس کو بتلاتی ہے کہ بحث محض اس کی ہے کہ آنحضرت صلعم کو عالم الغیب کہا بھی جاسکتا ہے یا نہیں۔ نہ اس کی کہ آنحضرت صلعم کو کس قدر علوم غیبیہ عطا فرمائے گئے اور کوئی مخلوق ان علوم میں آپ کی برابری کر سکتا ہے یا نہیں۔ اور اس عبارت سے بعد کی عبارت اس کو بتلاتی ہے کہ مولانا کا عقیدہ در بارہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہے کہ جو علوم لازمۂ نبوت تھے وہ بتمامہا آنحضرت صلعم کو حاصل ہو گئے۔ جب تک کوئی شخص عبارت زیر بحث سے پہلی عبارت نہ دیکھے کیسے سمجھ سکتا ہے کہ بحث محض اطلاق کی ہے نہ اس کی کہ واقعہ میں کس قدر علوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھے اور جب تک کوئی اس عبارت سے بعد کی عبارت کو نہ دیکھے اس وقت تک اس کو مولانا کا عقیدہ در بارۂ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں کر معلوم ہو سکتا ہے ؟

ہاں اس مرتبہ ہمارے فاضل مخاطب نے ایک بات نہایت عجیب کہی اور وہ یہ کہ اگر زیر بحث عبارت میں توہین نہیں تھی تو علماء حرمین نے کیوں تکفیر کی کیا انہوں نے بے سمجھے کفر کا فتویٰ دے دیا ؟

مہربان من ! مفتی کا بس یہی فرض ہے کہ اس کے سامنے جو سوال پیش کیا جائے وہ اس کا جواب دے دے۔ اس کے ذمہ یہ نہیں کہ سوال کی واقعیت اور عدم واقعیت کی تحقیق کرے۔ جس فتوے کا آپ بار بار ذکر فرماتے ہیں اس کی حقیقت یہ ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے مولانا اشرف علی صاحب کی یہی عبارت اس کا ماقبل و مابعد حذف کر کے اسی طرح علماء حرمین شریفین کے سامنے پیش کی جس طرح کہ آپ نے اس وقت

پبلک کے سامنے - بلکہ انہوں نے ایک کمال یہ بھی کیا کہ حضرت مولانا کی اس عبارت کے لکھنے سے پہلے ہی اس کا مطلب بھی ان الفاظ میں بیان کر دیا۔

"اس میں (یعنی حفظ الایمان میں) تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ صلعم کو ہے ایسا تو ہر بچہ اور ہر پاگل اور ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے" (حسام الحرمین ص ۲۱)

علماء حرمین کو کیا خبر تھی کہ اس عبارت میں کیا کیا قطع برید کی گئی ہے۔ انہوں نے اسی قدر عبارت کا وہ مطلب سمجھ کر جو مولوی احمد رضا خان صاحب نے لکھا تھا - مولوی احمد رضا خان صاحب کے فتوے سے اتفاق کیا - یہ ہے اس فتوے کی حقیقت جس کو آپ تکفیر کا مدار ٹھہرا رہے ہیں اگر میرے سامنے بھی وہ فتوے پیش کیا جاتا اور مجھے حقیقت حال کی خبر نہ ہوتی تو میں بھی اس فتوے کی تصدیق کرتا۔ الغرض علماء حرمین نے جو کچھ لکھا وہ بے سوچے سمجھے نہیں لکھا - ہاں مولوی احمد رضا خان صاحب نے ان سے جھوٹ بولا اور ان کو دھوکا دیا۔ انہیں کیا خبر تھی کہ ایسی عبا قبا والے محض کسی مسلمان کی تکفیر کے لئے جھوٹ بھی بولتے ہیں۔ بلکہ ان میں سے بعض حضرات نے تو یہ بھی لکھ دیا کہ اگر حقیقت[1] میں ان لوگوں (مولوی اشرف علی صاحب وغیرہ) نے توہین کی ہے اور ان کی عبارتوں کا مطلب وہی ہے جو تم نے (یعنی مولوی احمد رضا خان صاحب نے) بیان کیا تو وہ کافر ہیں ورنہ نہیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ جب ان حضرات کو یہ اطلاع ہوئی کہ یہ مولوی احمد رضا خان صاحب کا مکر و فریب تھا تو انہوں نے اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا پر عمل کر کے براہ راست حضرات علماء دیوبند کے پاس کچھ سوالات بھیجے کہ ان مسائل میں آپ کا کیا خیال ہے۔ ان میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ کیا نعوذ باللہ تمہارے نزدیک حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حیوانات اور پاگلوں جیسا ہے؟

اس کا جواب یہاں سے دیا گیا کہ یہ خبیث عقیدہ ہمارا ہرگز نہیں۔ جو شخص ہماری طرف ایسے عقائد منسوب کرے وہ کذاب ہے دجال ہے۔ پھر اس کے بعد مولانا اشرف علی صاحب کی یہ عبارت بھی مع توضیح کے لکھی گئی تو خود انہیں علماء حرمین نے اس پہلی تکفیر سے رجوع کیا جو مولوی احمد رضا خان صاحب نے دھوکہ دیکر

---

[1] علماء حرمین کی یہ تصریحات روئداد ہذا کے صفحہ ۵۶ پر ملاحظہ ہوں ۱۲

کرائی تھی۔ اور صاف لکھ دیا کہ آپ لوگ پکے مسلمان ہیں اور اہلسنت وجماعت ہیں۔ علماء حرمین شریفین کا یہ فتویٰ سالہا سال ہوئے "التصدیقات" کے نام سے چھپ کر شائع ہو چکا ہے اور میرے پاس بھی اس وقت موجود ہے آپ چاہیں تو ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ مولانا شاید آپ کو خبر نہیں کہ حقیقت حال معلوم ہونے کے بعد علماء حرمین کے نزدیک آپ کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب کی کتنی قدر و منزلت رہ گئی ہے۔ ذرا مدینہ منورہ کے مفتی اعظم حضرت مولانا سید احمد صاحب برزنجی رح کا "غایۃ المامول" ملاحظہ فرمایئے۔ اس سے معلوم ہو جائے گا کہ حقیقتِ حال معلوم ہو جانے کے بعد علماء حرمین شریفین نے مولوی احمد رضا خان صاحب کو کیسے کیسے نفیس خطابات دیئے ہیں۔ اور وہ حضرات قدسی صفات، مولوی احمد رضا خان صاحب سے کس قدر خوش ہیں۔ اس کے بعد اہلسنت کے مسلم امام علامہ میر سید شریف کی شرح مواقف سے ایک عبارت پیش کرتا ہوں ذرا اس کو ملاحظہ فرمایئے اور بتایئے کہ "حفظ الایمان" کے اور اس کے مضمون میں کیا فرق ہے۔ کیا آپ ان کو بھی کافر کہیں گے اگرچہ آپ کی دلیری سے یہ بعید نہیں کہ آپ ان کو کافر کہہ دیں۔ لیکن یاد رہے کہ پھر ان کے ساتھ سینکڑوں برس کے ان تمام علماء کو بھی کافر کہنا پڑے گا جو ان کو مسلمان بلکہ مسلمانوں کا امام جانتے تھے۔ یہ بھی یاد رہے کہ آپ کے مولوی احمد رضا خان صاحب نے بھی اپنی بعض کتابوں میں ان کو مستند مانا ہے۔ اگرچہ سنا یہ بھی گیا ہے کہ جب پہلی مرتبہ یہ عبارت شرح مواقف کی اعلیٰ حضرت کے سامنے کسی نے پیش کی تو فوری طور پر یہی فرمایا کہ۔

"آخر دوزخ بھی تو کسی طرح بھری جائے گی اس کا رقبہ بھی تو کچھ کم نہیں ہے"

(انا للہ وانا الیہ راجعون) خیر سنئے وہ عبارت یہ ہے۔

واما الفلاسفة فقالوا هوای النبی من اجتمع فیه خواص ثلث یمتاز بها من غیره احدها ای احد الامور المختصة به ان یکون له اطلاع علی المغیبات الکائنة و الماضیة والاتیة۔	بہرحال فلاسفہ پس وہ یہ کہتے ہیں کہ نبی وہ ہے کہ جس میں تین باتیں خاص طور پر پائی جائیں جن کی وجہ سے وہ نبی، غیر نبی سے ممتاز ہو۔ ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ نبی کو اطلاع ہونی چاہیئے ان مغیبات پر جو ہوتے ہیں۔ یا ہو چکے ہیں۔ یا ہونے کو ہیں۔

اس کے بعد چند سطروں میں یہ ثابت کیا ہے کہ یہ بات انبیاء علیہم السلام کے لئے چنداں مستبعد نہیں۔ اس کے بعد فرماتے ہیں۔

وكيف يستنكر ذالك الاطلاع في من قلت شواغله لرياضة انواع المجاهدات او لمرض صارف للنفس عن الاشتغال بالبدن واستعمال الآلة او لنوم ينقطع به احساساته الظاهرة فان هؤلاء قد يطلعون على مغيبات و يخبرون عنها كما يشهد به التسامع والتجارب بحيث لا يبقى فيه شبهة للمنصفين۔

یعنی انبیاء علیہم السلام کا ان مغیبات پر مطلع ہونا، اس کیوں کر مستبعد ہو سکتا ہے۔ حالانکہ یہ اطلاع علی المغیبات ان لوگوں میں بھی پائی جاتی ہے جن کے شواغل نفسانی مجاہدوں کی ریاضت یا کسی ایسے مرض کی وجہ سے کم ہوں جو نفس کو اشتغال بالبدن اور آلات کے استعمال سے روکنے والا ہو یا یہ شواغل ایسی نیند کی وجہ سے کم ہوں جس کی وجہ سے اس سونے والے کے احساسات ظاہری منقطع ہو گئے ہوں۔ پس تحقیق یہ لوگ (یعنی ریاضات اور مجاہدے کرنے والے اور مریض جن کو مالیخولیا ہوتا ہے اور سونے والے بھی) کبھی مغیبات پر مطلع ہو جاتے ہیں جیسے کہ تجربہ شاہد ہے۔ .. ک کہ اہل انصاف کو اس میں شبہ تک:

یہاں تک تو فلاسفہ کا مذہب اور اس کے دلائل تھے۔ اس کے بعد مصنف رحمۃ اللہ علیہ اہلسنت و جماعت کی طرف سے اس کا جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

قلنا ما ذكرتم مردودٌ بوجوه اذ الاطلاع على جميع المغيبات لا يجب للنبي اتفاقا منا ومنكم ولهذا قال سيد الانبياء لو كنت

جو کچھ تم نے کہا چند وجہ سے مردود ہے اس لئے (کہ تمہاری مراد اس اطلاع علی المغیبات سے کیا ہے کل مغیبات پر اطلاع ہونی چاہیئے یا البعض پر) کل مغیبات پر مطلع ہونا تو نبی کے لئے کسی کے نزدیک بھی

اعلم الغیب لا استکثرت من الخیر وما مسنی السوء و البعض ای الاطلاع علی البعض لا یختص به ای بالنبی کما اقررتم به حیث جوزتموہ للمرتاضین والمرضی والنائمین فلا یتمیز النبی من غیر النبی۔

(شرح مواقف مصری ج ۳ ص ۱۷۵)

ضروری نہیں نہ ہمارے نزدیک نہ تمہارے نزدیک اور اسی وجہ سے جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ اگر میں غیب کو جانتا ہوتا تو میں نے خیر سے بہت سا جمع کر لیا ہوتا اور مجھ کو برائی نہ چھوتی اور بعض مغیبات پر مطلع ہو جانا نبی کے ساتھ خاص نہیں (یعنی غیر نبی میں بھی پایا جاتا ہے) جیسے کہ خود تم کو اقرار ہے اس لئے کہ تم اس کو جائز رکھتے ہو ریاضت کرنیوالوں کے لئے اور مریضوں کے لئے۔ اور سونے والوں کے لئے۔ لہذا نبی غیر نبی سے ممتاز نہ ہوگا۔

مولانا ذرا غور کیجئے اس عبارت اور حفظ الایمان کی عبارت میں کیا فرق ہے کیا اب آپ ان کو بھی کافر کہیں گے ؟ اگر میں نے کہیں ترجمہ غلط کیا ہو تو یہ کتاب حاضر ہے آپ صحیح کر کے دکھا دیجئے۔ آخر میں یہ اور عرض کرتا ہوں کہ مہربانی فرما کر وقت ضائع نہ کیجئے۔ کام کی باتیں کیجئے۔ واللہ مولانا اشرف علی صاحب سے میری کوئی رشتہ داری نہیں نہ وہ میرے استاد ہیں اور جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ کسی میرے استاذ کے بھی استاد نہیں بلکہ سچ پوچھئے تو مولوی احمد رضا خان صاحب سے ایک گونہ قرب حاصل ہے کیوں کہ وہ بریلی کے رہنے والے ہیں اور میں سنبھل کا۔ اور سنبھل بھی بریلی میں ہے۔ ہاں میرا ایمان ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ میں خواہ مخواہ کسی دور قریب کے رہنے والے مسلمان کو کافر کہوں۔ البتہ بحث کو مختصر کرنے کے لئے اتنا اور کہتا ہوں کہ میرے نزدیک حفظ الایمان کی عبارت بے غبار ہے اس میں ہرگز توہین نہیں۔ اگر توہین ہوتی تو میرے نزدیک بلکہ تمام امت محمدیہ کے نزدیک اس کا مصنف کافر ہوتا۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : آپ مجھ سے کہتے ہیں کہ وقت ضائع نہ کرو، اور آپ خود وقت ضائع کرتے ہیں۔ جو میرا اصل سوال ہوتا ہے آپ اس کا تو جواب دیتے نہیں ہاں ادھر ادھر کی لایعنی باتیں شروع کر کے وقت ضائع کر دیتے ہیں۔ میں نے دریافت کیا تھا کہ عبارت زیر بحث کا کیا تعلق آگے پیچھے سے

ہے آپ نے ابھی تک کوئی معقول تعلق نہیں بتلایا جس سے معلوم ہوتا کہ اس عبارت کا مطلب سمجھنا اول و آخر کے دیکھنے پر موقوف ہے بلکہ آپ نے اسی تعلق کو پھر بیان کر دیا جس کو آپ پہلے بیان کر چکے تھے۔ مولوی صاحب! میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ وہ تعلق ایسا نہیں جس کی وجہ سے عبارت کا مطلب سمجھنا اول و آخر پر موقوف ہو ایسا تعلق تو ہر کتاب کو اول سے آخر تک ہوا کرتا ہے۔ اس مرتبہ آپ نے شرح مواقف کی عبارت بھی پیش کی ہے اور اس کے متعلق بہت طول طویل تقریر کی ہے۔ پہلے تو یہ بتلائیے کہ اس میں لفظ ایسا کہاں ہے؟ دوسرے یہ کہ آپ نے اس کا مطلب نہیں سمجھا۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ فلاسفہ یہ کہتے ہیں کہ جس شخص میں یہ تینوں باتیں پائی جائیں وہ نبی ہو جائے گا۔ یعنی نبوت ان کے نزدیک ایک کسبی چیز ہے۔ تو قاضی عضد صاحب مواقف اور شارح علامہ سید شریف ان کے اس باطل عقیدہ کو رد فرماتے ہیں کہ۔ اے بیوقوفو! تم نے نبوت کو کیا سمجھ لیا ہے ارے یہ ضروری نہیں کہ جس شخص کے اندر یہ تینوں باتیں پائی جائیں وہ نبی ہو جائے۔

تیسری بات یہ کہ مولوی صاحب! اس میں کما اقررتم کا لفظ ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ جو کچھ بھی کہا جا رہا ہے بطور الزام ہے اپنے عقیدہ کا بیان نہیں اور حیث جوزتموہ کا لفظ اس کو اور زیادہ ظاہر کر رہا ہے۔ اب اس کا مطلب یہ ہوا کہ بعض مغیبات پر اطلاع ہونا نبی کا خاصہ نہیں بن سکتا۔ اس لئے کہ تم یعنی فلاسفہ اس کو اہل ریاضات اور مریضوں اور سونے والوں کے لئے بھی جائز رکھتے ہو۔ الغرض شرح مواقف میں جو کچھ ہے وہ محض بطور الزام لکھا گیا ہے۔

اس مرتبہ آپ نے "التصدیقات" کا حوالہ بھی دیا ہے۔ دیکھئے بس یہاں سے اعلیٰ حضرت اور آپ کے علماء کی دیانت کا فرق معلوم ہوتا ہے "التصدیقات" میں جو عبارت "حفظ الایمان" کی علماء حرمین کے سامنے پیش کی ہے وہ بعینہٖ "حفظ الایمان" کی عبارت نہیں ہے بلکہ اس میں اور حفظ الایمان کی عبارت میں بہت فرق ہے اور اعلیٰ حضرت نے حفظ الایمان کی جو عبارت حسام الحرمین میں لکھی ہے وہ بعینہٖ "حفظ الایمان" کی عبارت کا لفظی ترجمہ ہے اب بتلائیے علماء حرمین شریفین کو کس نے دھوکہ دیا۔ آپ اس کا جواب دیں۔ مولانا میں بھی سچ عرض کرتا ہوں کہ مجھ کو مولوی اشرف علی صاحب سے کوئی عداوت نہیں بلکہ ایک اعتبار سے جس قدر قرب مجھ کو مولوی اشرف علی صاحب سے حاصل ہے اس قدر اعلیٰ حضرت سے بھی نہیں۔ اور

وہ یہ کہ میں بھی ضلع مظفر نگر کا رہنے والا ہوں اور تھانہ بھون بھی ضلع مظفر نگر ہی میں ہے۔ مجھے اعتراف ہے کہ وہ بہت بڑے وسیع المعلومات عالم ہیں مجھے ان کی وسعت علمی سے انکار نہیں۔ بلکہ ایک زمانہ تک میں نے ان کی تکفیر بھی نہیں کی۔ اور جس زمانہ میں میں یہاں بریلی آیا تو یہ وہ زمانہ تھا کہ اعلیٰ حضرت برابر مناظرہ کا اعلان دیتے تھے اور کوئی شخص مناظرہ کے لئے تیار نہیں ہوتا تھا۔ تو میں نے تین سال تک، مولوی اشرف علی صاحب کے بارہ میں اعلیٰ حضرت سے مناظرہ کیا۔ بالآخر مجھ کو یہ یقین ہو گیا کہ وہ کافر ہیں تب میں نے ان کو کافر کہا ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب: تو پہلے تین سال تک آپ مولوی اشرف علی صاحب کے بارے میں اعلیٰ حضرت سے مناظرہ کیا کرتے تھے؟

مولوی رحم الٰہی صاحب: (ذرا زور دار لہجہ میں) جی ہاں! جب کہ اعلیٰ حضرت سے نہ کوئی مناظرہ کرتا تھا اور نہ کر سکتا تھا۔

مولانا محمد منظور صاحب: مولانا اب ذرا اپنی بھی خبر لیجئے ؏

تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

جس "حسام الحرمین" کے فتوے سے آپ حضرت مولانا اشرف علی صاحب کو کافر بتا رہے ہیں کچھ خبر ہے اس کا آپ کے متعلق کیا حکم ہے۔ سنئے وہ لکھتے ہیں۔

من شك فی کفرھم و عذابھم فقد کفر"

یعنی جس نے ان کے کفر اور عذاب ابدی میں شک تردد کیا وہ بھی کافر ہے۔

اب مہربانی فرما کر یہ اور بتلا دیجئے کہ کب آپ از سر نو مسلمان ہوئے اور کس تاریخ نکاح کی تجدید کی۔ اور کون لوگ اس کے شاہد تھے ؎

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

مولوی رحم الٰہی صاحب: (نہایت پریشانی کی حالت میں) اجی حضرت کافر تو میں ان کو اسی وقت سے برابر جانتا تھا جب سے کہ میں نے حفظ الایمان دیکھی تھی۔

مولانا محمد منظور صاحب : مولانا ابھی تو آپ فرماتے تھے کہ میں نے تین سال تک مولوی اشرف علی صاحب کی تکفیر کے بارے میں اعلیٰ حضرت سے مناظرہ کیا اس کے بعد میں نے ان کو کافر کہا۔ اور ابھی آپ فرماتے ہیں کہ میں ان کو کافر پہلے ہی سے سمجھتا تھا۔ اگر آپ کافر پہلے ہی سے سمجھتے تھے تو کیا مناظرہ سے محض مشق کرنی مقصود تھی۔

مولوی رحیم الٰہی صاحب : جی ہاں مزید اطمینان کے لئے میں اعلیٰ حضرت سے مناظرہ کیا کرتا تھا نہ یہ کہ مولوی اشرف علی صاحب کے کفر میں مجھ کو کوئی شبہ تھا۔

مولانا محمد منظور صاحب : حاضرین کرام بالخصوص جناب صدر صاحب ! ملاحظہ فرمائیں کہ مولانا نے کس قدر جلد اپنی بات کو بدل دیا۔ آپ حضرات کو یاد ہوگا کہ مولانا نے صاف یہ کہا تھا کہ تین سال تک میں نے اعلیٰحضرت سے مناظرہ کیا اس کے بعد مجھ کو یقین ہو گیا کہ وہ کافر ہیں۔ تب میں نے ان کو کافر کہا ہے۔ اور اب فرماتے ہیں کہ مجھے پہلے ہی سے ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں تھا۔ استغفر اللہ کچھ ٹھکانا ہے اس صداقت کا۔ خیر اب میں مولانا کی اصل تقریر کا جواب دیتا ہوں۔ اولاً تو مولوی صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ تعلق کوئی نہیں بیان کیا۔ کیوں جناب صدر صاحب کیا یہ صحیح ہے کہ میں نے ابھی تک کوئی معقول تعلق نہیں بیان کیا۔ یا میں اس عبارت کا ماقبل ومابعد سے دو۲ مرتبہ تعلق بیان کر چکا ہوں۔

صدر صاحب : جی ہاں تعلق تو آپ بیان کر چکے ہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : مہربانِ من ! میں نے تعلق بیان کر دیا اور یہ بھی بتلا دیا کہ اس تعلق کی وجہ سے عبارت زیر بحث کا صحیح مطلب سمجھنا بغیر اول آخر دیکھے دشوار ہے۔ آپ سے اگر ہو سکے تو میرے بیان کردہ تعلق کو رد کیجئے۔ ہر مرتبہ محض یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ کوئی تعلق بیان نہیں کیا۔ الغرض میں تعلق بیان کر چکا اس کی معقولیت بھی بتلا دی۔ اگر ہو سکے تو اس معقولیت کو رد کر کے اس کی نامعقولیت آپ ثابت کر دیں میں جواب دے لوں گا۔ شرح مواقف کی عبارت پر بڑا اعتراض آپ نے یہ کیا ہے کہ اس میں فلاسفہ سے الزاماً یہ کہا جا رہا ہے کہ بعض مغیبات پر مطلع ہونا نبی کے ساتھ خاص نہیں کیوں کہ ریاضت کرنے والوں۔ اور مالیخولیا والوں۔ اور سونے والوں کو بھی ہو سکتا ہے۔ اگر جناب کا مطلب اس سے یہ ہے کہ خود قاضی عضد و علامہ میر سید شریف اس کے قائل نہیں

ہیں بلکہ محض الزاماً کہہ رہے ہیں تو یہ غلط اور محض غلط ہے۔ اس صورت میں تو فلاسفہ کا مدعا ثابت ہو جائے گا اور مصنف کی ساری تردیدی تقریر بے کار ہو جائے گی۔ علاوہ اس کے یہ کہ بعض مغیبات پر غیر انبیاء علیہم السلام کا مطلع ہونا تو ایسی بدیہی بات ہے کہ قاضی عضد اور علامہ میر سید شریف کیا معنی، خود آپ بھی اس کا انکار نہیں کر سکتے۔ میں آپ ہی سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کو اللہ تعالےٰ اور اس کی صفات کا علم نہیں، کیا جنت و دوزخ، عرش و کرسی، لوح و قلم کا علم آپ کو نہیں، کیا حضرت جبرئیل و دیگر ملائکہ علیہم السلام و بعض انبیاء سابقین علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کا علم بذریعہ قرآن و حدیث آپ کو نہیں، یا آپ کے نزدیک یہ چیزیں مغیبات میں سے نہیں ہیں؟ ان اشیاء کا علم ہر مسلمان کو ہے اور وہ یقیناً مغیبات میں سے ہیں۔ الغرض یہ کہہ دینا کسی طرح صحیح نہیں کہ صاحب مواقف و شارح رحمہما اللہ نے جو کچھ لکھا ہے وہ محض بطور الزام لکھا ہے ان کا خود یہ عقیدہ نہیں ہے۔ دوسرے یہ یہ کہ مطالع الانظار شرح طوالع الانوار کی عبارت میں کسی طرح یہ گنجائش بھی نہیں کہ یہ کہا جا سکے کہ یہ جواب الزامی ہے۔ کیوں کہ اس میں نہ کما افرتم کا لفظ ہے نہ حیث جوزتموہ کا وہ عبارت[1] یہ ہے۔

فذهب الحكماء الى ان النبي من كان مختصا بخواص ثلثة الاولى ان يكون مطلعا على الغيب لصفاء جوهر نفسه وشدة اتصاله بالمبادي العالية من غير سابقية كسب وتعلم وتعليم ...... وقد أورد على هذا بانهم ان ارادوا بالاطلاع

حکماء کا یہ مذہب ہے کہ نبی وہ ہو سکتا ہے جو تین خاص باتوں کے ساتھ مختص ہو۔ پہلی بات یہ کہ وہ غیب پر مطلع ہو اپنے نفس کی صفائی اور مبادی عالیہ کیساتھ زیادتی اتصال کی وجہ سے بغیر سابقیت تعلیم و تعلم کے ...... اور اہلسنت کی طرف سے اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اگر ان فلاسفہ کی مراد یہ ہے کہ نبی کو کل مغیبات پر اطلاع

لہ چونکہ مطالع الانظار اس مناظرہ میں ہمراہ نہیں تھی بدیں وجہ محض حوالہ دے دیا گیا تھا اب بغرض تکمیل فائدہ خاکسار مرتب اس عبارت کو مع ترجمہ درج کرتا ہے ۱۲۔

الاطلاع علی جمیع الغائبات فهو لیس بشرط فی کون الشخص نبیا بالاتفاق وان ارادوا الاطلاع علی بعضها فلا یکون ذالک خاصة للنبی اذ ما من احد الا و یجوز ان یطلع علی بعض الغائبات من دون سابقیة تعلم و تعلیم۔

ہونی چاہیئے تو یہ تو بالاتفاق کسی کے نزدیک بھی نبی ہونے کے لیے شرط نہیں۔ اگر ان کی مراد یہ ہے کہ بعض مغیبات پر اطلاع ہونی چاہیئے تو یہ نبی کے ساتھ خاص نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ بغیر تعلیم و تعلم بعض مغیبات پر مطلع ہو جانا ہر ایک کے لیے ممکن ہے۔

ناظرین غور کریں کہ اس میں اور عبارت حفظ الایمان میں کیا فرق ہے۔

التصدیقات کے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس کے مضمون اور حفظ الایمان کے مضمون میں شمہ برابر فرق نہیں آپ دیکھ سکتے ہیں۔ الفاظ کے بدل جانے سے حکم نہیں بدلتا۔ اس کے بعد یہ گزارش ہے کہ اگر کوئی نئی بات کہنی ہو تو فرمائیے بے کار وقت ضائع کرنے کی حاجت نہیں۔

صدر صاحب : میں بہت دیر سے اس کا اندازہ کر رہا ہوں کہ دونوں جانب سے بار بار ایک ہی بات کہی جا رہی ہے لہٰذا اب اگر کسی صاحب کو کوئی نئی بات کہنی ہو تو فرمائیں ورنہ محض اضاعتِ وقت میں کوئی فائدہ نہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : جناب نے جو کچھ فرمایا بالکل صحیح ہے لیکن میں مجبور ہوں اس لئے کہ میرا منصب مجیب کا ہے تاوقتیکہ سائل کا سوال نہ بدلے جواب کیسے بدل سکتا ہے۔ ہاں اگر گڑھ گڑھ کے جواب دوں تو ہر مرتبہ نیا دے سکتا ہوں۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ واقعی بات تو ایک ہی ہوا کرتی ہے۔ لہٰذا آپ مولانا کو مجبور کریں کہ وہ سوال بدلیں تاکہ لوگوں کا وقت ضائع نہ ہو۔

صدر صاحب : (مولوی رحم الٰہی صاحب سے مخاطب ہو کر) مولانا میرے نزدیک اس بحث پر فریقین کافی روشنی ڈال چکے ہیں لہٰذا مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت یہ بحث ختم کر دی جائے اور کل صبح سے دوسری بحث شروع ہو۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : مولوی صاحب میری باتوں کا جواب دے دیں تو دوسری بحث شروع ہو سکتی جب جب تک میرے اس سوال کا جواب نہ ہو میں کیسے دوسرا سوال کر سکتا ہوں۔

صدر صاحب : معاف کیجئے مولانا اس کا فیصلہ تو فریقین نہیں کر سکتے کہ جواب ہوا یا نہیں آپ کہیں گے کہ جواب نہیں ہوا اور دوسرا فریق کہے گا کہ جواب ہو گیا۔

مولانا محمد منظور صاحب : بے شک فریقین تو نہیں کر سکتے۔ لیکن جناب کو یہ حق حاصل ہے۔

صدر صاحب : میں تو عرض کر چکا۔ میری رائے تو یہی ہے کہ اس مسئلہ پر کافی روشنی پڑ چکی اس بحث کو ختم کر دیا جائے۔ ہاں اگر مولوی رحم الٰہی صاحب اسی بحث کے متعلق کوئی نئی بات فرمانی چاہیں تو فرما سکتے ہیں۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : جب میری پہلی ہی باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا تو پھر اور نئی باتیں پیش کر کے کیا کروں گا۔ اب میں کل کو دوسری ہی بحث شروع کروں گا۔

شب کو دس بجے کے قریب یہ جلسہ ختم ہوا اور قرار پایا کہ کل سات بجے "تحذیر الناس" کی عبارت پر گفتگو شروع ہو گی۔ لیکن صدر صاحب و مولوی رحم الٰہی صاحب کی تشریف آوری میں چونکہ کچھ دیر ہوئی اس لئے جلسہ تقریباً ۸ بجے شروع ہوا۔

مناظرہ کا دوسرا دن

۱۹ر جولائی ۱۹۲۸ء یوم پنجشنبہ

مولوی رحم الٰہی صاحب : حضرات آپ نے دیکھا کہ کل جو میں نے مولوی صاحب سے "حفظ الایمان" کے متعلق سوال کیا تھا اس کا جواب مولوی صاحب نے کچھ بھی نہیں دیا۔ مولوی صاحب نے شرح مواقف کی عبارت پڑھی اس پر میں نے سوال کیا کہ اس میں "ایسا" کا لفظ کہاں ہے تو اس کا مولوی صاحب کوئی جواب نہ دے سکے۔ پھر میں نے اس کا مطلب بیان کیا تو مولوی صاحب نے اس کا بھی کوئی رد نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شرح مواقف کی عبارت کا جو مطلب میں نے بیان کیا تھا اس کا صحیح ہونا مولوی صاحب کو بھی تسلیم ہے۔ مولوی صاحب نے جب کچھ بن نہ پڑا "التصدیقات" پیش کی کہ اس میں علمائے حرمین نے مولوی اشرف علی صاحب وغیرہ کو مسلمان لکھا ہے۔ میں نے اس پر اعتراض کیا کہ اس میں بعینہ حفظ الایمان کی عبارت نہیں لکھی گئی بلکہ بدل کر علمائے حرمین کے سامنے پیش کی گئی ہے۔ اور اعلیٰ حضرت نے بعینہ حفظ الایمان کی عبارت "حسام الحرمین" میں لکھی ہے اسکا بھی مولوی صاحب کوئی جواب نہ دے سکے۔ اب میں تنزل کے طور پر کہتا ہوں کہ اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ حفظ الایمان میں توہین نہیں ہے اور اس کا وہی مطلب ہے جو آپ نے بیان کیا۔ تب بھی مولوی اشرف علی صاحب کو چاہیے تھا کہ کم از کم اس کے الفاظ بدل دیتے وہ الفاظ آسمان سے تو اترے ہی نہیں تھے۔ بالخصوص جب کہ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان میں توہین ہے تو پھر ان الفاظ کے رکھنے ہی کی کیا ضرورت تھی۔ ان الفاظ کا نہ بدلنا خود اس بات کو بتلاتا ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب اس توہین کے الزام سے راضی ہیں۔ آپ خواہ مخواہ ان کے وکیل بن کر ان کو مسلمان ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ خیر وہ بحث تو ختم ہی ہو گئی۔ اب میں "تحذیر الناس" کے متعلق سوال کرتا ہوں۔ آپ ذرا مجھ کو حسام الحرمین دے دیجئے[۱]۔

---

[۱] مولوی رحم الٰہی صاحب چونکہ گھر ہی سے مناظرہ کے ارادہ سے نہیں آئے تھے۔ جیسا کہ ان کی ابتدائی گفتگو سے ناظرین کو معلوم

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

مولانا محمد منظور صاحب : (صدر صاحب سے مخاطب ہوکر) یہ طے ہوچکا ہے کہ ہر مسئلہ پر مجیب کی تقریر آخری ہوگی۔ اور یہی اصول بھی ہے لہذا مولوی رحم الٰہی صاحب کو دوسرے سوال کا جب حق ہے جبکہ وہ میری جوابی تقریر سن لیں لہذا مجھ کو اجازت دی جائے کہ میں مولوی صاحب کی تقریر کا جواب دوں۔

صدر صاحب : تو پھر وہی سلسلہ شروع ہوتا ہے جو کل تھا۔

مولانا محمد منظور صاحب : یہ صحیح ہے لیکن اس کی ابتداء مولوی رحم الٰہی صاحب کی جانب سے ہوئی ہے۔ اگر جناب کے نزدیک یہ مناسب نہ تھا تو مولوی رحم الٰہی صاحب نے جس وقت اس کو شروع کیا تھا تو اس وقت ان کو روکنا چاہئے تھا۔ اب جب کہ وہ تقریر فرما چکے تو کوئی وجہ نہیں کہ مجھ کو جوابی تقریر کا حق نہ دیا جائے۔

صدر صاحب : اچھا شروع فرمائیے۔

مولانا محمد منظور صاحب : معزز حاضرین ! آپ نے مولوی رحم الٰہی صاحب کی دلیری دیکھی آپ فرماتے ہیں کہ "حفظ الایمان" کے متعلق جو سوال کیا گیا تھا اس کا کوئی جواب نہ دیا گیا۔ اجی حضرت ! جواب تو ایسا دیا گیا کہ آپ کا دل ہی خوب جانتا ہوگا اور سامعین نے بھی یہ دیکھ لیا کہ میرے اصل جواب پر یعنی اس مطلب پر جو میں نے "حفظ الایمان" کا بیان کیا آپ نے کوئی بھی اعتراض نہیں کیا۔ اور نہ انشاء اللہ آپ قیامت تک کوئی اعتراض کر سکتے ہیں۔ لیکن آپ بھی مجبور ہیں آخر یہ نہ کہیں تو اور کیا کہیں، معتقدین جو ہاتھ سے چھوٹتے ہیں۔

اس وقت آپ کی مثال بالکل ان شیعہ حضرات کی سی ہے جو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے نعوذ باللہ آنحضرت صلعم کی وفات کے وقت بھی توہین کی اور یہ کہا کہ۔

"ان کو چھوڑ دو وہ بکواس کرتے ہیں" (نعوذ باللہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ہوچکا ہے اس لئے اپنے ساتھ کوئی کتاب بھی نہیں لائے تھے۔ ہر کتاب حتی کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کے رسائل بھی حضرت مولانا محمد منظور صاحب ہی سے مانگتے تھے ۔ اس سادگی پہ کون نہ مر جائے یا خدا ؛ لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

اہلسنت ان کے اس نامعقول اور جھوٹے الزام کے ہزار دندان شکن جواب دیں لیکن وہ یہی کہے جاتے ہیں کہ صاحب حضرت عمرؓ نے ضرور توہین کی - تو مہربان من نہ ہم سے ان کی زبان پکڑی جاتی ہے نہ آپ کی - اور اگر واقعی بات یہ ہے کہ آپ نے میرا جواب نہیں سمجھا تو یہ فہم عالی کا قصور ہے

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

"شرح مواقف" کی عبارت پر آج بھی آپ نے روشنی ڈالی ہے - آپ فرماتے ہیں کہ "حفظ الایمان" اور شرح مواقف کی عبارت میں بڑا فرق ہے - حفظ الایمان میں لفظ "ایسا" ہے اور شرح مواقف میں وہ کہاں ہے - مولانا یہ آپ ایسی بات فرماتے ہیں کہ شاید آٹھ برس کا ناخواندہ بچہ بھی ایسی بے تکی نہیں کہے گا - مہربان من! حفظ الایمان اردو میں ہے اور شرح مواقف عربی میں - بھلا اس میں لفظ "ایسا" کیسے ہو سکتا ہے؟ اگر ایسے ہی دونوں عبارتوں میں فرق ثابت ہوتا ہے تو یہی کہہ دیجئے کہ وہ اردو میں ہے یہ عربی میں - وہ سفید کاغذ پر چھپی ہے اور یہ زرد پر - وہ تھانہ بھون کی چھپی ہوئی ہے، یہ مصر کی - اس کی قیمت ایک آنہ بھی نہیں اور اس کی دس بارہ روپیہ ہے - گفتگو تو اس میں ہے کہ مضمون دونوں عبارتوں کا ایک ہے یا نہیں تو میں عرض کر چکا ہوں کہ مضمون دونوں کا متحد ہے بال برابر فرق نہیں - ذرا شرح مواقف کو بغور ملاحظہ فرمایئے میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ قیامت تک فرق ثابت نہیں کر سکتے - آپ نے جو اس کا مطلب بیان کیا ہے اس کا اس میں کوئی نام و نشان بھی نہیں - ذرا اپنے بیان کردہ مطلب کو اس کی عبارت سے چسپاں کر کے تو دکھا دیجئے -

"التصدیقات" کے متعلق جو آپ کو اعتراض ہے آج اس کو آپ نے پھر دہرایا ہے - میں اس کا مختصر جواب کل ہی دے چکا تھا لیکن خیر اب اس کو قدرے تفصیل سے پھر عرض کرتا ہوں - سنئے:

اس کا اندازہ آپ کو بھی ہو گا کہ لفظی ترجمہ میں بسا اوقات مطلب پورے طور سے سمجھ میں نہیں آتا - یہی وجہ ہے کہ قرآن و حدیث اور فقہ کی کتابوں کا مطلب سمجھنے کے لئے کوئی شخص بھی لفظی ترجمہ کو کافی نہیں سمجھتا - جب یہ سمجھ لیا گیا تو سنئے - چونکہ مولوی خلیل احمد صاحب کا مقصود یہ تھا کہ علماء حرمین حفظ الایمان کی عبارت کا صحیح مطلب سمجھ لیں

اور اس کے بعد اس کے مصنف کے اسلام یا کفر کا فتوےٰ دیں اس لئے انہوں نے محض لفظی ترجمہ نہیں کیا بلکہ ......
"حفظ الایمان" کی پوری عبارت کا پورا مطلب عربی عبارت میں لکھ کر ان حضرات کے سامنے پیش کیا۔ انہوں نے لکھ دیا کہ ایسی بات کہنے والا ہرگز کافر نہیں۔ اور چونکہ مولوی احمد رضا خان صاحب کا مقصد یہ تھا کہ حفظ الایمان کی عبارت کا مطلب نہ سمجھا جائے۔ اس لئے انہوں نے اوّلاً عبارت کا اول و آخر حذف کیا اور بیچ میں سے ایک ٹکڑا لے لیا اور اس کا بھی مطلب نہیں لکھا بلکہ لفظی ترجمہ جس کا فی نفسہٖ سمجھنا بھی آسان نہیں۔ اب کہئے کس نے دیانت داری سے کام لیا؟

اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ ایک عربی شخص کہتا ہے۔

وكانت فاطمة بنت رسول الله صلعم تحت علي ابن ابي طالب رضي الله تعالى عنه۔

مولوی احمد رضا خان صاحب کا کوئی چھوٹا بھائی کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اس شخص نے حضرت فاطمہ زہرا اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی سخت توہین کی ہے اور اس نے یہ کہا ہے کہ

"تھی فاطمہ بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیچے علی کے جو بیٹا ہے ابوطالب کا"

دوسرا شخص کوئی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کا بھائی کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اے بندۂ خدا! یہ اس غریب کے سر محض بہتان ہے تم نے اس کی عبارت کا لفظی ترجمہ کر دیا جس کی وجہ سے یہ توہین پیدا ہوگئی، اس کا مطلب تو یہ ہے کہ۔

"حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو صاحب زادی ہیں جناب رسول اللہ صلعم کی وہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ مطہرہ تھیں"

اب بتلایئے کس نے نقل میں خیانت کی اور بددیانتی سے کام لیا۔ اب معلوم ہوا جناب کو مولوی احمد رضا خان صاحب و حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کی دیانت کا فرق۔

اس مرتبہ آپ نے ایک معقول بات بھی کہی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم فرض کرتے ہیں کہ عبارت حفظ الایمان میں توہین نہیں لیکن جب کہ بہت سے لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ اس میں توہین ہے تو مولوی اشرف علی صاحب کا فرض

تھا کہ وہ کم از کم انہیں کی رعایت سے وہ الفاظ بدل دیتے۔ لیکن اس کا جواب دینے سے پہلے میں جناب سے دریافت کرتا ہوں کہ کبھی آپ نے یا آپ کی جماعت کے کسی سربراہ اور وہ نے بھی کسی خط کے ذریعہ حضرت مولانا کو یہ مشورہ دیا تھا؟

مولوی رحیم الٰہی صاحب : ہم کو کیا ضرورت تھی ان کو خود سوچنا چاہئے تھا۔

مولانا محمد منظور صاحب : افسوس! اس عبارت کے متعلق صدہا اشتہارات و رسائل تو لکھے گئے جن میں کوئی بازاری گالی نہیں چھوڑی گئی اور وہ بذریعہ رجسٹری تھانہ بھون بھی روانہ کئے گئے۔ اسی عبارت پر فتوے تکفیر حاصل کرنے کے لئے عرب کا سفر بھی کیا گیا۔ لیکن اتنا نہ ہوسکا کہ کبھی مخلصانہ طور پر تہذیب کے ساتھ حضرت مولانا کو سادے کارڈ کے ذریعہ یہ مشورہ دیا ہوتا۔ محض اس لئے کہ اس میں اصلاح کی ایک صورت تھی اور بہت ممکن تھا کہ مولانا اس کو قبول فرما لیتے اور فرقہ وارانہ جنگ کا خاتمہ ہو جاتا۔ بلکہ آپ فرماتے ہیں کہ ہم کو اس کی کیا ضرورت تھی۔ کیوں صاحب آپ کو ان کے کافر ثابت کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ لیکن۔ "مطلب فانی دیگر است"۔

اس کے بعد میں بتلانا چاہتا ہوں کہ حضرت مولانا کو یہ مشورہ دیا بھی گیا اور حضرت نے اس کو قبول بھی فرمالیا اور وہ خط اور مولانا کی جانب سے اس کا جواب "تغییر العنوان" کے نام سے چھپ بھی چکا ہے جو میرے پاس اس وقت موجود بھی ہے۔ اس خط کے الفاظ یہ ہیں۔

"حفظ الایمان کے سوال سوم کے جواب میں ایک شق میں یہ عبارت ہے۔ "آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے[1] الخ اس عبارت پر بعض حضرات شبہ کرتے ہیں کہ اس میں نعوذ باللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو مماثل اور مشابہ ٹھہرا دیا علم مجانین و بہائم کے اور یہ استخفاف ہے اور استخفاف کفر ہے اور اس شبہ کا جو جواب رسالہ بسط البنان میں لکھا گیا ہے وہ بالکل کافی وافی ہے۔ لیکن اسلامی دنیا میں چونکہ ہر فہم کے

---

[1] الاختصار من المرتب ۱۲

لوگ ہیں یا کم از کم قصداً شبہ ڈالنے والے بھی موجود ہیں جو شبہ ڈالنے میں کچھ مصالح سمجھے ہوتے ہیں خواہ وہ مصالح دینیہ ہوں جیسا کہ ان کا دعوے ہے یا دنیویہ ہوں جیسا واقعہ ہے اس لئے کم فہموں کی رعایت سے تاکہ ان کو نہ خود شبہ ہو نہ دوسرا کوئی شبہ ڈال سکے، اگر اس عبارت میں اس طرح سے ترمیم کردی جائے جس میں معنون محفوظ رہے اور عنوان بدل جاوے تو امید ہے کہ موجب اجر ہوگا۔ گو یہ ترمیم درجۂ ضرورت میں نہ ہوگی درجۂ استحسان ہی میں ہوگی۔ آئندہ جو رائے ہو۔

--------------- فقط

حضرت مولانا یہ جواب دیتے ہیں۔

"جزاکم اللہ تعالیٰ بہت اچھی رائے ہے کیوں کہ اس سے قبل کسی نے واقعی بنا ظاہر نہیں کی اس لئے ترمیم کو دلالت علیٰ خلاف المقصود کے اقرار کے لئے مستلزم سمجھا ------- اب حفظ الایمان کی اس عبارت کو --------- اس طرح بدلتا ہوں۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلعم کی کیا تخصیص ہے مطلق بعض علوم غیبیہ غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے الخ اور ایسی عبارت بعینہا شرح مواقف ----- اور مطالع الانظار میں موجود ہے۔ اب اگر اس پر بھی کلام ہو تو پھر بدلنے کو تیار ہوں مگر شرح مواقف اور مطالع الانظار کی عبارت بدلنے کے بعد۔ واللہ الموفق۔

اشرف علی ۱۸ صفر ۴۲ ۱۳ھ وقت الضحیٰ۔

مولوی صاحب سنا آپ نے مولانا نے عبارت بدل بھی دی اور ساتھ ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ اگر اس پر بھی کلام ہو تو میں پھر بدلنے کو تیار ہوں۔ اب کہئے کہ حضرت مولانا پر آپ کا یہ الزام کہاں تک صحیح ہے۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : یہ کتاب ذرا مجھ کو دے دیجئے۔ کتاب دے دی گئی۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : دیکھئے صدر صاحب! اس میں یہ لکھا ہے کہ اب حفظ الایمان کی اس عبارت کو جو اس سوال کے شروع میں ہے اس طرح پڑھا جائے، یہ نہیں لکھتے کہ اس طرح لکھا جائے۔ بلکہ یہ لکھتے ہیں کہ اس طرح پڑھا جائے، معلوم ہوتا ہے کہ بالکل بدلنا مقصود نہیں بلکہ لکھا تو وہی جائے گا جو پہلے

لکھا جاچکا ہے۔ ہاں پڑھنے کے متعلق کہتے ہیں کہ اس طرح پڑھا جائے۔ بھلا مولانا! اس سے کیا ہوتا ہے ان کو یہ لازم تھا کہ پہلے جو عبارت لکھی گئی تھی اس کو قلمزد کردیتے اور دوسری حفظ الایمان چھپوا دیتے جس میں وہ عبارت نہ ہوتی بلکہ یہ نئی عبارت ہوتی ؟

مولانا محمد منظور صاحب : آپ حضرات نے مولانا کی اس تقریر سے اندازہ کرلیا ہوگا کہ اس وقت ہمارے فاضل مخاطب کا حال یہ ہے کہ اگر میں اس وقت یہ کہہ دوں کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں تو ہمارے مخاطب صاحب شاید فوراً یہی فرمائیں گے کہ ہرگز نہیں بلکہ پانچ ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں میں مولانا کی اس پُرمغز اور بامعنی تقریر کا کیا جواب دوں۔ بہتر ہو کہ جناب صدر صاحب ہی اگر کچھ مناسب خیال فرمائیں تو فرمادیں۔

صدر صاحب : میرے نزدیک تو محض اس خط کا اور اس کے جواب کا چھپوا دینا ہی کافی ہے اس کی ضرورت نہیں کہ جو کتابیں پہلے چھپ چکی ہیں ان کو جمع کرکے ان کی عبارات کو قلمزد کیا جائے اور ان میں یہ نئی عبارت لکھی جائے اور نہ میرے نزدیک یہ کسی کے امکان میں ہے۔ میں مسئلہ مسائل تو جانتا نہیں میں ایک ناخواندہ شخص ہوں۔ ہاں اخبارات دیکھا کرتا ہوں تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسی اڈیشن میں کوئی خبر غلط چھپ جاتی ہے تو دوسرے اڈیشن میں اس کی تصحیح ہوجاتی ہے یہ نہیں کیا جاتا کہ پہلے اڈیشن کے تمام پرچوں کو جمع کرکے اصلاح کی جائے۔ ہاں یہ ضرور ہونا چاہیئے کہ اس کے بعد اگر وہ کتاب چھپے تو اس میں وہ عبارت درج کی جائے جو بعد میں بدلی گئی ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : خدا کا شکر ہے کہ مولانا کے اعتراض کی حقیقت آپ حضرات پر بھی آشکارا ہوگئی اب میں یہ بھی بتلا دینا چاہتا ہوں کہ "حفظ الایمان" اس واقعہ کے بعد چھپی ہے اور اس میں یہی نئی عبارت ہے وہ پہلی عبارت نہیں ہے۔ اور وہ میرے پاس موجود ہے۔ سنئے! اس میں عبارت زیر بحث کی بجائے یہ لفظ ہیں۔

"اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلعم کی کیا تخصیص ہے مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی حاصل ہیں الخ"

مولوی رحم الٰہی صاحب : یہ کون سی کتاب ہے ذرا مجھ کو دے دیجئے۔ کتاب دے دی گئی۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : (بعد غور بسیار) آپ نے یہ بھی دیکھا کہ یہ حاشیہ میں کیا لکھا ہوا ہے ؟

مولانا محمد منظور صاحب : جی ہاں ! دیکھا ہے۔ یہ لکھا ہے کہ اس جگہ اصل میں عبارت اور تھی جو " تغیر العنوان " کے سوال میں موجود ہے اس کی بجائے یہ عبارت بدل دی گئی ہے اور بدلنے کی وجہ تغیر العنوان ہی میں لکھی ہوئی ہے۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : دیکھئے صدر صاحب ! مولوی اشرف علی صاحب یہ نہیں چاہتے کہ دنیا اس عبارت کو بھول جائے۔ نئی حفظ الایمان بھی چھپوائی تو اس کے حاشیہ پر یہ لکھ دیا کہ ہماری اصل عبارت تغیر العنوان میں دیکھ لینا۔ بھلا اس کے یاد دلانے کی کیا ضرورت تھی ؟ اسی کی تو ہم لوگوں کو شکایت ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : مولانا آپ کا بھی وہی مضمون ہے

" ملّا آں باشد کہ چپ نہ شود "

خیر لیجئے اس کا جواب بھی سنئے۔ حضرت مولانا کو معلوم تھا کہ اس وقت دنیا میں نفسانیت کا بازار گرم ہے۔ بعض نام نہاد مسلمانوں کا پیشہ ہی یہ ہے کہ وہ دوسروں پر الزام رکھنے کے لئے موقعہ کے متلاشی رہتے ہیں اگر حفظ الایمان میں یہ حاشیہ نہ ہوتا تو آپ ہی کے کوئی چھوٹے بھائی[1] یہ فرماتے کہ ؟ دیکھا اگر حفظ الایمان کی عبارت میں توہین نہیں تھی تو پھر کیوں عبارت بدلی معلوم ہوا کچھ دال میں کالا تھا ایسے لوگوں کی دہان دوزی و زبان بندی کے لئے حضرت مولانا نے حاشیہ پر یہ لکھ دیا کہ یہ عبارت بدلی ہوئی ہے اور جو بدلنے کی وجہ ہے وہ " تغیر العنوان " میں ہے یعنی یہ کہ گمراہ کرنے والوں کو گمراہ کرنے کا موقعہ نہ رہے۔

اس کے بعد گزارش ہے کہ یہ مجلس مناظرہ ہے یہاں وہ بات کہنی چاہئے جو مناظرہ کی شان کے لائق ہو یہاں چپ نہ شود کے ثبوت دینے کی ضرورت نہیں میں خود اعتراف کرتا ہوں کہ آپ چپ نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا آپ " تحذیر الناس " کے متعلق جو اعتراض کرنا چاہتے ہیں اس کو شروع کیجئے۔

---

[1] خدا کی قدرت کہ دوسرے ہی روز کو جب مولوی عبد العزیز خان صاحب، مولوی رحم الٰہی صاحب کی امداد کے لئے بریلی سے آئے تو ایک موقعہ پر حضرت مولانا محمد منظور صاحب سے فرمایا کہ آپ فضول مولوی اشرف علی صاحب کی وکالت کرتے ہیں۔ انہوں نے

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

مناظرہ - بر عبارت تحذیر الناس

مولوی رحم الٰہی صاحب : (حسام الحرمین ہاتھ میں لے کر) لیجئے میں آپ کی خاطر "تحذیر الناس" ہی کی بحث شروع کرتا ہوں - آپ کے مولوی محمد قاسم صاحب اپنی کتاب "تحذیر الناس" میں لکھتے ہیں کہ -

"بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو، جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہے گا - بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا - عوام کے خیال میں تو رسول صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابقین کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں - مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں"

دیکھئے اس عبارت میں مولوی محمد قاسم صاحب اس کو مان رہے ہیں کہ آپ کے زمانے میں بھی اور نبی ہو سکتے ہیں اور آپ کے زمانے کے بعد بھی - اور اس سے حضور صلعم کا خاتم ہونا بدستور رہتا ہے - بلکہ غضب تو یہ ہے کہ یہ کہتے ہیں کہ عوام الناس کے خیال میں تو رسول صلعم کا خاتم النبیین ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب کے نزدیک جو شخص خاتم النبیین کے یہ معنی سمجھے کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں وہ عوام میں داخل ہے اور اہل فہم میں سے نہیں - حالانکہ خود رسول صلعم نے اس کے یہی معنی سمجھے ہیں اور صحابہ اور تابعین اور سارے ائمہ نے بھی اس کے یہی معنی سمجھے ہیں -

حضور صلعم فرماتے ہیں انا خاتم النبیین لا نبی بعدی - میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں - بخاری شریف میں ایک حدیث ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ - میری مثال ایک مکان کی سی ہے جس کو اچھی طرح بنایا گیا ہو لیکن اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی ہو اور لوگ اس کو دیکھ کر تعجب کرتے ہوں کہ مکان اس قدر اچھا بنایا گیا ہے لیکن یہ اینٹ کی جگہ کیسی خالی ہے - پس میں وہ اینٹ ہوں جس نے

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) خود عبارت بدل کر یہ تسلیم کر لیا کہ اس میں توہین تھی - اگر نہیں تھی تو بدلا کیوں؟ اور چونکہ مولوی عبد العزیز خان صاحب مولوی رحم الٰہی صاحب کے نائب تھے اس لئے چھوٹے مجاز کا لفظ بھی خوب چسپاں ہوا - ۱۲

نبوت کے گھر کو مکمل کر دیا اور میں خاتم النبیین ہوں۔

ان دو۲ حدیثوں اور ان کے علاوہ اور بے شمار حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے آقا و مولا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری نبی ہیں۔ لیکن مولوی محمد قاسم صاحب فرماتے ہیں کہ آپ کو سب سے آخر کا نبی خیال کرنا عوام کا خیال ہے اہل فہم کا نہیں۔ اس میں حضور صلعم کے خاتم النبیین ہونے کا بھی انکار ہے اور حضور کی توہین بھی ہے۔ بلکہ تمام صحابہ اور تابعین اور ائمہ مفسرین کی توہین ہے کہ ان کی تفسیروں کو عوام کا خیال بتایا۔ اسی وجہ سے علماء حرمین شریفین نے ان کو کافر کہا ہے۔ اگر آپ بھی انہیں کافر سمجھتے ہیں تو فیصلہ ہوا میرا آپ کا کوئی جھگڑا نہیں۔ اور اگر آپ ان کو مسلمان جانتے ہیں تو اس کا جواب دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب: مولوی صاحب نے اپنی اس تقریر میں قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ تعالٰی پر دو۲ اعتراض کئے ہیں۔ اوّل یہ کہ وہ ختم نبوت کے قائل نہیں۔ اور یہی مولوی صاحب کا بڑا اعتراض ہے۔ دوسرا۲ یہ کہ انہوں نے آنحضرت صلعم کی معاذ اللہ توہین کی۔

قبل اس کے کہ میں ان اعتراضوں کا مفصل جواب دوں پہلے یہ بتلا دینا چاہتا ہوں کہ خود حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رح کا عقیدہ اس کے متعلق کیا ہے۔ جس کتاب کی عبارت ہمارے مخاطب صاحب نے پڑھ کر آپ حضرات کو سنائی ہے وہ میرے پاس موجود ہے۔ اس کے صفحہ ۱۰ پر یہ عبارت ہے۔

"سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے۔ ادھر تصریحات نبوی مثل انت منی بمنزلۃ ھارون من موسٰی الا انہ لا نبی بعدی او کما قال جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں کافی۔ کیوں کہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا گو الفاظ مذکور بسند متواتر منقول نہ ہوں سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی ایسا ہی ہو گا۔ جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ احادیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں۔ جیسا ان کا منکر کافر ہے اس کا منکر بھی کافر ہو گا۔ الخ

اس عبارت میں حضرت مولانا نے حضور انور صلعم کے خاتم النبیین ہونے کی چار دلیلیں بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ قرآن عزیز میں جو لفظ خاتم النبیین آنحضرت صلعم کی شان میں وارد ہے اس سے ختم نبوت زمانی اور رتبی دونوں مراد ہوں تو اس صورت میں حضور صلعم کا آخر الانبیاء اور سب سے پچھلا نبی ہونا قرآن عزیز سے بدلالت مطابقی ثابت ہوگا۔

۲ : دوسری یہ کہ لفظ خاتم النبیین سے محض خاتمیت رتبی مراد لی جائے۔ لیکن چونکہ اس کے لئے ختم زمانی لازم ہوتا ہے اس لئے اس لفظ خاتم النبیین کی دلالت اس پر بطور التزام ہوگی۔

۳ : تیسری دلیل یہ بیان کی کہ احادیث متواترۃ المعنے سے آپ کا خاتم النبیین یعنی آخری نبی ہونا ثابت ہے۔

۴ : چوتھی دلیل یہ کہ امت محمدیہ کا اس پر اجماع منعقد ہو گیا ہے کہ آنحضرت صلعم سب سے پچھلے نبی ہیں۔ آخر میں یہ بھی فرمادیا کہ ختم نبوت زمانی کا منکر کافر ہوگا۔

حاضرین ! مجھ کو اور آپ کو سب کو ایک دن خدا کو منہ دکھانا ہے ذرا انصاف سے کہئے کہ جو شخص اتنی دلیلوں سے ختم نبوت ثابت کرے اور اس کے منکر کو کافر بتلائے کیا اس سے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ یہ عقیدہ رکھے کہ حضور صلعم کے بعد اور بھی نبی آسکتے ہیں۔ اسی کتاب میں جابجا اس قسم کی اور بھی عبارات موجود ہیں۔ لیکن میں بخوف طوالت ان کو نظر انداز کرتا ہوں۔ پھر یہ کہ یہ مضمون مولانا مرحوم کی متعدد کتابوں میں ملے گا محض اسی کتاب میں نہیں۔ میرے پاس اس وقت حضرت مرحوم کی مشہور کتاب " مناظرۂ عجیبہ " ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس میں سے بھی دو ایک عبارتیں سنادوں۔ سنئے۔ " مناظرۂ عجیبہ ص ۳۹ "

" خاتمیت زمانی اپنا دین و ایمان ہے ناحق کی تہمت کا البتہ کچھ علاج نہیں۔ سو اگر ایسی باتیں جائز ہوں تو ہمارے منہ میں بھی زبان ہے "

پھر اسی مناظرۂ عجیبہ کے صفحہ ۵۰ پر فرماتے ہیں۔

" خاتمیت زمانی سے مجھے انکار نہیں بلکہ یوں کہئے کہ منکروں کے لئے گنجائش انکار نہ چھوڑی۔ افضلیت کا اقرار ہے بلکہ اقرار کرنے والوں کے پاؤں جما دیئے۔ اور نبیوں کی نبوت پر ایمان ہے پر رسول اللہ صلعم کے برابر کسی کو نہیں سمجھتا "

اور اسی مناظرۂ عجیبہ کے صفحہ ۱۰۳ پر فرماتے ہیں۔

"امتناع بالغیر میں کسے کلام ہے اپنا دین و ایمان ہے بعد رسول اللہ صلعم کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تامل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں"

اس کے علاوہ حضرت مولانا مرحوم کی دیگر تصانیف میں بھی اسی قسم کے مضامین بکثرت موجود ہیں۔ جنکو پڑھ کرسنانے کی اب چنداں حاجت نہیں۔ ایک منصف مزاج کے لئے اتنا ہی کافی ہے اس کے بعد میں صاف طور پر کہنا چاہتا ہوں کہ انتہاء درجہ کی بے شرمی ہے اگر کوئی حضرات علماء دیوبند پر یہ الزام رکھے کہ وہ معاذ اللہ ختم نبوت کے منکر ہیں۔ آج امت محمدیہ کی عمر ساڑھے تیرہ سو برس کی ہوتی ہے لیکن میں ببانگ دہل دعوے سے کہتا ہوں کہ مسئلہ ختم نبوت کی جو خدمت فرزندان دیوبند نے کی ہے اس کی نظیر آج تک کوئی پیش نہ کرسکا۔ نہ پیش کرسکتا ہے مسئلہ ختم نبوت پر محض مولانا مولوی محمد شفیع صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند کے چار رسالے ہیں۔

۱: ھدیة المھدئین فی اٰیة خاتم النبیین۔ ۲: ختم النبوة فی القراٰن۔ ۳: ختم النبوة فی الحدیث۔ ۴: ختم النبوة فی الاٰثار:

ختم النبوة فی القراٰن: میں تقریباً ایک سو آیات سے جناب رسول اللہ صلعم کا خاتم النبیین ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ ختم النبوة فی الحدیث: میں تقریباً دو سو احادیث نبویہ سے آنحضرت صلعم کا آخرالانبیاء ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ ختم النبوة فی الاٰثار: میں سلف صالحین کے بے شمار اقوال سے ختم نبوت کا ثبوت دیا گیا ہے اور یہ بتلایا گیا ہے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہ مانے وہ کافر ہے۔ یہ چاروں رسالے قادیانیوں کے رد میں تنہا مولوی محمد شفیع صاحب کے ہیں۔ ان کے علاوہ جو رسائل اور مضامین دیگر حضرات دیوبند کے ہیں وہ جداگانہ ہیں۔ جن کا ایک مجلس میں شمار کرنا بھی آسان نہیں۔ کیا آپ بتلاسکتے ہیں کہ آپ نے یا آپ کی جماعت کے کسی شخص نے قادیانی جماعت سے کبھی مسئلہ ختم نبوت پر مناظرہ کیا ہو۔ اگر آپ مجھ سے دریافت کریں تو ایک دو نہیں بلکہ دس، بیس جگہ ایسی گنا سکتا ہوں جہاں فرزندان دارالعلوم دیوبند نے قادیانی جماعت سے اسی مسئلہ ختم نبوت پر مناظرے کئے ہیں بلکہ ان میں بعض مقامات ایسے بھی ہیں جہاں آپ کی جماعت کے لوگوں نے آپ حضرات کو تار پر تار دیئے لیکن چونکہ مسئلہ ختم نبوت پر کسی قادیانی سے گفتگو کرنا آسان نہ تھا اس لئے تاروں

کا جواب بھی نہ دیا گیا۔ اس کے بعد ان غریبوں نے دیوبند سے مناظر طلب کئے اور وہاں سے فوراً بھیجے گئے۔ اسی کا اثر ہے کہ آج قادیانی جماعت کو علماء دیوبند کے نام سے بخار چڑھتا ہے۔ ان واقعات کے سامنے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص یہ کہے کہ علماء دیوبند نعوذ باللہ ختم نبوت کے منکر ہیں تو اس کا جواب بس ہمارے پاس یہ ہے۔

"سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ"

دوسرا اعتراض آپ کا حضرت قاسم العلوم والخیرات رح پر یہ تھا کہ معاذ اللہ انہوں نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کردی۔ میں کل عرض کرچکا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کفر بلکہ اشد کفر ہے۔ لیکن واقعہ میں توہین ہونی چاہیئے۔ جس ذات قدسی صفات کے متعلق آپ یہ فرمارہے ہیں کہ العیاذ باللہ انہوں نے حضور صلعم کی توہین کی ہے۔ ذرا ان کا کلام اٹھا کر دیکھئے۔ بخدا وہ ایسے عاشق رسول اللہ صلعم ہیں کہ آج ان کی نظیر ملنا بھی دشوار ہے۔ مولانا مرحوم اپنے قصیدہ نعتیہ میں فرماتے ہیں ؎

توفخرِ کون ومکاں زبدۂ زمین و زماں   امیر لشکر پیغمبراں شہ ابرار
جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں   ترے کمال کسی میں نہیں مگر دوچار

آگے چل کر فرماتے ہیں ؎

مدد کراے کرم احمدی کہ تیرے سوا   نہیں قاسم بے کس کا کوئی حامی کار
جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا   بنے گا کون ہمارا ترے سوا غمخوار

ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ   کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار
جیوؤں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں   مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مور و مار
جو یہ نصیب نہ ہو اور کہاں نصیب میرے   کہ میں ہوں اور سگانِ حرم کی تیرے قطار
اڑا کے باد مری مشت خاک کو پس مرگ   کرے حضور کے روضے کے آس پاس نثار
ولے یہ رتبہ کہاں مشتِ خاکِ قاسم کا   کہ جائے کوچۂ اطہر میں تیرے بن کے غبار
مگر نسیم مدینہ ہی گرد باد بنا   کشاں کشاں مجھے لے جا جہاں ہے تیرا مزار

اگرچہ جی چاہتا ہے کہ اس قصیدہ کو تمام پڑھ کر سناؤں مگر بخوف طوالت چھوڑتا ہوں۔ اللہ تعالٰے نے جن لوگوں کو سمجھ دی ہے وہ اسی سے سمجھ گئے ہوں گے کہ حضرت مولانا مرحوم کو جناب رسول اللہ صلعم سے کس درجہ عشق تھا۔ میں نے اپنے بعض بزرگوں سے سنا ہے کہ جب حضرت مرحوم حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر بغرض زیارت روضۂ انور مدینہ طیبہ کو روانہ ہوتے ہیں تو کئی منزل پہلے اونٹ سے اتر پڑے۔ ادب وتعظیم کے لئے پا پیادہ چلنے لگے۔ پیروں میں کانٹے لگتے تھے۔ پتھروں کی ٹھوکروں سے قدموں کا حال دگرگوں تھا مگر فرط ادب کی وجہ سے سوار نہ ہوتے تھے۔ جب مدینہ طیبہ پہنچے اور زیارت روضۂ انور سے مشرف ہوئے تو غلاف شریف پر نظر پڑی۔ فوراً خیال ہوا کہ میرے پیر کی جوتی کا کمبخت بھی سبز رنگ کا ہے اور یہ غلاف شریف بھی۔ اس خیال کے آتے ہی جوتی پاؤں سے نکال دی اور اس کے بعد عمر بھر کمبخت کی لگی ہوئی جوتی نہ پہنی محض اس خیال سے کہ وہ روضۂ انور کے غلاف کے ہم رنگ ہوتا ہے۔ لیکن افسوس آج ان کو کہا جاتا ہے کہ یہ جناب رسول اللہ صلعم کے دشمن ہیں اور حضرت کی توہین کرتے ہیں۔ مسلمانو! خدارا بتاؤ کہ اگر یہ بھی دشمن ہیں تو دوست کس جگہ بستے ہیں مجھے اس وقت حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کے دو شعر یاد آتے ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

چنیں کردند و خلقے در تماشا ہمیں گفتند حاشا ثم حاشا

کزیں روئے نکو بد کاری آید وزیں دل دار دل آزاری آید

اس کے بعد میں مولانا کے اعتراض کی حقیقت بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ جو عبارت اس وقت مولانا نے "حسام الحرمین" سے "تحذیر الناس" کی پڑھی ہے وہ ایک جگہ کی عبارت نہیں۔ بلکہ اس میں ایک فقرہ صفحہ ۳ کا۔ ایک صفحہ ۱۴ کا۔ ایک صفحہ ۲۸ کا ہے۔

مولانا! اگر اسی طرح کسی کا کفر ثابت ہوتا ہے تو مجھ کو اجازت دیجئے کہ آپ کے اعلیٰ حضرت کے ایک ایک رسالہ سے ہزار ہزار، دو دو ہزار کفریات نکال دوں۔ میرے محترم "تحذیر الناس" تو ایک بشر کی کتاب ہے اگر کوئی مولوی احمد رضا خان صاحب کا چھوٹا بھائی ایسی ہی حیا داری پر اتر آئے تو پھر قرآن عزیز سے بھی معاذ اللہ بے شمار مضامین کفریہ جمع کر سکتا ہے۔ بلکہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے تو اتنی کلفت بھی اٹھائی کہ ایک فقرہ صفحہ ۳ کا لیا۔ دوسرا صفحہ ۱۴ کا۔ تیسرا صفحہ ۲۸ کا۔ اس کو شاید اتنا بھی نہ کرنا پڑے بلکہ ایک صفحہ نہیں بلکہ ایک

ہی آیت میں الٹ پھیر کر کے ایسے مضامین بنا سکتا ہے۔

مثلاً یوں کہے کہ معاذ اللہ قرآن شریف میں ہے۔

"ان الابرار لفی جحیم وان الفجار لفی نعیم" [1]

یعنی اچھے لوگ جہنم میں جائیں گے اور بدکار جنت میں" اور کوئی پوچھے کہ قرآن شریف میں کہاں ہے تو کہہ دے کہ پارہ عم۔ سورۃ انفطار میں ہے۔ حاضرین یہ ہے حقیقت مولوی احمد رضا خاں صاحب کے الزامات کی۔ مختلف جگہ کی عبارتیں جمع کر کے ایک کفریہ مضمون بنایا اور لکھ دیا کہ فلاں نے یہ مضمون لکھا ہے لہٰذا کافر۔ یہ بھی نہیں بتلاتے کہ یہ عبارتیں مختلف مقامات کی ہیں۔ بلکہ ایک مسلسل عبارت لکھ دی جاتی ہے۔ جس سے ہر ایک دیکھنے والا یہی سمجھے گا کہ مولوی محمد قاسم صاحب نے "تحذیر الناس" میں کہیں یہ لکھا ہوگا۔ پھر یہ بھی نہیں کہ ترتیب وار لکھا ہو بلکہ صریح کفری مضمون بنانے کے لئے مولوی احمد رضا خاں صاحب نے یہ خیانت کی پہلے صفحہ ۱۴، کا فقرہ لکھا۔ پھر صفحہ ۲۸، کا۔ پھر صفحہ ۳، کا۔ واللہ اگر مجھ سے ایسی حرکت ہو جاتی تو میں ہرگز اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ کسی مناظرہ کے جلسہ میں شریک ہوں۔ لیکن صد آفریں آپ حضرات کی حیا و شرم پر کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے تو یہ خیانت کی ہی تھی لیکن آپ حضرات بجائے اس کے کہ اس کی پردہ پوشی کرتے آج مجلس مناظرہ میں اس کو پیش کرتے ہیں۔ ؏

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

لیجئے اب میں ان فقروں کا علیحدہ علیحدہ صحیح مطلب بیان کرتا ہوں۔ جو فقرہ آپ نے سب سے آخر میں پڑھا ہے وہ "تحذیر الناس" کے صفحہ ۳، کا ہے۔ اور یوں سمجھئے کہ تحذیر الناس گویا اسی سے شروع ہوتی ہے۔ اس جگہ حضرت مولانا مسئلہ ختم نبوت پر کلام نہیں فرما رہے بلکہ آیت کریمہ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین الآیۃ کے معنی میں کلام فرما رہے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ۔

---

[1] آیت کریمہ یوں ہے اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ۔
یعنی نیک جنت میں رہیں گے اور بدکار دوزخ میں۔ ۱۲

"اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں" یعنی آیت کریمہ میں جو آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین فرمایا گیا ہے اوّل اس کے معنے سمجھنے چاہئیں۔

اس کے بعد فرماتے ہیں۔

"سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب سے آخری نبی ہیں"

یعنی عوام کا خیال تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم فقط اس معنی کر خاتم النبیین ہیں کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں۔ مولانا یہ نہیں فرما رہے ہے کہ خاتم النبیین کے یہ معنی کرنا عوام کا خیال ہے بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ عوام کے نزدیک اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ رسول اللہ صلعم آخری نبی ہیں۔ یعنی بس اسی معنی میں حصر کرنا اور لفظ خاتم النبیین کے بس یہی معنی کرنا اس کو مولانا مرحوم فرماتے ہیں کہ یہ حصر کرنا عوام کا خیال ہے۔

پھر فرماتے ہیں۔

"لیکن اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں"

یعنی زمانے کے اول یا آخر میں آنا اس میں بالذات آنحضرت صلعم کے لئے کوئی فضیلت نہیں۔ بلکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری زمانے میں تشریف لانا اس آخری زمانے کے لئے باعث فضیلت ہے۔ اس زمانے کی وجہ سے آنحضرت صلعم میں چار چاند نہیں لگے بلکہ آنحضرت صلعم کی تشریف آوری نے اس زمانے میں چار چاند لگا دیئے اور وہ خیر القرون کہلایا۔ اگر بالفرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا نوح علیہ السلام یا سیدنا حضرت موسےٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں بھی تشریف لاتے تو وہی زمانہ خیر القرون کہلایا جاتا۔ تو مولانا مرحوم فرماتے ہیں کہ عوام کے نزدیک لفظ خاتم النبیین کے بس یہی معنی ہیں لیکن یہ حصر مناسب نہیں۔ اس لئے کہ اس میں کوئی بڑی فضیلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں نکلتی، حالانکہ اللہ تعالےٰ نے حضور کی تعریف کے موقعہ پر یہ لفظ (خاتم النبیین) فرمایا ہے۔ لہٰذا اس کے اگر ہو سکیں تو کوئی ایسے معنی کرنے چاہئیں جن میں پورے طور سے فضیلت محمدی نکلے پھر اپنی ساری کتاب میں اُسی معنی کی تفصیل فرمائی ہے جس کا حاصل تھوڑے لفظوں میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔

لفظِ خاتم النبیین کے معنی

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ العزیز کے نزدیک

مولانا مرحوم فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو قرآن عزیز میں خاتم النبیین فرمایا گیا ہے اس سے خاتمیت زمانی بھی مراد لی جاتی اور خاتمیت مرتبی بھی۔ خاتمیت زمانی کو تو آپ حضرات بھی جانتے ہوں گے۔ یعنی یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری نبی ہیں۔ اور خاتمیت مرتبی کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصفِ نبوت کے ساتھ بالذات متصف ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام بالعرض اور آپ کے واسطے سے۔ یعنی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر کسی واسطے کے کمالاتِ نبوت عطا فرمائے گئے۔ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو حضور سراپا نور کے واسطے سے۔ جس طرح اللہ تعالےٰ نے آفتاب کو بالذات روشن بنایا یعنی یہ کہ وہ اپنی روشنی میں کسی دوسری روشن چیز کا محتاج نہیں اور اس کی روشنی کسی دوسری روشنی سے مستفاد نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلعم کو بالذات نبی بنایا اور آپ اپنی نبوت میں کسی دوسرے نبی کے محتاج نہیں۔ اور جس طرح کہ چاند اور دوسرے ستاروں کو بالعرض یعنی آفتاب کے ذریعہ سے روشن کیا اور وہ اپنی روشنی میں آفتاب کی روشنی کے محتاج ہیں اور ان کی روشنی آفتاب کی روشنی کا عکس ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نے دوسرے انبیاء علیہم السلام کو نبی بالعرض بنایا۔ یعنی ان کو کمالاتِ نبوت حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے عطا فرمائے اور وہ اپنی نبوت میں آنحضرت صلعم کے محتاج ہیں اور ان کی نبوت حضور سرورِ عالم کی بارگاہِ نبوت سے مستفاد ہے۔

الغرض مولانا فرماتے ہیں کہ لفظ خاتم النبیین سے فقط یہ نہ مراد لیا جائے کہ آنحضرت صلعم سب سے پچھلے نبی ہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی مراد لیا جائے کہ آنحضرت صلعم نبی بالذات ہیں یعنی اپنی نبوت میں کسی دوسری مخلوق کے دست نگر نہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام اپنی نبوت میں آنحضرت صلعم

کے فیض کے دست نگر ہیں، تو مولانا کے نزدیک لفظ خاتم النبیین سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ۲ دو قسم کی خاتمیت ثابت ہوئی۔ ایک خاتمیت زمانی دوسرے خاتمیت مرتبی۔ جس کا مطلب میں ابھی بیان کر چکا ہوں۔ پھر اسی خاتمیت مرتبی کے متعلق صفحہ ۱۴ پر فرماتے ہیں کہ۔

"یہ ایسی خاتمیت ہے کہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے"

پھر اسی خاتمیت مرتبی کے متعلق صفحہ ۲۸ پر فرماتے ہیں کہ۔

"بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا"

الغرض یہ دونوں فقرے خاتمیت مرتبی کے متعلق ہیں نہ خاتمیت زمانی کے متعلق۔ جیسا کہ ہر تھوڑی سی عقل رکھنے والا بھی سمجھ سکتا ہے۔ پس حضرت مرحوم کو ختم نبوت زمانی سے انکار نہیں بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ بس آنحضرت صلعم زمانے ہی کے اعتبار سے خاتم ہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مرتبہ کے اعتبار سے بھی خاتم ہیں۔ جس کا مختصر الفاظ میں مطلب یہ ہے کہ آپ نبی الامت ہونے کے ساتھ ساتھ نبی الانبیاء بھی ہیں۔ اور جس طرح ہم غلامان محمدی صلی اللہ علیہ وسلم آنحضرت کے دربار سے فیض یاب ہیں اسی طرح آدم و نوح و ابراہیم و اسحاق، موسیٰ و عیسیٰ و کل انبیاء۔ علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ و السلام بھی آپ کی بارگاہ رسالت پناہ سے فیض یاب ہیں اور اسی مضمون کو ایک جناب رسول اللہ صلعم کا سچا عاشق ایک شعر میں ادا کرتا ہے ؎

فکلٌّ من رسول اللہ ملتمس ... قطراً من البحر او رشفاً من الدیم[1]

رب صل وسلم دائما ابدا ... علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرت مولانا نے تو وہ بات کہی تھی کہ عاشقان محمدی کو قربان ہونا چاہئے تھا۔ لیکن افسوس مولوی احمد رضا

---

[1] یعنی ہر (نبی) رسول اللہ کے دریائے علم سے ایک قطرہ یا آپ کے فیضان کی بارش سے کچھ تری طلب کرنے والا ہے۔ ۱۲

خان صاحب کی دیانت پر کہ محض اپنی شہرت کی غرض سے عبارت میں ناجائز قطع و برید کی اور ایک فقرہ صفحہ ۲۸ دوسرا صفحہ ۱۴ تیسرا صفحہ ۳ کا لکھ کر زبردستی ایک کفری مضمون بنایا اور کہہ دیا کہ صاحب مولوی محمد قاسم صاحب نے ختم نبوت کا انکار کر دیا۔ (لعنۃ اللہ علی الکاذبین)۔

اگرچہ بحمد اللہ مولانا کے دونوں اعتراضوں کا کافی شافی جواب ہو گیا اور ہمارے ذمہ کوئی بات باقی نہیں رہی لیکن میں حاضرین کی خاطر یہ بھی بتلا دینا چاہتا ہوں کہ یہ تحقیق (کہ حضور سرور عالم صلعم نبی بالذات ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام نبی بالعرض۔ یعنی ان کو نبوت حضور سرور عالم صلعم کے واسطے سے ملی) محض مولانا ہی کی نہیں بلکہ اس کا اقرار ایک جگہ خود مولوی احمد رضا خان صاحب نے بھی کیا ہے سنئے مولوی احمد رضا صاحب اپنی کتاب "جزاء اللہ عدوہ" مطبوعہ حسنی پریس بریلی صفحہ ۲۳ پر فرماتے ہیں۔

"اور نصوص متواترہ اولیاء کرام و ائمہ عظام و علمائے اعلام سے مبرہن ہو چکا کہ ہر نعمت قلیل یا کثیر، صغیر یا کبیر، جسمانی یا روحانی، دینی یا دنیوی، ظاہری یا باطنی روز اول سے اب تک اب سے قیامت تک۔ قیامت سے آخرت تک۔ آخرت سے ابد تک۔ مومن یا کافر مطیع یا فاجر ملک یا انسان جن یا حیوان بلکہ تمام ماسوا اللہ میں جسے جو کچھ ملی یا ملتی ہے یا ملے گی اس کی کلی انہیں کے صبائے کرم سے کھلی اور کھلتی ہے اور کھلے گی انہیں کے ہاتھوں پر بٹی اور بٹتی ہے اور بٹے گی۔ یہ سر الوجود و اصل الوجود خلیفۃ اللہ الاعظم ولی نعمت عالم ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم"

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس کو جو کچھ نعمت ملی روحانی ہو یا جسمانی۔ دینی ہو یا دنیوی وہ حضور صلعم ہی کے واسطے سے ملی اور چونکہ نبوت بھی ایک بڑی بلکہ سب سے بڑی نعمت ہے تو معلوم ہوا کہ جس کو بھی نبوت عطا ہوئی وہ حضور صلعم ہی کے ہاتھ سے عطا ہوئی۔ اگرچہ ہم کو معلوم ہے کہ یہ مضمون خان صاحب کا مسروقہ ہے۔ اور بحمد اللہ ہم یہ بھی بتا سکتے ہیں کہ یہ سرقہ کہاں سے ہوا ہے لیکن ہمیں اس وقت اس سے بحث نہیں۔ ہمیں تو یہ ثابت کرنا تھا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب بھی حضور صلعم کو نبی بالذات اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو نبی بالعرض جانتے ہیں۔ وہ بفضلہ تعالیٰ اس عبارت سے کما حقہ ثابت ہو گیا۔ اب جو شخص مصنف تحذیر الناس

کی تکفیر کرے اس کو چاہئے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کی پہلے خبر لے۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہمارے فاضل مخاطب نے اور تمام حاضرین نے اب تحذیر الناس کے تینوں فقروں کا صحیح مطلب سمجھ لیا ہوگا۔ اگر پھر مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت سمجھوں گا تو پھر انشاء اللہ عرض کروں گا۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

مولانا کی یہ تقریر ۴۵ منٹ میں ختم ہوئی۔ ہم صدر صاحب کے دل سے شکرگزار ہیں کہ انہوں نے تقریر کی نوعیت دیکھ کر باوجود وقت گزر جانے کے نہیں روکا اور ۴۵ منٹ برابر جاری رہنے دی۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : (بعد از خطبہ) آپ حضرات نے مولوی صاحب کا وعظ سنا۔ بھلا ان باتوں کی یہاں کیا ضرورت تھی میں نے جس عبارت[1] پر اعتراض کیا تھا اس کا جواب دینا چاہئے تھا۔ میرا اعتراض یہ تھا کہ مولوی محمد قاسم صاحب نے یہ لکھا ہے کہ خاتم النبیین کے یہ معنی سمجھنا کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں عوام کا خیال ہے۔ اس عبارت میں خود حضرت رسالت و جمیع صحابہ و تابعین و ائمہ مفسرین کی توہین ہے کیوں کہ اس آیت کے معنی خود آنحضرت نے بھی ہم کو یہی بتلائے ہیں۔ اور صحابہ و تابعین و ائمہ مفسرین رحمہ نے بھی یہی سمجھے ہیں۔ اور مولوی محمد قاسم صاحب کہتے ہیں کہ یہ عوام کا خیال ہے اہل فہم کا نہیں۔ اس سے زیادہ اور کیا توہین ہو سکتی ہے۔ کیا آپ کے نزدیک بس ماں بہن کی گالیاں دینا ہی توہین ہے؟ آپ سے یہ تو ہو نہ سکا کہ اس کا کوئی جواب دیتے۔ آپ نے قصیدہ نعتیہ کے شعر سنا دیئے کہ دیکھئے مولوی محمد قاسم صاحب کو حضور سے کس درجہ محبت ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ایک شخص آپ کے یا آپ کے کسی استاد کے متعلق ایک اشتہار شائع کرے اور اس میں لکھے کہ آپ سؤر[2] ہیں۔ گدھے ہیں۔ کتے ہیں۔ پاجی ہیں۔ غرض ایسے ہیں ویسے ہیں پھر آپ کے دوست احباب کی خوشنودی کے لئے ایک دوسری تحریر میں لکھے کہ آپ معظم ہیں مکرم ہیں عالم ہیں فاضل ہیں۔ تو کیا آپ یہ کہیں گے کہ اس نے میری توہین نہیں کی۔ وہ مجرم نہیں۔ میں تو یہ کہوں گا کہ نالائق

---

[2] ناظرین یہ ہے رضاخانیوں کے صدر المدرسین کی تہذیب۔ اللہ ان مسکینوں کی حالت پر رحم فرمائے۔ ۱۲

تُو مجرم ہے جب تک کہ اپنی پہلی تحریر کی معافی مولوی صاحب سے نہ چاہے گا تیرا جرم باقی رہے گا۔ ایسے ہی اگر کہیں مولوی محمد قاسم صاحب نے مسلمانوں کا دل خوش کرنے کے لئے آنحضرت صلعم کی تعریف بھی کر دی تو کیا اس سے ان کا اسلام ثابت ہو جاتا ہے۔ یاد رکھئے کہ جب تک وہ اس کھلی توہین سے توبہ نہ کریں ہرگز مسلمان نہیں۔ مولوی صاحب! یہ وعظ کی جگہ نہیں یہ مجلس مناظرہ ہے۔

آپ کا مجھ پر اور اعلیٰ حضرت پر یہ اعتراض ہے کہ مختلف جگہ کی عبارتیں جمع کر کے کفریہ مضمون بنا لیا۔ ارے صاحب یہ تو آپ جب کہیں جب میں ان عبارتوں کو ملا کر اعتراض کروں۔ میرا اعتراض تو صرف تحذیر الناس کے اس فقرہ پر ہے۔

"سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں"

میں دوسرے اور تیسرے فقرہ پر تو ابھی اعتراض ہی نہیں کر رہا۔ پھر سن لیجئے کہ میرا اعتراض اس وقت صرف یہ ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب نے حضور سرور کونین جناب رسول اللہ صلعم کی توہین کی کیونکہ آپ کی بیان کردہ تفسیر کو عوام کا خیال بتایا جس کی وجہ سے علماء حرمین شریفین نے ان کو کافر کہا ہے آپ اس توہین کو ان کے سر سے اٹھایئے اور بے کار وقت ضائع نہ کیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب: (بعد از خطبہ مسنونہ) حاضرین! آپ کو یاد ہوگا کہ مولوی صاحب نے اپنی پہلی تقریر میں قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا نانوتوی قدس سرہ العزیز پر دو اعتراض کئے تھے۔ ایک یہ کہ وہ ختم نبوت کے منکر ہیں۔ دوسرے یہ کہ العیاذ باللہ انہوں نے حضرت سرور کائنات فخر موجودات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی اور آپ کے بیان کردہ معنی کو عوام کا خیال بتایا۔ لیکن اب جبکہ مولوی صاحب اور ساری بریلوی جماعت کے قبلہ وکعبہ جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب کی خیانت کا راز طشت از بام ہوا اور لوگوں پر یہ ثابت ہو گیا کہ واقعی تحذیر الناس کی عبارت میں نہایت شرمناک قطع برید کی گئی ہے تو اب مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ میرا اعتراض صرف ایک فقرہ پر ہے۔ حضرت والا! اگر آپ

کا اعتراض صرف صفحہ ۳ کے فقرہ پر تھا تو صفحہ ۱۴، و صفحہ ۲۸ کے فقرے کیوں پڑھے تھے؟ مولانا اگر آپ کو خدا کا خوف نہیں ہے تو کم از کم اپنی بات کا تو کچھ پاس لحاظ چاہئے۔ یہ لوگ جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں آپ کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے۔ انہوں نے ابھی جناب سے یہ سنا تھا کہ۔

"اس عبارت میں صاف ختم نبوت کا انکار ہے اور جناب رسول اللہ صلعم کی توہین بھی ہے"

اور ابھی آپ فرمارہے ہیں کہ میرا اعتراض صرف توہین کے متعلق ہے۔ خیر یہ بھی خدا کا شکر ہے کہ انکار ختم نبوت والے الزام کا بے اصل اور افتراء محض ہونا عملاً جناب نے بھی تسلیم کرلیا۔ ع

عمرت دراز باد کہ ایں ہم غنیمت است

اب رہا جناب کا توہین والا الزام اگرچہ اس کا جواب میں شافی دے چکا ہوں۔ لیکن سننے بطور خلاصہ اسی کو پھر عرض کرتا ہوں۔ مولانا یہ نہیں فرماتے کہ لفظ خاتم النبیین کے یہ معنی کرنا کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں عوام کا خیال ہے۔ بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ اس لفظ کے عوام کے خیال میں صرف یہی معنی ہیں۔ تحذیر الناس کی بعینہ عبارت یہ ہے۔

"سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے (یعنی صرف اس معنی کر ہے) کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں"

پس مولانا نے حصر کو عوام کا خیال بتایا ہے نہ نفس اس معنی کو اور جناب رسول اللہ صلعم نے کہیں حصر نہیں فرمایا نہ انشاء اللہ آپ کسی صحابی سے ثابت کرسکتے ہیں نہ کسی تابعی سے۔

الغرض حضرت مرحوم نے جس کو عوام کا خیال بتایا ہے وہ ہرگز آنحضرت صلعم کی بیان کردہ تفسیر نہیں۔ جناب رسول اللہ صلعم نے کہیں نہیں فرمایا کہ اس لفظ کے بس یہی معنی کرنا کہ میں سب سے آخری نبی ہوں۔ یہ ضرور فرمایا ہے "انا خاتم النبیین لانبی بعدی" لیکن اس سے تو زیادہ سے زیادہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ لفظ خاتم کے وہ معنی بھی ہیں جو عام طور پر مشہور ہیں۔ اور میں پہلے عرض کرچکا ہوں کہ مولانا مرحوم کو اس سے انکار نہیں ہاں حصر سے انکار ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں کہ اس لفظ خاتم کے وہ معنی بھی ہیں جو عام طور پر

مشہور ہیں اور یہ بھی ہیں کہ آنحضرت صلعم خاتم مرتبی بھی ہیں۔ اور یہ ممکن ہے کہ ایک وقت میں ایک آیت کے کئی معنی ہوں۔ حدیث شریف میں خود جناب رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں لکل ایۃ منھا ظھر وبطن ولکل حد مطلع " یعنی قرآن عزیز کی ہر ایک آیت کے ۲ قسم کے معنی ہیں۔ ایک ظاہری (جس کو ہر زبان دان سمجھ سکتا ہے) دوسرے باطنی (جس کو خواص ہی سمجھتے ہیں نہ عوام) یہ حدیث صحاح میں موجود ہے۔ اب اگر کسی آیت کے کوئی معنے خود آنحضرت صلعم یا کسی صحابی نے بیان کر دیئے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے نزدیک اس کے بس وہی معنی ہوں نہ کوئی دوسرے۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس کے وہ معنی بھی ہوں اور کوئی دوسرے معنی بھی ہوں۔ بس ایسے ہی سمجھ لیجئے کہ لفظ خاتم النبیین کے وہ معنی بھی ہیں جو عام طور پر مشہور ہیں (یعنی یہ کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں[1]) اور وہ معنی بھی جن کو مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم نے بیان فرمایا ہے[2]۔ اور اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ قاضی بیضاوی نے تفسیر بیضاوی شریف میں جہاں بقرۂ بنی اسرائیل کا قصہ آیا ہے۔ اولاً ان آیات کے وہ معنی بیان کئے جو عام طور پر مشہور ہیں اور جن کو سب لوگ سمجھتے ہیں اور وہی ظاہر قرآن عزیز سے سمجھ میں بھی آتے ہیں۔ اس کے بعد ایک نئے معنی بیان کئے اور وہ یہ کہ بقرہ سے نفس انسانی مراد لیا جائے اور اس کے ذبح کرنے سے جہاد بالنفس۔ تو اس سے ہرگز یہ نہیں سمجھا جاتا کہ قاضی بیضاوی نے مشہور معنی کو چھوڑ دیا۔ بلکہ یہ کہا جائے گا کہ انہوں نے معنی مشہور بھی لئے اور اس کے علاوہ ایک اور دوسرے باریک معنی بھی بتائے جو عوام کے خیال سے بالاتر تھے۔

علی ہذا خاتم الولایت حضرت شیخ محی الدین اکبر ابن عربی رحمہ اللہ تعالےٰ کی تفسیر کو ملاحظہ فرمائیے۔ مشکل سے کوئی آیت ایسی ملے گی جس کے انہوں نے وہ معنی کئے ہوں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ یا تابعین یا ائمہ مفسرین سے منقول ہوں۔ بلکہ اکثر آیات کے معنی ایسے عجیب وغریب بیان کئے ہیں جن کو دیکھ کر بھی حیرت ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ بہت سی وہ آیات جن کی کوئی تفسیر خود جناب رسول اللہ صلعم یا صحابہ کرام سے منقول ہے ان کی تفسیر میں بھی انہوں نے کوئی نئے معنی ہی بیان کئے ہیں۔ لیکن اس سے ہرگز یہ نہیں سمجھا جاتا کہ انہوں نے آنحضرت صلعم یا صحابہ

---

[1] جیسا کہ حدیث لا نبی بعدی سے معلوم ہوتا ہے ۱۲۔ [2] جیسا کہ بعض احادیث صحیحہ سے مستنبط ہوتا ہے ۱۲

کی بیان کردہ تفاسیر کو چھوڑ دیا معاذ اللہ بلکہ دنیا بھر کے علماء اس کا یہی مطلب سمجھتے ہیں کہ ان کے نزدیک وہ معانی تو مسلم ہیں ہی ان کے علاوہ دوسرے باریک معنی بیان کرتے ہیں جس کو ہر شخص قرآن عزیز سے نہیں سمجھ سکتا تھا بلکہ یہ تو قرآن عزیز کا معجزہ ہے ۔ جناب رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں لا تنقضی عجائبہ (یعنی قرآن عزیز کے عجائب و غرائب تا بقاء دنیا ختم ہونے والے نہیں) بس ایسے ہی مولانا محمد قاسم صاحب رح کو سمجھئے کہ وہ ان معنی کو بھی تسلیم کرتے ہیں جو عام طور پر مشہور ہیں اور ایک اور باریک معنی بتلاتے ہیں جن کی وجہ سے فضیلت محمدی دوبالا ہو جاتی ہے اور وہ یہ کہ آنحضرت صلعم نبی بالذات ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام انبیاء بالعرض ۔ اور یہ معنی بھی احادیث نبوی سے مستنبط ہیں ۔ خلاصۂ جواب یہ ہے کہ مولانا مرحوم نے حصر کو عوام کا خیال بتایا ہے ۔ تو ہین جب ہوتی جب جناب رسول اللہ صلعم نے کہیں حصر فرمایا ہوتا ۔ آنحضرت صلعم نے کہیں حصر نہیں فرمایا ۔ بلکہ حدیث شریف میں لکل ایۃ منہا ظھر و بطن الحدیث " فرما کر کسی دوسرے کے لئے بھی حصر کی گنجائش نہ چھوڑی ۔ والحمد للہ علی ذالک ۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : حاضرین ! مولوی صاحب نے تحذیر الناس کی عبارت کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ خاتم النبیین کے صرف یہ معنی کرنا عوام کا خیال ہے ۔ اور یہ مطلب با ین معنی کے لفظ سے نکالا ہے ۔ بس میرا سوال یہ ہے کہ باین معنی کے جو آپ نے یہ معنی کیے کہ صرف اس معنی میں، اس کی آپ کے پاس کیا سند ہے ؟

مولانا محمد منظور صاحب : اس کی سند خود مولانا کا کلام ہے ۔ غور کیجئے لفظ خاتم النبیین میں تین ہی احتمال ہیں ۔ ایک یہ کہ اس کے معنی صرف یہ ہوں کہ حضور خاتم زمانی ہیں ۔ دوسرے یہ کہ اس کے معنی صرف یہ ہوں کہ آنحضرت صلعم خاتم مرتبی ہیں ۔ تیسرے یہ کہ خاتم زمانی بھی اس کے مفہوم میں داخل ہو اور خاتم مرتبی بھی ۔ اور یہی مولانا مرحوم کا مختار ہے ۔ چنانچہ اسی تحذیر الناس کے صفحہ ۹ کی آخری سطر میں فرماتے ہیں ۔

" اور مجھ سے پوچھئے تو الخ[1] "

---

[1] مولانا نے یہ عبارت تقریباً ایک ورق پڑھی تھی ہم نے بوجہ اختصار اس کو چھوڑ دیا ہے اور اس کا آخری حصہ یہ ہے " سو اگر اطلاق اور

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

اس عبارت سے جناب نے بھی سمجھ لیا ہوگا کہ مولانا مرحوم کے نزدیک خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت صلعم زمانے کے اعتبار سے بھی خاتم ہیں اور رتبہ کے اعتبار سے بھی اور مکان کے اعتبار سے بھی۔ اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ مولانا عوام کا خیال صرف حصر کو بتلا رہے ہیں نہ نفس ان معنی کو جو مشہور ہیں۔ اس لئے کہ ان کو تو خود بھی مان رہے ہیں ہاں حصر کو نہیں مانتے۔

الغرض خود مولانا کا کلام اس کو بتلا رہا ہے کہ "باین معنی" سے مراد یہ ہے کہ "صرف یہ معنی" اور مولانا ان کا رد کر رہے ہیں جو اس لفظ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی سمجھتے ہیں اور اسی میں حصر کرتے ہیں۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : یہ سند کیسی ہے ابھی حضرت لغت سے یہ ثابت کیجئے کہ "باین معنی" کے یہ معنی آتے ہیں کہ "صرف اس معنی میں" ابھی آپ کو یہ بھی خبر نہیں کہ کسی لفظ کے معنی متعین کرنے کے لئے لغت کی سند چاہئے لہٰذا آپ کسی لغت کی کتاب سے اس کا ثبوت دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : حضرت والا یہ سند ایسی ہے جیسی کہ آپ کے اعلیٰ حضرت نے اپنے سر سے کفر کا الزام اٹھانے کے لئے ایک جگہ پیش کی ہے۔ سنئے۔

مراد آباد کا کوئی طالب علم مولوی احمد رضا خان صاحب کو لکھتا ہے کہ جناب نے مولوی محمد اسماعیل صاحب شہید دہلوی رح کے متعلق "کوکبہ شہابیہ" میں لکھا ہے کہ انہوں نے معاذ اللہ حضور سرور عالم صلعم کو صاف صاف صریح گالیاں دیں ہیں جس میں کسی تاویل کی گنجائش بھی نہیں۔ اور آپ ہی نے تمہید میں فرمایا ہے کہ احتیاط اس میں ہے کہ شہید مرحوم کو کافر نہ کہا جائے اور اسی کو مختار اور مفتی بہ قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ جو شخص جناب رسول اللہ صلعم کی ایسی کھلی ہوئی توہین کرے کہ جس میں تاویل کی بھی گنجائش نہ ہو وہ کافر ہے حتیٰ کہ جو شخص اس کے کفر میں شک کرے احتیاط برتے وہ بھی کافر ہے لہٰذا اب آپ خود اپنے اقرار سے کافر ٹھہرتے ہیں تو مولوی احمد رضا خان صاحب کی طرف سے اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ۔ مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے۔

کی عبارات میں تاویل کی گنجائش ہے اس لئے ہم نے تمہید میں یہ لکھا ہے کہ ان کو کافر نہ کہا جائے - اور الکوکبۃ الشہابیہ میں جو یہ الفاظ ہیں کہ " اس کھلی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں " تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بالکل کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تاویل قریب کی گنجائش نہیں - سوال پیدا ہوتا ہے کہ " تاویل " کے معنی تاویل قریب کے کیسے گڑھے گئے ؟

تو آپ کے اعلیٰ حضرت جواب دیتے ہیں کہ کوکبہ شہابیہ جس سوال کے جواب میں لکھی گئی ہے اس میں سائل نے حکم فقہی دریافت کیا ہے ۔ اور ہم نے بھی اس کے آخر صفحہ پر لکھ دیا ہے کہ یہ تکفیر فقہاء کرام واصحاب فتویٰ کے نزدیک ہے یہ قرینہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مراد تاویل سے تاویل قریب ہے نہ مطلق تاویل - کیونکہ تاویل قریب ہی فقہاء کے نزدیک معتبر ہے نہ تاویل بعید - یہ خلاصہ ہے اس سوال وجواب کا جو الموت الاحمر میں درج ہے -

اگرچہ یہ مولوی احمد رضا خان صاحب کا عذر گناہ بدتر از گناہ ہے - لیکن ہمیں اس وقت اس سے بحث نہیں - ہمیں تو محض یہ ثابت کرنا تھا کہ کسی لفظ کے معنی متعین کرنے میں متکلم کے کلام کو بھی دخل ہوتا ہے وہ بحمد اللہ مع کچھ اضافہ کے آپ کے اعلیٰ حضرت کے کلام سے ثابت ہو گیا - پس میں کہتا ہوں کہ "بایں معنی" جو تحذیر الناس کی عبارت میں واقع ہے اس کا یہی مطلب ہے کہ عوام کے نزدیک خاتم النبیین کے صرف یہ معنی ہیں اور اس پر خود مولانا کا کلام شاہد ہے -

مولوی رحم الٰہی صاحب : میں نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ " بایں معنی " کے یہ معنی کہ "صرف اس معنی میں" اس کی کیا سند ہے ؟ آپ نے اس کی کوئی سند بیان نہیں کی - کسی لغت کی کتاب کا حوالہ نہیں دیا بلکہ جو پہلے کہا تھا اسی کو پھر دوہرا دیا - مہربانی فرما کر اس سوال کا جواب دیجئے - اور کسی لغت کی کتاب سے اس کا ثبوت دیجئے - آپ بار بار یہ کہتے ہیں کہ مولوی محمد قاسم صاحب حصر کرنے والوں کا رد کر رہے ہیں - میں کہتا ہوں کیا رسول اللہ صلعم یا کسی صحابی نے حصر کیا تھا ؟ تابعین یا مفسرین نے کہیں حصر کیا تھا ؟ جس کا وہ رد کر رہے ہیں - حصر کا رد تو جب کریں جب کسی نے حصر کیا ہو - جب کسی نے حصر کیا ہی نہیں تو پھر رد کس کا ؟

مولانا محمد منظور صاحب : مولانا نے اس تقریر میں تو کمال ہی کر دیا - اور جو کچھ مجھ کو کہنا چاہئے

تھا اختصار کے ساتھ وہ سب ہی تو کہہ ڈالا۔ سچ ہے ع

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

سنئے مولانا فرماتے ہیں کہ " کیا کہیں رسول اللہ صلعم نے حصر کیا ؟ کیا کسی صحابی، کسی تابعی نے حصر کیا ؟ پھر خود ہی فرماتے ہیں کہ " جب کسی نے حصر کیا ہی نہیں تو پھر رد کس کا ؟ "

کیا خوب کہ غیر پردہ کھولے

جادو ہے وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

میرے محترم ! میں بھی تو یہی عرض کر رہا ہوں کہ مولوی محمد قاسم صاحبؒ نے حصر کو عوام کا خیال بتایا ہے۔ اور وہ نہ رسول اللہ صلعم سے ثابت ہے، نہ کسی صحابی سے، نہ کسی تابعی سے۔ لہذا توہین نہیں۔ توہین جب ہوتی کہ کہیں جناب رسول اللہ صلعم نے حصر کیا ہوتا۔ بلکہ آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ خود آنحضرت صلعم نے حصر کیا ہی نہیں دوسروں کے لئے بھی حصر کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ اس لئے کہ خود فرما دیا " لکل ایۃ منہا ظہر وبطن " (یعنی ہر آیت قرآنی کے دو قسم کے معنی ہیں ایک ظاہر ایک باطن)۔ اب میرا آپ کا نزاع محض ایک بات میں رہا۔ اور وہ یہ کہ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ لفظ خاتم النبیین سے خاتم زمانی مراد لینے کو عوام کا خیال بتلا رہے ہیں۔ اور میں عرض کر رہا ہوں کہ نہیں بلکہ اسی معنی میں حصر کرنے کو مولانا مرحوم نے عوام کا خیال بتایا ہے۔ خدا کا فضل و کرم ہے کہ میں خود مولانا ہی کے کلام سے ثابت کر چکا کہ وہ محض حصر کو عوام کا خیال بتا رہے ہیں۔ آپ نے مجھ سے دریافت کیا کہ یہ کیسی سند ہے بحمد اللہ میں نے اس کا بھی جواب دے دیا کہ یہ ایسی ہی سند ہے جیسی کہ آپ کے اعلیٰ حضرت نے اپنے سر سے کفر کا بار گراں اٹھانے کے لئے پیش کی۔ اگرچہ ان کی بدقسمتی سے پھر بھی وہ کفر نہ اٹھ سکا لیکن اگر آپ کے نزدیک یہ بھی کافی نہیں تو لیجئے میں خود آپ ہی سے اقرار کراتا ہوں کہ یہاں مولانا حصر ہی کو عوام کا خیال بتلا رہے ہیں نہ نفس معنی کو۔ ذرا غور سے سنئے۔ مولانا مرحوم کی عبارت یہ ہے۔

" سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب سے آخری نبی ہیں "

میں آپ ہی سے دریافت کرتا ہوں کہ یہ " بایں معنی " مرتبہ بشرط شئ میں ہے یا بشرط لاشئ میں یا لابشرط شئ میں۔ ذرا سوچ سمجھ کر جواب دیجئے۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : اچھا مولوی صاحب جب آپ نے یہ بحث چھیڑی ہے تو پہلے ان تینوں مرتبوں کی تعریف کر دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : نے فرمایا کہ اگر علمی قابلیت کا امتحان مقصود ہے تو اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ آپ بھی ان مراتب کی تعریفات لکھ دیں اور میں بھی لکھے دیتا ہوں۔ لیکن مولوی رحم الٰہی صاحب کسی طرح اس پر تیار نہ ہوئے۔ بالآخر مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ لیجئے آپ مجھ سے ہی تعریفات سنئے۔

مرتبہ بشرط شئ، شئ مع القید کا مرتبہ ہے لیکن یہ قید غیر اطلاق کے ہوا۔ اور مرتبہ بشرط لاشئ، شئ مع قید الاطلاق کا مرتبہ ہے جس کو الشئ المطلق سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ اور مرتبہ لابشرط شئ، شئ من حیث ہو ہو کا مرتبہ ہے جس کو مطلق الشئ بھی کہا جاتا ہے۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : مولانا یہ تعریفیں کس کتاب میں لکھی ہوئی ہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : کیا جناب کو ان سے انکار ہے ؟

مولوی رحم الٰہی صاحب : بے شک مجھ کو انکار ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : آپ کو انکاری تحریر معہ دستخط دینی ہوگی۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : پہلے آپ مجھ کو اپنی تحریر دے دیجئے میں اسی پر انکار لکھ دوں گا۔

مولانا محمد منظور صاحب : نے وہ ہی تعریفیں جو تقریر میں کی تھیں لکھ دیں اور مولوی رحم الٰہی صاحب کو پڑھ کر سنائیں۔ مولوی رحم الٰہی صاحب نے فرمایا کہ آپ نے حوالہ نہیں لکھا۔ مولوی محمد منظور صاحب نے لکھ دیا کہ ان مراتب کی یہ تعریفیں قطبی ہی میں مرقوم ہیں۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : اچھا یہ اور بتلایئے کہ مرتبہ لابشرط شئ اور بشرط لاشئ میں عنواناً و مصداقاً کچھ فرق ہے یا نہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : عنواناً بھی فرق ہے اور مصداقاً بھی۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : (اپنے مخصوص انداز میں) ہاں اس کو بھی لکھ دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : نے اُس کے نیچے لکھ دیا کہ مرتبتین اخیرتین میں عنواناً بھی فرق ہے اور مصداقاً بھی۔ اور اپنے دستخط بھی ثبت فرما دیئے۔ اس کے بعد مولوی رحم الٰہی صاحب کی خدمت میں وہ تحریر حاضر کی گئی کہ آپ اس پر لکھ دیجئے کہ یہ تعریفات صحیح نہیں ہیں۔ مولوی صاحب نے تحریر کو ہاتھ میں لے لیا اور اس پر لکھا۔

"تصحیح نقل در کار ہے۔ فقط۔ رحم الٰہی غفرلہٗ"

مولانا محمد منظور صاحب : نے فرمایا کہ حضرت والا جناب نے فرمایا تھا کہ مجھ کو ان تعریفات سے انکار ہے اور میں اس کی دستخطی تحریر دوں گا۔ اب آپ یہ کیا لکھتے ہیں۔ مہربانی فرما کر حسب وعدہ انکاری تحریر دیجئے۔ تقریباً نصف گھنٹہ اس پر مولانا محمد منظور صاحب نے اصرار فرمایا۔ اور صدر صاحب نے بھی فرمایا کہ آپ انکاری تحریر دینے کا وعدہ کر چکے تھے۔ لہٰذا آپ کو دے دینی چاہئے۔ لیکن مولوی رحم الٰہی صاحب نے ایک نہ سنی۔ نہ دینی تھی نہ دی۔ اس کے بعد مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ مولانا اگر آپ حسب وعدہ تحریر مجھ کو دے دیتے تو شاید آپ سے آپ کے لوگ اس قدر بدظن نہ ہوتے جس قدر اب ہو گئے ہوں گے۔ کیوں کہ وہ ایک علمی غلطی ہوتی جس کو اہل علم ہی سمجھ سکتے تھے۔ اب تو آپ کی راست بازی کا راز سب ہی پر کھل گیا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ شیروں کی بات کا جواب دینا تو ہے ہی مشکل ان کے مقابلہ میں ہوش و حواس کا صحیح سالم رہنا بھی آسان نہیں۔ افسوس کہ خواہ مخواہ آپ نے یہ ایک گھنٹہ فضول باتوں میں ضائع کرا دیا اور جس لئے میں نے یہ بات شروع کی تھی وہ بات بھی رہ گئی۔ خیر اب میں خود ہی اختصار کے ساتھ عرض کرتا ہوں سنئے۔ لفظ "بایں معنی" کے اندر دو۲ احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ وہ مرتبہ بشرطِ لاشئی میں ہو۔ دوسرے یہ کہ مرتبہ بشرطِ شئی میں ہو۔ اور یہ دوسری شق خود حضرت مولانا مرحوم کی مختار ہے جیسا کہ میں ابھی انہیں کی عبارت سے ثابت کر چکا ہوں۔ اب پہلی شق رہ جاتی ہے یعنی یہ کہ وہ مرتبہ بشرط لاشئی میں ہو اور وہ بعینہٖ حصر ہے اسی کو مولانا عوام کا خیال بتلا رہے ہیں۔ رہا مرتبہ لابشرطِ شئی تو اس کا تحقق یا مرتبہ بشرطِ شئی کے ضمن میں ہوگا یا مرتبہ بشرط لاشئی کے ضمن میں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

اس تقریر پر بحکم صدر صاحب جلسہ برخاست ہوگیا۔ اور شام کو بعد
مغرب اس طرح مناظرہ کی کارروائی شروع ہوئی۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : (بعد از خطبہ) حضرات آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے صبح مولوی صاحب سے سوال کیا تھا کہ آپ کے مولوی محمد قاسم صاحب نے یہ لکھا ہے کہ۔

"عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں لیکن اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں انتہیٰ"

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص خاتم کے یہ معنی کرے (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری نبی ہیں) مولوی محمد قاسم صاحب کے نزدیک وہ عوام میں داخل ہے اہل فہم میں نہیں اور میں ثابت کر چکا ہوں کہ اس کے یہ معنی خود جناب رسول اللہ صلعم نے بھی فرماتے ہیں صحابہ نے بھی یہی سمجھے ہیں اور مولوی صاحب بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں تو مولوی محمد قاسم صاحب کے نزدیک نعوذ باللہ جناب رسول اللہ صلعم اور تمام صحابہ و تابعین اور تمام ائمہ مفسرین عوام کالانعام میں داخل ہیں اور اہل فہم میں سے نہیں۔ اہل فہم میں محض اب مولوی محمد قاسم صاحب رہ گئے۔ ان کے نزدیک تمام مفسرین یک قلم بے سمجھ اور غیر معتبر ہیں حالانکہ ان میں حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر بھی ہیں جن کے بارے میں حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

گر باستدلال[1] کار دیں بدے
فخر رازی رازدار دیں بدے

لہٰذا اس عبارت میں خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی توہین ہوئی۔ کیوں کہ آپ کو عوام میں داخل کر دیا اور علیٰ ہذا تمام صحابہ و تابعین اور سارے مفسرین کی توہین ہوئی اور وہ بالاتفاق کفر ہے۔ بلکہ جو توہین رسول اللہ

---

[1] افسوس مولوی صاحب کو یہ بھی خبر نہیں کہ اس شعر میں امام رازی علیہ الرحمۃ کی منقبت ہے یا کچھ اور۔ برین عقل و دانش بباید گریست۔
یہ ہیں رضاخانیوں کے محدث و مفسر۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

صلعم کو کفر نہ جانے وہ بھی کافر ہے۔ صاحبو! میرا سوال یہ تھا مولوی صاحب نے اس کا کوئی کافی جواب نہیں دیا بلکہ صبح ایک بے کار منطقی بحث چھیڑ کر سارا وقت ضائع کر دیا جس سے مولوی صاحب کی غرض یہ تھی کہ وقت گزر جائے اور تحذیر الناس کی عبارت پر پوری روشنی نہ پڑے۔ مولوی صاحب! جب تک آپ میرے اس سوال کا جواب نہ دیں گے میں ہرگز آپ کو آگے نہ بڑھنے دوں گا۔ آپ بار بار کہتے ہیں کہ حصر کی نفی ہے حصر کی نفی ہے لیکن ثابت ابھی تک نہیں کر سکے۔ کسی کی اس قدر بے جا حمایت اچھی نہیں۔ آپ رسول اللہ صلعم کے مقابلہ میں مولوی محمد قاسم صاحب کی حمایت کرتے ہیں۔ کیا آپ کو مولوی محمد قاسم صاحب سے جس قدر محبت ہے اتنی بھی جناب رسول اللہ صلعم سے نہیں۔ انہوں نے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی جس پر سارے علماء نے حتی کہ حرمین شریفین کے علماء نے بھی کافر کہا لیکن آپ انہیں مسلمان ہی ثابت کرنا چاہتے۔ واللہ مولوی محمد قاسم صاحب قیامت میں آپ کے کچھ کام نہ آئیں گے۔ اور حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم عذاب ابدی سے نجات دلائیں گے۔

مولانا محمد منظور صاحب: میں سمجھتا تھا کہ شاید دوپہر سے اس وقت تک مولوی صاحب نے تحذیر الناس کے متعلق کوئی نئی بات سوچی ہوگی لیکن مولوی صاحب کی اس تقریر نے بتا دیا کہ بس اب ان تلوں میں تیل نہیں رہا جو کچھ آپ نے تحذیر الناس کی عبارت کے متعلق صبح کہا تھا وہی بعینہٖ فرما رہے ہیں۔ اس کے جواب کی تو میں اب ضرورت نہیں سمجھتا کیوں کہ صبح تفصیل کے ساتھ کئی مرتبہ عرض کر چکا ہوں جس کو پبلک نے سمجھ لیا ہوگا۔ ہاں اس مرتبہ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ توہین رسول اللہ صلعم کفر ہے اور جو اسے کفر نہ کہے وہ بھی کافر ہے میں کہتا ہوں کہ مسئلہ بے شک یوں ہی ہے کہ توہین جناب رسول اللہ صلعم کفر بلکہ اشد کفر ہے اور جو مردود اس توہین کرنے والے کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ اسی وجہ سے تو ہم کو آپ کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب کے اسلام میں کلام ہے کیوں کہ وہ کوکبہ شہابیہ میں مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید دہلوی رح کے متعلق لکھتے ہیں کہ۔

"انہوں نے جناب محمد رسول اللہ صلعم کو بے دھڑک صاف صریح گالیاں دیں اور اللہ جبار وقہار کا کچھ خوف نہیں کیا" اور قسم کھا کر فرماتے ہیں۔ "کہ واللہ واللہ ان گالیوں کی اطلاع رسول اللہ صلعم کو ہوئی اور خدا کی قسم ان کو ان گالیوں سے ایذا پہنچی" پھر آگے چل کر فرماتے ہیں۔ "کہ اس کھلی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں"

الغرض مولوی احمد رضا خان صاحب مولوی محمد اسماعیل صاحب شہید دہلوی رح کے متعلق یہاں تو قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت صلعم کی کھلی توہین کی۔ صاف صاف گالیاں دیں جن میں تاویل کی بھی گنجائش نہیں اور اپنے رسالہ "سُبحان السُبوح" میں اُنہیں شہید مرحوم کے متعلق آخری حکم یہ دیتے ہیں کہ۔ علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے۔ وہو الجواب وبہ یفتی وعلیہ الفتوی وھو المذھب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ وفیہ السداد۔

یعنی مولوی اسماعیل صاحب کو کافر نہ کہنا بلکہ مسلمان کہنا یہی جواب باصواب ہے اور اسی پر فتوے ہونا چاہیئے اسی پر فتویٰ ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اسی پر اعتماد کرنا چاہیئے۔ اسی میں سلامتی ہے اور اسی میں استقامت ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کے نزدیک ایک شخص آنحضرت صلعم کو صاف صاف صریح صریح گالیاں دے کر بھی مسلمان رہ سکتا ہے اور اسے کافر کہنا بد احتیاطی اور ہلاکت میں پڑنا ہے۔ سلامتی اسی میں ہے کہ اسے مسلمان کہا جائے۔ استغفر اللہ العلی العظیم۔ اور یہ خود کفرِ عظیم ہے جیسا کہ آپ ابھی فرما چکے ہیں۔ لہٰذا آپ کے اعلیٰحضرت خود اپنے اور آپ کے قول سے کافر بنے۔ ابھی تک تو آپ کی جماعت ان کے اس اقراری کفر کو اٹھا نہیں سکی ہے اگر آپ کے اندر ہمت ہو تو آپ ہی اٹھائیں لیکن ذرا سوچ سمجھ کر کیوں کہ خاکسار کو بھی آپ کے اعلیٰحضرت کی کتابوں سے کچھ واقفیت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کی تاویل کو خود انہیں کا کلام شریف رد کر دے ؎

سنبھل کے رکھنا قدم دشتِ خار میں مجنوں
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

یہ تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ گھبرا کر مولوی رحم الٰہی صاحب نے اثنائے تقریر میں جواب دیا کہ۔

مولوی صاحب! الکوکبۃ الشہابیہ اور سبحان السبوح ایک بشر کی کتابیں ہیں ان میں تناقض ہو جانا کچھ بعید نہیں یہ شان تو محض خدا تعالےٰ کے کلام پاک کی ہے۔ چنانچہ قرآن عزیز میں فرمایا جاتا ہے

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا۔

یعنی خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ تم لوگ قرآن شریف کو غور سے نہیں دیکھتے۔ اس کے خدائی کتاب ہونے کی بھی

بڑی دلیل ہے کہ اس کے مضامین میں اختلاف نہیں۔ اگر وہ خدائی کتاب نہ ہوتی بلکہ کسی بشر کی بنائی ہوئی ہوتی تو اس میں بہت سا اختلاف ہوتا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کلام میں تناقض نہ ہونا محض اللہ تعالےٰ ہی کی شان ہے کسی بشر کی نہیں۔ بس آپ کے اس الزام کا بھی یہی جواب ہے کہ "الکوکبۃ الشہابیہ" اور "سبحان السبوح" کے مضمون میں تناقض ہو گیا ہے جو ایک بشر کی شان سے بعید نہیں۔ خود آپ کے علماء کے کلام میں بھی بہت سی جگہ تناقض ہے اعلیٰحضرت ہی پر کیا الزام ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب :

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

مولانا جواب تو آپ نے واقعی نیا اور نہایت ہی عجیب وغریب دیا لیکن واللہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کے کفر پر رجسٹری ہی کردی[1] اور جو کچھ ٹوٹی پھوٹی تاویلیں آپ کی جماعت اب تک اس کفر کے اٹھانے کے لئے کیا کرتی تھی آپ نے بحمد اللہ ان سب پر ہی پانی پھیر دیا۔ لیکن میں اس کی تفصیل جب کروں گا جب پہلے آپ مجھ کو اس کی تحریر دے دیں کہ "الکوکبۃ الشہابیہ" اور "سبحان السبوح" کی دونوں عبارتوں میں تناقض ہے جو کسی بشر کی شان سے بعید نہیں۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : آپ بے کار باتوں میں وقت ضائع نہ کریں یہ خارجی بحث ہے یہ بھی میرا احسان تھا کہ میں نے اس کا جواب دے دیا اصل میں بحث مولوی محمد قاسم صاحب کے کفر و اسلام کی ہو رہی ہے جواب آپ دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : مہربان من! شرائط میں یہ طے ہو چکا ہے کہ اثنائے مناظرہ میں جس

---

[1] کاش مولانا نے یہ نہ فرمایا ہوتا اور محض تحریر ہی کے مطالبہ پر اس تقریر میں اکتفا کیا ہوتا۔ مولانا کی یہ غیر معمولی اور غیر ضروری جرأت اکثر مخالفین کے لئے سہولت کا باعث بن جاتی ہے۔ جیسا کہ سنبھل اور دروو کے مباحثہ میں تجربہ ہوا۔ ۱۲

مناظر کا جو جملہ فریق مخالف لکھانا چاہے گا لکھائے گا۔ اس کو حق انکار نہ ہوگا۔ آپ کو اس کی تحریر دینی ہوگی۔ ہاں اگر آپ فرمائیں گے تو میں اس پر بحث نہیں کروں گا۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ نے جو کچھ فرمایا ہے اس کی تحریر چھوڑ دی جائے۔ اس پر تو مولوی احمد رضا خان صاحب کے کفر و اسلام کا انشاء اللہ اقراری فیصلہ ہے۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : دیکھئے صدر صاحب یہ صبح کی طرح پھر اس وقت خارجی باتوں میں وقت ضائع کرنا چاہتے ہیں۔ مولوی صاحب! اس وقت مولوی احمد رضا خان صاحب کے کفر و اسلام کی بحث نہیں ہے بلکہ مولوی محمد قاسم صاحب کے کفر و اسلام کی بحث ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : بے شک اصل بحث حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رح ہی کے متعلق تھی اور آپ مولوی احمد رضا خان صاحب کے وکیل بن کر مولانا مرحوم کا کفر ثابت کرنا چاہتے تھے لیکن حضرت مرحوم کی کرامت ہے کہ آپ کے مؤکل خود ہی کفر کے جال میں پھنس گئے اور ایسے پھنسے کہ اب آپ اس معاملہ میں ان کی وکالت کے لئے بھی تیار نہیں یہ سچ ہے۔

چاہ کن را چاہ در پیش

خیر اگر آپ تحریر دے سکتے ہوں تو مہربانی فرما کر عنایت فرمائیے ورنہ صاف فرما دیجئے کہ میں تحریر نہیں دوں گا۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : مولانا یہ بالکل خارج از بحث باتیں ہیں لہٰذا میں ہرگز تحریر نہیں دوں گا۔ اور نہ از روئے شرائط مناظرہ میں تحریر دینے پر مجبور ہوں۔ کیوں کہ اس میں یہ نہیں ہے کہ خارجی باتوں کی بھی تحریر لی جائے گی۔ مولوی صاحب! آج تحذیر الناس کی بحث ہے الکوکبۃ الشہابیہ اور سبحان السبوح کی بحث نہیں ہے۔ آپ میری تقریر کا جواب پورا کیجئے۔ اور ان خارجی باتوں کو چھوڑ دیجئے۔ مناظرہ اس طرح نہیں ہوا کرتا۔

مولانا محمد منظور صاحب : معلوم ہو گیا کہ مولوی صاحب کسی طرح تحریر دینے کے لئے تیار نہیں اب حاضرین اور صدر صاحب یہ خود فیصلہ کر لیں کہ از روئے شرائط مناظرہ مولوی صاحب مجبور ہیں یا نہیں میں اپنی باقی ماندہ تقریر کو پورا کرتا ہوں۔

مولوی صاحب نے فرمایا تھا کہ تم بار بار کہتے ہو کہ حصر کی نفی ہے حصر کی نفی ہے اور ثابت ابھی تک

نہیں کر سکے۔ میں عرض کرتا ہوں بے شک حصر ہی کی نفی ہے اور اسی کو مولانا مرحوم عوام کا خیال بتا رہے ہیں اور بحمد اللہ خود حضرت مولانا ہی کے کلام سے میں اس کا ثبوت بھی دے چکا ہوں۔ آپ سے اگر ہو سکے تو اس ثبوت کو رد کیجئے آپ نے اپنی تقریر کے آخری حصہ میں میرے متعلق یہ بھی فرمایا تھا کہ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ میں آنحضرت صلعم کے مقابلہ میں مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ کی حمایت کرتا ہوں۔ آپ کو خدا کا خوف کھانا چاہیئے دنیا میں ہمیشہ رہنا نہیں ہے۔ ایک دن مجھ کو اور آپ کو دونوں کو اس خدا کے دربار میں بھی جانا ہے جو دلوں کے حالات کو بھی جانتا ہے وہاں میرا اور آپ کا فیصلہ ہو گا۔

واللہ ایک مولوی محمد قاسم صاحب کیا معنی کروڑوں محمد قاسم قربان ہوں آنحضرت صلعم کی خاک پا پر۔ یاد رکھئے کہ ہم اگر مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ سے کچھ تھوڑا بہت تعلق رکھتے ہیں تو وہ محض اس وجہ سے کہ وہ ایک غلام ہیں حضرت سرور کائنات فخر موجودات جناب رسول اللہ صلعم کے۔ اور وہ ایک باغبان ہیں گلستان محمدی کے۔ اور ہم کو مولوی احمد رضا خان صاحب سے اگر کچھ بغض و عداوت ہے تو وہ محض اس وجہ سے کہ انہوں نے آگ لگائی ہے باغ محمدی میں اور جو توحید و سنت کا باغ دنیا میں جناب رسول اللہ صلعم نے لگایا تھا۔ جس کو صحابہ نے اپنے خون کی ندیاں بہا کر سیراب کیا تھا آپ کے مولوی احمد رضا خان صاحب نے شرک و بدعت کو رواج دے کر اس چمنستانِ توحید کو اجاڑا ہے۔

اسی پر ہم کو کہا جاتا ہے کہ تم کو رسول اللہ صلعم سے محبت نہیں مولوی محمد قاسم صاحب سے محبت ہے۔ بے شک ہم کو مولوی محمد قاسم صاحب سے محبت ہے کیوں کہ انہوں نے ہمارے سینہ کو جناب رسول اللہ صلعم کی محبت سے بھر دیا آج انہیں کی جوتیوں کا طفیل ہے کہ مجھ کو بدعت ملعونہ سے سخت نفرت اور جناب رسول اللہ صلعم کی سنت مبارکہ سے الفت ہے۔ الغرض جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وجہ سے محبت ہے کہ آپ محبوب ہیں اور مولوی محمد قاسم صاحب سے یوں محبت ہے کہ انہوں نے محبوب تک پہنچا دیا۔

ہمارا ایمان ہے کہ جب تک رسول اللہ صلعم کی محبت دنیا و مافیہا حتی کہ اپنی جان سے بھی زیادہ نہ ہو گی اس وقت تک ایک مسلمان مومن کہلانے کا مستحق نہیں۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ

مولوی رحم الٰہی صاحب : نہیں جناب آپ محض مجیب ہیں آپ کو تو کسی سوال کا حق ہی نہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : اچھا آپ مجھ کو اس کی تحریر دے دیجئے کہ میرا یہ مطالبہ خلاف آداب مناظرہ ہے۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : اچھا لیجئے میں ثبوت دیتا ہوں مجھ کو حسام الحرمین دے دیجئے۔

(۱۰ امنٹ تقریباً حسام الحرمین کا مطالعہ کرنے کے بعد صدر صاحب کے پاس آکر) لیجئے حضرت اس میں وہ عبارت بھی موجود ہے جس پر میں صبح سے بحث کر رہا ہوں اور جس میں توہین ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

"سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں"

اسی پر اعلیٰ حضرت نے تکفیر کی ہے اور اسی سے علماء حرمین نے اتفاق کیا ہے اس سے معلوم ہوگیا کہ علماء حرمین نے بھی توہین کی وجہ سے مولوی محمد قاسم صاحب کو کافر کہا ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : مجھے اس وقت بے ساختہ کہنا پڑتا ہے کہ اس وقت جناب کی تقریر بالکل ایسی ہوئی ہے کہ کسی نے کہا تھا کہ الف بے زبر عف۔ الف تے زیر عف۔ لہٰذا ثابت ہوگیا کہ میرا نام محمد یوسف ہے۔

اس کے بعد میں مناسب سمجھتا ہوں کہ فتویٰ "حسام الحرمین" کی کل وہ عبارت پڑھ کر سنا دوں جس کا تعلق حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رح کی تکفیر سے ہے تاکہ آپ حضرات کو معلوم ہو جائے کہ مولوی صاحب اور آپ کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب کس قدر سچے ہیں۔ اصل میں حسام الحرمین عربی میں ہے لیکن وہ مع ترجمہ چھپی ہے لہٰذا میں اس کا ترجمہ ہی پڑھ کر سناتا ہوں۔ مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں۔

"اور قاسمیہ قاسم نانوتوی کی طرف منسوب جس کی تحذیر الناس ہے اور اس نے اپنے رسالہ میں کہا ہے (اس کے بعد تحذیر الناس صفحہ ۱۴ کا فقرہ۔ بعد ازاں صفحہ ۲۸ کا فقرہ۔ بعد ازاں صفحہ ۳ کا فقرہ لکھا ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔ "حالانکہ فتاویٰ تتمہ اور الاشباہ و النظائر وغیرہما میں تصریح فرمائی کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پچھلا نبی نہ جانے تو مسلمان

والناس اجمعین اوکما قال علیہ السلام۔

الغرض میں مولوی محمد قاسم صاحب کی حمایت کرتا ہوں تو محض اس وجہ سے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غلام ہیں اور ان پر ایک دشمنِ رسول نے محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آڑ میں توہین جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا الزام لگایا ہے۔ میری یہ حمایت بھی اللہ اور اس کے رسول جل ذکرہٗ و صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لئے ہے کسی کے غلام کی حمایت یقیناً اس کے آقا کی خوشنودی اور رضامندی کا باعث ہے اور میری یہ حمایت محض مولوی احمد رضا خان صاحب کے مقابلہ میں ہے جنہوں نے اللہ کے پاک بندوں پر ناپاک الزامات رکھ کر اپنا نامۂ اعمال سیاہ کیا ہے۔

اس کے بعد میں اصل بحث کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں اور اسی پر انشاء اللہ اس بحث کا خاتمہ ہے بشرطیکہ آپ نے کچھ صداقت سے کام لیا۔ حاضرینِ جلسہ بالخصوص جناب صدر صاحب! آپ حضرات صبح سے سن رہے ہیں کہ مولوی صاحب کا یہ سوال ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب نے نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی جس کی وجہ سے علماءِ حرمین شریفین نے ان کو کافر کہا ہے۔ میں اس توہین کے جھوٹے الزام کا تو بحمد اللہ کافی شافی جواب دے چکا اور یہ ثابت کر چکا کہ تحذیر الناس کی عبارت میں ہرگز جناب رسول اللہ صلعم کی توہین نہیں ہے۔ ہاں کسی کے نزدیک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ہی بیان کرنے کا نام توہین ہو تو وہ ضرور یہ کہہ سکتا ہے کہ اس عبارت میں توہین ہے۔ لیکن اب میں ان تمام باتوں سے قطع نظر کر کے مولوی صاحب سے کہتا ہوں کہ دکھلائیے کہاں علماءِ حرمین نے توہین کی وجہ سے مولانا محمد قاسم صاحب رح کو کافر لکھا ہے؟

مولوی رحم الٰہی صاحب : آپ کو اپنا منصب ملحوظ رکھنا چاہئے۔ مولانا آپ مجیب ہیں آپ کو اس سوال کا حق نہیں۔ آپ خلافِ آدابِ مناظرہ چلنے لگے۔

مولانا محمد منظور صاحب : بہت خوب آپ کل سے یہ دعوےٰ کر رہے ہیں کہ مولانا محمد قاسم صاحب کو علماءِ حرمین شریفین نے توہین کی وجہ سے کافر کہا ہے اب میں حوالہ طلب کرتا ہوں تو میرا یہ مطالبہ خلافِ آدابِ مناظرہ ہے۔ معلوم ہوا کہ جناب کو فنِ مناظرہ سے بھی بہت زیادہ تعلق ہے۔ اجی حضرت ناقل کے ذمہ تصحیح نقل ہے خواہ وہ سائل ہو یا مجیب۔

نہیں۔ اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا آخر الانبیاء ہونا سب انبیاء سے زمانے میں پچھلا ہونا ضروریاتِ دین سے ہے۔"

اس عبارت سے ہر عقل والا یہی سمجھے گا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب مولوی محمد قاسم صاحب کو محض اس وجہ سے کافر لکھ رہے ہیں کہ وہ العیاذ باللہ ختم نبوت کے منکر ہیں اور اسی فتوے پر علماء حرمین نے تصدیق کی ہے۔ اب اگر کسی کے دل میں یہ خلجان ہو کہ کافر تو کہا ہی ہے اگرچہ انکار ختم نبوت کی وجہ سے ہی سہی تو اوّل تو یہ مولوی صاحب کا اعتراض ہی نہیں صبح مولوی صاحب اس اعتراض سے دست برداری دے چکے ہیں۔ اور فرما چکے ہیں کہ میرا سوال محض توہین کے متعلق ہے آپ حضرات کو بھی یہ بات یاد ہوگی۔ دوسرے یہ کہ یہ تکفیر اسی کی ہوگی جس نے ختم نبوت زمانی کا انکار کیا ہو۔ اور میں ثابت کر چکا ہوں کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رح ختم نبوت زمانی کا انکار نہیں فرما رہے۔ بلکہ اس کو متعدد دلیلوں سے ثابت کر کے اس کے منکر کو کافر ٹھہرا رہے ہیں۔ ہاں اس کے ساتھ ختم نبوت مرتبی کا اضافہ بھی فرما رہے ہیں۔

مولوی احمد رضا خان صاحب نے علماء حرمین کو دھوکہ دیا اور ایک فقرہ صفحہ ۱۴ کا۔ دوسرا صفحہ ۲۸ کا تیسرا صفحہ ۳ کا لکھ کر ایک مسلسل مضمون بنایا اور مولانا مرحوم کو ختم نبوت زمانی کا منکر ٹھہرا کر ان کی تکفیر کی علماء حرمین نے بھی اس کی تصدیق کر دی۔ انہیں کیا خبر تھی کہ اس عبارت میں کیسی کیسی ناجائز قطع برید کی گئی ہے۔ اور ایک فقرہ صفحہ ۲۸ کا، دوسرا صفحہ ۱۴ کا، اور تیسرا صفحہ ۳ کا لے کر بالقصد ایک کفری مضمون بنایا گیا ہے بلکہ ان میں سے بعض حضرات نے تو یہ تصریح بھی کر دی ہے کہ اگر واقعی مولوی محمد قاسم صاحب ختم نبوت زمانی کے منکر ہوں اور فی الحقیقت مولوی اشرف علی صاحب وغیرہ نے توہین کی ہو جب وہ کافر ہیں ورنہ نہیں۔ چنانچہ فتوے حسام الحرمین کی تقریظ نمبر ۳ میں یہ الفاظ ہیں۔

فهم و الحال ما ذكرت كفار مارقون۔

"یعنی اگر فی الحقیقت ان لوگوں کا وہی حال ہے جو تم نے (یعنی مولوی احمد رضا خان صاحب نے) لکھا ہے تو وہ کافر ہیں اسلام سے خارج ہیں"

حسام الحرمین صفحہ ۳۴ و صفحہ ۱۵۰ کی ایک تقریظ کے یہ الفاظ ہیں

فاذا ثبت وتحقق ما نسب الی ھؤلاء القوم ما ھو مبین فی السوال فعند ذالک یحکم بکفرھم۔

"یعنی مولوی احمد رضا خان صاحب نے جو باتیں ان لوگوں (مولانا محمد قاسم صاحب و مولانا اشرف علی صاحب وغیرہ) کی طرف اس میں منسوب کی ہیں اگر وہ پایۂ ثبوت کو پہنچ جائیں اور متحقق ہوجائیں تو اس وقت ان کے کفر کا حکم لگایا جائے گا۔ (ورنہ نہیں)"

صفحہ ۱۳ پر ایک تقریظ کے یہ الفاظ ہیں۔

ھذا حکم ھؤلاء الفرق والاشخاص ان ثبت عنھم ھذہ المقالات الشنیعۃ

"یعنی اگر یہ برے اقوال ان لوگوں کے ہوں جب ان کے کافر ہونے کا حکم دیا جائے گا"[1]

مولانا کی یہ تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ مولوی رحم الٰہی صاحب نے اثنائے تقریر میں فرمایا کہ تو کیا یہ عبارتیں جو حسام الحرمین میں اعلیٰ حضرت نے ان مولوی محمد قاسم صاحب وغیرہ کی لکھی ہیں ان کی نہیں ہیں۔ اور یہ ان کے برے اقوال نہیں ہیں ؟

مولانا محمد منظور صاحب : جس طرح کہ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ (نماز کے پاس مت جاؤ) بلاشبہ الفاظ قرآنی ہیں ایسے ہی حسام الحرمین میں جو عبارت "حفظ الایمان کی لکھی گئی ہے وہ حفظ الایمان کی ہی عبارت ہے اور جس درجہ میں کہ۔

ان الذین امنوا وعملوا الصلحت اولئک اصحب النار ھم فیھا خالدون۔

(مومنین صالحین سب کے سب دوزخی ہیں اسی دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے)۔

قرآن شریف کے الفاظ ہیں۔ اسی درجہ میں حسام الحرمین میں لکھی ہوئی عبارت تحذیر الناس کی عبارت

---

[1] یہ مضمون حسام الحرمین میں اور بھی چند تقریظوں میں ہے چنانچہ تقریظ ص۲۹ و ص۳۲ میں بھی اسی قسم کے لفظ ہیں ۱۲

ہے۔ اور جس طرح ان الفاظ قرآنی سے نماز کے حرام اور مومنین صالحین کے دوزخی ہونے کا حکم نکالنے والا بے ایمان ہے ایسے ہی حفظ الایمان کی اس عبارت سے توہین اور تحذیر الناس کی عبارت سے انکار ختم نبوت کا مطلب نکالنے والا بھی بے ایمان ہے۔

اس کے بعد میں جناب صدر صاحب سے درخواست کروں گا کہ ان کے نزدیک اس عبارت پر بھی کافی روشنی پڑ چکی ہو تو اس کو ختم کر دیا جائے۔ ہاں اگر مولوی صاحب حسام الحرمین میں یہ دکھانا چاہیں کہ علماء حرمین شریفین نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رح کی تکفیر توہین کی وجہ سے کی ہے تو نہایت شوق سے اب بھی دیکھنے کو تیار ہوں۔ لیکن عرض کر چکا ہوں کہ انشاء اللہ تاقیامت مولوی صاحب نہیں دکھا سکتے۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : آپ کے پاس "الموت الاحمر" ہے ؟

مولانا محمد منظور صاحب : جی ہاں موجود ہے۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : اس میں اعلیٰ حضرت نے توہین کی وجہ بھی لکھی ہے۔ لائیے میں آپ کو ابھی دکھاتا ہوں۔

مولانا محمد منظور صاحب : بہت خوب ! دعوے یہ کہ علماء حرمین نے توہین کی وجہ سے کافر کہا ہے۔ اور دلیل یہ کہ اعلیٰ حضرت نے "الموت الاحمر" میں لکھا ہے۔ مہربان من بحث اس کی ہے کہ کہیں علماء حرمین نے بھی توہین کی وجہ سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کو کافر کہا ہے یا نہیں ؟ اگر ہو سکے تو اس کا جواب دیجئے۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : آپ مجھ کو الموت الاحمر تو دے دیجئے۔ بالآخر دے دی گئی۔

مولوی رحم الٰہی صاحب نے "الموت الاحمر" ہاتھ میں لے کر اس طرح تقریر شروع کی۔

" مراد آباد کے کسی طالب علم کی طرف سے اعلیٰ حضرت کے پاس ایک خط آیا تھا جس میں کچھ سوالات اور اعلیٰ حضرت پر کچھ اعتراضات تھے۔ اعلیٰ حضرت کا طریقہ یہ تھا کہ دیو بندی فرقہ کی طرف سے جو تحریر اعلیٰ حضرت کے پاس آتی تھی وہ اس کو مولوی اشرف علی صاحب کی سمجھ کر اس کا جواب مولوی اشرف علی صاحب ہی کے پاس تھانہ بھون بھیجا کرتے تھے۔ چنانچہ جب مراد آباد کے اس طالب علم کی طرف سے یہ خط آیا تو اعلیٰ حضرت نے حسب

لے (حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

عادت شریفہ اس کا جواب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے نام یہ لکھا جو الموت الاحمر کے نام سے چھپ چکا ہے اس میں مولوی محمد قاسم صاحب کے کفر پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں (اس کے مولوی رحم الٰہی صاحب نے تقریباً دو صفحہ اس الموت الاحمر کے پڑھ ڈالے۔ اس کے بعد فرمایا) کہ کہئے مولوی صاحب اب تو جناب کو معلوم ہوگیا کہ اعلیٰ حضرت نے محض انکار ختم نبوت ہی کی وجہ سے مولوی محمد قاسم صاحب کو کافر نہیں کہا ہے بلکہ توہین کی وجہ سے بھی کافر کہا ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : مہربان من! آپ کا دعویٰ یہ تھا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کو علماء حرمین نے توہین کی وجہ سے کافر کہا ہے۔ میرا یہ مطالبہ ہے کہ دکھلایئے کہاں علماء حرمین شریفین نے توہین کی وجہ سے کافر لکھا ہے۔ آپ اس کا جواب دیتے ہیں کہ جی اعلیٰ حضرت نے "الموت الاحمر" میں توہین کی وجہ سے کافر لکھا ہے۔ استغفر اللہ۔ اجی حضرت! آپ کے اعلیٰ حضرت کو پوچھتا کون ہے۔؟ ان کے متعلق تو ہمیں پہلے ہی سے معلوم ہے کہ ماشاء اللہ وہ کفریات کا خزانہ ہیں۔ ایک توہین کیا معنی اگر وہ ہزار وجہ سے بھی کسی کو کافر کہیں تو تعجب نہیں۔ سوال تو علماء حرمین کے متعلق ہے۔ یا آپ کے نزدیک بریلی، بدایون ہی حرمین شریفین ہیں؟ اس کے بعد میں پھر جناب صدر صاحب کو توجہ دلاؤں گا کہ وہ وقت ضائع نہ ہونے دیں ہم اس قدر بے کار نہیں ہیں۔

جناب صدر صاحب : میرے نزدیک فریقین اس بحث پر کافی روشنی ڈال چکے اور واقعی جیسا کہ مولانا نے فرمایا۔ بہت دیر سے وقت ہی ضائع ہو رہا ہے لہٰذا اس بحث کو یہیں ختم کر دیا جائے۔ اور دوسری بحث کل صبح سے شروع کی جائے۔ مگر مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ آپ کی ترتیب کے لحاظ سے کل براہین قاطعہ کی عبارت پر بحث ہونی چاہئے۔ لیکن مجھے کل پانچ بجے یہاں سے نینی تال جانا ہے لہٰذا میری خواہش یہ ہے کہ کل مسئلہ علم غیب پر بحث ہو جائے۔ کیوں کہ عبارتوں کی بحث کے متعلق مجملاً اتنا معلوم ہوگیا کہ آپ حضرات میں بس اختلاف عبارتوں کے مطلب

لہ قربان جایئے اس سمجھ کے، چاہے مولوی اشرف علی صاحب کے فرشتوں کو بھی خبر نہ ہو لیکن ان اعلیٰ حضرت کے نزدیک تحریر مولوی اشرف علی صاحب ہی کی ہے واہ رے چودھویں صدی کے مجدد تیرا عقل۔ ۱۲

میں ہے۔ آپ کے نزدیک جو ایک عبارت کا مطلب ہے آپ اس کو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک جو مطلب ہے وہ اس کو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ غالباً براہین قاطعہ کی عبارت میں بھی یہی بحث ہوگی۔ اور یہ کچھ زیادہ مفید نہیں۔ لہٰذا میری ذاتی رائے یہ ہے کہ مسئلہ علم غیب پر بحث ہو۔ آئندہ جو آپ حضرات کی رائے ہو۔ عالیجناب صدر صاحب کی یہ تجویز مولانا محمد منظور صاحب نے منظور فرمالی۔ اور مولوی رحم الٰہی صاحب کو بھی ناگواری کیساتھ منظور کرنی پڑی۔ اس کے بعد بحکم جناب صدر صاحب جلسہ برخاست ہوا۔ اور دوسرے روز تقریباً ۸ بجے صبح کو اس طرح کارروائی شروع ہوئی۔

مناظرہ کا تیسرا دن

۲۰ جولائی بروز جمعہ بوقتِ صبح

مناظرہ بر مسئلۂ علمِ غیب

مولانا محمد منظور صاحب : (مولوی رحم الٰہی صاحب سے) مسئلہ علم غیب میں چونکہ مدعی آپ حضرات ہیں۔ لہٰذا اصولاً مجھ کو سائل ہونا چاہیئے۔ لیکن اگر آنجناب سائل بننے میں اپنے لئے کچھ سہولت سمجھیں تو میں آپ کو سوال کا حق دیتا ہوں۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : آپ خود ہی سوال کریں میں جواب دوں گا۔

مولانا محمد منظور صاحب : معزز حاضرین ! کل اور پرسوں جو بحث ہوئی اس کا حاصل محض یہ تھا کہ آیا حضرت مولانا اشرف علی صاحب و مولانا محمد قاسم صاحب وغیرہ کی عبارات میں توہین ہے یا نہیں۔ مولوی صاحب نے ان ہر دو صاحبان کا کفر ثابت کرنے کے لئے یہ کوشش کی کہ کسی طرح یہ ثابت کردیں کہ ان عبارات میں نعوذ باللہ جناب رسول اللہ صلعم کی توہین ہے۔ اور میں نے بعونہ تعالےٰ یہ ثابت کیا کہ ان میں ہرگز جناب رسول اللہ صلعم کی توہین نہیں۔

الغرض مولوی صاحب کی ساری کوشش محض اس لئے تھی کہ ان دو مسلمانوں بلکہ ہزاروں نہیں بلکہ لکھوکھہا

مسلمانوں کو کافر بنائیں۔ اور میری ساری سعی و سرگردانی اس لئے تھی کہ کسی طرح یہ لاکھوں مسلمان جن میں ہزاروں کی تعداد میں دین کی خدمت کرنے والے اور مخالفین اسلام کے دندان شکن جواب دینے والے بھی ہیں مسلمان ہی رہیں۔

اب میں اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھ کو ہمیشہ اسی کی توفیق دے۔

بہرحال اب تک جو بحث ہوئی وہ کسی اختلافی مسئلہ کے متعلق نہیں تھی بلکہ وہ محض حفظ الایمان اور تحذیرالناس کی عبارتوں کے مطلب پر تھی۔ اب دو روز کے بعد خدا خدا کر کے وہ دن آیا ہے کہ ایک بہت بڑے اختلافی مسئلہ پر میری اور مولوی صاحب کی گفتگو ہوگی۔ آپ حضرات سے درخواست ہے کہ نہایت اطمینان اور سکون کے ساتھ فریقین کی تقریریں سنیں۔ اور یہ فیصلہ کریں کہ قرآن عزیز کس کے حق میں فیصلہ دیتا ہے اور احادیث نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کس کے ساتھ ہیں۔ صحابہ کرام اور سلف صالحین بالخصوص حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا دامن کس کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے بعد میں جناب مولوی صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ پہلے وہ اپنا دعوےٰ در بارۂ علم غیب رسول اللہ صلعم متعین کر دیں تاکہ حاضرین کو محل نزاع معلوم ہو جائے اور بحث نتیجہ خیز ہو۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : آپ نے جو تبصرہ کل اور پرسوں کی بحث پر کیا وہ سراسر انصاف کے خلاف ہے یوں کہنا چاہیئے کہ رحم الٰہی نے اس کی کوشش کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنیوالے کو کافر ثابت کرے۔ اور میں نے یہ کوشش کی کہ اس کو کافر نہ کہنے دوں بلکہ مسلمان ہی رہنے دوں اب لیجئے میں اپنا دعوےٰ متعین کرتا ہوں۔ ہم اہلسنت وجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب اکرم جناب محمد رسول اللہ صلعم کو تمام ماکان ومایکون کا علم دیا۔

مولانا محمد منظور صاحب : مہربانی فرما کر ذرا اردو میں فرما دیجئے۔ یہاں کی پبلک آپ کی اس عربی کو نہیں سمجھی۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : میری مراد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ازل سے ابد تک کا تمام علم دیا۔

مولانا محمد منظور صاحب : اس ازل و ابد سے جناب کی کیا مراد ہے ؟ آیا وہ جس کو اصطلاح میں ازل و ابد کہتے ہیں۔ یعنی مالا بدایۃ لہ ومالا نہایۃ لہ یا اس سے ابتداءِ دنیا وانتہاءِ دنیا مراد ہے ؟

مولوی رحم الٰہی صاحب نے دو تین مرتبہ دریافت کرنے پر بھی اس کا کوئی معقول جواب نہیں دیا اور ہر مرتبہ گول مول لفظ کہہ کر ٹال دیا۔ بالآخر مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اگر آپ کو اپنا صحیح مذہب معلوم نہیں ہے یا آپ کسی وجہ سے اس کو ظاہر کرنا نہیں چاہتے تو پھر مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں آپ کے اعلیٰ حضرت کی تصانیف سے بتلاؤں کہ آپ کا اس میں کیا مذہب ہے

تب بڑی مشکل سے مولوی عبدالعزیز خان صاحب مدرس مدرسہ منظر اسلام بریلی کی تلقین پر فرمایا کہ میری مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو ابتدائے آفرینش عالم سے اس وقت تک کی تمام باتیں تفصیلی طور پر بتا دیں جب تک کہ جنتی جنت میں جائیں اور دوزخی دوزخ میں۔

مولانا محمد منظور صاحب : یہ علم محیط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کب عطا ہوا۔؟

مولوی رحم الٰہی صاحب : یہ علم تدریجاً دیا گیا۔ لیکن اس کی تکمیل اس وقت ہوئی جب قرآن عزیز کا نزول ختم ہوا۔

مولانا محمد منظور صاحب : یہ عقیدہ جناب کا قطعی ہے یا محض وہم وگمان کے درجہ میں ؟

مولوی رحم الٰہی صاحب : قطعی کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ اس کے خلاف کوئی احتمال کسی قسم کا نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ اس کے خلاف احتمال ناشی عن الدلیل نہ ہو۔ اگرچہ احتمالات غیر ناشیہ عن الدلیل موجود ہوں۔ ہمارا یہ عقیدہ اسی دوسرے معنی کے اعتبار سے قطعی ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : آپ اس کے منکر کو کیسا سمجھتے ہیں۔ مسلمان یا کافر ؟

مولوی رحم الٰہی صاحب : ہم منکرین کی تفصیل کرتے ہیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلعم کو کوئی بات بھی غیب کی نہیں بتائی تو ہم اس کو کافر سمجھتے ہیں۔ اور اگر محض ہماری اس تحدید کا انکار کرے تو گمراہ جانتے ہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : حضرت گمراہ کلی مشکک ہے۔ کافر کو بھی گمراہ کہا جا سکتا ہے اور اس کو بھی جو مسلمان ہو لیکن اہلسنت سے خارج ہو۔ حتیٰ کہ اس کو بھی کہا جاتا ہے جو کوئی بات خلاف تحقیق سلف کہے۔ اگرچہ اہلسنت سے خارج نہ ہو۔ لہذا برائے مہربانی تعیین فرمایئے کہ وہ کس درجہ کا گمراہ ہے۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : اس میں بھی ہم تفصیل کرتے ہیں۔ اگر اس کے نزدیک یہ عقیدہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے لیکن محض ضد و ہٹ دھرمی کی وجہ سے انکار کرتا ہے تو گمراہ ہے اور اگر درحقیقت اس کی نظر دلیلوں تک نہیں پہنچی اور اس کے نزدیک ثابت ہی نہیں ہوا اس وجہ سے انکار کرتا ہے تو وہ معذور ہے ہم اس کو گمراہ بھی نہیں کہتے۔

مولانا محمد منظور صاحب : آپ حضرات ہمارے فاضل مخاطب کی لیاقت علمی کی داد دیں۔ ابھی تک تو ہم نے منطق کی کتابوں میں یہ دیکھا تھا کہ "تقسیم الشی الیٰ نفسہ و الی غیرہ" ناجائز ہے۔ لیکن ہمارے مولوی صاحب نے اس کو بھی آج جائز کر دیا۔ اور کیوں نہیں جب دین میں بھی نئے ایجادیں ہو سکتی ہیں تو پھر منطق میں کیوں نہ ہوں۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے آپ کو یاد ہوگا کہ ابھی میں نے مولوی صاحب سے سوال کیا تھا کہ جو شخص آپ کے اس عقیدہ (علم غیب) کو نہ ملنے وہ آپ کے نزدیک کیسا ہے اس کا جواب مولوی صاحب نے یہ دیا کہ اگر بالکل سرے سے علم غیب کا انکار کرے تو کافر ہے۔ اور اگر محض ہماری تحدید کا انکار کرے تو گمراہ ہے اس پر میں نے مولوی صاحب سے یہ سوال کیا کہ گمراہ ایک عام لفظ ہے اس سے آپ کی کیا مراد ہے۔ تو اس کا جواب مولوی صاحب دیتے ہیں کہ اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ اگر محض ضد و ہٹ دھرمی کی وجہ سے نہ مانے تو گمراہ ہے۔ اور اگر لاعلمی کی وجہ سے انکار کرے تو وہ گمراہ بھی نہیں۔ جس کا حاصل یہ ہوا کہ مولوی صاحب نے جس کو پہلے گمراہ کہا تھا اس کی دو قسمیں ہیں ایک گمراہ اور دوسری وہ کہ گمراہ بھی نہیں ہے۔ مہربان من! اسی کا نام تو تقسیم الشیٔ الی نفسہ والی غیرہ ہے۔ لیکن خیر یہ تو ایک علمی لطیفہ تھا اب میں اصل مطلب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

میرا سوال تا ہنوز باقی ہے۔ اس کا ابھی کوئی جواب نہیں ہوا۔ آپ نے یہ نہیں بتلایا کہ وہ کس درجہ کا گمراہ ہے۔ لیجئے میں آپ کی سہولت کے لئے ایک خاص صورت میں اس سوال کو پیش کرتا ہوں۔ ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے قرآن عزیز کو بغور تمام از اول تا آخر دیکھا۔ احادیث نبویہ کا مطالعہ کیا اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جناب رسول اللہ صلعم کو ہرگز یہ علم محیط نہیں دیا گیا اور جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ علم محیط ثابت کرے

وہ جھوٹا ہے مفتری ہے بتلایئے اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے۔ مہربانی فرما کر صاف صاف جواب دیا جائے۔ گول باتوں کا یہ وقت نہیں ہے۔ دیکھنا ہے کہ آپ کے اندر کس قدر جرأت ہے اور آپ آج کتنوں کو کافر اور گمراہ بناتے ہیں۔

مولوی رحم الٰہی صاحب نے تقریباً نصف گھنٹہ تک اس کو صاف نہیں کیا اور ہر مرتبہ ادھر ادھر کی باتیں کرکے وقت صرف کر دیا اور حقیقت میں انہوں نے بڑی دور اندیشی سے کام لیا ورنہ ساری رضا خانیت کی قلعی کھل جاتی۔ اور سلف صالحین بالخصوص صحابہ کرام کو العیاذ باللہ گمراہ کہنا پڑتا۔ یا سُبحان اللہ!

بالآخر مجبور ہو کر مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اگر آپ اپنے عقیدہ کو روافض کی طرح پردہ راز میں رکھنا چاہتے ہیں تو یہ تقیہ آپ کو مبارک ہو۔ آپ نہ بتلایئے۔ لیکن اب اس دعوے پر دلیل ہی پیش کیجئے۔ وقت تو ضائع نہ ہو۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : (بعد از خطبہ) مولوی صاحب! آپ مجھ کو کہتے ہیں کہ وقت ضائع کرتے ہو۔ اللہ کچھ تو انصاف سے کام لیجئے۔ یہ بے کار باتیں کس نے شروع کی تھیں اگر آپ مجھ سے پہلے ہی دلیل کا مطالبہ کرتے تو نہ معلوم میں اب تک کتنی دلیلیں پیش کر چکا ہوتا۔ خیر اب دلیل سنئے۔ قرآن شریف میں ہے۔

"وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا"

اللہ تعالےٰ اپنے حبیب پاک جناب رسول اللہ صلعم سے فرماتا ہے کہ ہم نے سکھا دیا تمام وہ جو تم نہیں جانتے تھے"۔

مولوی صاحب! اگر آپ تدریس کا کام کرتے ہیں تو آپ کو ضرور معلوم ہو گا کہ اہل اصول کا اس پر اتفاق ہے کہ کلمہ ما عموم کے لئے آتا ہے یہ اصول کی تمام چھوٹی بڑی کتابوں میں لکھا ہوا ہے اور یہاں آیت کریمہ میں کوئی استثناء بھی نہیں کیا گیا۔ تو اس آیت کے یہ معنی ہوئے کہ اللہ تعالےٰ نے سکھا دیں تم کو تمام وہ باتیں جو تم نہیں جانتے تھے پس اس آیت سے صاف معلوم ہو گیا کہ تمام ماکان وما یکون کا علم رسول اللہ صلعم کو ان کے رب جلیل نے عطا فرما دیا۔ وللہ الحمد۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ مسنونہ) آپ حضرات نے مولوی صاحب کی دلیل سنی۔ اب اس

کو ذرا دعوے پر منطبق کرکے اور دیکھ لیجئے۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ مولانا کی پیش کردہ دلیل کو ان کے دعوے سے کتنا تعلق ہے۔ مولوی صاحب کا دعوے یہ تھا کہ۔ اللہ تعالےٰ نے جناب رسول اللہ صلعم کو ابتدار آفرینش عالم سے جنت اور دوزخ کے داخلہ تک کی تمام باتوں کا تفصیلی علم عطا فرمایا۔ اور استدلال میں جو آیت مولانا نے پڑھی وہ مولانا کے بیان کردہ مطلب کے اعتبار سے اس کو چاہتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم غیر متناہیہ حاصل ہوں۔ اس لئے کہ مولانا بڑے زور شور سے فرما چکے ہیں کہ ما عموم کے لئے آتا ہے اور آیت میں کوئی استثناء بھی نہیں۔ پس اگر مولوی صاحب کی تقریر کو صحیح مان لیا جائے تو لازم آتا ہے کہ تمام علوم خواہ وہ ابتدار آفرینش عالم سے پہلے ہی کیوں نہ ہوں اور خواہ وہ داخلہ جنت و دوزخ سے بعد ہی کے کیوں نہ ہوں سب کے سب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوں۔ حالانکہ مولوی صاحب خود فرما چکے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام علوم غیر متناہیہ نہیں مانتے بلکہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو محدود بین الغایتین جانتے ہیں۔

یہیں سے حاضرین یہ بھی فیصلہ کرلیں کہ ہم میں اور مولوی صاحب کی جماعت میں کیا فرق ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے اپنے حبیب پاک جناب رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو بہت سے علوم ظاہری و باطنی عطا فرمائے جن کو شمار بھی ہم نہیں کر سکتے۔ اور ان کی صحیح تعداد بھی بس ان کا دینے والا جانے یا لینے والا۔ ہاں اجمالاً اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ جس قدر علوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے گئے اتنے کسی نبی کسی ولی، کسی فرشتہ کو بھی عطا نہیں ہوئے۔ اور ہمارے نزدیک شریعت مطہرہ سے ثابت بھی اتنا ہی ہوتا ہے اس سے زیادہ ہرگز نہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جتنا مرتبہ علوم کے اعتبار سے ہمارے نزدیک شریعت سے ثابت ہے ہم اسی قدر مانتے ہیں نہ اس سے کم نہ اس سے زیادہ اور اسی میں اپنی نجات سمجھتے ہیں۔ لیکن ہمارے مخاطب صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن عزیز سے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علوم غیر متناہیہ ثابت ہوتے ہیں لیکن ہمارے عقیدہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیر متناہی نہیں بلکہ متناہی تھا۔ اور وہ بھی ابتدار آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ بقول مولوی صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جس قدر علوم قرآن عزیز ثابت کرتا ہے مولوی صاحب اس کا لاکھوں کروڑواں حصہ

بھی نہیں مانتے۔

کہیئے کس نے شان گھٹائی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور کون اقراری وہابی ہے ع

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

بہر حال اب آپ یا تو اس کا اقرار کریں کہ آپ نے جو مطلب اس آیت کریمہ کا بیان کیا ہے وہ غلط ہے، اس کے بعد میں انشاء اللہ اس کا صحیح مطلب بیان کروں گا۔ یا یہ اقرار کریں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علوم غیر متناہیہ مانتا ہوں میں نے پہلے تقیہ سے کام لیا تھا۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : آپ حضرات نے مولوی صاحب کا اعتراض سنا۔ مولوی صاحب یہ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ وعلمك مالم تكن تعلم تمام علوم کو ثابت کرتی ہے اور تمہارا دعوٰے تمام علوم کا نہیں بلکہ محض ابتداء آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک کا ہے۔

میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرا دعوٰے اسی قدر ہے۔ لیکن آپ کے اس اعتراض کا میرے استدلال پر کیا اثر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام علوم دے دیئے گئے تو اس ضمن میں ابتداء آفرینش عالم سے دخول جنت و دوزخ تک کے علوم بھی آگئے۔ بلکہ اس سے تو میرا دعوٰے مع شئی زائد ثابت ہو گیا۔ کیا آپ نے منطق نہیں پڑھی۔ مولوی صاحب! عام کا ثبوت خاص کے ثبوت کو مستلزم ہوتا ہے۔ جب تمام علوم کلیہ وجزئیہ آیت کریمہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہو گئے تو ابتداء آفرینش عالم سے دخول جنت و دوزخ تک کے علوم خود بخود ثابت ہو گئے وللہ الحمد۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) اگر اس وقت میرے مخاطب آپ کے بجائے کوئی سماجی دوست ہوتے تو واللہ میں اس عجیب وغریب تحقیق پر (کہ ثبوت عام ثبوت خاص کو مستلزم ہے) ایک فرمائشی قہقہہ لگواتا۔ لیکن مجھ کو آپ کی اس بزرگانہ صورت کا احترام کرنا پڑتا ہے۔

ہمارے فاضل مخاطب فرماتے ہیں کہ تو نے منطق نہیں پڑھی۔ بے شک میں نے وہ منطق نہیں پڑھی جس میں یہ ہو کہ عام کا ثبوت خاص کے ثبوت کو مستلزم ہے۔ میں نے جو منطق پڑھی ہے اس میں تو یہ ہے کہ خاص کا ثبوت عام کے ثبوت کو مستلزم ہے اور عام کا ثبوت خاص کے ثبوت کو مستلزم نہیں۔ یہ نئی منطق جس میں ایسی

البیلی باتیں ہوں آپ ہی حضرات کو مبارک رہے ہم تو کما حقہ اس کی داد بھی نہیں دے سکتے۔ ہاں اگر آج شیخ الرئیس ابن سینا دنیا میں موجود ہوتا تو شاید آپ کی فہم و فراست کی کما حقہ داد ملتی۔

رہا جناب کا یہ فرمانا کہ یہ ثبوت دعوے مع شئی زائد ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جناب کو فن مناظرہ سے بھی بہت زیادہ واقفیت ہے جس قدر کہ جامعہ رضویہ کے ایک صدر المدرسین کو ہونی چاہئے۔

مہربانِ من ! میرا اعتراض یہ ہے کہ آیت کریمہ جس قدر علوم بقول آپ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کرتی ہے آپ خود اتنے کے قائل نہیں۔ پس اب آپ کے لئے دو راستہ ہیں۔ ایک یہ کہ آپ اقرار کریں کہ میں نے آیت کریمہ کا مطلب غلط بیان کیا۔ اس سے تمام چیزیں مراد نہیں ہیں۔ دوسرے یہ کہ میں نے اپنا عقیدہ ناقص بیان کیا۔ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام علوم غیر متناہیہ مانتا ہوں۔ اس کے بعد میں انشاء اللہ آپ کی دلیل کا جواب دوں گا۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : (نہایت غضب ناک لہجہ میں) مولوی صاحب یہ مجلس مناظرہ ہے۔ آپ مذاق کرتے ہیں یا مناظرہ ؟ آپ نے اس مرتبہ میری ذات پر میرے علم پر کتنے حملے کئے ہیں۔ اگر علم ہی دکھانا ہے تو اپنے استادوں کو بلا لیجئے۔ مولوی اشرف علی صاحب بھی زندہ ہیں ابھی مرے نہیں ہیں۔ ان کو تھانہ بھون سے نکال لائیے اور پھر علمی جوہر دیکھ لیجئے۔ آپ ہیں کیا چیز۔ ابھی آپ ہیں کے دن کے بچے۔ چلئے میں آپ کے ساتھ تھانہ بھون چلتا ہوں۔ وہاں مولوی اشرف علی صاحب سے مناظرہ کرا دیجئے گا۔ آپ نے یہ کہا ہے کہ ثبوت دعوے مع شئی زائد اس کو نہیں کہتے۔ اگر اس کو نہیں کہتے تو بتلایئے کس کو کہتے ہیں ؟

مولانا محمد منظور صاحب : شعر ؎

عجب مزا ہے کہ مضمون تو دستیاب نہیں
مقابلہ پہ چڑھائے ہو آستینوں کو

حضرات آج رات میں نے اپنے بعض احباب سے کہا تھا کہ غالباً صبح کو مولوی رحم الٰہی صاحب مناظرہ کے درہم برہم کرنے کی انتہائی کوشش کریں گے اور انتہائی سخت کلامی سے کام لیں گے۔ کیونکہ صبح کی بحث میں انشاء اللہ آفتاب نیمروز کی طرح معلوم ہو جائے گا کہ کون اہلسنت وجماعت ہے اور سلف صالحین رضوان اللہ تعالےٰ علیہم

اجمعین کا سچا متبع ہے۔ اور کون جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا باغی ہے۔

اللہ پاک کا شکر ہے کہ اس نے میری اس پیشینگوئی کو سچ دکھایا۔ اب میں یہ بھی بتلا دینا چاہتا ہوں کہ یہ آپ ہی کی خصوصیت نہیں۔ بحمد اللہ تعالےٰ آج تک آپ کی جماعت کے جس شخص سے بھی اس مسئلہ پر گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا ہے اس نے عاجز آکر یہی راستہ اختیار کیا ہے۔ مثل مشہور ہے اذا عجز الانسان اطال اللسان۔ لیکن میری گزارش یہ ہے کہ اگر اس مناظرہ کو ختم ہی کرنا ہے تو اس ناگوار طرز کے اختیار کرنے کی حاجت نہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ میں کسی مصلحت سے مناظرہ کرنا نہیں چاہتا میں جناب کو مجبور نہیں کروں گا اور نہ مجھ کو مجبور کرنے کا حق ہے۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : آپ کا یہ خیال غلط ہے۔ ہم غصہ نہیں کرتے۔ ہم اس مسئلہ پر ایک مہینہ تک مناظرہ کرنے کو تیار ہیں۔

اس کے جواب میں جناب مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب نے فرمایا کہ جناب کی فراخ حوصلگی کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ ہم بھی عرصہ سے اس کے متمنی ہیں لیکن چونکہ یہ مسئلہ ایک علمی مسئلہ ہے۔ لہذا ہماری خواہش یہ ہے کہ مناظرہ مراد آباد یا اور کسی بڑے شہر کی طرف منتقل کر لیا جائے تاکہ حاضرین جلسہ فریقین کی تقریریں سن کر کسی خاص نتیجہ پر پہنچ سکیں۔ مولانا محمد منظور صاحب نے اس رائے سے اتفاق کیا اور فرمایا کہ میں اس کے لئے بریلی کو زیادہ مناسب سمجھتا ہوں وہ یہاں سے بہت زیادہ قریب ہے اور مولوی صاحب کی قیام گاہ ہونے کے علاوہ ان کی جماعت کا مرکز بھی ہے وہاں آپ کو زیادہ سہولت رہے گی۔ میں اسی وقت جناب کے ہمراہ چلنے کو تیار ہوں۔ بس جلسہ کا انتظام جناب کرا دیں باقی اپنے ذاتی اخراجات کا میں خود کفیل ہوں گا۔

مولوی رحم الٰہی صاحب نے اس کو بھی تسلیم نہیں کیا۔ اور اسی پر اصرار کیا کہ مناظرہ یہیں ہو (تاکہ کوئی حقیقت حال سے باخبر دار نہ ہو جائے)۔

بالآخر مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اگر آپ کسی وجہ سے بریلی کو مناسب نہیں سمجھتے تو پھر مراد آباد کو منظور فرمائیے اس میں کل انتظامات بذمہ فریقین ہوں گے۔ اور اگر یہ بھی منظور نہیں تو چلئے سنبھل کو رکھئے ہم کل انتظامات کریں گے حتیٰ کہ اگر آپ چاہیں گے تو کرایہ بھی آپ کو دیا جائے گا۔ لیکن کسی طرح تیار تو ہو جائیے۔

مولوی رحم الہی صاحب نے جب دیکھا کہ اب کوئی مفر نہیں تو مجبوری اپنے ہمراہیان سے مشورہ کر کے سنبھل کو منظور کیا اور اس کے متعلق مندرجہ ذیل تحریر فریقین کی جانب سے تیار ہوئی۔

"آج بتاریخ ۲۰ جولائی ۱۹۲۸ء دوران مناظرہ جناب مولوی رحم الہی صاحب مدرس اوّل مدرسہ منظر اسلام بریلی و مناظر جماعت رضویہ نے یہ فرمایا کہ اگر یہ مناظرہ ایک ماہ تک بھی جاری رہے تو بھی ہم اس مسئلہ (علم غیب) پر گفت گو کرنے کو تیار ہیں۔ جواباً جناب مولوی محمد اسماعیل صاحب سنبھلی نے فرمایا کہ بطیب خاطر منظور ہے۔ لیکن یہ مناظرہ مراد آباد ہونا چاہیئے تا کہ حاضرین فریقین کی گفتگو سے کسی خاص نتیجہ پر پہنچ سکیں۔ اس کے جواب میں مولوی رحم الہی صاحب نے فرمایا کہ تبدیلی مقام کی حاجت نہیں۔ یہ وہ مقام ہے کہ جس کو نہ ہمارا ہی کہا جا سکتا ہے نہ آپ ہی کا۔ جواباً مولوی محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ میں تین مقام پیش کرتا ہوں جو جناب مناسب خیال فرمائیں منتخب فرمالیں۔ بریلی، مراد آباد، سنبھل۔ اگر بریلی منظور ہو تو جناب کل اخراجات کے کفیل ہوں گے۔ اور اگر مراد آباد ہو تو انتظامات کے ذمہ دار فریقین ہوں گے۔ اور اگر جناب سنبھل کو مناسب خیال فرمائیں تو ہم انتظامات کے کفیل ہوں گے۔ جناب مولوی رحم الہی صاحب نے سنبھل کو منظور فرمایا"

اس مناظرہ کے متعلق امور ذیل قرار پائے۔

۱ : ہر فریق کو اختیار ہوگا کہ وہ جس کو چاہے اپنی جانب سے مناظر مقرر کرے۔

۲ : شرائط مناظرہ بذریعہ خط و کتابت طے ہوں گے۔

۳ : اس مناظرہ کے متعلق جملہ خط و کتابت مولوی رحم الہی صاحب مدرس اوّل مدرسہ منظر اسلام جامعہ رضویہ بریلی سے کی جائے گی۔ یا جناب مولانا حامد رضا خان صاحب سے۔"

اس کے بعد اس تحریر کو مولانا محمد منظور صاحب نے مولوی رحم الہی صاحب کے سامنے پیش کیا کہ اگر اب آپ کسی مزید ترمیم کی حاجت سمجھیں تو اس وقت کر دیں۔ ایسا نہ ہو کہ بعد میں اور شقیں نکلیں۔ مولوی رحم الہی صاحب نے اس کو لے لیا اور تین گھنٹہ کے بعد، بعد تقاضائے بسیار یہ لکھ کر واپس کیا۔

"بشرط اجازت سرپرست مدرسہ مولانا حامد رضا خان صاحب عظلہ"

یہ تحریر معہ اس ترمیم کے، مولانا محمد منظور صاحب کو ایک بجے موصول ہوئی۔ چونکہ گاڑی کا وقت قریب تھا اس لئے ہم لوگ فوراً وہاں سے چلے آئے۔ یہاں پہنچ کر حسب قرارداد شرائط مناظرہ کے متعلق خط و کتابت شروع ہوئی جو کامل تین مہینے جاری رہی اور مناسب شرائط طے ہونے کے بعد اس مناظرہ کی تاریخیں ۲۲، ۲۳، ۲۴، جمادی الاولے مقرر ہوئیں۔ لیکن تاریخ پر بھی باوجود سفر خرچ روانہ کر دینے کے مولوی رحم الٰہی صاحب تشریف نہ لائے۔ تب یہاں سے بذریعہ تار ایک نوٹس دیا گیا جس نے ان کو آنے پر مجبور کر دیا اور وہ ۲۴ جمادی الاولے کو معہ اور چند علماء جماعت رضویہ کے وارد سنبھل ہوئے۔ لیکن چونکہ شیر نیستان مناظرہ جناب مولانا محمد منظور صاحب سے مناظرہ کرنے کا تلخ مزہ دروّ میں چکھ چکے تھے اس لئے بذات خود مناظرہ نہیں فرمایا۔ بلکہ مولوی حشمت علی صاحب کو بحیثیت وکیل جماعت رضویہ مناظرہ میں پیش کیا۔ اور یہ مناظرہ حسب قرارداد مسئلہ علم غیب پر تین روز متواتر نہایت زور شور سے جاری رہا۔ جس کی مفصل کیفیت مناظرہ دروّ کی روئداد کے ساتھ اسی وقت شائع کر دی گئی تھی اور اب اس کا دوسرا ایڈیشن بھی علیحدہ کتاب کی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے۔ ناظرین اس کو دیکھ کر خود فتح شکست کا فیصلہ فرمالیں گے ہم رائے زنی بے سود سمجھتے ہیں۔

ہاں اتنا کہنے پر مجبور ہیں کہ بحمد اللہ اس عظیم الشان مناظرہ نے رضا خانیوں پر اللہ کی حجت تمام کر دی اور دنیا نے یہ دیکھ لیا کہ مسئلہ علم غیب میں ان کے پاس مکڑی کے جالے کے برابر بھی کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ اس کے برعکس قرآن عزیز نے اس عقیدہ کا ایسا ہی بلیغ رد کیا ہے جیسا کہ مشرکین کے بہت سے اوہام باطلہ کا۔

فالحمد للہ علی ایضاح الحق و ازھاق الباطل۔

خدا کا شکر ہے کہ اس نے اس ذریعے سے رضا خانیوں کے کان میں کلمۂ حق ڈلوا کر ہمیشہ کے لئے اپنی حجت تمام کر دی اور بہت سے حق پسند اپنی سادگی کی وجہ سے رضا خانیوں کے دام تزویر میں پھنس چکے تھے۔ اور رضا خانیت کے زبردست حامی تھے ہمیشہ کے لئے تائب ہو گئے اور جن کے قلوب بدعات کی تاریکیوں سے مسخ ہو چکے تھے انہوں نے عار کو نار پر ترجیح دی۔

فاللہ حسیبھم یوم القیامۃ۔

ہم ناظرین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ مناظرہ سنبھل کی روئداد کو ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

هذا آخر الكلام والسلام على من اتبع الهدى والتزم متابعة المصطفى عليه وعلى آله من الصلوات اتمها ومن التحيات اكملها۔

خاکسار

ناظم دارالاشاعت سنبھل

فَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّاعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُونَ

انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلہ میں سرکشی کی اور اس کو نہ مانا پس صاعقہ آسمانی یعنی قہر الٰہی کی بجلی نے ان کو ہلاک کر دیا اور وہ دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے

حضرات سنبھل و مراد آباد کے رضاخانیوں نے اپنا گھر بگڑتا دیکھ کر مناظرہ سنبھل کی روداد "صاعقہ آسمانی بر فرقہ رضاخانی حصہ دوم" کے جواب میں کئی ماہ کی دماغ سوزی اور عرق ریزی کے بعد ایک نام نہاد روداد تصنیف کر کے شائع کی تھی۔ اس کا جواب بھی ...

الحمد للہ کہ اس رسالہ حقانی موجب بصیرت ایمانی موسوم بہ

بارقہ آسمانی بر فرقہ رضاخانی

ضمیمہ صاعقہ آسمانی نمبر (۱)

نے رضاخانیوں کے اس طلسمی قلعہ کو بھی مسمار کر دیا

اس مبارک رسالہ کے پانچ حصے ہیں پہلے حصہ میں مولوی اجمل میاں صاحب رضاخانی روداد نویس سے دس سوال کیے گئے ہیں جن سے اُن کی روداد کے جعلی اور بناوٹی ہونے کا فیصلہ ہو جاتا ہے دوسرے حصہ میں رضاخانی تہذیب کی ننگی تصویر کا نظارہ دکھایا گیا ہے تیسرے حصہ میں اُن اضافوں کا مکمل جواب دیا گیا ہے جن کا اضافہ اس روداد میں مولوی احمد رضا خان صاحب وغیرہ کے رسالوں سے کیا گیا تھا۔ چوتھے حصہ میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے اُن اکیس مطالبات کی فہرست "صاعقہ آسمانی" سے انتخاب کر کے پیش کی ہے جن کے جواب سے مناظرہ میں مولوی حشمت علی صاحب عاجز رہے۔ پانچویں حصہ میں خاص علم قیامت کے متعلق رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد منظور صاحب کی ایک محققانہ اور عجیب و غریب تحریر ہے جس کی بلند پایگی کے لیے حضرت مولانا کا نام ہی کافی ضمانت ہے۔ اس تحریر کا جواب کوئی رضاخانی قیامت تک نہیں دے سکتا

...

بار اول ۱۰۰۰ — قیمت فی نسخہ ... (...) دار الاشاعت سنبھل

"صاعقہ آسمانی بر فرقہ رضاخانی" جس کی اشاعت نے رضاخانی ... میں تہلکہ مچا دیا ...

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ. وَاِلَّا فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ

اگر سچے ہو تو ثبوت پیش کرو، ورنہ سمجھ لو کہ جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہے۔

الٰہی تیرا قہر اُن پر گرے برق بلا ہو کر
جو دیں دھوکہ مسلمانوں کو ان کے رہنما ہو کر

بارقۂ آسمانی بر فرقہ رضاخانی

ضمیمہ

صاعقۂ آسمانی نمبر ا

مولوی اجمل میاں صاحب کے خود اپنے قلم سے رضاخانی روئداد کا قلع قمع اور بالکل جعلی اور جھوٹی ہونے کا اقرار

اہلسنت کی روئداد کے بالکل صحیح اور مطابق واقعہ ہونے کا غیبی فیصلہ

اس گھر کو آگ لگ گئی اپنے چراغ سے

ناظرین کرام! جمادی الاولےٰ ۱۳۴۴ھ میں جو عظیم الشان مناظرہ مابین اہلسنت وجماعت، وفرقہ رضاخانی۔ سنبھل ضلع مرادآباد میں ہوا تھا اس کی سچی روئداد رمضان المبارک میں ہم شائع کر چکے ہیں۔ جس کے صحیح اور مطابق واقعہ ہونے کا اعتراف منصف مزاج مخالفین کو بھی کرنا پڑا ہے۔ اس روئداد نے چونکہ مناظرہ کے اس فیض کو جو سنبھل کے اندر محدود تھا عام کر دیا۔ اور جہاں جہاں وہ روئداد پہنچی وہاں اس نے اس مناظرہ کا صحیح فوٹو کھینچ دیا۔ اور رضاخانیوں کے دعووں کی حقیقت، ان کی علمی قابلیت اور ان کی حیاسوز تہذیب کی ننگی تصویر (جس کا نظارہ دوران مناظرہ میں صرف باشندگان سنبھل نے کیا تھا) ہر ناظر کے پیش نظر کر دی۔ اس لئے رضاخانیوں نے بھی اس

کے جواب میں ایک نام نہاد روئداد تصنیف کی وہ ہماری بھی نظر سے گزری۔ اس میں جس قدر بے ایمانی اور دروغ بیانی سے کام لیا گیا ہے اس کا صحیح اندازہ وہ حضرات خود فرما سکتے ہیں جو اس مناظرہ میں شریک رہے ہوں۔ ہم خود اس کے متعلق کچھ لکھنا غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ ہاں بس یہ عرض کریں گے کہ اے شرم و حیا کے دشمنو! مناظرہ کے پلیٹ فارم پر اپنے دعوے کے ثبوت سے عاجز رہ کر آج چھ ماہ کے بعد یہ لکھ کر چھاپنا کہ ہم نے یہ دلیل پیش کی اور وہ دلیل پیش کی۔ مقابل کی دلیلوں کے یہ جواب دیئے اور وہ جواب دیئے۔ بس تمہاری ہی شرم و حیا کا تقاضا ہے۔ کیا نہیں سنا۔ "مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلہ خود باید زد"

اب[1] ہم مولوی اجمل میاں صاحب سے اس جعلی روئداد کے متعلق چند سوالات کرتے ہیں اور اسی میں ان شاء اللہ اس روئداد کے جعلی اور مصنوعی ہونے کا اقراری فیصلہ ہے۔ بشرطیکہ کچھ عقل مندی اور صداقت سے کام لیا گیا۔ لیکن وہ کہاں وہ تو نصیب دشمناں۔

میاں صاحب! خدائے تعالٰی کو حاضر ناظر جان کر بطور مزید احتیاط بدیں الفاظ ہمارے سوالات کا جواب شائع کریں کہ۔ "اگر ہمارے اس بیان میں جھوٹ ہو یا ہم نے جھوٹ لکھا ہو تو ہم پر خدا کی لعنت اور قیامت کے دن حضور رسول رب العالمین، شفیع المذنبین کی شفاعت نصیب نہ ہو"

اگر میاں صاحب نے اپنی طرف سے ہمارے ان سوالات کا کوئی جواب نہ دیا تو ناظرین سمجھ لیں کہ یہ روئداد ان کے اقرار سے جعلی اور بناوٹی ہے واقعات مناظرہ سے اس کو کچھ تعلق نہیں۔

سوال نمبر۱ : حال میں پادرہ[2] ضلع بڑودہ کے ایک صاحب کا ہمارے پاس ایک خط آیا ہے۔ ہم اس کو بجنسہٖ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

---

[1] اس رضاخانی روئداد پر بحیثیت مرتب مولوی محمد یونس صاحب کا نام ڈالا گیا ہے لیکن شخص کی پبلک کو بالعموم اور ہم کو بالخصوص معلوم ہے کہ روئداد کے مرتب درحقیقت مولوی اجمل میاں صاحب ہیں بے چارے مولوی محمد یونس یا ان کے استاد مولوی نعیم الدین صاحب مرادآبادی کو صرف شورہ دینے کا فخر حاصل ہے۔ لہٰذا ہم اس روئداد کے متعلق جو کچھ استفسارات کریں گے وہ اس کے حقیقی مرتب مولوی اجمل میاں صاحب سے کریں گے اگر ان کو اس نسبت سے انکار ہو تو اپنا انکاری بیان بکلف شائع کر دیں پھر صرف بغرض اتمام ہمارا بھی خطاب مولوی محمد یونس صاحب سے ہے وہ اس کا جواب دیں۔ ۱۲

[2] یہ پادرہ مولوی حشمت علی صاحب کی قیامگاہ ہے ۱۲

"جناب ناظم صاحب دارالاشاعت سنبھل۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔

آداب و نیاز کے بعد التماس ہے کہ کئی مہینے ہوئے مولوی حشمت علی صاحب نے یہاں آکر یہ بیان کیا کہ میں سنبھل میں مناظرہ کرکے آیا ہوں اور میں نے وہابیوں دیوبندیوں کو بہت سراہا۔ اور بہت سی باتیں بیان کیں۔ ہم لوگوں کو ان کی باتوں کا یقین تو نہ ہوا لیکن فکر ضرور ہوئی۔ کچھ دنوں کے بعد مسجد میں مولوی حشمت علی صاحب کا ایک خط ملا جو ان کے نام سنبھل سے آیا تھا۔ میں بغرض تفتیش حق اس کو پڑھ لیا۔ اس کے مضمون سے میں نے یہ تو بخوبی سمجھ لیا کہ مناظرہ میں اہل حق کی فتح ہوئی۔ لیکن نئی فکر اس سے یہ ہوگئی کہ سنبھل میں اہل حق کو مسجدوں سے نکال دیا گیا ہے۔ اس کی تفتیش کی تمنا رہی لیکن مجبوری یہ تھی کہ سنبھل کا کوئی خاص پتہ جس سے صحیح حالات کا انکشاف ہوتا معلوم نہ تھا۔ اب حسن اتفاق سے آپ کا ایک اشتہار "بریا ڈیں" میری نظر سے گزرا، اس سے پتہ معلوم ہوا۔ لہٰذا آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ آپ براہ کرم اصلی حالات سے مطلع فرمائیں۔ کیا واقعی سنبھل میں بدعقیدوں نے اہلسنت کو اسی طرح مساجد سے نکال دیا ہے جس طرح کہ مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ شریف سے نکال دیا تھا۔ یا یہ بھی محض جھوٹ ہے؟ (اللہ کرے ایسا ہی ہو) میں آپ کا بے حد ممنون ہوں گا۔

اب میں بعینہٖ اس خط کو نقل کرتا ہوں (اس کے بعد کسی محمد اسماعیل کی چند سطریں لکھی ہیں لیکن چونکہ اس سے ہماری غرض متعلق نہیں اس لئے ہم اس کو چھوڑتے ہیں اور مولوی اجمل میاں صاحب کا خط بجنسہٖ نقل کرتے ہیں)۔

"مکرمی جناب مولانا (حشمت علی صاحب) السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

جناب کے دو گرامی نامے آئے ایک اس وقت آیا تھا جب میں مرادآباد تھا۔ کئی روز قیام رہا۔ اس وجہ سے تاخیر ہوئی۔ کہ اتنے میں دوسرا خط سر پر سوار ہوگیا، روئداد کی طباعت شروع ہوگئی ہے۔ کئی کاپیاں چھپ چکی ہیں نہایت جلد ہفتہ عشرہ میں مطبوع ہو جائے گی۔ اس میں (یعنی روئداد میں جو مولوی حشمت علی صاحب نے بادرہ سے لکھ کر بھیجی تھی[1]۔ مشتہر) اتنا تغیر اور کر دیا گیا ہے کہ جہاں سے سوال و جواب نہیں ہے ان کو انہیں کی (یعنی

---

[1] مولوی اجمل میاں صاحب کے بعض خاص آدمیوں سے ہم کو معلوم ہوا تھا کہ اصل روئداد مولوی حشمت علی صاحب نے مرتب کرکے بھیجی تھی لیکن وہ ناکافی سمجھی گئی اور بہت سے رسالوں سے اس میں عبارتیں وغیرہ بڑھائی گئیں۔ الحمد للہ کہ اس خط نے اس کی پوری پوری تصدیق کر دی ۱۲

اہلسنت کی) روئداد سے نکال کر نہایت زبردست پہلو اپنا کرکے دکھایا گیا ہے۔ اب تنگ آ کر مخلوق کی آنکھوں میں خاک جھونکنے میں کوئی کمی نہیں کی۔ ع

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند مشتہر

اور اس میں ان کی (یعنی اہلسنت کی) تمام خرافات کا جواب بالا بالا ہر ایک تقریر میں دے دیا گیا ہے (واقعی آپ نے اپنی کرنی میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور مولوی حشمت علی صاحب پر بالخصوص اور ساری رضاخانی جماعت پر بالعموم بڑا احسان کیا۔ مشتہر) اور ہر مسئلہ پر کافی بحث کر دی گئی ہے اور آخر میں ایک تمہ تنقیدی اس کے ساتھ ضم کر دیا جائے گا۔ آپ کی (یعنی مولوی حشمت علی صاحب کی) ہر ایک تقریر میں ان کے (یعنی حضرت مولانا محمد منظور صاحب مدظلہم کے) مواخذات کا بطریقہ دفع دخل مقدر کے خوب[1] دیئے گئے ہیں (اجی حضرت! یہ فرمائیے کہ جوابات دینے کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے۔ جوابات کی تو ہوا بھی نہیں۔ جب ان بے پناہ گرفتوں کا جواب مناظرہ میں مولوی حشمت علی صاحب و مولوی رحم الٰہی صاحب وغیرہ بھی نہ دے سکے تو آپ بے چارے کیا جواب دیں گے۔ سبحان اللہ! ؎

بُت کریں آرزو خدائی کی شان تری کبریائی کی

ہم ناظرین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ فریقین کی روئدادیں سامنے رکھ کر فیصلہ کریں کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے جو گرفتیں رضاخانی دلیلوں پر کی ہیں، کیا ان کا جواب رضاخانی روئداد میں ہو چکا ؟) آپ (یعنی مولوی حشمت علی صاحب) دیکھیں گے تو عجیب شان کی ہو گئی ہے۔ اب گزارش یہ ہے۔ دو سو جلدیں جناب خرید یں اور تیس روپیہ آپ روانہ فرما دیں اور ان کو تمام احباب میں تقسیم فرما دیں۔ اتنی گزارش کی بھی فقط اس وجہ سے ضرورت لاحق ہوئی کہ میں نے قرض لے کر اس کو طبع کرایا ہے (اجی میاں صاحب اتنا سچ! حضرت یہ تو فرمائیے وہ غریبوں کا چندہ کیا ہوا جو ایک خاص مقدار میں روئداد کے بہانے کیا گیا ہے) وہابیوں کی روئداد بھی بقیمت فروخت ہوتی ہے یعنی (۱۰/) اور غالباً اس کی قیمت اس کی نصف ہو گی (اس کے بعد چند سطریں مقامی حالت کے متعلق

---

[1] غالباً یہاں سے "جوابات" کا لفظ رہ گیا ہے۔ ۱۲

لکھی ہیں۔ لیکن چونکہ ان سے ہماری غرض متعلق نہیں لہٰذا ان کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد میاں صاحب لکھتے ہیں) دعا فرمایئے محمد عمر سلمہ کے متعلق جیسا جناب کا حکم ہو وہ بسر و چشم قبول ہے۔ والد صاحب، اور حافظ صاحب، ماسٹر کلن صاحب و شبیر حسین صاحب و شیخ شرافت حسین صاحب و تمام محبان گرامی آپ کو سلام فرماتے ہیں اور جناب کا شب و روز انتظار کرتے ہیں۔

محمد اجمل قادری (ختم ہوا خط کا مضمون)

میاں صاحب سچ کہنا کہ کیا یہ خط آپ ہی نے مولوی حشمت علی صاحب کے نام لکھا ہے اگر لکھا ہے تو آپ کا یہ خط آپ کی روئداد کے مصنوعی، فرضی، بناوٹی ہونے کا کافی ثبوت فراہم کر رہا ہے یہ ہے قدرت کا غیبی فیصلہ اور وہ بھی آپ کے قلم سے ؎

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

اور اگر آپ کو اس خط سے انکار ہے تو پھر صاف صاف لکھئے کہ یہ خط ہمارا نہیں۔ اگر ہم نے اس مضمون کا کوئی خط مولوی حشمت علی صاحب کو لکھا ہو تو ہم پر خدا کی لعنت اور بروز حشر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو۔ پھر انشاء اللہ العزیز حقیقت کے پردہ سے نقاب اٹھا کر حق و باطل کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اور آپ کی راست بازی و صداقت شعاری کا سچا فوٹو منظر عام میں پیش کر دیا جائے گا ؎

الجھا ہے دست شوق سے گستاخیاں معاف
اب غنچہ آپ کے نہیں بند نقاب کی

سوال نمبر ۲ : مناظرہ سے دو چار روز بعد آپ نے اپنی فرضی فتح کا جو اشتہار بعنوان (اہلسنت کی عظیم الشان فتح) شائع کرایا تھا اس میں مولوی حشمت علی صاحب نے پچاس سوالات وارد کئے اور اس جعلی روئداد میں ڈیڑھ سو سوالات لکھے گئے ہیں۔ ہم آپ کے ان بیانوں میں سے کون سے بیان کو سچا سمجھیں اور کون سے کو جھوٹا سچ ہے۔ " دروغ گو را حافظہ نہ باشد "۔ دوسروں کی بدشگنی کے لئے اپنی ناک کٹانا اسی کا نام ہے۔

کہاں ہیں وہ لوگ جن کا منہ میاں صاحب کہتے کہتے خشک ہوتا ہے وہ آئیں اور اپنے ان میاں صاحب کی

صداقت شعاری کو ملاحظہ فرمائیں کہ ایک تحریر میں سوالات کی تعداد پچاس بتلا رہے ہیں اور دوسری میں ایک سو پچاس۔ کیا بدعتیوں کے سارے میاں جی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اے مسکینو! اپنی حالت پر رحم کرو ؎

کار شیطاں میکند نامش ولی

گر ولی این است لعنت بر ولی

سوال نمبر ۳ : اس جعلی روئداد میں جن کتابوں کے حوالے درج کئے گئے ہیں اور جن کی عبارتیں لکھی گئی ہیں کیا وہ تمام مناظرہ میں مولوی حشمت علی صاحب کے پاس موجود تھیں۔ اگر نہیں تو کہاں سے آئیں؟ ذرا سوچ سمجھ کر جواب دیا جائے۔ کتابوں کے متعلق ہمارے پاس مولوی رحم الٰہی صاحب کی ایک تحریر بھی محفوظ ہے۔ اور آپ بھی اپنی اس روئداد کے صفحہ ۲۸ پر مولوی حشمت علی صاحب کی ایک تقریر کے ذیل میں اقرار کر چکے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی تفسیر نہ تھی ہم نے مولوی محمد منظور صاحب سے لے کر پیش کیں۔ حالانکہ اس روئداد میں ایسی کتابوں کے بھی حوالے ہیں جو سرے سے سنبھل میں بھی موجود نہیں چہ جائیکہ مناظرہ میں ہوں۔

ناظرین! اسی سے سمجھ لیں کہ یہ روئداد محض مولوی احمد رضا خان صاحب وغیرہ کے رسائل سے تصنیف کی گئی ہے مناظرہ کے واقعات سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔

سوال نمبر ۴ : آپ نے اس جعلی روئداد میں انعقادِ مناظرہ کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ علماء اہلسنت نے اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے ایک چال یہ چلی کہ مناظرہ کی علماء بریلی سے مکاتبت شروع کر دی الخ آپ سے دریافت کیا جاتا ہے کہ یہ آپ نے اپنی طرف سے لکھا ہے یا سچوں کے بادشاہ مولوی رحم الٰہی صاحب سے دریافت کر کے؟

جن لوگوں نے اہلسنت کی روئداد صاعقہ آسمانی کو ملاحظہ فرمایا ہوگا ان کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ سنبھل کا مناظرہ درو ضلع نینی تال کے مناظرہ کے بعد وہیں زبانی طور پر بغیر کسی خط و کتابت طے ہو چکا تھا۔ اور خط و کتابت صرف شرائط کے متعلق ہوئی تھی۔ اس کا اقرار مولوی رحم الٰہی صاحب کی متعدد تحریروں میں بھی موجود ہے۔ نیز ۲۱ جمادی الاولیٰ کو جو "لال اشتہار" سنبھل میں مولوی رحم الٰہی صاحب کا شائع ہوا تھا۔ اس کی پہلی سطر میں ہے۔

"درو ضلع نینی تال میں جو قرارداد ہو چکی تھی اس کے مطابق میں آپ سے مناظرہ کے لئے تیار تھا؟

اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ سنبھل کا مناظرہ درؤ میں بغیر کسی خط وکتابت کے طے ہو چکا تھا اور یہ حرافہ کہتی ہے کہ مولانا محمد منظور صاحب نے اپنے مذہب کے پھیلانے کے لئے مناظرہ کی مکاتبت شروع کر دی۔ تف ہے تمہارے اس سفید جھوٹ پر۔

سوال نمبر ۵ : اس جعلی روئداد کے صفحہ ۵ پر لکھا گیا ہے کہ "جب مولوی حشمت علی صاحب مناظرہ سے پہلے سنبھل آئے تو اہلسنت ان سے مناظرہ کے لئے آمادہ نہیں ہوئے۔ انتہی ملخصاً"

کیا آپ اس کے لئے تیار ہیں کہ اس وقت کی فریقین کی تحریریں کسی منصف مزاج آزاد مسلمان یا کسی تعلیم یافتہ غیر مسلم کے سامنے رکھ کر اس کا فیصلہ لے لیا جائے کہ کون جماعت ہر وقت مناظرہ کے لئے تیار رہی اور کس نے مناظرہ سے جان بچائی۔ ہم اس کے لئے بالکل تیار ہیں۔ اور ہمارے پاس فریقین کی تحریریں بھی محفوظ ہیں (دیدہ باید)

میاں صاحب! کیا وہ منظر آپ بھول گئے جب کہ مناظر اسلام حضرت مولانا مولوی محمد اسعد اللہ صاحب سہارنپوری دام فیوضہٗ خود آپ کے مکان پر مناظرہ کے لئے تیار ہو کر آئے اور ہر چند چاہا کہ مولوی حشمت علی صاحب سے مناظرہ کے متعلق موبمو گفتگو کریں۔ لیکن مولوی حشمت علی صاحب کو مولانا کے نام سے کچھ ایسا بخار چڑھا کہ اندر آنے کی بھی اجازت نہ دی گئی اور صاف فرما دیا کہ میں وہابیوں کو اپنی صورت دکھانا نہیں چاہتا۔ اور نہ ان کی صورت دیکھنا چاہتا ہوں۔ (یعنی ان سے پردہ کرتا ہوں)۔

میاں صاحب! آپ ایمان نگل جائیں لیکن آپ کے در و دیوار " انّا[1] اذا نزلنا بساحة قوم فساء صباح المنذرین " کے اس منظر کو نہ بھولیں گے جب کہ شیر نیستان مناظر حضرت مولانا محمد منظور صاحب و رئیس المقررین حضرت مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب دامت فیوضہما آٹھ بجے صبح سے دس بجے تک کامل دو گھنٹے آپ کی ڈیوڑھی پر تشریف فرما رہے۔ اور بار بار کہا کہ ہم مولوی حشمت علی صاحب سے مناظرہ کرنا چاہتے ہیں وہ باہر تشریف لائیں اور ہم سے شرائط وغیرہ طے کریں۔ لیکن وہ آپ کے شیر بیشہ بھیگی بلی کی طرح دم سادھے بیٹھے رہے۔ باوجود مبارزطلبی کے پے درپے نعروں کے، سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اتنا بھی نہ ہو سکا کہ پردہ ہی میں سے کچھ جواب دے دیتے۔

---

[1] ہم جب کسی قوم کے میدان میں پہنچتے ہیں تو ان کا حال برا ہو جاتا ہے ۱۲

کیا وہ رات یاد نہیں جب مولوی حشمت علی صاحب معہ چند حوالی موالی کے آپ کے کمرہ میں بند تھے اور رئیس المقررین حضرت مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب دامت فیوضہم کی باطل سوز اور رضاخانیت شکن تقریر آپ کے مکان کے سامنے شیخ آل حسن صاحب کے مکان پر ہو رہی تھی۔ حضرت مولانا نے بار بار للکار کر فرمایا کہ جس کو اہلسنت وجماعت کے مذہب کی حقانیت میں کچھ شک ہو وہ آئے اور اپنے شکوک پیش کرے میں جواب دہی کے لئے حاضر ہوں۔ لیکن الحمد للہ صدائے برنخاست۔ کسی فرزند بدعت کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔

کیا یہی تھی مولوی حشمت علی صاحب کی آمادگی مناظرہ اور اہلسنت کی عدم آمادگی؟ شرم، شرم۔ لیکن کہو کر ہمارے جھوٹے مذہب میں جھوٹے مذہب کی حمایت کے لئے جھوٹ بولنا بھی جائز بلکہ ثواب ہے۔ کیا یہی ہیں وہ مولوی حشمت علی صاحب جو رئیس المناظرین، سلطان الواعظین، حجۃ اہل السنۃ فی الارضین حضرت مولانا مولوی محمد عبد الشکور صاحب دامت فیوضہم و برکاتہم سے مناظرہ کے خواستگار تھے۔ کیا انہیں باتہذیب کو حضرت مولانا منہ لگائیں گے بالخصوص جب کہ امروہہ کے مناظرہ میں رضاخانیوں کے مسلم مناظر اور مفتی اعظم مولوی نثار احمد صاحب کانپوری کو شکست فاش دے کر مبلغ پچاس ۵۰ روپیہ بھی وصول فرما چکے ہیں۔ ان واقعات کو سامنے رکھ کر ہر ہوش مند سمجھ سکتا ہے کہ حضرت موصوف الصدر سے مولوی حشمت علی صاحب کی درخواست مناظرہ کیا معنی رکھتی ہے۔ اس کے معنی یہ اور صرف یہ تھے کہ کسی طرح رضاخانیوں کے محدث، مولوی حشمت علی صاحب کے استاد مولوی رحم الٰہی صاحب کی گردن شیر نیستان مناظرہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے زبردست پنجے سے چھوٹ جائے۔

سوال نمبر ۶: آپ نے اپنی اس روئداد کے صفحہ ۶ پر یہ دکھایا ہے کہ حضرت مولانا مولوی محمد منظور صاحب نے مولوی رحم الٰہی صاحب سے مناظرہ کے متعلق خود ہی خط وکتابت شروع کی۔ اور پھر خود ہی پہلو تہی بھی کرنی چاہی ملخصاً،،

میاں صاحب! آپ ایمان نگل جائیں، جھوٹ بولنے پر کمر باندھ لیں۔ لیکن مخلوق اندھی نہیں۔ آپ کے پاس مولوی رحم الٰہی صاحب کی ان تحریروں کا کیا جواب ہے جو منہ سے بول رہی ہیں کہ مولوی رحم الٰہی صاحب کے لئے حضرت مولانا محمد منظور صاحب کا مقابلہ موت کے سامنے سے کم نہ تھا۔ مولوی رحم الٰہی صاحب نے اپنی گلو خلاصی کے لئے جس قدر کاوکیاں کیں اور چالیں چلیں ان کی تفصیل ہمارے ناظرین کو "صاعقہ آسمانی حصہ دوم" کے مطالعہ سے معلوم ہو چکی ہوگی۔

مولوی رحم الٰہی صاحب والا "لال اشتہار" (جواب تک سنبھل کے بعض در و دیوار پر چسپاں ہے)

کیا اپنے ناظرین سے بزبان حال نہیں کہہ رہا کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب کا مقابلہ مولوی رحم الٰہی صاحب کے لئے منہ کا نوالہ نہیں زہر کا پیالہ تھا۔ اگر کسی کو ہمارے اس بیان میں شبہ ہو تو۔

"ہم اعلان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ کو سارے ہندوستان کے رضاخانی ایڑی چوٹی تک کا زور لگا کر حضرت مولانا کے مقابلہ کے لئے مولوی رحم الٰہی صاحب کو تیار کر دیں اور پھر قدرت کا تماشا دیکھ لیں"

لیکن ہم پیشین گوئی کرتے ہیں کہ مولوی رحم الٰہی صاحب کا تیار ہو جانا آسان نہیں ؎

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے

یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

آپ نے روئداد کے صفحہ ۹۰ پر لکھا ہے کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے مولوی رحم الٰہی صاحب کو لکھا تھا کہ ۱۵ ر جمادی الاولےٰ کو سفر خرچ آپ کے پاس پہنچ جائے گا اور ۲۲ کو پہنچا الخ

بتلائیے! کہ حضرت مولانا نے اپنے کس مکتوب گرامی میں یہ تحریر فرمایا ہے اور اس کا ثبوت دیجئے اور اگر آپ ثابت نہ کر سکیں (اور انشاء اللہ العزیز تا قیامت ثابت نہ کر سکیں گے) تو صاف اقرار کریں کہ ہم نے جھوٹ بولا۔ ہم پر خدا اور اس کے رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت، آسمان کے فرشتوں اور زمین کی کائنات کی لعنت۔

آپ نے اسی صفحہ پر یہ بھی لکھا ہے کہ اشتہار "رضاخانیوں کا شرمناک فرار" (جو مولوی رحم الٰہی صاحب کے تاریخ مقررہ پر نہ آنے اور اشتہار "کھلا خط" بھیج کر اپنے شرمناک فرار کا اعلان کرنے پر ۲۲ جمادی الاولیٰ کو اہلسنت کی جانب سے شائع ہوا) تاریخ مناظرہ سے پہلے ہی چھپوا کر رکھ لیا گیا تھا۔ انتہیٰ ملخصاً۔ کیا آپ کا یہ بیان سفید جھوٹ اور کذب خالص نہیں، کیا آپ اس کا کوئی ثبوت دے سکتے ہیں؟

ناظرین! اشتہار "شرمناک فرار" ۲۲ر جمادی الاولےٰ کو دن کے گیارہ بجے لکھا گیا اور چار بجے کے بعد چھپ کر شائع ہوا۔ جب کہ مناظرہ کی ایک تاریخ گزر بھی چکی تھی۔ پریس موجود ہے پریس والے کاتب بھی موجود ہیں۔ ان سے تصدیق کی جا سکتی ہے۔ میاں صاحب! رات کو دن الوؤں ہی کے مجمع میں کہا جا سکتا ہے اور وہی اس کو باور بھی کر سکتے ہیں۔

سوال نمبر ۷ : اس روئداد میں جناب کو مناظر لکھا گیا ہے دریافت طلب یہ امر ہے کہ جناب نے اپنی عمر میں کس قدر مناظرے کئے اور کہاں کہاں اور کس کس سے ؟

سوال نمبر ۸ : اس روئداد میں ظاہر کیا گیا ہے کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے کبھی آپ سے مناظرہ کرنا چاہا اور پھر خود ہی پہلو تہی بھی کی ۔ (یہ مجنونانہ بڑ تو محتاج تردید نہیں) لیکن ہم امید کرتے ہیں کہ آپ کی قابلیت اب پہلے سے کم نہ ہو گی تو کیا اب آپ حضرت مولانا کے کسی ادنیٰ شاگرد سے مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہیں ؟[1]

سوال نمبر ۹ : آپ نے اس روئداد کے آخر میں اعلان کیا ہے کہ علمائے اہلسنت ہمارے ان ایک سو پچاس ۱۵۰ سوالات کا جواب دیں ۔

کیا[2] آپ مولوی رحم الٰہی صاحب یا مولوی نعیم الدین صاحب یا مولوی حامد رضا خان صاحب ، یا فرقہ رضاخانی کے کسی اور ذمہ دار کو (جس کی دولت مولوی حشمت علی صاحب کی طرح صرف بدزبانی نہ ہو) اس کے لئے تیار کر سکتے ہیں کہ وہ کسی ایک صدر مسلمہ فریقین کی زیر صدارت بالمواجہ آپ کے ان ایک سو پچاس سوالات کا جواب نہیں (جو ساری رضاخانی جماعت کی چھ ماہ کی متفقہ کوششوں اور دماغ سوزیوں کا نتیجہ ہیں) اور ہمارے بھی اتنے ہی سوالات کا جواب دیں ۔ سوالات کی ترتیب وہی رہے گی جس کو ہر منصف مزاج پسند کرے ۔ یعنی ایک سوال ہماری جانب سے اور ایک سوال آپ کی جانب سے ۔ ہر سوال کے لئے باتفاق فریقین یا بفیصلہ صدر اس کے مناسب وقت مقرر کر دیا جائے گا ۔ حضرت مولانا محمد منظور صاحب اس کے لئے بالکل تیار ہیں اور جواب کے منتظر ہیں دیکھئے کب تک جواب خط سے آنکھیں شاد ہوں ۔

سوال نمبر ۱۰ : آپ نے اپنی روئداد کے صفحہ ۴ پر حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید مرحوم و مظلوم اہل بدعت کے متعلق لکھا ہے کہ معاذ اللہ ان کے نزدیک نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آجانا بیل اور

---

[1] میاں صاحب ! جھوٹ بولنے کو بھی سلیقہ چاہئے ۔ کجا آپ اور کجا حضرت مولانا محمد منظور صاحب دامت فیوضہم ۔ سہ

ظہور حشر نہ ہو کیوں کہ کلچھری گنجی   حضور بلبل بستاں کرے نوا سنجی ۱۲

[2] چونکہ یہ سوالات بحیثیت مجموعی آپ کے اقرار سے مناظرہ کے سوالات نہیں بلکہ تصنیف کردہ ہیں جیسا کہ سوال نمبر ۲ میں معلوم ہو چکا لہٰذا ہم کو اس درخواست کا بجا حق حاصل ہے ۱۲

گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے۔ انتہی ۔ ملخصاً "

قطع نظر اس سے کہ حضرت شہید مرحوم نے کیا لکھا ہے اور کیا نہیں ہم آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ آپ کے نزدیک شہید مرحوم کے اس فرضی کلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح توہین ہے یا نہیں ؟ اگر نہیں ہے تو بہتر ہو کہ آپ اپنے اور اپنے استاد مولوی نعیم الدین صاحب کے دستخطوں سے شائع کرا دیں کہ اس کلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح توہین نہیں ۔ پھر ان شاء اللہ ہمیں کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہ ہوگی اور آپ خود ہی منہ کی کھیاں اڑا دیں گے۔ اور اگر اس فرضی کلام میں صریح توہین ہے (جیسا کہ آپ کے کلام سے ظاہر ہے) تو پھر گزارش یہ ہے کہ آپ کے اعلیٰ حضرت اور سارے رضا خانیوں کے قبلہ وکعبہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی ان کو نہ خود کافر کہتے ہیں اور نہ دوسروں کو کافر کہنے کی اجازت دیتے ہیں۔ بلکہ فرماتے ہیں کہ سلامتی اسی میں ہے کہ ان کو کافر نہ کہا جائے[1] حالانکہ یہ مسلّمہ مسئلہ ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاف صریح ناقابل تاویل و توجیہ توہین کرے وہ کافر ہے۔ حتیٰ کہ جو اس کے کفر میں شک کرے یا احتیاطاً کافر نہ کہے وہ بھی قطعی کافر مرتد ہے[2]۔ فرمایا جائے کہ خان صاحب بالقابہم کے متعلق کیا فتوےٰ ہے اور شہید مرحوم کو کافر نہ کہنے کے باوجود ان کے مسلمان ہونے کی کیا صورت ہے ؟[3]

---

[1] خان صاحب بالقابہم اپنی مشہور کتاب "تمہید ایمان" کے صفحہ ۴۳ پر لکھتے ہیں "اور امام الطائفہ (اسماعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل لا الٰہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک کہ وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے فان الاسلام یعلو ولا یعلیٰ انتہی"۔ غور فرمایا جائے یہاں یہی نہیں کہ مولوی احمد رضا خان صاحب اپنی ذاتی رائے سے شہید مرحوم کی تکفیر سے زبان روکتے ہیں بلکہ صاف فرماتے ہیں کہ بحکم نبوی شہید مرحوم کو کافر کہنا منع ہے۔ گویا جو کافر کہے وہ بقول خان صاحب آنحضرت ﷺ کا نافرمان ہے۔ پھر محض کف لسان ہی نہیں بلکہ خط کشیدہ الفاظ صاف بتلا رہے ہیں کہ فاضل بریلوی ان کو مسلمان سمجھتے ہیں اور یہی ان کے نزدیک حکم نبوی کی تعمیل ہے۔ پھر اسی "تمہید" صفحہ ۲۴ پر ہے "علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی جواب باصواب ہے اور اسی پر فتوےٰ ہوا۔ اور اسی پر فتوےٰ ہے۔ اور یہی ہمارا مذہب ہے۔ اور اسی میں سلامتی ہے۔ اور یہی سدید واستوار ہے۔ ۱۲ انتہی ملخصاً وترجماً۔

[2] بجائے اس کے کہ ہم اپنی طرف سے اس کا کوئی ثبوت پیش کریں مناسب سمجھتے ہیں کہ اس موقع پر فاضل بریلوی ہی کی دو ایک عبارتیں

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

میاں صاحب! کافروں کا کفر یوں ثابت ہوتا ہے۔ چور، یوں پکڑے جاتے ہیں۔ اصلی وہابیوں کا یوں پتہ لگتا ہے۔

افسوس! ساری دنیائے اسلام کو چھوڑ کے جن کا دامن پکڑا تھا، سب کو وہابی، کافر، مرتد بنا کے جن کو عالم اہلسنت، مجدد ملت سمجھا تھا وہ بھی صاف آنکھیں دکھا گئے اور شہید مرحوم کو مسلمان کہہ کر وہابیہ کی فہرست اپنا نام درج کرا گئے ؎

جو طبیب اپنا تھا دل اس کا کسی پر زار ہے

مژدہ باد اے مرگ عیسیٰ آپ ہی بیمار ہے

اے شہیدؒ تجھ پر خدا کی بے شمار رحمتیں۔ تو نے دنیا میں زندہ رہ کر جہاد کیا اور کفار کو ان کے کیفر کردار کو پہنچایا۔ اور آج بھی تو مجاہد ہے۔ خدا کے دشمنوں کو آج بھی تیری شمشیر بے نیام سے پناہ نہیں۔ زندہ باد اے شہیدؒ زندہ باد۔

ختم ہوئے ہمارے سوالات۔ ان کا جواب حتی الوسع جلد دیا جائے۔ جواب آجانے پر انشاء اللہ پھر دس ہی سوالوں کی ایک دوسری قسط پیش کر دی جائے گی۔ منتظر رہیے۔ یاد رکھئے ؎

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) نقل کر دیں۔ ع حق لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری (تمہید ص۱۳) الحمد للہ کہ نفس مسئلہ کا وہ گراں بہا خزینہ ہے جس میں ان بدگویوں کے کفر میں اجماع تمام امت کی تصریح ہے اور یہ بھی کہ جو انہیں کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ انتہی۔ نیز اسی کے ص۲۵ پر لکھتے ہیں۔ نہ یہ کہ ایک ملعون کلام تکذیب خدا یا تنقیص انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء میں صاف صریح ناقابل تاویل و توجیہ ہوا۔ اور پھر بھی حکم کفر نہ ہو۔ اب تو اُسے کفر نہ کہنا کفر کو اسلام ماننا ہوگا اور جو کفر کو اسلام مانے خود کافر ہے۔ خان صاحب بالکل صحیح فرمایا۔ لیکن یہ تو فرمائیے کہ آنجناب کے سوا وہ کون کمبخت ہوگا جو صاف صریح توہین سنے پھر بھی حکم کفر لگائے اور سلامتی مسلمان گننے ہی میں بتلائے۔ یہ عالی ہمتی تو ازل سے آپ ہی کے حصہ میں آئی ہے۔ ع

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند ۱۲

دست از طلب نہ دارم تا کام من برآید
یا تن رسد بجاناں یا جان ز تن برآید

○

اس کے بعد ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ بطور نمونہ اس جعلی روئداد کے مضامین سے بھی اپنے ناظرین کو آشنا کرا دیں جو چھ ماہ کی مسلسل کوششوں کے بعد بڑے بڑوں کے مشوروں سے تصنیف کی گئی ہے۔ سب سے پہلے ہم رضا خانی تہذیب کا ایک فوٹو ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ امید ہے کہ ہمارے ناظرین اسکو دیدۂ عبرت سے دیکھیں گے اور اس سے کوئی خاص سبق حاصل کریں گے۔

○

سلیقہ گالیاں دینے کا بخشا ہے اگر ان کو

تو ہم کو شیوۂ تسلیم ابراہیم آذر دے

قال النبی صلعم خصال المنافق ثلث اذا عاھد غدر واذا خاصم فجر الحدیث

فرمایا سید ابرار، دوجہاں کے سردار، صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی خصلتوں میں سے ہے کہ جب نزاع ہو تو گالیاں بکنے لگے۔"

رضاخانی تہذیب کی ننگی تصویر

مولوی اجمل میاں صاحب روئداد نویس کی فحش کلامی و خرافات نگاری

کے

مولوی حشمت علی صاحب کے

سوقیانہ سب وشتم اور بازاری گالی گلوچ کے تیرہ و تار مظاہرے

ناظرین کرام! رضاخانی صاحبان نے سوقیانہ سب وشتم اور بازاری گالی گلوچ میں جو خاص مہارت حاصل کی ہے وہ اپنی غیر معمولی شہرت کی وجہ سے محتاج بیان نہیں۔ رضاخانیت کے موجد و مجدد خان صاحب بریلوی اور ان کی ذریت باقیہ کی مطبوعہ تحریریں آج اس کا زندہ ثبوت ہیں۔ جن کے طرز تحریر نے صحیح یہ ہے کہ بھٹیاریوں کو بھی شرما دیا ہے۔ تہذیب ان کی ذہنیت پر ماتم کر رہی ہے، انسانیت ان کی گندہ دہنی پر نوحہ خواں ہے۔ آہ! ان کی سنڈاسی تحریروں سے حیا و شرم کی ناک کٹ جاتی ہے۔ شرافت کی پیشانی عرق انفعال سے تربتر ہو جاتی ہے۔ اندریں حالات اگر کوئی شخص اس دشنام دہی میں ان کی ہمسری کا دعوے کرے تو غلطی ہے۔ یہ ان کے گھر کی میراث اور ان کے مورث اعلیٰ کا خاص ترکہ ہے۔ بقول کسے کہ ؎

چند تصویر بتاں چند حسینوں کے خطوط   بعد مرنے کے مرے گھر سے یہ ساماں نکلا

الغرض ہم اقرار کرتے ہیں کہ ان بازاری گالیوں کے جواب سے ہم عاجز اور بالکل عاجز ہیں۔ اس کا جواب وہی دے سکتا ہے جس نے شرافت و انسانیت کو بالائے طاق رکھ کے حیا و شرم کو تین طلاقیں دی ہوں۔ ہاں صرف یہ کہتے ہیں۔ اے ناخدا ترسو! قیامت تو نہ آئے گی؟ حساب تو نہ ہوگا؟ ان بازاری گالیوں پر بارگاہِ قہار سے مطالبۂ جواب تو نہ ہوگا؟ ہاں ہاں جواب تیار رکھو اس سخت وقت کے لئے جب کہ ہماری طرف سے جھگڑا آئے گا ہمارا ایمانی کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ۔ اب ہم بسم اللّٰہ نہیں بلکہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ پڑھ کر اس روئداد سے رضاخانی تہذیب کی صرف ایک دو بولتی چالتی تصویریں پیش کرتے ہیں۔

۱: مولوی اجمل میاں صاحب اہلسنت وجماعت کے متعلق لکھتے ہیں۔ "دو مسلمانوں (یعنی رضاخانیوں) کی مسلمانی اور اہلسنت (یعنی بدعقیدوں) کی سنت اپنے حلقہ تزویر میں پھانستے تھے" (ص ۳۔ سطر ۱۸)۔

۲: علمائے اہلسنت وجماعت کے متعلق لکھتے ہیں "تم اپنی مجموعی حیثیت کے ساتھ مجھ سے کرالو میں ایک بار کرنے کو تیار ہوں"۔ ص ۴۔ سطر ۱۴۔

چونکہ اس جگہ مولوی اجمل میاں صاحب کی تہذیب پر روشنی ڈالنی مقصود بالذات نہیں۔ لہٰذا ہم انہیں دو شہادتوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ شریعتِ مطہرہ نے بھی اکثر معاملات میں دو ہی شاہدوں پر کفایت کی ہے۔ ان کے علاوہ اور جو ان سے بڑھ چڑھ کر بازاری گالیاں بالخصوص سلطان المناظرین حجۃ اللہ فی الارضین حضرت مولانا مولوی محمد عبدالشکور صاحب مدیر النجم دامت فیوضہم و رئیس المناظرین حضرت مولانا مولوی محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہم العالی کے متعلق لکھی گئی ہیں ہم ان کا نقل کرنا بھی پسند نہیں کرتے۔ اگر کسی صاحب کو دیکھنے ہی کا شوق ہو تو صفحہ ۴ کی سطر ۵ و ۶، و ۷، و ۸، و ۹۔ و صفحہ ۶ کو ملاحظہ فرمالیں جس میں رضاخانی تہذیب کا بہترین نمونہ موجود ہے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔

---

[1] جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم۔ [2] یہ وہ دعا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پاخانے میں جانے کے وقت کے لئے اپنی امت کو تعلیم فرمائی ہے۔

[3] رضاخانی دوستوں کو حضرت مولانا صاحب مدیر النجم دامت فیوضہم پر جو غیظ و غضب ہے جس کا اظہار آئے دن اشتہارات اور رسائل میں ہوتا

(بقیہ حاشیہ بر صفحۂ آئندہ)

از خدا جوئیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب

اس کے بعد ہم مولوی حشمت علی صاحب کی تہذیب کے بھی نمونے پیش کرتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ہوتا رہتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس آخری زمانہ میں جو صدمات رضاخانیت اور رضاخانیوں کو حضرت مولانا کے
شمشیر فاروقی سے پہنچے ہیں وہ کچھ ایسے ہیں کہ تا بقائے دنیا فراموش نہیں کئے جا سکتے۔ آخر ۱۳۴۵ھ میں جو مناظرہ حضرت مولانا سے امروہہ میں ہوا
اس میں غریبوں کو ایسی شکست ہوئی جس کا ماتم اگر صدیوں کیا جائے تو کم ہے۔ پھر مولوی نثار احمد صاحب نے مبلغ پچاس۵۰ روپے بطور جرمانہ پیش کر
کے اس شکست پر رجسٹری بھی کر دی اور کسی رضاخانی کے لئے لب کشائی کا موقعہ نہ چھوڑا۔ پھر ۱۳۴۶ھ میں مبارک پور کے مناظرہ میں یہی صورت پیش
آئی اور رضاخانیوں کو حضرت موصوف الصدر کے مقابلہ میں وہ شکست فاش ہوئی جس کو ہر مخالف و موافق نے برأی العین دیکھا یہاں تک کہ مناظرہ
کے آخری اجلاس میں رضاخانیوں کے مناظر و نمائندہ مولوی محمد فاخر صاحب الٰہ آبادی غش کھا کر گر گئے۔ جس کے متعلق سول سرجن صاحب کا
معائنہ کرا کر اہلسنت نے باضابطہ سارٹیفکیٹ بھی لے لیا اور اس غشی نے وہی کام کیا جو امروہہ کے مناظرہ میں مولوی نثار احمد صاحب کے پچاس۵۰
روپیہ نے کیا تھا۔ اس کے بعد ۱۳۴۷ھ میں یہ سنبھل کا واقعہ پیش آیا جس میں رضاخانیوں کو ایک نہیں چند شکستیں ہوئیں۔ سب سے پہلی لاجواب
شکست یہ ہوئی کہ مولوی رحم الٰہی صاحب باوجود منی آرڈر کے ایک ہفتہ قبل روانگی اور تار کی وصول یابی کے جس میں ۲۱ تک پہنچ جانے کی سخت
تاکید تھی تاریخ معینہ پر سنبھل نہ آنے۔ اور ایک لال اشتہار بھیج کر اپنی شرمناک فرار کا خود ہی اعلان کر دیا۔ یہ ایسی اقراری اور لاجواب شکست تھی
جس کا جواب قیامت تک نہیں دیا جا سکتا۔ اور اس کا بیشتر تعلق حضرت مولانا صاحب مدیر النجم مدظلہٗ ہی کی ذات سے تھا۔ صورت یہ پیش آئی کہ
جب مناظرہ کے متعلق ساری باتیں طے ہو گئیں۔ تاریخ بھی معین ہو گئی تو مولوی رحم الٰہی صاحب کی طرف سے ایک گونہ اطمینان ہو گیا لیکن حضرت
مولانا محمد منظور صاحب کو پھر یہ اندیشہ ہوا کہ اگر سنبھل پہنچ کر مولوی رحم الٰہی صاحب کو وہ کا منظر یاد آ گیا تو بہت ممکن ہے کہ مولوی احمد رضا
خان صاحب والی آخری چال چلی جائے اور کہہ دیا جائے کہ تم میرے قرین نہیں ہو لہٰذا میں تم سے مناظرہ نہیں کرتا اپنے کسی بڑے کو بلاؤ۔
اس لئے احتیاطاً حضرت مولانا صاحب مدیر النجم کو تشریف آوری کی تکلیف دی۔ اور الحمد للہ کہ باوجود چند در چند موانع کے حضرت موصوف نے
سنبھل تشریف لانے کا وعدہ فرما لیا۔ جب یہ خبر سنبھل میں گرم ہوئی تو ہمارے دوست مولوی اجمل میاں صاحب فوراً بریلی پہنچے۔ اور وہاں پہنچ کر
اس کی اطلاع عمائد بریلی کو دی۔ اب کیا تھا مستقبل اور بھی زیادہ تاریک نظر آنے لگا۔ بہت سے مشوروں کے بعد فرار کی ہزیمت کو غنیمت جان کر

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

۱ : کہئے آپ کی فہم تنگ میں اب بھی داخل ہوا یا نہیں ۔ ص ۱۱ ۔ سطر ۲۲ ۔

۲ : آپ کی سمجھ کے اندر نہیں آیا ۔ ص ۱۱ ۔ سطر ۹ ۔

۳ : میں آپ کی خواہش پورا کرنے کے لئے اتنا اور زائد کئے دیتا ہوں ۔ ص ۹ ۔ سطر ۹ ۔

۴ : بالکل صاف اور سیدھا ہے لیکن افسوس آپ کی سمجھ میں نہیں اترتا ۔ ص ۸ ۔ سطر ۱۴ ۔

۵ : میرا کلام تو بہت صاف اور سیدھا تھا کچھ پیچیدہ نہ تھا مگر افسوس کہ آپ کی سمجھ میں داخل نہ ہوا ۔ ص ۔ سطر

۶ : جو کام مجھ سے کرانا چاہا میں نے اسے انتہائی حد تک کر دیا ۔ ص ۱۲ ۔ سطر ۵ ۔

۷ : میں ڈھائی منٹ میں کر دوں گا اپنا پورا کام ۔ ص ۲۴ ۔ سطر

۸ : اگر کوئی شخص مولوی اشرف علی صاحب کو لکھے کہ تمہاری صورت گدھے کی سی ہے ۔ تمہاری ناک سور کی سی ہے ۔ تمہاری آنکھ اُلو کی سی ہے ۔ تمہارے دانت کتے کے سے ہیں ۔ ص ۲۰ و ۲۱ ۔

ناظرین ! یہ ہے ان مسکینوں کی تہذیب جس پر شیطان بھی لاحول ہی پڑھتا ہوگا ۔ یہ ایک دہائی گالیاں صرف نمونے کے طور پر ۔ اور وہ بھی محض ابتدائی صفحات سے پیش کی جاتی ہیں جو ہمارے ناظرین کی عبرت آموزی کے لئے کافی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ایک اشتہار کا مضمون تیار کیا گیا جس میں اپنے شرمناک فرار کا کھلے لفظوں میں اقرار ہی نہیں اعلان تھا ۔ یہ لال اشتہار حسنی پریس بریلی میں چھپوا کر مولوی اجمل میاں کے سپرد کیا گیا اور میاں صاحب نے سنبھل پہنچ کر ۱۲ جمادی الاولیٰ کو اس کو شائع کیا ۔ اور مولوی رحم الٰہی صاحب نے سمجھ لیا کہ بلا رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گزشت ۔ ادھر ۲۲ کو سات بجے حضرت مولانا صاحب مدیر النجم نے حسب وعدہ سنبھل میں نزول اجلال فرمایا ۔ لال اشتہار کا حال معلوم ہوا ان لوگوں کی حیا و شرم پر سخت حیرت ہوئی ۔ بالآخر چار بجے حضرت مولانا کے مشورہ سے مولانا محمد منظور صاحب نے بذریعہ تار برقی مولوی رحم الٰہی صاحب کو ایک جوابی نوٹس دیا جس کا مضمون یہ تھا کہ سب حیلوں کو چھوڑ کر فوراً آئیے ورنہ جملہ مصارف کا جن کا تخمینہ سو روپیہ کے قریب تھا آپ پر دعوے آجائے گا ۔ لیکن اللہ رے استقامت باوجودیکہ جوابی تار تھا بریلی سے جواب نہ آیا ۔ چونکہ حضرت مولانا عدیم الفرصت تھے اور آپ کی ایک بیوی بھی سخت مریض تھیں جن کا انتقال دو چار روز بعد ہی ہو گیا اس لئے آپ کئی گھنٹے کامل تار کے جواب کا انتظار کرنے کے بعد لکھنؤ تشریف لے گئے لیکن بریلی سے تار کے جواب میں کوئی آواز نہ آئی ۔ پھر دوسرے روز شاید وکیلوں نے مشورہ دیا کہ دعویٰ یقیناً ڈگری ہو جائے گا منصور بریلی میں آیا اور ۲۳ کی شام کو یہ جواب آیا کہ حضرت سفر کو گئے میں اجازت کا منتظر ہوں ۔ پھر کی صبح کو کشاں کشاں جناب تشریف بھی لے آئے ۔ اور اس کے بعد جو

ہیں ان گالیوں سے ان مسکینوں کی ذہنیت اور علمی قابلیت کا ہر ہوشمند بسہولت اندازہ لگا سکتا ہے۔ ورنہ ان گالیوں کے پلندے اور مغلظات کی پوٹ میں ہر ہر ورق پر بلکہ ہر صفحہ و سطر میں بازاری گالیوں کے ایسے ہی تیرہ و تار منظر موجود ہیں۔ ع

قیاس کن از گلستان من بہار مرا

بس۔

ہم ان بازاری گالیوں کا نہ کچھ جواب دینا چاہتے ہیں اور نہ دے سکتے ہیں۔ ہاں بریلی کی ہی اگر کوئی بازاری جواب دے تو شاید دے سکے۔ ہمارے نزدیک تو بخدا ہر شریف انسان اس گالی نامہ کا دیکھنا بھی پسند نہ کرے گا۔ چہ جائیکہ جواب لکھے۔

ہاں ہم اپنے مجروح دل کو قرآن مجید و فرقان حمید کے اس فرمان عالی شان سے تسکین دیتے ہیں جو ایسے ہی وقت کے لئے نازل فرمایا گیا ہے۔

وَلتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذی کثیرا وان تصبروا وتتقوا فان ذالک من عزم الامور ۝ (آل عمران ۳۰-۱۸۶)

یعنی اے مسلمانو! شمع محمدی کے پروانو! تم اہل کتاب اور عام مشرکوں سے بڑی گندی اور تکلیف دہ باتیں سنو گے۔ اگر تم نے صبر اور تقوے سے کام لیا تو یہ بڑا کام ہے۔

ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ اگر اس نے آپ کو گالیاں ہی دینے کے لئے پیدا کیا ہے تو ہم کو اپنی مرضی کے مطابق اس پر صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سلیقہ گالیاں دینے کا بخشا ہے اگر ان کو
تو ہم کو شیوۂ تسلیم ابراہیم آذر دے

واللہ ان گالیوں سے ہمارا کچھ نہیں بگڑتا بلکہ ہماری نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ خدا بطفیل حبیب پاک صاحب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جو کچھ ہوا صاعقہ آسمانی میں مذکور ہو چکا ہے۔ الغرض حضرت مدیر النجم پر جو کچھ خرابی ہے وہ ان فاروقی ضربوں کا خمار ہے۔ ہم دست بدعا ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت مولانا کا سایہ ہمارے سروں پر مدت دراز تک قائم رکھے ع رہے لاکھوں برس ساقی ترا آباد میخانہ

لولاک جو ہمارے نیت کو درست رکھے ؎

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت

سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اس کے بعد ہم چاہتے ہیں کہ اس جعلی روئداد میں مسئلہ علم غیب کے متعلق جن مضامین کا اضافہ کیا گیا ہے۔ انتہائی اختصار کے ساتھ ان کے جوابات کی طرف بھی اشارہ کر دیا جائے تفصیل کو کسی دوسرے ضمیمہ کے لئے ملتوی کرتے ہیں۔

اس روئداد میں بالخصوص دو قسم کے اضافے کئے گئے ہیں۔ (۱) مسئلہ علم غیب کے متعلق جو کچھ ثبوت مناظرہ میں رضاخانیوں کی طرف سے پیش کیا گیا تھا جس کو حضرت مولانا محمد منظور صاحب کی بے نظیر اور قیامت تک لاجواب گرفتوں نے بے کار کر دیا تھا) روئداد نویس صاحب اور ان کے مشیروں نے اس ثبوت کو ناکافی سمجھ کر مزید ثبوت کا اضافہ کیا ہے۔ لیکن الحمد للہ کہ وہ ثبوت[1] بھی بالکل ایسا ہی ہے جیسا کسی نے کہا تھا۔ عین قاف زعف، غین قاف زغف لہٰذا ثابت ہو گیا کہ ہمارا نام محمد یوسف۔

بہرحال مولوی حشمت علی صاحب نے جو کچھ ٹوٹا پھوٹا ثبوت اپنے دعوے کا، مناظرہ میں پیش کیا تھا اس کے دندان شکن اور دہان دوز جوابات دے کر اس کے پرخچے تو وہیں مناظرہ میں اڑا دیئے گئے تھے جن کے جواب الجواب کی اب تک نوبت نہیں آئی۔ چھ ماہ کی مسلسل کوششوں اور بڑے بڑوں کے مشوروں کے باوجود رضاخانی روئداد بھی ان کے جوابات سے ساکت[2] ہے۔ سچ ہے۔ الفضل ما شهدت به الاعداء کمال وہی ہے جس کا اقرار دشمن بھی کریں۔

---

[1] ہاں ایسا ضرور ہوا ہے کہ بعض جگہ روئداد نویس صاحب جواب دہی کے شوق میں رضاخانی مذہب ہی کو چھوڑ گئے ہیں۔ لیکن یہ جواب نہیں یہ فرار عن للبحث ہے اور مقابل کی بات کو تسلیم کر لینا ہے۔ مثلاً آپ صفحہ ۴۱ پر ایک نقض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "وہ بھی

یہ بات کہ ہم ہجرت سے قبل حضور ﷺ کے علم غیب کے قائل نہ ہوں یہ بالکل غلط ہے" (بقیہ حاشیہ برصفحہ آئندہ)

---

[2] یہ عبارت جس تقریر میں ہے اس کے شروع میں یہ الفاظ ہیں "دوسری حدیث کا حاشیہ لکھتا ہوں" لکھتا کا لفظ خود بتلا رہا ہے کہ یہ مولوی حشمت علی صاحب کی تقریر ہے یا بعد کی تصنیف۔ جادو ہے وہ جو سر چڑھ کر بولے۔

زبان سے نہ سہی عمل سے۔ اور جس ثبوت کا اب اضافہ کیا گیا ہے اس کا جواب اب حاضر خدمت ہے۔ بنظر انصاف ملاحظہ فرمایا جائے۔

ہم جواب دینے سے پہلے مناسب سمجھتے ہیں کہ مولوی حشمت علی صاحب کی وہ آخری تقریر جس میں ادلہ کا اضافہ کیا گیا ہے رضاخانی روئداد سے بجنسہٖ نقل کردیں تاکہ جوابات کے سمجھنے میں آسانی ہو اور یک طرفہ بات بھی نہ رہے۔ اور ناظرین کو فریقین کی تحریروں سے صحیح نتیجہ نکالنے کا بہترین موقع ملے۔ رضاخانی روئداد کے صفحہ ۲۶ پر ہے۔

"اب نویں آیت سناتا ہوں و نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء۔ یعنی اے محبوب ہم نے تم پر یہ کتاب نازل فرمائی جو ہر شئے کا روشن بیان ہے"۔

"دسویں آیت ملاحظہ ہو ما فرطنا فی الکتاب من شیء یعنی ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز اٹھا نہ رکھی۔ یعنی اس میں ہر چیز کا بیان ہے"۔

"گیارہویں آیت وکل شیء احصیناہ فی امام مبین ہر چیز کو ہم نے قرآن پاک میں بیان کردیا ہے"۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مگر ما شئت آپ قائل ہوں یا نہ ہوں آپ کو پوچھتا کون ہے۔ فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب تو صاف اقرار فرماتے ہیں کہ ختم نزول قرآن سے پہلے ہجرت کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض کونیات کا علم نہ تھا۔ اور اگر آپ کی مراد مطلق بعض مغیبات کا علم ہے تو یہ فرار عن المبحث ہے اس کی یہاں بحث کب ہے۔ الغرض روئداد نویس صاحب نے جہاں جواب دینے کی کوشش کی ہے وہاں یا تو مجبور ہوکر اپنے مذہب قدیم کو چھوڑ کر کوئی نیا مذہب اختیار کیا ہے یا ایسا ہی اور کوئی مغالطہ دیا ہے۔ اور اکثر تو یہ جوانمردی کی ہے کہ جن باتوں کا جواب نہ تھا ان کو سرے سے ذکر ہی نہیں کیا ہے ؎ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔

ناظرین! ہر دو روئدادوں کا مطالعہ فرماکر ہمارے اس بیان کی تصدیق کرسکتے ہیں۔ ۱۲

لہ یہ خطاب مولوی اجمل میاں صاحب سے ہے کیوں کہ یہ جدت انہیں کی ہے۔ اگر مناظرہ میں مولوی حشمت علی صاحب کبھی یہ کہہ دیتے تو پھر ان کے لئے رضاخانیت وبال جان ہی ہوجاتی۔ ۱۲

[1] بارہویں آیت وکل شیئ فصلناہ تفصیلا "اور ہم نے ہر چیز کی پوری پوری تفصیل کردی"

تیرہویں آیت ولا حبة فی ظلمت الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین

یعنی کوئی ایسا دانہ نہیں جو زمین کی تاریکیوں میں ہو اور نہ تر و خشک مگر کتاب مبین میں ہے"

ان پانچوں آیتوں سے یہ معلوم ہوا کہ قرآن پاک ہر شے کا بیان ہے اور حضور اس کے عالم تھے لہذا حضور کو ہر شے کا تفصیلی علم ہوگیا اور تمام ماکان ومایکون پر اطلاع حاصل ہوگئی۔

چودہویں آیت ذالک من انباء الغیب نوحیھا الیک یعنی یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم نے تیری طرف وحی کی ہیں"

پندرہویں آیت فاوحیٰ الی عبدہ مااوحیٰ پس وحی کی اپنے حبیب کی طرف جو کچھ کہ وحی کی"

اب دو[2] حدیثیں بھی تبرکاً اور پیش کرتا ہوں۔ طبرانی میں حضرت ابو الدرداء سے مروی ہے۔ لقد ترکنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومایحرک طائر جناحیہ الا ذکرلنا منہ علما۔ یعنی نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ہم سے اس حال میں مفارقت کی کہ کوئی پرندا ایسا نہیں کہ اپنے بازو کو ہلائے مگر حضرت

---

[1] دراصل اضافہ یہاں سے شروع ہوتا ہے اس سے پہلے آیات اور ان کے جوابات تکمیلاً للفائدہ لکھ دیئے گئے ہیں۔

[2] رضاخانی روئداد میں یہ لفظ اسی طرح لکھا ہوا ہے اور غلط نامہ میں اس کی تصحیح اس طرح کی گئی ہے "پرندا" معلوم ہوا نون کے بجائے ف لکھ دینا تو بے چارے کاتب کی غلطی تھی لیکن ہ کے بجائے پرندہ کو الف سے لکھنا یہ جناب فضیلت مآب مولوی اجمل میاں صاحب کا کمال ہے اور کیوں نہ ہو آخر تفیر کو طفیر لکھنا یہ بھی تو آپ ہی کی خصوصیت ہے۔ ہمارے پاس میاں صاحب کی وہ تحریر بحمد اللہ محفوظ ہے جس میں آپ نے تغیر کے بجائے طغیر لکھا ہے اور یعسوب کو الف سے یاسوب لکھنا یہ تو حال ہی کی کرامت ہے۔ جس کا جی چاہے خود میاں صاحب کا نکاح خوانی کا رجسٹر دیکھ سکتا ہے اور اس میں یہ دونوں نمونے موجود ہیں۔ میاں صاحب کے کسی عنایت فرما مسٹر عماد الدین صاحب بی اے علیگ نے اپنی ناصحانہ نظم میں کیا خوب لکھا تھا۔ لکھی تغیر کو طفیر یہی علمی لیاقت تھی۔ مگر بنتے تھے علامہ پڑیں گے خوب ہی ڈنڈے۔ اس کے علاوہ اور بھی اس رضاخانی روئداد میں املا کی ایسی غلطیاں ہیں جن کے متعلق وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ وہ صرف مولوی اجمل میاں صاحب ہی کی کرامت ہیں ان شاء اللہ کسی آئندہ ضمیمہ میں ان کی بھی ایک فہرست شائع کردی جائے۔ ١٢

صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر سے اس کا بھی حال بیان فرمادیا۔

تفسیر روح البیان میں ایک حدیث بیان کی جس کے الفاظ یہ ہیں۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ المعراج قطرت فی حلقی قطرۃ فعلمت ماکان وما سیکون یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج میں میرے حلق میں ایک قطرہ ٹپکایا گیا اس کے فیضان سے مجھے ماکان وما یکون کا علم حاصل ہوگیا" ص ۶۷۔

اس کے علاوہ صفحہ ۶۶ پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ایک روایت کا اضافہ کیا ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔

قام فینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق

حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم واھل النار منازلھم "

یعنی حضور ہم میں ایک بار کھڑے ہوئے تو جب سے مخلوقات کی پیدائش کی ابتداء ہوئی اس وقت سے جب تک جنتی جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں۔ اس وقت تک تمام چیزوں کا بیان فرمادیا"

نیز اسی صفحہ پر ایک عبارت شرح زرقانی سے نقل کی ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔ " اصحابہ صلی اللہ علیہ وسلم جازمون باطلاعہ علی الغیب " صحابۂ کرام یقین کے ساتھ حکم لگاتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے "

ان کے علاوہ اپنے دعوے کی تائید میں جن اقوال کو پیش کیا ہے ہم ان کے جواب دینے کی چنداں ضرورت نہیں سمجھتے کیوں کہ بیشتر تو ان میں وہ ہیں جن کا جواب صاعقۂ آسمانی ہی کے مطالعہ سے معلوم ہوسکتا ہے اور کچھ کا جواب ہماری اس مختصر تحریر سے معلوم ہوجائے گا۔ انشاءاللہ العزیز الکریم۔ علاوہ ازیں یہ کہ وہ حجت شرعیہ بھی نہیں۔ اب ہم نمبروار جواب دیتے ہیں۔ بنظر انصاف ملاحظہ فرمایا جائے۔

اس تقریر میں جو پہلی آیت کریمہ ہے اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے۔ " اور نازل کیا ہم نے تم پر کتاب کو کہ (وہ) پورا بیان ہے ہر شے کا " آپ کے اس استدلال پر پہلے تو چند مناظرانہ سوالات کئے جاتے ہیں ذرا سوچ سمجھ کر جواب دیا جائے۔

۱ : اگر آپ نے اس کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ قرآن عزیز میں ہر چیز کا بیان ہے خواہ وہ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ۔ دین کی یا دنیا کی۔ شان نبوت کے مناسب ہو یا غیر مناسب۔ آج کی ہو یا کل کی، حال کی ہو یا مستقبل کی۔ تو آپ خود اس کے قائل نہیں۔ آپ محض ان چیزوں کا علم محیط مانتے ہیں جو ابتدائے آفرینش عالم سے لے کر یوم آخرت تک وجود میں آئیں نہ اس سے قبل کی اشیاء کا نہ اس سے بعد کی اشیاء کا۔ آپ نے اپنی اس روئداد کے صفحہ ۱۲ سطر ۱۱ میں صاف لکھا ہے کہ اللہ تبارک وتعالےٰ کی ذات وصفات کا پورا علم نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے نہ آئندہ ہو گا اور نہ ہو سکتا ہے (ملخصاً)۔ حالانکہ ذات وصفات الٰہیہ بھی مولوی احمد رضا خان صاحب کی تصریح کے مطابق اشیاء میں داخل ہیں۔

"انباء المصطفیٰ" صفحہ ۲ پر فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

"اور اہلسنت کے مذہب میں شے ہر موجود کو کہتے ہیں : اور ظاہر ہے کہ اللہ تبارک وتعالےٰ کی ذات وصفات بھی موجودات میں سے ہیں۔ بلکہ ساری مخلوق کا وجود ظلی اور ذات وصفات الٰہیہ کا وجود اصلی ہے۔ نیز "خالص الاعتقاد" میں آپ کے انہیں اعلیٰ حضرت نے علم قیامت کے متعلق تردد ظاہر کیا ہے کہ آیا وہ داخل ہے یا خارج۔ لہٰذا اگر اس آیت کریمہ کے یہ عام معنی لئے جائیں گے تو یہ آپ کے مذہب کے بھی مخالف ہے اور جو الزام آپ ہم پر رکھنا چاہتے تھے وہی بعینہٖ آپ پر بھی وارد ہو گا ؎

ہم الزام ان پہ رکھتے تھے قصور اپنا نکل آیا

۲ : جس طرح اس آیت کریمہ میں قرآن عزیز کو تبیانا لکل شیء فرمایا گیا ہے اسی طرح توریت کے متعلق بھی سورۂ انعام میں ارشاد ہے ولقد اتینا موسی الکتاب تماما علی الذی احسن و تفصیلا لکل شیء دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وکتبنالہ فی الالواح من کل شیء موعظۃ وتفصیلا لکل شیء پس آپ کے اصول پر لازم آئے گا کہ توریت میں بھی ہر چیز کا بیان ہو۔ اور علوم قرآن اور علوم توریت برابر ہوں۔ اور قرآن پاک میں کوئی بات توریت سے زیادہ نہ ہو اور یہ یقیناً کفر ہے۔

۳ : پھر یہ بھی لازم آئے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف بس حضرت موسےٰ وعیسےٰ علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام[1] کے برابر ہو ان سے زیادہ نہ ہو۔ کیونکہ حضور اقدس کی طرح بواسطہ توریت ہر ہر چیز کا پورا پورا علم ان کو بھی ہو گا اور یہ بھی صریح کفر ہے۔

[1] (حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

سردست صرف یہی تین مناظرانہ وار کیے جاتے ہیں۔ ان کا جواب آجانے پر اس آیت کے متعلق کچھ اور بھی عرض کیا جائے گا۔ کیوں کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کے نزدیک مسئلہ علم غیب کی نہایت زبردست دلیل ہے۔ اس کے بعد ہم اس آیت کریمہ کا صحیح مطلب مفسرین امت کے کلام سے پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ تفسیر مدارک التنزیل میں ہے۔

۱ : تبیانا لکل شیء من امور الدین۔ یعنی قرآن عزیز میں دین کی ساری باتوں کا بیان ہے۔

۲ : تفسیر جلالین شریف میں ہے۔ یحتاج الیہ من امر الشریعۃ (ص ۲۲۲) یعنی قرآن شریف میں ان سب باتوں کا بیان ہے جن کی ضرورت لوگوں کو شریعت کی باتوں میں پڑتی ہے۔

۳ : تفسیر جامع البیان میں بھی اس کے قریب قریب الفاظ ہیں۔ (ملاحظہ ہو ص ۲۲۲)

۴ : تفسیر تبصیر الرحمٰن میں ہے۔ لکل شیء من المعارف والاحکام واخبار الماضین۔ یعنی قرآن شریف میں ہر چیز کا بیان ہے معرفت کی باتوں میں سے اور احکام میں سے اور اگلے لوگوں کے واقعات میں سے۔

۵ : تفسیر روح البیان میں ہے۔ لکل شیء یتعلق بامور الدین۔ یعنی قرآن شریف سب دینی باتوں کا بیان ہے۔

۶ : تفسیر معالم التنزیل میں ہے۔ تبیانا لکل شیء یحتاج الیہ من الامر والنہی والحلال والحرام والحدود والاحکام۔ (ص ۱۸۷)۔ یعنی قرآن شریف میں ہر اس چیز کا بیان ہے جس کی حاجت پڑتی ہے۔ یعنی اوامر و نواہی کا حلال و حرام کا۔ حدود، اور احکام کا۔

۷ : تفسیر خازن میں ہے۔ قال اہل المعانی (تبیانا لکل شیء) یعنی من امور الدین ج ۳ ص ۱۲۹

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) [1] حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو اس لئے کہ توریت خود ان پر نازل ہوئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عالم توریت ہونا قرآن عزیز میں مذکور ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ویعلمہ الکتاب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل الآیۃ ۱۲

یعنی قرآن شریف میں سب دینی باتوں کا بیان ہے۔

۸ : تفسیر بیضاوی شریف میں ہے۔ (تبیانا لکل شیء) من امور الدین (ص ۳۲۲-ج ۱)۔
یعنی قرآن شریف میں سب دینی باتوں کا روشن بیان ہے۔

۹ : تفسیر ابو السعود میں ہے۔ (تبیانا لکل شیء) یتعلق بامور الدین (ص ۳۶۴-ج ۱)۔
یعنی قرآن پاک میں تمام ان چیزوں کا روشن بیان ہے جو دین سے متعلق ہیں۔

۱۰ : تفسیر کبیر میں تقریباً یہی مضمون ہے۔ لیکن چونکہ اس میں اس کو مدلل بیان کیا ہے اس وجہ سے عبارت طویل ہو گئی ہے ہم بقصد اختصار اس کو چھوڑتے ہیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر کبیر ص ۴۴۳ ج ۵۔

ہم بقصد اختصار صرف انہی دس تفسیروں کے حوالہ جات پر اکتفا کرتے ہیں ورنہ اہلسنت کی صدہا تفاسیر سے اس قسم کی عبارتیں نقل کی جا سکتی ہیں۔

ان عبارات سے ہر ذی فہم سمجھ سکتا ہے کہ مفسرین اہلسنت کے نزدیک اس آیت کریمہ کا مطلب صرف یہ ہے کہ قرآن پاک میں دینی باتوں کا پورا بیان ہے۔ اور الحمد للہ کہ یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ بے شک قرآن عزیز میں دین الٰہی کی باتوں کا نہایت واضح اور روشن بیان ہے۔ اور ہمارے آقا و مولا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے عالم ہی نہیں بلکہ معلم ہیں۔ اور جس کو جو کچھ دین الٰہی کا علم ہے وہ حضور ہی کا صدقہ ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم وبارک وعظم و شرف وکرم۔

ہاں بریلوی رضا خانیوں ہی کی ذہنیت ہے کہ ان کے نزدیک قرآن شریف میں یہ بھی مذکور ہے کہ فلاں روز اتنی مکھیاں مریں گی، اتنی پیدا ہوں گی، اس قدر مچھر مریں گے اور اس قدر پیدا ہوں گے۔

ناظرین ! ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں کہ کیا قرآن عزیز مکھی، مکڑی، مچھر، پسو اور کیڑے مکوڑوں کے موت وحیات اور دیگر حالات بیان کرنے کے لئے نازل ہوا ہے؟ کیا وہ مچھلی مینڈک اور برساتی کیڑوں کی ہسٹری اور حالات زندگی بتلانے گا؟ میرے نزدیک تو کوئی باایمان بھی اس کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ نعوذ باللہ من سوء الفھم۔

اس کے بعد ہم دوسری آیت کریمہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے "نہ چھوڑی ہم نے کتاب

میں کوئی چیز : اس آیت کریمہ سے جو استدلال کیا جاتا ہے اول تو اس پر وہی تین مناظرانہ سوال کئے جاتے ہیں جو اس سے پہلے استدلال پر کئے گئے۔ تاوقتیکہ ان کے شافی جوابات دے کر دلیل کو دعوے کے مطابق نہ کر دیا جائے اس سے استدلال کرنا بقول مولوی احمد رضا خان صاحب نہ صرف جہالت بلکہ دیوانگی ہے (سوالات کے اعادہ کی حاجت نہیں ناظرین خود جاری فرما سکتے ہیں)۔

اس کے بعد ہم اس آیت کریمہ کا بھی صحیح مطلب مشاہیر مفسرین اہلسنت کی تفاسیر سے نقل کرتے ہیں۔ ملحوظ رہے کہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض نے لفظ "کتاب" سے لوح محفوظ مراد لی ہے اور بعض نے قرآن پاک۔ ظاہر ہے کہ جب لوح محفوظ مراد لی جائے گی (جیسا کہ جلالین شریف ص ۱۱۳۔ وتفسیر جامع البیان ص ۱۱۳ وتفسیر مدارک التنزیل ص ۱۹۲۔ وتفسیر تبصیر الرحمٰن ص ۲۱۷ وغیرہ میں ہے) تو آیت کریمہ کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے لوح محفوظ میں کوئی چیز نہ چھوڑی۔ پس اس صورت میں اس آیت کریمہ کو مسئلہ علم غیب سے کوئی تعلق ہی نہ ہوگا۔ اور نہ ہمارے مخالفین اس معنی کے اعتبار سے اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔ ان کا استدلال صرف اس صورت میں ہے جب کہ کتاب سے قرآن پاک مراد ہو۔ لہٰذا ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ جن مفسرین نے کتاب سے قرآن پاک مراد لیا ہے انہوں نے اس آیت کا مطلب کیا سمجھا ہے۔ آیا وہ جو ہمارے دوست رضاخانیوں نے سمجھا (یعنی یہ کہ قرآن شریف میں ساری باتیں مذکور ہیں خواہ وہ دینی ہوں یا دنیوی، مفید ہوں یا غیر مفید حتیٰ کہ (معاذ اللہ) کیڑے مکوڑوں کا پاخانہ اور پیشاب بھی مذکور ہے) یا وہ معنی سمجھے ہیں جو باتباع مفسرین ہم سمجھتے ہیں۔ (یعنی یہ کہ قرآن شریف میں دین الٰہی کی تعلیم ہے ہدایت کے اصول ہیں۔ معارف کا بیان ہے۔ حقائق کا تبیان ہے)۔ ملاحظہ ہو۔ تفسیر مدارک التنزیل میں ہے۔

او الکتاب القرآن وقولہ من شیء ای من شیء یحتاجون الیہ الخ مدارک ص ۱۹۲۔

یعنی اس آیت میں یا کتاب سے قرآن عزیز مراد ہے تو اس صورت میں شے سے مراد وہی چیز ہے جس کے لوگ دینی معاملات میں محتاج ہوں۔ یعنی قرآن شریف میں دینی ضروریات کو نہیں چھوڑا گیا۔

تفسیر ابوالسعود میں ہے ای ما ترکنا فی القرآن شیئاً من الاشیاء المھمۃ (ص ۶۴ ج ۲)

یعنی ہم نے قرآن شریف میں (سب ضروری باتیں بیان کر دیں) کوئی چیز بھی ضروریات میں سے نہیں چھوڑی۔

تفسیر کبیر میں ہے قولہ "ما فرطنا فی الکتاب من شیء" یجب ان یکون مخصوصا

ببیان الاشیاء التی یجب معرفتها والاحاطة بها۔ یعنی اس آیت کریمہ میں جو شے کا لفظ ہے (اس کو عام نہیں رکھا جاسکتا) بلکہ اس کا ان اشیاء کے ساتھ خاص کردینا واجب ہے جن کی معرفت ضروری ہو اور جن کا علم لابدی ہو۔ یعنی آیت کریمہ کا صرف یہ مطلب ہے کہ ہم نے قرآن شریف میں تمام وہ چیزیں بیان کردیں جن کا جاننا لازمی ہے ان میں سے کوئی چیز نہ چھوڑی۔

یہاں ہم بخوف طوالت صرف انہیں حوالہ جات پر اکتفاء کرتے ہیں اور ارباب انصاف کے لئے اسی قدر کافی سمجھتے ہیں

اس کے بعد ہم چوتھی آیت کریمہ وکل شیء فصلناہ تفصیلا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس کا ترجمہ یہ ہے "ہم نے ہر چیز کی پوری تفصیل کردی"۔

اس استدلال پر بھی ہمارے وہی اٹل تین سوال ہیں جو پہلی دلیل پر وارد کئے جاچکے اور جن کا جواب نہ ہوا اور نہ انشاءاللہ ہوسکے گا (ناظرین ان سوالات کو خود جاری فرمالیں) رہا اس کا صحیح مطلب اس کو ہم چند معتبر و مستند تفاسیر سے نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایا جائے۔

۱ : تفسیر جلالین شریف میں ہے (وکل شیء) یحتاج الیہ (فصلناہ تفصیلا) ص ۲۲۹
یعنی ہم نے ہر ضروری چیز کی پوری تفصیل کردی۔

۲ : تفسیر جامع البیان میں ہے (وکل شیء) مما تحتاجون الیہ (فصلناہ تفصیلا)
یعنی ہم نے ان تمام چیزوں کی پوری تفصیل کردی جن کی ضرورت تم کو پڑتی ہے۔

۳ : تفسیر مدارک شریف میں بھی یہی ہے۔ ملاحظہ ہو، مدارک ص ۳۵۸

۴ : تفسیر ابوالسعود میں ہے (وکل شیء) تفتقرون الیہ فی المعاش والمعاد۔
(ص ۴۰۶ ۔ ج ۶) یعنی ہم نے ہر اس چیز کی پوری تفصیل کردی جس کی تمہیں امر معاش و معاد میں ضرورت ہے۔

۵ : تفسیر کبیر میں ہے وکل شیء فصلناہ تفصیلا ای کل شیء بکم الیہ حاجة الخ ص ۳۴۷ ، ج ۵۔
یعنی ہم نے ان تمام چیزوں کی پوری تفصیل کردی جن کی تم کو ضرورت ہے۔

یہاں بھی لقصد اختصار صرف انہی حوالہ جات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ واللہ الھادی الی سبیل الرشاد۔

مفسرین عظام کی ان تصریحات سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ اس آیت کریمہ کا بھی یہی مطلب ہے کہ قرآن عزیز انسانی ضروریات کا کفیل ہے اس میں ضروری ضروری باتیں بیان کر دی گئی ہیں۔ نہ یہ کہ اس میں حشرات الارض (زمین کے کیڑے مکوڑوں) کی سوانح عمری ہو۔ جیسا کہ ہمارے رضا خانی دوستوں کا خیال ہے۔ والعیاذ باللہ رب العلمین۔

آیت نمبر۳ وکل شیء احصیناہ فی امام مبین۔ و نمبر۵۔ یعنی ولا حبۃ فی ظلمت الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ کے متعلق ہم صرف اس قدر عرض کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ ان دونوں آیتوں میں کتاب مبین سے لوح محفوظ مراد ہے۔ مفسرین اہلسنت نے تو اس کی تصریح کی ہی ہے لیکن یہاں تو غضب یہ ہے کہ آپ کے قبلہ و کعبہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی بھی لوح محفوظ ہی مراد لے رہے ہیں۔ دیکھو "انباء المصطفے ص ۳ سطر ۲۱ و ۲۲"۔ اگرچہ تقریباً تمام تفاسیر میں بھی یہی مذکور ہے۔ لیکن ہم خان والاشان کے فرمان عالی شان کے بعد کسی مفسر کی عبارت نقل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ ؏

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

آیت کریمہ نمبر۶ و ۷ کے متعلق ہم کچھ عرض کرنے کی حاجت نہیں سمجھتے۔ ناظرین خود فیصلہ فرما لیں کہ ان کو کہاں تک رضا خانیوں کے دعوے سے تعلق ہے۔ پہلی آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے (اے حبیبؐ دردمندان محبت کے طبیب) "یہ غیب کی خبروں میں سے ہے ہم تمہاری طرف اس کو وحی کرتے ہیں"۔ دوسری آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے۔ "پس وحی کی اپنے حبیبؐ کی طرف جو کچھ کہ وحی کی"۔

غور فرمایا جائے کہ دعوے تو اتنا طویل و عریض کہ بیابانوں کے ذرہ ذرہ کا، سمندروں کے قطرہ قطرہ کا، درختوں کے پتہ پتہ کا، دریاؤں کی مچھلی، مینڈک اور زمین کے ہر کیڑے مکوڑے کی حرکت و سکون کا، حتی کہ پاخانہ و پیشاب وغیرہ وغیرہ کا علم تفصیلی محیط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات شریف سے اکیاسی روز قبل عطا فرما دیا گیا اور دلیل یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غیب کی خبروں میں سے کوئی خبر وحی فرمائی یا یہ کہ وحی فرمائی جو کچھ کہ وحی فرمائی۔ سبحان اللہ! واہ رے استدلال۔

قرآنی آیات کی بحث سے فارغ ہو کر اب ہم ان احادیث کی جانب متوجہ ہوتے ہیں جن کا اضافہ رضاخانیوں کی اس جعلی روئداد میں کیا گیا ہے۔ فاقول و باللہ التوفیق۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی روایت لقد ترکنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث کے متعلق سر دست صرف اس قدر لکھتے ہیں کہ یہ دعوئے سے خاص ہے۔ اور دعویٰ عام دلیل خاص سے ثابت نہیں ہو سکتا۔ کما بین فی کتب الاصول۔

دوسری روایت جو جناب نے شب معراج کی پیش کی ہے اس کا ترجمہ آپ کے اصول پر یہ ہے "پس میں نے جان لیا (اس شب معراج میں) جو کچھ کہ ہو چکا اور جو کچھ کہ ہو گا" لہٰذا یہاں وہی سوال وارد ہو گا کہ اس سے کل مراد ہے یا بعض۔ اگر کل مراد ہے تو یہ آپ کے دعوئے سے عام ہے (جیسا کہ رضاخانیوں کے استاد العلماء مولوی نعیم الدین صاحب نے "الکلمۃ العلیاء" میں اس کا اعتراف کیا ہے) لہٰذا یہ دلیل خود آپ کے بھی مذہب کے مخالف اور آپ کے دعوئے سے متخلف ہو گی۔ اور اگر اس سے بعض مراد ہے یعنی وہ جو اس وقت عند اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب تھا تو وہ ہمارے مخالف نہیں وہ بعینہٖ ہمارا مذہب ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر اس روایت سے یہ علم محیط ثابت ہو گا تو شب معراج میں ہجرت سے بھی بہت پہلے ماننا پڑے گا اور آپ خود اس کے قائل نہیں آپ صرف وفات شریف سے اکیاسی روز قبل اس علم محیط کی تکمیل مانتے ہیں۔ لہٰذا یہ روایت آپ ہی کے بیان کردہ مطلب کے اعتبار سے آپ کے بھی مخالف ہے۔

تیسرے یہ کہ اس روایت کو تا قیامت صحیح نہیں ثابت کیا جا سکتا۔ صحیح ہونا تو درکنار اس کی پوری اسناد بھی نہیں بتلائی جا سکتیں۔ راویوں کی جرح و تعدیل تو بعد کی چیز ہے۔ لیکن میاں صاحب! افسوس کہ آپ کے سامنے ان چیزوں کا ذکر کرنا ہمارے نزدیک بھینس کے آگے بین بجانے سے کم نہیں۔ کاش کہ کسی ذی علم کا مقابلہ ہوتا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ والی روایت (قام فینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث) جس کا اضافہ اس رضاخانی روئداد کے صفحہ ۶۶ پر کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب بھی ہرگز یہ نہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وعظ میں رضاخانیوں کا تمام ماکان و مایکون بتلا دیا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ حضور صلعم نے یہ تو بیان کیا ہی نہ ہو گا کہ "شراب اس طرح بنائی جاتی ہے، جوا یوں کھیلا جاتا ہے۔ فلاں وقت

لہ (حاشیہ برصفحہ آئندہ)

زید غسل خانہ میں جائے گا۔ فلاں وقت پاخانہ میں۔ فلاں وقت کلکتہ کے بازار میں گندم کا یہ نرخ ہوگا۔ جو کا یہ نرخ ہوگا۔ ہندوستان میں ایک شہر بریلی ہوگا اس میں ایک پاگل خانہ ہوگا اور اس میں فلاں فلاں پاگل ہوں گے۔ الغرض میرے نزدیک کوئی عقل مند اس کو گوارا نہیں کرے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر دنیا بھر کی ان خرافات کو بیان کیا ہو۔ بلکہ یہ کہنا تو ایک درجہ میں شان نبوت کی توہین کرنا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کام کے لئے تشریف نہیں لائے تھے۔ بلکہ بعثت کی غرض دین الٰہی کی تعلیم تھی۔ لہٰذا اس حدیث شریف کا وہی مطلب ہوگا جو ہمارے اور آپ کے دونوں کے مسلم شیخ الشیوخ شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں لکھا ہے۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے الفاظ اس موقع پر یہ ہیں۔ ای مما یتعلق بالدین ای کلیاته یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وعظ میں بدء الخلق سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک کی تمام وہ باتیں بیان فرما دیں جو دین سے متعلق تھیں۔ اور اس کے بھی کلیات نہ ہر ہر جزئی۔

الحمد للہ اس دلیل کا فیصلہ ایسے کے قلم سے ہوا جس کے سامنے رضاخانی دم نہیں مار سکتے۔ فللہ الحجة السامیه۔ رہی شرح زرقانی کی عبارت " اصحابه صلی اللہ علیه وسلم جازمون باطلاعه علی الغیب " اس کا جواب صرف اس قدر کافی ہے کہ یہاں غیب سے کل غیب تو نہ تمہارے نزدیک مراد ہو سکتے ہیں نہ ہمارے نزدیک۔ لہٰذا البعض غیب مراد ہوں گے اور اس صورت میں مثبت مدعا نہیں۔ پھر اس سے استدلال بقول مولوی احمد رضا خاں صاحب نہ صرف جہالت بلکہ دیوانگی ہے۔

الحمد للہ کہ روئداد نویس صاحب نے جس قدر ثبوت کا اضافہ کیا تھا وہ تمام بھی پہلے ثبوت کی طرح هباء منثورا ہو گیا۔ وخسر هنالك المبطلون۔

دوسری قسم کا اضافہ جو اس جعلی روئداد میں کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد منظور صاحب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) لہ یہ اس لئے عرض کیا گیا کہ رضاخانیوں کا ماکان ومایکون بھی دنیا سے نرالا ہے آئندہ انشاءاللہ کسی تحریر میں اس کی تفصیل کی جائے گی "۔ (حاشیہ صفحہ ہذا) لہ اور یہی مطلب بعینہٖ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا ہے جس کا اضافہ رضاخانی روئداد کے صفحہ ۲۷ پر کیا گیا ہے۔ ۱۲

مدظلہم العالی نے اہلسنت کی طرف سے اپنے دعوے کے ثبوت میں جو ادلۂ قاہرہ پیش کئے تھے اور جن کا جواب مولوی حشمت علی صاحب نمائندہ فرقہ رضاخانی نے قسم کھانے کو بھی نہ دیا تھا ان کے جوابات دینے کی نہایت زبردست کوشش کی گئی ہے (لیکن الحمد للہ نتیجہ وہی ہوا ہے جو آفتاب پر دھول ڈالنے کا ہوا کرتا ہے)

تاہم ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ انتہائی اختصار کے ساتھ ان مضامین پر بھی کچھ تبصرہ کردیں۔ وباللہ التوفیق۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے اپنے دعوے کے ثبوت میں سب سے پہلی آیت کریمہ وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ[1] پیش فرمائی تھی۔ اور بقول بعض مقامی حکام کے، اس پہلی ہی آیت نے ہر ذی فہم کے لئے مناظرہ کا دوٹوک فیصلہ کردیا تھا۔ اس دلیل پر جو کچھ مولوی حشمت علی صاحب نے مناظرہ میں کلام کیا تھا وہ اور اس کا جواب تو صاعقہ آسمانی میں مذکور ہوچکا ہے وہاں ملاحظہ فرمالیا جائے۔

اب چھ ماہ کے بعد اس جعلی روئداد میں حضرت مولانا کی اس دلیل کے متعلق بہت کچھ خامہ فرسائی کی گئی ہے۔ لیکن خلاصہ اس ساری تطویل لاطائل کا بھی صرف وہی دو باتیں ہیں جو مولوی حشمت علی صاحب نے تھوڑے لفظوں میں کہہ دی تھیں۔ ایک یہ کہ آیت کریمہ میں شعر سے وہ شعر مراد نہیں ہوسکتا جس کو عرب میں عام طور پر شعر کہا جاتا تھا، بلکہ صرف تخیلات کاذبہ مراد ہیں۔ دوسرے یہ کہ علم سے اس آیت کریمہ میں صرف ملکہ مراد ہے۔

لیکن روئداد نویس صاحب اس کے اس دندان شکن جواب سے بالکل ہی آنکھ میچ گئے جو مناظرہ میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے دیا تھا اور جو صاعقہ آسمانی کے صفحہ ۱۴۶ پر مذکور ہے۔[2] جس کے بعد مولوی حشمت علی صاحب اس آیت شعر کے متعلق ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکال سکے۔ ناظرین حوالہ مذکورہ بالا پھر ملاحظہ فرمالیں۔

اہلسنت کی طرف سے دوسری دلیل آیت کریمہ اِنَّ الساعۃ اٰتیۃ اکاد اخفیھا[3] الآیۃ

---

[1] ترجمہ: نہیں سکھلایا ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر اور نہ ان کی شان رفیع کے مناسب تھا۔ ۱۲

[2] صاعقہ آسمانی کے صفحہ ۱۴۶ پر بحوالہ تفسیر ابن کثیر ایک روایت نقل کی ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما نے بھی آیت کریمہ کا وہی مطلب سمجھا ہے جو ہم مراد لیتے ہیں، نہ وہ جو رضاخانی کہتے ہیں ۱۲

[3] بتحقیق قیامت آنے والی ہے میں ارادہ کرتا ہوں یہ کہ اس کو چھپاؤں۔ ۱۲

پیش کی گئی تھی۔ روئداد نویس صاحب نے اس پر بھی بہت کچھ گہر افشانی فرمائی ہے۔ اور سوالات در سوالات پیدا کئے ہیں۔ لیکن کاش کہ میاں صاحب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالے عنہ اور حضرت قتادہ رضی اللہ تعالے عنہ کی ان تفسیروں کو بھی نقل فرما دیتے جو اس آیت کی تفسیر میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے پیش فرمائی تھیں اور جو صاعقہ آسمانی صفحہ ۱۰۵ پر ہیں۔ لیکن نقل کیسے کرتے رضاخانیت کا جو گھر بگڑتا تھا۔ خیر ہم اب ان کو پھر نقل کرتے ہیں۔

حبر امت عالم قرآن، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالے عنہ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ یقول لا اظهر علیها احد غیری یعنی اللہ تعالے فرماتا ہے کہ اپنے سوا اس قیامت (کے وقت) پر کسی کو اطلاع نہ دوں گا۔ روایت کیا اس کو ابن ابی حاتم نے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالے عنہ فرماتے ہیں ولعمری لقد اخفاها الله من الملئکة المقربین ومن الانبیاء والمرسلین۔ یعنی بخدا (قیامت کے وقت) کو چھپا لیا ہے اللہ تعالے نے مقرب فرشتوں اور نبیوں اور رسولوں سے۔ (روایت کیا اس کو ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے)۔ ملحوظ رہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ یہ اس وقت فرما رہے ہیں جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کو ایک عرصہ ہو چکا ہے۔ فرمائیے میاں صاحب! کیا اب بھی کسی سوال میں کچھ نبض باقی ہے یا سب کا خاتمہ ہو گیا؟ اگر کچھ بھی رمق باقی ہو تو صاف کہہ دینا۔

تیسری دلیل سورۂ لقمان کی آخری آیت ان الله عنده علم الساعة وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت ان الله علیم خبیر[1] پیش کی گئی تھی جو آج تک سنبھل کے عوام کی بھی زبان پر ہے۔

اس آیت کریمہ کے متعلق بھی روئداد نویس صاحب نے کئی ورق سیاہ کئے ہیں۔ اور سچ یہ ہے کہ بے چاروں نے اپنے قلم کا سارا ہی زور ختم کر دیا ہے۔ اور مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی کی الکلمۃ العلیا کے ورق کے ورق

---

[1] بتحقیق اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم۔ اور وہی نازل کرتا ہے بارش کو۔ (یعنی یہ بھی اسی کے علم میں ہوتا ہے کہ بارش کب ہو گی) اور وہی جانتا ہے جو کچھ عورتوں کے رحم میں ہوتا ہے۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا۔ اور کوئی نہیں جانتا کہاں مرے گا بتحقیق اللہ ہی جاننے والا خبردار ہے۔

نقل کر ڈالے ہیں لیکن حاصل اس ساری تطویل کا بھی صرف یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں جن پانچ چیزوں کا ذکر ہے غیر اللہ سے صرف ان کے علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے ورنہ ان کا علم بعطائے الٰہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بہت سے اولیاء کرام کو حاصل ہے۔

ہمیں افسوس کے ساتھ عرض کرنا پڑتا ہے کہ اگر میاں صاحب اس موقعہ پر حضرت قتادہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی اس تفسیر کو بھی نقل کر دیتے جو مناظرہ میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب مدظلہم العالی نے اس آیت کریمہ کے مطالب پر روشنی ڈالتے ہوئے بحوالہ " تفسیر ابن کثیر " پیش فرمائی تھی تو آج ہمیں کچھ عرض کرنے کی حاجت نہ ہوتی۔ اس سے خود معلوم ہو جاتا کہ صرف علم ذاتی کی نفی ہے یا علم عطائی کی بھی۔ لیکن وہاں تو ٹھہری ہوئی ہے کہ مقابل کی بات کو کبھی پورا نقل کیا ہی نہیں جائے گا۔ خیر اب ہم اس کو نقل کرتے ہیں۔

تفسیر ابن کثیر صفحہ ۳۲۸۔ جلد ۸ پر ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا۔

خمس من الغیب استاثر بھن اللہ فلم یطلع علیھن ملکا مقربا ولا نبیا مرسلاً[1]۔

یعنی یہ غیب کی پانچ چیزیں، ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے اپنے لئے خاص کر لیا ہے ان کی اطلاع نہ کسی مقرب فرشتہ کو دی ہے نہ کسی نبی اور رسول کو (علیہما الصلوٰۃ والسلام)۔

فرمایئے! یہ علم عطائی کی نفی ہوئی یا علم ذاتی کی؟ اس سے بھی بڑھ کر اگر ثبوت درکار ہو تو ملاحظہ فرمایئے اس روایت کو انہیں علوم خمسہ کے متعلق مناظرہ میں پیش کی جا چکی ہے۔ اور " صاعقۂ آسمانی " کے صفحہ ۱۳۹ پر درج ہے اور نہ معلوم کون سے دل سے آپ نے بھی اپنی روئداد کے صفحہ ۵۳ پر اس کو نقل کر دیا ہے۔ اصل روایت صاعقۂ آسمانی میں ملاحظہ فرمائی جائے۔ یہاں صرف اس کا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

" روایت کیا ہے سعید بن منصور اور امام احمد اور امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرت ربعی بن

---

[1] یہ کل عبارت چند سطر کی ہے اور اس مسئلہ میں نہایت مفید ہے یہاں صرف اس کا پہلا ٹکڑا نقل کر دیا گیا ہے۔ پوری عبارت صاعقۂ آسمانی صفحہ ۱۱۲ پر ملاحظہ ہو۔ ۱۲

حراش رضی اللہ عنہ سے، فرماتے ہیں کہ " مجھ سے حدیث بیان کی ایک شخص نے بنی عامر میں سے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا علم میں سے کوئی ایسی بات باقی رہ گئی ہے جس کو آپ نہ جانتے ہوں حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت خیر سکھایا اور بہ تحقیق ابھی علم میں سے وہ بھی ہے جس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہی پانچ چیزیں ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لبطور استشہاد یہی آیت پڑھ دی (ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیۃ) "

کہیئے! کیا اب بھی کہا جا سکتا ہے کہ صرف علم ذاتی کی نفی ہے نہ عطائی کی۔ آپ کی عقل رسا سے کچھ زیادہ بعید تو نہ تھا لیکن اس کا کیا علاج ہے کہ آپ اپنی روئداد کے صفحہ ۵۵ پر اسی حدیث کے متعلق یہ لکھ چکے ہیں کہ " اس حدیث سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک حضور کو ان علوم خمسہ پر اطلاع نہ دی گئی ہو۔ انتہی " لیجئے یہاں تو آپ نے کھلے لفظوں میں اقرار کر لیا کہ ان پانچوں چیزوں کے علم عطائی کی نفی ہے[1]۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

الحمد للہ کہ علوم خمسہ کی بحث میں جو کچھ اوراق آپ نے سیاہ کئے تھے ان کو خود ہی قلم زد بھی کر دیا اور ہم کو کچھ زیادہ عرض کرنے کی حاجت نہ رہی۔ وکفی اللہ المومنین القتال۔

رہا آپ کا اور آپ کے بڑوں کا یہ فرمانا کہ ممکن ہے ان پانچوں چیزوں کا علم اس حدیث کے بعد عطا فرمایا گیا ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ باب عقائد میں کوئی بات بے دلیل نہیں سنی جاتی تاوقتیکہ کسی دلیل سے یہ نہ ثابت کر دیا جائے کہ اس حدیث کے بعد ان پانچوں چیزوں کا علم کلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرما دیا گیا۔ اس وقت تک یہ امر

---

[1] اگر کہا جائے کہ یہ اقرار صرف حدیث کے متعلق ہے، نہ آیت قرآنی کے متعلق۔ تو ہم کہیں گے یہ ناممکن ہے کہ اس حدیث میں تو علم عطائی کی نفی ہو اور آیت میں صرف ذاتی کی۔ ورنہ لازم آئے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس موقعہ پر اس آیت کریمہ کو لبطور استشہاد تلاوت فرمانا رضا خانیوں کا سا بے محل اور بے جوڑ استدلال ہو۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ ۱۲

ہرگز قابلِ سماعت نہ ہوگی۔ اور یہ انشاء اللہ العزیز تا قیامت ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

جو روایات آپ نے روئداد کے صفحہ ۳۳ و ۳۴ و ۳۵ و ۴۰ و ۴۹ پر علوم خمسہ کے ثابت کرنے کے لئے اپنے بڑوں کے رسالوں سے نقل کی ہیں مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت امام مہدی کے پیدا ہونے کی خبر دینا، حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے یہاں صاحبزادہ کے تولد کی اطلاع دینا، یا غزوۂ خیبر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق لأعطين هذه الراية غدا۔ الحديث ارشاد فرمانا، یا مقتولین بدر کی قتل گاہیں دکھلانا یا قبل از قیامت ایک عالمگیر بارش ہونے کی خبر دینا وغیرہ وغیرہ۔ ان میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جس سے ان پانچوں چیزوں کا **علمِ کلی** ثابت ہو سکے۔ بلکہ ان میں سے ہر ایک میں صرف جزئی واقعات کا ذکر ہے جس کا کسی کو انکار نہیں۔ بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کو علوم خمسہ کے بہت سے جزئیات کی اطلاع دی۔ لیکن ان کا علمِ کلی کسی کو عطا نہیں فرمایا۔ اگر علم کلی اور جزئی کا یہ فرق یاد رکھا جائے تو پھر انشاء اللہ کوئی رضاخانی دھوکہ نہیں دے سکتا۔

یہی جواب بعینہٖ میاں صاحب کی اس مہمل تقریر کا ہے جو آیت کریمہ نمبر۲ ؎ وعنده مفاتح الغيب لا يعلمها الا هو کے متعلق کر کے میاں صاحب نے کاغذ کو بھی اپنے دل کی طرح سیاہ کیا ہے۔ اس لئے کہ یہ طے شدہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں مفاتح الغيب سے یہی پانچ چیزیں مراد ہیں (جیسا کہ مناظرہ میں متعدد روایات سے ثابت کیا جا چکا ہے، دیکھو صاعقہ) بلکہ سورۂ لقمان کی مذکورہ بالا آیت ان الله عنده علم الساعة الآیۃ۔ بحکم حدیث نبوی اسی آیت "مفاتح الغيب" کی تفسیر ہے لہٰذا جو مطلب اس کا ہوگا وہی اس کا بھی ہوگا۔ اور الحمد للہ کہ ہم روز روشن کی طرح ثابت کر چکے کہ سورۂ لقمان کی اس آیت میں عطائی کی بھی نفی ہے نہ صرف ذاتی کی۔ پس انہیں دلائل سے ثابت ہو گیا کہ آیت مفاتح الغیب میں بھی عطائی کی نفی ہے۔

پھر یہ کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تو صریح ارشاد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مفاتح الغیب کا علم عطا نہیں فرمایا گیا ملاحظہ ہو فتح الباری شریف شرح بخاری شریف۔ لیکن ہمارے میاں صاحب یہی فرماتے جاتے ہیں کہ ان آیات سے علم عطائی کی نفی نکالنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو گھٹانا ہے۔ ایسی توہینوں

؎ ترجمہ: اور اسی (اللہ تعالیٰ) کے علم میں ہے مفاتح الغیب۔ نہیں جانتا ان کو اس کے سوا کوئی ۱۲

ے توبہ کرنی چاہئے۔

او ظالمو! تم اور تمہارے بڑے تعظیم کرتے ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ شان مصطفویؐ کو گھٹاتے اور توہین کرتے ہیں۔ ارے وہ تو وہ پاک ذات ہے جس نے عمر بھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کفش برداری کی اور وہ " صاحب النعل و الوسادہ " کا لقب پایا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں اول اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو ایک زمانہ تک یہ سمجھتا رہا کہ عبداللہ ابن مسعود رضہ اہل بیت نبوت سے ہیں۔ کیوں کہ میں دیکھتا تھا کہ آپ گھر والوں کی طرح بلا روک ٹوک کاشانۂ نبوت میں آجایا کرتے تھے۔ یہ وہی ابن مسعود ہیں ملائکہ جن کا ادب کرتے تھے۔ یہ وہی ہیں صحابہ رضہ جن کو جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا راز دار کہا کرتے تھے۔ لیکن تف آج وہ رضاخانی جن کا امام نافرجام خان بریلوی اپنے پیر بھائی کی نسبت کہتا ہے کہ۔

" جب اُن کا انتقال ہوا اور میں دفن کے وقت ان کی قبر میں اترا مجھے بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضۂ انور کے قریب پائی تھی "

(ملفوظات خان بریلوی۔ ص ۲۵)

(اور پیر کی قبر میں تو شاید اور کچھ بڑھ چڑھ کر ہوگی) آہ! اس کے مقتدی کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضہ ظالم تھے انہوں نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان گھٹائی۔ ایسی توہین کرنے والے کو توبہ کرنی چاہئے۔ (اگرچہ کہا کچھ ایچ پیچ سے ہے)۔

اے بدزبانو! یاد رکھو ان بے گناہوں کا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔ قیامت کا میدان ہوگا اور تمہارے زبانوں کے گھائل خدائی دربار میں طالب انصاف ہو کر آئیں گے جن کے آگے آگے سردار دوجہاں صؐ کے غلام ہمارے آقا و مولیٰ حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ ہوں گے جن کی جوتی کا تسمہ بادشاہوں کے تاج سے زیادہ قیمتی ہے۔ اور پیچھے پیچھے اس آخری دور کے مظلوم مدنی تاجدار صؐ کے غلامان غلام ہم اور ہمارے اکابر ہوں گے۔ منتظر رہو اور حساب کے لئے تیار ہو جاؤ۔ خیر بات کہیں کی کہیں جا پہنچی اور اپنے اس آقا کی حمایت میں ہمارا لہجہ کچھ زیادہ تلخ بھی ہو گیا۔ لیکن ہم واللہ معذور ہیں ؎

کیوں کر دل جلوں کے لبوں پر فغاں نہ ہو
ممکن نہیں کہ آگ لگے اور دھواں نہ ہو

اب ہم اس مضمون کو یہیں ختم کرتے ہیں اور اپنے اصلی مقصود کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایا جائے ان تین مذکورہ بالا آیات کریمہ کے علاوہ چھ آیتیں اور بھی حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے قیامت کے وقت خاص کے علم کے متعلق پیش فرمائی تھیں ان سب کے متعلق بھی ہمارے عنایت فرما مولوی اجمل میاں صاحب نے ان تمام تفاسیر سے آنکھ بند کرکے جو حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے ان آیات کا مطلب بیان کرتے ہوئے مناظرہ میں پیش فرمائی تھیں اور جو ہر آیت کے ذیل میں صاعقۂ آسمانی میں درج ہیں۔ نہایت جرأت کے ساتھ یہی لکھ مارا ہے کہ ان سب میں بھی صرف علم ذاتی کی نفی ہے علم عطائی کی نہیں۔ ہم مفسرین کی ان تمام عبارات کو نقل کرکے اپنی اس تحریر کو زیادہ طول دینا نہیں چاہتے۔ صرف حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ایک فرمان صاعقۂ آسمانی ہی سے نقل کرتے ہیں جو انہوں نے آیت کریمہ[1] یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسٰھا قل انما علمہا عند ربی الآیۃ (اعراف، رکوع ۲۳) کی تفسیر میں ارشاد فرمایا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

"انما علمہا عندہ استاثر بعلمہا فلم یطلع علیہا ملکا ولا رسولا"

یعنی اس (قیامت کے وقت) کا علم بس اللہ ہی کو ہے، اس نے اپنے لئے خاص کرلیا ہے۔ پس نہ کسی فرشتہ کو اس کی اطلاع دی اور نہ کسی رسول کو"

حضرت عبداللہ ابن عباس رض کا یہ فرمان تفسیر کی بہت سی کتابوں مثلاً ابن کثیر، خازن، درمنثور وغیرہا میں موجود ہے۔ ناظرین اس سے فیصلہ فرمالیں کہ آیا یہاں صرف علم ذاتی کی نفی ہے یا عطائی کی بھی۔ اس کے علاوہ تفاسیر کی اور عبارات صاعقۂ آسمانی میں ملاحظہ فرمائی جائیں۔

---

[1] پوری آیت کا ترجمہ یہ ہے "اے ہمارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں قیامت کے بارے میں کہ کب آئے گی۔ فرما دیجئے بس اس کا علم میرے رب ہی کو ہے۔ نہیں ظاہر کرے گا اس کو اس کے وقت خاص پر مگر اللہ تعالیٰ۔ بھاری ہے وہ آسمانوں اور زمینوں میں وہ اچانک بے خبری ہی میں آئے گی وہ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا آپ اس کو جانتے ہیں کہہ دیجئے اس کا علم صرف

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

آیت کریمہ یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا انک انت علام الغیوب۔

کا جواب روئداد نویس صاحب نے یہ دیا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا یہ فرمانا کہ ہم کو علم نہیں۔ صرف ادب کے طور پر ہوگا۔ اور اس کے ثبوت میں رضا خانیوں کے استاذ العلماء، مولوی نعیم الدین صاحب کے رسالہ "الکلمۃ العلیا" سے بحوالہ تفسیر خازن ایک عبارت بھی نقل کی ہے۔ اس کے متعلق ہمیں صرف یہ کہنا ہے کہ تفسیر خازن سے صرف اس ٹکڑے کو نقل کر دینا اور اول و آخر کو ہضم کر جانا تمہاری اور تمہارے استاذ العلماء ہی کی حیا داری ہے۔ چوری کریں اور وہ بھی ہاتھ میں چراغ لے کر ؏ چہ دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد

ناظرین کرام! علامہ علی بن محمد خازن رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں چند اقوال نقل فرمائے ہیں

پہلا قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ۔ انبیاء علیہم السلام سوال خداوندی کے جواب میں فرمائیں گے کہ ہم کو آپ کا سا علم نہیں۔ کیونکہ آپ ان لوگوں کے ظاہر و باطن دونوں کو جانتے ہیں اور ہم کو صرف ان کے ظاہر کا علم ہے۔

دوسرا قول آیت کریمہ کی تفسیر میں یہ نقل فرمایا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام سوال خداوندی کے جواب میں فرمائیں گے کہ جب تک ہم دنیا میں رہے ان کے اقوال و افعال کا ہم کو علم رہا اور جب دنیا سے ہمیں اٹھا لیا گیا پھر ہمیں معلوم نہیں کہ کیا ہوا اور انہوں نے کیا کیا بدعتیں ایجاد کیں۔

تیسرا قول یہ نقل فرمایا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام عرض کریں گے اے بار الٰہ ہم کو معلوم نہیں کہ آپ کی اس میں کیا حکمت ہے کہ ہم سے اُس بات کا سوال کیا جا رہا ہے جس کا علم آپ کو ہم سے زیادہ ہے۔ (ان تینوں اقوال سے اہلسنت وجماعت کی پوری پوری تائید ہوتی ہے جیسا کہ ظاہر ہے)۔

چوتھا قول ایک اور نقل کیا ہے لیکن چونکہ خود ہی اس کو ضعیف اور قابل اعتراض قرار دیا ہے لہٰذا ہم اس کا نقل کرنا بھی غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ اس ضعیف قول کے بھی بعد اخیر میں وہ قول نقل کیا ہے جس کو مولوی نعیم الدین صاحب نے الکلمۃ العلیا میں لیا ہے۔ پھر یہ بھی نہیں کہ مفسر نے اس کو اختیار کیا ہو بلکہ اس کے بعد ہی متصلاً دوسری

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ: اللہ ہی کو ہے، لیکن بہت سے لوگ اس سے ناواقف ہیں

سطر میں انك انت علام الغیوب کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ یعنی انك تعلم ما غاب عنا۔ یعنی انبیاء علیہم السلام کا مطلب یہ ہے کہ اے پروردگار آپ اندرونی باتوں کو بھی جانتے ہیں اور ہم صرف ظاہری باتوں کو۔ اندرونی حالات کی ہم کو خبر نہیں۔"

افسوس ہے مولوی نعیم الدین صاحب کی دیانت پر کہ اول و آخر سب حذف کر کے درمیان سے ایک ٹکڑا مفید مطلب نقل کر دیا اور کہہ دیا کہ تفسیر خازن میں یوں لکھا ہے۔ مولوی صاحب اگر ہماری نہیں تو خدا و رسولؐ کی تو شرم کی ہوتی۔ ع

شرم بادت از خدا و از رسول

الحمد للہ کہ روئداد نویس صاحب نے جن گیارہ آیاتِ کریمہ پر کچھ کلام فرمایا تھا اس سب کا کافی شافی جواب انہی چند سطروں میں ہو چکا۔ رہی آیت کریمہ نمبر ۱۲ وما یعلم جنود ربك الا ھو اس کا لاجواب ہونا عملاً خود میاں صاحب کو بھی تسلیم ہے۔ چنانچہ اس آیت کریمہ کو (شاید بھول کر) اپنی روئداد کے صفحہ ۱۰۱ پر نقل تو کر دیا ہے لیکن جواب سے بالکل ہی جواب ہے۔ اور آیت کریمہ نمبر ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ کو تو نقل بھی نہ کیا بالکل ہی ہضم کر گئے۔ شاباش اے فاضل نوجوان شاباش مردوں کو ایسا ہی چاہیئے۔

علیٰ ہذا رسول پاک صاحب لولاک ؐ کی جس قدر احادیث شریفہ و حضرات صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین و علماء کرام و صوفیاء عظام کے جتنے بھی اقوال کریمہ حضرت مولانا مولوی محمد منظور صاحب نے مناظرہ کے آخری اجلاس میں پیش فرمائے تھے جنہوں نے رضا خانیوں کے اس غیبیہ عقیدہ کی بالکل ہی قلعی کھول دی تھی ان سب کو تو ایسا ہضم کیا ہے کہ شاید ڈکار تک بھی نہ لی۔ ناظرین ان سب کو صاعقہ آسمانی میں ملاحظہ فرمالیں۔ ہم اس سلسلہ کو یہیں ختم کرتے ہیں۔ اور ناظرین کے مزید فائدہ کے لئے حضرت مولانا مولوی محمد منظور صاحب کے ان مطالبات و مواخذات کی ایک فہرست پیش کرتے ہیں جن کے جوابات مولوی حشمت علی نہ دے سکے۔ اور چھ ماہ کی متفقہ کوششوں کے باوجود رضا خانی روئداد بھی جن کے جواب سے خالی ہے۔ ملحوظ رہے کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے کبھی دوران مناظرہ میں اپنے مطالبات کی کوئی فہرست نہیں سنائی اور نہ ان کو قرآن و حدیث پیش کرنے سے ان غیر ضروری باتوں کی فرصت ملی اور نہ درحقیقت یہ مناظر کا کام ہے۔ ہاں جس کے پاس

لے جل ذکرہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم۔

مولوی حشمت علی صاحب کی طرح اوقات بڑی کا کوئی سامان نہ ہو وہ بیچارہ اگر یہ بیکار باتیں نہ کرے تو بیچارہ اور کیا کرے۔ الغرض حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے کبھی اس بیکار مد میں اپنا کوئی منٹ صرف کرنا مناسب نہ سمجھا اور نہ ہم نے روئداد مناظرہ صاعقہ آسمانی میں کوئی فہرست اس قسم کی شائع کی اور نہ اس کی ضرورت سمجھی۔ اب جب کہ بعض احباب نے اس پر اصرار کیا ہے تو ہم بھی اس ضمیمہ میں ان مطالبات و مواخذات کی ایک فہرست شائع کرتے ہیں۔

ناظرین! حضرت مولانا مولوی محمد منظور صاحب کے مطالبات دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ گرفتیں جو مولوی حشمت علی صاحب کی تقریروں پر کی گئیں اور وہ ان کے جوابات سے عاجز رہے۔ دوسرے وہ ادلہ و تائیدات جو مذہب اہلسنت وجماعت کے ثبوت میں حضرت مولانا نے پیش کیں اور مولوی حشمت علی صاحب باوجود پے در پے مطالبہ کے ان کے کچھ جوابات نہ دے سکے۔ پہلی قسم کے مطالبات کی تعداد ۷۰ اور دوسری قسم کے مطالبات کی ساٹھ ہے۔ فہرست ہدیہ ناظرین ہے۔

فہرست مطالبات قسم اول

انشاء اللہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا جائے گا۔ جو کچھ عرض کیا جائے گا بحوالہ صفحہ، صاعقہ آسمانی سے نقل کیا جائیگا۔

(۱): صفحہ ۸۸ و ۸۹، قرآن عزیز کا نزول کب ختم ہوا؟ اس سوال کے جواب میں بہت دیر تک تو مولوی حشمت علی صاحب نے اڑان گھائیاں ہی کاٹیں (جس کا اقرار رضاخانی روئداد میں بھی ہے)، بڑی عرق ریزی کے بعد مولوی رحم الٰہی صاحب نے ایک روایت کسی رسالہ سے پڑھوائی۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یوم وفات تک وحی نازل ہوئی۔ اس پر مولانا محمد منظور صاحب یہ نقض کیا۔

(۲): صفحہ ۹۰۔ اس سے مطلق وحی کے اختتام کا وقت معلوم ہوا، نہ قرآن عزیز کا۔ حالانکہ دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ پھر بیچاروں نے ایک دوسری روایت اکیاسی ۸۱ روز والی نکال کر مولوی حشمت علی صاحب سے پیش کرائی۔ حضرت مولانا نے اس پر یہ نقض فرمایا۔

(۳): صفحہ ۹۱۔ کہ جن لوگوں کا یہ قول ہے ان کا مطلب یہ ہے کہ اس مدت کے بعد احکام کی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی اور دوسری قسم کی آیات اس کے بعد بھی نازل ہوئی ہیں لہٰذا یہ جواب بھی صحیح نہیں۔

۴ ؛ صفحہ ۱۰ ۔ آپ کا یہ کہنا کہ تمام علوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب ہیں قرآن عزیز کا مقابلہ کرنا ہے اس میں علم شعر کے متعلق صاف ارشاد ہے کہ وہ آپ کی شان کے مناسب نہیں ۔

۵ ؛ صفحہ ۱۰ ۔ آپ کے اس قول سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ جوئے بازی، شراب سازی وغیرہ کا علم بھی حضور رض کی شان کے مناسب ہو ۔

۶ ؛ صفحہ ۔ اگر آیت کریمہ وما علمناہ الشعر میں شعر منطقی بھی مراد ہو تو ہمارا مدعا پھر بھی ثابت ہے کیوں کہ وہ بھی ما کان و مایکون میں داخل ہے ۔

۷ ؛ اگر آپ کے نزدیک أَكَادُ أُخْفِيهَا میں اخفاء کسی خاص زمانہ تک محدود تھا تو اس تحدید کی دلیل پیش کیجئے ۔

۸ ؛ صفحہ ۔ میں نے جس آیت کا مطلب بیان کیا ہے وہ یا حضرت ابن عباس رض کا بیان فرمودہ ہے ۔ یا حضرت قتادہ رض کا یا علامہ نسفی رح کا ۔ لہذا آپ کا میرے بیان کردہ مطالب کو غلط کہنا ان حضرات کی تغلیط کرنی ہے ۔

۹ ؛ صفحہ ۔ سورۂ لقمان والی آیت کا مطلب خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف سے بیان کیا گیا ہے کیا آپ کے نزدیک معاذاللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قرآن عزیز کا مطلب نہیں سمجھا ۔

۱۰ ؛ کہئے کیا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ کی ان تصریحات کے علم کے بعد بھی یہ عقیدہ رکھنے کی گنجائش ہے کہ قیامت کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا ۔

۱۱ ؛ صفحہ ۔ کیا انہیں شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رح کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ اس مسئلہ میں ہمارا ہمنوا ہیں کے موافق ہیں ۔ جنہوں نے اشعۃ اللمعات کے صفحہ ۲،۳ جلد ۴ وصفحہ ۵۴ جلد ۱ ۔ پر تصریح کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم حاصل نہیں تھا ۔

۱۲ ؛ صفحہ ۔ مدارج النبوت کی عبارت کا ہرگز وہ مطلب نہیں ہو سکتا جو آپ بیان کر رہے ہیں ۔ ورنہ اللہ تعالی کے علم کے ساتھ مساوات اور برابری لازم آجائے گی ۔ اور اس کو مولوی احمد رضا خان صاحب بھی کفر کہتے ہیں ۔

۱۳ ؛ صفحہ ۔ پھر یہ مطلب خود حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کے مسلک کے بھی مخالف ہے ۔ کیونکہ علم قیامت کے متعلق ان کا عقیدہ ابھی معلوم ہو چکا ہے ۔

۱۴ ؛ صفحہ ۔ کیا آپ اس کے لئے تیار ہیں کہ مسئلہ علم غیب کا فیصلہ کسی کو ثالث مقرر کر کے حضرت شیخ ؒ ہی کی تصانیف سے کرلیا جائے۔

۱۵ ؛ صفحہ ۔ حدیث (رأیت ربی عز وجل) کس زمانہ کی ہے۔

۱۶ ؛ صفحہ ۔ چونکہ یہ واقعہ شب معراج میں پیش آیا ہے (جیسا کہ حضرت ابن عباس رضؓ کی روایت شاہد ہے) لہٰذا اگر اس سے جمیع ماکان ومایکون کا علم ثابت ہوگا تو ہجرت سے بھی پہلے مکہ معظمہ میں ماننا پڑے گا اور آپ اس کے خود قائل نہیں۔

۱۷ ؛ صفحہ ۔ حضرت ثوبان کی روایت سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ جس وقت حضور ﷺ کو یہ مشاہدہ کرایا گیا ہو اس وقت دنیا میں جو کچھ تھا اس کو آنحضرت ﷺ نے دیکھ لیا ہو۔ اور یہ جمیع ماکان ومایکون کا کروڑواں حصہ بھی نہیں۔

۱۸ ؛ صفحہ ۔ پھر اس حدیث میں صرف زمین کا ذکر ہے اور ماکان ومایکون میں عرش کرسی، لوح وقلم سب ہی داخل ہے۔

۱۹ ؛ صفحہ ۔ پھر جس قدر کا علم لازم آتا ہے اس کا بھی تفصیلی نہیں۔ کیونکہ رؤیت کے لئے علم تفصیلی ضروری نہیں۔

۲۰ ؛ صفحہ ۔ علیٰ ہذا حدیث (فعلمت مافی السموت والارض) سے بھی صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت جو کچھ زمین وآسمان میں تھا اس کا علم اجمالی ہوگیا۔ اور ظاہر ہے کہ اس وقت اس زمانہ کی بہت سی چیزیں موجود نہ تھیں۔ میں بھی موجود نہ تھا، آپ بھی موجود نہ تھے، یہ پنڈال بھی موجود نہ تھا۔

۲۱ ؛ صفحہ ۔ حضرت شیخ کی عبارت میں لفظ "بود" خود اسی مطلب کی تائید کر رہا ہے جو بیان کیا گیا۔

۲۲ ؛ صفحہ ۔ کیا حضرت حذیفہ کی روایت کا یہ مطلب ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس وعظ میں یہ بیان فرمایا کہ جوا یوں کھیلا جاتا ہے، دیکھو شراب یوں بنائی جاتی ہے، چوری یوں کی جاتی ہے۔ میرے نزدیک تو کوئی عقلمند اس کو گوارا نہ کرے گا۔

۲۳ ؛ صفحہ ۔ پھر یہ کہ حضرت حذیفہ رضؓ کی حدیث میں نہ اکیاسی روز کا ذکر ہے نہ بیاسی روز کا۔

۲۴ : صفحہ ـــــ نیز حضرت ثوبان رضؓ کی حدیث میں بھی اس کا کوئی ذکر نہیں۔

۲۵ : صفحہ ـــــ آیت کریمہ وعلمك مالم تكن تعلم کب نازل ہوئی۔

۲۶ : صفحہ ـــــ یہ آیت کریمہ ۵ھ میں نازل ہوئی ہے اور اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً سات برس دنیا میں رونق افروز رہے۔ لہٰذا اس کو آپ کے دعوے سے کوئی تعلق نہیں۔ اس نقض کے علاوہ دو نقض اور بھی اس دلیل پر پیش کئے گئے تھے جو صاعقہ آسمانی میں نمبروار مذکور ہیں۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۲۷ و ۲۸۔

۲۹ : صفحہ ـــــ کیا آپ لوگ اس تفسیر کو بھی سینے سے لگائیں گے (اور بسر وچشم قبول کریں گے) جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر سے ٹکرائے (اور اس کے مخالف ہو) یا للعجب۔ زبانی محبت کا دعوے تو اتنا لانبا چوڑا اور دل کی یہ حالت۔

۳۰ : صفحہ ـــــ کیا آپ کے نزدیک ان کاغذ اور پٹھوں کا نام تفسیر ہے؟ مہربان من! تفسیر کے معنی ہیں قرآن شریف کے معانی کو کھولنا اور بیان کرنا۔ دیکھو حواشی تفسیر جلالین وغیرہ۔

۳۱ : صفحہ ـــــ حضرت امام ابو حنیفہ رحؒ کا مقولہ ہے کہ اگر میرا کوئی قول حدیث نبوی کے مخالف پاؤ تو دیوار پر مار دو۔ تو کیا آپ کے نزدیک اس کا یہ مطلب ہوگا کہ قول امام کوئی ڈھیلا یا پتھر ہے۔

مولوی حشمت علی صاحب کی دلیل نمبر ۲ کے متعلق تین سوال۔

۳۲ : ۳۳ : ۳۴۔ نمبروار درج ہیں۔ ملاحظہ ہو صاعقہ آسمانی صفحہ

۳۵ : صفحہ ـــــ امام بخاری اور امام احمد وغیرہ کی روایت نے صاف طور پر بتلا دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی علم عطائی کی نفی سمجھی ہے۔

۳۶ : صفحہ ـــــ حضرت ابن عباس رضؓ و ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی روایات نے بھی بتلا دیا کہ علم عطائی کی نفی کی گئی ہے۔

۳۷ : صفحہ ـــــ کیا اس کے بعد بھی کسی کو یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ صرف علم ذاتی کی نفی ہے۔

۳۸ : صفحہ ـــــ جب یہ ثابت ہو چکا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت عبداللہ بن عباسؓ و حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ نے بھی علم عطائی کی نفی سمجھی ہے تو پھر آپ کے استاذ مولوی نعیم الدین صاحب کا یہ لکھنا کہ وہ اس

آیت سے نفی علم عطائی کی نکالنا ظلم ہے " خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحضرت ابن عباس رضؓ وابن مسعود رضؓ
کو ظالم کہنا ہے جو خالص کفر ہے۔

۳۹ ، صفحہ ـــــ جب کہ یہ معلوم ہوچکا کہ آیت کریمہ یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ما
ذا اجبتم قالوا لا علم لنا الآیۃ میں انکار انبیاء علیہم السلام کی جانب سے ہوگا تو پھر آپ کے استاذ
مولوی نعیم الدین صاحب کا یہ لکھنا کہ " ایسے انکار سوئے ادب پر محمول ہوتے ہیں " کیا صاف طور پر حضرات انبیاء
علیہم السلام کو بے ادب اور گستاخ کہنا نہیں ہے ، اور یقیناً ہے اور وہ بھی خالص کفر ہے۔

مولوی حشمت علی صاحب کی دلیل نمبر ۳ پر جو تین سوال
۴۰ ، ۴۱ ، ۴۲ ، کئے گئے تھے وہ صاعقہ آسمانی صفحہ ـــــ پر نمبر وار درج ہیں۔ ملاحظہ فرمائے
جائیں۔

مولوی حشمت علی صاحب کی دلیل نمبر ۴ پر جو تین سوال
۴۳ ، ۴۴ ، ۴۵ ، کئے گئے ہیں وہ صفحہ ـــــ پر نمبر وار درج ہیں۔

نیز دلیل نمبر ۵ پر جو تین سوال
۴۶ ، ۴۷ ، ۴۸ ، کئے گئے ہیں وہ بھی حوالہ بالا پر ملاحظہ ہوں۔

۴۹ ، صفحہ ـــــ آیت کریمہ عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الآیۃ میں
سلب عموم ہے یا عموم سلب یا سلب خصوص۔

۵۰ ، صفحہ ـــــ اور بہر تقدیر مستثنیٰ متصل ہے یا منقطع۔

۵۱ ، صفحہ ـــــ علیٰ ہذا آیت کریمہ ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب الآیۃ میں
سلب عموم ہے یا عموم سلب یا سلب خصوص۔

۵۲ ، صفحہ ـــــ اور بہر تقدیر مستثنیٰ متصل ہے یا منقطع۔

۵۳ ، صفحہ ـــــ آپ کی دلیل نمبر ۶ سے بقول آپ کے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو کسی ذریعہ سے اعمال امت کی اطلاع ہوتی ہے اور یہ آپ کے دعوے کا کروڑواں حصہ بھی نہیں۔

۵۴: صفحہ ——— پھر یہ جداگانہ سوال ہے کہ یہ اطلاع کب ہوتی ہے۔ اس میں اکیاسی، بیاسی روز کا کوئی ذکر نہیں۔

۵۵: صفحہ ——— یہ بھی جداگانہ سوال ہے کہ اجمالی ہوتی ہے یا تفصیلی۔

مولوی حشمت علی صاحب کی دلیل نمبر ۴ پر جو تین سوال

۵۶: ۵۷: ۵۸، وارد کئے گئے تھے وہ نمبر وار صاعقہ آسمانی صفحہ پر ملاحظہ ہوں۔

۵۹: صفحہ ——— حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی روایت سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ آیت شعر میں شعر سے مراد وہی شعر ہے جس کو عام اہل عرب شعر کہتے تھے۔

۶۰: صفحہ ——— یہ بھی معلوم ہو گیا کہ محض ملکہ کی نفی نہیں کیوں کہ ملکہ کو شعر گوئی میں دخل ہوتا ہے، کسی کا شعر نقل کرنے میں۔

۶۱: صفحہ ——— آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر آپ کا یہ بہتان عظیم ہے کہ حضور اقدس ؐ کو شعر کا علم تھا اور حضور ؐ نے غزوہ حنین کے موقعہ پر شعر کہا۔ ذرا غور کیجئے آپ کے اس بہتان سے مذہب مقدس کی مضبوط بنیادیں ہل جاتی ہیں۔ اب آپ سے سبق حاصل کر کے دنیا بھر کے کافر کہہ سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاعر تھے۔ اگر انہوں نے یہ فصیح بلیغ قرآن خود بنالیا ہو تو کیا عجب ہے۔

۶۲: صفحہ ——— بخاری شریف سے جو ایک موزوں کلام آپ نے پڑھا ہے اس کو شعر کہنا ہی حماقت ہے اصطلاح اہل عربیت میں اس قسم کے موزوں کلاموں کو رجز کہا جاتا ہے۔ دیکھو فتح الباری وغیرہ۔

۶۳: صفحہ ——— علاوہ ازیں یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی وزن توڑ کر پڑھا تھا تاکہ شعر کی بو بھی نہ رہے اور آپ جیسے مخالفین اسلام کو لب کشائی کی گنجائش ہی نہ رہے۔ تفسیر مدارک شریف میں اس کی تصریح موجود ہے۔

۶۴: صفحہ ——— حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب ؒ پر آپ کا یہ محض افترا ہے کہ وہ قیامت کے وقت خاص کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حاصل مانتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب ؒ نے کہیں ایسا نہیں لکھا۔

مولوی حشمت علی صاحب کی دلیل نمبر ۸ پر جو تین اعتراض
۶۵ : ۶۶ : ۶۷ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے وارد کئے تھے وہ حوالہ بالا پر نمبروار درج ہیں ملاحظہ فرمائے جائیں:

۶۸ : صفحہ ـــــ آپ کا یہ فرمانا کہ " جو علوم اللہ تبارک وتعالےٰ کی شان کے مناسب ہوں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیسے غیر مناسب ہو سکتے ہیں " مخلوق کو خالق عزوجل پر قیاس کرنا ہے اور یہ قیاس مع الفارق ہے۔ قرآن عزیز میں صاف ارشاد ہے۔ لیس کمثلہ شئی۔

۶۹ : صفحہ ـــــ دیکھو اللہ تعالےٰ کی عبادت کرنا انسان کا فرض ہے اور کسی مخلوق کی عبادت کرنا شرک اور کفر الخ۔

۷۰ : صفحہ ـــــ خود آپ کے اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں کہ " خداوند تعالےٰ کو ہر چیز کا علم ذاتی ہے۔ اور اگر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک ذرہ کے کروڑ ویں حصہ کا بھی علم ذاتی طور پر مانے تو بلاشبہ مشرک ہے " کہئے ان کے متعلق کیا ارشاد ہے۔

فہرست مطالبات قسمِ دُوم

لیعنی وہ اُدلّہ و تائیدات جن کے جواب کا مطالبہ مولوی حشمت علی صاحب سے کیا گیا اور وہ ان کے جوابات سے عاجز رہے۔

۷۱ : صفحہ ـــــ وما علمناہ الشعر ہم نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر نہیں سکھایا۔

۷۲ : صفحہ ـــــ وما ینبغی لہ اور نہ علمِ شعر ان کی شان کے مناسب ہے۔

۷۳ : صفحہ ـــــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الساعۃ اٰتیۃ اکاد اخفیہا بتحقیق قیامت آنے والی ہے۔ میں ارادہ کرتا ہوں کہ اس کو چھپاؤں۔

۷۴ : صفحہ ـــــ اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اپنے سوا کسی کو قیامت کے وقت کی اطلاع نہ دوں گا۔

۷۵ : صفحہ - حضرت قتادہ رضؓ فرماتے ہیں۔ بخدا قیامت کے وقت کو اللہ تعالےٰ نے چھپالیا ہے۔ اس کی اطلاع نہ کسی مقرب فرشتہ کو دی ہے نہ کسی نبی و رسول کو۔

۷۶ : صفحہ - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل ؑ سے فرمایا قیامت کے بارہ میں میرا علم تم سے زیادہ نہیں۔ یعنی نہ میں جانوں نہ تم جانو۔

۷۷ : صفحہ - اور فرمایا اے گروہ صحابہؓ یہ سائل جبرئیل امین تھے۔ تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ قیامت کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں جزو دین ہے۔ (عینی و قسطلانی و تحفۃ الباری شرح بخاری)۔

۷۸ : صفحہ - اور فرمایا یہ علم قیامت ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۷۹ : صفحہ - فتح الباری شریف میں ہے اللہ تعالےٰ نے قیامت کے علم کو اپنے لئے خاص کر لیا ہے۔

۸۰ : صفحہ - سورۂ لقمان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان اللہ عندہ علم الساعۃ بہ تحقیق اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم۔

۸۱ : صفحہ - اور فرماتا ہے وینزل الغیث یعنی یہ بھی اسی کے علم میں ہے کہ بارش کب ہوگی۔

۸۲ : صفحہ - اور فرماتا ہے۔ ویعلم مافی الارحام یعنی اور وہی جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہوتا ہے۔

۸۳ : صفحہ - اور فرماتا ہے وماتدری نفس ماذا تکسب غدا اور کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا۔

۸۴ : صفحہ - اور فرماتا ہے وماتدری نفس بای ارض تموت اور کوئی نہیں جانتا کہ کہاں مرے گا۔

۸۵ : صفحہ - حضرت قتادہ رضؓ فرماتے ہیں کہ یہ پانچ چیزیں غیب میں سے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو اپنی ہی ذات کے لئے خاص کر لیا ہے۔ اس کی اطلاع نہ کسی مقرب فرشتہ کو دی نہ کسی نبی و رسول کو۔

۸۶ : صفحہ - سورۂ اعراف میں اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے یسئلونک عن الساعۃ

ایان مرسٰها قل انما علمها عند ربی لے ہمارے رسول ﷺ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں قیامت کب آئے گی۔ فرما دیجئے کہ بس اس کا علم میرے رب ہی کو ہے۔

۸۷ ؛ صفحہ ــــ اور فرماتا ہے ثقلت فی السموت و الارض اس آیت کریمہ کی تفسیر رسالہ ہذا کے صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

۸۸ ؛ صفحہ ــــ اور فرماتا ہے یسئلونک کانک حفی عنها قل انما علمها عند الله یعنی لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا کہ آپ اس کو جانتے ہیں۔ فرما دیجئے بس اس کا علم میرے اللہ ہی کو ہے۔

۸۹ ؛ صفحہ ــــ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ قیامت کا علم بس اللہ تعالےٰ ہی کو ہے۔ اس کے علم کو اس لے اپنے لئے خاص کر لیا ہے۔ پس اس کی اطلاع نہ کسی مقرب فرشتہ کو دی ہے نہ کسی رسول کو۔

۹۰ ؛ صفحہ ــــ تفسیر مدارک شریف میں ہے۔ اس نے علم قیامت کو اپنے ہی لئے خاص کر لیا ہے۔ اس کی خبر نہ کسی مقرب فرشتہ کو دی ہے اور نہ کسی رسول کو (علیہما الصلوٰۃ والسلام)۔

۹۱ ؛ صفحہ ــــ حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رح اشعۃ اللمعات صفحہ ۵۴ پر ارقام فرماتے ہیں قیامت کے وقت کو بجز خداوند تعالےٰ کے اور کوئی نہیں جانتا اور اللہ تعالےٰ نے کسی کو بھی فرشتوں اور رسولوں میں سے اس کی اطلاع نہیں دی۔

۹۲ ؛ صفحہ ــــ مسلم شریف میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے اپنی وفات سے صرف ایک ماہ قبل ارشاد فرمایا تم لوگ مجھ سے قیامت کا سوال کرتے ہو حالانکہ اس کا علم بس اللہ ہی کو ہے۔

۹۳ ؛ صفحہ ــــ حضرت شیخ عبدالحق صاحب رح اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ آں خود معلوم من نیست و آں را جز خدائے تعالےٰ نداند۔ یعنی وہ خود مجھے معلوم نہیں اور اس کو سوائے خداوند تعالےٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

۹۴ ؛ صفحہ ــــ اللہ تعالےٰ سورۂ مائدہ میں ارشاد فرماتا ہے یوم یجمع الله الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا۔

۹۵ ؛ صفحہ ــــ اور فرماتا ہے انك انت علام الغیوب۔ جس دن کہ جمع کرے گا اللہ تعالےٰ

رسولوں کو پس فرمائے گا ان سے تم کو کیا جواب دیا گیا۔ عرض کریں گے وہ کہ ہمیں علم نہیں۔ آپ ہی غیب کی باتوں کے جاننے والے ہیں۔

۹۶ : صفحہ ــــــ حضرت خواجہ علی مہائمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام فرمائیں گے کہ اگرچہ ہم کو ان کی ظاہری باتوں کی خبر ہے لیکن ہم ان کے دلوں کی حالت کو نہیں جانتے۔ کیوں کہ وہ غیب ہے اور غیب کا احاطہ تیری ہی ذات پاک کا خاصہ ہے۔

۹۷ : صفحہ ــــــ مسند احمد میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے وقت کا سوال کیا گیا حضور ؐ نے فرمایا کہ بس اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ الحدیث۔

۹۸ : صفحہ ــــــ اللہ تعالیٰ سورۂ ملک میں ارشاد فرماتا ہے ویقولون متی ھذا الوعد ان کنتم صادقین۔ قل انما العلم عند اللہ وانما انا نذیر مبین۔ یہ کفار کہتے ہیں کہ بتلاؤ یہ وعدہ یعنی قیامت کب ہوگا۔ فرما دیجئے اس کا علم بس اللہ ہی کو ہے اور میں تو صرف ڈرانے والا ظاہر کر دینے والا ہوں۔

۹۹ : صفحہ ــــــ تفسیر جامع البیان میں ہے۔ اس وعدہ کے وقت کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۱۰۰ : صفحہ ــــــ اللہ تعالیٰ سورۂ انعام میں ارشاد فرماتا ہے وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ھو اللہ ہی کے علم میں ہیں مفاتح الغیب۔ ان کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۱۰۱ : صفحہ ــــــ بخاری شریف میں ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مفاتح الغیب پانچ چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا وہی جو سورۂ لقمان کی آیت میں مذکور ہو چکیں ہے۔

۱۰۲ : صفحہ ــــــ حضرت عبد اللہ بن عباس رضؓ فرماتے ہیں۔ مفاتح الغیب وہی پانچ چیزیں ہیں۔ الخ۔

۱۰۳ : صفحہ ــــــ اسی کے قریب حضرت عبد اللہ بن مسعود رضؓ کا فرمان بھی ہے۔

۱۰۴ : صفحہ ــــــ حضرت ربعی بن حراش رضؓ کی وہ حدیث جو بحوالہ مسند احمد وغیرہ رسالہ ہذا کے صفحہ پر مذکور ہوئی۔

۱۰۵ : صفحہ ــــــ اللہ تعالیٰ سورۂ احزاب میں ارشاد فرماتا ہے یسئلک الناس عن الساعۃ

قل انما علمها عند الله - اے محبوب تم سے لوگ قیامت کا سوال کرتے ہیں۔ کہہ دو کہ بس اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔

۱۰۶ صفحہ ۔تفسیر جلالین شریف میں ہے۔ تم اس کو نہیں جانتے۔

۱۰۷ صفحہ ۔اللہ تعالٰی سورۂ زخرف میں ارشاد فرماتا ہے۔ وعندہ علم الساعۃ الآیۃ اسی (اللہ تعالٰی) کو ہے قیامت کا علم۔

۱۰۸ صفحہ ۔تفسیر جامع البیان میں ہے۔ بس اسی کو ہے قیامت کا علم نہ اس کے غیر کو۔

۱۰۹ صفحہ ۔اللہ تعالٰی فرماتا ہے۔ الیہ یرد علم الساعۃ اللہ ہی کی طرف پھیرا جاتا ہے قیامت (کے وقت) کا علم۔

۱۱۰ صفحہ ۔جلالین شریف میں ہے لا یعلمہ غیرہ اس کے سوا اس کو کوئی نہیں جانتا۔

۱۱۱ صفحہ ۔حضرت حسن بصری رح کی وہ روایت جو رسالہ ہذا کے صفحہ پر مذکور ہو چکی۔

۱۱۲ صفحہ ۔تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی رح آیت کریمہ یوم یجمع اللہ الرسل کی تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ نقل فرماتے ہیں۔ انما قالوا لا علم لنا الخ یعنی انبیاء علیہم السلام نے جو اللہ تعالٰی کے سوال کے جواب میں یہ کہا کہ "ہم کو علم نہیں" اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ان کے ظاہر و باطن دونوں کو جانتے ہیں اور ہم کو بس ان کی ظاہری باتوں کی خبر ہے۔

۱۱۳ صفحہ ۔ اللہ تعالٰی سورۂ مدثر میں فرماتا ہے وما یعلم جنود ربك الا ھو۔ اللہ کے لشکروں (کی تعداد) کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۱۱۴ صفحہ ۔اللہ تعالٰی سورۂ والنزعت میں ارشاد فرماتا ہے۔ یسئلونك عن الساعۃ ایان مرسھا۔ الآیہ۔

۱۱۵ صفحہ ۔تفسیر مدارک التنزیل میں ہے۔ وقت قیامت کے علم کی انتہاء اللہ تعالٰی پر ہوتی ہے۔ اس کے سوا اس کو کوئی نہیں جانتا۔

۱۱۶ صفحہ ۔اسی کی مثل جلالین شریف میں ہے۔

۱۱۷ : صفحہ ——— اللہ تعالیٰ سورۂ نساء میں ارشاد فرماتا ہے ورسلا لم نقصصهم عليك

یعنی اے محبوب ہم نے بہت سے ایسے رسول بھیجے ہیں جن کو ہم نے تم سے بیان نہیں کیا۔

۱۱۸ : صفحہ ——— حضرت علی کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حبشیوں میں سے ایک نبی بھیجے تھے اور وہ ان میں سے تھے جن کی اطلاع جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دی گئی۔

۱۱۹ : صفحہ ——— اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے قل لا يعلم من في السموت و الارض الغيب الا الله وما يشعرون ايان يبعثون ۔ فرما دیجئے اے محبوبؐ کہ نہیں جانتا کوئی نہ آسمان میں اور نہ زمین میں اس غیب کو اللہ کے سوا ۔ اور انہیں خبر نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے ۔

۱۲۰ : صفحہ ——— جلالین شریف میں ہے ۔ کہ نہ کسی فرشتہ کو خبر ہے اور نہ کسی انسان کو ۔

۱۲۱ : صفحہ ——— اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ فان تولوا فقل اٰذنتكم على سواء وان ادري اقريب ام بعيد ما توعدون ۔ یعنی پس اگر یہ لوگ (توحید سے) روگردانی کریں تو فرما دیجئے کہ میں تم کو اطلاع دیتا ہوں مساوات پر ۔ اور میں نہیں جانتا کہ قریب ہے یا بعید جو تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے ۔

۱۲۲ : صفحہ ——— تفسیر ابن کثیر میں ہے ۔ یعنی یہ وعدہ وقوع میں تو ضرور آئے گا لیکن مجھے اس کے قرب و بعد کی خبر نہیں ۔

۱۲۳ : صفحہ ——— بخاری شریف میں حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی ہے ۔ الخ (پوری روایت روئداد کے صفحہ نمبر ——— پر ملاحظہ ہو ۔ بقصد اختصار ، ہم صرف حوالہ پر اکتفا کرتے ہیں)۔

۱۲۴ : صفحہ ——— بخاری شریف و مسلم شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اپنی وفات شریف سے صرف تقریباً تین ماہ قبل فرمایا کہ ۔ اگر پہلے مجھے اس معاملہ کی خبر ہوتی جو اب بعد میں ہوئی تو میں اپنے ساتھ قربانی نہ لاتا ۔

۱۲۵ : صفحہ ——— اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رح اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں ۔ " اگر من پیش ازیں می دانستم برآمدن از احرام برشما شاق خواہد آمد من نیز سوق ہدی نمی کردم و من نمی دانستم کہ حکم الٰہی چنیں خواہد بود " یعنی اگر اس سے پہلے مجھے معلوم ہوتا کہ تم پر احرام سے نکلنا شاق گزرے گا تو میں

بھی قربانی ساتھ نہ لانا۔ اور مجھے معلوم نہ تھا کہ حکم الٰہی ایسا ہو جائے گا۔

صفحہ ۱۲۶ ۔ مرض الموت والی حدیث جس نے بتلا دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم محیط یوم وفات تک بھی عطا نہیں ہوا۔

صفحہ ۱۲۷ ۔ اہلسنت کی مسلم کتاب شرح عقائد نسفی کی فیصلہ کن اور نہایت مفید عبارت صاعقہ آسمانی صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

صفحہ ۱۲۸ ۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روح کی حقیقت کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں عطا فرمایا گیا۔

صفحہ ۱۲۹ ۔ حضرت شیخ محی الدین اکبر بن عربی رح اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ قیامت کا علم سوا اللہ کے اور کسی کو بھی نہیں۔

صفحہ ۱۳۰ ۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رح فرماتے ہیں کہ ۔ قیامت کے وقت کی اطلاع جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دی گئی۔ (عبارت رسالہ ہذا کے صفحہ پر ملاحظہ ہو)۔

ناظرین کرام ! یہ ہیں ہمارے وہ ایک سو تیس مطالبات قاہرہ جن کے جواب سے رضا خانی جماعت کے مناظر مولوی حشمت علی صاحب عاجز رہے۔ اور الحمد للہ چھ ماہ کی متفقہ عرق ریزی اور دماغ سوزی کا نتیجہ رضا خانی روئداد بھی آج ان کے جواب سے ساکت ہے۔ روئداد نویس صاحب نے ہمارے بعض مطالبات کے جوٹے پھوٹے جوابات لکھ کر اپنے ظاہر و باطن کی طرح کاغذ کو بھی سیاہ کیا تھا۔ الحمد للہ کہ اس مختصر ضمیمہ نے ان سب پر بھی پانی پھیر دیا۔

وخسر هنالك المبطلون ۔ واعلموا ان الله لا يهدى كيد الخائنين۔

○

رضاخانی روئداد کے متعلق ایک استفساری خط

اور حضرت مولانا محمد منظور صاحب مدظلہ کے قلم سے اس کا جواب

حال میں کسی محبِ سنت کا ایک خط آیا تھا جس کا حاصل یہ تھا کہ "رضاخانی روئداد میں حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ و حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ و شیخ ملا علی قاری رحمہ اللہ و علامہ قسطلانی شارح بخاری رحمہ اللہ و امام فخرالدین رازی و علامہ ابو السعود رحمہ اللہ و علامہ خازن رحمہ اللہ و صاحب تفسیر روح البیان۔ یہ کل حضرات اس کے قائل ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے وقت خاص کا علم بعطائے الٰہی حاصل تھا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ نسبت کہاں تک صحیح ہے؟"

اس خط کا جو جواب حضرت مولانا نے دیا تھا چونکہ اس میں بہت سی مفید باتیں آگئی ہیں اس لئے ہم اس کو بجنسہٖ شائع کرتے ہیں۔ (خاکسار ابوالانصار محمد سراج الحق نعمانی عفی عنہ)

نقل جواب با صواب از حضرت مولانا محمد منظور صاحب عم فیضہم

مکرمی زادکم اللہ حرصا علی اتباع السنۃ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

گرامی نامہ موصول ہوا۔ بوجہ عدیم الفرصتی انتہائی اختصار کے ساتھ جواب لکھتا ہوں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس مختصر تحریر کو تشفی بخش بنائے۔ وما ھو علی اللہ بعزیز۔

جن حضرات کے اسماء گرامی آپ نے لکھے ہیں ان کی طرف اس بے اصل عقیدہ کی نسبت کرنے والا نہ صرف مفتری و کذاب بلکہ بے حیا بھی ہے۔ آج وہ حضرات دنیا میں زندہ نہیں لیکن ان کی کتابیں جو ان کی زندہ یادگاریں ہیں اس بے اصل عقیدہ کی تردید سے پُر ہیں۔ ان کی طرف اس عقیدہ کی نسبت کرنا ان کی ارواح مقدسہ کو ایذا پہنچانا اور اپنے آپ کو قیامت میں ان کا مواخذہ دار بنانا ہے۔ یہ حضرات اور ایسے مصنوعی عقیدہ کی تائید؟ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ۔

اب میں ان حضرات کی چند عبارتیں ان کی مشہور و معروف تصانیف سے نقل کرتا ہوں ان سے معلوم ہو جائے گا کہ علم قیامت کے بارے میں ان کا کیا عقیدہ ہے۔ واللہ ہو الموفق۔

حضرت شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں حدیث جبرئیل کے تحت میں ارقام فرماتے ہیں۔

"وے تعالیٰ ہیچ کس را از ملائکہ و رسل برآں اطلاع نداده" (اشعۃ اللمعات جلد اول، ص ۴۵)

اللہ تعالیٰ نے کسی کو بھی فرشتوں اور رسولوں میں سے اس کی (یعنی قیامت کے وقت) کی اطلاع نہیں دی ہے۔

نیز یہی شیخ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث تسئلونی عن الساعۃ الحدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یعنی از وقت وقوع قیامت کبریٰ می پرسید آں خود معلوم من نیست و آنرا جز خداوند تعالیٰ نداند" (اشعۃ اللمعات جلد چہارم، ص ۳۷۷)

یعنی اے گروہ صحابہ تم مجھ سے قیامت کے آنے کا وقت پوچھتے ہو وہ خود مجھ کو معلوم نہیں۔ اور اس کو سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا"

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر فتح العزیز پارہ تبارک کے ترجمہ معروف بہ تفسیر عزیزی کے صفحہ ۳۶ پر ہے۔

ویقولون متی ھذا الوعد ان کنتم صادقین۔ اور کہتے ہیں (یعنی یہ کفار) کب ہو گا یہ وعدہ اگر تم لوگ سچے ہو۔ سو ان کی اس بات کے جواب میں (قل) کہہ کہ ہم اُس وعدہ کو معین نہیں کر سکتے۔ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس کا علم نہیں دیا۔ بلکہ اس وعدہ کو مبہم اور پوشیدہ رکھا ہے۔ اور اس کو مبہم اور پوشیدہ رکھنے میں ایک بڑی حکمت ہے۔ سو اسی واسطے اس کا علم کسی مخلوقات کو عنایت نہیں ہوا بلکہ (انما العلم عند اللہ) نہیں ہے اس واقعہ کا علم مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔ بلکہ ہر شخص کی موت کا علم بھی اسی اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ سوائے اس کے کوئی نہیں جانتا"

(تفسیر عزیزی، ص ۳۷، مطبوعہ قیومی پریس کانپور)

سورۃ "والنزعت" کی تفسیر میں علم قیامت کے متعلق حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رح نے اس سے بھی زیادہ لکھا ہے۔ لیکن ہم اس عبارت کے نقل کرنے کے بعد کسی مزید ثبوت کی حاجت نہیں سمجھتے۔ اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دیں اس کو اسی قدر کافی ہے۔

—— علامہ قسطلانی رح اپنی مشہور کتاب "ارشاد الساری شرح بخاری شریف" میں حدیث جبرئیل کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ان اللہ تعالیٰ استاثر بعلم وقت مجیئہا
(ص ۲۸ - ج ۱)

اللہ تعالیٰ نے قیامت کے وقت کا علم اپنے لئے خاص کرلیا ہے۔

ایک جگہ لکھتے ہیں۔

اعتقاد وجود الساعۃ وعدم العلم بوقتہا لغیر اللہ تعالیٰ من الدین۔
(ص ۲۷۷ - ج ۱)

قیامت کے آنے کا اعتقاد، اور اس بات کا اعتقاد کہ اس کے وقت کا علم اللہ کے سوا کسی نہیں، یہ دونوں باتیں جزو دین ہیں۔

—— علامہ علی قاری مکی رح اپنی مشہور کتاب "موضوعات کبیر" میں اپنے زمانہ کے بعض غالی لوگوں کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وقد جاھر بالکذب بعض من یدعی العلم فی زماننا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلم متی تقوم الساعۃ ولا ریب انہ الجأ ہؤلاء علی ہذا الغلو اعتقادہم انہ یکفر عنہم سیئاتہم ویدخلہم الجنۃ وکلما غلوا کانوا اقرب الیہ فہم اعمی الناس لامرہ واشدہم مخالفۃ

ہمارے زمانہ کے بعض مدعیانِ علم نے یہ کھلم کھلا جھوٹ بولا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے وقت کا علم ہے۔ اور بے شک ان مدعیان علم کو اس یاوہ گوئی پر صرف ان کے اس خیال نے مجبور کیا ہے کہ ان کی یہ بات ان کے لئے کفارۂ سیئات بن جائے گی۔ اور ان کو جنت میں داخل کردے گی۔ اور جس قدر بھی وہ آپ کی شان میں غلو سے کام لیں گے اسی قدر آپ سے قربت حاصل ہوگی۔ یہ لوگ حضور ص کے حکم سے بالکل ہی اندھے ہیں

لسنة فيهم شبه ظاهر من النصارى غلوا على المسيح اعظم الغلو خالفوا شرعه ودينه اعظم المخالفة انتہی۔ (موضوعات کبیر، ص ۱۱۹)

اور آپ کی سنت کے سب سے بڑے مخالف ہیں ان میں نصاریٰ کی ظاہر باہر مشابہت ہے۔ انہوں نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں بڑے غلو سے کام لیا اور ان کی شریعت، اور ان کے دین کی مخالفت کی۔

غور فرمایا جائے کس قدر حیاء دار ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ملا علی قاری رح علم قیامت میں رضا خانیوں کے موافق ہیں۔

امام فخر الدین رازی رح تفسیر کبیر میں آیت کریمہ یسئلونك عن الساعة الآیة کے تحت میں ارقام فرماتے ہیں۔

ان وقت الساعة مکتوم عن الخلق۔ (ص ۳۳۰۔ ج ۴)

یعنی بہ تحقیق قیامت کا وقت ساری مخلوق سے چھپا لیا گیا ہے۔

آگے چل کر انما علمها عند ربی کی تفسیر کرتے ہوتے فرماتے ہیں۔

ای لا یعلم الوقت الذی فیه یحصل القیامة الا الله سبحانه۔

یعنی قیامت کے وقت خاص کا علم اللہ سبحانہ کے سوا کسی کو نہیں۔

اس کے علاوہ رح نے اس کی حکمت بھی بتلائی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے قیامت کے وقت کا علم تمام مخلوق سے کیوں چھپایا۔ میں بقصدِ اختصار اس کو چھوڑتا ہوں۔ پھر ثقلت فی السموت والارض کی تفسیر کرتے ہوئے امام تفسیر سدی رح کا قول یہ نقل کرتے ہیں۔

ای اخفیت فی السموت والارض ولم یعلم احد من الملئکة المقربین والانبیاء والمرسلین متی یکون حدوثها ووقوعها۔

یعنی قیامت مخفی ہے آسمانوں اور زمینوں میں۔ اور مقرب فرشتوں اور نبیوں اور رسولوں میں سے کسی کو علم نہیں کہ کب واقع ہوگی۔

نیز آیت کریمہ یسئلك الناس عن الساعة قل انما علمها عند الله کے تحت میں ارقام

فرماتے ہیں۔

ان اللّٰہ اخفاھا لحکمۃ۔ (ص ۵۹۲ - ج ۷) یعنی اللہ تعالےٰ نے ایک بڑی حکمت کی وجہ سے قیامت کے وقت کو چھپایا ہے۔

تفسیر کبیر میں اس مضمون کی صدہا عبارتیں موجود ہیں۔ لیکن چونکہ استیعاب مقصود نہیں اس لئے انہی پر اکتفا کرتا ہوں۔

—— تفسیر ابوالسعود میں آیت کریمہ عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احداً الآیہ کے تحت میں مرقوم ہے۔

واما مالا یتعلق بھا علی احد الوجھین من الغیوب التی من جملتھا وقت قیام الساعۃ فلا یظھر علیھا احداً ابداً۔ اور جن غیوب کا تعلق رسالت سے نہ ہو، جن میں سے ایک قیامت کا وقت خاص بھی ہے سو اللہ تعالیٰ ان کی اطلاع کبھی کسی کو نہیں دے گا۔

—— تفسیر خازن میں آیت کریمہ یسئلونک عن الساعۃ الآیہ کے تحت میں ہے۔

استاثر اللّٰہ بعلمھا فلم یطلع علیہ احداً۔ (ص ۳۶۵ - ج ۲) یعنی اللہ تعالےٰ نے قیامت کے وقت کا علم اپنے لئے خاص کرلیا ہے اس کی اطلاع کسی کو نہیں دی۔

—— اسی آیت کریمہ کے تحت میں تفسیر روح البیان میں ہے۔

قد استاثر بہ لم یطلع علیہ ملکا مقربا ولا نبیا مرسلا۔ (ص ۸۰۰ - ج ۱) یعنی بے شک اللہ تعالےٰ نے اس کو اپنے ہی لئے خاص کرلیا ہے نہ کسی مقرب فرشتہ کو اطلاع دی ہے، نہ کسی نبی و رسول کو۔

نیز اسی تفسیر میں آیت کریمہ ان اللّٰہ عندہ علم الساعۃ کے تحت میں غیب کے اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ومنہ ما استاثر اللّٰہ بہ لا یطلع علیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل کما اشار الیہ بقولہ وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو ومنہ علم الساعۃ اور غیب کی ایک قسم وہ ہے جس کو اس نے اپنے لئے خاص کرلیا ہے۔ اس کی اطلاع نہ کسی مقرب فرشتہ کو ہوئی ہے نہ کسی نبی و رسول کو علیہما الصلوٰۃ والسلام۔ چنانچہ اسی طرف اشارہ کیا ہے اللہ تعالےٰ نے اپنے اس فرمان میں

وعنده مفاتح الغيب لا يعلمها الا هو ۔ فقد اخفا الله علم الساعة ۔

(تفسیر روح البیان ، جلد سوم ، صفحہ ۹۶)

اور اسی قسم میں قیامت کے وقت کا علم ہے ۔ پس تحقیق اس کو اللہ تعالیٰ نے چھپا لیا ہے ۔

پھر آیت کریمہ عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا الآیۃ کے تحت میں ارقام فرماتے ہیں ۔

واما ما لا يتعلق بها على احد الوجهين من الغيوب التي من جملتها وقت قيام الساعة فلا يظهر عليه احدا ابدا على ان بيان وقته مخل بالحكمة التشريعية التي يدور عليها فلك الرسالة ۔

اور جن غیوب کا تعلق رسالت سے نہ ہو جن میں سے ایک قیامت کے وقت کا علم بھی ہے ۔ اللہ تعالیٰ ان کی اطلاع کبھی بھی کسی کو نہیں دے گا ۔ اس کے علاوہ یہ کہ قیامت کے وقت کا بتلا دینا حکمت تشریعیہ کے بھی مخالف ہے جس پر نبوت اور رسالت کا دار و مدار ہے ۔

(جلد سوم ، ص ۱۷۹)

جن حضرات کے اسماء گرامی آپ نے تحریر فرمائے تھے صرف ان ہی کی یہ چند عبارتیں اور وہ بھی انتہائی اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے نقل کر دی گئی ہیں ۔ اب آپ خود فیصلہ فرمالیں کہ وہ نسبت کہاں تک صحیح ہے ۔

علم قیامت کی نفی کے بارہ میں اگر قرآن حکیم و نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے نصوص اور صحابہ و تابعین و دیگر بزرگان دین کے اقوال کو جمع کیا جائے تو دو ڈھائی سو صفحہ کی ایک ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے ۔ لیکن نہ آپ کے لئے اس کی ضرورت ہے اور نہ حقیر کو اس قدر فرصت ۔ اگر توفیق ایزدی شامل حال رہے تو انشاء اللہ اس کی کسی قدر تفصیل اپنے رسالہ " بوارق الغيب على من يدعي لغير الله علم الغيب " میں کروں گا ۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ امسال تعلیمی مشاغل کی کثرت کی وجہ سے تالیف کے لئے بہت ہی کم وقت ملتا ہے ۔ اور اسی وجہ سے " بوارق " کی اشاعت میں باوجود احباب کی سخت تاکیدوں کے روز بروز تاخیر ہوتی جا رہی ہے ؎

فکر معاش و ذکرِ خدا یادِ رفتگاں

دو دن کی زندگی میں بھلا کوئی کیا کرے

بہرحال اس مختصر تحریر میں اس مسئلہ پر کافی روشنی نہیں ڈالی جا سکتی ۔ لیکن اجمالاً اتنا عرض کرتا ہوں کہ

بفضلہٖ تعالےٰ اس وقت میرے پاس آیاتِ قرآنی کے ماسوا تقریباً چالیس ۴۰ ایسی حدیثیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے قیامت کے وقتِ خاص کا علم کسی کو عطا نہیں فرمایا۔ جن میں سے کچھ سنبھل کے مناظرہ میں پیش ہو چکی ہیں۔ (روئداد مناظرہ صاعقہ آسمانی میں ملاحظہ فرمالیں) اور ایک اب صرف آپ کی خاطر لکھتا ہوں۔

"روایت کیا ہے امام احمد نے مسند میں، اور ابن ابی شیبہ نے مصنف میں، اور ابن جریر و ابن منذر نے اپنی تفسیروں میں، اور بیہقی نے "البعث والنشور" میں، اور حاکم نے مستدرک میں۔

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لقیت لیلۃ اسری بی ابراھیم وموسٰی و عیسٰی (علیھم السلام) فتذاکروا امر الساعۃ فردوا امرھم الی ابراھیم فقال لا علم لی بھا فردوا امرھم الی موسٰی فقال لا علم لی بھا فردوا امرھم الی عیسٰی فقال اما وجبتھا فلا یعلمھا احد انتھی بقدر الحاجۃ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے شبِ معراج میں حضرت ابراہیم و موسےٰ و عیسےٰ علیہم السلام سے ملاقات کی۔ پس انہوں نے قیامت (کے وقت) کا ذکر کیا۔ پس پہلے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے سوال کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھے علم نہیں۔ پھر حضرت موسےٰ علیہ السلام سے سوال کیا گیا انہوں نے بھی فرمایا کہ مجھے علم نہیں۔ پھر یہی مسئلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے پیش کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کے وقوع کے وقت کو کوئی بھی نہیں جانتا۔

اسی طرح جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت جبرئیل ؑ نے حضور کی عمر شریف کے اخیر حصہ میں قیامت کے متعلق سوال کیا تو حضور ؐ نے بھی یہی فرمایا کہ "یہ ان پانچ چیزوں میں داخل ہے جن کا علم اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کو نہیں"۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ خدا کے ان برگزیدہ رسولوں کی ان زبردست شہادتوں کے بعد کس ثبوت کا انتظار باقی رہ جاتا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ اس کے لئے ہے جس کے قلب میں ایمان کا کوئی ذرہ اور خدا کا خوف ہو۔ منکروں کے حق میں خود ارشادِ خداوندی ہے۔

وما تغنی الآیات والنذر عن قوم لا یؤمنون (یونس ۱۰ = ۱۰۱)

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

فقط والسلام ختام الکلام رقیمہ نیاز خاکسار محمد منظور نعمانی غفر اللہ لہ ولوالدیہ۔

ختم ہوا خط کا مضمون

اب ہم اپنی اس حقیر تحریر کو اسی پر ختم کرتے ہیں اور دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالےٰ اس کو بھی اسی طرح نافع خلائق بنائے جس طرح کہ اصل روئداد صاعقۂ آسمانی کو اس نے نافع بنایا۔ والحمد للہ رب العلمین۔

خاکسار محمد سراج الحق

ناظم دار الاشاعت سنبھل

ضلع مراد آباد (یوپی)

مناظرہ سنبھل و در و ضلع نینی تال کی مفصل روداد

فتح الابرار علی الفجار

۱۳۴۷ھ

صاعقہ آسمانی

بر

فرقہ رضاخانی

حصہ دوم

مرتبہ

مولانا ابو المجاہد محمد عابد خلش

انجمن ارشاد المسلمین

۱۴۔ بہاولپور روڈ، مزنگ لاہور

آئینہ کتاب

دیباچہ

باسمہٖ تعالیٰ حامداً ومصلیاً ومسلماً

سنبھل کا یہ مناظرہ جس کی روئداد کا دوسرا ایڈیشن اس وقت آپ کے سامنے ہے جمادی الاولیٰ ۱۳۵۴ھ میں ہوا تھا۔ اہلسنت کی طرف سے رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی ایدہ اللہ بنصرہٖ مناظر تھے۔ اور رضاخانیوں کی طرف سے مولوی حشمت علی صاحب لکھنوی رضاخانی جماعت کے نمائندہ اور وکیل ہوکر پیش ہوئے تھے۔ اہلسنت نے اس مناظرہ کی مکمل و مفصل روئداد اسی وقت شائع کردی تھی جس کی صحت کا اعتراف منصف مزاج مخالفین نے بھی کیا۔ مگر چونکہ یہ مناظرہ اپنی نوعیت میں بے نظیر تھا اس لئے اس کی روئداد بھی بے حد مفید ثابت ہوئی۔ اور بہت زیادہ مقبول ہوئی۔ یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس کا ایک نسخہ بھی باقی نہ رہا اور اب بعض احباب کے اصرار سے اس کو دوبارہ شائع کیا جارہا ہے۔

یہ روئداد جب پہلی مرتبہ شائع ہوئی اور اس نے ہر صاحب بصیرت کے لئے سنبھل کے اس عظیم الشان اور معرکۃ الآراء مناظرہ کا سچا فوٹو کھینچ کر دور دراز تک یہ غلغلہ بلند کردیا کہ رضاخانیوں کے پاس اپنے غیبیہ عقیدہ کے ثبوت میں مکڑی کے جالے کے برابر قوت رکھنے والی بھی کوئی دلیل نہیں۔ اور اہلسنت کے پاس رضاخانیوں کے اس خانہ ساز عقیدہ کی تردید میں صدہا آیات و احادیث موجود ہیں۔ تو سنبھل و مرادآباد کے رضاخانیوں کو بھی ایک روئداد گھڑنے کی فکر دامنگیر ہوئی۔ اور بالآخر مناظرہ سے چھ، سات مہینے کے بعد رضاخانی برادری کے بڑے بڑے پنچوں کے مشوروں اور کمیٹیوں کی ہدایتوں سے ایک روئداد تصنیف ہوئی جس کا خوبصورت سا نام "مذہبی دقائق کی روئداد مکمل" تھا۔ اس نام نہاد روئداد میں جس قدر بے ایمانی و دروغ بیانی سے کام لیا گیا تھا، حق یہ ہے کہ وہ ہمارے رضاخانی دوستوں ہی کا حصہ تھا جیسے ہی یہ مصنوعی روئداد شائع ہوئی اسی وقت......

"دارالاشاعت" کی طرف سے ایک تنقیدی رسالہ "بارقۂ آسمانی" اس پر نازل کر دیا گیا۔ آسمانِ عصمت
کی اس بارقہ (بجلی) نے اس شیطانی گورکھ دھندے کو جلا کر خاکِ سیاہ کر دیا۔ اور چھ، سات مہینے کی عرق ریزی
و دماغ سوزی کے بعد جھوٹ اور گالیوں کی جو عمارت رضاخانی معماروں نے تیار کی تھی وہ بھک سے اڑ گئی اور باوجود
زبردست مطالبہ کے آج تک (کہ چار سال گزرے) رضاخانیوں کی طرف سے اس رسالہ "بارقۂ آسمانی" کا
کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ صدق اللہ عز وجل۔

فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝
فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ۝[1] (الذاریات ۵۱ - ۴۴-۴۵)

اس دوسرے ایڈیشن کے حاشیہ میں جہاں کہیں رضاخانی روئداد پر ہم کوئی تنقیدی نوٹ لکھیں گے وہ اسی بارقۂ آسمانی سے ماخوذ ہوگا۔ اس دفعہ اس روئداد میں ایک مستقل تکملہ کا بھی اضافہ کیا جا رہا ہے جس میں ان دلائل کا مکمل جواب ہے جو رضاخانی روئداد میں مولوی احمد رضا خان صاحب وغیرہ کے رسالوں سے بڑھائے گئے ہیں یہ جوابات بھی "بارقۂ آسمانی" ہی سے ماخوذ ہیں۔

نیز اسی تکملہ میں رضاخانی روئداد نویس مولوی اجمل علی خان صاحب سنبھلی کا ایک پر اسرار گرفتار شدہ خط بھی درج ہے جس نے ان کی روئداد کے جعلی، مصنوعی اور بناوٹی ہونے کا قطعی فیصلہ کر دیا ہے۔ اس خط کا ہمارے ہاتھ آجانا صرف تائیدِ غیبی اور ہماری صداقت و حقانیت کا ایک معجز نما کرشمہ ہے ورنہ ؎

کہاں ہم اور کہاں یہ نکہتِ گل
نسیمِ صبح تیری مہربانی

یہ پر اسرار خط آج سے چار سال پہلے "بارقۂ آسمانی" میں بھی شائع ہو چکا ہے مگر الحمد للہ کہ مولوی اجمل علی یا مولوی حشمت علی باوجود زبردست چیلنج کے آج تک اس کا انکار نہ کر سکے۔ اس خط کے بعد رضاخانی روئداد کے بناوٹی اور مصنوعی ثابت کرنے کے لئے کسی دوسری دلیل کی ضرورت نہیں۔ خود روئداد نویس صاحب کے اس خط نے اس بے چارے کا کام تمام کر دیا آہ۔ ع

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

---

[1] انہوں نے اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی تو انہیں عذاب نے آلیا۔ اس حال میں کہ وہ دیکھ رہے تھے تب وہ نہ کھڑے ہی ہو سکے اور نہ (ہم سے) بدلہ ہی لے سکے۔

صدق اللہ عزوجل۔

يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ[1] (الحشر ۵۹ = ۲)

خاکسار ناظم دارالاشاعت

مہتمم طبع دوم : جمادی الاخریٰ ۱۳۵۱ھ

نوٹ : مناظرہ سنبھل کے متعلق حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی وجناب مولوی رحم الٰہی صاحب کے مابین جو خط وکتابت تقریباً تین مہینے جاری رہی تھی پہلے ایڈیشن میں وہ کسی قدر تفصیل کے ساتھ درج کی گئی تھی مگر اس دفعہ چونکہ حاشیہ اور تکملہ میں دوسرے اہم اور ضروری مضامین کا اضافہ کیا جارہا ہے اس لئے اس مراسلت کا ذکر صرف اجمالاً کیا جائے گا اور وہ اس قدر اہم اور ضروری بھی نہیں ہے۔

ناظم دارالاشاعت

---

[1] وہ اپنے گھروں کو اپنے ہی ہاتھوں سے اجاڑ رہے تھے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی۔ لہٰذا اے عقلمندو! عبرت حاصل کرو۔

تمہید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ سیما سیدنا و مولانا محمد المصطفیٰ وعلیٰ الہ المجتبیٰ۔

ناظرین کو "صاعقہ آسمانی حصہ اول" کے مطالعہ سے معلوم ہو چکا ہو گا کہ مناظرہ دردک کے آخری اجلاس میں جبکہ مسئلہ علم غیب زیر بحث تھا اور صرف دو گھنٹے کی گفتگو نے مولوی رحم الٰہی صاحب کے چھکے چھڑا دیئے تھے اور مولوی صاحب موصوف نے مناظرہ کے درہم برہم کرنے کے لئے انتہائی سخت کلامی شروع کر دی تھی۔ اور ان کی خوش قسمتی سے وہاں کی عام پبلک نہ ان علمی اور دقیق مباحث کو سمجھتی تھی جو اس بحث میں آتے تھے اور نہ مولوی رحم الٰہی صاحب کی اس چال کو۔ اور قریب تھا کہ یہ دلچسپ اور معرکۃ الآراء مناظرہ مولوی رحم الٰہی صاحب کی سخت کلامی کی نذر ہو کر بغیر کسی نتیجہ کے درہم برہم ہو جائے۔ اس لئے اس عظیم الشان مناظرہ کے نتیجہ خیز اور کامیاب بنانے کے لئے بعض حضرات نے انتقال مقام کی تجویز پیش کی جو بڑی رد و کد کے بعد منظور ہو گئی۔ پھر تعیین مقام کے متعلق گفتگو ہوئی۔ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی نے بریلی کو پیش کیا (جو وہاں سے بہت زیادہ قریب ہونے کے علاوہ مولوی رحم الٰہی صاحب کی اقامت گاہ اور ان کی جماعت کا مرکز بھی ہے) اور فرمایا کہ اگر آپ تیار ہوں تو میں ابھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں صرف جلسہ کے انتظامات آپ کرا دیں باقی اپنے ذاتی اخراجات کا میں خود کفیل ہوں گا۔ مگر جب مولوی رحم الٰہی صاحب اس کے لئے کسی طرح رضامند نہ ہوئے تو حضرت مولانا نے مراد آباد کو پیش کیا۔ لیکن مولوی رحم الٰہی نے اس کو بھی منظور نہ کیا۔ بالآخر حضرت مولانا نے اپنے وطن عزیز سنبھل کو پیش کیا اور نہایت فراخدلی کے ساتھ جملہ انتظامات کی ذمہ داری بھی خود ہی لی۔ اور فرمایا کہ اگر آپ چاہیں گے تو آپ کو اور آپ کے رفقاء کو سفر خرچ بھی دیا جائے گا۔ اس کے بعد جب مولوی رحم الٰہی صاحب کے لئے کوئی مفر

باقی نہیں رہا تو چار و ناچار ان بے چاروں کو منظور ہی کرنا پڑا۔ اللہ بھلا کرے دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے مدرس دوم اور مولوی رحم الٰہی صاحب کے معین مناظرہ مولوی عبدالعزیز خان صاحب کا وہ چونکہ مولوی رحم الٰہی صاحب کے مناظرہ کا تلخ نتیجہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے اس لئے انھوں نے مولوی رحم الٰہی صاحب کا لحاظ کئے بغیر صاف کہہ دیا کہ آئندہ ہم کو مناظر تبدیل کرنے کا حق ہوگا۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ میں اس کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتا۔ لیکن مولوی عبدالعزیز خانصاحب اور ان کے بعض دوسرے رفقاء کار نے اس پر سخت اصرار کیا اور کہا ہم صرف اپنے ہی لئے یہ حق نہیں چاہتے۔ بلکہ آپ کو بھی یہ حق دیتے ہیں۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ "الحمد للہ مجھے اس کی ضرورت نہیں"۔ بہت دیر تک اس پر گفتگو جاری رہی (لیکن مولوی رحم الٰہی صاحب اس وقت بالکل خاموش باختہ ہوش تھے کیونکہ ان کا ایک رفیق کار بلکہ ایک ماتحت مدرس ان کی معزولی پر زور دے رہا تھا۔ جس کے معنی یہ اور صرف یہ تھے کہ اس کے نزدیک مولوی رحم الٰہی صاحب ناقابل مناظرہ ثابت ہوئے ہیں) بہر حال دیر تک اس تجویز پر بحث ہوتی رہی۔ بالآخر صدر مجلس مناظرہ عالی جناب ثروت یار خان صاحب مجسٹریٹ درؤ نے بھی مولوی عبدالعزیز خان صاحب کی سفارش کی اور آخر کار یہ تجویز منظور کر لی گئی۔

یہ بھی قرار پایا کہ اس مناظرہ کے لئے شرائط بذریعہ خط کتابت از سر نو طے ہوں۔ یہ بھی طے ہو گیا کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب شرائط کے متعلق مولوی رحم الٰہی صاحب سے خط و کتابت کریں یا امیر رضاخانیت مولوی حامد رضا خان صاحب سے۔ بعد میں ان تمام چیزوں کے متعلق ایک یادداشت بھی لکھ لی گئی۔ سب کچھ طے ہو جانے کے بعد مولوی رحم الٰہی صاحب نے اس یادداشت کے آخر میں یہ عبارت لکھ کر کہ۔

"بشرط اجازت سرپرست مدرسہ حضرت مولانا حامد رضا خانصاحب مدظلہ"

اس سارے معاملہ کو مولوی حامد رضا خان صاحب کی اجازت پر موقوف کر دیا اور درؤ کی ساری کارروائی اس پر ختم ہوگئی۔ وہاں سے واپس آکر اس قرارداد کے بموجب حضرت مولانا نے ایک رجسٹری شدہ خط مولوی حامد رضا خان صاحب کے نام ارسال فرمایا اور سنبھل کے مناظرہ کے لئے شرائط طلب کئے۔ مولوی حامد رضا خان صاحب نے یہ دیکھ کر کہ اس خط کے بھیجنے والے رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی ہیں اس کے صرف

وصول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور ۱۰ صفر کو یہ رجسٹری شدہ خط انکاری واپس آ گیا ۔حضرت مولانا نے مولوی حامد رضا خان صاحب کا اس درجہ گریز دیکھ کر ان کا پیچھا چھوڑ دیا اور براہِ راست مولوی رحم الٰہی صاحب کے نام ایک خط بذریعہ رجسٹری روانہ فرمایا۔ جس میں ان کے خداوند نعمت مولوی حامد رضا خان صاحب کے اس بے محابا گریز کا ذکر کرتے ہوئے خود ان سے شرائط مناظرہ طلب کئے اس خط میں یہ بھی لکھ دیا گیا تھا کہ اگر اس کا جواب دس روز تک نہ آیا تو پھر دوسرا طریقہ اختیار کیا جائے گا۔ بعونہ تعالےٰ وھوالکافی۔

اس خط کے اس آخری جز نے مولوی رحم الٰہی صاحب کو جواب دینے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ ۲۲ صفر کو ان کا جواب آیا جس میں حضرت مولانا کے خط کے جواب میں صرف اس قدر الفاظ تھے کہ۔

"اب ہم بالکل تیار ہیں اور آمد و رفت اور خورد و نوش کے خرچ کے منتظر ہیں لہٰذا جلد از جلد تاریخ مناظرہ اور مقام مناظرہ کہ سنبھل میں کس جگہ ہوگا اور شرائط مناظرہ مقرر فرما کر اور اس کے ساتھ حسب قرار داد آمد و رفت اور خورد و نوش کا خرچ نقد روانہ فرما دیجئے"

اس کے جواب میں ۲۶ صفر کو حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے ایک رجسٹری روانہ کی جس میں سات شرطیں بھی نہایت مناسب لکھ دیں جن میں فریقین کے حقوق بالکل مساوی تھے اور یہ بھی لکھ دیا کہ ان کے علاوہ اور جو شرائط آپ مناسب خیال فرمائیں ان کو بھی تحریر فرما دیں۔ شرائط طے ہونے کے بعد ہم تاریخ بھی معین کر دیں گے اور اس تاریخ سے ایک ہفتہ پہلے زاد راہ بھی حاضر خدمت کر دی جائے گی۔ اس خط کے جواب میں بھی مولوی رحم الٰہی صاحب نے خاموشی اختیار کر لی۔ بالآخر دو ہفتہ کامل انتظار کرنے کے بعد ۱۱ ربیع الاول کو بطور تقاضا ایک اور رجسٹری حضرت مولانا نے ارسال فرمائی جس کے آخر میں یہ بھی لکھا تھا کہ "اس رجسٹری کو تار کے حکم میں سمجھا جائے اور جواب میں انتہائی عجلت سے کام لیا جائے"۔

اس رجسٹری کے بعد بھی مولوی رحم الٰہی صاحب نے کروٹ نہ لی تب بمجبوری کامل دس روز کے انتظار کے بعد ۲۲ ربیع الاول شریف کو حضرت مولانا نے ایک اور رجسٹری روانہ کی جس کے آخر میں یہ بھی تحریر فرما دیا تھا کہ۔

"اس کا جواب یکم ربیع الآخر تک آ جانا چاہئے۔ اگر اس عرصہ میں نہیں آیا تو ہم جناب کے اس طرز عمل کو پہلو تہی اور گریز سے تعبیر کرنے پر مجبور ہوں گے۔ پھر یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ پہلو تہی کا داغ

محض آپ کی ذات تک محدود نہیں رہے گا بلکہ چونکہ یہ مناظرہ مولوی حامد رضا خان صاحب کی رضا و اجازت سے طے ہوا ہے اور پھر آپ کو آپ ہی لوگوں کی درخواست پر یہ بھی حق دیا گیا ہے کہ آپ جس کو چاہیں اپنی جماعت میں سے منتخب کر کے مناظرہ میں پیش کریں اس لئے آپ کا یہ طرز عمل آپ کی ساری جماعت اور خود مولوی حامد رضا خان صاحب کا گریز کہا جائے گا۔"

حضرت مولانا کے اس گرامی نامہ نے جب سب اگلی پچھلی سجھائی تو مجبوری مولوی رحم الٰہی صاحب کو اپنی چپ توڑنی پڑی اور ۲۶ ربیع الاول شریف کو ۲۶ صفر والی تحریر کے جواب میں ایک رجسٹری روانہ کی۔ جس میں حضرت مولانا کے پیش کردہ شرائط کے متعلق اپنی رائے ظاہر کی تھی اور بعض کے متعلق کچھ سوالات کئے تھے مولوی رحم الٰہی صاحب کی اس رجسٹری کا مفصل جواب حضرت مولانا نے ۱۲ ربیع الآخر کو ارسال فرمایا جس کا جواب مولوی رحم الٰہی صاحب کی طرف سے ۳ اکتوبر کو آیا جس میں کوئی خاص بات قابل ذکر نہ تھی۔ صرف جلسہ مناظرہ کے لئے ایک مسلمۂ فریقین صدر کے ہونے کو اصولاً تسلیم کرتے ہوئے تعیین صدر کے معاملہ کو الجھانے کی کوشش کی گئی تھی (جس کا واحد مقصد یہی تھا کہ نہ صدارت کا مسئلہ طے ہو نہ مناظرہ کی نوبت آئے۔ نہ نو من تیل ہو گا نہ ----) لیکن آفرین ہے حضرت مولانا محمد منظور صاحب کی ہمت مردانہ پر کہ آپ نے نہایت فراخ دلی سے کام لیتے ہوئے صدارت کے لئے جناب چودھری محفوظ علی خان صاحب انسپکٹر پولیس پنشنر ساکن سنبھل کا نام لکھ بھیجا۔ (جو ازروئے عقائد تقریباً رضاخانی ہی ہیں مگر ان کی وجاہت اور انصاف پسندی سے کسی خلاف انصاف کارروائی کی امید نہ تھی) نیز حضرت مولانا نے مولوی رحم الٰہی صاحب کی اس روش کو دیکھتے ہوئے اس مکتوب گرامی کے اخیر میں یہ بھی لکھ دیا تھا کہ:

"یہ سلسلۂ خط و کتابت بظاہر اس طرح ختم ہوتا نظر نہیں آتا اس لئے بہتر یہ ہے کہ اس سلسلہ کو یہیں ختم کر دیا جائے کیونکہ شرائط کا بیشتر حصہ طے ہو چکا ہے اور جو کچھ باقی ہے وہ سنبھل پہنچ کر طے ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اس مناظرہ کی تاریخیں ۲۲-۲۳-۲۴- جمادی الاولٰے مقرر کی جاتی ہیں۔ بس اس عریضہ کے جواب میں ان تاریخوں کی منظوری سے مطلع کر دینا کافی ہے اگر یہ اطلاع ۱۰ جمادی الاولٰے تک موصول ہو گئی تو پندرہ جمادی الاولٰے کو حسب قرار داد سفر خرچ روانہ کر

دیا جائے گا "

حضرت مولانا کے اس گرامی نامہ نے مولوی رحم الٰہی صاحب کے لئے کوئی راہِ فرار نہ چھوڑی اور بمصداق "تنگ آمد بجنگ آمد" ناچار مناظرہ منظور کرنا ہی پڑا۔ لیکن ایک آخری چال یہ چلی کہ اس مکتوب کا جواب بجائے اس کے کہ ۷، ۸۔ جمادی الاولےٰ کو دیتے جو دس تک حضرت مولانا کے پاس پہنچ جاتا ۱۲ جمادی الاولےٰ کو لکھا جو ۱۴ کو حضرت مولانا کو وصول ہوا۔ مقصد اس تاخیر کا صرف یہ تھا کہ حضرت مولانا انتظامات کے لئے اس تھوڑی مدت کو ناکافی سمجھیں گے اور لامحالہ مناظرہ کی تاریخیں بدلنے پر مجبور ہوں گے۔ ہم کو یہ کہہ کر پیچھا چھڑانے کا اچھا موقع مل جائے گا کہ آپ نے خود ہی مناظرہ کی تاریخیں مقرر کی تھیں ہم نے منظور کر لیں اب آپ مناظرہ سے فرار کرتے ہیں۔ "ہلدی لگے نہ پھٹکری" گھر بیٹھے بٹھائے عظیم الشان فتح ہاتھ آئے گی۔ مگر شیرِ نیستانِ مناظرہ نے ان اقراری سگ بارگاہِ رضوی کی اس چال کو سمجھ لیا اور حسب وعدہ تاریخ معینہ سے ایک ہفتہ قبل سفر خرچ روانہ کر کے اس آخری منصوبے کا بھی خاتمہ کر دیا۔ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ۔

لیکن اس کے بعد بھی ایک احتمال باقی تھا کہ کچھ سازش کر کے تاریخ معینہ تک منی آرڈر وصول نہ کیا جائے اور تاریخ ہائے مناظرہ گزر جانے کے بعد لکھ دیا جائے کہ آپ کا منی آرڈر دیر سے وصول ہوا لہٰذا ہم نہیں آسکے اس قسم کی روباہ بازیوں کا دروازہ قطعاً بند کرنے کے لئے حضرت مولانا نے بذریعہ رجسٹری ایک خط بھی روانہ کر دیا۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ۔

"ہم حسب وعدہ سفر خرچ روانہ کر چکے۔ اگر بفرض محال ۲۱ جمادی الاولےٰ تک کسی وجہ سے وصول نہ ہو تو جناب اس کا انتظار نہ فرمائیں بلکہ ۲۱ کو ضرور بالضرور سوار ہو جائیں۔ یہاں پہنچنے پر سفر خرچ حاضر خدمت کر دیا جائے گا۔"

پھر مزید احتیاط کے لئے تاریخ مناظرہ سے تین روز قبل یعنی ۱۹ جمادی الاولےٰ کو ایک تار بھی اس مضمون کا دے دیا کہ۔

"انتظامات بالکل مکمل ہو چکے ہیں ہر قسم کے حیلوں کو ترک کر کے تشریف لائیے"

گُلِ دیگر شگفت

ہمارا خیال تھا کہ اب مولوی رحم الٰہی صاحب کے لئے فرار کی کوئی راہ نہیں رہی۔ اب وہ ضرور بالضرور تشریف لائیں گے۔ لیکن بقول کسے "خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم" ہمارے سارے منصوبے غلط نکلے اور مولوی رحم الٰہی صاحب نے ایک اشتہار "کھلا خط" بھیج کر ثابت کر دیا کہ میں اُس خان بریلوی کا سپوت ہوں جس نے تمام عمر مناظرہ کی دھوم مچانے کے باوجود ہمیشہ وقت پر مناظرہ سے جان بچائی۔

اس اشتہار کذب و بہتان کے طومار کا خلاصہ اسی کے الفاظ میں یہ تھا۔

"جناب مولوی منظور حسن صاحب خصوصاً و جمیع وہابیہ سنبھل عموماً در وضلع نینی تال میں جو قرارداد ہو چکی تھی اس کے مطابق میں آپ سے مناظرہ کرنے کے لئے تیار تھا اور ہوں۔ لیکن معلوم ہوا کہ تلمیذ رشید عزیز سعید شیر بیشۂ سنت مولوی حشمت علی خان صاحب لکھنوی کے مقابلہ میں آپ کا سارا گروہ عاجز رہا .... خدا و رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عزیز موصوف کو آپ کے گروہ کے مقابلہ میں پانچ روشن فتحیں اور آپکے گروہ کو پانچ بار شرمناک شکستیں دیں[1]۔ آپ اور آپ کا گروہ سب عزیز موصوف کے مقابلہ سے عاجز آچکے۔ مناظرہ بحمد اللہ تعالیٰ اہل سنت کی فتح مبین اور وہابیہ کی شکست مبین پر ختم ہو چکا[2]۔ لہذا وہ مناظرہ جو قرارداد ضلع نینی تال کے مطابق طے ہوا تھا ختم ہو چکا[3]۔ کہ جو لوگ میرے تلمیذ سعید کے سامنے اپنا اسلام ثابت کرنے سے عاجز رہے[4] وہ میرے سامنے ایک فرعی مسئلہ علم غیب میں لب کشائی کا کیا حق رکھتے ہیں۔ اب بھی اگر مناظرہ کرنا ہو تو یا تو اسکی ایک تحریر دو کہ ہمارا سارا گروہ مولوی حشمت علی صاحب کے مقابلہ سے عاجز رہا یا اپنے اکابر کو دیوبند و تھانہ بھون سے بلاؤ تاکہ ان کا عجز و فرار بھی (الیاہی) دکھا دیا جائے"

---

۱ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ ۲ جھوٹوں پر خدا کی لعنت۔ ۳ شاید عالم خیال میں۔ ۴ لہذا خدا کے واسطے مجھ بچارے ضعیف العمر کا پیچھا چھوڑدو ۱۲۔

جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ

ہمارا ارادہ تھا کہ ہم اس لال اشتہار پر مفصل تبصرہ کریں گے لیکن چونکہ مولوی رحم الٰہی صاحب نے اس کا کذب خالص اور دروغ بے فروغ ہونا اپنے طرزِ عمل سے خود ہی ثابت کر دیا لہٰذا ہم اب اس کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے بس یہ عرض کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ یہ سرخ اشتہار یا لال چیتھڑا بعد میں خود مولوی رحم الٰہی صاحب کے لئے وبالِ جان ہو گیا اور ان بے چاروں نے اس کے چھپانے کی ایسی ہی کوشش کی جیسی کہ ------ لال چیتھڑوں کے چھپانے کی کرنی چاہئے۔ مختصر یہ کہ مناظرہ میں تین روز متواتر مجمع عام میں یہ سوال کیا گیا کہ یہ اشتہار آپ کا شائع کردہ ہے یا نہیں ؟ لیکن کوئی جواب نہ دیا گیا۔ بعد اختتامِ مناظرہ بذریعہ تحریر بھی دریافت کیا گیا لیکن آج تک کوئی جواب موصول نہ ہوا۔

اے بدعت ملعونہ تجھ پر خدا کی ہزار لعنت۔ کیا تو ایمان و اسلام کے ساتھ آدمی کی انسانیت کو بھی رخصت کر دیتی ہے۔ کیا آج کوئی ہے کہ رضا خانی محدث کی اس راست بازی کا نمونہ دنیا کی کسی مہذب و متمدن قوم کے لٹریچر سے پیش کر سکے۔

بہر کیف مولوی رحم الٰہی صاحب نے یہ اشتہار بھیج کر اپنے شرمناک فرار کا اعلان کر دیا اور سمجھ لیا کہ بس رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گزشت۔ لیکن افسوس یہ نہ سوچا کہ یہ لومڑی کی سی چالیں کسی اپنے ہم جولی ہی کے مقابلہ میں کامیاب ہو سکتی ہیں نہ شیرانِ حق کے مقابلہ میں۔

تاریخ مناظرہ سے ایک روز قبل یعنی ۲۱ر کو یہ اشتہار سنبھل میں شائع ہوا تھا اور ۲۲ر کو حضرت مولانا محمد منظور صاحب مدظلہ نے بذریعہ جوابی تار برقی مندرجہ ذیل نوٹس دیا۔

" فوراً آیئے ہر قسم کی بہانہ بازی کو چھوڑ دیجئے۔ ورنہ جملہ ہرجہ کے آپ ذمہ دار ہوں گے "

اس نوٹس نے سارے منصوبوں کا خاتمہ کر دیا اور بے چارے مولوی رحم الٰہی صاحب کی یہ آخری چال بھی شیر نیستان کے مقابلہ میں بے کار ثابت ہوئی۔

صَدَقَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ کَیْدَ الْخَآئِنِیْنَ ۔ وَمَکَرُوْا

وَ مَكَرَ اللهُ وَ اللهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ـ

بہر حال اس برقی نوٹس نے حشمت علی صاحب والی وہ فرضی پانچ شکستیں بھی بھلا دیں اور ہ

قہر درویش بر جانِ درویش

مولوی رحم الٰہی صاحب مع جناب مولوی عبدالعزیز خان صاحب و بعض دیگر علماء فرقہ رضاخانی کے مناظرہ کے آخر روز یعنی ۲۴ جمادی الاولیٰ کو ۸ بجے سنبھل وارد ہوئے اور نو بجے مقام مناظرہ پر پہنچے۔ اور یہاں پہنچ کر فرار کی ایک نئی یہ راہ نکالی کہ مسئلہ صدارت کے متعلق اگرچہ طے ہو چکا تھا کہ کل جلسہ مناظرہ کا ایک صدر ایسا ہے گا جو فریقین سے بالکل آزاد ہو۔ اور حضرت مولانا نے نہایت فراخ حوصلگی اور عالی ہمتی سے کام لیتے ہوئے ایک ایسا شخص بھی پیش کر دیا تھا جو مذہباً رضاخانیوں سے اقرب تھا۔ (یعنی جناب چوہدری محفوظ علی خان صاحب انسپکٹر پولیس پنشنر) لیکن مولوی رحم الٰہی صاحب نے آکر مسئلہ صدارت کے متعلق صاف کہہ دیا کہ اگر ایک صدر مسلمہ فریقین ہو سکتے ہیں تو بس فلاں صاحب یا فلاں صاحب (جو شاید خود مولوی رحم الٰہی صاحب سے بھی زیادہ غالی رضاخانی ہیں) ورنہ ہر فریق کا صدر علیحدہ رہے گا۔ جس کا کام محض اپنی اپنی جماعت کو قابو میں رکھنا ہوگا۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے ہر چند اس پر زور دیا کہ کسی ایسے آزاد شخص کو صدر مقرر کیا جائے جو، فریقین سے کوئی خاص تعلق نہ رکھتا ہو۔ یہ بھی کہا کہ اگر آپ کے نزدیک مسلمانوں میں کوئی ایسا نہیں ہے تو سنبھل کے غیر مسلم تعلیم یافتہ طبقہ میں سے کسی کو منتخب فرما لیجئے۔ لیکن مولوی رحم الٰہی صاحب کی ہٹ ختم نہ ہوئی۔ بالآخر یہ بھی کہا گیا کہ اچھا کسی ایسے رضاخانی ہی کو صدر مقرر کر لیجئے جو معاملہ سنج ہونے کے ساتھ ساتھ رضاخانیت میں غالی نہ ہو۔ لیکن ان سب باتوں کا جواب یہی ملا کہ اگر ایک صدر مسلمہ فریقین ہوگا تو بس انہی دو صاحبان میں سے کوئی ہو سکتا ہے جن کو پہلے پیش کیا جا چکا ہے ورنہ ہر فریق کا صدر جداگانہ ہوگا۔ مقصد اس بے جا ضد کا بھی یہی تھا کہ اہلسنت ہماری ان بے جا ضدوں کو منظور نہ کریں اور کسی طرح مناظرہ سے جان بچے۔ لیکن حضرت مولانا مولوی محمد منظور صاحب نے بالآخر ان کی اس ہٹ کو بھی مان لیا۔ رضاخانیوں کی طرف سے جناب خان صاحب ولایت حسین صاحبؒ صدارت کے لئے منتخب ہوئے اور اہلسنت کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ ہماری طرف سے عالی جناب نواب داؤد علی خان صاحب انصاری دام فیضہ الجاری خدمات صدارت کو انجام دیں گے۔

ہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ

اس کے بعد مولوی رحم الٰہی صاحب نے اس طرح تقریر شروع کی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

غوث اعظم بامن بے سرو ساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

میں نے سنا ہے کہ کل اور پرسوں میرے نہ آنے کی مولوی محمد منظور صاحب نے بہت زیادہ شکایتیں کی ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ آپ کا منی آرڈر کچھ دیر سے[1] پہنچا۔ اور چونکہ میں مدرسہ کا ملازم تھا اس لئے حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب مدظلہ کی اجازت کے بغیر آ بھی نہیں سکتا تھا اور وہ اتفاق سے گاؤں کو چلے گئے تھے میں نے اجازت لینے کے لئے ان کے پاس آدمی بھی بھیجا۔ لیکن کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ وہ آدمی بھی واپس نہ آیا اب جب میں نے دیکھا کہ[2] سب تاریخیں مناظرہ کی گزری جاتی ہیں تو بغیر اجازت ہی چلا آیا ہوں اور میں نے ملازمت کی بھی پرواہ نہیں کی۔ آپ تصدیق کریں یا نہ کریں لیکن میں حلف اٹھانے کے لئے بھی تیار ہوں اور آپ بریلی آدمی بھیج کر اس کی تصدیق بھی کرا سکتے ہیں۔ خیر گزشت آنچہ گزشت۔ اب جو باقی ماندہ شرائط ہیں ان کو طے کر لیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب: (بعد از خطبہ مسنونہ) حسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یا معین بک نستعین

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

---

[1] (حاشیہ صفحہ گزشتہ) دو سال ہوئے کہ خان صاحب موصوف اس دار فانی سے رحلت کر چکے ہیں۔ اگرچہ راقم الحروف کو خان صاحب کے خیالات و عقائد سے سخت اختلاف تھا مگر اس میں شک نہیں کہ موصوف بڑی خوبیوں کے آدمی تھے بالخصوص اپنے چھوٹوں کے ساتھ بڑی شفقت سے پیش آتے تھے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے ساتھ بہتر معاملہ کرے۔ ۱۲

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) [1] کیا آخری رجسٹری اور سولہ ۱۶ کا روانہ شدہ تار بھی ۲۱ تک نہیں پہنچا؟ شرم! شرم!۔ [2] بالکل غلط۔ یوں کہنا چاہئے کہ اب جب دیکھا کہ فرار کی کوئی راہ نہیں رہی جب بمجبوری آیا ہوں ۱۲۔

ابتدائی گفتگو

اولاً اپنے محترم دوست جناب مولوی رحم الٰہی صاحب سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ لال اشتہار میں کھلا خط بنام وہابیہ دیوبندیہ سنبھل ضلع مرادآباد[1] جناب ہی کا شائع کردہ ہے یا کسی دوسرے نے بغیر آپ کی اجازت کے آپ کی طرف سے شائع کر دیا ہے؟

مولوی رحم الٰہی صاحب: (نہایت خوشامدانہ لہجہ میں) مولوی صاحب میں آپ کی سلامتی طبع کا قائل ہوں یہ باتیں کج طبع لوگ کیا کرتے ہیں۔ اب جب میں آ ہی گیا تو وہ بات ختم ہو گئی۔ لہٰذا اب مناظرہ کی کارروائی شروع ہونی چاہیئے۔

مولانا محمد منظور صاحب: کارروائی مناظرہ ابھی شروع ہوتی ہے لیکن پہلے اشتہار کے معاملہ کو صاف کر دیجئے تاکہ معلوم ہو جائے کہ آپ حضرات کس قدر صداقت اور راستبازی سے کام لیتے ہیں۔

مولوی رحم الٰہی صاحب: دیکھئے آپ بالکل بے کار وقت ضائع کر رہے ہیں میرے آجانے کے بعد اس اشتہار کا تذکرہ ہی فضول ہے۔ اور اگر معلوم ہی کرنا ہے تو خود اشتہار کو دیکھ لیجئے وہ بتلا دے گا کہ میں کس کا شائع کردہ ہوں۔ اور اگر اس کا مضمون مجھ کو بتلایا جائے تو میں بھی بتلا سکتا ہوں کہ وہ میرا شائع کردہ ہے یا نہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب: مولانا یہ اشتہار کہتا ہے کہ میں مولوی رحم الٰہی صاحب صدر مدرس مدرسہ منظر اسلام بریلی کا شائع کردہ ہوں[1]۔ فرمایئے یہ صحیح کہہ رہا ہے یا غلط؟ جناب نے اس مرتبہ یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر اس کا مضمون مجھ کو سنایا جائے تو میں بتلا سکتا ہوں، تو سنئے۔ اس کا مضمون یہ ہے اس کے بعد حضرت مولانا نے اُس کذب و بہتان کے طومار کو از اول تا آخر پڑھ کر سنایا، (جن لوگوں نے مولوی رحم الٰہی صاحب کی مذکورہ بالا معذرت سنی تھی اور تاہنوز یہ اشتہار نہ دیکھا تھا وہ اس کے حرف حرف پر ان محدث صاحب کی صداقت شعاری اور راستبازی کی داد دل و زبان سے دے رہے تھے۔ اس وقت خود مولوی رحم الٰہی صاحب کی جو حالت تھی وہ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتی تھی) اس اشتہار کے سنانے کے بعد مولانا نے فرمایا کہ اب تو فرمایئے کہ یہ جناب ہی کا شائع کردہ ہے یا آپ کے کسی خیراندیش کی کارسازی ہے؟

---

[1] اس اشتہار میں "المشتہر" کے ذیل میں لکھا ہوا تھا (مولوی) رحم الٰہی عفی عنہ صدر مدرس منظر اسلام بریلی ۱۲

مولوی رحم الٰہی صاحب : دیکھئے مولوی صاحب یہ بالکل وقت کو ضائع کرنا ہے۔ آپ جلد کارروائی مناظرہ شروع کیجئے اور جو شرائط باقی ہیں ان کو طے کیجئے۔ مناظرہ شروع ہونے کے بعد ہم اس اشتہار کے متعلق بھی تشفی بخش جواب دے دیں گے۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے مولوی رحم الٰہی صاحب کی اس قابل رحم حالت پر رحم کھا کر جواب سوچنے کے لئے یہ مہلت بھی دے دی۔ اور شرائط کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ تقریباً ایک گھنٹہ میں مع ان شرائط کے جو بذریعہ خط کتابت طے ہوئی تھیں مندرجہ ذیل شرطیں طے ہوئیں۔

۱ : یہ مناظرہ محض مسئلہ علم غیب پر ہو گا اس کو دوسرے اختلافیات سے کوئی تعلق نہ ہو گا۔

۲ : ہر فریق کا فرض ہو گا کہ نفس مسئلہ پر استدلال یا مسلمہ کتب عقائد اہلسنت سے کرے یا نصوص قطعیہ سے اگر کوئی فریق ان کے سوا دوسری قسم کے ادلہ پیش کرے گا تو دوسرے فریق کو حق ہو گا کہ وہ اس وقت تک ان کا جواب نہ دے جب تک کہ مستدل سے یہ تحریر نہ لے لے کہ میں اپنا مدعا کتب عقائد اہلسنت اور نصوص قطعیہ سے ثابت نہیں کر سکتا۔

۳ : مسئلہ زیر بحث کے علاوہ اگر کوئی مناظر دوسری بحث چھیڑے گا تو اولاً اس کو متنبہ کر دیا جائے گا اگر وہ باز نہ آیا تو یہ اس کے فریق کی کھلی شکست سمجھی جائے گی۔ اور دوسرے فریق کا فرض ہو گا کہ وہ اس خارج از بحث امر کی طرف متوجہ نہ ہو ورنہ خاطی اور لاغی سمجھا جائے گا۔

۴ : ہر مناظر کو حق ہو گا کہ وہ اپنے مقابل کے جس جملہ کو لکھانا چاہے لکھا لے اس کو کسی طرح حق انکار نہ ہو گا۔ بلکہ اس کا انکار اس کی شکست سمجھی جائے گی۔

۵ : مناظر کے سوا کسی کو حق دخل دہی نہ ہو گا۔

۶ : دل آزار اور اشتعال انگیز کلمات کوئی مناظر استعمال نہ کرے گا۔ جو مناظر خلاف تہذیب الفاظ زبان سے نکالے گا اس کی مسلمہ شکست سمجھی جائے گی اور دوسرا فریق چاہے گا تو مناظرہ ختم کر دے گا۔

۷ : ہر فریق کے مناظر کو تقریر کے لئے دس دس منٹ وقت دیا جائے گا۔

۸ : یہ مناظرہ زیادہ سے زیادہ تین روز رہے گا۔

جناب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی سائل ہوں گے اور جناب مولوی رحم الٰہی صاحب مجیب۔

۹ : ان شرائط کے طے ہو جانے کے بعد مولوی رحم الٰہی صاحب نے سوال کیا کہ آپ علماء دیوبند کے اقوال کو بھی تسلیم کریں گے یا نہیں ؟

مولانا محمد منظور صاحب : نے فرمایا یہ سوال بالکل لغو ہے اس لئے کہ شرائط میں یہ طے ہو چکا ہے کہ نفس مسئلہ پر استدلال یا مسلمہ کتب عقائد اہلسنت سے ہو گا یا نصوص قطعیہ سے۔ اور ان حضرات کے اقوال ان میں سے کسی قسم میں بھی داخل نہیں۔ اور نہ میں ان حضرات کا مقلد ہی ہوں کہ بحیثیت تقلید ان حضرات کا قول واجب التسلیم ہو بلکہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا مقلد ہوں البتہ ان حضرات کا ایک ادنیٰ کفش بردار ہوں۔ ہاں اتنا جانتا ہوں اور وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جو میرے نزدیک اصول شریعت ہیں وہی ان حضرات کے بھی اصول ہیں (یعنی کتاب وسنت وقیاس واجماع امت)۔

مولوی رحم الٰہی صاحب نے اس کی تحریر طلب کی۔ جناب مولانا محمد منظور صاحب نے اس کی تحریر بھی دے دی۔ اس کے بعد مولوی رحم الٰہی صاحب نے فرمایا کہ آپ کی طرف سے مناظر کون ہو گا ؟ جناب مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ یہ کوئی دریافت کرنے کی بات نہیں۔ اپنی جماعت کی طرف سے آپ ہوں گے اور اہلسنت کی جانب سے خاکسار ہو گا۔ مولوی رحم الٰہی صاحب نے فرمایا کہ درؤ میں یہ طے ہو چکا ہے کہ ہر فریق کو حق ہو گا کہ وہ جس کو چاہے اپنی طرف سے بحیثیت مناظر پیش کرے۔ لہذا آپ اپنی طرف سے کسی ایک کو متعین کر دیجئے ہم بھی اپنی طرف سے کسی ایک کو وکیل کر دیں گے جس کے بعد کسی دوسرے کو بولنے کا حق نہ رہے گا۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ جب میں اور آپ دونوں موجود ہیں اور کسی کو کوئی معذوری بھی نہیں تو پھر وکالت کے کیا معنی ؟ مولوی رحم الٰہی صاحب نے دیر تک اسی پر اصرار کیا۔ بالآخر مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ آپ کو یاد ہو گا جس وقت استحقاق تبدیل مناظر کی تجویز جناب کی طرف سے پیش[1] ہوئی تھی میں نے شدت سے

---

[1] اگرچہ یہ تجویز مولوی عبد العزیز خان صاحب نے پیش کی تھی مگر چونکہ وہ مولوی رحم الٰہی صاحب کے مشیر اور رفیق کار تھے لہذا ان کی تجویز گویا مولوی رحم الٰہی صاحب ہی کی تجویز ہے ۱۲۔

مخالفت کی تھی اور اسی وقت کہہ دیا تھا کہ بحمد اللہ تعالیٰ خاکسار اس سے مستغنی ہے۔ لہذا مناظر بدلنے کا حق نہ خود لینا چاہتا ہے نہ مولوی رحم الٰہی صاحب کو دینا چاہتا ہے۔ اور بہت دیر تک اس پر گفتگو بھی رہی تھی اور میں کسی طرح قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ بالآخر آپ کے انتہائی اصرار اور جناب صدر صاحب کی سفارش کی وجہ سے میں نے منظور کر لیا تھا۔ ورنہ اس وقت بعونہ تعالےٰ اس کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔ الغرض چونکہ یہ استحقاق تبدیل مناظر کی تجویز آپ کی جانب سے پیش ہوئی تھی لہذا آپ پہلے اپنا مناظر متعین فرمادیں، بندہ بھی عرض کر دے گا۔ اس کے جواب میں مولوی رحم الٰہی صاحب نے فرمایا کہ تجویز کسی کی جانب سے پیش ہوئی ہو لیکن مناظر پہلے آپ ہی متعین فرمائیں گے۔ اور بہت دیر تک اسی پر ہٹ کی۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ لیجئے میں آپ کی خاطر اس قدر تعیین بھی کرتا ہوں کہ اگر اپنی جماعت کی طرف سے آپ خود مناظر ہوئے تو بندہ ہی مناظرہ کرے گا۔ اور اگر جناب نے کسی دوسرے کو کھڑا کیا تو اس کا نام معلوم ہونے پر اسی درجہ کا مناظر خاکسار بھی پیش کر دے گا۔ اتنی معقول بات پر بھی مولوی رحم الٰہی صاحب کی وہ بے جا طفلانہ ضد اور ہٹ ختم نہ ہوئی۔ بالآخر شیر نیستان مناظرہ جناب مولانا مولوی محمد منظور صاحب نے اعلان فرمایا کہ الحمد للہ ثم الحمد للہ! اب جب کہ جناب کا عجز، آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہو چکا تو بندہ اعلان کرتا ہے کہ آپ جس کو بھی اپنی جانب سے بحیثیت وکیل پیش فرمائیں ہم کو منظور ہے اور اپنی طرف سے خاکسار خود ہی مناظرہ کرے گا۔

اس گلو خلاصی کی جو مسرت مولوی رحم الٰہی صاحب کو ہوئی وہ احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔ ناظرین خود اندازہ کرلیں کہ جس رہائی کے لئے شرمناک سے شرمناک تدابیر اختیار کی گئی تھیں اور بد قسمتی سے سب کی سب ناکام رہیں اس کے غیر متوقع حصول پر کس درجہ مسرت ہوئی ہوگی۔ اسی غیر معمولی مسرت کی حالت میں فرمایا کہ میں اپنی طرف سے مولوی حافظ حشمت علی صاحب لکھنوی سلمہٗ کو پیش کرتا ہوں وہ اسی مسئلہ پر انہیں طے شدہ شرائط کے ساتھ مناظرہ کریں گے اور ان کا ساختہ پرداختہ میرا ساختہ پرداختہ سمجھا جائے گا۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ مجھ کو اس کی تحریر دے دی جائے۔ مولوی رحم الٰہی صاحب نے یہ الفاظ لکھ دیئے کہ۔

"وہ میرے وکیل مطلق ہوں گے اور ان کا ساختہ پرداختہ میرا ساختہ پرداختہ سمجھا جائیگا۔"
اس تحریر کو لکھنے کے بعد مولوی رحم الٰہی صاحب نے حاضرین جلسہ کو پڑھ کر سنا بھی دیا۔ اور اس کے بعد فرمایا کہ جناب! میں نے یہ تحریر لکھ بھی دی اور آپ حضرات کو پڑھ کر سنا بھی دی۔ لیکن دوں گا نہیں۔ اور نہ ان الفاظ کے لکھانے کا مجھ سے مولوی صاحب کو حق ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب نے بوجوہ کثیر استحقاق ثابت کیا لیکن مولوی رحم الٰہی صاحب نے ایک نہ سنی اور یہی فرماتے رہے کہ ان الفاظ کے لکھانے کا آپ کو حق نہیں ہے۔ جب ان محدث صاحب کی راست بازی کما حقہ حاضرین جلسہ پر آشکارا ہو گئی تو مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ آپ تحریر دیں یا نہ دیں لیکن بحمد اللہ آپ ہی کی زبان سے حاضرین جلسہ کو یہ تو معلوم ہو ہی گیا کہ مولوی حشمت علی صاحب آپ کے وکیل مطلق ہیں اور ان کا ساختہ پرداختہ بعینہٖ آپ کا ساختہ پرداختہ ہو گا۔ پس جن لوگوں کے نزدیک دنیا میں زبان بھی کوئی چیز ہے وہ خود سمجھ لیں گے کہ مولوی حشمت علی صاحب آپ کے وکیل مطلق ہیں یا نہیں۔ لہذا اب آپ جن الفاظ میں بھی مجھ کو تحریر دے سکتے ہوں دے دیں۔

مولوی رحم الٰہی صاحب نے بجائے اس تحریر کے مندرجہ ذیل تحریر دی جو ہمارے پاس دستخطی محفوظ ہے۔

"۷۸۶۔ نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْم۔ ہماری طرف سے جناب حافظ مولوی حشمت علی صاحب مناظر مقرر کئے جاتے ہیں اُسی مسئلہ اور انہیں شرائط کی پابندی کریں گے جو مجھ سے طے ہوتے ہیں۔ فقط

رحم الٰہی غفرلہٗ : ۲۴ جمادی الاولےٰ ۱۳۴۷ھ

(دستخط صدر صاحب) ولایت اللہ بقلم خود"

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالےٰ کا فضل و کرم ہے کہ ہمارے فاضل مخاطب جس مصیبت سے بچنا چاہتے ہیں اسی میں ایسے گرفتار ہوتے ہیں کہ رہائی بھی دشوار ہو جاتی ہے۔ پہلے آپ نے یہ اقرار کیا کہ مولوی حشمت علی صاحب میرے وکیل مطلق ہیں اور ان کا ساختہ پرداختہ میرا ساختہ پرداختہ سمجھا جائے۔ اس وکالت مطلقہ کے متعلق جناب نے ایک تحریر بھی لکھ دی۔ لیکن ذمہ داری سے بچنے کے لئے اس تحریر کے

دینے سے انکار کر دیا جس سے مجھ کو دو فائدے ہوئے۔ ایک یہ کہ آپ کے اقرار کی وجہ سے ذمہ داری بھی بدستور رہی۔ دوسرے یہ کہ تحریر نہ دینے سے آپ کی راست بازی بھی لوگوں کو معلوم ہو گئی۔ اگر میں اس کی کوشش بھی کرتا تو شاید اس قدر کامیاب نہ ہوتا۔ آپ نے تحریری ذمہ داری سے بچنا چاہا لیکن بمصداق فرّ من المطر قرّ تحت المیزاب ایسی تحریر دی جس سے نہ محض اپنی بلکہ ساری رضاخانی جماعت کی ذمہ داری تسلیم کر لی۔ و ذالك من فضل الله علینا و علی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون۔ اس کے بعد کاروائی مناظرہ شروع کی جاتی ہے۔

آغازِ مناظرہ بر مسئلہ علمِ غیب

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ مسنونہ)۔ حسبنا الله ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا بالله العلی العظیم اللّٰھم انك عضدی ونصیری بك احول وبك اصول و متیمنا باسمك اقول اعوذ بالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمٰن الرحیم ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین۔

اما بعد! چونکہ اس مسئلہ میں مدعی آپ حضرات ہیں لہذا پہلے آپ اپنا دعوےٰ متعین فرما دیں تاکہ حاضرین کے نزدیک محل نزاع متعین ہو جائے۔

مولوی حشمت علی صاحب : (وکیل و نمائندہ فرقہ رضاخانی) ایک طولانی خطبے کے بعد جس میں استعانت بغیر الله کا عنصر غالب تھا۔ ہمارا دعوےٰ یہ ہے کہ الله پاک نے اپنے حبیب اکرم جناب رسول الله صلی الله علیہ وسلم کو تمام ما کان و ما یکون کا علم دیا۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) مہربان من! ایسے لفظ بولئے کہ عام حاضرین بھی سمجھ لیں۔ آپ کے اس کَانَ اور یَکُوْنُ کو وہ نہیں سمجھتے۔ آپ صاف لفظوں میں اپنے عقیدہ کا اظہار کیجیے۔

مولوی حشمت علی صاحب : یا غوث یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً لله۔ مولوی صاحب میں نے تو اپنا عقیدہ صاف صاف بیان کر دیا تھا لیکن آپ کہتے ہیں کہ اور تفصیل کر دو اور کر دو تو لیجیے میں آپ کی خواہش پر ادا کیے[1] دیتا ہوں۔ سنیئے ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ خداوند تعالےٰ نے اپنے حبیب اکرم

[1] (حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

شفیع اعظم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء آفرینش دنیا سے قیامت تک جو کچھ کہ ہو چکا یا ہو رہا ہے یا ہو گا اس سب کا علم تفصیلی محیط عطا فرمایا۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ مسنونہ) قیامت کے بعد جو کچھ ہونے والا ہے کیا اس کا علم آپ کے اس دعوے سے خارج ہے ؟

مولوی حشمت علی صاحب : معلومات مابعد القیامت کے متعلق ہمارا یہ دعویٰ نہیں ہے وہ ہمارے دعوے سے خارج ہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : نے فرمایا کہ اپنے اس عقیدہ کو لکھ دیجئے۔ مولوی حشمت علی صاحب نے یہ الفاظ لکھ دیئے۔

"اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ابتداء آفرینش عالم سے قیامت تک جو کچھ ہو گا جو ہو رہا ہے جو ہو گا سب کا تفصیلی علم محیط عطا فرمایا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم اقدس اس سے بھی بدرجہا زائد ہے۔" فقط۔

فقیر ابو الفتح عبید الرضا محمد حشمت علی قادری رضوی لکھنوی غفرلہٗ

مولانا محمد منظور صاحب : نے فرمایا کہ یہ بھی لکھ دیجئے کہ واقعات مابعد القیامت کا علم ہمارے دعوے سے خارج ہے۔

مولوی حشمت علی صاحب : نے اسی تحریر پر لکھ دیا۔ "مکرر یہ کہ معلومات مابعد القیامت ہمارے دعوے میں مسکوت عنہا ہیں۔ فقط۔

مولانا محمد منظور صاحب : افسوس آپ نے کہا تو یہ تھا کہ معلومات مابعد القیامت ہمارے دعوے سے خارج ہیں۔ اور اسی کی میں نے تحریر بھی طلب کی تھی۔ لیکن آپ تحریر میں لکھتے ہیں کہ۔ وہ ہمارے دعوے میں مسکوت عنہا ہیں۔ یعنی ہم اس کے متعلق کچھ کہنا نہیں چاہتے چپ رہنا چاہتے ہیں۔ مہربانم! چپ تو آپ جب رہ سکتے ہیں

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) [1] ناظرین! یہ ہے فرقہ رضاخانی کی طرۂ امتیاز اور مایۂ ناز تہذیب۔

جب کوئی آپ کو چپ رہنے دے ۔ اگر میرے سوالات کے جواب میں چپ رہنے کا ارادہ تھا تو آپ یہاں تشریف ہی کیوں لائے تھے ؟ مناظرے کے پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر سوال کے جواب میں سکوت کرنا کہاں کا اصول ہے۔ مہربانی فرما کر صاف لکھئے کہ معلومات مابعد القیامت کے متعلق ہمارا یہ عقیدہ نہیں وہ ہمارے دعوے سے خارج ہیں ۔

مولوی حشمت علی صاحب : نے مجبور ہو کر اسی تحریر کے نیچے یہ بھی لکھ دیا " یعنی وہ ہمارے دعوے سے خارج ہیں "

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) ہمارے فاضل مخاطب نے لفظ مسکوت عنہا کی تفسیر یہ کی ہے کہ وہ ہمارے دعوے سے خارج ہیں ۔ اس کی داد تو اہل علم خود ہی دیں گے میں اس کے متعلق کچھ کہنا بے کار سمجھتا ہوں ۔ ہاں مولوی صاحب سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ جناب نے تو اپنا عقیدہ یہ بیان فرمایا ہے کہ ابتداء آفرینش عالم سے قیامت تک کا علم تھا اور واقعات مابعد القیامت کو اپنے عقیدہ سے خارج کیا ہے ۔ اور جماعت رضویہ کے امیر ثانی مولوی نعیم الدین صاحب رضاخانی مراد آبادی اپنی کتاب الکلمۃ العلیا میں اپنی جماعت کا عقیدہ یہ تحریر فرما رہے ہیں کہ ۔

> جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء آفرینش سے داخلہ جنت و دوزخ تک کے تمام علوم جزئی و کلی حاصل ہیں "

حالانکہ قیام قیامت اور اس داخلہ میں حسب تصریح حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ پچاس ہزار برس کا فاصلہ ہے ۔ لہذا مولوی نعیم الدین صاحب کی اس تحریر اور آپ کے بیان کردہ عقیدہ میں زمین و آسمان کا فرق ہوا ۔ تو جناب سے یہ دریافت کیا جاتا ہے کہ ہم آپ کی جماعت کا عقیدہ وہ سمجھیں جو جناب نے بیان کیا ہے یا وہ جو آپ کی جماعت کے رکن رکین مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے لکھا ہے ۔ یا پہلے وہی عقیدہ تھا اور اب اہلسنت کی دار و گیر سے اس عقیدہ میں کچھ تبدیلی کرلی گئی ہے ۔ جس طرح آریہ سماج ہر سال علماء اسلام کے اعتراضات سے عاجز آکر اپنے مذہب میں کچھ تبدیلی کر لیتے ہیں ۔

مولوی حشمت علی صاحب : مولوی صاحب آپ نے میرا مطلب نہیں سمجھا ۔ میرا مطلب بھی یہی تھا کہ

ابتدائے آفرینش سے دخول جنت اور دوزخ تک کے تمام علوم دے دیئے گئے وہ پچاس ہزار برس کا زمانہ قیامت ہی کا تو ہے آپ کو اتنی بھی خبر نہیں۔ مولوی صاحب اتنی بے خبری سے کام مت لیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) اگرچہ یہ ظاہر ہے کہ یہ محض آپ کی تاویل ہے کیوں کہ جب محاورات میں قیامت تک کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے قیامت کا آنا مراد ہوا کرتا ہے نہ جنت و دوزخ میں داخل ہونا۔ لیکن چونکہ ہمارا اور دنیا کے تمام اہل عقل کا یہ اصول ہے کہ اگر متکلم اپنے کلام کا کوئی مطلب بیان کرے اگرچہ وہ ایک گونہ بعید ہی کیوں نہ ہو تو اس کو مان لینا چاہئے۔ اس لئے میں اس کو تسلیم کئے لیتا ہوں۔ یہ اصول آپ ہی کو مبارک رہے کہ متکلم اپنے کلام کا ایک نہایت واضح اور صاف مطلب بیان کرے اور قسم کھا کر کہے کہ میری یہی مراد ہے لیکن آپ حضرات یہی کہیں گے کہ ہرگز نہیں تیرے کلام کا وہی مطلب ہے جو ہم نے سمجھا ہے اگرچہ اس بے چارے کے کلام سے کوسوں دور ہو۔

بہرحال میں اس کو مانے لیتا ہوں کہ آپ کی مراد وہی ہے جو اَلْکَلِمَۃُ الْعُلْیَا میں لکھا ہوا ہے۔ یعنی یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے ابتدائے آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک کا تمام علم تفصیلی محیط عطا فرمایا۔ لیکن یہ اور بتلایا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم محیط کب عطا فرمایا گیا۔ آیا ولادت باسعادت سے پہلے عالم ارواح میں یا ولادت شریفہ سے بعد کو۔ پھر نبوت سے پہلے یا بعد میں۔ اگر بعد میں تو ہجرت سے پہلے یا بعد میں۔ اگر بعد از ہجرت تو کس سنہ میں؟۔

مولوی حشمت علی صاحب : یہ علم محیط حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتدریج عطا فرمایا گیا۔ اور اس کی تکمیل اس وقت ہوئی جب قرآن عزیز کا نزول ختم ہوا۔

مولانا محمد منظور صاحب : قرآن عزیز کا نزول کب ختم ہوا ؟

مولوی حشمت علی صاحب : مولوی صاحب! آپ علم غیب کی بحث کرتے ہیں یا نزول قرآن کی ؟ اجی صاحب! یہ تو کوئی مختلف فیہ مسئلہ نہیں ہے۔ جب آپ کے نزدیک ختم ہوا ہے اسی وقت ہمارے نزدیک بھی ختم ہوا ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : میرے محترم یہاں ان باتوں سے کام چلنا دشوار ہے یہ علمی میدان ہے

اگر جناب کو معلوم نہیں اور یقیناً معلوم نہیں تو صاف لفظوں میں لاعلمی کا اقرار کیجئے پھر میں بتلاؤں گا کہ قرآن عزیز کا نزول کب ختم ہوا - اور اگر معلوم ہے تو اظہار فرمایئے - ہاں آپ کا یہ جملہ کہ علم غیب کی بحث کرتے ہو یا نزول قرآن کی بہت ہی معنی خیز ہے - آپ کے نزدیک اس بحث کا علم غیب سے کچھ تعلق ہی نہیں - بہت خوب -

مولوی حشمت علی صاحب : مولوی صاحب میں کہہ چکا ہوں کہ وہ اتفاقی مسئلہ ہے اس میں جو مذہب آپ کا ہے وہی ہمارا بھی ہے - ہمیں اس سے انکار نہیں اگر میں بتاؤں گا تو بہت ممکن ہے آپ اس کو نہ مانیں لہذا جو تاریخ ختم نزول قرآن کی آپ بتائیں وہی ہمیں بھی تسلیم ہے - مولوی صاحب ! میں نے آپ کی بہت تعریفیں سنی ہیں اور اسی وجہ سے مجھے آپ کے ساتھ بہت زیادہ حسن ظن ہے آپ ان بے کار باتوں سے اس حسن ظن کو ختم مت کیجئے اور علم غیب کی بحث شروع کیجئے -

مولانا محمد منظور صاحب : مہربانم میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ یہ علمی میدان ہے دو چار رسالے دیکھ کر اس میدان میں قدم رکھنا بجز ندامت کے اور کوئی فائدہ نہیں بخشتا - دو مرتبہ میں سوال کر چکا ہوں اور بحمد للہ قرآن عزیز سے آپ کی اور مولوی رحم الٰہی صاحب کی ناواقفی آفتاب نیمروز کی طرح روشن ہو چکی ہے - اب پھر تیسری مرتبہ وہی سوال کرتا ہوں اگر اب بھی جناب نے جواب نہ دیا تو انشاء اللہ آپ کی اور آپ کے موکلہ ساری رضاخانی جماعت بالخصوص مولوی رحم الٰہی صاحب کی لاعلمی پر ایسی رجسٹری ہو گی جس کو دنیا دیکھے گی - اگر آپ اس کے لئے کچھ مہلت طلب کریں وہ بھی دی جا سکتی ہے -

مولوی رحم الٰہی صاحب نے بہت دیر عرق ریزی کے بعد کسی رسالہ سے ایک عبارت نکال کر دی - مولوی حشمت علی صاحب بڑی مسرت کے ساتھ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ لیجئے مولوی صاحب آپ کہتے تھے کہ حشمت علی کو ختم نزول قرآن کی تاریخ معلوم نہیں اب حشمت علی ہی آپ کو بتائے دیتا ہے - سنئے - روی[1] ابن جریر اللہ

---

[1] اس روایت کے پیش کرنے سے چونکہ مولوی حشمت علی اور مولوی رحم الٰہی صاحب کی جہالت اور حماقت ثابت ہوتی ہے اس لئے رضاخانی روئیداد کے اخیر صفحات میں اس روایت کا صاف انکار کیا گیا ہے - اور اس کو ہمارا جھوٹ بتلایا گیا ہے لیکن ہم کو امید ہے کہ سنبھل کا تعلیم یافتہ طبقہ آج تک اس بحث کو نہ بھولا ہو گا اور وہ ہماری صداقت کی شہادت دے گا ۱۲

اس روایت کا مضمون یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یوم وفات تک برابر وحی نازل ہوتی تھی اور سب سے زیادہ وحی اس روز نازل ہوئی جس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف ہوئی ہے۔ اس روایت کے پڑھنے کے بعد مولوی حشمت علی صاحب نے غیر معمولی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اب تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ قرآن شریف کا نزول کب ختم ہوا۔ میں چاہتا تھا کہ اس بے کار بحث میں نہ پڑوں لیکن آپ نے یہ سمجھا کہ حشمت علی کو معلوم ہی نہیں ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : آپ کے متعلق تو میں کچھ عرض کرنا نہیں چاہتا۔ اس لئے کہ آپ اپنی قابلیت سے مجبور ہیں۔ ہاں مولوی رحم الٰہی صاحب پر حیرت ہے کہ وہ باوجود صدر المدرسین ہونے کے وحی اور قرآن عزیز کا فرق بھی نہیں سمجھتے۔ کیا آپ کی جماعت کے محدث ایسے ہی ہوتے ہیں ؟ میرے نزدیک ایسی فحش غلطی اصول الشاشی پڑھنے والا بھی نہیں کرے گا۔ مولوی صاحب ! اگر آپ کو یہ فرق معلوم نہیں تھا تو کسی پڑھے لکھے سے دریافت کر لیا ہوتا ؎

تعلم اذا کنت لست بعالم فما العلم الا عند اھل التعلم

تعلم فان العلم ازین للفتی من الحلۃ الحسناء عند التکلم

ترجمہ ! علم حاصل کر وجب کہ تم عالم نہ ہو کیوں کہ علم پڑھنے والوں ہی کے پاس ہوتا ہے۔ اور علم حاصل کرو کیوں کہ بات کرتے وقت علم عمدہ لباس سے زیادہ زینت کی چیز ہے۔

مہربان من ! وحی عام ہے اور قرآن خاص۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں جو مضمون بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے خواہ وہ بذریعہ الہام اور کشف کے ہو یا بواسطہ جبرئیل علیہ السلام کے، اصطلاح شریعت میں وہ سب وحی ہے اور قرآن عزیز اس کا ایک خاص حصہ ہے جس کو وحی متلو کہا جاتا ہے۔ پس جو روایت آپ نے پڑھی ہے اس سے تو محض یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یوم وفات تک وحی ہوتی۔ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس روز تک قرآن عزیز نازل ہوا۔ بلکہ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چند روز پیشتر قرآن شریف کا نزول ختم ہو چکا تھا۔ افسوس کہ آدھ گھنٹہ کی عرق ریزی کے بعد جو کچھ نکالا گیا تھا وہ بھی غلط ثابت ہو گیا۔ اس وقت ہمارے مخاطب مولوی حشمت علی صاحب دل

ہیں تو ضرور کہتے ہوں گے کہ مولوی رحم الٰہی صاحب نے کس بلا میں مجھ کو پھنسا دیا ؎

اس کشمکش دام سے کیا کام تھا مجھے

اے الفت چمن ترا خانہ خراب ہو

اس کے بعد مولوی رحم الٰہی صاحب نے اسی رسالہ میں سے ایک دوسری روایت نکال کر دی۔ مولوی حشمت علی صاحب نے اس کو پڑھ کر سنا دیا۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ۔

امام احمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس میں بہت زیادہ اختلاف ہے کہ سب سے آخر میں کونسی آیت نازل ہوئی اور اکثر اس طرف ہیں کہ آخری آیت الیوم اکملت لکم دینکم ہے۔ اور اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکیاشی روز بقید حیات رہے "

مولوی حشمت علی صاحب نے اس روایت کے پڑھنے کے بعد بہت جھنجلا کے فرمایا کہ۔ کیا اس کو بھی آپ نہیں مانئے گا۔ اس سے تو صاف معلوم ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے اکیاشی روز پہلے قرآن عزیز کا نزول ختم ہو گیا تھا۔

مولانا محمد منظور صاحب : میرے محترم میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ یہ علمی میدان ہے کسی کے رسالوں پر اعتماد کر کے اس میں قدم رکھنا ذلت اور رسوائی ہی کا باعث ہوتا ہے۔ اس آیت کریمہ کو جن لوگوں نے آخری آیت کہا ہے ان کا مطلب مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ احکام کی آیات کے اعتبار سے یہ آخری آیت ہے یعنی اس کے بعد کوئی آیت حلال وحرام کے بارے میں نہیں نازل ہوئی۔ اور دوسری قسم کی آیتیں اس کے بعد بھی نازل ہوئی ہیں۔ جیسا کہ کتب حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ ہاں اس روایت نے یہ بھی بتا دیا کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے جس کے متعلق پہلے آپ نے بار بار یہی کہہ کر ٹالنا چاہا کہ یہ مسئلہ اختلافی نہیں متفق علیہ ہے۔ افسوس کہ آپ رسالے بھی پہلے دیکھ کر نہیں آتے یہیں آ کر دیکھتے ہیں۔

بہر حال بفضلہ تعالیٰ آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ آپ حضرات کو قرآن شریف سے کتنا تعلق ہے۔ اتنوں میں کسی کو بھی خبر نہیں کہ قرآن شریف کا نزول کب ختم ہوا۔ اسی علم و قابلیت پر اہل حق سے مناظرہ کرنے کی جرأت ہے ؎

بت کریں آرزو خدائی کی
شان تیری کبریائی کی

خیر تنزل کے درجہ میں میں آپ کی اسی پیش کردہ روایت کو مانے لیتا ہوں۔ اس بنا پر آپ کا عقیدہ یہ ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک کا علم محیط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف سے اکیاسی روز قبل عطا فرمایا۔ معلوم ہوا کہ ان آخری اکیاسی روز کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری عمر شریف میں میرا اور آپ کا کوئی نزاع نہیں۔ کیوں کہ اس میں میرے اور آپ کے کسی کے نزدیک بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم محیط حاصل نہیں تھا۔ اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے بہت سے علوم غیبیہ عطا فرمائے تھے جتنے کہ نہ کسی نبی کو دیئے گئے۔ نہ کسی ولی کو۔ نہ کسی فرشتہ کو۔ پس اب مولوی صاحب کو چاہیئے کہ وہ کوئی ایسی دلیل پیش کریں جس سے معلوم ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عمر شریف کے آخری اکیاسی روز میں یہ علم محیط عطا فرما دیا گیا۔ کیوں کہ ان کا دعویٰ محض انہیں آخری اکیاسی روز کے متعلق ہے۔

مولوی حشمت علی صاحب : آپ نے ابھی یہ فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اتنے علوم غیبیہ عطا فرمائے کہ جتنے نہ کسی ولی کو دیئے گئے نہ کسی نبی کو۔ نہ فرشتے کو۔ آپ پہلے اس کی تحریر دے دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب نے اسی مضمون کی تحریر دے دی۔

مولوی حشمت علی صاحب : آپ نے ابھی اقرار کیا تھا کہ میرے اور علماء دیوبند کے اصول ایک ہیں۔ اور آپ کے علماء دیوبند میں سے مولوی خلیل احمد صاحب نے براہین قاطعہ میں یہ لکھا ہے کہ۔

" شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے "

دیکھئے اس میں صاف اقرار ہے کہ شیطان کے علم کی وسعت نص سے ثابت ہے اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت کسی نص سے ثابت نہیں۔ مولوی صاحب آپ اپنا عقیدہ چھپاتے ہیں

آپ کا اور آپ کے بڑوں کا عقیدہ تو یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے شیطان ملعون کا علم بھی زیادہ ہے اور آپ مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے کہتے ہیں کہ حضور کے برابر کسی ولی، کسی نبی، کسی فرشتے کو بھی علم غیب نہیں تھا مولوی صاحب آپ کو شرم کرنی چاہئے۔ بتایئے کہ خلیل احمد انبیٹھی اور رشید احمد صاحب گنگوہی نے حضور کے علم کو شیطان مردود کے علم سے کم بتایا یا نہیں؟ اس سے حضور کی توہین ہوئی یا نہیں؟ وہ آپ کے نزدیک کافر ہیں یا نہیں؟ آپ ان سوالوں کا جواب ٹھیک دے دیں گے تو ہم علم غیب کا مسئلہ آپ کو دو منٹ میں سمجھا دیں گے۔ پہلے آپ اپنا اور اپنے بڑوں کا مسلمان ہونا تو ثابت کر دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب: (بعد از خطبہ) اب معلوم ہوا کہ مولوی رحم الٰہی صاحب نے کون سی خصوصیت دیکھ کر آپ کو مناظرہ میں کھڑا کیا ہے۔ لیکن میرے محترم آپ کا یہ اختیار کردہ راستہ آپ کی مشکل کو حل نہیں کر سکتا

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بترکستانست

مہربانم شرائط میں یہ طے ہو چکا ہے کہ تین روز تک مناظرہ محض مسئلہ علم غیب پر ہوگا اور اس میں سائل میں رہوں گا۔ آج بحث محض مسئلہ علم غیب کی ہے۔ اس کی نہیں کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب و حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مسلمان ہیں یا نہیں۔ اگر اس پر بھی مناظرہ کرنا ہو تو بندہ حاضر ہے لیکن تین دن کے بعد جب مسئلہ علم غیب پر کافی روشنی پڑ جائے۔ اور آپ حضرات کا سنی حنفی ہونا لوگوں کو معلوم ہو جائے اور اگر ابھی شوق ہے تو مجھ کو یہ تحریر دے دیجئے کہ ہم مسئلہ علم غیب پر مناظرہ کرنے سے عاجز ہیں لہٰذا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب وغیرہ کے اسلام پر بحث کرنا چاہتے ہیں۔ بندہ اسی وقت ان کا اسلام ثابت کر کے دکھا دے گا۔ یہ بھی بتائے دیتا ہوں کہ آپ کے لئے اسی آخری صورت میں سہولت ہے کیوں کہ مسئلہ علم غیب پر اہلسنت سے بحث کرنا لوہے کے چنے چبانے ہیں۔ اگر آپ کی ساری جماعت مل کر قیامت تک زور لگائے تو مکھی کے جالے کے برابر بھی کوئی دلیل اس علم غیب پر نہیں پیش کر سکتی۔

بہرحال اب آپ کے لئے دو راستہ ہیں ایک یہ کہ اگر ہمت ہو تو اپنے دعوے پر کوئی دلیل پیش کیجئے جس سے معلوم ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم محیط وفات شریف سے محض اکیاسی روز قبل دے دیا گیا۔ لیکن میں

پیشین گوئی کر چکا ہوں کہ آپ قیامت تک کوئی دلیل نہیں پیش کر سکتے۔ دوسرے یہ کہ آپ اپنے عجز کا اقرار کریں پھر میں انشاء اللہ اپنا اور اپنے بڑوں کا اسلام بھی ثابت کرکے دکھا دوں گا۔ فرمایئے کیا رائے ہے۔

مولوی حشمت علی صاحب: سنی بھائیو! آپ نے دیکھ لیا کہ مولوی صاحب رشید احمد و خلیل احمد صاحبان کو کافر کہنے کے لئے تیار نہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ پہلے علم غیب کی بحث کرو۔ ارے صاحب! میں کہہ چکا ہوں کہ پہلے آپ اپنا اور اپنے بڑوں کا اسلام تو ثابت کر دیجئے پھر علم غیب کا سمجھا دینا ہمارا کام ہے۔ بس ۲ منٹ میں سمجھا دیں گے۔ دیکھئے پھر سن لیجئے کہ آپ کے خلیل احمد صاحب اپنی براہین قاطعہ کے صفحہ ۵۱ پر یہ لکھ رہے ہیں کہ

"شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے"

میرا سوال یہ ہے کہ گنگوہی و انبیٹھی صاحبان نے حضور کے علم کو شیطان کے علم سے کم بتایا یا نہیں۔ اس میں حضور کی توہین ہوئی یا نہیں؟ توہین کرنے والا کافر ہے یا نہیں۔ اور لیجئے آپ کے مولوی تھانوی صاحب اپنی حفظ الایمان میں لکھتے ہیں کہ۔

"پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضورؐ کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے"

اس عبارت میں تھانوی صاحب نے حضورؐ کے علم اقدس کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتایا یا نہیں۔ یہ حضور کی توہین ہے یا نہیں؟ تھانوی صاحب آپ کے نزدیک کافر ہوئے یا نہیں؟ آپ پہلے ان چھ سوالات قاہرہ کا جواب دیجئے اس کے بعد ہم سے دلیل لیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب: (بعد از خطبہ) حاضرین! ہمارے فاضل مخاطب کی دیدہ دلیری اور حیا داری کو ملاحظہ فرمائیں۔ باوجودیکہ یہ طے ہو چکا ہے کہ گفتگو محض مسئلہ علم غیب پر ہوگی۔ اور سوال کا حق بس مجھ کو ہوگا لیکن ہمارے مخاطب صاحب ہر مرتبہ خلط مبحث کرنے کے لئے خارج از بحث باتوں میں سارا

وقت صَرف فرما دیتے ہیں۔

مہربانم ! شاید آپ کو معلوم نہیں ہے کہ مباحثہ درو میں (جس کا یہ مباحثہ تتمہ ہے) میں اپنے بڑوں کا اعلم آپ کے استاد مکرم جناب مولوی رحم الٰہی صاحب کے مقابلہ میں ثابت کر چکا ہوں۔ وہاں مولانا اشرف علی صاحب مدظلہٗ وغیرہ کی انہی عبارات پر دو روز متواتر گفتگو رہی تھی۔ آپ مولوی رحم الٰہی صاحب سے کہئے کہ انہوں نے محض مسئلہ علم غیب پر مباحثہ طے کر کے کیوں آپ کو مصیبت میں دے دیا۔ اس وقت آپ کا یہ ادھر اُدھر ہاتھ پیر پھینکنا بے سود ہے۔ اور اگر انہی عبارات پر بحث کرنی تھی تو آپ نے پہلے میرے تنقیحی سوالات کا جواب کیوں دیا۔ لیکن آپ کو کیا خبر تھی کہ دعوے کی تنقیح کے بعد ایسی مصیبت کھڑی قائم ہو جائے گی۔

اس کے بعد میں حاضرین کی طمانیت کے لئے یہ بھی بتلا دینا چاہتا ہوں کہ جو عبارات مولوی صاحب نے براہین قاطعہ اور حفظ الایمان کی پڑھ کر سنائی ہیں ان میں نہایت شرمناک خیانت سے کام لیا ہے۔ براہین قاطعہ کی اس عبارت سے پہلے اور بعد میں جو عبارت ہے اگر مولوی حشمت علی صاحب اس کو بھی پڑھ دیتے تو شاید مجھ کو جواب دینے کی بھی حاجت نہ ہوتی۔ حاضرین خود اس سے براہین کی عبارت کا صحیح مطلب سمجھ لیتے اور ان کو معلوم ہو جاتا کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب علم ذاتی کی نفی فرما رہے ہیں جس کا ثابت کرنا آپ حضرات کے نزدیک بھی شرک محض ہے۔ خیر مولوی صاحب نے تو نہیں پڑھی لایئے میں پڑھ کر سنائے دیتا ہوں۔ سنئے۔

براہین قاطعہ میں جس جگہ یہ بحث ہے اس کی پہلی سطر یہ ہے۔

"تمام امت کا یہ اعتقاد ہے کہ جناب فخر عالم صلعم کو اور سب مخلوق کو جس قدر علم حق تعالیٰ نے عنایت کر دیا اور بتلا دیا اس سے ایک ذرہ زیادہ کا بھی علم ثابت کرنا شرک ہے۔ سب کتب شرعیہ سے یہی مستفاد ہے"

اس عبارت سے معلوم ہو گیا کہ صاحب براہین اس علم کے ثابت کرنے کو شرک بتا رہے ہیں جو علاوہ عطاءِ خداوندی کے کسی مخلوق کے لئے ثابت کیا جائے نہ اس کو جو بعطاءِ الٰہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی دوسری مخلوق کے لئے ثابت کیا جائے۔ پھر اسی بحث میں کچھ دور چل کر فرماتے ہیں۔

"عقیدہ اہلسنت کا یہ ہے کہ کوئی صفت حق تعالے کی بندہ میں نہیں ہوتی اور جو کچھ اپنی صفات

کا علم کسی کو عطا فرماتے ہیں اس سے زیادہ ہرگز کسی میں ہونا ممکن نہیں۔۔۔ پھر جس کو جس قدر علم عطا فرما دیا ہے اس سے زیادہ ہرگز ذرہ بھر بھی نہیں بڑھ سکتا۔ شیطان اور ملک الموت کو جس قدر وسعت دی۔۔۔۔۔ اس سے زیادہ کی ان کو کچھ قدرت نہیں"

پھر فرماتے ہیں کہ۔

علم مکاشفہ جس قدر حضرت خضر کو ملا اس سے زیادہ پر وہ قادر نہ تھے اور حضرت موسیٰ کو باوجود افضلیت کے نہ ملا تو وہ حضرت خضر مفضول کے برابر بھی اس علم مکاشفہ کو پیدا نہ کر سکے"

یعنی یہ خیال غلط ہے کہ کوئی افضل اپنی افضلیت کی وجہ سے بغیر عطائے خداوندی کوئی صفت کمال مفضول سے زیادہ اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے بلکہ جس کو جو کچھ علم وغیرہ ملے گا وہ اللہ تعالیٰ ہی سے ملے گا۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ اس مضمون کو مدلل کرنے کے بعد فرماتے ہیں "الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر (یعنی یہ دیکھ کر کہ ان کو بعض مواقع زمین کا علم بعطاء الٰہی حاصل ہے) محیط زمین کا علم (یعنی ذاتی)[1] فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا (یعنی اس اٹکل سے کہ جب آنحضرت صلعم شیطان و ملک الموت سے افضل ہیں تو آپ بوجہ اپنی اس فضیلت کے اپنے اندر خود ہی ساری زمین کا علم پیدا کر لیں گے) شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت (یعنی اللہ کے حکم سے بہت سے مواقع زمین کا علم ہونا) نص سے ثابت ہوئی فخر عالمؐ کی وسعت علم کی (یعنی علم ذاتی کی) کیوں کہ قیاس فاسد اور محض اٹکل سے تو وہی ثابت کیا جا رہا ہے۔ اور حضرت مولانا اسی کی بحث فرما رہے ہیں جیسا کہ اوپر کے مضمون سے معلوم ہو چکا اور آئندہ خود حضرت مرحوم کی تصریح سے معلوم ہو جائے گا کون نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے"

اس آخری جملہ سے بھی صاف معلوم ہو گیا کہ حضرت مرحوم اسی وسعت کی نفی فرما رہے ہیں جس کا ثابت کرنا

---

[1] اس لئے کہ مولانا مرحوم آئندہ سطر میں اس کو شرک بتا رہے ہیں اور شرک ان کے نزدیک وہی ہے جو عطائی کے علاوہ مانا جائے۔ جیسا کہ پہلے مضمون سے معلوم ہوتا ہے اور آئندہ معلوم ہو جائے گا۔

شرک ہے اور یہ حضرت مولانا کی سب سے پہلی سطر نے بتلا دیا تھا کہ شرک اسی علم کا ثابت کرنا ہے جو عطاء خداوندی کے علاوہ ثابت کیا جائے۔ الغرض اس عبارت سے پہلی عبارت اور اس کے متصل ہی اس سے بعد کی عبارت صاف طور سے بتلا رہی ہے کہ صاحب براہین اسی وسعتِ علمی کی نفی فرما رہے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ذاتی طور پر بغیر عطاء خداوندی مانی جائے اور اسی کو شرک قرار دے رہے ہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ چند ہی سطر بعد مولانا مرحوم نے صراحتاً یہ بھی لکھ دیا کہ یہ بحث علم ذاتی میں ہے نہ عطائی میں۔ پھر بھی کہا جاتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو شیطان سے گھٹا دیا۔ یہ ہے ان حضرات کی دیانت۔ چنانچہ چند ہی جملوں کے بعد مولانا رح کی یہ عبارت ہے۔ "اور یہ بحث اس صورت میں ہے کہ علم ذاتی آپ کو کوئی ثابت کرکے یہ عقیدہ کرے جیسا کہ جہلاء کا عقیدہ ہے"

الغرض اس عبارت میں مولانا وسعتِ علم ذاتی کی نفی فرما رہے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے علم ذاتی کی نفی کرنا ہرگز حضورؐ کی توہین نہیں۔ قرآن عزیز نے بہت سی جگہ علم ذاتی کی نفی کی ہے۔ بلکہ آپ کے اعلیٰ حضرت تو "خالص الاعتقاد" میں یہ لکھتے ہیں کہ۔ قرآن عزیز میں جتنی جگہ بھی حضور سرورِ عالم سے علم غیب کی نفی کی گئی ہے وہاں علم ذاتی ہی مراد ہے۔ تو کیا معاذ اللہ قرآن عزیز نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے۔ اور نقل کفر کفر نہ باشد تو کیا آپ معاذ اللہ، اللہ تبارک وتعالےٰ پر کفر کا فتوےٰ دیں گے۔ بلکہ آپ کے اعلیٰ حضرت تو اسی "خالص الاعتقاد" میں یہ لکھ رہے ہیں کہ حضور اقدس کے لئے ذرہ بھر کا علم ذاتی ثابت کرنا بھی شرک ہے۔ تو پھر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب ہی نے کون سا بھس ملا دیا۔ لیکن بات یہ ہے کہ ؎

گل است سعدی و در چشم دشمناں خار است[2]

علیٰ ہذا[1] ہمارے مخاطب صاحب نے حفظ الایمان کی بھی جو عبارت پڑھی ہے اس سے ماقبل وما بعد کی عبارت

---

[1] حفظ الایمان کی عبارت کی مکمل بحث صاعقہ آسمانی حصہ اول میں ملاحظہ ہو جس میں تقریباً تیس صفحات پر یہی بحث اور رضاخانیوں کی ساری ہرزہ بافیوں کا نہایت مکمل ومفصل جواب ہے ۱۲

[2] براہین قاطعہ کی عبارت کے متعلق جو اضافہ رضاخانی روئداد میں بعد میں کیا گیا ہے اس کا جواب غور کرنے والے کو حضرت مولانا محمد منظور صاحب کی اسی تقریر سے مل سکتا ہے اور مزید تفصیل حضرت مولانا مدظلہٗ کی بے نظیر کتاب "سیف یمانی" میں دیکھی جائے جس کے بعد کسی

بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ

اگر دیکھی جائے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت مولانا کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم زید و عمرو وغیرہ کے برابر ہے اور نہ کوئی مسلمان بلکہ انسان ایسی بے ہودہ بات کہہ سکتا ہے۔ مولانا کا مطلب تو یہ ہے کہ آپ کے اس بے ہودہ اصول پر کہ جس کو غیب کی بعض باتوں کا بھی علم ہو اس کو عالم الغیب کہا جا سکتا ہے۔ لازم آتا ہے کہ زید و عمرو حتی کہ جانوروں اور پاگلوں کو بھی عالم الغیب کہا جائے۔ کیونکہ غیب کی کسی نہ کسی بات کا علم ان چیزوں کو بھی ضرور ہوتا ہے مثلاً کم از کم اللہ تعالیٰ ہی کا علم ہوگا اور وہ بھی غیب کا ایک فرد ہے۔ ذرا انصاف سے کام لیجئے۔ مولانا نے حضور اقدس کے علم شریف کو ان چیزوں کے برابر بتلایا یا آپ کو برابری سے بچانے کی کوشش کی؟

حفظ الایمان کی جو عبارت ہمارے مخاطب نے پڑھی ہے اس کے بعد یہ عبارت موجود ہے کہ۔

"جس قدر علوم لازمۂ نبوت تھے وہ بتمامہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھے"

کیا جس شخص کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام علوم لازمۂ نبوت حاصل ہوں وہ آپ کے علم شریف کو ان حقیر چیزوں کے برابر بتلا سکتا ہے ذرا کچھ تو عقل سے کام لیجئے۔

الغرض مسلمان مطمئن رہیں کہ بحمد اللہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب کا ہرگز وہ عقیدہ نہیں جو ہمارے مخاطب صاحب نے بیان کیا اور نہ کسی مسلمان کا ہو سکتا ہے۔ جو شخص ایسا عقیدہ رکھے وہ کافر ہے ملعون ہے۔ خود حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے بھی "بسط البنان" میں اس کو خارج از اسلام لکھا ہے۔ اور اسی میں یہ بھی لکھا ہے کہ

"بفضلہ تعالیٰ ہمیشہ سے میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ آپ کے افضل المخلوقات فی جمیع الکمالات العلمیہ والعملیہ ہونے کے باب میں یہ ہے ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اسی طرح حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رہ بھی براہین قاطعہ کی ابتداء ہی میں تحریر فرما رہے ہیں کہ۔

"پس کوئی ادنیٰ مسلم بھی فخر عالم علیہ الصلوٰۃ کے تقرب و شرف کمالات میں کسی کو مماثل آپ کا نہیں جانتا"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کسی شک وشبہ کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔ ۱۲

لیکن ہمارے مخاطب صاحب اور ساری رضاخانی جماعت کی بالکل وہ مثال ہے کہ۔ کسی نے ساون میں آنکھیں بنوائیں تھیں تو اس کو ہر طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آتا تھا۔ اسی طرح اللہ کی عنایت سے ان حضرات کو کچھ کفریات سے اس قدر محبت ہے کہ جس عبارت کو بھی دیکھتے ہیں کفر ہی کفر نظر آتا ہے کسی نے اپنے محبوب کے بارے میں کہا ہے۔

جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

خیر یہ تو حاضرین کو غلطی سے بچانے کے لئے عرض کر دیا گیا۔ آپ سے پھر وہی گزارش ہے کہ اس حیلہ بازی کو چھوڑ کر مسئلہ علم غیب پر کوئی دلیل پیش کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہو جیئے یا اپنے عجز کی تحریر دے دیجئے۔ پھر چھ نہیں چھ سو سوال کیجئے انشاء اللہ العزیز سب کا جواب دیا جائے گا۔

مولوی حشمت علی صاحب : بھائیو! آپ نے سنا مولوی صاحب نے براہین قاطعہ کی عبارت کا جواب یہ دیا ہے کہ صاحب اس میں وسعت علم ذاتی کی نفی ہے۔ اچھا صاحب اگر ذاتی کی نفی ہے تو کیا[1] مولوی خلیل احمد صاحب شیطان کے لئے علم ذاتی مانتے ہیں۔ اللہ اکبر۔ ارے شیطان کے لئے علم ذاتی ثابت کرنا شرک نہ ہو اور پیارے مصطفیٰ کے لئے اگر ثابت کیا جائے تو شرک ہو جائے۔ یہ ہے دیوبندی دھرم۔ دیکھا تم نے مسلمانو! ہمارے مولوی صاحب کہتے ہیں کہ تھانوی صاحب نے حفظ الایمان میں یہ بھی تو لکھا ہے کہ۔

"جس قدر علوم لازمہ نبوت تھے وہ تمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حاصل تھے"

اچھا تو میں پوچھتا ہوں کہ جب[2] تھانوی صاحب کے دھرم میں جانوروں کو بھی حضور کے برابر علم ہے اور

---

[1] حضرت مولانا مرحوم کے نزدیک تو کسی مخلوق کو بھی علم ذاتی حاصل نہیں بلکہ اس کا ثابت کرنے والا مشرک ہے جیسا کہ روئداد ہذا کے صفحہ سطر میں مذکور ہوا۔ ہاں البتہ کسی بدعتی مشرک بندۂ شیطان کا یہ عقیدہ ہو تو عجب نہیں۔ مولانا مرحوم کا مطلب تو یہ ہے کہ ساری زمین کا علم محیط جو کہ کمالات نبوت کے سامنے بالکل ہیچ ہے محض اس قیاس سے حضور اقدس کے لئے ثابت نہ کرنا چاہئے کہ جب ملک الموت وغیرہ کو بعض زمین کا علم بعطاء خداوندی حاصل ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ اپنی افضلیت کے اپنے اندر خود ہی اس سے زیادہ یعنی ساری زمین کا علم محیط از خود بغیر عطاء خداوندی پیدا کر لیں گے۔ مزید تفصیل السحاب المدرار اور سیف یمانی میں ملاحظہ ہو ۱۲

[2] حضرت مولانا دام مجدہم کا عقیدہ تو ابھی "بسط البنان" سے نقل ہو چکا کہ ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

حضور کو تمام علوم لازمۂ نبوت حاصل تھے تو ضرور حیوانات کو بھی حاصل ہوں گے اور جب ان کو علوم لازمۂ نبوت ہوں گے تو وہ نبی بھی ہو سکیں گے۔ تو بتلایئے کیا آپ کے دھرم میں گدھا بھی نبی ہو سکتا ہے، سور بھی نبی ہو سکتا ہے، کتا بھی نبی ہو سکتا ہے، مکھی، مکڑی، مچھر، پسو نبی ہو سکتے ہیں۔ اگر ہو سکتے ہیں تو کبھی نبی ہوئے ہیں یا نہیں اگر ہوئے ہیں تو ان کا ذکر قرآن میں حدیث میں کہیں ہے۔ آپ دکھا سکتے ہیں۔ یہ بھی بتلایئے کہ گدھے، کتے، سور کو کتنا علم غیب تھا۔ مچھر، پسو، مکڑی، مکھی وغیرہ کو کس قدر علم غیب تھا اور کس نص قطعی سے ثابت ہے۔ میرے چھ سوال پہلے آپ پر سوار ہیں اور نو یہ سوار ہوئے آپ پہلے ان پندرہ سوالات قاہرہ کو اپنی پیٹھ سے اتار دیجئے۔ اس کے بعد ہم علم غیب پر دلیل بھی پیش کر دیں گے۔

مولانا محمد منظور صاحب: (بعد از خطبہ) اگر اس سخت کلامی سے جناب کا مقصد یہ ہے کہ میں بھی جواب ترکی بترکی دوں اور دونوں جماعتوں میں اشتعال پیدا ہو کر تصادم ہو جائے اور آپ کی جان مناظرہ سے چھوٹ جائے تو یہ خیال غلط ہے ع

این خیال است و محال است و جنوں

قرآن عزیز نے ہم کو پہلے ہی یہ بتلا دیا ہے۔

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔ (آل عمران ۳=۱۸۶)

یعنی اے مسلمانو! شمع محمدی کے پروانو! تم اہل کتاب اور عام مشرکوں سے بڑی گندی اور تکلیف دہ باتیں سنو گے اگر تم نے صبر اور تقوے سے کام لیا تو یہ بڑا کام ہے۔"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) لہٰذا ان کا تو یہ مذہب ہو نہیں سکتا۔ ہاں رضاخانی دھرم میں ایسی خرافات کا ہونا ممکن ہے کیوں کہ ان کے خانہ ساز مذہب میں خدائے قدوس کے لئے بھی بری سے بری صفات ماننا عین اسلام ہے۔ دیکھو فتاویٰ رضویہ ص ۵۸، و ص ۶۷۔ اور تمہید شیطانی وغیرہ ۱۲

لہذا میں آپ کی اس سخت کلامی پر صبر کرنے کو اپنے کمال ایمان کی علامت سمجھتا ہوں اور اس پر فخر کرتا ہوں۔ ؎

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اور اپنے احباب سے بھی یہی کہتا ہوں کہ وہ بھی صبر سے کام لیں اور پوری طرح متبع سنت ہونے کا ثبوت دیں اور اگر آپ کا مقصد یہ ہے کہ میں بھی ان خرافات کی طرف متوجہ ہو جاؤں اور مسئلہ علم غیب پر روشنی نہ پڑے اور آپ کا خارج از اہلسنت اور خلاف خدا و رسول، مخالف فقہ حنفی غیر مقلد ہونا لوگوں کو معلوم نہ ہو تو یہ بھی غلط ہے۔ بحمداللہ بندہ ان چالوں میں آنے والا نہیں ہے ؎

عنقا شکار کس نہ شود دام باز چیں
کیں جا ہمیشہ باد بدست است دام را

بندہ نواز یہاں کی پبلک اتنی جاہل نہیں کہ آپ کی ان چالوں کو نہ سمجھے۔ حاضرین آپ کی ان کاروائیوں کو خوب سمجھ رہے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ آپ مسئلہ علم غیب پر دلیل پیش کرنے سے قطعی عاجز ہیں۔ وہ دیکھ رہے ہیں کہ یہ آپکے پندرہ سوال، سوال نہیں بلکہ مناظرے سے بھاگنے کے راستے ہیں۔ لہذا میں بطور خیر خواہی عرض کرتا ہوں کہ اگر کچھ رہا سہا وقار قائم رکھنا ہے تو علم غیب پر دلیل پیش کیجئے۔ ورنہ اپنے عاجز ہونے کی تحریر دیجئے۔ آپ کے یہ پندرہ سوال قطع نظر اس سے کہ اصول مناظرہ کے خلاف ہیں کیونکہ از روئے شرائط مناظرہ میں سائل ہوں اور آپ مجیب ہیں ان سب کا جواب اسی تقریر میں ہو چکا ہے[1] جو حاضرین کو غلط فہمی سے بچانے کے لئے میں نے کی تھی

---

[1] کیوں کہ یہ سوالات اسی وقت ہو سکتے ہیں جب کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے معاذ اللہ علم زید وعمرو وغیرہ کو علم نبوی کے مساوی قرار دیا ہو۔ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے وسعت علم عطائی کے اثبات کو شرک کہا ہو۔ اور جب کہ یہ ثابت کر دیا گیا کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے برابری کا اثبات نہیں کیا بلکہ رضاخانیوں کو برابری سے بچایا ہے۔ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے وسعت علم ذاتی کے ثابت کرنے کو شرک کہا ہے نہ علم عطائی کے ثابت کرنے کو تو پھر ان سوالات کو پیش کرنا سراسر حماقت اور جہالت ہے۔

اب ان سوالات کا پیش کرنا آپ ہی کی حیا داری ہے۔

اس کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ مناظرہ کا یہی رنگ رہا۔ مولوی حشمت علی صاحب اپنے انہیں مایہ ناز سوالات کو دوہرا دیتے تھے اور اسی گندہ دہنی سے کام لیتے تھے جو خان بریلوی کے گھر کی ممتاز دولت ہے اور جس پر رضا خانیوں کو ناز ہے۔

اور حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مناظرِ اہلسنت اس کے جواب میں صرف یہ فرما دیتے تھے کہ آج بحث حفظ الایمان اور براہین قاطعہ کی نہیں ہے مسئلہ علم غیب کی بحث ہے۔ آپ مدعی ہیں اگر کوئی گری پڑی بھی دلیل ہو تو پیش کیجئے۔ لیکن میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آپ کے پاس مکڑی کے جالے کے برابر، چڑیا کے پر کے برابر بھی کوئی دلیل نہیں۔ آپ اور آپ کی ساری جماعت اگر زور لگائے تو قیامت تک پیش نہیں کر سکتے۔ اور اگر آپ علم غیب پر بحث کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں تو مجھ کو اس کی تحریر دے دیجئے۔ اور پھر پندرہ نہیں پندرہ سو سوالات کیجئے اور ان سب کے شافی جواب لیجئے۔ آپ نے جو کچھ سخت کلامی میرے یا میرے اکابر و مشائخ کے متعلق کی ہے میں اس کو معاف کرتا ہوں ؎

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی

جواب تلخ مے زیبد لب لعل شکر خارا

یہ دن اسی طرح ختم ہوا۔ اور دوسرے روز ۹ بجے صبح کو اسی طرح مناظرہ شروع ہوا۔

مناظرہ کا دوسرا دن

۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ یوم جمعہ وقت صبح

○

مولانا محمد منظور صاحب: (خطبہ مسنونہ) ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین۔ اما بعد!

کل ہمارے فاضل مخاطب نے نہایت بے دردی کے ساتھ سارا وقت بے کار باتوں میں ضائع کر دیا تھا اور حفظ الایمان و براہین قاطعہ کی ایک خارجی بحث شروع کر دی تھی۔ جس کو مسئلہ زیر بحث سے کوئی تعلق نہ تھا۔ میں نے بار بار دلیل کا مطالبہ کیا۔ لیکن اس مطالبہ کے جواب میں مولوی صاحب نے ہر مرتبہ اپنے پندرہ یا سولہ نہایت معقول سوالات کی ایک فہرست پڑھ کر سنا دی۔ جس کی معقولیت یا نامعقولیت پر روشنی ڈالنے کی بھی ضرورت نہیں۔ حاضرین خود فیصلہ کر لیں بلکہ کر چکے۔ لیکن بہر حال کل مولوی صاحب ایک درجہ معذور بھی تھے۔ کیوں کہ مناظرہ بلائے ناگہانی کی طرح سر پر آگیا تھا۔ شاید مسئلہ علم غیب کے متعلق رسالے دیکھنے کا موقعہ نہیں ملا ہو گا۔ لہٰذا ان سوالات کے سوا وقت پورا کرنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ لیکن خیر اب وہ وقت بھی گزر گیا اور مولوی صاحب کو رسالے دیکھنے کے لئے کل سے اب تک تقریباً ۲۰ گھنٹے کی مہلت بھی مل گئی۔ لہٰذا رات بھر کے مشوروں کے بعد اگر کوئی دلیل کہیں سے نکالی ہو تو پیش فرمایئے۔ لیکن اپنا دعوےٰ یاد رہے۔ آپ کا دعوےٰ یہ ہے کہ۔

"اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک جو کچھ کہ ہو چکا یا ہو رہا ہے یا ہو گا اس سب کا علم تفصیلی محیط حضورؐ کی وفات شریف سے محض اکیاسی روز پہلے عطا فرمایا ہے"۔

آپ کے پاس کون سی ترازو ہے جس سے آپ نے حضور کے علم شریف کو تول کر یہ حکم لگایا ہے۔

مولوی حشمت علی صاحب : ایک خطبۂ طولانی کے بعد۔ انا فتحنا لک فتحاً مبیناً۔

حضرات میں تو اس تمنا پر تھا کہ مولوی صاحب نے میرے سوالات قاہرہ کا رات بھر محنت کر کے کچھ جواب سوچا ہو گا مگر اس وقت جب کھڑے ہوئے تو میری سب آرزوؤں پر پانی پھیر دیا۔ اور وہی مرغے کی ایک ٹانگ کہ علم غیب پر دلیل لایئے۔

مولوی صاحب! میں پھر عرض کرتا ہوں کہ ہمارے ان سوالات قاہرہ کے جوابات دیجئے۔ اور اس وقت یہ پانچ سوال اور کئے جاتے ہیں۔

۱ : کیا شرک نص سے ثابت ہو سکتا ہے۔

۲ : کیا یہ ممکن ہے کہ بہائم کو علم غیب ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ہو۔

۳ : میں نے کل یہ کہہ دیا تھا کہ جلدی مت کیجئے۔ جلدی کرنا شیطان کا کام ہے تو اس میں آپ کی توہین ہو گئی اور مولوی خلیل احمد صاحب نے حضور کے علم کو شیطان کے علم سے کم بتایا تو اس میں حضور کی کچھ توہین نہیں ہوئی۔

۴ : میں نے کل کہا تھا کہ ڈھائی منٹ میں کر دوں گا اپنا کام تو اس میں آپ کے صدر صاحب کے نزدیک توہین ہو گئی اور تھانوی صاحب نے حضور کے علم کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتایا اس میں حضور کی کچھ توہین نہیں ہوئی۔

۵ : آپ ہم سے سوال کرتے ہیں کہ تم نے حضور کے علم کو کس ترازو میں تولا۔ اچھا میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کے پاس وہ کون سی ترازو ہے جس میں آپ نے حضور اقدس کے علم کو تول کر یہ حکم لگایا کہ آپ کو جمیع ماکان و مایکون کا علم نہیں تھا۔

آپ پہلے ان بیس سوالات قاہرہ کا جواب دے دیجئے اس کے بعد ہم علم غیب پر دلیل پیش کریں گے آپ یہ کہتے ہیں کہ میں سائل ہوں مجیب نہیں۔ لیکن یہ غوث پاک کی کرامت ہے کہ انہوں نے آپ کو مجیب بنا دیا۔ اگر آپ مجیب نہ تھے تو آپ نے کل حفظ الایمان اور براہین قاطعہ کی عبارت کا جواب کیوں دیا ۔ تھانوی صاحب کی محبت آپ کے دل میں جگہ کر گئی۔ وہ حضور کو گالیاں دیتے ہیں اور آپ ان کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ ارے کیا آپ کو گنگوہی صاحب حضور سے زیادہ محبوب ہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ مسنونہ) جو شخص اللہ تعالےٰ کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی سے محبت کرے وہ ہمارے نزدیک مومن کہلانے کا مستحق نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ و الناس اجمعین۔

کوئی شخص تم میں سے مومن کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کو میری محبت اپنے ماں باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ نہ ہو"

بحمد اللہ یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ ایک حضرت گنگوہی کیا معنے کروڑوں مولانا رشید احمد قربان ہوں حضور کی

خاک پا پر۔ اللہ شاہد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ مبارکہ کی خاک پا کے برابر بھی ہمارے قلب میں مولانا رشید احمد صاحب وغیرہ کی حرمت نہیں اور جو بھی کچھ تھوڑی بہت حضرت گنگوہی سے ہے وہ بھی محض اس وجہ سے ہے کہ وہ حضور اقدس کے غلام اور سچے عاشق ہیں۔ آپ نے مجھ پر یہ افتراء کیا ہے کہ معاذ اللہ مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حضرت گنگوہی رح کی محبت ہے۔ میں اس کا انتقام خدا کے یہاں لوں گا وہ خوب دلوں کے حال کو جانتا ہے۔ رہے آپ کے سوالات ان کا وہی ایک جواب ہے کہ وہ خارج از بحث ہیں ان کا جواب ازروئے شرائط اصول بتانا ضروری تو درکنار درست بھی نہیں کیونکہ آپ محض مجیب ہیں آپ کو کسی سوال کا حق نہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ حضرۃ غوث پاک نے مجھے سائل اور تم کو مجیب بنا دیا۔ بہت خوب۔ تو معاذ اللہ حضرت غوث پاک کا کام یہی غصب کرانا اور سائل کا حق مجیب کو دلانا ہے؟ آپ کیوں خواہ مخواہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے دامن کو ایسا دھبہ لگاتے ہیں۔ کیا یہی حضرت غوث پاک کی محبت ہے؟ استغفر اللہ۔

رہا جناب کا یہ فرمانا کہ تو نے پہلے حفظ الایمان اور براہین کی عبارت کا جواب کیوں دیا۔ تو مہربان من! اس کا جواب یہ ہے کہ شاید جناب کو یاد نہیں رہا۔ میں نے اسی وقت یہ عرض کر دیا تھا کہ۔

"حاضرین کی غلط فہمی رفع کرنے کے لئے میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ مولوی صاحب نے حفظ الایمان اور براہین کی عبارت پڑھنے میں نہایت شرمناک خیانت سے کام لیا ہے؟

الغرض وہ جو کچھ عرض کیا گیا تھا محض حاضرین کی غلط فہمی رفع کرنے کے لئے عرض کیا گیا تھا نہ آپ کے سوالات کے رد کرنے میں۔ میرے نزدیک تو ازروئے اصول مناظرہ آپ کے ان سوالات کا جواب جائز ہی نہیں یہ محض اللہ کا فضل ہے کہ اس سے آپ کے سوالات کا کافی جواب بھی ہو گیا۔

آپ نے اس مرتبہ مجھ سے یہ بھی دریافت کیا ہے کہ تمہارے پاس کون سی ترازو ہے جس سے تم نے یہ معلوم کر لیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ماکان و مایکون کا علم نہیں تھا۔ اگرچہ بحیثیت مدعی ہونے کے یہ آپ کا فرض تھا کہ آپ کوئی ترازو بتاتے جس سے معلوم ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم محیط حاصل تھا۔ لیکن چونکہ بحمد اللہ کل اور آج کی بحث نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ آپ دلیل پیش کرنے سے قطعی عاجز ہیں آپ کے پاس علم غیب کے بارے میں مکڑی کے جالے کے برابر بھی کوئی دلیل نہیں اس لئے اب میں ہی آپ کو وہ ترازو بتاتا ہوں۔ سنئے اور غور سے سنئے۔

ہمارے پاس کوئی خانہ ساز ترازو نہیں بلکہ ہمارے پاس وہ کانٹا ہے جو حق وناحق کے جانچنے کے لئے آج سے تقریباً ساڑھے تیرہ سو برس پہلے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا تھا۔ وہی حق کا کانٹا اور وہی حق کی کسوٹی ہم کو بتاتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ماکان ومایکون کا علم نہیں تھا۔

قال اللہ تعالیٰ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ الآیۃ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کو یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر نہیں سکھایا۔ اور نہ ان کی شان کے مناسب ہے۔

علامہ نسفی حنفیؒ اپنی مشہور ومعتبر تفسیر مدارك التنزيل میں فرماتے ہیں۔

وما علمناه الشعر ای قول الشعراء ۔ یعنی نہیں سکھایا ہم نے ان کو شعر یعنی شعراء کا قول۔

اس آیت کریمہ اور تفسیر مدارك کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کا علم نہیں تھا۔ اور وہ بھی ماکان ومایکون میں داخل ہے۔ لہٰذا اس خدائی ترازو اور خدائی کسوٹی سے معلوم ہو گیا کہ ماکان ومایکون میں سے بعض چیزیں ایسی بھی ہیں جنکا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیا گیا۔ بہت ممکن ہے کہ کسی کو یہ شبہ ہو کہ شعر کا علم اس آیت کے نازل ہونے کے وقت تک نہیں دیا ہو گا بعد میں دے دیا گیا ہو گا۔ جیسا کہ ہمارے فاضل مخاطب نے فرمایا ہے کہ اس علم محیط کی تکمیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف سے ایک ہی روز قبل ہوئی ہے لیکن قرآن عزیز نے وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ فرما کر اس شبہ کا بھی خاتمہ کر دیا۔ اور بتلا دیا کہ یہ علم حضور کے لئے مناسب ہی نہیں۔ تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ کسی وقت بھی حضور کو یہ علم دیا گیا ہو۔ اور اس مناسب نہ ہونے کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ اس سے آپ کی نبوت کی سب سے بڑی دلیل یعنی قرآن عزیز پر ایک قسم کا پردہ پڑتا تھا۔ اگر حضور کو شعر کا علم دیا جاتا تو کفار یہ کہہ سکتے تھے کہ صاحب ان کو تو شعر کا علم آتا ہی تھا اگر انہوں نے خود بخود قرآن شریف بنالیا ہو تو کون سی بڑی بات ہے۔ پس اللہ جل شانہ نے اپنی حجت تمام کرنے کے لئے حضورؐ کو شعر کا علم نہیں دیا۔ اور قرآن عزیز میں وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ فرما کر مسئلہ علم غیب کا بھی خاتمہ کر دیا۔

میں نے تو اپنی ترازو بتلا دی اب آپ بھی کوئی ترازو پیش کیجئے۔ یا آپ کی ترازو یہی بیس سوالات ہیں۔ یہ مسئلہ علم غیب کی ترازو تو ہیں نہیں۔ ہاں آپ کے علم وقابلیت کی ضرور ترازو ہیں۔

مولوی حشمت علی صاحب : آپ ہمارے سوالات کا جواب دیں گے یا نہیں۔ اگر آپ کے حق میں رہو تو پھر ہم آپ کی دلیل ہی کو توڑیں۔

مولانا محمد منظور صاحب : میں شرائط اور اصول مناظرہ سے مجبور ہوں۔ جب تک کہ یہ بحث علم غیب کی ختم نہ ہو جائے گی میں ہرگز ان خرافات کا جواب نہیں دوں گا۔ جس کا نام آپنے سوالات رکھا ہے۔ البتہ اگر آپ اپنے اس مصنوعی عقیدہ سے توبہ کرلیں یا مجھ کو عاجزی کی تحریر دے دیں تو ابھی اس کا بھی جواب دے دیا جائے گا۔

مولوی حشمت علی صاحب : ہمارے مخاطب صاحب نے آیت "وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ"۔ پڑھی ہے اس پر آپ سے دو سوال ہیں۔ ۱ : بتلایئے کہ علم کے کیا معنی ہیں ؟ ۲ : شعر سے اس جگہ کیا مراد ہے ! دیکھئے ہمارے بیس سوال آپ پر جوں کے توں قائم ہیں ان کو آپ نے ابھی نہیں اٹھایا ہے شاید آپ بھول گئے۔ لہٰذا میں پھر سنائے دیتا ہوں (اس کے بعد انھیں نام نہاد سوالات اور درحقیقت خرافات کا پھر اعادہ کر دیا۔ اس کے بعد فرمایا) مولوی صاحب میں خیر خواہی سے کہتا ہوں کہ آپ پہلے ہمارے ان بیس اور دو بائیس سوالات کا جواب دے دیجئے اس کے بعد ہم غیب کا مسئلہ دو منٹ میں سمجھا دیں گے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ مسنونہ) میں نے بطور پیشین گوئی عرض کیا تھا کہ بریلوی جماعت مسئلہ علم غیب پر دلیل پیش کرنے سے عاجز اور بالکل عاجز ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھ گنہگار کی یہ پیشگوئی سچ کر دکھائی۔ اس وقت تک کی بحث سے آپ حضرات نے بھی اندازہ کر لیا ہوگا کہ ہمارے فاضل مخاطب سب کچھ کرسکتے ہیں گالیاں بھی دے سکتے ہیں۔ زور سے بھی بول سکتے ہیں۔ نقل بھی اتار سکتے ہیں۔ لیکن دلیل پیش کرنے سے بالکل ہی عاجز ہیں۔ اور اس عاجزی پر پردہ بھی نہیں ڈال سکتے۔ وللہ الحمد۔

آپ نے بڑے زور شور کے ساتھ فرمایا تھا کہ اگر آپ کا ارادہ سوالات کے جواب دینے کا نہ ہو تو ہم تمہاری دلیل کو توڑ دیں۔ میں نے عرض کر دیا تھا کہ تاوقتیکہ مسئلہ علم غیب کے متعلق کوئی فیصلہ نہ ہو جائے میں دوسری طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔ میرا خیال تھا کہ اب ہمارے مخاطب صاحب میری پیش کردہ دلیل پر ہی کچھ اعتراض کریں گے لیکن آپ مجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ "شعر سے کیا مراد ہے۔ علم کے کیا معنی ہیں"؛ کیا انہی سوالات سے قرآن عزیز کے نص قطعی کو توڑا جائے گا۔ کیا آپ ہی وہ نازک خیال ہیں جو شیشہ سے پتھر کو توڑنے کا ارادہ رکھتے ہیں ؎

نازک خیالیاں میری توڑیں عدو کا دل

میں وہ بلا ہوں شیشہ سے پتھر کو توڑ دوں

خیر چونکہ آپ کے ان دونوں سوالوں کا تعلق مسئلہ زیر بحث سے ہے لہذا جواب دیتا ہوں۔ علم کے معنے صراح (بلکہ میزان) میں ہیں دانستن یعنی جاننا۔ شعر کی مراد۔ میں اپنی طرف سے نہیں بلکہ تفسیر مدارک التنزیل سے بتا چکا ہوں۔ یعنی قول شعراء۔

اس کے بعد بتلا دینا چاہتا ہوں کہ اگر آپ نے ہمت کی تو انشاء اللہ العزیز چالیس آیتیں قرآن عزیز سے پیش کروں گا۔ آپ ذرا جواب ہی دینے کی ہمت کیجئے۔ جس میں سے ایک پیش کر چکا ہوں اور دوسری سنئے۔

قال اللہ تعالیٰ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى۔ (طٰہٰ۔ ع ۱) بہ تحقیق قیامت آنے والی ہے میں ارادہ کرتا ہوں یہ کہ اس کو چھپاؤں۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ قیامت کے چھپانے کا ہے۔ اور اللہ تبارک وتعالےٰ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ہے جو ارادہ کرتا ہے اس کو ضرور پورا کرتا ہے۔ لہذا ضرور اس نے قیامت کو چھپایا ہوگا۔ اور کسی کو بھی نہیں بتلایا ہوگا۔ سیدالمفسرین حبر الامت سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جن کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر دعا فرمائی ہے۔ اَللّٰھُمَّ علمه الكتاب کہ اے اللہ میرے اس بجا زاد بھائی کو قرآن کا علم دے۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یقول لا اظھر علیھا احداً غیری۔ (رواہ ابن ابی حاتم) یعنی اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اپنے سوا اس قیامت پر کسی دوسرے کو مطلع نہیں کروں گا (روایت کیا اس کو ابن ابی حاتم نے)۔

اور ایسا ہی ہوا بھی کہ کسی کو اللہ تعالےٰ نے اس کا علم نہیں دیا۔ چنانچہ حضرت قتادہ رضی اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

ولعمری لقد اخفاھا اللہ من بخدا قیامت کو چھپا لیا ہے اللہ تعالےٰ نے مقرب

الملئكة المقربين ومن الانبياء فرشتوں اور نبیوں اور رسولوں سے۔

المرسلین (رواہ ابن المنذر و ابن ابی حاتم)

بلکہ میں کہتا ہوں کہ چونکہ اللہ تعالے عالم الغیب ہے ضرور اسے یہ علم تھا کہ تیرہویں صدی کے آخر میں ایک فرقہ ایسا پیدا ہوگا جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام ماکان وما یکون کا علم ثابت کرے گا اس لئے غالباً اللہ تبارک وتعالے نے اس فرقہ پر حجت قائم کرنے کے لئے اس مسئلہ کو قرآن شریف میں بھی زیادہ صاف کیا جیسا کہ کچھ معلوم ہو چکا اور کچھ معلوم ہو جائے گا اور جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بھی بہت زیادہ صاف کرایا جیسا کہ انشاءاللہ میں ثابت کروں گا۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ امت کو اس کا مشاہدہ کرادیا کہ ہم نے بعض ماکان وما یکون کا علم نہ افضل البشر سید الانبیاء یوم الحشر کو دیا ہے اور نہ افضل الملائکۃ المقربین سیدنا حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کو۔ اوروں کی تو ہستی بھی کیا ہے۔

چنانچہ بخاری شریف و مسلم شریف اور دوسری کتب حدیث میں بکثرت یہ روایت موجود ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز صحابہ کے مجمع میں تشریف رکھتے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک بدوی کی صورت میں تشریف لائے اور نہایت بے تکلفی کے ساتھ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زانوؤں پر ہاتھ رکھ کر سوال کیا کہ ایمان کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ پھر سوال کیا کہ اسلام کیا ہے؟ آپ نے اس کا بھی جواب دیا۔ پھر دریافت کیا کہ احسان کیا ہے؟ آنحضرت نے اس کا بھی جواب دیا۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام دریافت فرماتے ہیں۔ متی الساعۃ یعنی قیامت کب آئے گی؟ سرکار دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے ہیں۔ ما المسئول عنہا با علم من السائل یعنی قیامت کے بارے میں جس سے سوال کیا جا رہا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ اس کے بارے میں علم نہیں رکھتا۔ یعنی اس کا علم نہ مجھ کو ہے اور نہ تم کو۔ اس کے بعد جب حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے دریافت کیا کہ تم جانتے ہو یہ کون تھے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اللہ ورسولہ اعلم اللہ اور اس کا رسول (جل ذکرہ وصلی اللہ علیہ وسلم) ہی خوب جانتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ انہ جبرئیل جاء لیعلمکم دینکم یہ جبرئیل امین تھے تمہیں تمہارا دین سکھلانے کے لئے آئے تھے۔ یعنی ان سوالات سے مقصد خود دریافت

کرنا نہیں تھا بلکہ تم کو بتلانا مقصود تھا۔

دیکھئے اس جگہ اللہ تعالٰے نے صحابہ کے مجمع میں حضرت جبرئیل سے قیامت کا سوال کرا کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا جواب یہ دلوا کے کہ ماالمسئول عنہا باعلم من السائل صحابہ رضوان اللہ تعالٰے علیہم اجمعین کو یہ مشاہدہ کرا دیا کہ بعض ماکان ومایکون کا علم نہ سیدالبشر صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے اور نہ سیدالملائکہ کو۔ بلکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں جاء لیعلمکم دینکم (تمہارا دین تم کو سکھانے کے لئے آئے تھے) فرما کر یہ بھی بتلا دیا کہ قیامت کا علم کسی کو نہ ہونا یہ دین کا جزء ہے۔ جس طرح ایمان وسلام واحسان سے مسلمانوں کو واقف ہونے کی ضرورت ہے اسی طرح اس عقیدہ کی بھی ضرورت ہے کہ قیامت کا علم کسی کو نہیں دیا گیا۔ کیا ان نصوص کے بعد بھی کسی کو یہ گنجائش رہتی ہے کہ وہ یہ کہے کہ تمام ماکان ومایکون کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔ ہاں جو علوم حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب تھے وہ سب آپ کو حاصل تھے اور جو شان نبوی کے مناسب نہ تھے وہ آنحضرت کو نہیں عطا فرمائے اور اس سے آنحضرت کی کوئی شان نہیں گھٹتی۔ جس طرح کہ خالق اور رزاق نہ ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی کمی نہیں آتی۔

مولوی حشمت علی صاحب : حضرات گرامی آپ نے دیکھا خدا اپنے محبوب کے دشمنوں سے یوں اقرار کراتا ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منکروں سے یوں کہلوا لیتے ہیں۔ مولوی صاحب کو خبر بھی نہیں ہوئی اور وہ پیارے مصطفٰی کے علم غیب کا اقرار کر گئے۔ آپ تعجب نہ کیجئے میں ابھی بتائے دیتا ہوں۔ سنئے۔

ابھی مولوی صاحب نے یہ کہا ہے کہ جس قدر علوم حضور کی شان کے مناسب تھے وہ سب حضور کو حاصل تھے۔ کیوں بھائیو! کہا ہے یا نہیں؟ (ہاں صاحب ہاں) بس میں کہتا ہوں کہ حضور کے مناسب یہی ہے کہ تمام ماکان ومایکون کا علم ہو۔ اب تو آپ نے خود ہی اقرار کر لیا۔ اب علم غیب پر مناظرہ کیا ہوگا۔ چلئے اب تو آپ کی ہوس بھی مٹ گئی۔ رسول پاک نے اپنے علم غیب کا اقرار خود آپ سے کرا لیا۔ اب تو آپ ہمارے سوالوں کا جواب دیجئے۔ یا اب بھی آپ نہیں دیں گے۔ ہمارے پہلے بائیس سوال جن کو مولوی صاحب نے ہاتھ تک نہیں لگایا ہے یہ ہیں (اس کے بعد سوالات کی فہرست پھر پڑھ کر سنا دی اس کے بعد کہا بائیس تو یہ ہیں اب ان پر تین سوالوں کا اور اضافہ

کرتا ہوں۔

۱ : وما علمناہ الشعر میں شعر سے شعر عروضی مراد ہے یا منطقی۔

۲ : اکاد اخفیہا پر میرا یہ سوال ہے کہ یہ اخفا کب تک رہے گا۔

۳ : ما المسئول عنہا باعلم من السائل کا تو یہ مطلب ہے کہ میں تم سے زیادہ اس کو جاننے والا نہیں جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس کا علم مجھ کو بھی ہے اور تم کو بھی ہے آپ نے نفی کہاں سے نکالی۔

بائیس پہلے تھے اور تین یہ ہوئے۔ آپ پہلے ان پچیس سوالات کا جواب دے دیجئے اس کے بعد آگے بڑھئے۔ میں آپ کو ہرگز نہ بڑھنے دوں گا۔ آپ کو علم غیب کی نفی میں آیتیں حدیثیں پڑھنی آتی ہیں اپنے اور اپنے بڑوں کے سر سے کفر اٹھانا نہیں آتا۔ آپ علم غیب کا اقرار کر چکے ہیں۔ لہذا اس کو تو اب چھیڑیئے ہی مت۔ اب بس جلدی سے ہمارے سوالات کا جواب دے دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : بعد از خطبہ مسنونہ) ہمارے مخاطب فرماتے ہیں کہ مسئلہ علم غیب کا فیصلہ ہو گیا اور تو نے خود ماکان ومایکون کے علم کا اقرار کر لیا۔ اس لئے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے وہی مناسب ہے۔ آپ نے تقریر تو بڑے زور شور سے کی اور واقعی بات بھی ایسی ہی عجیب کہی ہے کہ سوا اس شخص کے جو ایک زمانہ تک بریلی میں رہا ہو، دوسرا شخص مشکل ہی سے کہے گا۔ لیکن ذرا ایمان کی خبر لیجئے۔ آپ نے صریح قرآن عزیز کا معارضہ کیا ہے قرآن شریف تو صاف الفاظ میں کہتا ہے ۔ وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ ۔ جس سے صاف معلوم ہوتا کہ ماکان ومایکون میں سے شعر کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب نہیں اور آپ فرماتے ہیں کہ تمام ماکان ومایکون کا علم ہی (جس میں شعر بھی داخل ہے) شان نبوی کے مناسب ہے آپ کو توبہ کرنی چاہئے۔ پھر یہ کہ آپ کے اس قول سے لازم آتا ہے کہ جوئے بازی شراب سازی وغیرہ کا علم بھی معاذ اللہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب ہو۔ کیوں کہ یہ چیزیں بھی ماکان ومایکون میں داخل ہیں حالانکہ کوئی مسلمان اس کو گوارا نہیں کر سکتا۔ کیا ان چیزوں کا علم بھی آپ کے نزدیک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب ہے۔ پھر تو آپ نے شان نبوت کی بہت ہی توقیر وتعظیم کی۔

ہمارے مخاطب صاحب نے اس مرتبہ یہ بھی فرمایا ہے کہ اب علم غیب کی بحث کو نہ چھیڑیئے وہ ختم ہو گئی

مہربان سن ! ابھی تو ۲ آئتیں ہی پیش ہوئی ہیں اڑتیس ۳۰ باقی ہیں۔ آپ کا ابھی سے یہ حال ہے ہمیں تو ابھی

اس مسئلہ پر بہت کچھ کہنا ہے ؎

سحر ہے دور ترا رنگ فق ابھی سے ہے

اس کے بعد میں ان سوالات کا جواب دیتا ہوں جو جناب نے میری تقریر پر فرمائے ہیں:۔

۱ : شعر سے وہی مراد ہے جس کو اہل عرب اپنے محاورات میں شعر کہتے ہیں۔ قضایا شعریہ کو شعر کہنا قرآن عزیز کے نازل ہونے سے سینکڑوں برس بعد کی منطقیوں کی ایجاد ہے قرآن شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی عربی زبان میں نازل ہوا ہے نہ مناطقہ کی اصطلاح میں۔ چنانچہ وہ خود صاف کہہ رہا ہے۔ وھذا لسان عربی مبین ؛ اور اگر بفرض شعر منطقی بھی مراد ہے تو مجھ کو مفر نہیں میرا مدعا پھر بھی ثابت ہے اس لئے کہ وہ بھی ماکان ومایکون میں سے ایک چیز ہے جب اس کے علم کی نفی کردی جائے گی تو لامحالہ ماکان ومایکون کی نفی ہو جائے گی۔

۲ : اَکَادُ اُخۡفِیۡهَا میں کوئی قید مذکور نہیں وہ مطلق ہے اگر آپ کے نزدیک وہ حکم کسی خاص زمانے تک تھا تو آپ اس کی دلیل پیش کریں۔

۳ : آپ فرماتے ہیں کہ ما المسئول عنها باعلم من السائل میں نفی کہاں سے نکالی ہے بلکہ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ "قیامت کا علم مجھ کو بھی ہے اور تم کو بھی" معلوم ہوتا ہے کہ کبھی مشکوٰۃ شریف دیکھنے کا بھی اتفاق نہیں ہوا۔ اس میں اسی حدیث میں بروایت بخاری بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ موجود ہیں۔

فی خمس لا یعلمھن الا اللہ ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیۃ

یعنی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل کو یہ جواب دیا کہ قیامت کے بارے میں تم سے زیادہ علم نہیں رکھتا۔ یہ ان پانچ چیزوں میں داخل ہے جن کے متعلق قرآن شریف نے تبلا دیا ہے کہ ان کو سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور استشہاد سورۃ لقمان کی اس آیت کو بھی پڑھا

ان اللہ عندہ علم الساعۃ الخ

یہ تو خود آنحضرت علیہ السلام کے الفاظ تھے جن سے معلوم ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ تھا

کہ قیامت کا علم جس طرح اے جبرئیل تم کو نہیں مجھ کو بھی نہیں۔ اب شارحین حدیث کے اقوال ملاحظہ فرمائیے۔ خاتم الحفاظ ابن حجر عسقلانی رح اس حدیث کے تحت میں اپنی مشہور و معروف کتاب فتح الباری شریف شرح بخاری شریف میں فرماتے ہیں۔

المراد التساوی فی العلم بان اللہ تعالیٰ استأثر بعلمها لقوله بعد خمس لا یعلمها الا اللہ۔ (فتح الباری مصری ص۱۱۳)

یعنی حضور کی مراد یہ ہے کہ اے جبرئیل میں اور تم دونوں اس بات کے جاننے میں برابر ہیں کہ، اللہ تعالیٰ نے قیامت کے علم کو اپنے لئے خاص کر لیا ہے (کسی کو بھی نہیں دیا)۔

یہ تو تھا آپ کے سوالات کا مختصر جواب۔ اب تیسری آیت سنئے۔

قال اللہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۔ (لقمان ۳۱۔ آخری آیت)

بہ تحقیق اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم اور وہی نازل کرتا ہے بارش کو (یعنی یہ بھی اسی کے علم میں ہوتا ہے کہ بارش کب ہوگی) اور وہی جانتا ہے جو کچھ عورتوں کے رحم میں ہوتا ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ کہاں مرے گا۔ بہ تحقیق اللہ ہی جاننے والا اور خبردار ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ان پانچ چیزوں کا علم خدا کے سوا کسی کو حاصل نہیں حالانکہ یہ بھی ماکان وما یکون میں داخل ہیں۔ چونکہ میرا وقت ختم ہو گیا اس لئے ختم کرتا ہوں۔ انشاء اللہ آئندہ نوبت میں اس پر مزید

لہ رضاخانی روئداد میں ان دونوں آیتوں کے متعلق یہ سوالات اور ان کے علاوہ اور بہت سے سوالات تصنیف کرکے بھر دیئے گئے ہیں۔ مگر آفرین اس بہادری پر کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے کفرشکن اور باطل سوز جوابات کا ایک لفظ بھی نقل نہیں کیا۔ ہمارے ناظرین مولانا کی تقریر کو بغور ملاحظہ فرمائیں۔ اس سے رضاخانیوں کے نئے پرانے سارے سوالات بادِ ہوا ہو جاتے ہیں۔

ہڈ شنی ڈالوں گا۔

مولوی حشمت علی صاحب : افسوس میرے سوالات ویسے ہی قائم ہیں۔ مولوی صاحب نے ان کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اگر مولوی صاحب میں حقانیت ہے تو وہ ان کا جواب دیں۔ لیکن میں پیشین گوئی کرتا ہوں کہ اگر مولوی صاحب کی ساری جماعت بھی مل کر زور لگائے تو میرے پچیس ۲۵ سوالات قاہرہ کا جواب نہیں دے سکتی۔ رشید احمد صاحب گنگوہی و خلیل احمد صاحب انبیٹھی، اشرف علی صاحب تھانوی کے سر سے کوئی کفر نہیں اٹھا سکتا۔ اگر مولوی صاحب میں ہمت ہو تو اٹھائیں۔ لیکن کس کی مجال ہے کہ حشمت علی کے مقابلہ میں دیوبندیوں کا اسلام ثابت کردے۔

صاحبو! یہ کمال میرا نہیں یہ اللہ و رسول جل جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ہے۔ یہ غوث پاک کی کرامت ہے وہ اپنے غلاموں کی ایسی ہی امداد فرماتے ہیں ذرا ان کا کوئی غلام بن کر تو دیکھے۔ میرے پچیس سوالات قاہرہ یہ ہیں (اس کے بعد تمام سوالات کی فہرست پڑھ کر سنا دی) اس کے بعد کہا اس مرتبہ مولوی صاحب سے ۲ دو سوال اور کرتا ہوں۔ اگرچہ امید ان کے جواب کی بھی نہیں ہے۔

۱ : آپ نے جو اس مرتبہ سورۂ لقمان کی آیت پڑھی ہے ان میں پانچ علموں کا تذکرہ ہے اللہ تعالےٰ ان کا علم کسی کو دے بھی سکتا ہے یا نہیں ؟

۲ : کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ جبرئیل کی اس حدیث کے واقعہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم دے دیا گیا ہو۔ یہ کیسے معلوم ہوا کہ وفات شریف سے اکیاسی روز قبل بھی یہ علم نہیں دیا گیا ؟

مولوی صاحب آپ پہلے ہمارے ان ۲۷ ستائیس سوالوں کا جواب دے دیجئے پھر ہم آپ کو ان آیات کا مطلب بھی سمجھا دیں گے۔

مولانا محمد منظور صاحب : آپ خدا و رسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم پر افترا کرتے ہیں کہ یہ میرا کمال نہیں بلکہ اللہ و رسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ہے۔ یاد رکھئے کہ مسلمانوں کو کافر بنانا ہرگز جناب رسول اللہ علیہ وسلم کا کمال نہیں بلکہ شیطان کا کمال ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال یہ تھا کہ جس وقت دنیا شرک و کفر کا گہوارہ بن رہی تھی کوئی

خدا پرست ڈھونڈے نہ ملتا تھا اس تاریک زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور چند ہی روز میں لاکھوں مسلمان بنا دیئے۔ آج انہیں کی جوتیوں کا صدقہ ہے کہ دنیا میں چالیس کروڑ سے زیادہ مسلمان موجود ہیں۔

مہربانم ! آپ کا اور آپ کی جماعت کے قبلہ وکعبہ مولوی احمد رضا خان صاحب کا کمال تو یہ ہے کہ دنیا میں کوئی مسلمان نہ چھوڑا۔ مولوی محمد اسماعیل صاحب شہید رح وہ کافر۔ جو انہیں کافر نہ کہے وہ کافر۔ علماء دیوبند وہ کافر۔ جو انہیں کافر نہ کہے وہ کافر۔ اہل حدیث وہ کافر۔ جو انہیں کافر نہ کہے وہ کافر۔ ندوۃ العلماء قائم ہوا آپ کے اعلیٰحضرت نے حکم لگایا جو اس میں شریک ہو وہ کافر۔ آخری زمانہ میں تحریک خلافت اٹھی آپ کے اعلیٰحضرت نے اس کے شرکاء کو بھی کافر بنایا۔ حالانکہ ہند و بیرون ہند کے سارے مسلمان اس میں شریک تھے۔ بالخصوص مولوی عبد الباری صاحب لکھنوی فرنگی محلی کو اسی جرم میں ایک سو ایک وجہ سے کافر لکھا۔ پھر مولوی محمد اسماعیل صاحب شہید رح کو مسلمان بتا کر خود کافر ہوئے۔ اپنی ساری جماعت کو کافر بنایا۔

الغرض آپ کا کمال تو یہ ہے کہ ساری دنیا کو کافر بنایا۔ سارے مسلمانوں کو شمشیر تکفیر کے گھاٹ اتار دیا اور آج کوئی دنیا میں ایسا نہیں جو مولوی احمد رضا خان صاحب کی تکفیر کا شکار نہ بنا ہو۔

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال یہ تھا کہ دنیا بھر میں اسلام پھیلا دیا سینکڑوں برس کے کافروں کو مسلمان بنا دیا ؎

چہ نسبت خاک را با عالم پاک
کجا عیسیٰ کجا دجال ناپاک

آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے سوالوں کا جواب دو۔ اطمینان رکھیئے اب حاضرین بھی آپ کی ان چالوں میں آنے والے نہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ سوالات نہیں بلکہ مسئلہ علم غیب سے بچنے کی چالیں ہیں۔ میرے محترم دوست ! یہاں کی پبلک اتنی ناسمجھ نہیں کہ اتنی روشن بات کو بھی نہ سمجھے۔

میں اس سے بہت زیادہ خوش ہوں کہ آپ ہر مرتبہ اسی طرح ان نام نہاد سوالات کو پڑھ کر سنا دیا کریں اور میں قرآن و حدیث سے مسئلہ علم غیب پر روشنی ڈالا کروں ؎

ہر کسے را بہر کارے ساختند

میل او را در دلش انداختند

آپ کی دولت یہی سوالات ہیں اور میرے پاس قرآن وحدیث کی دولت ہے۔ کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ۔

اس مرتبہ مولوی صاحب نے مسئلہ علمِ غیب کے متعلق دو[2] باتیں دریافت کی ہیں۔ ایک یہ کہ ان پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ دے بھی سکتا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے نزدیک ضرور اس پر قادر ہے کہ ان چیزوں کا علمِ کلی کسی کو دے دے۔ لیکن ہمارا اور سارے سلف صالحین کا عقیدہ یہ ہے کہ کسی کو دیا نہیں اور نہ دے گا۔ کیوں کہ اس نے ان علوم کو قرآن عزیز میں اپنے ہی ساتھ خاص بتلایا ہے۔ یہی سورۂ لقمان کی آیت اس کی شاہد ہے۔ وقت ختم ہو جانے کی وجہ سے میں اس وقت اس پر کافی روشنی نہیں ڈال سکا تھا ورنہ مولوی صاحب کو اس سوال کی حاجت ہی نہیں رہتی۔ خیر اب عرض کرتا ہوں۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

خمس من الغيب استاثر بهن الله فلم يطلع عليهن ملكا مقربا ولا نبيا مرسلا ان الله عنده علم الساعة فلا يدري احد من الناس متى تقوم الساعة في اي سنة ولا في اي شهر اليلا ام نهارا وينزل الغيث فلا يعلم احد متى ينزل الغيث اليلا ام نهارا ويعلم ما في الارحام فلا يعلم احد ما في الارحام اذكر ام انثى احمر او اسود ولا تدري

غیب میں سے پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کر لیا ہے۔ ان کی اطلاع نہ کسی مقرب فرشتہ کو دی ہے نہ کسی نبی و رسول کو۔ بہ تحقیق اللہ ہی کو ہے قیامت کا علم۔ پس کوئی نہیں جانتا آدمیوں میں سے کہ کب قیامت آئے گی۔ کس سنہ اور کس [illegible] میں۔ دن میں آئے گی یا رات میں۔ اور وہی نازل کرتا ہے بارش کو۔ پس کوئی نہیں جانتا کہ کب بارش ہوگی۔ آیا دن میں یا رات میں۔ اور وہی جانتا ہے جو کچھ رحم میں ہے۔ پس کوئی نہیں جانتا کہ [illegible] رحموں میں ہے۔ یعنی کسی کو خبر نہیں ہے کہ بچہ

نفس ماذا تکسب غدا اخیرا ام	ہے یا بچی، سرخ ہے یا سیاہ۔ اور کوئی نہیں جانتا
شرا وما تدری نفس بای	کہ کل کیا کرے گا۔ نیکی یا بدی۔ اور کسی کو بھی خبر
ارض تموت لیس احد من الناس	نہیں کہ کس زمین میں مرے گا۔ یعنی آدمیوں میں سے
یدری این مضجعه من	کسی کو خبر نہیں کہ کہاں اس کا مرقد ہو گا۔ دریا
الارض افی بحر ام بر فی سهل ام	میں یا خشکی میں نرم زمین میں یا سنگستان میں۔
فی جبل۔ (رواہ ابن جریر وابن ابی حاتم	روایت کیا اس کو ابن جریر اور ابن ابی حاتم
تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص۴۵۵)	نے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالے عنہ کی اس تفسیر سے معلوم ہو گیا کہ یہ پانچ علم نہ کسی مقرب فرشتہ کو دیئے گئے ہیں نہ کسی نبی و رسول علیہ السلام کو۔ علاوہ ازیں یہ کہ بخاری شریف سے جو ابھی میں نے حدیث جبرئیل کے الفاظ پڑھے تھے وہ بھی صاف بتلا رہے ہیں کہ ان پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالے نے کسی کو نہیں عطا فرمایا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

فی خمس لا یعلمهن الا الله ان الله عنده علم الساعة الآیة

یعنی تم قیامت کا سوال کرتے ہو کہ کب آئے گی۔ اس معاملہ میں میرا علم تم سے زیادہ نہیں۔ کیوں کہ وہ ان پانچ چیزوں میں ہے کہ جن کو اللہ کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا۔

اور حضورؐ نے استدلال کے طور پر یہی آیت پڑھ دی۔ معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس آیت کا وہی مطلب سمجھا تھا جو میں عرض کر رہا ہوں۔ یہ کہنا کہ علم ذاتی کی نفی کی تھی جہالت کا ثبوت دینا ہے۔ کیونکہ سائل نے یہ دریافت نہیں کیا تھا کہ آپ کو علم ذاتی ہے یا نہیں۔ بلکہ اس کا سوال یہ تھا کہ متی الساعة قیامت کب آئے گی؟ اب اگر یہ کہا جائے کہ حضور نے محض علم ذاتی کی نفی کی ہے اور حضورؐ کا مطلب یہ ہے کہ مجھ کو اس کا از خود بغیر اطلاع خداوندی علم نہیں تو "سوال از آسمان جواب از ریسمان" کی مثال صادق آئے گی۔ اس کے علاوہ اور بھی میرے پاس قوی دلائل ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ محض علم ذاتی کی نفی مقصود نہیں۔ لیکن چونکہ ان کا تعلق علم حدیث سے زیادہ ہے اس لئے اس مجمع میں بالخصوص آپ جیسے عالم متبحر

کے سامنے (جس کو یہ بھی خبر نہیں کہ خبر واحد دلیل قطعی نہیں ہوتی) بیان کرنا موتیوں کو کوڑے پر بکھیرنا سمجھتا ہوں۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس آیت سے علم قیامت نہ ہونے پر خود آنحضرت نے بھی استدلال فرمایا ہے۔

۲: دوسری بات آپ نے یہ دریافت کی تھی کہ یہ کیسے معلوم ہوا کہ قیامت کا علم اس حدیث جبرئیل کے واقعہ کے بعد بھی آنحضرت کو نہیں دیا گیا۔ ممکن ہے کہ اس واقعہ کے بعد دے دیا گیا ہو۔ ہمارا دعوے تو اکیاسی روز پیشتر کا ہے۔

قرآن و حدیث سے تو آپ کی واقفیت کل سے معلوم ہو رہی ہے۔ لیکن اس سوال سے معلوم ہوا کہ آپ اصول مناظرہ سے بھی بہت زیادہ واقف ہیں۔ میرے محترم دوست دلیل کی ضرورت اس کو ہے جو یہ دعوے کرے کہ اس واقعہ کے بعد اکیاسی روز سے پہلے پہلے علم دے دیا گیا۔ اور جو انکار کرے اس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں مناظرہ سے پہلے آپ کو مناظرہ رشیدیہ پڑھنی چاہئے تھی ؎

بہ بستان رو کہ از بلبل طریق عشق گیری یاد
بہ محفل آ کہ از ناصح سخن گفتن بیاموزی

لیکن چونکہ معلوم ہو چکا ہے کہ دلیل پیش کرنے کا سبق آپ نے پڑھا ہی نہیں ہے اس لئے میں ہی بتلاتا ہوں۔ سنئے۔

خاتم المحدثین حافظ ابن حجر عسقلانی رح فتح الباری شریف میں اسی حدیث کے تحت میں ارقام فرماتے ہیں۔

رواہ ابن مندۃ فی کتاب الایمان باسنادہ الذی علی شرط مسلم من طریق سلیمان التیمی فی حدیث عمر ان رجلا فی اٰخر عمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم جاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکر الحدیث بطولہ۔

(فتح الباری شرح بخاری)

اسی حدیث جبرئیل کو ابن مندہ نے کتاب الایمان میں اپنی اُس سند سے جو علی شرط مسلم ہے بطریق سلیمان تیمی بروایت فاروق اعظم روایت کیا ہے اور اس کے پہلے لفظ یہ ہیں کہ۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے آخر میں ایک شخص (جبرئیل) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس کے بعد پوری حدیث بیان کی ہے"

اس روایت نے آپ کے اکیاسی روز والے احتمال کا بھی خاتمہ کر دیا اور بتلا دیا کہ یہ واقعہ ہی عمر شریف کے آخر حصہ میں ہوا ہے۔ یہ ہے معجزہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ یہ ہے امداد اللہ تعالیٰ کی، یہ ہے حقانیت کا کرشمہ۔ (واقعی جس وقت حضرت مولانا نے یہ روایت فتح الباری سے پڑھی تھی اس وقت مجمع کی ایک عجیب کیفیت تھی جو احاطہ تحریر سے باہر ہے)۔

حاضرین کرام ! اس طرف بھی توجہ فرمائیں کہ مسئلہ علم غیب کے متعلق جوابات ہمارے فاضل مخاطب دریافت کرتے ہیں میں برابر اس کا جواب دیتا ہوں اور بحمد اللہ ایسا شافی کہ اس کے بعد مولوی صاحب کو لب کشائی کا موقعہ بھی نہیں رہتا۔ لیکن ان سوالات کی فہرست میں برابر ان کا شمار رہتا ہے۔ یہ ہے ہمارے فاضل مخاطب صاحب کی حق پرستی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولوی حشمت علی صاحب : ارے صاحب ! آپ کو ان کتابوں سے کیا واسطہ ؟ آپ اشرف علی کی "حفظ الایمان" کو دیکھئے۔ گنگوہی کی "براہین" کو دیکھئے۔ پہلے اپنے کفریات کو اٹھایئے۔ آپ کو تو ان اسلامی کتابوں کو ہاتھ لگانے کا بھی حق نہیں۔ آپ ان مقدس کتابوں کو کیا سمجھ سکتے ہیں۔ آپ اپنے کفر سے توبہ کر لیں تو ہم ابھی ان کتابوں کا مطلب سمجھا سکتے ہیں۔

حضرات گرامی ! میرے سوالات ستائیس ہو چکے ہیں اور مولوی صاحب ان کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے۔ مولوی صاحب کو اپنا اور اپنے بڑوں کا کافر ہونا تسلیم ہے پھر میں اپنے سوالات سنائے دیتا ہوں۔ اس کے بعد وہی فہرست سنادی۔ اور جلسہ برخاست ہو گیا۔

اس اجلاس کی کیفیت کا اندازہ کسی قدر ہمارے ناظرین کو بھی ہو گیا ہو گا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس جلسہ کی کیفیت جس درجہ عجیب وغریب تھی اس کا صحیح نقشہ کھینچنا ہمارے امکان سے باہر ہے۔ مختصر یہ کہ مولوی حشمت علی خان صاحب جس وقت اپنے ستائیس سوالات کی فہرست ہاتھ میں لے کر کھڑے ہوتے تھے تو سارے رضا خانی شرم سے آنکھیں نیچی کر لیتے تھے۔ اور بیچارے مولوی رحم الٰہی صاحب نے تو سر اٹھانے کی قسم ہی کھالی تھی۔ رضا خانیوں کے بعض سرغنوں نے جلسہ کا یہ رنگ دیکھ کر مولوی حشمت علی صاحب سے کہا بھی کہ آپ مجمع کا رنگ نہیں دیکھتے ان والوں کو دیکھئے اور دلیلیں پیش کیجئے۔ بالآخر جب ان کو یقین ہو گیا کہ ان تلوں میں تیل ہی نہیں تو مجبوری

انہوں نے بھی کہنا چھوڑ دیا۔

اور شام کو اس طرح مناظرہ شروع ہوا۔

مولانا محمد منظور صاحب: (بعد از خطبہ مسنونہ) حضرات جس مسئلہ پر بحث کرنے کے لئے اس جلسہ کا انعقاد ہوا تھا بحمد اللہ اس پر کافی روشنی پڑ چکی ہے۔ میں تین آیتیں پیش کر چکا ہوں۔ جن کا جواب ہمارے فاضل مخاطب اس کے سوا اور کچھ نہیں دے سکے کہ تم نے ان آیات کا مطلب نہیں سمجھا۔ اگر تم ہمارے سوالوں کا جواب دے دو گے تو ہم مطلب سمجھا دیں گے۔ لیکن آپ حضرات کو معلوم ہے کہ اب تک جو آیت میں نے پڑھی ہے اس کا مطلب بھی مفسرین امت کے کلام سے بیان کیا ہے[1]۔ میں اپنی طرف سے کسی آیت کا مطلب بیان کرنا حرام سمجھتا ہوں۔ لہٰذا ہمارے فاضل مخاطب غور فرمائیں کہ آپ میرے بیان کردہ مطلب کو غلط نہیں بتلا رہے بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ۔ علامہ نسفیؒ صاحب مدارک التنزیل کے بیان کردہ مطالب کو غلط بتلا رہے ہیں۔ بلکہ سورۃ لقمان کی آیت کا مطلب تو میں نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف سے بیان کیا ہے۔ کیا معاذ اللہ آپ کے نزدیک آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی قرآن عزیز کا مطلب نہیں سمجھا۔ استغفر اللہ۔

اب چوتھی آیت سنئے۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِيْ	(اے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں قیامت کے بارے میں کہ کب آئے گی۔ فرما دیجئے کہ بس اس کا علم میرے رب ہی کو ہے۔

---

[1] حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے اس کا التزام فرمایا تھا کہ جو آیت بھی پیش فرماتے تھے اس کی تفسیر اور توضیح کے لئے احادیث یا آثار صحابہ یا اقوال مفسرین ضرور پیش کرتے تھے۔ سنبھل کی پبلک آج تک اس کی شاہد ہے۔ اور یہی وہ چیز تھی جس نے حضرت مولانا کے تبحر علمی کا سکہ دشمنوں کے قلب و جگر میں بٹھا دیا ہے۔ مگر رضا خانی روئداد میں برائے نام بھی ان چیزوں کا ذکر نہیں۔ اللہ رے ایمان داری۔ الحساب یوم الحساب۔

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔

(اعراف ۔ رکوع ۲۳)

نہیں ظاہر کرے گا اس کو اس کے وقت پر مگر اللہ ﷻ بھاری ہے وہ آسمانوں اور زمینوں میں۔ وہ اچانک بے خبری ہی میں آئے گی۔ وہ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا کہ آپ اس کو جانتے ہیں۔ کہہ دیجئے کہ اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ لیکن بہت سے لوگ اس راز سے ناواقف ہیں۔

سید المفسرین سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

لما سأل الناس محمدا صلى الله عليه وسلم سألوه سوال قوم كانهم يرون ان محمدا حفى بهم فاوحى الله اليه انما علمها عنده استأثر بعلمها فلم يطلع عليها ملكا ولا رسولا اخرجه ابن جرير وغيره (در منثور)

جب لوگوں نے حضور سے (قیامت کا) سوال کیا تو ان لوگوں کا سا سوال کیا کہ گویا کہ وہ حضور کو اپنا بڑا مہربان سمجھتے ہیں۔ پس اللہ تعالےٰ نے وحی بھیجی کہ اس کا علم بس اللہ ہی کو ہے۔ اس نے اپنے لئے خاص کر لیا ہے۔ پس نہ کسی فرشتہ کو دیا ہے نہ کسی نبی علیہ السلام کو۔ روایت کیا اس کو ابن جریر وغیرہ نے۔

علامہ نسفی حنفی رح اپنی مشہور و معتبر تفسیر "مدارک التنزیل" میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

قل انما علمها عند ربى اى علم وقت ارسائها عنده وقد استأثر به لم يخبر به احدا من ملك مقرب ولا نبى مرسل۔ (مدارک ص۲۳۱ ج ۱)

یعنی قیامت کے قائم کرنے کے وقت کا علم بس اللہ تعالےٰ ہی کو ہے۔ اور اس علم کو اس نے اپنے ہی لئے خاص کر لیا ہے اس کی خبر ملائکہ مقربین، اور انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کو بھی نہیں دی ہے۔

غور کیا جائے کیا ان تصریحات کے ہوتے ہوئے بھی کسی مسلمان کو یہ گنجائش ہے کہ وہ یہ عقیدہ رکھے کہ قیامت کے وقت کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔ بہت ممکن ہے کہ ہمارے فاضل مخاطب صبح کی طرح کہہ دیں کہ اس آیت کے نزول کے بعد دے دیا گیا تھا۔ لیکن اول تو یہ کہنا اس وقت زیبا ہے جب

مولوی صاحب اس کی کوئی دلیل پیش کریں بے دلیل دنیا میں کوئی دعوےٰ نہیں سنا جاتا۔ دوسرے یہ کہ حدیث جبرئیل نے اس احتمال کا بھی قلع قمع کر دیا۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ آخر عمر تک بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم نہیں عطا فرمایا گیا۔

صبح جناب نے مجھ سے دریافت فرمایا تھا کہ حدیث جبرئیل کے الفاظ سے نفی کس طرح نکالی۔ اگرچہ اس کا جواب شافی میں صبح ہی دے چکا ہوں لیکن اس وقت حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رح کی عبارت اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف سے اور پڑھتا ہوں۔ جس سے حدیث جبرئیل کے مضمون پر کافی روشنی پڑ جائے گی۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ ماالمسئول عنہا باعلم من السائل کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

یعنی من و تو ہر دو برابریم در ندانستن آں بلکہ ہر سائل و مسئول ہمیں حال دارد کہ آنرا جز خدا وند تعالےٰ کسے نہ داند دوے تعالےٰ ہیچ کس را از ملائکہ ورسل برآں اطلاع ندادہ۔

(اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۵۳)

یعنی حضور کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ اے سائل میں اور تو دونوں قیامت کا وقت نہ جاننے میں برابر ہیں (اور یہ ہماری خصوصیت نہیں) بلکہ اس میں ہر سائل ومسئول کا یہی حال ہے۔ کیوں کہ اس کو سوائے خدائے تعالےٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ اور اللہ تعالےٰ نے کسی کو بھی ملائکہ اور رسولوں میں سے اس کی اطلاع نہیں دی۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ شیخ رح وہی ہیں جن کو فاضل بریلوی بھی اپنی بعض تصانیف میں شیخ الشیوخ لکھتے ہیں۔

مولوی حشمت علی صاحب: حضرات کل سے تقریریں ہو رہی ہیں۔ مولوی صاحب کا کفر علی رؤس الاشہاد ثابت کیا جا رہا ہے۔ لیکن مولوی صاحب نہ اس کا کوئی جواب دیتے ہیں نہ اپنے کفر سے توبہ کرتے ہیں۔ ہمارے سوالات ستائیس۲۷ ہو چکے ہیں لیکن مولوی صاحب ان کا کوئی جواب نہیں دیتے۔ اچھا اب میں کہتا ہوں کہ آپ ہمارے سوالات کا جواب مت دیجئے۔ بس یہ تحریر دے دیجئے کہ ہم حشمت علی کے سوالات قاہرہ کے جواب سے عاجز ہیں اس کے بعد میں ان آیات کا مطلب بیان کروں گا جن کو پڑھ پڑھ کر آپ مسلمانوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔

ارے مولوی صاحب! آپ مولوی ہو کر خیانت کرتے ہیں لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ پڑھ کر آپ مسلمانوں کو

دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ آپ نے شیخ رح کی عبارت پوری نہیں پڑھی۔ اسی حدیث کے تحت میں شیخ رح کی عبارت یہ بھی تو ہے۔ "

" اینہا از امور غیب اند کہ جز خدا کسے آنرا نداند مگر آنکہ وے تعالیٰ از نزد خود کسے را بدانا ند بوحی والہام "

یعنی یہ قیامت وغیرہ پانچوں چیزیں امور غیب میں سے ہیں کہ خدا کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا مگر وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ وحی یا الہام کے ذریعہ سے بتا دیں "

تو کیا آپ کے نزدیک حضور پر وحی نہیں ہوتی تھی ؟

آپ ویسے تو اتنے سیدھے بنتے ہیں لیکن خدا کے نبی کا علم گھٹانے کے لئے آپ کو ایسی ایسی خیانتیں کرنی آتی ہیں۔ سنئے یہی شیخ مدارج النبوت کے خطبہ میں فرماتے ہیں۔

" وے صلی اللہ علیہ وسلم داناست برہمہ چیزے از شیونات ذات الٰہی واحکام وصفات حق واسماء و آثار وبجمیع علوم ظاہر و باطن واول وآخر احاطہ نمودہ است و مصداق فوق کل ذی علم علیم است "

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ذات الٰہی کی تمام شانوں اور اس کے احکام اور اس کے اسماء وصفات و آثار کو جاننے والے ہیں۔ اور تمام علوم ظاہری و باطنی اور اول و آخر کو احاطہ کئے ہوئے ہیں اور فوق کل ذی علم علیم کا مصداق ہیں "

دیکھئے یہ وہی تو شیخ ہیں ارے صاحب آپ کو شرم کرنی چاہئے۔ آپ بھرے مجمع میں ایسی خیانت کرتے ہیں۔ آپ اپنے سر سے کفر اٹھائیے۔ ہمارے ستائیس سوالوں کا جواب دیجئے یا اپنے عاجز ہونے کی تحریر دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد خطبہ) ہمارے فاضل مخاطب نے جس قدر سخت الفاظ میرے متعلق کہے ہیں ان کا جواب کچھ نہیں دینا چاہتا ۔

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی
جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

یہ سخت کلامیاں اور بے تہذیبیاں آپ ہی کو مبارک ۔ ہاں اتنا عرض کروں گا ۔ چونکہ آپ حضرات کا دن رات کا مشغلہ بزرگوں کے کلام میں ناجائز خیانت اور قطع برید کرنا ہے اس لئے آپ دوسروں کو بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ اَلْمَرْءُ یَقِیْسُ عَلٰی نَفْسِہٖ ۔ لیکن یاد رکھئے کہ بحمد اللہ اہل حق کو ان حیا سوز کارروائیوں کی ضرورت پیش نہیں آتی۔

شیخ علیہ الرحمۃ کی جس عبارت کے متعلق جناب فرما رہے ہیں کہ وہ نہیں پڑھی ۔ بے شک میں نے نہیں پڑھی۔ کیوں کہ اس کو مسئلہ علم غیب سے اثباتاً یا نفیاً کوئی تعلق نہیں تھا ۔ اس سے صرف اتنا نکلتا ہے کہ ان پانچ چیزوں کا علم اللہ تبارک وتعالٰے اگر کسی بندے کو عطا فرما دے تو اس کو بھی ان کا علم ہو سکتا ہے ۔ اور اس کا انکار کسی کو بھی نہیں ۔ بے شک اگر اللہ تعالٰے کسی مخلوق کو ان پانچ چیزوں کا علم دے دے تو ہو سکتا ہے ۔ لیکن یہ بات کہ کسی کو دیا بھی یا نہیں ، جداگانہ ہے ۔ اب یہ بھی شیخ رح ہی سے دریافت کیجئے کہ آیا کسی کو دیا بھی ہے یا نہیں ؟ تو اس کا جواب حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کے یہاں سے یہی ملے گا کہ۔

" وحق تعالٰے ہیچ کس را از ملائکہ و رسل برآں اطلاع نداده "

" اور اللہ تعالٰے نے کسی کو بھی فرشتوں اور رسولوں میں سے اس کی اطلاع نہیں دی ہے "

اب فرمائیے کہ کس نے خیانت کی اور کون بے حیا اور بے شرم بنا ۔ ؎

ہم الزام ان پہ رکھتے تھے قصور اپنا نکل آیا

اس کے بعد شیخ رح کی ایک اور عبارت پیش کرتا ہوں جس سے اور زیادہ صاف طور پر علم غیب کے متعلق شیخ رح کا عقیدہ معلوم ہو جائے گا ۔ مشکوٰۃ شریف میں بروایت مسلم شریف یہ حدیث ہے۔

عن جابر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول قبل ان یموت بشہر تسألونی عن الساعۃ علمها عند اللہ ۔ الحدیث

ترجمہ ! مروی ہے حضرت جابر رضی اللہ تعالٰے عنہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا حضور اپنی وفات شریف سے محض ایک مہینہ پہلے فرماتے تھے کہ تم لوگ مجھ سے قیامت کا سوال کرتے ہو حالانکہ اس کا علم بس اللہ ہی کو ہے "

اس حدیث کی شرح میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

گفت جابر شنیدم آنحضرت را فرمود پیش از رحلت خود بیک ماہ تسئلونی عن الساعۃ می پرسید مرا از وقت قیام قیامت وانما علمہا عند اللہ ونیست علم بتعیین وقت آں مگر نزد خداوند عزوجل۔ یعنی از وقت وقوع قیامت کبریٰ می پرسید آں خود معلوم من نیست واں را بجز خدائے تعالیٰ نداند"

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضور کی وفات شریف سے ایک ماہ قبل سنا۔ حضور فرماتے تھے کہ تم مجھ سے قیامت کے آنے کا وقت دریافت کرتے ہو حالانکہ اس کے وقت معین کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ یعنی قیامت کبریٰ کے آنے کا وقت خود مجھ کو معلوم نہیں۔ اور اس کو خدا کے سوا اور کوئی نہیں جانتا"

(اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۳۷۰)

اس روایت نے صاف بتلا دیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم وفات شریف سے ایک ماہ قبل تک بھی نہیں تھا۔ چہ جائیکہ اکیاسی[۸۱] روز پیشتر۔ اور شیخ علیہ الرحمۃ کی اس عبارت نے اور زیادہ وضاحت کے ساتھ اس کو بیان کر دیا۔ کیا انہیں شیخ کو کہا جاتا ہے کہ وہ علم غیب کے قائل ہیں ؟

مولوی حشمت علی صاحب : حضرات گرامی ! آپ دیکھ رہے ہیں کہ کل سے برابر مولوی صاحب کا کفر ثابت کیا جا رہا ہے لیکن وہ نہ اس کو اٹھاتے ہیں نہ توبہ کر کے مسلمان ہی ہوتے ہیں۔ ہمارے ستائیس سوال مولوی صاحب پر سوار ہیں ان کو بھی ہاتھ نہیں لگاتے۔ بس وہی مرغی کی ایک ٹانگ "علم غیب، علم غیب" رٹ لیا ہے اسی کو بار بار دہراتے ہیں۔ اور ہم سے کہتے ہیں کہ دلیلیں پیش کرو۔ اچھا میں کہتا ہوں کہ جب آپ کے بڑوں کے نزدیک جانوروں کو بھی علم غیب ہے، شیطان کو بھی علم غیب ہے، تو آپ ۲۸ پہلے ان کے علم غیب کی کوئی قطعی دلیل پیش کر دیجئے اس کے بعد ہم حبیب پاک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی دلیل پیش کر دیں گے۔ اللّٰہُ اَکْبَر ! آسمان پھٹ نہیں جاتا، زمین شق نہیں ہو جاتی، خدا کے محبوب کے علم غیب کا انکار کیا جاتا ہے اور ابلیس مردود ملعون کے علم غیب پر ایمان ہے۔ آہ گدھے، کتے، مکھی، مچھر، بھنگے، پسو کے لئے علم غیب مانا جاتا ہے اور پیارے مصطفیٰ کے علم غیب کا انکار کیا جاتا ہے اور اس پر آیتیں اور حدیثیں پڑھی جاتی ہیں۔

۲۹ : میں مولوی صاحب سے دریافت کرتا ہوں کہ آپ نے تو اپنا عقیدہ یہ بتلایا ہے کہ حضور کو اس قدر علم غیب تھا کہ کسی نبی، کسی ولی، کسی فرشتہ کو بھی نہیں تھا۔ اور آپ کے مولوی گنگوہی صاحب لکھتے ہیں۔

" ہر چہار ائمہ مذاہب و جملہ علماء متفق ہیں کہ انبیاء علیہم السلام غیب پر مطلع نہیں ہیں "[1]

(رسالہ مسئلہ علم غیب ص ۲۰)

لہٰذا ہمیں بتلائیے کہ آپ کا اصل عقیدہ کیا ہے ؟ مولوی صاحب یہ وقت چھپانے کا نہیں ہے۔ اب میرے سوالات انتیس ۲۹ ہو چکے ہیں۔ خدا کے واسطے کسی کا تو جواب دیجئے۔ یا آپ سے بس خدا کے محبوب کا علم عظیم گھٹانے کے لئے آیتیں ہی پڑھنی آتی ہیں۔

۳۰ : میں نے مدارج النبوت کی عبارت پڑھی اس کا آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کا جواب دیجئے لیجئے اب میرے سوالات پورے تیس ۳۰ ہو گئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد خطبہ) محترم بزرگو ! یہ باتیں تو آپ کل سے برابر سن رہے ہیں۔ اور بقدر ضرورت میں ان کا جواب بھی دے چکا ہوں اب جس کے اعادہ کی حاجت نہیں سمجھتا۔ ہمارے مخاطب صاحب جن عقائد کو میری یا میرے اکابر کی طرف منسوب کر رہے ہیں کل ہی عرض کر چکا ہوں کہ وہ کسی مسلمان تو کیا معنی کسی سمجھدار انسان کے بھی نہیں ہو سکتے۔ بحمد اللہ ہمارے اکابر کا دامن تقدس ان خرافات سے بالکل پاک ہے لیکن ناحق کی زبان درازی کا علاج کسی کے پاس نہیں۔ بےحیا باش وہرچہ خواہی کن۔

لیکن بیچارے مولوی صاحب بھی مجبور ہیں آخر کسی طرح دس منٹ بھی پورے کریں آیات واحادیث نہ سہی گالیاں اور افتراءات ہی سہی۔

---

[1] بے شک کسی مخلوق کو غیب پر اطلاع نہیں۔ لیکن اطلاع سے مراد وہ علم ہے جو کسی قوت مدرکہ کے ذریعہ سے بغیر اخبار خداوندی حاصل ہو۔ چنانچہ تفسیر مدارک شریف میں زیر آیت ماکان اللہ لیطلعکم علی الغیب تصریح ہے کہ غیب کی کسی بات پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہیں بلکہ آپ کو من جانب اللہ خبر دی جاتی ہے۔ دونوں باتوں میں نہایت باریک فرق ہے خوب سمجھ لو ۱۲

بہر حال میں موافق تعلیم قرآنی مولوی صاحب کی ان لغویات سے اعراض کرتے ہوئے اصل بحث کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ پانچویں آیت سنئے۔

یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا انک انت علام الغیوب۔ (مائدہ۔ رکوع ۱۴)

جس دن کہ جمع کرے گا اللہ تعالےٰ رسولوں کو۔ پس فرمائے گا ان سے، تم کو کیا جواب دیا گیا۔ عرض کریں گے وہ کہ ہمیں علم نہیں آپ ہی غیب کی باتوں کو جاننے والے ہیں۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت خواجہ مخدوم علی مہائمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

لا علم لنا وان علمنا ظاھر ما قالوا لا نعلم ما فی قلوبھم لانہ غیب وانت مخصوص باحاطۃ المغیبات۔

یعنی انبیاء علیہم السلام فرمائیں گے کہ اگرچہ ہم کو ان کی ظاہری باتوں کی خبر ہے لیکن ہم ان کے دلوں کی حالت کو نہیں جانتے کیوں کہ وہ غیب ہے اور غیب کا احاطہ تیری ہی ذات پاک کے ساتھ خاص ہے۔ (تفسیر تبصیر الرحمٰن)

اصول کا مسئلہ ہے کہ اگر کسی بات پر امت محمدیہ کے مجتہدین متفق ہو جائیں تو پھر کسی کو اختلاف کی گنجائش نہیں رہتی۔ اور یہاں خدا کے دربار میں سارے انبیاء علیہم السلام سیدنا حضرت آدم ؑ سے لے کر خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اس بات پر اجماع کر رہے کہ ہمیں دلوں کے حال کی خبر نہیں۔ آپ ہی غیبوں کے جاننے والے ہیں۔

لیکن افسوس! آج چودھویں صدی میں اس اجماع پیغمبراں کا نہایت زور شور سے خلاف کیا جا رہا ہے پھر یہ اجماع بھی دنیا میں نہیں بلکہ خدا کے دربار میں خداوند تبارک وتعالےٰ کے حضور میں۔ اس اجماع پیغمبراں سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے؟

آپ نے جو مدارج النبوت کی عبارت پڑھی تھی اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ کل شیون وصفات الٰہی اور کل علوم ظاہری وباطنی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا۔ اس لئے کہ شیون وصفات الٰہیہ غیر متناہی ہیں

اسی طرح کل علوم ظاہری و باطنی میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے تمام علوم داخل ہیں اور وہ بھی غیر متناہی ہیں
پس اس بنا پر لازم آئے گا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بھی غیر متناہی ہو اور معاذ اللہ، اللہ تبارک وتعالیٰ کے برابر ہو۔ اور اسی کو آپ کے اعلیٰ حضرت نے بھی کفر لکھا ہے۔ اس لئے شیخ رح کی اس عبارت کا وہ مطلب تو ہو ہی نہیں سکتا۔ لہذا اس کا مطلب بھی یہی ہوگا کہ جو علوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب تھے وہ تمام یہا حضور کو حاصل تھے۔ اور اس کی نظیر خود قرآن عزیز میں موجود ہے۔ ملکہ بلقیس کے متعلق ارشاد ہوتا ہے ”وَاُوْتِیَتْ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ“ اور اس کو ہر چیز دے دی گئی تھی“

ظاہر ہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا بھر کی تمام چیزیں اس کو دے دی گئی تھیں۔ کیونکہ ہمارے فاضل مخاطب ہی اس کے یہاں نہیں تھے، یہ پنڈال بھی یقیناً اس کو نہیں دیا گیا تھا۔ بس جس طرح اس آیت کریمہ کا سب کے نزدیک یہ مطلب ہے کہ جو چیزیں بحیثیت ملکہ وقت ہونے کے اس کی شان کے مناسب تھیں وہ تمام یہا اس کو دے دی گئی تھیں۔ اسی طرح اس عبارت کا بھی یہی مطلب ہے کہ جو علوم بحیثیت سید الانبیاء ہونے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب تھے وہ کل کے کل حضور کو حاصل تھے اور اس کا کسی کو انکار نہیں۔ دوسرے یہ کہ شیخ رح کی عبارت کا اگر وہ مطلب لیا جائے گا تو خود حضرت شیخ رح کے مسلک کے خلاف ہوگا کیوں کہ ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قیامت ہی کا علم نہیں مانتے۔
اس کے بعد میں کہتا ہوں کہ اگر آپ شیخ رح کو مانتے ہیں تو چلئے بس انہی کی تصانیف پر فیصلہ رکھیے۔ ہم اس کے لیے بالکل تیار ہیں۔ کسی کو ثالث مقرر کر کے بس حضرت شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں ہی سے فیصلہ کرا لیجئے۔ میں اس کی تحریر بھی دے سکتا ہوں۔ آپ بھی ایک تحریر لکھ دیں۔

مولوی حشمت علی صاحب: بزرگو! آپ نے دیکھ لیا مولوی صاحب عاجز ہیں۔ میرے سوالات کا ہرگز جواب نہیں دے سکتے۔ میرے تیس سوالات قاہرہ یہ ہیں۔ (اس کے بعد فہرست پڑھ کر سنا دی اور کہا) بیابانوں کا کوئی ذرہ، دریاؤں کا کوئی قطرہ ایسا نہیں جس کا علم حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ہو مولوی صاحب بہت سی آیتیں اور حدیثیں پڑھ چکے ہیں۔ اب میں بھی نمونہ کے طور پر ایک حدیث پڑھ کر سناتا ہوں۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

عن عبد الرحمن بن عائش قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے اپنے رب عزوجل کو بہترین صورت میں دیکھا

رأیت ربی عز وجل فی احسن صورۃ قال فیما یختصم الملأ الاعلیٰ قلت انت اعلم قال فوضع کفہ بین کتفی فوجدت بردھا بین ثدیی فعلمت ما فی السمٰوٰت والارض۔

اس نے فرمایا کہ فرشتے کس چیز میں جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ آپ ہی خوب جانتے ہیں۔ پس اللہ نے اپنا دست قدرت میرے شانوں کے بیچ میں رکھ دیا پس میں نے اس کا اثر اپنے سینے میں محسوس کیا۔ پس میں نے جان لیا اس کو جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔"

اس حدیث شریف سے معلوم ہو گیا کہ حضور کو تمام آسمانوں اور زمین کا علم ہے۔ شیخ محدث دہلویؒ اسی کے تحت میں فرماتے ہیں۔

"پس دانستم ہر چہ در آسمانہا و ہر چہ در زمین بود عبارت است از حصول تمامۂ علوم جزوی وکلی و احاطۂ آں"

یعنی میں نے جان لیا تمام ان چیزوں کو جو آسمانوں اور زمینوں میں تھیں اور اس سے مراد تمام علوم جزوی و کلی کا حاصل ہونا اور اس کا احاطہ کرنا ہے"

مولوی صاحب! میں ایسی حدیثیں بہت سی پیش کر سکتا ہوں۔ لیکن پہلے آپ ہمارے تیس سوالوں کا جواب دیجئے۔ ہم جب علم غیب پر بحث کریں گے۔

مولانا محمد منظور صاحب: (بعد خطبہ مسنونہ)

لائے اس بت کو التجا کر کے
کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے

میں اپنے ان عنایت فرما کا دل سے شکر گزار ہوں جنھوں نے آج آخری وقت اپنی ساری جماعت کی لاج رکھنے کے لئے ہمارے ضدی فاضل مخاطب کو نہ معلوم کس خاص دباؤ سے ادلّہ پیش کرنے پر مجبور کر دیا کاش ہمارے وہ عنایت فرما کل ہی سے اس طرف توجہ فرماتے

ہزاروں ملتوں پہ بھی جفا کی
تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

ہمارے فاضل مخاطب نے مسئلہ علم غیب سے بچنے کے لیے بہت کچھ ہاتھ پیر پھینکے۔ اٹکل سٹکل تیس سوالات کی فہرست بھی تیار کر لی جن کی حقیقت ہر سمجھ دار سمجھ سکتا ہے۔ لیکن جف القلم بما ہو کائن۔ وہی ہوتا ہے جو خدا چاہتا ہے۔ بالآخر جبراً قہراً مسئلہ علم غیب کی طرف آنا ہی پڑا۔

بہرکیف مولوی صاحب نے اپنا دعوےٰ ثابت کرنے کے لیے جو حدیث پڑھی ہے اگرچہ از روئے شرائط مناظرہ مجھ کو اس کا جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ کیوں کہ وہ نص قطعی نہیں ہے۔ اور شرائط میں یہ طے ہو چکا ہے کہ ہر فریق استدلال میں یا کتب عقائد پیش کرے گا یا نصوص قطعیہ۔ لیکن میں بطور احسان مولوی صاحب کی اس دلیل کا جواب دیتا ہوں۔ مگر پہلے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ حدیث کس زمانے کی ہے؟ کیا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات شریف سے محض اکیاسی روز پیشتر یہ فرمایا تھا؟

مولوی حشمت علی صاحب : الحمد للہ! مسلمانوں نے دیکھ لیا کہ میں نے ایک حدیث پیش کی تھی جس کا جواب مولوی صاحب کچھ نہیں دے سکے۔ یہ فرماتے ہیں کہ صاحب نص قطعی نہیں ہے۔ ارے مولوی صاحب! آپ نص قطعی کے معنی بھی نہیں جانتے۔ مجھ سے کہتے ہیں کہ اس حدیث کا زمانہ بتا دو۔ دیکھا تم نے مسلمانو! جب میں نے دلیلیں پیش کرنی شروع کر دیں تو اب مولوی صاحب بھاگتے ہیں۔ ارے صاحب یہاں علم غیب کی بحث ہے یا زمانے کی؟ جو زمانہ آپ بتلا دیں گے وہی ہمیں بھی تسلیم ہے آپ ہی بتا دیجئے کہ یہ حدیث کس زمانہ کی ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) میرے محترم! اس لفاظی سے یہاں کام چلنا دشوار ہے آپ کے یہ ظاہری الفاظ آپ کی لاعلمی پر پردہ ڈالنے کے لئے کافی نہیں۔ یہاں کی پبلک اتنی ناسمجھ نہیں کہ ایسی کھلی ہوئی باتوں کو بھی نہ سمجھے۔ اگر جناب کو اس حدیث کا زمانہ معلوم نہیں ہے تو مجھ کو اس کی تحریر دے دیجئے کہ ہم کو معلوم نہیں جو زمانہ تم بتلاؤ گے وہ ہم کو بھی تسلیم ہو گا۔

مولوی حشمت علی صاحب نے یہ تحریر دی۔

"اس حدیث کا جو زمانہ مولوی منظور حسن صاحب بتلا دیں گے وہ ہم کو بھی تسلیم ہو گا"

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) آپ حضرات ہمارے مخاطب صاحب کی علمی لیاقت

کے نمونے کل سے دیکھ رہے ہیں۔ جب کوئی علمی سوال کیا جاتا ہے تو ہمارے فاضل مخاطب یہی فرماتے ہیں کہ اس کا جواب تم ہی دے دو۔ ہم ہی سائل اور ہم ہی مجیب۔ لیکن ہم اپنے محترم دوست کی خاطر اس کے لئے بھی تیار ہیں ؎

کیوں نہ ٹھہریں ہدفِ ناوکِ بیداد کہ ہم
خود اٹھا لاتے ہیں جو تیر خطا ہوتا ہے

خیر اب میں بتلاتا ہوں کہ یہ واقعہ شب معراج کا ہے۔ اس حدیث کو ابن جریر نے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے اور اس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

فقلت یا رب انک اتخذت ابراھیم خلیلا و کلمت موسیٰ تکلیما و فعلت و فعلت قال الم اشرح لک صدرک الم اضع عنک وزرک الم افعل بک الم افعل فافضیٰ الی اشیاء لم یؤذن لی ان احدثکموھا قال فذالک قولہ فی کتابہ ثم دنیٰ فتدلّٰی فکان قاب قوسین او ادنی فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحی ما کذب الفؤاد ما رای الخ

یعنی حضورؐ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ۔ اے پروردگار آپ نے ابراہیمؑ کو خلیل بنایا۔ اور موسےٰ سے کلام کیا اور یہ کیا اور یہ کیا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کیا ہم نے تمہارا شرح صدر نہیں کیا۔ کیا ہم نے تمہارا بار نہیں اتارا۔ کیا یہ نہیں کیا۔ کیا یہ نہیں کیا۔ پس مجھ کو چند چیزیں بتلائیں جن کو تم سے بیان کرنے کا مجھ کو حکم نہیں دیا گیا۔ پس یہی اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے قرآن عزیز میں۔ ثم دنیٰ فتدلّٰی فکان قاب قوسین او ادنیٰ فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ ما کذب الفؤاد ما رایٰ الخ

اس روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ شب معراج میں پیش آیا ہے۔ اور معراج ہجرت سے بھی پہلے مکہ معظمہ میں ہوئی ہے لہذا یہ حدیث وفات شریف سے سالہا سال پیشتر کی ہوئی۔ اور آپ خود اس زمانہ میں علم غیب نہیں مانتے بلکہ وفات شریف سے محض اکیاسی روز پہلے مانتے ہیں۔ لہذا آپ کے ہی بیان

بیان کردہ مطلب کے اعتبار سے یہ حدیث خود آپ کے مذہب کے ہی مخالف ہے۔ لہذا پہلے آپ خود اس کا جواب دیں اس کے بعد ہم سے جواب لیں ؎

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

مولوی صاحب! کار بوزینہ نیست نجاری۔ دلیل پیش کرنا ہر ایک کا کام نہیں ہے۔ مستدل بننے کے لئے کچھ علم کی بھی ضرورت ہے۔ اور وہ نصیبِ دشمنان۔

مولوی حشمت علی صاحب: لو بھائیو! میں بھی حدیثیں پیش کرتا ہوں۔

۱: عن ثوبان قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله زوی لی الارض حتی رایت مشارقها و مغاربها

حضرت ثوبان رض سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا۔ یہاں تک کہ میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھ لیا۔

○

۲: عن حذیفة رض قال قام فینا رسول الله صلی الله علیه وسلم مقاما ما ترك شیئاً یکون فی مقامه ذالك الی قیام الساعة الاحدث به حفظه من حفظه و نسیه من نسیه۔

حضرت حذیفہ رض سے مروی ہے کہتے ہیں کہ کھڑے ہوئے ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں چھوڑی آپ نے کوئی چیز جو ہونے والی تھی کہ مقام میں قیامت تک مگر یہ کہ آپ نے اس کو بیان کر دیا۔ یاد رکھا اس کو اس نے جس نے یاد رکھا اور بھول گیا اس کو جو بھول گیا۔

○

مولوی صاحب! ہمارے پاس حدیثیں بہت ہیں۔ لیکن پہلے آپ اپنا اسلام تو ثابت کر دیجئے۔ دیکھئے آپ کا کفر ثابت ہو چکا ہے یا تو آپ علماء دیوبند سے علیحدگی ظاہر کیجئے یا توبہ کر کے مسلمان ہو جائیے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ مسنونہ) حاضرین! ہمارے فاضل مخاطب کی اس دلیری کو ملاحظہ فرمائیں۔ باوجودیکہ یہ طے ہو چکا ہے کہ استدلال مسلّمہ کتب عقائد یا نصوص قطعیہ پیش کئے جائیں گے۔ لیکن آپ برابر اخبار آحاد پیش کر رہے ہیں۔ میں جناب مولوی رحم الٰہی صاحب کو توجہ دلاؤں گا کہ وہ اپنے وکیل کو شرائط کی پابندی پر مجبور کریں۔ شرط نمبر ۲ کے الفاظ یہ ہیں۔

"ہر فریق کا فرض ہوگا کہ وہ نفس مسئلہ پر استدلال یا مسلّمہ کتب عقائد اہلسنت سے کرے یا نصوص قطعیہ سے۔ لہٰذا اگر کوئی فریق استدلال میں دوسری قسم اَدِلّہ پیش کرے گا تو فریق مخالف کو حق ہوگا کہ وہ اس کا جواب اس وقت تک نہ دے جب تک کہ مستدل سے یہ تحریر نہ لے کہ "میں اپنا مدعا نصوص قطعیہ اور مسلّمہ کتب عقائدِ اہلسنت سے ثابت نہیں کر سکتا"۔

لہٰذا اس قرارداد کے مطابق میں جناب مولوی رحم الٰہی صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے وکیل کو مجبور کریں کہ وہ استدلال میں نصوص قطعیہ یا کتب عقائد پیش کریں یا مجھ کو تحریر دیں کہ ہم اپنا عقیدہ نصوص قطعیہ اور کتب عقائدِ اہلسنت سے ثابت نہیں کر سکتے۔ اس کے بعد میں پھر ان کی ان دلیلوں کا بھی جواب دوں گا اور انشاء اللہ بتلا دوں گا کہ ان حدیثوں کو آپ کے عقیدہ سے بال برابر بھی تعلق نہیں۔

مولوی حشمت علی صاحب : واہ صاحب واہ! آپ حدیثیں پیش کریں تو وہ نصوص قطعیہ ہو جائیں اور ہم پیش کریں تو وہ نص قطعی نہ ہو۔ یہ کہاں کا قاعدہ ہے پہلے آپ نص قطعی کے معنی تو بتلا دیجئے۔ آپ بے کار وقت ضائع مت کیجئے۔ ہماری دلیلوں کا جواب دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) میں سمجھ نہیں سکتا کہ اس وقت ہمارے فاضل مخاطب نادانفی کی وجہ سے ایسی لاعلمی کی باتیں کر رہے ہیں یا جان بوجھ کر انجان بن رہے ہیں ؎

فان کنت لا تدری فتلک مصیبة

وان کنت تدری فالمصیبة اعظم

میرے محترم! نص قطعی اس کو کہتے ہیں جس کا تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونا یقینی اور قطعی ہو۔ اور اس

کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ قرآن عزیز کی آیت ہو کیوں کہ سارے قرآن عزیز کا تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونا ایسی یقینی اور قطعی ہے کہ جس میں کچھ شبہ نہیں۔ اور اگر آج کوئی شخص قرآن عزیز کی کسی آیت کے متعلق بھی یہ کہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نہیں تو وہ بالاتفاق امت کافر اور مرتد ہے۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی ایسی حدیث ہو جس کے راوی اس کثرت سے ہوں کہ اس کے فرمان رسول ہونے میں کسی قسم کا شبہ نہ ہو۔ یعنی حدیث متواتر ہو۔

اب تک جو دلیلیں آپ نے پیش کی ہیں ان میں نہ کوئی آیت قرآنی ہے نہ حدیث متواتر۔ اب معلوم ہوا جناب کو نص قطعی کس کو کہتے ہیں۔

رہا جناب کا یہ فرمانا کہ تم بھی احادیث پیش کرتے ہو۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بحمد اللہ میں نے استدلال میں ابھی تک کوئی حدیث پیش نہیں کی جو دلیل پیش کی ہے وہ قرآن عزیز کی آیت سے پیش کی ہے۔ ہاں تائید کے طور پر البتہ ضرور دو حدیثیں پیش کی ہیں۔ اگر جناب کو تائید اور استدلال کا فرق معلوم نہ ہو تو کسی پڑھے لکھے سے دریافت کر لیجئے ؎

تعلم اذا کنت لست بعالم — فما العلم الا عند اھل التعلم
تعلم فان العلم ازین للفتی — من الحلة الحسناء عند التکلم

اس کے بعد میں بطور اتمام حجت آپ کی پیش کردہ دونوں دلیلوں کا جواب دیتا ہوں۔ بغور سنئے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی جو روایت جناب نے پیش کی ہے اس سے محض اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ کسی وقت اللہ تبارک وتعالےٰ نے ساری زمین کو سمیٹ کر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشاہدہ کرا دیا۔ ہمیں اس سے انکار نہیں۔ لیکن اس سے تمام ما کان وما یکون کا علم ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ اس سے محض اس قدر لازم آتا ہے کہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مشاہدہ فرمایا تھا اس وقت جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہو اس کا علم ہو گیا ہو۔ اور یہ تمام ما کان وما یکون کا کروڑواں حصہ بھی نہیں۔ اس وقت میں بھی دنیا میں نہیں تھا۔ آپ بھی نہیں تھے۔ یہ پنڈال بھی نہیں تھا۔ پھر ما کان وما یکون میں عرش کرسی، لوح وقلم، ملائکہ وغیرہ سب ہی داخل ہیں اور اس حدیث میں محض زمین کا ذکر ہے۔ پھر جس قدر کا علم لازم آتا ہے اس کا بھی تفصیلی نہیں۔ کیونکہ رویت

دیکھنے کے لئے علم تفصیلی لازم نہیں۔ اس وقت آپ کہہ سکتے ہیں کہ شامیانے میں جس قدر پھول ہیں وہ میں دیکھ رہا ہوں۔ لیکن اگر کوئی آپ سے دریافت کرے کہ اس میں کتنے پھول ہیں؟ تو آپ محض اس دیکھنے کی وجہ سے نہیں بتا سکتے جب تک ان کو شمار نہ کریں۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب مشرکین مکہ کے روبرو حضور نے معراج کا ذکر فرمایا۔ اور بیت المقدس کی سیر کا ذکر کیا تو لبطور امتحان انہوں نے بیت المقدس کے متعلق چند سوالات کئے۔ حضور سرور عالم ؐ فرماتے ہیں کہ ان کے سوالات سے میری طبیعت متردد ہوئی۔ اللہ تبارک وتعالےٰ نے بیت المقدس کو حضور کے سامنے کر دیا۔ حضور اس کو دیکھ دیکھ کر ان کے سوالات کا جواب دیتے تھے۔ پس اگر دیکھ لینا علم تفصیلی کے لئے کافی ہوتا ہو تو دوبارہ بیت المقدس کا کو سامنے کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ معلوم ہوا کہ مشاہدہ کے لئے علم تفصیلی لازمی نہیں۔

اور یہی جواب تقریباً اس معراج والی حدیث کا بھی ہے جس میں فعلمت ما فی السموت والارض آیا ہے۔ اس سے بھی ماکان ومایکون نہیں نکلتا۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت جو کچھ زمین و آسمان میں تھا اس کا علم اجمالی ہو گیا۔ اور ظاہر ہے کہ اس وقت دنیا کی بہت سی چیزیں نہیں تھیں۔ اشعۃ اللمعات کے الفاظ سے خود یہ بات نکلتی ہے کہ محض وہی چیزیں مراد ہیں جو اس وقت موجود تھیں چنانچہ شیخ رح کی عبارت میں لفظ " بود " اس کو بتلا رہا ہے۔ پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ علم تفصیلی ہی ہو۔

تیسری روایت جو آپ نے حضرت حذیفہ رض کی پڑھی ہے اس کا مطلب بھی ہرگز یہ نہیں کہ حضور نے تمام ماکان ومایکون بتلا دیا۔ بلکہ اس کا مطلب یہی ہے کہ قیامت تک جو دین میں فتنے ہونے والے تھے ان سب کو حضور نے بیان فرما دیا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تو بیان کیا ہی نہیں ہوگا کہ شراب اس طرح بنائی جاتی ہے۔ جوا یوں کھیلا جاتا ہے۔ سرقہ یوں کیا جاتا ہے۔ فلاں وقت زید غسل خانہ میں جائے گا۔ فلاں وقت پائخانہ میں۔ فلاں شخص کی داڑھی میں اتنے بال ہوں گے۔ فلاں شخص کے سر پر اتنے بال ہوں گے۔ فلاں وقت سنبھل کے بازار میں گندم کا یہ نرخ ہوگا۔ جو کا یہ نرخ ہوگا۔ فلاں جگہ سیب کا درخت ہوگا اس درخت میں اس قدر پتے ہوں گے۔ ہر پتہ میں اتنی رگیں ہوں گی۔

الغرض میرے نزدیک کوئی عقل مند اس کو گوارہ نہیں کرے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر چڑھ کر دنیا

بھر کی ان خرافات کو بیان کیا ہو۔ حضور کی شان اس سے بہت زیادہ اعلیٰ و ارفع ہے بلکہ یہ کہنا ایک درجہ میں شان نبوت کی توہین کرنا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان خرافات کے بتلانے کے لئے تشریف نہیں لائے تھے۔ حضور سرور عالم خود فرماتے ہیں " من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه " آدمی کے دین کی خوبی یہ ہے کہ وہ غیر مفید باتیں نہ کرے "۔ پس یہ کیسے ممکن ہے کہ دوسروں کو تو بے کار باتوں کے ترک کرنے کا حکم دیں اور خود منبر پر چڑھ کر ایسی بے کار باتیں بیان کریں جس سے نہ کوئی دینی فائدہ ہو نہ دنیوی۔ الغرض یہ عقلاً بھی ناممکن ہے کہ حضور نے اس مجلس میں دنیا بھر کی یہ خرافات بیان کی ہوں۔ اور نقلاً بھی۔ پھر ابو داؤد شریف کی روایت نے اس کو بالکل ہی صاف کر دیا ہے۔ ابو داؤد شریف میں انہی حضرت حذیفہ رضؓ کی یہی روایت ہے اور اس کے الفاظ اس موقعہ پر یہ ہیں۔

" واللہ ما ترك من قائد فتنة يبلغ من معه ثلثمأة فصاعدًا "

یعنی حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم حضور نے اس بیان میں کسی فتنہ پرداز کو نہیں چھوڑا جس کے متبعین تین سو یا زیادہ ہو جائیں گے "

اس روایت سے صاف معلوم ہو گیا کہ حضرت حذیفہ رضؓ کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے بڑے بڑے فتنوں میں سے کوئی ایسا نہیں چھوڑا جس کا ذکر نہ کیا ہو۔ اور یہ ہم کو بھی تسلیم ہے۔ اس کا ایک قرینہ یہ بھی کہ عام محدثین اس حدیث کو کتاب الفتن ہی میں بیان کرتے ہیں۔ دوسرا قرینہ یہ ہے کہ یہی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ قیامت کے علم کی نفی کی بھی روایت کر رہے ہیں۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

سئل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم عن الساعة فقال علمها عند ربی عز وجل لا یجلیها لوقتها الا هو الحدیث۔	جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے وقت کے بارے میں سوال کیا گیا۔ حضور نے فرمایا کہ اس کا علم اللہ ہی کو ہے وہی اس کو اس کے وقت پر ظاہر کرے گا۔
(رواہ احمد)	(روایت کیا اس کو امام احمدؒ نے)

الغرض ان وجوہات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حذیفہ رضؓ کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ حضورؐ نے تمام ماکان و مایکون

کو بیان فرمایا۔ اسی وجہ سے حضرت شیخ عبدالحق صاحب رح اس حدیث کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" یعنی نگذاشت دریں مقام ہیچ چیزے راز وقائع کہ شدنی است تا روز قیامت "

اس سب کے علاوہ یہ کہ ان میں کوئی حدیث بھی ایسی نہیں جس میں اکیاسٹی روز کا ذکر ہو۔ پھر ان کو اپنے دعوے کی دلیل میں پیش کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی قل ھو اللہ شریف پڑھ کر کہہ دے کہ اس سے علم غیب ثابت ہو گیا۔

میں امید کرتا ہوں کہ حاضرین ہمارے مخاطب صاحب کی تینوں دلیلوں کا جواب پوری طرح سمجھ گئے ہوں گے اگر مولوی صاحب نے ان جوابات کی طرف توجہ فرمائی تو بقدر ضرورت پھر عرض کروں گا۔ پانچ آیتیں بحمداللہ میں اپنی طرف سے پیش کر چکا ہوں۔ جن کا جواب ہمارے فاضل مخاطب نے قسم کھانے کو بھی نہیں دیا ہے۔ اب چھٹی آیت سنئے۔

ویقولون متی ھذا الوعد ان کنتم صدقین قل انما العلم عند اللہ وانما انا نذیر مبین ۔الملک ۲۶/۲۵	یہ کفار کہتے ہیں کہ بتلاؤ یہ وعدہ (یعنی قیامت) کب ہوگا۔ کہہ دیجئے اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ اور میں تو بس ڈرانے والا ہوں۔ بیان کرنے والا ہوں۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب جامع البیان ارقام فرماتے ہیں۔

قل انما العلم عند اللہ لا یعلم الا ھو ۔	کہہ دیجئے کہ اس وعدہ کے وقت کا علم اللہ ہی کو ہے۔ اس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

حضرات میں چھ ۶ آیتیں پیش کر چکا ہوں اور مولوی صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر جرأت ہو تو میری دلیلوں پر کلام فرمائیں۔ یا شرائط کی پابندی کرتے ہوئے کوئی نص قطعی پیش کریں۔

مولوی حشمت علی صاحب : حضرات گرامی آپ نے دیکھ لیا میرے سوالات بدستور ہیں۔ مولوی صاحب نے ان کا کوئی جواب نہیں دیا۔ مولوی صاحب کہتے ہیں نص قطعی پیش کر دیجئے۔ میں نمونے کے طور پر، نص قطعی بھی پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وعلمک مالم تکن تعلم وکان	اللہ نے تم کو سکھا دیا جو تم نہیں جانتے تھے۔ اور اللہ

فضل اللہ علیک عظیما۔ کا آپ پر بڑا فضل ہے۔

اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ حضور کو اللہ تعالے نے تمام ما کان و ما یکون کا علم[1] دیا۔ وللہ الحمد۔

اس تقریر پر جلسہ ختم ہو گیا اور دوسرے روز صبح کو ۹ بجے اس طرح جلسہ شروع ہوا۔

مناظرہ کا تیسرا دن

۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ یوم شنبہ

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ مسنونہ) آپ حضرات بار بار سن چکے ہیں کہ اس مناظرہ کا انعقاد مسئلہ غیب کے تصفیہ کے لیے ہوا ہے۔ شرائط میں یہ طے ہو چکا ہے کہ اس مناظرہ کو دوسرے مسائل مختلف فیہا سے کوئی تعلق نہیں ہو گا، بلکہ یہ بھی طے ہو چکا ہے کہ جو فریق مسئلہ غیب سے باہر جائیگا اس کی مسلّم شکست مانی جائے گی۔ (ملاحظہ ہو شرط نمبر ۱ و ۲)

الحمد للہ یہ اقراری شکست تو ہمارے حریف کو پہلے ہی روز سے ہو رہی ہے۔ اور خدا کا فضل ہے کہ ہمارے فاضل مخاطب کی کوئی تقریر ابھی تک ایسی نہیں ہوئی ہے جس میں آپ نے مسئلہ علم غیب سے باہر جانے کی کوشش نہ کی ہو۔ الا ماشاء اللہ۔ بہر حال کل بمشکل تمام ساری جماعت کے مجبور کرنے سے ہمارے مخاطب نے بھی مسئلہ علم غیب کو چھوا ہے اولاً بڑے زور شور سے تین حدیثیں پیش کیں۔ جن کے جواب بحمد اللہ ایسے کافی اور شافی دیتے ہیں کہ مولوی صاحب کو اس کے جواب میں ایک حرف کہنے کی بھی جرأت نہیں ہوئی اور نہ انشاء اللہ العزیز ہو گی۔

اس کے بعد آپ نے چلتے وقت ایک آیت بھی پڑھی تھی۔ اس کے متعلق بھی میرا پہلا سوال یہی ہے جس کا جواب نہ ابھی تک آپ نے دیا ہے اور نہ انشاء اللہ آپ دے سکیں گے۔ یعنی یہ بتلائیے کہ یہ آیت کریمہ کس زمانے

---

[1] اس آیت سے ہرگز یہ معلوم نہیں ہوتا بلکہ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ جو امور دین سے متعلق تھے اور تم ان کو نہیں جانتے تھے ہم نے وہ بتلا دیئے۔ یا یہ کہ اگلے لوگوں کی جو خبریں تم کو معلوم نہ تھیں وہ ہم نے بتلا دیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۱۱۳

ہیں نازل ہوئی ہے ؟ اگر جناب کو معلوم نہ ہو تو دس منٹ خراب کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ سیدھی بات کہہ دیں کہ مجھ کو معلوم نہیں پھر میں انشاءاللہ عرض کروں گا۔

مولوی حشمت علی صاحب : (ایک خطبۂ طولانی کے بعد) حاضرین! آپ نے دیکھ لیا کہ مولوی صاحب کے پاس نہ ہمارے سوالوں کا جواب ہے نہ ہماری دلیلوں کا۔ میں نے تین حدیثیں پیش کیں۔ ہمارے مخاطب صاحب نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ نص قطعی نہیں۔ اب جب میں نے نص قطعی بھی پیش کر دیا اور ایک کراسا کھڑا کر دیا تو اب مولوی صاحب اس کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے اور مجھ سے پوچھتے ہیں صاحب یہ بتا دو کہ یہ آیت کب نازل ہوئی ہے مولوی صاحب یہاں علم غیب پر مناظرہ ہے اس پر نہیں ہے کہ " عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ " کب نازل ہوئی۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) آپ نے جو اس تقریر میں اپنی خاص طرز میں میرے متعلق ایک نہایت گندہ جملہ استعمال کیا ہے اس سے قرآن عزیز کی بھی سخت توہین ہوئی ہے جو ایک سچے مسلمان کے دل کو پاش پاش کر دینے کے لئے کافی ہے۔ خدا توفیق دے تو آپ کو اس سے توبہ کر لینی چاہئے۔ میں اس کی شرح کر کے مسلمانوں کو سمجھانا بھی اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہوں۔ یہ آپ کی دولت آپ ہی کو مبارک۔

اس کے بعد میں آپ کی دلیل کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ بحمداللہ! کل اور پرسوں کی بحث میں یہ بات تو آفتاب نیمروز کی طرح روشن ہو چکی ہے کہ کسی آیت یا حدیث کے متعلق یہ تحقیق و تدقیق کہ وہ کب نازل ہوئی؟ کیوں نازل ہوئی؟ مفسرین اور محدثین نے اس کے متعلق کیا لکھا ہے یہ سب ہمارے ہی حصہ میں آیا ہے۔ ہماری حریف جماعت اس نعمت سے محروم ہے۔

آپ تو کیا چیز ہیں میں آپ کی جماعت کے محدث مولوی رحم الٰہی صاحب کو چیلنج دیتا ہوں کہ جو آیت یا حدیث پیش کی جاوے وہ اس کا زمانۂ نزول و شانِ نزول بتلائیں یا میں بتلاتا ہوں۔ چلئے آج شانِ تحدیث

ؔ یہ ہے رضاخانیوں کا ایمان اور ان کی حیا سوز تہذیب! آیات قرآنی کے ساتھ بھی یہ گستاخیاں۔ اسی ناپاک زبان سے کہا جاتا ہے کہ حضرات دیوبند معاذاللہ توہین کرتے ہیں۔ انصاف! انصاف!! اے اہل انصاف!!! انصاف!!!! الحساب یوم الحساب۔

ہی کا امتحان سہی۔ (اس کو سن کر جب مولوی رحم الٰہی صاحب سرنگوں ہو گئے تو مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا) لیجئے اب میں بتلاتا ہوں کہ۔ یہ آیت سنہ ۴ھ کی ہے (در منثور) اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً سات برس دنیا میں رونق افروز رہے ہیں۔ لہٰذا اس کو آپ کے دعوے سے کوئی تعلق نہیں۔ کیوں کہ آپ کا دعوٰے محض ایکیاسی روز پیشتر کا ہے۔ اس سے پہلے آپ خود اس علم محیط کے، قائل نہیں۔ دوسرے یہ کہ آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے۔

"اللہ تعالےٰ نے سکھلادیا آپ کو جو آپ نہیں جانتے تھے"

اگر آپ کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتے تھے وہ کُل سکھا دیا۔ تو میں دریافت کرتا ہوں کہ آپ خود اس کے قائل کیوں نہیں۔ جب آیت کریمہ آپ کے نزدیک کل کو ثابت کرتی ہے تو پھر آپ کو محدود کرنے کا کیا حق ہے؟

ہم پر تو یہ افتراء کہ معاذ اللہ علم نبوی گھٹانے کے لئے آیات کے معنی بدلتے ہیں اور اپنا یہ حال کہ بقول خود آیت کریمہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام علوم غیر متناہیہ ثابت کرے اور آپ محض ابتداء آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت و دوزخ کا علم محیط مانیں جو اس کا کروڑواں حصہ بھی نہیں۔ کہئے! کس نے علم گھٹایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور کون اقراری وہابی بنا؟ ع

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

اور اگر کہا جائے کہ آیت کریمہ کا یہ مطلب ہے کہ جن علوم کثیرہ کی تعلیم اللہ تعالےٰ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مناسب تھی وہ تمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھا دیئے گئے تو وہ ہمارا عین مذہب ہے لہٰذا ہمارے مخالف نہیں اور آپ کو مفید نہیں۔ کیوں کہ آپ کا دعوٰے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک کا علم تفصیلی محیط حاصل تھا۔ اور اس کا اس آیت کریمہ میں پتہ نشان بھی نہیں۔ بہرکیف آپ کی یہ دلیل دعوٰے پر منطبق نہیں۔

تیسرے یہ کہ اگر آپ کے نزدیک یہی الفاظ اس علم محیط کے ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں تو مجھے خطرہ ہے کہ کہیں آپ اپنی جدت پسند طبیعت سے کفار دشمنان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی یہ علم غیب نہ ثابت

کرنے لگیں۔ کیوں کہ یہی الفاظ قرآن عزیز میں ان کے حق میں بھی استعمال کئے گئے ہیں۔ سورۃ انعام میں یہود کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔ " وعلمتم مالم تعلموا انتم ولا اباء کم " اور سکھلا دیا گیا تم کو جو نہیں جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادے " (الانعام ۶ ، ۹۱)

تو کیا اب آپ ان دشمنان رسول کے لئے بھی یہ علم محیط مانیں گے۔ پھر تو آپ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ہی خوش کیا۔ اگرچہ مجھ کو ابھی اس آیت کریمہ کے متعلق بہت کچھ عرض کرنا ہے۔ کیوں کہ یہ آپ کے استاذ العلماء مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی کی مایہ ناز دلیل ہے۔ لیکن سر دست اسی قدر پر اکتفاء کرتا ہوں۔

اس کے بعد ساتویں آیت اور پڑھتا ہوں جس سے آفتاب نیمروز کی طرح معلوم ہو جائے گا کہ جمیع ماکان و مایکون میں سے بعض چیزیں ایسی بھی ہیں جن کا علم اللہ تعالےٰ نے اپنی ذات پاک کے لئے خاص کر لیا ہے اور مخلوق میں سے کسی کو اس کا علم نہیں عطا فرمایا۔ قال اللہ تعالےٰ۔

وعنده مفاتح الغيب لا يعلمها الا هو۔ الآیۃ (الانعام ۶ ، ۵۹)	اسی کے علم میں ہیں مفاتح الغیب، نہیں جانتا ان کو اس کے سوا کوئی۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں خود حضرت سرور کائنات فخر موجودات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مفاتح الغيب خمس لا يعلمها الا الله ان الله عنده علم الساعة و ينزل الغيث ويعلم ما فى الارحام وما تدرى نفس ماذا تكسب غدا وما تدرى نفس باى ارض تموت ان الله عليم خبير۔	مفاتح الغیب پانچ چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اللہ تعالےٰ ہی کو قیامت کا علم ہے۔ اور وہی (اپنے علم سے) نازل کرتا ہے بارش کو اور وہی جانتا ہے اس کو جو رحم مادر میں ہوتا ہے اور کسی کو خبر نہیں کہ میں کل کیا کروں گا۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ کہاں مروں گا۔ اللہ ہی جاننے والا خبردار ہے۔
رواه البخارى عن ابن عمر رضى الله تعالى عنه۔	روایت کیا اس کو امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے۔

اس روایت سے صاف معلوم ہوگیا کہ اس آیت کریمہ میں مفاتح الغیب سے یہ پانچ چیزیں مراد ہیں۔ اب حضورؐ کے ارشاد کے مطابق آیت کریمہ کا یہ مطلب ہوگیا۔

"اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہیں یہ پانچوں چیزیں۔ اس کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا"

اصول تفسیر میں یہ مسئلہ طے ہوچکا ہے کہ اگر کسی آیت کریمہ کی تفسیر خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو جائے تو اس کے مقابلہ میں کسی کی تفسیر مسموع نہ ہوگی۔ اور جو تفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر سے ٹکرائے گی وہ ہرگز تسلیم نہیں کی جائے گی بلکہ ٹھکرا دی جائے گی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت میں صحابہ رضؓ کا مرتبہ ہے۔ لہٰذا اگر کسی آیت کریمہ کی تفسیر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے کلام سے دیکھا جائے گا۔ پس اگر اس کی تفسیر کسی صحابی رضؓ سے پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے تو اس کے مقابلہ میں غیر صحابی کی تفسیر قابل اعتبار نہ ہوگی۔

الحمد للہ کہ اس آیت کریمہ کی تفسیر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے جیسا کہ بخاری شریف کی روایت سے معلوم ہوگیا۔ اور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے بھی۔ چنانچہ سید المفسرین سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مفاتح الغیب کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

هن خمس ان الله عنده علم الساعة و ينزل الغيث الاية (در منثور)	مفاتح الغیب وہی پانچ چیزیں ہیں جو لقمان کی آیت میں مذکور ہیں۔ (در منثور)

اسی کے قریب قریب حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھی الفاظ ہیں۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ قرآن دانی میں صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی جماعت میں جس طرح سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خصوصیت حاصل ہے اسی طرح حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ایک امتیاز حاصل ہے۔ ان کو قرآن دانی کی سند خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سرکار سے ملی ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔

سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول خذوا القران من اربعة	میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے حاصل کرو (علم) قرآن ان چار سے عبد اللہ

من عبد الله ابن مسعود و سالم و معاذ و ابی بن کعب۔ | بن مسعود سے اور سالم اور معاذ اور ابی بن کعب سے۔

نیز اسی بخاری شریف میں خود حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان موجود ہے۔

واللہ الذی لا الہ غیرہ ما انزلت سورۃ من کتاب اللہ الا انا اعلم این انزلت ولا آیۃ من کتاب اللہ الا انا اعلم فیما انزلت ولو اعلم احدا اعلم منی بکتاب اللہ تبلغنیہ الابل لرکبت الیہ۔ | قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ نہیں نازل ہوئی کوئی سورۃ قرآن عزیز کی مگر میں جانتا ہوں کہ وہ کہاں نازل ہوئی ہے۔ اور نہیں نازل ہوئی کوئی آیت قرآنی مگر مجھ کو علم ہے کہ وہ کس بارے میں نازل ہوئی ہے اور اگر میں سمجھتا کسی کو اپنے سے زیادہ قرآن دان اور پہنچا سکتے مجھ کو وہاں تک اونٹ تو البتہ میں سوار ہی ہو کر اس کے پاس پہنچتا۔

حاضرین کو ان دونوں روایتوں سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرآن عزیز کی تفسیر میں کس درجہ خاص امتیاز حاصل ہے۔

پس جب اس آیت کریمہ کی یہ تفسیر خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عبد اللہ ابن عباس و حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ثابت ہو گئی۔ تو اب کسی مدعیٔ اسلام کو سرتابی کی گنجائش نہیں۔ من شآء فلیؤمن و من شآء فلیکفر قد تبین الرشد من الغی۔

حق آفتاب نیمروز کی طرح ظاہر ہو چکا۔ اب جس کا جی چاہے سرکار ابد قرار آقائے نامدار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا غلام اور صحابہ رضہ کا سچا تبع بن کر نجات ابدی حاصل کرے۔ اور جس کا جی چاہے آنکھیں بند کر کے جہنم کا راستہ لے۔ اللہ کی حجت تمام ہو چکی۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

مولوی حشمت علی صاحب : آپ نے اپنی تقریر میں یہ کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کے مقابلہ میں ہر ایک کی تفسیر ٹھکرا دی جائے گی۔ میں اس کی تحریر لینا چاہتا ہوں۔

مولانا محمد منظور صاحب : میں نے یہ عرض کیا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر

سے جو تفسیر ٹکرائے گی وہ ہرگز تسلیم نہیں کی جائے گی بلکہ ٹھکرا دی جائے گی۔ اسی کی میں تحریر بھی دے سکتا ہوں۔

اس کے بعد اس مضمون کی تحریر بھی دے دی گئی۔

مولوی حشمت علی صاحب : مولوی صاحب! آپ توبہ کیجئے آپ نے یہ صریح کلمۂ کفر کہا ہے۔ اجی صاحب! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تو خدا کی تفسیر بھی ہے آپ اس کو بھی ٹھکرا دیں گے۔ اور جب آپ تفسیر کو ٹھوکر ماریں گے تو کیا قرآن شریف میں ٹھوکر نہیں لگے گی۔ قرآن شریف بھی تو تفسیر میں لکھا ہوا ہوتا ہے آپ کو توبہ کرنی چاہئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد خطبہ) حضرات میں نے عرض کیا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر سے جو تفسیر ٹکرائے گی وہ ہرگز تسلیم نہیں کی جائے گی۔ بلکہ ٹھکرا دی جائے گی۔ ہمارے فاضل مخاطب فرماتے ہیں کہ یہ صریح کلمۂ کفر ہے تجھ کو اس سے توبہ کرنی چاہئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے فاضل مخاطب صاحب اس تفسیر کو بھی سینہ سے لگائیں گے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر سے ٹکرائے گی۔ یاللعجب! زبانی محبت کا دعوے تو ایسا لمبا چوڑا اور دل کی یہ حالت۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۰

میرے محترم آپ کی شریعت میں یہ کلمہ، کلمۂ کفر ہوگا ہمارے نزدیک تو یہ عین ایمان ہے۔ قرآن عزیز فرماتا ہے۔

فلا و ربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت و یسلموا تسلیما۔ (النسآء ۴=۶۵)	یہ لوگ اس وقت تک مومن کہلانے کے مستحق نہیں جب تک آپ کے فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم نہ کریں۔ اور دل و زبان سے آپ کے منقاد و مطیع نہ ہوں۔

ایک آیت کے معنی جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دیئے تو اب اگر کوئی شخص اس کے خلاف معنی بیان کرے تو ایک مومن کا فرض ہے کہ وہ ان کو ہرگز تسلیم نہ کرے بلکہ ٹھکرا دے۔ ہاں یہ ایک ہی کہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کے سوا خدا کی تفسیر بھی ہے۔ مہربان من! آپ کے نزدیک خدا اور

خدا کے رسول جل جلالہٗ و صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیریں دو دو ہوں گی۔ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر ہے وہی خدا کی ہے۔ قرآن عزیز نے ببانگ دہل فرما دیا۔

"و ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی"

مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

جناب کا یہ فرمانا کہ "جب تفسیر میں ٹھوکر ماری جائے گی تو قرآن شریف میں بھی ٹھوکر لگے گی" آپ کی علمیت پر بھی کافی روشنی ڈالتا ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک ان کا غذ اور پٹھوں کا نام تفسیر ہے۔

مہربان من! تفسیر کے معنی ہیں قرآن شریف کے معانی کو کھولنا اور بیان کرنا۔ (دیکھو حواشی جلالین شریف وغیرہ) اور اس کا نہ ماننا ہی اس کو ٹھکرا دینا ہے۔ ٹھکرا دینے سے جوتی کی ٹھوکر مراد لینا آپ کی خوش فہمی ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالے عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر میرے قول کو حدیث صحیح کے مخالف پاؤ تو اس کو دیوار پر مار دو۔ تو شاید جناب تو اپنی خوش فہمی سے یہی سمجھیں گے کہ قول امام کوئی ڈھیلا یا پتھر ہوگا جس کو دیوار پر پھینک دیا جائے گا ؏

بریں عقل و دانش بباید گریست

اسکے بعد گزارش ہے کہ میں نے جناب کی دلیل پر جو اعتراضات کئے ہیں ان کے جوابات سے سبکدوش ہو جئے۔ اور اگر ان اعتراضات کا لاجواب ہونا جناب کو بھی تسلیم ہو تو پھر دوسری دلیل پیش کیجئے۔

مولوی حشمت علی صاحب: لیجئے اب آپ کی دلیلوں کا جواب دیتا ہوں۔ آپ نے جو ابھی آیت پڑھی ہے اس میں علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے۔ حضور کو ان پانچوں چیزوں کا علم بعطائے خداوندی حاصل تھا مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صعد احدا و ابو بکر و عمر

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ تعالے عنہم

وعثمان فرجف بهم فضربه برجله فقال اثبت احد فانما عليك نبي وصديق وشهيدان۔

ایک روز احد پہاڑ پر تشریف لے گئے وہ ہیبت سے لرزنے لگا۔ حضرت نے ایک ٹھوکر ماری اور کہا رک جا۔ کیوں کہ تجھ پر ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

اگر آپ کو آئندہ کے واقعات کا علم بعطاء الٰہی بھی نہیں تھا تو پھر آپ نے حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی شہادت کی خبر کیسے دے دی۔ اسی مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

عن سهل ابن سعدؓ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يوم خيبر لاعطين هذه الراية غدا رجلا يفتح الله على يديه الحديث۔

یعنی حضور نے غزوۂ خیبر کے روز یہ فرمایا کہ میں یہ جھنڈا کل ایک ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا الخ

دیکھئے اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ حضور کل کی ہونے والی باتوں کو بھی جانتے تھے۔

نیز ایک آیت پیش کر چکا ہوں اور دوسری اب سنئے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وما هو على الغيب بضنين۔ اور نہیں ہیں وہ غیب پر بخیل۔

یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب کی باتیں بتلانے میں بخیل نہیں۔ پیارے مسلمانو! جب جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خود علم غیب نہ ہو گا وہ دوسروں کو غیب کی باتیں کیا بتلائیں گے۔ لہٰذا اس آیت سے بھی معلوم ہو گیا کہ حضور کو علم غیب[1] تھا۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد از خطبہ) حضرات گرامی! میں نے اپنے فاضل مخاطب سے

---

[1] اس آیت کریمہ سے علم محیط ثابت کرنا محض نادانی ہے۔ اس کا مطلب تو صرف یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو باتیں ہم بذریعہ وحی تعلیم فرماتے ہیں وہ ان کے بتلانے میں بخیل نہیں۔ تفسیر مدارک میں ہے۔ وما محمد على الوحي ببخيل ...... ولا يكتم شيئا مما اوحى اليه ۱۲

عرض کیا تھا کہ آپ کی پیش کردہ دلیل پر میں نے جو تین اعتراض کئے تھے اگر ہو سکے تو ان کے جوابات دیجئے اور اگر ان کا لاجواب ہونا آپ کو بھی تسلیم ہو تو دوسری پیش کیجئے۔ الحمد للہ کہ ہمارے مخاطب صاحب نے ان کا لاجواب ہونا خود ہی تسلیم کر لیا۔ اور اس استدلال سے ایسی دست برداری دی کہ قسم کھانے کو بھی کسی اعتراض کا جواب نہیں دیا۔ پس حاضرین اس سے اندازہ کر لیں کہ ہمارے مخالفین کے دلائل کتنے زبردست ہیں۔ اور یہ اس دلیل کا حال ہے جس پر مولوی نعیم الدین صاحب کو ناز ہے ؎

بس قیاس کن زگلستان من بہار مرا

اب میں مولوی صاحب کی دوسری دلیل کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اس دلیل پر بھی میرے تین اعتراض ہیں اگر ہو سکے تو نمبر وار جواب دیجئے۔

۱ : اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب پر بخیل نہیں ہیں" میں دریافت کرتا ہوں کہ آپ کے نزدیک اس سے کل مغیبات مراد ہیں یا بعض۔ اگر کل مراد ہیں تو آپ خود کیوں کل مغیبات کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہیں مانتے اور کیوں حضور کے علم کو محدود کرتے ہیں۔ اور اگر بعض مراد ہیں تو ہمارے مخالف نہیں۔ لہٰذا اس آیت کریمہ کو ہمارے سامنے پیش کرنا اپنی جہالت کا ثبوت دینا ہے۔

۲ : آپ کا دعوےٰ یہ ہے کہ ابتداءِ آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک کے کل واقعات جزئیہ و کلیہ کا علم تفصیلی محیط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔ اور اس آیت کریمہ میں نہ ابتداءِ آفرینش کا ذکر ہے نہ دخول جنت و دوزخ کا لہٰذا دلیل دعوے پر منطبق نہیں۔

۳ : آپ کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ علم محیط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات شریف سے محض اکیاشی روز پیشتر عطا فرمایا گیا اور یہ آیت کریمہ ہجرت سے بھی پہلے مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اور اس کے نزول کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دس بارہ سال سے بھی زیادہ دنیا میں رونق افروز رہے ہیں۔ پس اگر اس آیت کریمہ سے یہ علم محیط ثابت ہو گا تو ہجرت سے پہلے بھی ماننا پڑے گا۔ اور اس کے آپ خود بھی قائل نہیں۔

اس وقت انہی تین اعتراضوں پر اکتفا کرتا ہوں۔ اگر آپ نے کچھ توجہ فرمائی تو پھر ان شاء اللہ العزیز ثابت کروں گا کہ یہی آیت کریمہ اس کو بتلا رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز وہ علم غیب نہیں تھا جس

کے آپ حضرات قائل ہیں۔ لیکن اس کا کیا علاج کہ آپ بجائے جواب دینے کے اپنے استدلال ہی سے دستبردار ہو جاتے ہیں۔ اس مرتبہ آپ نے خلاف عادت میری پیش کردہ دلیل کی طرف بھی توجہ فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے نہ عطائی کی۔ اور ان پانچوں چیزوں کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعطائے خداوندی حاصل تھا۔

الحمد للہ کہ یہ جناب کو بھی تسلیم ہے کہ اس آیت کریمہ میں ان پانچوں چیزوں کے علم کی نفی کی گئی ہے۔ اب ہمارا، آپ کا یہ نزاع رہا کہ آپ کے نزدیک محض علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے اور میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ عطائی کی بھی نفی ہے۔

قرآن عزیز نے مومن کی یہ شان بتلائی ہے کہ وہ اپنے سارے اختلافات کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول جل جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کرائے۔ اس لئے بس ہم بھی اپنے اس نزاع کا فیصلہ آقائے نامدار مدینہ کے تاجدار ص کے دربار سے کرائیں۔ لیکن یاد رہے کہ اس عالی دربار کے ناطق فیصلہ کے بعد اگر ذرا بھی چون وچرا کی گئی تو بس ٹھکانا جہنم ہی ہے۔ سنئے۔ درمنثور میں ہے۔

اخرج سعید بن منصور و احمد و البخاری فی الادب عن ربعی بن حراش رضی اللہ تعالی عنہ قال حدثنی رجل من بنی عامر انہ قال یا رسول اللہ هل بقی من العلم شیء لا تعلمه قال لقد علمنی اللہ خیرا و ان من العلم مالا یعلمه الا اللہ الخمس ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیۃ

درمنثور ج ۵ ص ۱۶۹

روایت کیا ہے سعید بن منصور اور امام احمد اور امام بخاری نے ادب المفرد میں حضرت ربعی بن حراش رض سے۔ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حدیث بیان کی ایک شخص نے بنی عامر میں سے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا علم میں سے کوئی ایسی بات باقی رہ گئی ہے جس کو آپ نہ جانتے ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھ کو بہت کچھ خیر سکھایا اور بہ تحقیق ابھی علم میں سے وہ بھی ہے جس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ؛ وہی پانچ چیزیں ہیں (اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے بطور استشہاد سورہ لقمان کی وہی آیت پڑھی

ان اللہ عندہٗ علم الساعۃ الآیۃ۔

کہیئے کیا اس روایت کے بعد بھی کسی باایمان کو گنجائش رہتی ہے کہ وہ کہے کہ محض علم ذاتی کی نفی کی ہے عطائی کی نہیں۔ بحمد اللہ اس حدیث شریف نے صاف بتلا دیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس آیت کریمہ سے علم عطائی کی نفی سمجھی ہے۔ لیکن آپ کے مولوی نعیم الدین صاحب "الکلمۃ العلیا" میں لکھتے ہیں کہ: "اس آیت سے علم عطائی کی نفی نکالنا ظلم ہے۔"

جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ معاذ اللہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظالم تھے۔ سیدنا حضرت عبد اللہ بن عباس رضؓ۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضؓ۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ظالم تھیں کیوں کہ انہوں نے بھی ان پانچوں چیزوں کے علم عطائی کی نفی کی ہے۔

کہاں ہیں حضرات علماء دیوبند اور مولوی محمد اسماعیل صاحب شہید رحؒ کو برا کہنے والے آئیں۔ اور مولوی نعیم الدین صاحب کی اس دریدہ دہنی کو ملاحظہ فرمائیں کیسے کیسے جلیل القدر صحابی رضؓ حتی کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ظلم کا مرتکب بتا رہے ہیں۔ افسوس آج انہیں مولوی نعیم الدین صاحب کو کہا جاتا ہے استاذ العلماء، فقیہ الہند اور چناں اور چنیں ؎

کار شیطاں میکند نامش ولی
گر ولی ایں است لعنت بر ولی

لہ اس لئے کہ سائل کا سوال علم عطائی ہی کے متعلق تھا۔ کیوں کہ وہ مسلمان تھا۔ اور حضور کے متعلق علم ذاتی کا احتمال کسی مسلمان بالخصوص صحابی رضؓ کو ہرگز نہیں ہو سکتا۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے یہی معلوم ہوتا ہے جیسے کہ خط کشیدہ الفاظ سے ظاہر ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ رضا خانی روئداد میں بھی اس کو تسلیم کر لیا گیا ہے کہ اس حدیث میں علم عطائی کی نفی ہے۔ مگر بایں ہمہ آیت کے متعلق بھی لکھا گیا ہے کہ اس میں صرف ذاتی کی نفی ہے۔ ناظرین غور فرمائیں کہ یہ روئداد نویس صاحب کی بدحواسی نہیں تو اور کیا ہے ۱۲

جبل اُحد اور غزوۂ خیبر کی جو دو حدیثیں آپ نے پیش کی ہیں ان سے جزوی علم ثابت ہوتا ہے۔ ہم کو اس سے انکار نہیں۔ ہمارا دعوےٰ یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں کا علم کلی مخلوقات میں سے کسی کو عطا نہیں فرمایا گیا۔ یہ حدیثیں اس کے مخالف نہیں۔ الحمدللہ کہ جو دلیل آپ نے پیش کی تھی اس کا بھی شافی جواب ہو گیا اور میری دلیل کے متعلق جو گہرافشانی فرمائی تھی اس کی حقیقت بھی معلوم ہو گئی۔ والحمدللہ رب العٰلمین۔

مولوی حشمت علی صاحب : آپ کہتے ہیں کہ ان حدیثوں سے جز ثابت ہوتا ہے کل ثابت نہیں ہوتا (۳۱)۔ بتلایئے جز کسے کہتے ہیں۔ (۳۲)۔ اور کل کی کیا تعریف ہے۔ (۳۳)۔ کل اور جز میں کون سی نسبت ہے۔ آپ نے میری دلیل پر اعتراض کیا تھا کہ دلیل دعوے پر منطبق نہیں۔ (۳۴)۔ بتلایئے دلیل کسے کہتے ہیں۔ (۳۵)۔ دعوے کسے کہتے ہیں۔ (۳۶) اور ان دونوں میں کیا فرق ہے۔ آپ بار بار مغیبات مغیبات بولتے ہیں۔ (۳۷) بتلایئے یہ کیا لفظ ہے مَغیبات یا مُغیبات۔ (۳۸) اور کیا صیغہ ہے۔ (۳۹) اور اس میں کیا تعلیل ہوتی ہے۔؟

ہمارے تیس سوال آپ پر پہلے سوار ہیں اور نو یہ ہوئے۔ اب پہلے آپ ان انتالیس ۳۹ جبال قاہرہ کو اپنے سر سے اتار دیجئے اس کے بعد علم غیب پر دلیلیں پیش کیجئے۔

صاحبو! میں علم غیب پر دو آیتیں پیش کر چکا ہوں۔ اب تیسری اور پیش کرتا ہوں۔

عالم الغیب فلا یظھر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول۔ خدا عالم الغیب ہے نہیں اطلاع دیتا اپنے غیب پر کسی کو مگر جس کو پسند کر لے اپنے رسول سے [1]

---

[1] اور بعینہٖ یہی جواب ان روایات کا ہے جو ان پانچوں چیزوں کا علم ثابت کرنے کے لئے رضاخانی روئداد میں جابجا مولوی احمد رضا خان صاحب وغیرہ کے رسالوں سے بڑھائی گئی ہیں۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت امام مہدی کے پیدا ہونے کی خبر دینا یا حضرت فاطمہ زہرا رضی کے یہاں فرزند کے تولد کی خبر دینا۔ یا مقتولین بدر کی قتل گاہیں دکھانا۔ یا قبل از قیامت ایک عالمگیر بارش کی خبر دینا۔ وغیرہ وغیرہ۔ غرض ان تمام روایات کا جواب اسی قدر کافی ہے کہ ان سے صرف جزئیات کا علم ثابت ہوتا ہے اور اس کے ہم بھی قائل ہیں۔ ہمارا دعویٰ صرف یہ ہے کہ ان پانچوں چیزوں کا علم کلی کسی کو نہیں دیا گیا۔ خوب سمجھ لو۔ (بقیہ حاشیہ برصفحہ آئندہ)

جب حضور بھی پسندیدہ رسول ہیں تو پھر ان کو بھی اطلاع دی ہوگی۔ لہذا آپ عالم الغیب ہوئے۔

مولانا محمد منظور صاحب : (بعد خطبہ) حضرات میں نے عرض کیا تھا کہ مولوی نعیم الدین صاحب مرادآبادی کی تحریر سے لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظالم ہوں۔ ہمارے فاضل مخاطب نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔

اب انہی مولوی نعیم الدین صاحب کا دوسرا فتویٰ ملاحظہ ہو۔ جس کا نشانہ محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہیں بلکہ سارے انبیاء علیہم السلام ہیں۔ آیت کریمہ یوم یجمع اللہ الرسل الآیۃ پر کلام فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"اس سے استدلال نہ کیا جائے کیوں کہ اس قسم کے انکار سوءِ ادب پر محمول ہوتے ہیں"

اور چونکہ یہ انکار تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ہے تو مولوی نعیم الدین صاحب کی اس عبارت کے مطابق معاذ اللہ کل انبیاء علیہم السلام بے ادب اور گستاخ ہوتے۔

ہمارے بعض بھولے بھالے بھائی کہا کرتے ہیں کہ علماء دیوبند کی عبارتوں میں کچھ بے ادبی اور گستاخی تو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ؎ یہاں غیب سے وہی غیوب مراد ہیں جن کو رسالت سے کچھ تعلق ہو۔ تفسیر ابوالسعود جو بعض حیثیات سے تفاسیر اہلسنت میں بہترین تفسیر ہے۔ اس میں ہے ای رسولا ارتضاہ للاطلاع علی بعض غیوبہ المتعلقۃ برسالۃ ..... تعلقاً تاما ..... اما لکونہا مبادی رسالۃ ..... او لکونہا ارکانہا و احکامہا و اما مالا یتعلق بہا علی احد الوجہین من الغیوب اللتی من جملتہا وقت قیام الساعۃ فلا یظہر علیہا احداً ابداً۔

یعنی ان غیوب پر پسندیدہ رسول کو اطلاع دیتا ہے جو اس کی رسالت سے پورا پورا تعلق رکھتے ہیں۔ خواہ اس طور پر کہ وہ معجزہ ہونے کی حیثیت سے رسالت کے موقوف علیہ ہوں۔ یا اس طور پر کہ وہ رسالت کے احکام وارکان میں سے ہوں۔ اور جن غیوب کا تعلق رسالت سے نہ ہو۔ جیسے قیامت کا وقت خاص۔ پس اس پر کبھی کسی کو اطلاع نہیں دیتا۔

ہو گی ہی۔ آخر مولوی احمد رضا خاں صاحب اور ان کے موافقین نے بلا وجہ تو ان کو بے ادب اور گستاخ بتایا ہی نہیں ہو گا۔ کیا وہ اپنی اس اٹکل سے یہاں بھی کام لیں گے۔ اور یہاں بھی یہی کہیں گے کہ صاحب انبیاء علیہم السلام نے کچھ نہ کچھ تو بے ادبی اور گستاخی کی ہی ہو گی تو بلا وجہ مولوی نعیم الدین نے بے ادب اور گستاخ بتایا ہی نہ ہو گا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مسلمانو! جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ظالم۔ اور تمام انبیاء علیہم السلام کو بے ادب اور گستاخ بتائے اس سے کیا بعید ہے کہ حضور کے غلاموں کو کافر، مرتد بتاتے۔ یہ ہے ان لوگوں کا ایمان جس پر دوسروں کی تکفیر کی جارہی ہے۔ مولوی صاحب دیکھا کافروں کا کفر یوں ثابت ہوتا ہے۔

آپ نے شمار بڑھانے کے لئے جو تیسری دلیل پیش کی ہے اس پر بھی میرے تین اعتراض ہیں۔

۱: اگر آپ کے نزدیک اس کا یہ مطلب ہے کہ کل غیب پر برگزیدہ رسول کو اطلاع دی جاتی ہے۔ تو آپ کے مذہب کے بھی مخالف ہے۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ بعض مغیبات پر اطلاع دی جاتی ہے جیسا کہ تفسیر مدارک و معالم التنزیل و ابو السعود وغیرہ میں لکھا ہے تو ہمارے مخالف نہیں۔

۲: آیت کریمہ میں ابتدائے آفرینش اور دخولِ جنت و دوزخ کا ذکر نہیں۔ اور وہ آپ کے دعویٰ میں داخل ہے۔

۳: آیت کریمہ میں اکیاسی یا بیاسی روز کا کچھ پتہ نشان نہیں بلکہ یہ آیت بھی مکی ہے لہذا آپ کے عقیدہ سے محض بے تعلق ہے۔

آپ دلیلوں کی شمار بڑھا کر میری نقل اتارنا چاہتے ہیں۔ مہربان من! علمی باتوں کی نقل کے لئے بھی کچھ علم کی ضرورت ہے۔ کار بوزینہ نیست بخاری ؎

وللزنبور والبازی جمیعا ۔۔۔ لدی الطیران اجنحۃ وخفق

ولکن بین ما یصطادہ باز ۔۔۔ وما یصطادہ الزنبور فرق

آپ مجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ کُل اور جزو کی کیا تعریف ہے اور اس میں کیا نسبت ہے۔ دلیل اور دعوے کی کیا تعریف ہے اور ان میں کیا فرق ہے یہ لفظ مغیبات ہے یا مُغیبات۔ یہ سوالات کسی مناظر کے سامنے

پیش کرنے کے نہیں کسی طالب علم سے دریافت کیجئے گا۔ اور اگر اس وقت جواب لینے کا شوق ہے تو بحمد اللہ اس وقت بھی وہ طلبہ موجود ہیں جو آپ کے ان سوالات کے جوابات دینے کی اور اسی قسم کے دو چار سوال آپ سے بھی کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ اگر آپ فرمائیں تو تھوڑی دیر کے لئے انہی کو کھڑا کر دیا جائے۔ اور اگر مجھ سے ہی دریافت کرنا ہے تو مناظر کی حیثیت سے نہیں طالب علم کی حیثیت سے سوالات کیجئے اور جوابات لیجئے۔

مولوی حشمت علی صاحب : آپ لوگوں نے دیکھ لیا کہ چھ سوال میں نے منطق کے کئے تھے۔ مولوی صاحب ان کا کچھ جواب نہیں دے سکے اور یہ فرماتے ہیں کہ طالب علم بن کر سوال کرو۔ ارے مولوی صاحب! آپ ہمیں شاگرد بنانا چاہتے ہیں۔ آپ کے بڑوں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شاگرد بنایا ہے۔ آپ کے مولوی خلیل احمد صاحب نے لکھا ہے[1] کہ حضور کو اردو زبان دیوبندیوں سے سیکھ کر آگئی۔ (۴۰) بتائیے کہ جو شخص حضور کو دیوبندیوں کا شاگرد بتائے اس نے حضور کی توہین کی یا نہیں؟ اور وہ کافر ہوا یا نہیں[2]؟

اتالیس سوال ہمارے پہلے تھے اور ایک یہ ہوا۔ آپ ان چالیس سوالوں کا جواب دیجئے۔ حاضرین! اب ہمارے مخاطب صاحب کا اسٹاک تو خالی ہو گیا۔ اب مجھ سے دلیلیں سنئے۔ میں علم غیب پر تین دلیلیں پیش کر چکا ہوں چوتھی یہ ہے۔

ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب — نہیں ہے اللہ اس واسطے کہ تمہیں اطلاع دے غیب پر

---

[1] یہ حضرت مرحوم پر افترا محض ہے جس کی جزا رضا خانیوں کو انشاء اللہ مرنے کے بعد قبر میں اور حشر کے بعد جہنم میں ملے گی اور اگر کسی احمق نے یہ مضمون اس خواب سے تراشا ہو جو براہین کے ص۲۶ پر درج ہے تو یہ اس کی حماقت ہے جس سے حضرت مولانا بری ہیں اول تو اس کے اور اس کے مضمون سے کوئی نسبت نہیں۔ دوسرے یہ کہ عالم رؤیا پر اس عالم کے احکام جاری کرنا اصول شریعت سے ناواقفی ہے۔ بعض حضرات اولیاء کرام سے مروی ہے کہ انہوں نے خواب میں جناب اللہ تبارک وتعالیٰ کو مجسم دیکھا ہے۔ ان پر کیا فتوے ہوگا۔ مزید تفصیل اور رضا خانیوں کے اس بہتان کا دندان شکن و دہاں دوز جواب حضرت مولانا محمد منظور صاحب مدظلہ کی کتاب "سیف یمانی" میں ملاحظہ ہو ۱۲

[2] بیشک کافر بلکہ اکفر ہے لیکن یہ تو فرمائیے کہ بریلی کے پاگل خانہ کے سوا ایسی بکواس کرنے والا کہیں ملے گا بھی یا نہیں؟ ۱۲

ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء — لیکن وہ چن لیتا ہے جس کو چاہتا ہے اپنے رسولوں میں سے [1]۔

پانچویں دلیل سنئے۔ قرآن شریف میں ہے۔ " خلق الانسان علمہ البیان "

معالم التنزیل میں ہے۔

ای خلق محمدا صلی اللہ علیہ وسلم وعلمہ البیان ماکان وما یکون۔

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا اور جو کچھ کہ ہو چکا اور جو کچھ کہ ہو گا اس سب کا علم ان کو عطا فرمایا [2]۔

اس تقریر پر جلسہ برخاست ہو گیا۔ اور شام کو اس طرح مناظرہ شروع ہوا۔

مولانا محمد منظور صاحب: (بعد خطبہ مسنونہ) حاضرین کرام! اس مبارک جلسہ کا یہ آخری اجلاس ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اس کے بعد آپ حضرات کو حق و باطل میں امتیاز کرنے کا ایسا موقع نہ ملے لہذا میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ حضرات اس وقت انتہائی توجہ سے کام لیں اور یہ تمیز کریں کہ کس کے ہاتھ میں قرآن عزیز ہے احادیث نبویہ کس کی حقانیت کی شہادت دے رہی ہیں۔ صحابہؓ و تابعین و دیگر سلف صالحین رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین کا دامن کس کے ہاتھ میں ہے۔ نام کی دلیلیں تو ہر باطل سے باطل فرقہ کے پاس ہوتی ہیں۔ لیکن قابل قبول دلیل وہی ہوتی ہے جو عقل و نقل کی کسوٹی پر کسنے کے بعد اس قابل ثابت ہو۔ آپ حضرات مشاہدہ فرما رہے ہیں کہ اس وقت

---

[1] اس سے علم محیط ثابت کرنا محض جہالت ہے۔ تفسیر جامع البیان میں ہے۔ ولکن اللہ تعالی یجتبی من رسلہ من یشاء فیخبرہ ببعض المغیبات، ص ۶۴۔ یعنی اللہ تعالے برگزیدہ رسولوں کو بعض غیوب کی خبر دیتا ہے۔

[2] یہ تفسیر نہایت مرجوح ہے۔ چنانچہ صاحب معالم نے بہت سے اقوال نقل کرنے کے بعد آخر میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اور خازن نے بلفظ " قیل " اس کو تعبیر کیا ہے جو اعلیٰ درجہ کے ضعف کی دلیل ہے۔ اس کی واضح تفسیر وہ ہے جو جلالین شریف میں مذکور ہے یعنی اللہ تعالے نے جنس انسان کو پیدا فرمایا اور اس کو گویائی دی۔

تک ہمارے فاضل مخاطب نے جس قدر نام نہاد دلیلیں پیش کی ہیں بحمد اللہ ان کے کئی کئی جوابات دیئے گئے ہیں جن پر ہمارے فاضل مخاطب صاحب کو ایک حرف کہنے کی بھی جرأت نہیں ہوئی اور نہ انشاء اللہ العزیز ہو گی اور خاکسار نے اہلسنت کی طرف سے جو ادلّہ قاہرہ پیش کئے ہیں بفضلہ تعالےٰ ہمارے فاضل مخاطب قسم کھانے کو بھی ان کا کوئی جواب نہیں دے سکے۔

میں نے آیت کریمہ وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ پیش کی اور تفسیر مدارک سے اس کے معنی بیان کئے۔ وہ بحمد اللہ لاجواب رہی۔ بعد ازاں میں نے

یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا انک انت علام الغیوب۔

پیش کی اور اس کی تفسیر حضرت خواجہ مخدوم علی مہائمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے یہ بیان کی کہ ہمیں دلوں کا حال معلوم نہیں۔ وہ بحمد اللہ اس وقت تک لاجواب ہے اور انشاء اللہ العزیز قیامت تک لاجواب رہے گی۔ ان کے علاوہ میں نے چار آئتیں کل اور بھی پیش کی تھیں وہ بھی بحمد اللہ اس وقت تک لاجواب ہیں۔ آج ساتویں آیت صبح پیش کی تو ہمارے مخاطب صاحب نے بڑی جرأت کر کے فرمایا کہ اس میں علم ذاتی کی نفی ہے۔ الحمد للہ کہ میں نے خود آنحضرت سرور کائنات فخر موجودات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ثابت کر دیا کہ عطائی کی بھی نفی ہے۔ اور پھر حضرت عبد اللہ بن عباس وحضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے اقوال سے بھی اس کا ثبوت دیا جس کے جواب میں ہمارے مخاطب صاحب ایک حرف بھی نہ کہہ سکے۔ صبح آخری تقریر میں آپ نے شمار بڑھانے کے لئے دو دلیلیں پیش کی تھیں۔ جن میں سے پہلی کا بعینہٖ وہی مضمون ہے جو آپ کی تیسری دلیل کا تھا۔ لہذا جو تین اعتراض خاکسار نے اس پر وارد کئے تھے وہ یہاں بھی وارد ہوتے ہیں۔ اس لئے پہلے ان اعتراضات کے جوابات دے کر اس دلیل کو اپنے دعوے پر منطبق کیجئے بغیر اس کے ان آیات کریمہ کو اپنے دعوے کی دلیل میں پیش کرنا بالکل ایسا ہی ہوگا جیسے کہ کوئی شخص علم غیب کے ثبوت میں قل ہو اللہ شریف پڑھ کر سنا دے۔

علیٰ ہذا آپ کی پانچویں دلیل بھی دعوے پر منطبق نہیں۔ کیوں کہ اگر اس تفسیر کو دوسرے ملتزم الصحۃ، مفسرین کی تفسیروں کے مقابلہ میں صحیح اور راجح بھی تسلیم کر لیا جائے تو زیادہ سے زیادہ اس سے یہ ثابت ہوگا

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالےٰ نے تعلیم فرما دیا جو کہ ہو چکا اور جو کہ ہو گا۔ لہٰذا یہاں بھی وہی سوال وارد ہو گا کہ اس سے کل مراد ہے یا بعض۔ اگر کل مراد ہے تو تمہارے بھی مخالف۔ اور بقول مولوی احمد رضا خان صاحب محال عقلی وشرعی۔ اور اگر بعض مراد ہے یعنی وہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب ہے تو وہ ہمارے مخالف نہیں وہ بعینہٖ ہمارا مذہب ہے۔

دوسرے یہ کہ یہ آیت کریمہ بھی مکی ہے لہٰذا اگر بفرض اس سے یہ علم محیط ثابت ہو تو ہجرت سے بھی پہلے ماننا پڑے گا اور آپ وفات شریف سے محض اکیاسی روز قبل مانتے ہیں۔ مولوی صاحب! یہی دو تین اعتراض بحمد اللہ آپ کی ساری دلیلوں کا خاتمہ کر دینے کے لئے کافی ہیں۔ اگر کسی دلیل میں کچھ نبض باقی ہو تو فرمائیے تاکہ کچھ اور عرض کر دیا جائے۔ اس کے بعد اب آٹھویں دلیل سنئے۔ اللہ تعالےٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرماتے ہیں

یسئلک الناس عن الساعۃ قل انما علمھا عند اللہ الآیۃ (احزاب۔ رکوع ۸) — لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں قیامت کے (وقت خاص) کے بارہ میں فرما دیجئے۔ بس اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔

اسی آیت کے تحت میں تفسیر جلالین شریف میں ہے ای انت لا تعلمھا یعنی تم اس کو نہیں جانتے۔ نویں دلیل سنئے۔

وعندہ علم الساعۃ والیہ ترجعون (زخرف پارہ ۲۵۔ رکوع ۶) — بس اسی کو ہے قیامت کا علم اور اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔

تفسیر جامع البیان میں ہے۔ وعندہ علم الساعۃ لا عند غیرہ یعنی اسی کے پاس ہے علم قیامت نہ اس کے غیر کے پاس" (ص ۴۰۸)

دسویں دلیل ملاحظہ ہو۔

الیہ یرد علم الساعۃ (الآیۃ) (حم السجدہ: ۴۱ = ۴۷) — اللہ ہی کی طرف پھیرا جاتا ہے قیامت (کے وقت) کا علم۔

اس آیت کے تحت میں علامہ جلال الدینؒ فرماتے ہیں۔ لا یعلمہ غیرہ " اس کے سوا کسی

کو کوئی نہیں جانتا ؛ (ص ۳۹۸)

معلوم ہوا جناب کو کہ اہلسنت کے خزانۂ عامرہ میں ابھی کیسے کیسے اُدِلّہ قاہرہ ہیں۔ ذرا جواب دینے کی تو ہمت کیجئے۔ ابھی تو دس ہی آیتیں پیش کی گئی ہیں اگر آپ نے ہمت کی اور وقت ملا تو انشاء اللہ چالیس آیات کریمہ سے آپ کے اس خانہ ساز عقیدہ کی حقیقت واشگاف کی جائے گی۔

صبح آپ نے جزو کل، دعوی و دلیل کی تعریفات دریافت کرکے اپنی منطق دانی پر بھی کافی روشنی ڈالی تھی جس کی داد اگر آپ ہمت کرتے تو طلبہ ہی سے اچھی ملتی۔ لیکن خیر آپ کی منطق دانی تو ان سوالات ہی سے معلوم ہوگئی اب میں ایک بات دریافت کرتا ہوں جس کو کچھ معمولی سا تعلق منطق سے بھی ہے۔ آپ سے تو سوال سمجھنے کی بھی امید نہیں۔ لہذا مولوی رحم الٰہی صاحب سے گزارش ہے کہ وہ جواب مرحمت فرمائیں لیکن جواب سے پہلے درو کی بشرط لاشیٔ اور لابشرط شیٔ والی بحث کو بھی یاد کرلیں۔

سوال یہ ہے کہ۔ آیت کریمہ " فلا یظھر علی غیبہ احدا الایۃ " و آیت کریمہ " ماکان اللہ لیطلعکم علی الغیب الایۃ " میں سلب عموم ہے یا عموم سلب یا سلب خصوص اور بہر تقدیر استثناء متصل ہے یا منقطع ؟

مولوی رحم الٰہی صاحب کے علاوہ اگر کوئی اور صاحب بھی جواب دینے کا شوق رکھتے ہوں تو ان کو بھی اجازت ہے۔

جناب نے صبح کی تقریر میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مرحوم مغفور پر ایک بہتان یہ گھڑا تھا کہ معاذ اللہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علماء دیوبند کا شاگرد بتایا ہے۔ یہ آپ کا جیتا جاگتا افتراء ہے۔ اگر میں ایسی ہی حیا داری پر اتر آؤں تو کہہ سکتا ہوں کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے خدائے قدوس کو اپنا شاگرد بتایا ہے۔ آپ کو خدا کا خوف کرنا چاہئے دنیا میں ہمیشہ رہنا نہیں ہے۔

مولوی حشمت علی صاحب : آپ حضرات دیکھ رہے ہیں کہ میرے سوالات چالیس ہوچکے ہیں مولوی صاحب ان کا کچھ جواب نہیں دیتے۔ ارے مولوی صاحب آپ یہاں جواب دیں یا نہ دیں آپ کو خدا کے یہاں جواب دینا پڑے گا۔ کیا آپ کو گنگوہی، تھانوی صاحبان کی محبت حضور سے زیادہ ہے ؟ آپ کہتے ہیں

کہ حشمت علی نے ہماری دلیلوں کا کچھ جواب نہیں دیا۔ اب میں آپ کی سب دلیلوں کا جواب دیتا ہوں۔ آپ نے "وماعلمناہ الشعر" پڑھی تھی اس کا میں نے کل ہی جواب دے دیا تھا کہ "یہاں شعر سے شعر منطقی مراد ہے اور علم سے ملکہ مراد ہے"

"یوم یجمع اللّٰہ الرسل" کا مطلب آپ نے نہیں سمجھا وہ تو انبیاء علیہم السلام بطور ادب کے انکار فرمائیں گے۔ ورنہ ان کو علم تو ظاہر و باطن دونوں کا ہے۔ باقی جو آیات آپ نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے پڑھی ہیں ان سب میں علم ذاتی کی نفی ہے۔

اب لیجئے مجھ سے دلیلیں۔ سنئے قرآن شریف میں ہے۔

"لتکونوا شہداء علی الناس و یکون الرسول علیکم شہیدا" (بقرہ ۱۴۳)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور اپنی امت کے اعمال کی شہادت دیں گے۔ پس جب تک آپ کو علم نہ ہو گا شہادت کیسے دے سکتے ہیں۔ لہذا اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ حضور کو امت کے تمام اعمال کی خبر رہتی ہے۔ اور سنئے! قرآن شریف میں ہے۔

ماکان حدیثا یفتری ولکن تصدیق الذی بین یدیہ وتفصیل کل شئ۔ یہ کتاب کوئی گھڑی ہوئی کتاب نہیں۔ اس میں اگلی کتابوں کی تصدیق اور ہر شئ کی تفصیل ہے[1]۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن شریف میں ہر چیز کی تفصیل ہے تو آپ کو بھی ہر چیز کا علم ہو گا۔

آپ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا رحم الٰہی صاحب قبلہ مدظلہ میرے سوالات کا جواب دیں۔ ارے مولوی صاحب وہ تو ہمارے استاد ہیں۔ میرے سامنے تو آپ کا یہ حال ہے وہ تو آپ کی دھجیاں اڑا دیں گے۔ مولوی صاحب آپ کا خصم تو میں ہوں آپ کو ان سے کیا واسطہ۔ بتلائیے عام کسے کہتے ہیں، خاص کی کیا تعریف ہے۔ اور ان میں کون

---

[1] مفسرین اہلسنت نے اس آیت کے تحت میں تصریح فرمائی ہے کہ یہاں "کل شئ" سے وہی چیزیں مراد ہیں جن کا علم دینی حیثیت سے ضروری ہے۔ چنانچہ تفسیر جلالین شریف ص ۳۱۸ پر ہے "کل شئ یحتاج الیہ فی الدین" یہی مضمون تفسیر جامع البیان۔ تفسیر مدارک۔ تفسیر کبیر۔ تفسیر بیضاوی وغیرہ میں بھی موجود ہے ۱۲

سی نسبت ہے۔؟

حاضرین! آپ یاد رکھیں میرے سوالات تینتالیس ۴۳ ہو چکے۔ مولوی صاحب نے کسی کا بھی جواب نہیں دیا ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب: حاضرین جلسہ! میرے منہ میں بھی زبان ہے۔ میں بھی اپنے اندر ایک نفس رکھتا ہوں۔ مولوی صاحب کی سخت کلامی کے جواب میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ بھی میری عنایت ہے کہ میں نے مولوی رحم الٰہی صاحب کی پیرانہ سالی پر رحم کر کے آپ کو ان کی بجائے قبول کر لیا ہے۔ ورنہ درحقیقت میں مولوی رحم الٰہی صاحب کا خصم تھا اور آج سے تقریباً چار ماہ قبل تین روز برابر درؤ میں مولوی رحم الٰہی صاحب کا خصم رہا ہوں اور اب آپ کا خصم ہوں۔ یہاں آپ سے مناظرہ محض دن میں کرتا ہوں اور وہاں مولوی رحم الٰہی صاحب سے رات میں بھی کیا کرتا تھا۔ خود مولوی صاحب موصوف اس کی شہادت دے سکتے ہیں۔ لیکن واللہ میں اس بوقیانہ طرز گفتگو کو ہرگز اپنی شان کے شایان نہیں سمجھتا۔ یہ بازاری باتیں آپ ہی کو مبارک۔ لہٰذا میں اس کا انتقام خدا کے سپرد کر کے حافظ شیرازی کی زبان میں وہی عرض کروں گا ؎

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی

جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

اس کے بعد جناب کی دلیلوں کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ پہلی آیت سے بقول آپ کے محض یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی ذریعہ سے اعمال امت کی اطلاع ہوتی ہے۔ حاضرین غور فرمائیں کہ اس کو ہمارے مخاطب صاحب کے دعوے سے کیا تعلق ہے۔ دعوےٰ تو اتنا طویل وعریض کہ دنیا کے ذرہ ذرہ کا سمندر کے قطرہ قطرہ کا۔ درختوں کے پتہ پتہ کا۔ دریاؤں کی مچھلی، مینڈک۔ اور زمین کے ہر ایک کیڑے مکوڑے کی ہر حرکت وسکون کا۔ حتیٰ کہ پاخانہ وپیشاب وغیرہ وغیرہ کا علم تفصیلی محیط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات شریف سے اکیاسی روز قبل عطا فرما دیا گیا۔ اور دلیل یہ کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اعمال امت کی اطلاع کسی طریقہ سے ہوتی ہے۔ پھر یہ بات جدا گانہ ہے کہ یہ اطلاع کب ہوتی ہے۔ اجمالی ہوتی ہے یا تفصیلی۔

معزز حاضرین! غور فرمائیں کہ ہمارے فاضل مخاطب اس وقت کیسی بے صحیح الحواسی سے کام لے رہے ہیں۔

دوسری دلیل آپ کی یہ ہے کہ قرآن شریف کے بارے میں تفصیلا لکل شئی فرمایا گیا ہے

اس دلیل پر بھی میرے تین اعتراض ہیں۔

۱ : اگر آپ کے نزدیک اس کا یہ مطلب ہے کہ قرآن شریف میں ہر چیز کی تفصیل ہے خواہ وہ ادنیٰ ہو، یا اعلیٰ، دین سے متعلق ہو یا دنیا سے، شان نبوت کے مناسب ہو یا غیر مناسب۔ تو آپ خود اس کے قائل نہیں ہیں آپ محض ان اشیاء کا علم مانتے ہیں جو ابتدائے آفرینش عالم سے لیکر آخرت تک عالم وجود میں آئیں نہ اس سے قبل کی اشیاء کا نہ اس سے بعد کی اشیاء کا۔ لہٰذا اس صورت میں یہ آیت آپ کے بھی مخالف ہوئی۔

۲ : جس طرح اس آیت کریمہ میں قرآن عزیز کے بارہ میں تفصیلا لکل شیئ فرمایا گیا ہے اسی طرح توریت کے متعلق بھی سورۃ انعام میں ارشاد ہے۔

ولقد اتینا موسی الکتاب تماما علی الذی احسن وتفصیلا لکل شیء الآیۃ (الانعام ۶ ع ۱۵)

پس آپ کے اصول پر لازم آئے گا کہ علوم قرآن وعلوم توریت برابر ہوں۔ اور قرآن شریف میں کوئی بات توریت سے زیادہ نہ ہو۔ اور یہ یقیناً کفر ہے۔

۳ : پھر یہ بھی لازم آئے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف بس حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہما السلام کے برابر ہو زیادہ نہ ہو۔ اور یہ بھی کفر ہے۔

اس کے بعد میں چاہتا ہوں کہ جناب نے جو میرے ادلّہ پر گہر افشانی فرمائی ہے اس کے متعلق بھی اختصار کے ساتھ کچھ عرض کردوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ شعر سے مراد بس شعر منطقی ہے اور علم سے مراد محض ملکہ ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ غلط اور محض غلط ہے۔ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کی غلطی پر شاہد ہیں۔ تفسیر ابن کثیر میں بروایت حضرت حسن بصری رح روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز اس طرح شعر پڑھ رہے تھے

کفی بالاسلام والشیب للمرء ناھیا

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت یہ شعر اس طرح ہے۔

کفی الشیب والاسلام للمرء ناھیا

لیکن حضور نے پھر اسی طرح پڑھنا۔ (علی مافی الدر المنثور)

یہ دیکھ کر صدیق اکبر رض و فاروق اعظم رض نے فرمایا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں وہ خود فرماتا ہے "وماعلمناہ الشعر وما ینبغی لہ"

اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ اس آیت کریمہ میں شعر سے وہی مراد ہے جس کو عام اہل عرب شعر کہتے ہیں نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ محض ملکہ کی نفی نہیں۔ کیوں کہ ملکہ کو شعر گوئی میں دخل ہوتا ہے نہ کسی کا شعر نقل کرنے میں۔

آپ فرماتے ہیں کہ "یوم یجمع اللہ الرسل الایۃ" کا تم نے مطلب نہیں سمجھا۔ مہربانم! میں عرض کر چکا ہوں کہ میرے نزدیک اپنی طرف سے کسی آیت کا مطلب بیان کرنا حرام ہے۔ میں نے اس آیت کا جو مطلب بیان کیا تھا وہ سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہ کا بیان کردہ ہے۔ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ حضرت ابن عباس رض کی تفسیر نقل فرماتے ہیں۔ "انما قالوا لاعلم لنا الخ" یعنی انبیاء علیہم السلام نے جو اللہ تعالے کے سوال کے جواب میں یہ فرمایا کہ "ہم کو علم نہیں" اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ان کے ظاہر و باطن دونوں کو جانتے ہیں اور ہم کو بس ان کی ظاہری باتوں کی خبر ہے لہذا آپ کا علم ان کے بارہ میں زیادہ نافذ ہوگا الخ۔ اور اس مطلب کے متعلق لکھتے ہیں۔

"ھو الاصح وھو الذی اختارہ ابن عباس رض"

کہ یہی زیادہ صحیح ہے اور یہی حضرت ابن عباس رض کا مختار ہے"

معلوم ہوا جناب کو کہ وہ مطلب کس عالی ذات کا بیان کردہ ہے؟ مسلمانو! اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صدیق اکبر رض و فاروق اعظم رض۔ و ابن عباس رض۔ و ابن مسعود رضی اللہ عنہم کی اتباع کا نام ہی نا سمجھی اور گمراہی ہے تو شاہد رہو کہ اس نا سمجھی اور گمراہی کے ہم سو جان سے خریدار ہیں۔ آپ کو آپ کے مولوی نعیم الدین صاحب مبارک ہوں اور ہم کو یہ حضرات قدسی صفات۔ ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارا حشر بھی ان کے غلاموں میں کرے۔

قیامت وغیرہ کے علم متعلق آپ کا یہ فرمانا کہ محض علم ذاتی کی نفی ہے آپ ہی کی جرأت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفس نفیس اور صحابہ کرام و تابعین عظام تو ان آیات سے علم عطائی کی نفی فرمائیں (جیسا کہ

میں ثابت کر چکا ہوں) اور آپ ان حضرات کے مقابلہ میں فرماتے ہیں کہ محض علم ذاتی کی نفی ہے۔

اب گیارہویں دلیل سنئے۔ اللہ تعالےٰ سورۂ مدثر میں فرماتا ہے۔

"وما یعلم جنود ربك الا هو" (المدثر ۷۴، ۳۱)

"اللہ کے لشکروں (کی تعداد) کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا"

بارہویں دلیل ملاحظہ ہو۔

"یسئلونك عن الساعة ایان مرسٰها فیم انت من ذکرٰها الی ربك منتهٰها ۝" (والنّٰزعٰت ۷۹، ۴۲ تا ۴۴)

مدارک التنزیل میں ہے۔

"الی ربك منتهٰها، منتهی علمها متی تکون لا یعلمها غیره"

یعنی وقت قیامت کے علم کی انتہاء اللہ تعالیٰ پر ہوتی ہے۔ اس کے سوا اس کو کوئی نہیں جانتا۔ اور اسی کی مثل جلالین شریف میں ہے۔

مولوی حشمت علی صاحب: حضرات آپ نے سنا! مولوی صاحب کہتے ہیں کہ حضور ؐ کو شعر کا علم نہیں تھا۔ میں ثابت کرتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کا علم تھا۔ بخاری شریف میں ہے کہ غزوہ حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شعر پڑھا ؎

انا ابن عبد المطلب انا النبی لا کذب

جب آپ کو شعر کا علم نہ تھا تو حضور ؐ نے یہ شعر کیسے پڑھا۔ آپ کہتے ہیں کہ حضور ؐ کو دلوں کا حال معلوم نہیں۔ دیکھئے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رح لکھتے ہیں کہ حضور ؐ کو اپنے امتیوں کے ایمان کے درجوں کی بھی خبر ہے اور حضور ؐ کو معلوم ہے کہ کون کس درجہ کا مخلص ہے۔ بتائیے! شاہ عبدالعزیز صاحب رح سچے ہیں، یا ابن عباس رضؓ؟[1]

---

[1] جس وقت مولوی حشمت علی نے حضرت ابن عباس رضؓ کی شان میں گستاخانہ کلمات بولے تھے تمام مسلمانوں کے رونگٹے کھڑے

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

آپ کہتے ہیں کہ حضورؐ کو قیامت کا علم نہیں تھا اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحؒ لکھتے ہیں کہ قیامت کا علم حضورؐ کو حاصل تھا۔ بتلائیے آپ کی مانیں یا شاہ عبدالعزیز صاحب کی۔ ہاں آپ تو کہہ ہی چکے ہیں کہ حضورؐ کی تفسیر کے مقابلہ میں ساری تفسیریں ٹھکرا دی جائیں گی۔ لہٰذا شاہ صاحب کی اس تفسیر کو بھی ٹھکرا دیجئے۔ مولوی صاحب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی ہمارے پاس بہت سی دلیلیں ہیں۔ لیکن پہلے آپ اپنا اسلام تو ثابت کر دیجئے۔

میں مسلمانوں کے سنانے کے لئے ایک اور آیت پڑھتا ہوں۔

"ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء" (النحل ۱۶، ۸۹)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں ہر چیز کا واضح بیان ہےؐ لہٰذا حضورؐ ہر چیز کے عالم ہوئے۔ آپ بار بار کہتے ہیں کہ دنیا کی باتوں کا علم حضور کی شان کے مناسب نہیں۔ ارے صاحب میں پوچھتا ہوں کہ آپ کے نزدیک ان چیزوں کا علم اللہ کے لئے بھی مناسب ہے یا نہیں؟ یا آپ کے نزدیک اللہ کو بھی ان باتوں کا علم نہیں۔ مولوی صاحب میرے سوالات پچاس کے قریب ہو چکے ہیں اب جلسہ ختم ہونے کو ہے خدا کیواسطے کسی کا تو جواب دیجئے۔ پھر ہم اور آپ کہاں ملیں گے۔

مولانا محمد منظور صاحب: (بعد خطبہ) برادران ملت! یہ میری آخری تقریر ہے۔ سب سے پہلے میں شعر گوئی کے اس بہتان عظیم کا جواب دینا چاہتا ہوں۔ جو ہمارے فاضل مخاطب نے نص قطعی کی مخالفت کرتے ہوئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گھڑا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کے اس بہتان نے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ہو گئے تھے۔ بلکہ بہت سے رضاخانیوں کو بھی سخت ناگواری ہوئی تھی۔ مگر خود مولوی حشمت علی پر کوئی اثر نہ تھا اور باوجود حضرت مولانا محمد منظور صاحب کی تذکیر کے آخر وقت تک مولوی حشمت علی نے ان الفاظ سے توبہ نہ کی۔ اللہ برا کرے اس ضد اور ہٹ کا کہ یہ انسان کو راہ حق سے دور لے جاتی ہے ۱۲

لہ یہاں بھی وہی اشیاء مراد ہیں جن کی احتیاج دینی معاملات میں ہوتی ہے۔ مدارک میں ہے۔ تبیانا لکل شیء من امور الدین۔ جلالین ص ۲۲۲ میں ہے یحتاج الناس الیہ من امور الشریعۃ وکذا فی جامع البیان ص ۲۲۳۔ اور ایسا ہی تفسیر کبیر میں ہے ۱۲

مذہب مقدس کی مضبوط بنیادوں کو ہلا دیا ہے۔ اب آپ سے سبق حاصل کر کے دنیا بھر کے کفار کہہ سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاعر تھے اگر انہوں نے یہ فصیح و بلیغ قرآن بنالیا ہو تو کیا عجب ہے۔

مولوی صاحب! یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ دنیا سے اب حامیان اسلام اٹھ گئے۔ اس گئی گزری حالت میں بھی دین الٰہی کے ایسے خادم موجود ہیں جو دانا دشمنوں کی ان چیرہ دستیوں سے مذہب مقدس کی حفاظت کرنے کے لئے اگر اپنے ہاتھ میں تلوار نہیں تو منہ میں زبان رکھتے ہیں۔

سنئے۔ بخاری شریف سے جو ایک موزوں کلام آپ نے پڑھا ہے اس کو شعر کہنا ہی حماقت ہے۔ اصطلاح اہل عربیت میں اس قسم کے موزوں کلاموں کو رجز کہا جاتا ہے۔ دیکھو فتح الباری شرح بخاری وغیرہ۔ نیز عام مفسرین نے بھی اسی آیت کے تحت میں اس کی تصریح فرمادی ہے۔ علاوہ ازیں یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی وزن توڑ کر پڑھا تھا تاکہ شعر کی بو بھی نہ رہے۔ اور مخالفین اسلام کو لب کشائی کی گنجائش ہی نہ رہے۔ تفسیر مدارک شریف میں ہے۔ علیٰ انہ علیہ السلام فتح الباء فی کذب وخفض الباء فی المطلب[۱]۔

آپ نے اپنی اس تقریر میں سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی توہین کر کے ہم مسلمانوں کا جو دل دکھایا ہے اس کا انتقام ہم اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔ وہ تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں حضور تو عام صحابہ رض کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

"من اذاھم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ ومن اذا اللہ فیوشک ان یاخذہ اللہ"

لیعنی جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھ کو ایذا دی۔ اور جس نے مجھ کو ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔ اور جس نے اللہ تعالےٰ کو ایذا دی قریب ہے کہ وہ اس کو دبوچ لے"

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رح پر آپ کا یہ افتراء ہے کہ وہ خلاف قرآن وحدیث قیامت کے وقت کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حاصل مانتے ہیں۔ تفسیر عزیزی میں حضرت شاہ صاحب رح نے

---

[۱] یعنی رسول علیہ السلام نے کَذِب کی بَا کو زبر پڑھا اور مطلب کی بَا کو زیر پڑھا۔ جس سے کلام غیر موزوں ہو گیا ۱۲

تصریح فرمائی ہے کہ۔ قیامت کے وقت کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔[۱]

اس کے بعد میں آپ کی اس نئی دلیل کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اس پر بھی میرے وہی تین اعتراض ہیں جو اس سے پہلی تقریر میں عرض کر چکا ہوں۔ یعنی یہ کہ اگر کل اشیاء مراد ہیں تو آپ کے بھی مخالف اور اگر وہ اشیاء مراد ہیں جو دین سے متعلق اور شانِ نبوی کے مناسب ہوں جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے تو وہ بعینہٖ ہمارا مذہب ہے۔ نیز یہ کہ قرآن عزیز میں توریت کے متعلق بھی اس قسم کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں لہٰذا آپ کی تقریر کی بنا پر لازم آئے گا کہ علوم توریت و علوم قرآن مساوی ہوں و نیز علوم محمدی و علوم موسوی بالکل برابر ہوں۔ پہلے ان کے جوابات سے سبکدوشی حاصل کیجئے اس کے بعد استدلال کا نام لیجئے۔

حاضرین! اس وقت تک کی بحث سے بحمد اللہ یہ تو آپ حضرات کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ ہمارے مخالفین کے پاس کمزور سے کمزور بھی کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے ان کا دعوےٰ ثابت ہو۔ میرا ارادہ تھا کہ اتماماً للحجۃ میں نمبروار ان آیات کا صحیح صحیح مطلب بحوالہ تفاسیر بیان کرتا جو اس وقت تک ہمارے مخاطب صاحب نے تلاوت فرمائی ہیں۔ لیکن وقت کی تنگی کی وجہ سے اس کو اس وقت نظر انداز کرتا ہوں۔[۲] ہاں مولوی صاحب کے اس مغالطہ کو رفع کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ۔

"جو علوم اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان کے مناسب ہوں وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیر مناسب کیسے ہو سکتے ہیں"

---

[۱] ملاحظہ ہو تفسیر عزیزی پارہ تبارک ص ۳۶ و پارہ عم یتساءلون۔ سورۃ والنازعات ص ۱۲۳۷

[۲] ہم نے حاشیہ پر اختصار کے ساتھ مفسرین کی عبارتیں درج کر دی ہیں جن سے مولوی حشمت علی کی پیش کردہ آیتوں کا صحیح مطلب معلوم ہوتا ہے۔ پوری تفصیل ہمارے ناظرین حضرت مولانا محمد منظور صاحب مدظلہٗ کی بے نظیر اور لاجواب کتاب "بوارق الغیب" حصہ دوم میں ملاحظہ فرمائیں۔

مہربانم ! مخلوق کو خالق عزوجل پر قیاس کرنا بھی تو وہ خام خیال ہے جس نے بہت سوں کو دہریہ ، اور بہت سوں کو مشرک بنا دیا ۔ قرآن عزیز نے اس باطل عقیدہ کا رد کرتے ہوئے صاف ارشاد فرمایا ۔ لیس کمثلہ شیء ۔ " اللہ کی مثل کوئی چیز نہیں " لہٰذا اس پر کسی کو قیاس کرنا پرلے درجہ کی حماقت ہے ۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا انسان کا فرض ، اور کسی مخلوق کی عبادت کرنا شرک اور کفر ۔ مارنا اور جلانا اللہ تعالیٰ کے لئے مناسب اور سزاوار ، اور مخلوق کے لئے ہرگز سزاوار نہیں ۔ اگر آج کوئی شخص کسی انسان کو مار ڈالے تو قانون رائج الوقت کی رو سے پھانسی کا مستحق ہے ۔ انسان کو ہر حال میں ہر جگہ دیکھنا اللہ تعالیٰ کے لئے سزاوار ہے اور انسان کے لئے ہرگز یہ سزاوار نہیں کہ وہ دوسرے اپنے ہم جنسوں کو خاص خاص حالتوں میں دیکھے ۔ الغرض جو چیز اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے مناسب ہو یہ ضروری نہیں کہ وہ مخلوق کے لئے بھی مناسب ہو ۔ آپ کے اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں کہ ۔

" خداوند تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ذاتی ہے اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی شخص ایک ذرہ کا علم بھی ذاتی ثابت کرے تو وہ مشرک ہے "

تو کیا اب آپ ان اعلیٰ حضرت سے بھی یہی سوال کریں گے ؟

اس کے بعد اصل مبحث کی طرف متوجہ ہوتا ہوں ۔ بارہ آیات کریمہ تلاوت کر چکا ہوں جن کے جواب نہ ہو سکنے کا داغ ہمارے مخاطب صاحب اور مولوی رحم الٰہی صاحب کی پیشانی پر ہے اور انشاء اللہ رہے گا ۔ تیرہویں آیت سنئے ۔

قال اللہ تعالیٰ ورسلا قد قصصنا ھم علیک من قبل ورسلا لم نقصصھم علیک ۔ (نساء ۔ ع ۲۳)

اور بھیجے ہم نے بہت سے رسول جن کو ہم نے تم پر اب سے پہلے بیان کر دیا ہے اور بہت سے رسول ایسے ہیں جن کو ہم نے تم سے بیان نہیں کیا ۔

اس آیت کریمہ نے صاف بتلا دیا کہ بہت سے انبیاء علیہم السلام کا علم بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت نہیں فرمایا گیا ۔ سیدنا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اس آیت کریمہ کے ماتحت ارشاد فرماتے ہیں ۔

" بعث اللہ نبیا من الحبش وھو ممن لم یقص علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم " (تفسیر درمنثور ج ۲ ص ۲۴۷)

یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک حبشی نبی کو مبعوث فرمایا تھا اور وہ ان میں سے ہیں جن کی اطلاع جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دی گئی۔"

کہاں ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کا دم بھرنے والے، آئیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان کے سامنے سر تسلیم خم کریں۔ یہ وقت ان کے امتحان کا ہے۔ آج دیکھنا ہے کہ کس کو قرآن عزیز اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کبار و اہلبیت اطہار کی محبت ہے۔ اور کس کو فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب کی۔ ایک طرف قرآن عزیز اور احادیث نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اور اہلبیت کرام و صحابہ عظام ہیں اور ایک طرف مولوی احمد رضا خان صاحب کے خیالات واہیہ۔

چودھویں آیت کریمہ ملاحظہ ہو۔

قل لا یعلم من فی السمٰوٰت و الارض الغیب الا اللہ وما یشعرون ایان یبعثون۔ (النمل ۲۷ = ۶۵)

فرما دیجئے کہ نہیں جانتا اس غیب کو کوئی آسمان یا زمین کا رہنے والا۔ (یعنی نہ کوئی فرشتہ اور نہ کوئی انسان کما فی الجلالین) مگر اللہ ہی جانتا ہے۔ اور نہیں جانتے وہ کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

اس آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے علامہ جلال الدین فرماتے ہیں۔

"وسئلوہ عن وقت قیام الساعۃ فنزل قل لا یعلم الآیۃ"

یعنی لوگوں نے حضور ؐ سے قیامت کے وقت کا سوال کیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس شان نزول سے معلوم ہوا کہ آیت میں غیب سے مراد غیب[1] خاص یعنی قیامت وغیرہ ہے۔ الغرض اس آیت کریمہ سے بھی معلوم ہو گیا کہ قیامت کا علم نہ کسی فرشتہ کو عطا فرمایا گیا نہ کسی انسان کو۔

پندرھویں آیت ملاحظہ ہو۔

---

[1] کما نص علیہ الحافظ ابن کثیر تحت قولہ تعالیٰ۔ ان الساعۃ آتیۃ اکاد اخفیہا الآیۃ۔ ج ۲۔ ص ۳۳۰۔

فان تولوا فقل اذنتکم علی سواء وان ادری اقریب ام بعید ما توعدون۔

پس اگر یہ لوگ (توحید سے) روگردانی کریں تو فرمادیجئے کہ میں تم کو اطلاع دیتا ہوں مساوات پر اور میں نہیں جانتا کہ قریب ہے یا بعید جو تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔

سورۃ انبیاء - رکوع آخر ۲۱

تفسیر ابن کثیر میں ہے۔

ای هو واقع لا محالة ولکن لا علم لی بقربه ولا ببعده - ج ۶ ص ۳۱۳ -

یعنی یہ وعدہ وقوع میں تو ضرور آئے گا لیکن مجھے اس کے قرب و بُعد کی خبر نہیں "

مسلمانو! یہ پندرہ صاف صریح آیات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ علم محیط حاصل نہیں تھا جس کی مدعی ہماری حریف جماعت ہے۔ اگرچہ ان نصوص قرآنیہ کے بعد کسی تائید کی بھی حاجت نہیں رہتی لیکن میں مزید اتمام حجت کے لئے دو چار ایسی حدیثیں بھی سنا دینا چاہتا ہوں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شریف کے آخری زمانے کی ہیں۔

بخاری شریف میں ہے۔

عن زید بن ارقم الخ یعنی حضرت زید بن ارقم رضہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن ابی منافق کو سنا وہ یہ بک رہا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہنے والوں پر کچھ خرچ مت کرو۔ اور یہ بک رہا تھا کہ اگر ہم مدینہ پہنچے تو ہم میں سے جو عزت دار زیادہ ہوگا وہ ذلیلوں کو نکال دے گا۔ پس میں نے اس کا تذکرہ اپنے چچا سے کیا۔ انہوں نے حضور سے اس کا تذکرہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کو بلایا اور ان سے دریافت کیا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ ان منافقین نے جھوٹی قسم کھا لی کہ ہم نے نہیں کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تصدیق کر دی اور زید بن ارقم رضہ کی تکذیب کر دی۔ حضرت زید فرماتے ہیں کہ مجھے اس کا اس قدر صدمہ ہوا کہ کبھی مدت العمر میں ایسا صدمہ نہیں ہوا تھا۔ پس میں شرم کے مارے اپنے گھر میں بیٹھ رہا۔ پس اللہ تعالے

نے سورۂ منافقوں کی ابتدائی آیتیں نازل فرمائیں۔ پس حضور ؐ نے مجھ کو طلب فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ مطمئن ہو جاؤ کہ اللہ تعالےٰ نے تمہارے بیان کی تصدیق نازل فرمادی"

(بخاری شریف کتاب التفسیر ج ۲ ص ۷۲۸)

اور نسائی شریف میں تصریح ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ تبوک میں پیش آیا۔ اور وہ ۹ھ میں ہوا ہے۔
بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے کہ ۱۰ھ کے آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے لئے سفر فرمایا اور مکہ معظمہ پہنچ کر اپنے صحابہ رضؓ سے ارشاد فرمایا۔

لو استقبلت من امری ما استدبرت لما سقت الھدی"

"اگر پہلے مجھے اس معاملہ کی خبر ہوگئی ہوتی جو اب بعد میں ہوئی تو میں اپنے ساتھ قربانی نہ لاتا"

اس حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے شیخ علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

"اگر من پیش ازیں می دانستم کہ برآمدن از احرام برشما شاق خواہد آمد من نیز سوق ہدی نے کردم و من نے دانستم کہ حکم الٰہی چنیں خواہد بود"

یعنی اگر اس سے پہلے مجھے معلوم ہو جاتا کہ تم پر احرام سے نکلنا شاق گزرے گا تو میں بھی قربانی ساتھ نہ لاتا اور مجھے معلوم نہ تھا کہ حکم الٰہی ایسا ہو جائے گا"

(اشعۃ اللمعات ، ج ۲ ، ص ۳۲۸)

یہاں یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ آیت کریمہ الیوم اکملت لکم دینکم الآیۃ بھی اسی سفر میں عرفہ کے روز نازل ہوئی ہے اور اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً تین ماہ اس دنیا میں رونق افروز رہے ہیں۔

وفات شریف سے ایک ماہ قبل کی روایت بحوالہ مسلم شریف، میں کل پیش کر چکا ہوں۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علم قیامت کی نفی فرمائی ہے۔ اور بحوالہ مسلم و بخاری حدیث جبریل بھی میں کل پیش کر چکا ہوں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت وغیرہ پانچوں چیزوں کے علم کی نفی فرمائی ہے۔ اور ابن مندہ کی روایت سے یہ بھی ثابت کر چکا ہوں کہ وہ حدیث آخر عمر شریف کی ہے۔ نیز خاص مرض الموت میں آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کا چند مرتبہ نماز کے لئے اٹھنے کا ارادہ فرمانا اور ہر مرتبہ غشی کا طاری ہو جانا اور مسجد شریف میں تشریف نہ لے جا سکنا۔ (دیکھو بخاری و مسلم) اس کی کھلی دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم محیط عمر شریف کے آخری روز تک بھی عنایت نہیں فرمایا گیا۔ اور اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل و کمال میں کوئی کمی بھی نہیں آتی۔ جس طرح خالق، رازق، محی و ممیت نہ ہونے سے کچھ شان محمدی ﷺ میں نقصان نہیں آتا۔

حاضرین کرام! یہ احادیث شریفہ محض بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں۔ ورنہ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر اس قسم کی احادیث شمار کی جائیں تو سینکڑوں کی تعداد میں نکلیں گی۔[1] حدیث اور قرآن کے ان فیصلوں کے بعد اب میں اپنے مخالفین کو دعوت دیتا ہوں تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم آؤ ہم اس نزاع کا فیصلہ اہلسنت کی مسلمہ کتب عقائد سے کریں۔ شرح عقائد نسفی جو عام طور پر مدارس اسلامیہ میں پڑھائی جاتی ہے اس کے صفحہ نمبر ۱۰۱ پر ہے۔

الاولی ان لا یقتصر علی عدد فی التسمیة فقد قال اللہ تعالی منهم من قصصنا علیك و منهم من لم نقصص علیك ولا یؤمن فی ذکر العدد ان یدخل فیهم من لیس منهم ..... او یخرج منهم من هو فیهم ...... یعنی ان خبر الواحد ..... لا یفید الا الظن ولا عبرة بالظن فی باب الاعتقادات خصوصا اذا.... کان	بہتر یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں نہ اقتصار کیا جائے کسی عدد پر نام لینے میں۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ ان میں سے ہم نے بعض کو تم سے بیان کر دیا ہے اور بعض کو بیان نہیں کیا اور کسی عدد کے ذکر کرنے میں خوف ہے کہ بعض انبیاء علیہم السلام خارج ہو جائیں یا غیر نبی سلسلۂ انبیاء میں داخل ہو جائیں .... مطلب یہ ہے کہ خبر واحد اگر صحیح بھی ہو تو محض ظن کی مفید ہوتی ہے۔ اور اعتقادیات

[1] یہ تمام احادیث "بوارق الغیب" حصہ اول میں درج ہیں۔ ۱۲

القول بموجبه يفضي الی مخالفة ظاهر الکتاب وهو ان بعض الانبیاء لم یذکر للنبی علیه الصلوٰة والسلام انتھی

یں ظن معتبر نہیں۔ بالخصوص جب کہ اس کے مضمون کا قائل ہونا ظاہر کتاب اللہ کی مخالفت تک پہنچاتا ہو اور وہ ظاہر قرآن مجید یہ ہے کہ بعض انبیاء علیہم السلام کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں کیا گیا۔

اس کے بعد بطور نمونہ اکابر صوفیائے کرام رحمہم اللہ تعالٰے کے اقوال بھی ملاحظہ ہوں۔

سارے صوفیاء کے سرتاج سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ابھی آپ حضرات سن چکے ہیں کہ اللہ تعالی نے ایک نبی حبشی مبعوث فرمائے تھے اور وہ ان میں سے ہیں جن کی اطلاع جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دی گئی۔" (ملاحظہ ہو درمنثور)

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالٰے فرماتے ہیں "روح کی حقیقت کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیا گیا۔" (ملاحظہ ہو فتح الباری شرح بخاری شریف کتاب التفسیر)

حضرت شیخ اکبر ابن عربی رح اپنی تفسیر قرآن میں متعدد جگہ تصریح فرماتے ہیں کہ "قیامت کے وقت کا علم اللہ کے سوا کسی کو بھی نہیں۔

مسلمانو! کیا قرآن عظیم واحادیث نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم وصحابہ کبار و اہلبیت اطہار رض ومفسرین اعلام ومحدثین عظام وصوفیائے کرام کے ان صاف صاف فیصلوں کے بعد بھی کسی چیز کا انتظار باقی رہتا ہے؟ فبأی حدیث بعدہ یؤمنون۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین وافضل الصلوات واکمل التحیات علی خیر خلقه ونور عرشه محمد خاتم النبیین قائد الغر المحجلین وعلی اله الطاھرین الطیبین واصحابه الراشدین المهدیین وعلی سائر عباد الله الصالحین الی یوم الدین۔[له]

(له حاشیہ برصفحہ آئندہ)

مولوی حشمت علی صاحب : سنی بھائیوں کو مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مناظرہ ان کی فتح پر ختم کیا اور پیارے مصطفیٰ کی امداد سے بغداد والے آقا کی کرامت سے ان کے دشمنوں کو ذلت نصیب ہوئی۔ سب حضرات نے دیکھ لیا کہ تین روز کی عرق ریزی کے بعد بھی مولوی صاحب اپنا اور اپنے بڑوں کا اسلام نہیں ثابت کر سکے۔ ہاں پیارے مصطفیٰ کا علم عظیم گھٹانے کے لئے مولوی صاحب نے آیتیں بہت سی پڑھ دیں۔ لیجئے اب میں بھی آیتیں پڑھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ "

ہم نے قرآن شریف میں کوئی چیز نہیں چھوڑی "

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ "

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) لہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب کی یہ آخری تقریر تقریباً چودہ منٹ جاری رہی تھی۔ اس تقریر کے وقت مجمع کا سماں قابل دید تھا معلوم ہوتا تھا کہ دلائل و براہین کا تیز و تند سیلاب ہے جو امنڈ رہا ہے اور علوم و معارف کا ایک ناپیدا کنار سمندر ہے جو موجیں لے رہا ہے سارا مجمع چشم حیرت بنا حضرت مولانا کو دیکھ رہا تھا خود مولوی حشمت علی اس قدر متاثر تھے کہ اس کے بعد پانچ منٹ سے زیادہ نہ بول سکے۔ اور جیسے کچھ بولے ناظرین خود فیصلہ کر سکتے ہیں ان کی آخری تقریر بعینہٖ حاضر ہے۔ مگر اے بے حیائی اور دروغ بیانی تجھ پر اور تیرے دامن میں پناہ لینے والوں پر خدا کی ہزار لعنت۔ تو ہی بے ایمانوں کا سہارا ہے۔ سنبھل کی عام پبلک کو اور کچھ یاد ہو یا نہ ہو مگر مناظرہ کی آخری مجلس کا یہ عجیب سماں جس نے رضاخانیت کی کمر توڑ دی تھی ضرور ہی یاد ہوگا۔ مگر باوجود اس کے رضاخانی روئداد نویس صاحب نے اس موقعہ پر جس قدر شرمناک خیانت سے کام لیا ہے وہ صرف ایسے ہی حیاداروں کا حصہ ہے مختصر یہ ہے کہ حضرت مولانا کی اس طویل عریض تقریر کو مسخ کر کے صرف نو سطر میں لکھا گیا ہے۔ اور مولوی حشمت علی کی اس آخری تقریر کو (جو نہ معلوم بے چارے نے کس پریشانی کی حالت میں صرف پانچ منٹ کی تھی) تقریباً چودہ صفحات پر لکھا گیا ہے۔ افسوس! جھوٹ بولنے کے لئے بھی سلیقہ چاہئے۔ کیا سنبھل کی پبلک اس حماقت کی داد دے گی۔ ۱۲

"اور ہر چیز کو ہم نے بیان کر دیا امام مبین قرآن شریف میں"

اور فرماتا ہے۔ وکل شیء فصلناہ تفصیلاً

"اور ہم نے ہر چیز کی پوری پوری تفصیل کر دی ہے"

ترمذی شریف میں حضرت معاذ بن جبل رضہ سے ایک حدیث مروی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالے نے مجھ سے سوال کیا "فیما یختصم الملاء الاعلیٰ" میں نے عرض کیا "لا ادری" پس اللہ تعالے نے اپنا دست قدرت میرے شانوں کے درمیان میں رکھا۔ "فتجلی لی کل شیء وعرفت" اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل حضور ﷺ کے علم غیب کی ہو سکتی ہے؟

ارے مولوی صاحب! آپ رسول پاک کے علم غیب میں کلام کرتے ہیں میں تو کہتا ہوں کہ آدمی بغیر علم غیب کے مومن نہیں ہو سکتا۔ قرآن شریف میں ہے یؤمنون بالغیب جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ بتلایئے جب تک غیب کا علم نہ ہو گا اس پر ایمان کیسے ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد میں اپنے سوالات سنانا چاہتا ہوں۔ سنی بھائی یاد کرلیں (اس کے بعد سوالات کی فہرست سنا دی) اور جلسہ برخاست ہو گیا۔

اس وقت ۴½ بجے تھے۔ چونکہ عصر کا وقت مستحب قریب الختم[1] تھا اس لئے فوراً اہلسنت کے موذن

---

[1] ملحوظ رہے کہ یہ زمانہ وسط نومبر کا تھا اور اس وقت آفتاب ۵½ کے قریب غروب ہو جاتا ہے پھر اتنی بڑی جماعت کے وضو کرنے کے لئے بھی کچھ وقت درکار ہے اہل سنت جس وقت نماز سے فارغ ہوئے ہیں تقریباً پانچ بجے کا وقت تھا مگر نہ معلوم رضاخانیوں کے لئے یہ مختصر وقت کس قدر ممتد ہو گیا تھا کہ بقول رضاخانی روئداد نویس صاحب کے۔ اسی وقت میں رضاخانیوں کا عظیم الشان جلوس شہر کا گشت کرتا ہوا قیام گاہ پر بھی پہنچ گیا اور اتنے بڑے انبوہ نے باری باری وضو کر کے نماز بھی باجماعت پڑھی۔ اور بعد نماز فتح کا جلسہ بھی منعقد ہوا۔ جس میں چند شخصوں کی تقریریں بھی ہوئیں اور یہ تمام کارروائی مغرب سے پہلے ہی ختم بھی ہو گئی۔ "جل جلالہ"

بھلا ان حماقت مآب روئداد نویس سے کوئی پوچھے کہ اس وقت کا ہر منٹ ہزار سکنڈ کا تھا یا ہر سکنڈ کتنے منٹ کا؟

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

نے اذان پڑھی اور ایک جم غفیر نے حضرت رئیس المناظرین کی اقتدا میں جلسہ گاہ ہی میں فریضہ عصر باجماعت ادا کیا۔ اور رضاخانیوں نے اپنی شرمناک شکست پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ حیرت افزا کارروائی کی کہ ایک صاحب نے مولوی حشمت علی صاحب کو اپنے کاندھے پر رکھا اور دوسرے صاحب نے جناب مولوی رحم الٰہی صاحب کو۔ اور اس طرح شہر کے ایک حصے کی پھیری دیتے ہوئے اپنی قیام گاہ پہنچے اور فریضہ عصر کو بلا وجہ بالکل یا اس کے وقتِ مستحب پر ترک کر کے دربار رسالت ﷺ سے فقد کفر یا منافقی کا خطاب باختاب پایا اور جن کی حیا نے اور زیادہ ترقی کی انہوں نے شرم مٹانے کے لئے شیرینی وغیرہ بھی بکھیری اور بارگاہِ الٰہی و دربار رسالت پناہی سے اس کے صلہ میں " کانوا اخوان الشیاطین " کا لقب پا کر، طوقِ لعنت اپنی گردن میں ڈالا۔ فلعنۃ اللہ علیھم و علی اخوانھم یہ منظر بھی قابل دید تھا اور اس نے ہنود سنبھل کے ایک خاص میلے (ہولی) کی یاد تازہ کر دی تھی۔ خیریت سے تماشائیوں کی تعداد بھی خاصی تھی۔ سنا گیا ہے کہ بعض مسخرے یہ بھی کہتے جارہے تھے۔

" راون بھیّا کی جیت ہے " راون بھیّا کی جیت ہے "

اسی دین و دیانت سوز کارروائی پر ناز کرتے ہوئے " سوادِ اعظم " مرادآباد کا صداقت شعار مضمون نگار لکھتا ہے کہ :" رضاخانیوں نے اپنے مناظر مولوی حشمت علی صاحب کا زبردست جلوس نکالا اور شیرینی بکھیری اور یہ کیا اور وہ کیا۔ اور اہلسنت ہزیمت خوردہ جماعت کی طرح جلسہ گاہ ہی میں منہ چھپائے پڑے رہے اور دیر کے بعد نہایت خاموشی کے ساتھ اپنی اپنی قیام گاہ پر چلے گئے۔"

ہم اس کے جواب میں اس سے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو ہمیشہ اسی کی توفیق عطا فرمائے جو ہم نے بعد اختتام مناظرہ جلسہ گاہ پر ٹھہر کر کیا۔ (یعنی فریضہ عصر کے بعد اس عظیم الشان فتح پر بدرگاہ خیر الفاتحین

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) سنبھل کے رضاخانیو! کیا اپنے روئداد نویس کی صحت حواسی کی کچھ داد دوگے۔ دیکھو بگڑ نامت ہم ایک پتہ کی بات کہتے ہیں یہ "کتے گھاس کھا لیا کرتے تو ہر شخص ہی نہ پال لیتا" کہو کیسی کہی۔ اب ہمارے ناظرین خود فیصلہ کرلیں کہ بقول روئداد نویس اگر رضاخانیوں کے انبوہ نے جلوس کے گشت کے بعد باری باری وضو کر کے عصر کی نماز پڑھی تو وہ وقت مستحب میں پڑھی یا غیر مستحب میں۔ دیکھو سچ جھوٹ پر اس طرح غالب آتا ہے "الحق یعلو ولا یعلیٰ"۔

شکریہ ادا کرکے ولئن شکرتم لازیدنکم ، کی نعمتوں سے مالا مال ہوسکے ، اور تم کو اسی کی توفیق دے جو تم نے اس گشت میں کیا - (یعنی نماز عصر کو بالکل یا اس کے وقت مستحب میں ترک کرکے مستحق لعنت ہوئے اور شیرینی وغیرہ پامال کرکے اخوان الشیاطین کا لقب پایا اور خان بریلوی علیہ ما علیہ کے فتوے سے اس اضاعت مال اور اسراف بےجا کے جرم میں فاسق بنے ، دیکھو رسالہ تعزیہ داری) -

اگر اب بھی اپنی اس نام نہاد فتح پر دل سے راضی ہو تو کہو ہماری اس دعا پر آمین ! رضاخانیوں کے شیوخ روافض کا اصول یہ ہے کہ جب ان کا مناظر ہار جاتا ہے تو وہ اس کی پہلے سے بھی زیادہ عزت کرتے ہیں - لیکن اس کی دل دہی کے لئے اس کی شکست کو فتح نہیں کہتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ہارنے میں مضائقہ نہیں وہ تو حقانیت کی دلیل ہے جیسا کہ امام جعفر صادق رح کے ایک اس قول سے معلوم ہوتا ہے جو شیعوں کی بعض کتابوں میں منقول ہے کاش کہ روافض کے یہ چیلے بھی اسی قدر پر بس کرتے - لیکن ان دشمنان صدق وصداقت نے تو یہ کیا کہ اپنے مناظر کی اشک شوئی کے لئے اس شرمناک شکست کو عظیم الشان فتح کا لقب دیا - ہم اس روئداد کو یہیں ختم کرتے ہیں اور بغرض تبرک وتکمیل فائدہ حضرت غوث اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ وارضاہ کی مشہور کتاب فتوح الغیب شریف سے حضرت کا ایک باطل سوز فرمان نقل کرکے اسی کو اپنی اس روئداد کا خاتمہ قرار دیتے ہیں اور اس کو اپنے حسن خاتمہ کی نیک فال سمجھتے ہیں -

آنحضرت رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنے فرزندان روحانی کو نصیحت فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں -

یا بنیّ اجعل الکتاب و السنۃ امامك ولا تنظر الی القال و القیل فقد قال اللہ تعالی فی قوم قد ضلوا عن سواء السبیل و رهبانیۃ ابتدعوها الایۃ

یعنی اے بیٹا ! قرآن وحدیث کو اپنا پیشوا اور رہنما بناؤ اور قیل وقال کی طرف ہرگز مت نظر کرو - دیکھو اللہ تعالےٰ ایک گمراہ اور بھٹکی ہوئی قوم کے حق میں فرماتا ہے -

" وَ رَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ الخ "

جو لوگ حضرت رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے محض زبانی نہیں بلکہ قلبی تعلق رکھتے ہیں وہ حضرت رض کے اس

فرمان سے فیصلہ کرلیں کہ کون جماعت صراطِ مستقیم پر ہے اور کون بھٹکی ہوئی اور گمراہ ہے۔؟

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین۔

تکملہ

ہم دیباچہ میں بتلا چکے ہیں کہ سنبھل کے مناظرہ سے چھ سات مہینے بعد جب کہ صاعقۂ آسمانی کی اشاعت کو بھی کئی مہینے گزر چکے تھے۔ رضا خانیوں نے بھی اس مناظرہ کی ایک نام نہاد روئداد تصنیف کر کے شائع کی تھی اس روئداد میں جس قدر بے ایمانی اور دروغ بیانی سے کام لیا گیا ہے اس کا اندازہ صرف وہی حضرات کر سکے جو اس مناظرہ میں خود شریک تھے دوسرے لوگوں کے لئے اس کا فیصلہ سخت مشکل تھا۔ مگر صد ہزار شکر اس رب العزت کا جس نے خود روئداد کے مصنف کے قلم سے اس کا فیصلہ کرا دیا اور ہمیں اس کے لئے کسی بڑی کاوش کی ضرورت نہیں پڑی۔ وکفی اللہ المؤمنین القتال۔

اقراری ڈگری

ع وہ خود کہہ رہے ہیں یہ میری خطا ہے۔

جس وقت یہ روئداد پریس میں چھپ رہی تھی اس دوران میں اس کے مصنف مولوی اجمل علی سنبھلی نے اسی روئداد کے متعلق مولوی حشمت علی صاحب کو ایک کھلا کارڈ لکھا تھا جو صرف قدرت کی سازگاری سے ہمارے بھی ہاتھ لگ گیا[1] ہم یہاں اس کو بعینہٖ نقل کرتے ہیں ؎

کیا لطف کہ غیر پردہ کھولے جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

---

[1] یہ خط ہمارے ہاتھ کس طرح آیا اس کی تفصیل "بارقۂ آسمانی" میں لکھی جا چکی ہے۔ ۱۲

ناظرین سے درخواست ہے کہ وہ اس خط کے ساتھ ہمارے حاشیہ پر بھی ایک نظر ڈالتے جائیں لطف سے خالی نہ ہوگا۔ بریکٹ میں جو توضیحی الفاظ ہوں وہ ہمارے سمجھے جائیں۔

مولوی اجمل علی کا گرفتار شدہ خط

مکرمی جناب مولانا حشمت علی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب کے دو گرامی نامے آئے ایک اس وقت آیا تھا جب میں مراد آباد تھا۔ کئی روز قیام رہا اس وجہ سے تاخیر ہوئی کہ اتنے میں دوسرا خط سر پر سوار ہو گیا۔ روئداد کی طباعت شروع ہو گئی ہے کئی کاپیاں چھپ چکی ہیں نہایت جلد ہفتہ عشرہ میں مطبوع ہو جائے گی اس میں (یعنی اس روئداد میں جو مولوی حشمت علی صاحب نے لکھ کر سنبھل بھیجی تھی)[1] اتنا تغیر اور کر دیا گیا ہے کہ جہاں سے سوال وجواب نہیں ہے ان کو انہیں کی (یعنی اہلسنت کی) روئداد سے نکال کر[2] نہایت زبردست پہلو اپنا کر کے دکھایا گیا ہے[3] اور اس میں ان تمام خرافات کا جواب بالا بالا ہر ایک تقریر میں دے دیا گیا ہے[4] اور ہر مسئلہ کی کافی بحث کر دی گئی ہے[5]۔ اور آخر میں ایک تتمہ تنقیدی اس کے ساتھ ضم کر

---

[1] مولوی اجمل علی کے بعض خاص آدمیوں سے ہم کو معلوم ہوا تھا کہ اصل روئداد مولوی حشمت علی نے مرتب کر کے بھیجی تھی لیکن وہ نا کافی سمجھی گئی اور بہت سے رسالوں سے اس میں عبارتیں وغیرہ بڑھائی گئیں۔ الحمد للہ کہ اس خط نے اس خبر کی پوری پوری تصدیق کر دی۔ ۱۲

[2] اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ رضاخانیوں کے پاس اس مناظرہ کی کوئی مکمل یادداشت بھی نہیں تھی۔ اہلسنت کی روئداد کو سامنے رکھ کر بعد میں یہ سوال جواب گھڑے گئے ہیں۔ فللہ الحمد۔ ۱۲

[3] اس خط کشیدہ فقرہ نے فیصلہ کر دیا کہ مناظرہ میں رضاخانیوں کا پہلو کیسا رہا تھا اور روئداد میں کیسا دکھایا گیا ہے۔ دیکھو چور یوں پکڑے جاتے ہیں۔ کیا ہمارے رضاخانی دوست اس سے کچھ عبرت حاصل کریں گے؟

[4] بے آپ نے اپنی کرنی میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور مولوی حشمت علی پر بالخصوص۔ اور ساری رضاخانی جماعت پر بالعموم بڑا احسان کیا ہے کہ اس شرمناک شکست کو فتح بنا دیا۔ مگر کیا کیجئے قسمت بری تھی کہ یہ پر اسرار خط دشمنوں کے ہاتھ آگیا۔ جس نے سارا پول کھول دیا۔ اللھم لک الحمد والمنۃ۔

(بقیہ حاشیہ برصفحہ آئندہ)

کر دیا جائے گا۔ آپ کی ہر ایک تقریر میں ان کے (یعنی حضرت مولانا محمد منظور صاحب مدظلہم العالی کے) مواخذات کا بطریقہ دفع دخل مقدر کے خوب جوابات دے دیئے گئے ہیں[1] آپ دیکھیں گے تو عجیب شان کی ہو گئی ہے[2]۔ اب گزارش یہ ہے کہ دو سو جلدیں جناب خرید یں اور تیس[۳۰] روپیہ آپ روانہ فرما دیں اور ان کو تمام احباب میں تقسیم فرما دیں۔ اتنی گزارش کی بھی فقط اس وجہ سے ضرورت لاحق ہوئی کہ میں نے قرض لے کر اس کو طبع کرایا ہے[3] .... الخ[4]

"محمد اجمل قادری"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) [5] رضاخانی صاحبان اس فقرہ کی روشنی میں فیصلہ کریں کہ رضاخانی روئداد میں جو کافی یا ناکافی بحث ہے وہ مناظرہ کی ہے یا بعد کی تصنیف ؏ خدا جب عقل لیتا ہے حماقت آہی جاتی ہے۔ ۱۲

(حاشیہ صفحہ ھٰذا) [1] اجی حضرت یہ فرمائیے کہ جوابات دینے کی کوشش کی گئی ہے جوابات کی تو ہوا بھی نہیں۔ جب حضرت مولانا کی ان بے پناہ گرفتوں کا جواب مناظرہ میں مولوی حشمت علی صاحب ہی نہ دے سکے تو آپ بے چارے کیا جواب دیں گے۔ ؎

بُت کریں آرزو خدائی کی ‌ ‌ ‌ شان تیری کبریائی کی

ہم ناظرین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ فریقین کی روئدادیں سامنے رکھ فیصلہ کریں کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے جو گرفتیں رضاخانی دلیلوں پر کی تھیں (جو صاعقہ آسمانی میں مذکور ہیں) کیا ان کا جواب چھ مہینے کی متفقہ کوششوں اور کمیٹیوں کے مشوروں کے بعد بھی رضاخانی روئداد میں ہو چکا؟ ہرگز نہیں! مالک عرش کی قسم اگر ساری رضاخانی دنیا زور لگائے تو مدت العمر بلکہ قیامت تک ان کا جواب نہیں دے سکتی۔ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا! ۔ کیا ہے کوئی رضاخانیت کا فرزند جو اب بھی ان گرفتوں کا جواب دینے کے لئے تیار ہو؟ ہم ہر وقت سننے کے لئے تیار ہیں ۱۲

[2] کیا مولوی حشمت علی فاضل نوجوان اجمل علی کے اس فقرہ کی داد دیں گے؟

[3] اجی میاں صاحب اتنا پیچ! یہ تو فرمائیے کہ غریبوں کا وہ چندہ کیا ہوا جو روئداد ہی کے بہانے سے ایک خاصی مقدار میں کیا گیا تھا!

[4] اس کے بعد اسی خط میں چند سطریں اور بھی ہیں لیکن چونکہ وہ ہماری غرض سے غیر متعلق ہیں اسلئے ان کو حذف کر دیا گیا ہے۔ ۱۲

یہ گرفتار شدہ خط "بارقہ آسمانی" میں بھی شائع کیا گیا تھا اور ساتھ ہی ساتھ مولوی اجمل علی صاحب کو نہایت زبردست چیلنج دیا گیا تھا کہ اگر ان کو اس خط سے انکار ہو تو وہ حلفیہ بیان شائع کریں مگر "خود کردہ را علاج نیست" زبان پر ایسی مہر لگی کہ آج تک ایک لفظ بھی نہ نکال سکے۔ اور اپنی چہار سالہ خاموشی سے اس خط پر مہر تصدیق ثبت کر دی اور آج ۱۳۵۱ھ میں یہ خط گویا مولوی اجمل علی کی تصدیق اور توثیق کے بعد شائع کیا جا رہا ہے۔ اب سنبھل کے مناظرہ کی فتح و شکست اور رضا خانی روئداد کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے کسی دوسری چیز کی ضرورت نہیں رضا خانیوں کے روئداد نویس مولوی اجمل علی کا یہ خط کافی ہے ؎

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک داماں ماہ کنعاں کا

یک نہ شُد دو شُد
جَلوہ یار پکارا ابھی دیکھا کیا ہے؟

ہمارے ناظرین مولوی اجمل علی صاحب کی اس حماقت سے متحیر نہ ہوں۔ خدا کے فضل سے ہم جیسے قدردانوں کے لئے آپ کی زندگی میں ایسے بہت سے دل چسپ لطائف موجود ہیں جو ارباب ظرافت کے لئے تفریح طبع کا بہترین سامان ہیں چنانچہ آپ کی بوکھلاہٹ کا اس سے زیادہ چمکتا ہوا ایک دوسرا نمونہ ملاحظہ ہو۔

سنبھل کے مناظرہ سے دو چار روز بعد آپ نے اپنی فرضی فتح کا ایک اشتہار اپنے چند شاگردوں کے نام سے شائع کیا تھا جس میں مولوی حشمت علی صاحب کے کل سوالات کی تعداد پچاس لکھی تھی۔ اور چھ مہینے بعد یہ روئداد تصنیف کر کے شائع کی تو اس میں ان سوالات کی تعداد اس سے تین گنی یعنی ڈیڑھ سو لکھی۔ جل جلالہ۔

پہلی خط والی غلطی کی تو میاں جی یہ تاویل بھی کر سکتے ہیں کہ وہ ایک پرائیوٹ خط تھا جس کے متعلق مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ دشمنوں کے ہاتھ لگ جائے گا اور تمام راز فاش ہو کر ہماری ساری خفیہ کارروائیوں کا بھانڈا پھوڑ

چوراہے میں پھوٹے گا۔ مگر اس دوسری حماقت کی توبظاہر کوئی تاویل بھی ممکن نہیں۔ رضاخانی دوستو! کچھ زیادہ افسوس نہ کرو یہ اختلاف بیانی دروغ گوئی کے لوازم میں سے کیا نہیں سنا۔

دروغ گو را حافظہ نہ باشد

رضاخانی روئداد کے مضامین پر ایک نظر

ان دو شہادتوں کے بعد اگرچہ رضاخانی روئداد کے متعلق کچھ عرض کرنے کی حاجت نہیں رہتی۔ مگر ہم اپنے ناظرین کی خاطر ان مضامین پر بھی ایک تنقیدی نظر ڈال دینا چاہتے ہیں جن کا اضافہ اس میں بعد میں کیا گیا ہے یہ اضافہ دو قسم کا ہے ایک یہ کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے جو ادلہ قاہرہ اہلسنت کی طرف سے پیش کئے تھے اور جن کا جواب مناظرہ میں برائے نام بھی مولوی حشمت علی صاحب نہ دے سکے تھے۔ اس مصنوعی روئداد میں ان کے جواب دینے کی انتہائی کوشش کی گئی ہے اور ان آیات واحادیث کی جو تاویلیں اگلے رضاخانیوں نے اپنے رسالوں میں کی تھیں ان سب کو نقل کر کے ورق کے ورق سیاہ کر ڈالے ہیں۔ مگر الحمد للہ نتیجہ وہی ہے جو آفتاب پر خاک اڑانے کا ہونا چاہیے۔ کیوں کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے اپنی ہر دلیل کے ساتھ استدلال کی تقریر میں مفسرین امت اور شارحین حدیث کے کلام سے ان تمام تاویلات کا دروازہ پہلے ہی بند کر دیا تھا۔ اس کے بعد بھی انہی فرسودہ تاویلات کا لکھنا محض اپنی جہالت اور نادانی کا ثبوت دینا ہے۔ البتہ اس بے ایمانی کا کوئی علاج نہیں کہ رضاخانی روئداد نویس صاحب نے مولانا کی تقریروں کو اس قدر مسخ کیا ہے کہ استدلالی تقریر کسی ایک جگہ بھی پوری نقل نہیں کی۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ اس بہادر نے یہ بھی کیا ہے کہ حضرت مولانا کی جس دلیل کا کوئی جھوٹا سچا جواب اگلے رضاخانیوں کے رسالوں میں نہ مل سکا تو سرے سے آپ اس کو ہضم ہی کر گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا کی پیش کردہ آیت نمبر ۱۳- و ۱۴- و ۱۵- کے ذکر سے رضاخانی روئداد یکسر خالی ہے۔ علیٰ ھذا مناظرہ کے آخری اجلاس میں حضرت مولانا نے جو احادیث کریمہ پیش فرمائی تھیں اور صحابہ کرام و تابعین عظام و مشاہیر اولیاء اللہ کے جو اقوال پیش کئے تھے جنھوں نے رضاخانی عقیدہ کی دھجیاں بکھیر دی تھیں ان سب کو تو ایسا ہضم

گیا ہے کہ شاید ڈکار بھی نہ لی۔ الغرض رضاخانیوں کے اس مصنوعی روئداد میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب کی تقریریں اپنے حسب منشا گھڑ کے ان کے جواب میں ورق کے ورق سیاہ کئے گئے ہیں۔ پس اگر اسی کا نام جواب ہے تو بے شک ہم کو اعتراف ہے کہ رضاخانی روئداد نویس صاحب نے جواب دے دیا مگر درحقیقت یہ دلائل کا جواب نہیں بلکہ جواب کو جواب ہے۔

رضاخانی دوستو! جائے ماتم ہے کہ چھ مہینے کی دماغ سوزی اور عرق ریزی کے بعد تمہاری برادری کے بڑے بڑے پنچوں اور کمیٹیوں کے مشوروں سے جو روئداد تصنیف کی گئی تھی وہ بھی حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے دلائل کا جواب نہ دے سکی۔ تو کیا ہم اب یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوں گے کہ

رضاخانیت کا دیوالہ نکل گیا

اگر کسی کو ہماری رائے سے اختلاف ہے تو دنیائے رضاخانیت کو ہمارا چیلنج ہے «اجمعوا شرکاءکم» اگر دم ہو تو میدان میں آئیں اور حضرت مولانا کے ان دلائل کا اب رجب کہ چار سال سے زیادہ گزر چکے ہیں، جواب دیں۔ کیا ہے کوئی جوان، بوڑھا، ادھیڑ بچہ۔ کہ اپنی برادری کی لاج رکھنے کے لئے میدان میں آسکے؟ حاضر شو! حاضر شو!! حاضر شو!!! ۔ خبر شرط است! خبر شرط است!! خبر شرط است!!!

دوسرا اہم اضافہ رضاخانیوں کی اس مصنوعی روئداد میں یہ کیا گیا ہے کہ مسئلہ علم غیب کے متعلق جو کچھ ثبوت مناظرہ میں رضاخانیوں کی طرف سے مولوی حشمت علی صاحب نے پیش کیا تھا (جس کو حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے دندان شکن جوابات اور لاجواب گرفتوں نے بے کار کر دیا تھا) روئداد نویس اور ان کے مشیروں نے اس ثبوت کو ناکافی سمجھ کر کچھ مزید ثبوت کا اضافہ کیا ہے۔ ہم اس نئے ثبوت کا جواب دینے سے پہلے مناسب سمجھتے ہیں کہ مولوی حشمت علی صاحب کی وہ آخری تقریر جس میں یہ اضافہ کیا گیا ہے رضاخانی روئداد سے بجنسہٖ نقل کر دیں تاکہ جوابات کے سمجھنے میں آسانی ہو اور یک طرفہ بات بھی نہ رہے اور ناظرین کو فریقین کی تحریروں سے صحیح نتیجہ نکالنے کا بہترین موقع ملے۔ رضاخانی روئداد کے صفحہ ۷۶ پر ہے۔

"اب نویں آیت سناتا ہوں" ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء "

یعنی اے محبوب ہم نے تم پر یہ کتاب نازل فرمائی جو ہر شے کا روشن بیان ہے"

دسویں آیت ملاحظہ ہو "ما فرطنا فی الکتاب من شیء" یعنی ہم نے اس کتاب

میں کوئی چیز اٹھا نہیں رکھی۔ یعنی اس میں ہر چیز کا بیان ہے"

گیارہویں آیت "وکل شیء احصیناہ فی امام مبین" ہر چیز کو ہم نے قرآن

پاک میں بیان کر دیا ہے"

بارہویں آیت "وکل شیء فصلناہ تفصیلا" اور ہم نے ہر چیز کی پوری پوری

تفصیل کر دی"

تیرہویں آیت[1] "ولا حبة فی ظلمت الارض ولا رطب ولا یابس الا

فی کتاب مبین" یعنی کوئی ایسا دانہ نہیں جو زمین کی تاریکیوں میں ہو۔ اور نہ تر و خشک مگر کتاب مبین

میں ہے"

ان پانچوں آیتوں سے یہ معلوم ہوا کہ قرآن پاک ہر شئی کا بیان ہے اور حضور ﷺ اس کے عالم تھے لہذا حضور

کو ہر شے کا تفصیلی علم ہو گیا اور تمام ما کان وما یکون پر اطلاع حاصل ہو گئی"

چودہویں آیت "ذالک من انباء الغیب نوحیھا الیک" یعنی یہ غیب کی خبریں

ہیں جو ہم نے تیری طرف وحی کی ہیں"

پندرہویں آیت "فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ" پس وحی کی اپنے حبیب کیطرف

جو کچھ کہ وحی کی"

اب دو حدیثیں بھی تبرکاً اور پیش کرتا ہوں۔ طبرانی میں حضرت ابوالدرداء رض سے مروی ہے "لقد

ترکنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما یحرک طائر جناحیہ الا ذکر لنا منہ علما"

---

[1] دراصل اضافہ یہاں سے شروع ہوتا ہے اس سے پہلے آیات اور ان کے جوابات تکمیل فائدہ کی خاطر لکھ دیئے گئے ہیں۔ ۱۲

"یعنی نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ہم سے اس حال میں مفارقت کی کہ کوئی پرندا[1] ایسا نہیں کہ اپنے بازو کو ہلائے مگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس کا بھی حال بیان فرما دیا"

۲۔ تفسیر روح البیان میں ایک حدیث بیان کی جس کے الفاظ یہ ہیں۔

قال صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ المعراج قطرت فی حلقی قطرۃ فعلمت ما کان وما سیکون "

یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج میں میرے حلق میں ایک قطرہ ٹپکایا گیا اس کے فیضان سے مجھے ماکان ومایکون کا علم حاصل ہوگیا" (صفحہ ۶۷)

اس کے علاوہ صفحہ ۶۶ پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ایک روایت کا اضافہ کیا ہے۔ الفاظ یہ ہیں" قام فینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم واھل النار منازلھم "

---

[1] رضاخانی روئداد میں یہ لفظ اسی طرح لکھا ہوا ہے اور غلط نامہ میں اس کی تصحیح اس طرح کی گئی ہے "پرندا" معلوم ہوا کہ نون کے بجائے ف لکھ دینا یہ تو بیچارے کاتب کی غلطی تھی لیکن ہ کے بجائے "پرندہ" کو الف سے لکھنا یہ جناب فضیلت مآب مولوی اجمل میاں کا کمال ہے اور کیوں نہ ہو آخر "تفسیر" کی بجائے "طفیر" لکھنا بھی تو آپ ہی کی خصوصیت ہے ہمارے پاس میاں صاحب کی وہ تحریر بحمد اللہ محفوظ ہے جس میں آپ نے "تفسیر" کی بجائے "طفیر" لکھا ہے۔ اور "یعسوب" کو الف سے "یاسوب" لکھنا یہ تو حال ہی کی کرامت ہے۔ جس کا جی چاہے خود میاں صاحب کا نکاح خوانی کا رجسٹر دیکھ سکتا ہے اس میں یہ دونوں نمونے موجود ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی رضاخانی روئداد میں ایسی غلطیاں ہیں جن کے متعلق وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ صرف مولوی اجمل میاں صاحب ہی کی کرامت ہے۔ انشاء اللہ کسی آئندہ ضمیمہ میں ان کی بھی فہرست شائع کر دی جائے گی۔

"یعنی حضور ہم میں ایک بار کھڑے ہوئے تو جب سے مخلوقات کی پیدائش کی ابتداء ہوئی اس وقت سے جب تک جنتی جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں اس وقت تک تمام چیزوں کا بیان فرمادیا"

نیز اسی صفحہ پر ایک عبارت شرح زرقانی سے نقل کی ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔ اصحابہ صلی اللہ علیہ وسلم جازمون باطلاعہ علی الغیب " صحابۂ کرام یقین کے ساتھ حکم لگاتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے"

ان کے علاوہ اپنے دعوے کی تائید میں جن اقوال کو پیش کیا ہے ہم ان کے جواب دینے کی چنداں ضرورت نہیں سمجھتے۔ چونکہ بیشتر تو ان میں وہ ہیں جن کا جواب صاعقہ آسمانی ہی کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے اور کچھ کا جواب ہماری اس مختصر تحریر سے معلوم ہو جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز الکریم۔ علاوہ ازیں یہ کہ وہ حجت شرعیہ بھی نہیں ہیں اب ہم نمبر وار جواب دیتے ہیں بنظر انصاف ملاحظہ فرمایا جائے۔

اس تقریر میں جو پہلی آیت کریمہ ہے اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے " اور نازل کیا ہم نے تم پر کتاب کو کہ (وہ) پورا بیان ہے ہر شے کا " اس استدلال پر پہلے تو روئداد نویس صاحب سے چند مناظرانہ سوالات کئے جاتے ہیں۔

۱: اگر آپ نے اس کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ قرآن عزیز میں ہر چیز کا بیان ہے خواہ وہ ادنی ہو یا اعلی دین کی ہو یا دنیا کی، شان نبوت کے مناسب ہو یا غیر مناسب، تو آپ خود اس کے قائل نہیں۔ آپ محض ان چیزوں کا علم محیط مانتے ہیں جو ابتدائے آفرینش عالم سے لے کر یوم آخرت تک عالم وجود میں آئیں۔ نہ اس سے قبل کی اشیاء کا نہ اس سے بعد کی اشیاء کا۔ چنانچہ آپ نے اپنی اس روئداد کے صفحہ ۱۲، سطر ۱۱ میں صاف لکھا ہے کہ " اللہ تبارک و تعالے کی ذات و صفات کا پورا علم نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے نہ آئندہ ہوگا اور نہ ہو سکتا ہے " (ملخصاً) حالانکہ ذات و صفات الہیہ بھی مولوی احمد رضا خان صاحب کی تصریح کے مطابق اشیاء میں داخل ہیں۔ " انباء المصطفیٰ "، صفحہ ۲ پر فاضل بریلوی لکھتے ہیں۔

" اور اہلسنت کے مذہب میں شئے ہر موجود کو کہتے ہیں " اور ظاہر ہے کہ اللہ تبارک و تعالے

کی ذات وصفات بھی موجودات میں سے ہیں بلکہ ساری مخلوق کا وجود ظلی اور ذات وصفات الٰہیہ کا وجود اصلی ہے "

نیز "خالص الاعتقاد" میں آپ کے انہیں اعلیٰ حضرت نے علم قیامت کے متعلق تردد ظاہر کیا ہے کہ آیا وہ داخل اور خارج۔ لہٰذا اگر اس آیت کریمہ کے یہ عام معنی لئے جائیں گے تو یہ آپ کے مذہب کے بھی مخالف ہے اور جو الزام آپ ہم پر رکھنا چاہتے تھے وہی بعینہٖ آپ پر بھی وارد ہو گا۔ ع

ہم الزام ان یہ رکھتے تھے قصور اپنا نکل آیا

۲ : جس طرح اس آیت کریمہ میں قرآن عزیز کو تبیانا لکل شیء فرمایا گیا ہے اسی طرح توریت کے متعلق بھی سورۂ انعام میں ارشاد ہے ولقد اٰتینا موسی الکتاب تماما علی الذی احسن وتفصیلا لکل شیٔ۔

دوسری جگہ ارشاد ہے وکتبنا له فی الالواح من کل شیٔ موعظة وتفصیلا لکل شیٔ پس آپ کے اصول پر لازم آئے گا کہ توریت میں بھی ہر چیز کا بیان ہو اور علوم قرآن وعلوم توریت برابر ہوں اور قرآن پاک میں کوئی بات توریت سے زیادہ نہ ہو اور یہ یقیناً کفر ہے۔

۳ : پھر یہ بھی لازم آئے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف بس حضرت موسیٰ وعیسیٰ علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کے برابر ہو ان سے زیادہ نہ ہو۔ کیوں کہ حضور اقدس ؐ کی طرح بواسطہ توریت ہر ہر چیز کا پورا پورا علم ان کو بھی ہو گا[1]۔ اور یہ بھی صریح کفر ہے۔

سر دست صرف یہی تین مناظرانہ وار کئے جاتے ہیں ان کا جواب آجانے پر اس آیت کے متعلق کچھ اور بھی عرض کیا جائے گا۔ کیوں کہ یہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کے نزدیک مسئلہ علم غیب کی نہایت زبردست دلیل ہے اس کے بعد ہم اس آیت کریمہ کا صحیح مطلب مفسرین امت کے کلام سے پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر مدارک التنزیل

---

[1] حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو اس لئے کہ توریت خود ان پر نازل ہوئی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عالم توریت ہونا قرآن عزیز میں مذکور ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ویعلمه الکتاب والحکمة والتوراة والانجیل الآیة ۱۲

میں ہے -

۱ : تبیانا لکل شیء من امور الدین یعنی قرآن عزیز میں دین کی ساری باتوں کا بیان ہے۔

۲ : تفسیر جلالین شریف میں ہے یحتاج الیہ من امر الشریعۃ .... (ص ۲۳۲)

یعنی قرآن شریف میں ان سب باتوں کا بیان ہے جن کی ضرورت لوگوں کو شریعت کی باتوں میں پڑتی ہے

۳ : تفسیر جامع البیان میں بھی اس کے قریب قریب الفاظ ہیں۔ ملاحظہ ہو ص ۲۲۲ -

۴ : تفسیر تبصیر الرحمٰن میں ہے۔ لکل شیء من المعارف و الاحکام و اخبار الماضیین - یعنی قرآن شریف میں ہر چیز کا بیان ہے معرفت کی باتوں میں سے اور احکام میں سے اور اگلے لوگوں کے واقعات میں سے -

۵ : تفسیر روح البیان میں ہے۔ لکل شیئ یتعلق بامور الدین یعنی قرآن شریف سب دینی باتوں کا بیان ہے -

۶ : تفسیر معالم التنزیل میں ہے۔ تبیانا لکل شیئ یحتاج الیہ من الامر والنھی والحلال و الحرام و الحدود والاحکام : (ص ۱۰۷)۔

یعنی قرآن شریف میں ہر اس چیز کا بیان ہے جس کی حاجت پڑتی ہے یعنی اوامر و نواہی کا حلال و حرام کا حدود اور احکام کا -

۷ : تفسیر خازن میں ہے۔ قال المعانی (تبیانا لکل شیء) یعنی من امور الدین (ص ۱۲۹ ج ۲)

یعنی قرآن پاک میں سب دینی باتوں کا بیان ہے -

۸ : تفسیر بیضاوی شریف میں ہے۔ (تبیانا لکل شیء) من أمور الدین (ص ۳۲۲ ج ۱)

یعنی قرآن شریف میں سب دینی باتوں کا روشن بیان ہے -

۹ : تفسیر ابو السعود میں ہے۔ (تبیانا لکل شیء) یتعلق بامور الدین (ص ۳۶۴ ج ۶)

یعنی قرآن پاک میں تمام ان چیزوں کا روشن بیان ہے جو دین سے متعلق ہیں -

۱۰ : تفسیر کبیر میں تقریباً یہی مضمون ہے۔ لیکن چونکہ اس میں اس کو مدلل بیان کیا ہے اس وجہ سے عبارت

طویل ہو گئی ہے ہم بقصدِ اختصار اس کو چھوڑتے ہیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر کبیر ص ۴۴۳۔ ج ۵۔

اب ہم بقصدِ اختصار صرف انہی دس تفسیروں کے حوالہ جات پر اکتفا کرتے ہیں ورنہ اہلسنت کی صدہا تفاسیر سے اس قسم کی عبارتیں نقل کی جاسکتی ہیں۔

ان عبارات سے ہر ذی فہم سمجھ سکتا ہے کہ مفسرین اہلسنت کے نزدیک اس آیت کریمہ کا مطلب صرف یہ ہے کہ قرآن پاک میں دینی باتوں کا پورا بیان ہے۔ اور الحمد للہ کہ یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ بے شک قرآن عزیز میں دین الٰہی کی باتوں کا نہایت واضح اور روشن بیان ہے اور ہمارے آقا، و مولا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے عالم ہیں، عالم ہی نہیں بلکہ معلّم ہیں۔ اور جس کو جو کچھ دین الٰہی کا علم ہے وہ حضور ہی کا صدقہ ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم وبارک وعظم وشرف وکرم۔

ہاں یہ رضاخانیوں ہی کی ذہنیت ہے کہ ان کے نزدیک قرآن شریف میں یہ بھی مذکور ہے کہ فلاں روز اتنی مکھیاں مریں گی، اتنی پیدا ہوں گی، اس قدر مچھر مریں گے اور اس قدر پیدا ہوں گے۔

ناظرین! ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں کہ کیا قرآن عزیز مکھی، مکڑی، مچھر، پسّو اور کیڑے مکوڑوں کی موت وحیات و دیگر حالات بیان کرنے کے لئے نازل ہوا ہے؟ کیا وہ مچھلی، مینڈک اور برساتی کیڑوں کی ہسٹری اور حالات زندگی بتلائے گا؟ میرے نزدیک تو کوئی باایمان بھی اس کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ نعوذ باللہ من سوء الفہم۔

اس کے بعد ہم دوسری آیت کریمہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے۔ "نہ چھوڑی ہم نے کتاب میں کوئی چیز" اس آیت کریمہ سے جو استدلال کیا جاتا ہے اوّل تو اس پر وہی تین مناظرانہ سوال کئے جاتے ہیں جو اس سے پہلے استدلال پر کئے گئے، تاوقتیکہ ان کے شافی جوابات دے کر دلیل کو دعوے کے مطابق نہ کر دیا جائے۔ اس سے استدلال کرنا بقول مولوی احمد رضا خان صاحب نہ صرف جہالت بلکہ دیوانگی ہے۔ (سوالات کے اعادہ کی حاجت نہیں، ناظرین خود جاری فرماسکتے ہیں)۔

اس کے بعد ہم اس آیت کریمہ کا بھی صحیح مطلب مشاہیر مفسرین اہلسنت کی تفاسیر سے نقل کرتے ہیں۔ ملحوظ رہے کہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض نے لفظ "کتاب" سے لوح محفوظ مراد لی ہے

اور بعض نے قرآن پاک ظاہر ہے کہ جب لوح محفوظ مراد لی جائے گی (جیسا کہ تفسیر جلالین۔ص ۱۱۳۔ وتفسیر جامع البیان ص ۱۱۳۔ وتفسیر مدارک التنزیل ص ۱۸۶۔ وتفسیر تبصیر الرحمٰن ص ۲۱۰۔ وغیرہ میں ہے) تو آیت کریمہ کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے لوح محفوظ میں کوئی چیز نہ چھوڑی۔ پس اس صورت میں اس آیت کریمہ کو مسئلہ علم غیب سے کوئی تعلق ہی نہ ہوگا۔ اور نہ ہمارے مخالفین اس معنی کے اعتبار سے اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔ ان کا استدلال صرف اس صورت میں ہے جب کہ کتاب سے قرآن پاک مراد ہو۔ لہذا ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ جن مفسرین نے کتاب سے قرآن پاک مراد لیا ہے انہوں نے اس آیت کا مطلب کیا سمجھا ہے آیا وہ جو ہمارے دوست رضا خانیوں نے سمجھا (یعنی یہ کہ قرآن شریف میں ساری باتیں مذکور ہیں خواہ وہ دینی ہوں یا دنیوی، مفید ہوں یا غیر مفید حتی کہ (معاذ اللہ) کیڑے مکوڑوں کا پاخانہ اور پیشاب بھی مذکور ہے)

یا وہ معنی سمجھے ہیں جو باتباع مفسرین ہم سمجھتے ہیں (یعنی یہ کہ قرآن شریف میں دین الٰہی کی تعلیم ہے ہدایت کے اصول میں معارف کا بیان ہے، حقائق کا تبیان ہے) ملاحظہ ہو۔ تفسیر مدارک التنزیل میں ہے۔

"او الکتاب القران و قولہ من شیء ای من شیء یحتاجون الیہ" (مدارک ص ۱۸۶)

یعنی اس آیت میں "یا کتاب سے قرآن عزیز مراد ہے تو اس صورت میں شے سے مراد وہی چیز ہے جس کے لوگ دینی معاملات میں محتاج ہوں۔ یعنی قرآن شریف میں دینی ضروریات کو نہیں چھوڑا گیا۔

تفسیر ابو السعود میں ہے۔ ای ما ترکنا فی القران شیئا من الاشیاء المہمۃ۔ (ص ۱۶۹ ج ۲)

یعنی ہم نے قرآن شریف میں (سب ضروری باتیں بیان کر دیں) کوئی چیز بھی ضروریات میں سے نہیں چھوڑی"۔

تفسیر کبیر میں ہے۔ قولہ "ما فرطنا فی الکتاب من شیء" یجب ان یکون مخصوصا ببیان الاشیاء التی یجب معرفتہا والاحاطۃ بہا"۔

"یعنی اس آیت کریمہ میں جو شے کا لفظ ہے (اس کو عام نہیں رکھا جا سکتا بلکہ) اس کا ان اشیاء کے ساتھ خاص کر دینا واجب ہے جن کی معرفت ضروری ہو۔ اور جن کا علم لابدی ہو۔ یعنی آیت کریمہ کا صرف یہ مطلب ہے کہ ہم نے قرآن شریف میں تمام وہ چیزیں بیان کر دیں جن کا جاننا لازمی ہے۔ ان میں سے کوئی چیز نہ چھوڑی"۔

ہم یہاں بخوف طوالت صرف انہیں حوالہ جات پر اکتفا کرتے ہیں اور ارباب انصاف کے لئے اسی قدر کافی سمجھتے ہیں۔

اس کے بعد ہم چوتھی آیت کریمہ وکل شیء فصلناہ تفصیلا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اس کا ترجمہ یہ ہے "ہم نے ہر چیز کی پوری تفصیل کر دی"

اس استدلال پر بھی ہمارے وہی اٹل تین سوال ہیں جو پہلی دلیل پر وارد کئے جا چکے ہیں اور جن کا جواب نہ ہوا اور نہ انشاء اللہ ہو سکے گا۔ (ناظرین ان سوالات کو خود جاری فرمالیں) رہا اس کا صحیح مطلب تو اس کو ہم چند معتبر و مستند تفاسیر سے نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایا جائے۔

۱ : تفسیر جلالین شریف میں ہے۔ (وکل شیء) یحتاج الیہ (فصلناہ تفصیلا) ص۲۲۹ یعنی ہم نے ہر ضروری چیز کی پوری تفصیل کر دی"

۲ : تفسیر جامع البیان میں ہے۔ (وکل شیء) مما تحتاجون الیہ (فصلناہ تفصیلا) یعنی ہم نے ان تمام چیزوں کی پوری تفصیل کر دی جن کی ضرورت تم کو پڑتی ہے"

۳ : تفسیر مدارک شریف میں بھی یہی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ مدارک ص ۳۵۸۔

۴ : تفسیر ابو السعود میں ہے۔ (وکل شیء) تفتقرون الیہ فی المعاش و المعاد (ص ۳۰۶ - ج ۲)۔ یعنی ہم نے ہر اس چیز کی پوری تفصیل کر دی جس کی تمہیں امر معاش و معاد میں ضرورت ہے"

۵ : تفسیر کبیر میں ہے۔ وکل شیء فصلناہ تفصیلا ای کل شیء بکم الیہ حاجۃ الخ (ص ۳۰۰ - ج ۵) یعنی ہم نے ان تمام چیزوں کی پوری تفصیل کر دی جن کی تم کو ضرورت ہے"

یہاں بھی بقصد اختصار صرف انہی حوالہ جات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ واللہ الھادی الی سبیل الرشاد۔

مفسرین عظام کی ان تصریحات سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس آیت کریمہ کا بھی یہی مطلب ہے کہ قرآن عزیز

انسانی ضروریات کا کفیل ہے اس میں ضروری ضروری باتیں بیان کر دی گئی ہیں نہ یہ کہ اس میں حشرات الارض زمین کے کیڑے مکوڑوں) کی سوانح عمری ہو جیسا کہ ہمارے رضا خانی دوستوں کا خیال ہے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔

آیت کریمہ نمبر۳ (وکل شئی احصیناہ فی امام مبین)۔ و نمبر۵ یعنی (ولا حبۃ فی ظلمت الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین)۔ کے متعلق ہم صرف اس قدر عرض کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ ان دونوں آیتوں میں کتاب مبین سے لوح محفوظ مراد ہے۔ مفسرین اہلسنت نے تو اس کی تصریح کی ہی ہے۔ لیکن یہاں تو غضب یہ ہے کہ آپ کے قبلہ و کعبہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی بھی لوح محفوظ مراد لے رہے ہیں۔ دیکھو "انباء المصطفی" ص ۳، سطر ۲۱، ۲۲۔ اگرچہ تقریباً تمام تفاسیر میں بھی یہی مذکور ہے۔ لیکن ہم خان والا شان کے فرمان عالی شان کے بعد کسی مفسر کی عبارت نقل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے ۔ ع

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

آیت کریمہ نمبر۶ و نمبر۷ کے متعلق ہم کچھ عرض کرنے کی حاجت نہیں سمجھتے۔ ناظرین خود فیصلہ فرمالیں۔ کہ ان کو کہاں تک رضا خانیوں کے دعوے سے تعلق ہے۔ پہلی آیت کا ترجمہ یہ ہے۔ "(اے حبیب دردمندان محبت کے طبیب) یہ غیب کی خبروں میں سے ہے ہم تمہاری طرف اس کو وحی کرتے ہیں"

دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے۔ "پس وحی کی اپنے حبیبؐ کی طرف جو کچھ کہ وحی کی"

غور فرمایا جائے کہ دعوےٰ تو اتنا طویل و عریض کہ بیابانوں کے ذرہ ذرہ کا، سمندروں کے قطرہ قطرہ کا، درختوں کے پتہ پتہ کا، دریاؤں کی مچھلی، مینڈک اور زمین کے ہر کیڑے مکوڑے کی حرکت و سکون کا، حتی کہ پاخانہ و پیشاب وغیرہ وغیرہ کا علم تفصیلی محیط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات شریف سے اکیاسی روز قبل عطا فرمادیا گیا۔ اور دلیل یہ کہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غیب کی خبروں میں سے کوئی خبر وحی فرمائی، یا یہ کہ وحی فرمائی جو کچھ کہ وحی فرمائی۔ سبحان اللہ! واہ رے استدلال۔

قرآنی آیات کی بحث سے فارغ ہو کر اب ہم ان احادیث کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جن کا اضافہ رضاخانیوں کی اس جعلی روئداد میں کیا گیا ہے۔ فاقول وباللہ التوفیق۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی روایت لقد ترکنا رسول اللہ صلعم الحدیث کے متعلق سردست صرف اس قدر لکھتے ہیں کہ یہ دعوے سے خاص ہے اور دعوے عام دلیل خاص سے ثابت نہیں ہو سکتا۔ کما بین فی کتب الاصول۔

دوسری روایت جو جناب شب معراج کی پیش کی ہے اس کا ترجمہ آپ کے اصول پر یہ ہے "پس میں جان لیا (اس شب معراج میں) جو کچھ کہ ہو چکا اور جو کچھ کہ ہو گا"۔ لہذا میاں وہی سوال وارد ہو گا کہ اس سے کل مراد ہے یا البعض؟ اگر کل مراد ہے تو یہ آپ کے دعوے سے عام ہے (جیسا کہ رضاخانیوں کے استاذ العلماء مولوی نعیم الدین صاحب نے "الکلمۃ العلیا" میں اس کا اعتراف کیا ہے) لہذا یہ دلیل خود آپ کے بھی مذہب کے مخالف ہے اور آپ کے دعوے سے متخلف ہو گی۔

اور اگر اس سے بعض مراد ہے یعنی وہ جو اس وقت عند اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب تھا تو وہ ہمارے مخالف نہیں وہ بعینہٖ ہمارا مذہب ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر اس روایت سے یہ علم محیط ثابت ہو گا تو شب معراج میں ہجرت سے بھی بہت پہلے ماننا پڑے گا۔ اور آپ خود اس کے قائل نہیں۔ آپ صرف وفات شریف سے اکیاسی روز قبل اس علم محیط کی تکمیل مانتے ہیں۔ لہذا یہ روایت آپ ہی کے بیان کردہ مطلب کے اعتبار سے آپ کے بھی مخالف ہے۔

تیسرے یہ کہ اس روایت کو تا قیامت صحیح نہیں ثابت کیا جا سکتا۔ صحیح ہونا تو درکنار اس کی پوری اسناد بھی نہیں بتلائی جا سکتیں۔ راویوں کی جرح و تعدیل تو بعد کی چیز ہے۔ لیکن میاں صاحب افسوس! کہ آپ کے سامنے ان چیزوں کا ذکر کرنا ہمارے نزدیک بھینس کے آگے بین بجانے سے کم نہیں۔ کاش کہ کسی ذی علم کا مقابلہ ہوتا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی روایت (قام فینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث) جس کا اضافہ اس رضاخانی روئداد کے صفحہ ۹۶ پر کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب بھی ہرگز یہ نہیں کہ جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس وعظ میں رضاخانیوں کا تمام ماکان وما یکون[1] بتلا دیا۔ کیوں کہ ظاہر ہے کہ حضور نے یہ تو بیان کیا ہی نہ ہوگا کہ شراب اس طرح بنائی جاتی ہے، جوا یوں کھیلا جاتا ہے، فلاں وقت زید غسل خانہ میں جائے گا۔ فلاں وقت پاخانہ میں، فلاں وقت کلکتہ کے بازار میں گندم کا یہ نرخ ہوگا جو کا یہ نرخ ہوگا، ہندوستان میں ایک شہر بریلی ہوگا اس میں ایک پاگل خانہ ہوگا اور اس میں فلاں فلاں پاگل ہوں گے۔

الغرض میرے نزدیک کوئی عقل مند اس کو گوارا نہیں کرے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر دنیا بھر کی ان خرافات کو بیان کیا ہو، بلکہ یہ کہنا ایک درجہ میں شان نبوت کی توہین کرنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کام کے لئے تشریف نہیں لائے تھے بلکہ بعثت کی غرض دین الٰہی کی تعلیم تھی لہٰذا اس حدیث کا وہی مطلب[2] ہوگا جو ہمارے اور آپ کے دونوں کے مسلم شیخ الشیوخ شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں لکھا ہے۔ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے الفاظ اس موقعہ پر یہ ہیں۔

"ای مما یتعلق بالدین ای کلیاته"

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وعظ میں بدء الخلق سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک کی تمام وہ باتیں بیان فرمادیں جو دین سے متعلق تھیں اور اس کے بھی کلیات نہ ہر ہر جزئی" الحمد للہ کہ اس دلیل کا فیصلہ ایسے کے قلم سے ہوا جس کے سامنے رضاخانی دم نہیں مار سکتے۔ فللّٰہ الحجۃ السامیہ۔

رہی شرح زرقانی کی عبارت "اصحابہ صلعم جازمون باطلاعه علی الغیب"

اس کا جواب صرف اس قدر کافی ہے کہ یہاں غیب سے کل غیب تو نہ تمہارے نزدیک مراد ہوسکتے ہیں نہ ہمارے نزدیک۔ لہٰذا البعض غیب مراد ہوں گے۔ اور اس صورت میں یہ مثبت مدعا نہیں۔ پھر اس سے استدلال بقول مولوی احمد رضا خان صاحب "نہ صرف جہالت بلکہ دیوانگی ہے" الحمد للہ! کہ روئداد نویس صاحب نے جس قدر

---

[1] یہ اس لئے عرض کیا گیا ہے کہ رضاخانیوں کا ماکان وما یکون بھی دنیا سے نرالا ہے آئندہ انشاء اللہ کسی تحریر میں اس کی تفصیل کیجائیگی۔

[2] اور یہی مطلب بعینہٖ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ہے جس کا اضافہ رضاخانی روئداد کے صفحہ ۲، پر کیا گیا ہے۔

ثبوت کا اضافہ کیا تھا وہ تمام بھی پہلے ثبوت کی طرح "ھباءً منثوراً" ہوگیا

وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ۔

دیوبند اور بریلی کے اختلاف و نزاع پر

فیصلہ کُن مُناظرہ

یعنے

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے تکفیری فتوے "حسام الحرمین" کے جواب میں جناب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کا وہ فیصلہ کُن بیان جو موصوف نے ۱۳۵۲ھ (م ۱۹۳۳ء) میں لاہور میں ہونے والے ایک ایسے مناظرہ میں پیش کرنے کے لیے تیار کیا تھا جس کے لیے علامہ ڈاکٹر اقبال مرحوم پروفیسر علامہ اصغر علی روحی مرحوم اور شیخ صادق حسن امرتسری (بیرسٹرایٹ لا) حکم طے پائے تھے ——— یہ بیان پہلی دفعہ ۱۳۵۲ھ میں "معرکۃ القلم" کے نام اور "فیصلہ کُن مُناظرہ" کے لقب سے شائع ہوا تھا۔ ———

——— ناشر ———

انجمن ارشاد المسلمین
۱۴- بہاولپور روڈ، مزنگ لاہور

فہرست مضامین

عرضِ ناشر

پاکستان کی آزاد مملکت کے قیام کے بعد اس بات کی شدید ضرورت تھی کہ پاکستانی مسلمان آپس کے اختلافات کو ختم کر کے اپنی تمام مساعی اس طرف مبذول کریں کہ اس نوزائیدہ مملکت کو استحکام و استقلال نصیب ہو اور یہاں کتاب و سنت کے مطابق پورا اسلامی نظام نافذ ہو جائے اور اس طرح تمام روئے زمین کی حکومتوں کے سامنے ایک مثالی اسلامی حکومت کا صحیح نمونہ پیش کیا جا سکے۔ مگر نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس اہم نصب العین کی طرف صحیح معنوں میں کوئی قدم نہیں کیا گیا اور روحانی اور اخلاقی اعتبار سے ہم دن بدن اور گرتے چلے جا رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں سیاسی لیڈروں اور سیاسی جماعتوں اور ان کے کارکنوں نے اور حکومت کے ذمہ دار عہدہ داروں نے ہر دور میں جو کچھ کیا اور جس طرح ملک کو ہر لحاظ سے تباہ و برباد کیا وہ تو ایک ظاہر حقیقت ہے، فی الحال مجھے اس کے بارے میں کچھ کہنا مقصود نہیں بلکہ دین اور علم دین کی طرف منسوب لوگوں نے جو کچھ کیا ان کے بارے میں کہنا چاہتا ہوں۔ اگرچہ اس میں بھی شک نہیں کہ علماء کرام اور دیندار مسلمانوں کے ایک طبقہ نے اس عرصہ میں مسلسل کوششیں کی ہیں کہ اس ملک کا آئین قرآن و سنت کے مطابق بن کر نافذ ہو جائے اور پاکستان ایک صحیح اسلامی ریاست بن جائے اور انہوں نے تمام توجہات اسی ایک ہی مقصد کی طرف مبذول کی ہیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ علماء کہلانے والے کچھ لوگ ایسے بھی اس ملک میں موجود ہیں جنہوں نے اس نصب العین سے عام مسلمانوں کی توجہات ہٹانے کے لئے دوسرے مشاغل اختیار کئے اور علماء حق کو بھی ان فضول مشاغل میں الجھانے اور صحیح کام سے نکالنے کی کوششیں کی ہیں۔ چنانچہ ان "اللہ کے بندوں" نے دیوبندی بریلوی نزاع و اختلاف کو ہر دور میں اور ملک کے ہر گوشہ میں تازہ رکھا۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس ملک

میں ٹھوس بنیادوں پر دینی علوم اور دینی مسائل کی ترویج واشاعت اور اسلامی نظام کے لئے علمی اور عملی جد وجہد کا کام وہ علماء کرام کر رہے ہیں جو دارالعلوم دیوبند کے ساتھ یا تو براہِ راست تلمذ وعقیدت کا تعلق رکھنے والے ہیں، یا بالواسطہ اکابر علماءِ دیوبند کے ساتھ وابستہ اور ان کے معتقد ہیں۔ لیکن ان علماءِ حق کے راستوں میں روڑے اٹکانے کے لئے اور قوم کا تعلق ان سے توڑنے کے لئے کچھ بندگانِ شکم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ علماءِ دیوبند کے خلاف ملک میں مستقل محاذ قائم رکھیں اور تکفیر وتفسیق کے تیروں سے ان کو نشانہ بناتے رہیں۔ عام مسلمان اپنی نادانی اور حقیقتِ حال سے بیخبری کی بنا پر محراب ومنبر پر جلوہ گر ان واعظانِ خوش گلو کے دامِ فریب میں پھنس جاتے ہیں اور ان علماءِ ربانیین اکابر علمائے دیوبند کے بارے میں بدظن ہوتے ہیں جن کی مجاہدانہ کوششوں اور دینی اور علوم دینی کی خدمات جلیلہ کی برکت سے آج ہند وپاکستان میں اسلامی روایات اور اسلامی علوم باقی ہیں۔ یہ واعظانِ حق ناشناس اور سوداگرانِ متاعِ دین وایمان جس بہتان تراشی اور تہمت طرازی سے کام لے کر اہلِ حق کے خلاف فضا کو ناساز گار کرنے اور ان کو دینی مقاصد میں ناکام بنانے کی سعی کر رہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ اس کی حقیقت کھول کر ناواقف مسلمانوں کو اس دھوکہ اور فریب سے بچایا جائے۔ دیوبندی بریلوی اختلاف نہایت ہی عجیب قسم کا اختلاف ہے۔ یہ چند دینی مسائل کے فہم وتعبیر میں باہم علمی اختلاف نہیں بلکہ ناظرین کو جیساکہ آئندہ اوراق کے مطالعہ سے معلوم ہوگا اس کی اصلیت اور تاریخ صرف یہ ہے کہ۔

مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے علماءِ دیوبند کی طرف بعض کافرانہ عقیدے منسوب کر کے دعویٰ کیا اور فتویٰ دیا تھا کہ

"چونکہ ان کے یہ عقیدے ہیں اس لئے وہ قطعی کافر ہیں، ایسے کافر کہ جو شخص ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی ویسا ہی کافر ہے"

اس کے جواب میں علماءِ دیوبند اُسی وقت سے برابر کہہ رہے اور لکھ رہے ہیں کہ "ہم پر محض بہتان ہے، ہمارے ہرگز یہ عقیدے نہیں ہیں بلکہ جس کسی کے بھی ایسے ناپاک عقیدے ہوں ہم خود اس کو کافر اور اسلام سے خارج سمجھتے ہیں" اور مولوی احمد رضا خان صاحب نے ہماری جن عبارتوں کا حوالہ دیا ہے ان کا ہرگز وہ مطلب نہیں ہے بلکہ ان کا مطلب یہ ہے جو تصریحاتِ کتاب وسنت اور عقائدِ اہلسنت کے ہرگز خلاف نہیں ہے اور علماءِ دیوبند اپنے اس دعویٰ کا نہایت

صاف اور روشن ثبوت بھی دیتے ہیں۔ جس کی ایک مثال یہ رسالہ (فیصلہ کن مناظرہ) بھی ہے۔

ظاہر ہے کہ علماء دیوبند کے اس جواب کے بعد اس اختلاف کو عقیدہ کا اختلاف نہیں کہا جا سکتا اور مسلمانوں میں اس اختلاف کے اب تک باقی رہنے کی کوئی وجہ اس کے سوا سمجھ میں نہیں آسکتی کہ کچھ لوگوں نے مسلمانوں میں اس اختلاف کے باقی رکھنے اور اس بنیاد پر ان کو آپس میں لڑانے کو اپنی روزی کا ذریعہ بنالیا ہے اور اب یہی ان کا ناجائز پیشہ ہے۔

شاید بہت سے لوگ ناواقفی سے یہ سمجھتے ہوں کہ میلاد و قیام، عرس و قوالی، فاتحہ، تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں، برسی وغیرہ رسوم کے جائز و ناجائز اور بدعت و غیر بدعت ہونے کے بارہ میں مسلمانوں کے مختلف طبقوں میں جو نظریاتی اختلاف ہے یہی دراصل دیوبندی و بریلوی اختلاف ہے مگر یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کے درمیان ان مسائل میں یہ اختلاف تو اس وقت سے ہے جب کہ دیوبند کا مدرسہ قائم بھی نہیں ہوا تھا اور مولوی احمد رضا خان صاحب پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے ان مسائل کے اختلاف کو "دیوبندی بریلوی اختلاف" نہیں کہا جا سکتا۔

علاوہ ازیں ان مسائل کی حیثیت کسی فریق کے نزدیک بھی ایسی نہیں ہے کہ ان کے ماننے نہ ماننے کی وجہ سے کسی کو کافر یا اہلسنت سے خارج کہا جا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب اور ان کی خاص ذریت کے علاوہ ہندوستان کے بہت سے علماء اور بہت سے علمی حلقے ایسے ہیں جن کی تحقیق اور رائے ان مسائل میں علماء دیوبند کی تحقیق سے مختلف ہے مگر اس کے باوجود ان میں سے کوئی بھی دوسرے کی تکفیر یا تفسیق نہیں کرتا۔ بلکہ آپس میں عقیدت اور احترام کے تعلقات ہیں جیسے کہ علماء حق کے درمیان ہونے چاہئیں۔ اس کی مثال میں حضرات علماء فرنگی محلی لکھنؤ، حضرت مولانا عین القضاۃ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا معین الدین صاحب اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد سجاد صاحب بہاری مرحوم جیسے بہت سے علماء کرام اور علمی سلسلوں اور خاندانوں کا نام لیا جا سکتا ہے۔ ان حضرات کا مسلک حضرات علماء دیوبند کے مسلک سے مختلف تھا لیکن جاننے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ احترام میں کوئی فرق نہ تھا اور اب بھی یہی صورت ہے الغرض ان مسائل کے اختلاف کو "دیوبندی بریلوی اختلاف" سمجھنا صحیح نہیں ہے۔

دیوبند و بریلی کا اصل اختلاف و نزاع جیسا کہ عرض کیا گیا وہی ہے جو مولوی احمد رضا خان صاحب کے تکفیری فتووں سے پیدا ہوا ہے اور ناظرین کو معلوم ہو چکا کہ وہ کس قدر بے بنیاد ہے کیونکہ جن عقائد کو بنیاد قرار دے کر مولوی

احمد رضا خان صاحب نے حضرات علماء دیوبند کی تکفیر کی تھی وہ حضرات ان عقیدوں سے نہ صرف تبرّی اور تحاشی کرتے ہیں بلکہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایسے عقیدے رکھنے والا خود ہمارے نزدیک بھی کافر ہے اور مولوی احمد رضا خان صاحب کے خلاف انصاف کی عدالت میں عرصۂ دراز سے ان کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے ہماری طرف بالکل بے اصل فتووں کی نسبت کرکے اور ہماری عبارتوں میں ناجائز قطع وبرید کرکے اور ان کو توڑ مروڑ کے ہم پر یہ بہتان لگائے ہیں اور وہ اپنے اس دعویٰ کا نہایت روشن اور ناقابل تردید ثبوت بھی دے چکے ہیں۔ اور یہ رسالہ بھی اس سلسلہ کی آخری فیصلہ کن دستاویز ہے۔

الغرض مسلمانوں کی اس بدقسمتی پر کس قدر ماتم کیا جائے اور ان کی اس سادہ لوحی اور بیوقوفی پر کتنا رویا جائے کہ ایسا بے بنیاد اختلاف اپنی وسعت اور پھیلاؤ اور مضرت کے لحاظ سے ان کا سب سے بڑا اختلاف ہوا ہے۔ ہندوستان و پاکستان میں مسلمانوں کی بہت ہی کم خوش نصیب بستیاں ہوں گی جہاں کے مسلمان اس بے بنیاد دیوبندی بریلوی اختلاف کی نحوست اور تباہ کاری سے بالکل محفوظ ہوں۔

اس اختلاف کو بے حقیقت اور بے بنیاد ثابت کرنے اور عام مسلمانوں پر واضح کرنے کے لئے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے علماء دیوبند کی طرف کا فرانہ عقائد کی نسبت کرکے ان کی تکفیر کی ہے وہ ہرگز ان حضرات کے عقائد نہیں ہیں۔ علماء دیوبند کی طرف سے اس سلسلہ میں بہت کچھ کہا اور لکھا گیا ہے۔ لیکن اب ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء میں اسی موضوع پر لاہور میں ہونے والے ایک ایسے مناظرہ میں پیش کرنے کے لئے (جس کا فیصلہ دینے کے لئے علامہ ڈاکٹر اقبال مرحوم اور ان کے ساتھ دو اور ایسی ممتاز شخصیتوں کو حکم بھی تسلیم کر لیا گیا تھا) جو ایک مفصل بیان مخدوم و معظم مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہٗ نے علماء دیوبند کی طرف سے تیار کیا تھا جو بعد میں "فیصلہ کن مناظرہ" کے نام سے مستقل رسالہ کی شکل میں بھی شائع ہو گیا تھا۔ بلاشبہ اس موضوع پر وہ حرفِ آخر ہے اور سچ یہ ہے کہ اس نے اس اختلاف کے باقی رہنے کے لئے ذرہ برابر بھی گنجائش نہیں چھوڑی ہے۔

مدتِ دراز سے یہ بیان نایاب تھا اور ملک کے خاص حالات کی وجہ سے اس کی اشاعت کی خاص ضرورت بھی نہ تھی۔ مگر اب پاکستان کے مختلف شہروں میں اس فتنہ کے علمبردار (جنہوں نے اسی فتنہ انگیزی کو اپنا پیشہ اور معاشی ذریعہ بنا لیا ہے) پھر اس دفن شدہ فتنہ کو اکھاڑ رہے ہیں اور ملک کے مختلف حصوں سے اس آگ کے بھڑکنے کی اطلاعیں آ رہی ہیں اس آگ کو بجھانے اور نزاع کو ختم کرنے کے لئے ضرورت تھی کہ اس رسالہ کو پھر شائع کیا جائے۔ چنانچہ مسلمانوں میں اتحاد و

اتفاق کی فضا پیدا کرنے اور باہمی شقاق وخلاف کو دور کرنے کے ارادۂ نیک اور اصلاح احوال کے جذبہ کی بنا پر ہمارا ادارہ اسے شائع کر رہا ہے۔

کچھ عرصہ پہلے مصنف ممدوح نے اس فتنہ کے متعلق ایک نہایت مفید اور بصیرت افروز مضمون بھی "الفرقان" میں شائع کیا تھا ہم نے مناسب سمجھا کہ "مقدمہ" کے طور پر اس کو بھی کتاب میں شامل کر دیں۔ اس "پیش لفظ" کے بعد ناظرین کرام اسی کو پڑھیں گے۔ اس کے بعد مولانا نعمانی ہی کے قلم سے صفحہ ۲ پر "تعارف ومعذرت" کے عنوان سے ایک تعارفی نوٹ ہے۔ بعد ازاں صفحہ ۲۷ سے اصل کتاب شروع ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ناظرین کو اس سے فائدہ پہنچائے اور اس فتنہ کے فرو ہونے کا اس کو ذریعہ بنائے۔

والحمد للہ اولاً وآخراً

○

از مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بریلی کا تکفیری فتنہ

ماضی اور حال

اس دنیا میں بعض واقعات اس قدر عجیب و غریب اور بعید از قیاس ہوتے ہیں کہ عقل ہزار سر مارے مگر ان کی کوئی معقول توجیہ کرنے سے عاجز ہی رہتی ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام اور ان کی دینی دعوت کے ساتھ ان کی قوموں نے عام طور سے جو سلوک کیا وہ بھی دنیا کے ایسے ہی عجیب و غریب اور بعید از قیاس واقعات میں سے ہے۔ خود اس دنیا کے پیدا کرنے والے اور چلانے والے خالق و پروردگار نے کتنے عجیب انداز میں اس پر حسرت کا اظہار کیا ہے۔

یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ[1] (یٰس ع ۲)

مثال کے طور پر صرف خاتم النبیین سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی سرگزشت کو اس نظر سے حدیث و سیر کی کتابوں میں دیکھ لیا جائے۔

آپ مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے، وہیں پلے بڑھے، بچپن ہی سے صورت میں دل کشی و محبوبیت اور عادات میں معصومیت تھی اس لئے ہر ایک محبت و احترام کرتا تھا۔ گویا آپ پوری قوم کو پیارے اور اس کی آنکھ کے تارے تھے پھر جب عمر مبارک چالیس سال کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے صورت و سیرت کی اس محبوبیت و معصومیت کے ساتھ نبوت کا کمال اور رسالت کا جلال و جمال بھی عطا فرما دیا، جس کے بعد سیرت اور زیادہ بلند ہوگئی۔ زبان سے علم و حکمت کے چشمے پھوٹنے لگے اور پیدائشی حسین و جمیل چہرہ میں اب نبوت کا نور بھی چمکنے لگا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف

---

[1] ہائے کیسی حسرت ہے ان بندوں پر، ہماری طرف سے جو رسول بھی ان کے پاس پہنچے یہ ان کے ساتھ تمسخر اور استہزاء سے ہی پیش آئے۔"

سے حکم ہوا کہ اپنی قوم کو توحید اور اسلام کی دعوت دیں۔ آپ نے پورے اخلاص اور کامل محبت اور انتہائی حکمت کے ساتھ درد اور سوز سے بھری ہوئی اس آواز میں جس سے پتھر بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اپنی قوم کے سامنے توحید اور اسلام کی وہ دعوت پیش کی جس کا حق اور معقول ہونا اور آپ کی قوم اور ساری انسانیت کیلئے سراسر رحمت ہونا گویا بالکل بدیہی تھا۔ عقل کا فیصلہ اور قیاس کا تقاضا یہی تھا کہ پوری قوم جو پہلے ہی سے آپ کی گرویدہ تھی اور آپ کو صادق و امین سمجھتی اور کہتی تھی وہ آپ کی اس دینی دعوت پر ایک زبان ہو کر لبیک کہتی اور پروانہ وار آپ پر ٹوٹ پڑتی اور کم از کم مکہ میں تو ایک بھی مکذب اور مخالف نہ ہوتا۔ لیکن ہوا یہ کہ گنتی کے چند سعادت مندوں کے سوا ساری قوم آپ کی تکذیب اور مخالفت پر متفق ہو گئی، جو ہمیشہ سے صادق و امین کہتے اور عقیدت کے پھول چڑھاتے تھے وہی شاعر و مجنون اور ساحر و کذاب کہنے لگے اور آپ کے خلاف نفرت و عداوت کی آگ بھڑکانا ان کا محبوب ترین شغل بن گیا۔ پھر تو قریباً دس سال تک آپ کے ان ہی جاننے پہچاننے والوں نے اس قدر ستایا اور ایسی ایسی کمینہ حرکتیں کیں کہ خود ارشاد فرماتے ہیں۔ مَا اُوْذِیَ فِی اللّٰهِ اَحَدٌ مِّثْلَ مَا اُوْذِیْتُ (اللہ کی راہ میں اس کے کسی بندہ کو کبھی اتنا نہیں ستایا گیا جتنا کہ مجھے ستایا گیا ہے)۔

بے چاری عقل حیران ہے، ایسا کیوں ہوا؟ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ان دنوں مکہ میں دماغوں کو خراب کر کے آدمیوں کو پاگل بنا دینے والی کوئی خاص ہوا چلی تھی جس کے اثر سے ساری قوم کی قوم پاگل ہو گئی تھی اور آپ کے ساتھ یہ جو کچھ اس نے کیا وہ پاگل پنے کی وجہ سے کیا۔

اسی کی دوسری مثال امت میں لیجئے! حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ عنہم اجمعین) یہ چاروں بزرگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہیں۔ اور اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تاریخ سے کچھ بھی واقفیت رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ اللہ و رسولؐ کے ساتھ اور ان کے مقدس دین کے ساتھ ان چاروں بزرگواروں کی وفاداری اور ان کا اخلاص ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ اللہ کے ان صادق بندوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان جان نثاروں نے حضور کے زمانہ میں اور آپ کے بعد اسلام کے لئے جو کچھ قربانیاں کیں اور اللہ کے مقدس دین کی جو خدمات انجام دیں وہ آفتاب سے زیادہ روشن اور دنیا کے زیادہ سے زیادہ مشہور و مسلّم واقعات سے زیادہ مسلّم و مستند

ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے مواقع پر اپنے ان چاروں جاں نثاروں کی خدمات اور قربانیوں کا جس محبت اور قدردانی کے ساتھ اعتراف فرمایا اور ان کے مقبول اور جنتی ہونے اور جنت میں بھی اپنے پاس اور اپنے ساتھ رہنے کی بار بار جو شہادتیں اور بشارتیں دیں وہ اپنے تواتر کی وجہ سے قریب قریب ایسی ہی یقینی اور ناقابل شک ہیں جیسا کہ عقیدۂ توحید و عقیدۂ قیامت اور نماز اور روزہ اور حج اور زکوٰۃ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے ہونا قطعاً غیر مشتبہ اور یقینی ہے۔

لیکن غور کیجئے اس امت کی تاریخ کا یہ کیسا عجیب وغریب اور ناقابلِ فہم واقعہ ہے کہ اسلام کے بالکل ابتدائی دور ہی میں خود مسلمانوں میں ایسے مستقل فرقے پیدا ہوئے جن کی خصوصیت اور جن کا امتیاز صرف یہی ہے کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان جلیل القدر اور ممتاز صحابہ کے ایمان ہی سے انکار تھا اور وہ (معاذ اللہ) ان کو کافر و منافق اور گردن زنی کہنے پر مصر تھے۔ اور اب تک بھی یہ فرقے دنیا میں موجود ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ مسلمانوں کے قدیم ترین فرقہ شیعہ کی خصوصیت اور انکا امتیاز ہی یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، اور حضرت عثمانؓ کی عداوت و بدگوئی اور ان کے مومن و مخلص ہونے سے انکار، ان کے مذہب کی بنیاد یا کم از کم ان کا مذہبی شعار ہے اور اس معاملہ میں ان کا غلو اور جنون اس حد کو پہنچا ہوا ہے کہ ان کے بہت سے چوٹی کے "مہذب" اور تعلیم یافتہ افراد" تہذیب و رواداری کے اس دور میں بھی اپنے اس حال کے اظہار سے نہیں شرماتے کہ ان بزرگوں کی تعریف و مدح میں کسی اور کا بھی کچھ کہنا ان کے لئے ناقابل برداشت ہے اور اس کے برعکس ان پاک ہستیوں پر تبرا بازی ان کا محبوب ترین مشغلہ اور ان کے نزدیک کارِ ثواب ہے۔

ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہئے!

خلافِ عقل مجادلانہ کج بحثیوں کو تو چھوڑ دیجئے اور پھر ٹھنڈے دل سے غور کیجئے کہ کیا کسی کی عقل بھی ان لوگوں کے اس طرزِ عمل کی کوئی معقول توجیہ کر سکتی ہے؟

کون کہہ سکتا ہے کہ اس فرقہ والے سب پاگل اور عقلِ عام سے محروم ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ان میں بڑے بڑے تعلیم یافتہ، بڑے بڑے دانشور اور ایک سے ایک ذہین و فطین ہر دور میں رہے ہیں اور آج بھی موجود ہیں بلکہ اس فرقہ کے جن ممتاز عالموں اور مصنفوں نے خاص اسی موضوع (مطاعن خلفاء ثلاثہ) پر ضخیم ضخیم کتابیں لکھی ہیں ان

کو وہی کتابیں شاہد ہیں کہ نہ وہ پاگل ہیں نہ بے خبر جاہل ہیں، بلکہ ــــ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ ــــ کا قابلِ عبرت نمونہ ہیں۔

یہی حال ان کے اصل حریف اور مدِمقابل فرقہ یعنی خوارج و نواصب کا ہے۔ ان بدبختوں کے نزدیک سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ (معاذ اللہ) ایسے بددین، اس درجہ کے دشمنِ اسلام، ایسے مجرم اور گردن زنی تھے کہ ان کو ختم کر دینا نہ صرف کارِ ثواب بلکہ ان کے قاتل کے جنت میں پہنچنے کا یقینی ذریعہ تھا۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ جب شقی، ابن ملجم نے سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تلوار سے وار کیا اور اس کو معلوم ہو گیا کہ وار بھرپور پڑا اور حضرت ممدوح رضؓ کی زندگی ختم کر دینے کے اپنے منصوبہ میں وہ کامیاب ہو گیا تو گرفتار ہونے کے باوجود وہ کہتا تھا کہ "فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ" (اس بدبخت کا مطلب یہ تھا کہ سیدنا علی کو خاک و خون میں تڑپا کے اور ان کی شمعِ حیات گل کر کے میں نے نجات اور جنت حاصل کرنے کا سامان کر لیا، اور خواہ اس زندگی میں اب مجھ پر کچھ بھی گزرے لیکن مرنے کے بعد آخرت کی کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی میں میرا یہ عمل مجھے جنت میں ضرور پہنچا دے گا) ــــ تبلایئے! کہ عقل بے چاری اس گمراہی اور عقل باختگی کی کیا توجیہ کرے؟ ــــ جو لوگ تاریخ کے ذریعہ ابن ملجم اور اس کے فرقہ کے حالات سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ فرقہ بھی پاگلوں اور اَن پڑھ جاہلوں کا فرقہ نہ تھا بلکہ ان میں بہت سے اچھے خاصے علم و فہم والے بھی تھے۔

اصل بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص حبِ مال یا حبِ جاہ یا ایسے ہی کسی اور غلط جذبہ کے تحت کسی معاملہ میں اللہ کی ہدایت کی بجائے اپنے نفس کی خواہشات اور اپنے ذاتی جذبات و خیالات کی پیروی کا فیصلہ کر لیتا ہے تو کم از کم اس خاص معاملہ میں خدا ترسی و حق بینی کی صلاحیت اور فہمِ سلیم کی دولت اس سے چھین لی جاتی ہے۔ اور پھر بظاہر عقل و ہوش رکھنے کے باوجود اس سے اس معاملہ میں ایسی ایسی حرکتیں سرزد ہوتی ہیں کہ عقلِ سلیم ان کی کوئی توجیہ بھی نہیں کر سکتی۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق قرآن کا بیان ہے۔

لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ [1]

---

[1] ان کے دل ہیں مگر یہ ان سے سمجھتے نہیں، ان کے کان ہیں مگر یہ ان سے سنتے نہیں، ان کی آنکھیں ہیں مگر یہ ان سے دیکھتے نہیں، یہ تو بس جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے اور زیادہ گمراہ ہیں۔

عقل و خرد کی گمراہی کی ایسی مثالیں اسلامی تاریخ کے بعد کے دوروں میں بھی بکثرت ملتی ہیں اور مختلف زمانوں میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں جنھوں نے اپنے زمانہ کے اچھے سے اچھے اور نہایت نیک سیرت بندوں کی عداوت و دشمنی و بدگوئی و ایذاء رسانی کو اپنا خاص مشغلہ بنا یا۔ بلکہ شاید امت کے اکابر و ائمہ میں سے شاذ و نادر ہستیاں ہی ایسی ہوں گی جن کو نبوت کی اس میراث سے حصہ نہ ملا ہو۔

شیخ تاج الدین سبکی رح نے " طبقات الشافعیۃ الکبریٰ " میں رنج اور غصہ کے ساتھ لکھا ہے۔

ما من امام الا وقد	امت کا کوئی امام ایسا نہیں ہے جس کو حملہ
طعن فیه طاعنون	کرنے والوں نے اپنے حملوں کا نشانہ نہ بنایا ہو
وهلك فیه هالكون۔	اور جس کی شان میں گستاخیاں کرکے ہلاک ہونے والے ہلاک نہ ہوئے ہوں۔

اس وقت جس افسوسناک اور تکلیف دہ واقعہ کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے وہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

حقیقتوں کا پورا علم تو اللہ تعالےٰ ہی کو ہے لیکن جہاں تک بشری معلومات اور اطلاعات کا تعلق ہے اپنے دل کے پورے اطمینان کے ساتھ اور بلاخوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ رح و شاہ عبدالعزیز رح کے بعد تیرہویں صدی ہجری (اور انیسویں صدی عیسوی) میں ان کے اخلاف و وارثین حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رح و حضرت حضرت سید احمد شہید رح اور ان کے رفقاء نے اللہ کی راہ میں جو قربانیاں دیں اور اسلام کے فروغ اور اس کی سرسبزی کے لئے جو محنتیں کیں، یہاں تک کہ بالاکوٹ کے معرکہ میں اسی راہ میں اپنی جانیں بھی قربان کردیں۔ اور پھر ان کی ان محنتوں اور قربانیوں کا یہاں کے مسلمانوں پر جو اثر پڑا اور اس ملک میں دین کی جو تجدید ظہور میں آئی اور صلاح و تقوےٰ اور تعلق باللہ اور روح جہاد اور اتباع سنت کی صفات کو جو نئی زندگی اس ملک میں ملی اور ان صفات میں خود ان بزرگوں کا جو حال تھا، ان سب چیزوں کو پیش نظر رکھنے کے بعد اس میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ یہ حضرات اس دور میں اللہ تعالےٰ کے خاص مقبول بندوں میں سے تھے۔

پھر بعد کے دور میں (یعنی تیرہویں صدی کے آخر اور چودھویں صدی ہجری کے شروع میں) ان ہی مجاہدین ملت اور مصلحین امت کے علمی و روحانی وارثین حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رح اور حضرت مولانا رشید احمد

گنگوہی رح اور ان کے خاص رفقا، کو اللہ تعالیٰ نے اس ملک میں اپنے مقدس دین کی حفاظت و خدمت کی جو توفیق دی اور ان کی جد وجہد سے توحید و سنت اور عام اسلامی تعلیمات کی اس ملک میں جو اشاعت ہوئی اور علم و عمل اور خشیت و فنائیت کی جامعیت کے لحاظ سے خود ان بزرگوں کا جو حال تھا، اور یہ مبارک صفات ان کے ذریعہ امت کے مختلف طبقات میں جس وسیع پیمانہ پر پھیلیں، ان سب چیزوں کو اور ان کے اثرات و ثمرات کو آنکھوں سے دیکھنے کے بعد دل کو اس میں ذرا شبہ نہیں رہتا کہ یہ حضرات اس دور کے خاصان خدا میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی خدمت اور توحید و سنت کی اشاعت کے لئے، اور ان کے قلوب کو اپنے خاص تعلق کے واسطے چن لیا تھا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین کی وراثت و نیابت میں ان بندگان خدا کے ساتھ بھی یہی ہوا کہ اسی دور میں کچھ ایسے لوگ بھی پیدا ہوئے جنہوں نے ان حضرات کو بدنام کرنا اور ان پر جھوٹی تہمتیں لگا لگا کر مسلمانوں میں ان کے خلاف نفرت پیدا کرنا اپنا مشغلہ بنالیا۔

تیرہویں اور چودھویں صدی کے ان مجاہدین فی سبیل اللہ اور محافظین سنت و شریعت و مصلحین امت کے خلاف فتویٰ بازی اور فتنہ انگیزی و افتراء پردازی میں اس دور کے جن صاحب نے سب سے زیادہ حصہ لیا اور جو "وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَہٗ" کے مصداق ہیں وہ بریلی کے مولوی احمد رضا خان صاحب ہیں جو اپنی اس تکفیر بازی ہی کی وجہ سے یہ مقام حاصل کر چکے ہیں کہ ایمان والوں کی بے پناہ تکفیر کی مثال میں عام طور سے ان ہی کا نام بطور ضرب المثل کے زبانوں پر آتا ہے۔

ان خان صاحب نے پہلے تو عرصہ تک حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رح کو اپنی بدگوئی و کفر بازی کا نشانہ بنایا اور اپنے رسالوں اور فتووں میں ایسے ایسے گندے اور خبیث عقیدے ان کی طرف منسوب کئے جن کی نقل سے بھی ایمانی روح لرزتی ہے۔ برسوں ان بزرگوار کا یہی مشغلہ رہا۔ ایک ایک رسالہ اور فتوے میں راہ خدا کے اس شہید کو ستر ستر اور پچھتر پچھتر وجہ سے کافر ثابت کر کے یہ اپنے شوقِ تکفیر کا مظاہرہ کرتے رہے۔

اس کے بعد انہوں نے اسی ولی اللّٰہی خاندان کے علمی و روحانی وارثین حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رح اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رح وغیرہ اکابر جماعتِ دیوبند کو اپنی مشق ستم کے لئے انتخاب کیا اور پھر زندگی بھر ان ہی بزرگوں کی بدگوئی اور تکفیر کر کر کے ان کے حسنات میں اضافہ اور درجات میں ترقی کا سامان کرتے رہے ——

سب سے پہلے ۱۳۲۰ھ میں اپنی کتاب "المعتمد المستند" میں ان حضرات کو انکار ختم نبوت اور تکذیب رب العزت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص واہانت کا مجرم قرار دے کر ان کی قطعی تکفیر کی ——— لیکن ان کی فتوے بازی اور کافر سازی چونکہ نہایت بدنام اور رسوا ہو چکی تھی اس لئے اس کا کوئی اثر نہیں ہوا، یہاں تک کہ جن بزرگوں کی تکفیر کی گئی تھی انہوں نے بھی کوئی نوٹس نہیں لیا۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اپنے فتوے کا یہ حشر دیکھ کر ایک نیا منصوبہ بنایا۔ ۱۳۲۳ھ میں انہی بزرگوں کی تکفیر کا ایک فتوٰے انہوں نے مرتب کیا جس میں وہی انکار ختم نبوت اور تکذیب رب العزت واہانت حضرت رسالت جیسے صریح کفریات کو ان بزرگوں کی طرف منسوب کر کے ان کی قطعی تکفیر کی۔ ایسی قطعی تکفیر کہ جو شخص ان کو مسلمان مانے یا ان کے کافر ہونے میں شک بھی کرے، اس کے بارے میں بھی لکھا کہ وہ بھی قطعی کافر، دائرہ اسلام سے خارج اور جہنمی ہے ——— تکفیر کی اس سراسر جعلی اور مفتریانہ دستاویز کو لے کر مولوی احمد رضا خاں صاحب اسی سال حجاز گئے اور مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے حضرات علماء ومفتیین کے پاس پہنچ کر نہایت ہی عیارانہ اور پر فریب انداز میں ان حضرات سے فریاد کی کہ ہندوستان میں اسلام پر بڑا سخت وقت آگیا ہے، مسلمانوں ہی میں بعض لوگ ایسے ایسے کافرانہ عقائد رکھنے والے پیدا ہو گئے ہیں اور عام مسلمانوں پر ان کا اثر پڑ رہا ہے، ہم غرباء اس فتنہ کی روک تھام کر رہے ہیں مگر اس مہم میں ہم کو آپ کی اس مدد کی ضرورت ہے کہ ان بدعقیدہ لوگوں کی تکفیر کے اس فتوے کی آپ حضرات بھی تصدیق فرما دیں، چونکہ آپ اللہ کے مقدس اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک شہر کے رہنے والے ہیں اس لئے دینی رہنمائی کے بارہ میں ہندوستان کے ہم مسلمانوں کو آپ ہی حضرات پر پورا اعتماد ہے اور اسی وجہ سے اس فتوے پر آپ ہی کی تصدیق ہمیں ہندوستان کے عام مسلمانوں کو کفر و بددینی کے اس سیلاب میں بہنے سے روک سکتی ہیں، ورنہ فتنہ ایسا شدید ہے کہ ان کا ایمان پر قائم رہنا مشکل ہے۔ المدد المدد اے خدا کے شیرو! الغیاث الغیاث اے لشکر محمدیؐ کے شہسوارو!!

ؔ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے جو فتوٰے علماء حرمین کے سامنے پیش کیا تھا جو بعد کو "حسام الحرمین" کے نام سے چھپ کر شائع ہوا، یہ اس کی تمہید کا حاصل اور خلاصہ ہے..... جھوٹے آنسوؤں اور جھوٹی آہوں سے اللہ کے نیک اور بھولے بندوں کو متاثر کرنا مکاری کا ایک فن ہے اور مولوی احمد رضا خاں صاحب کی حسام الحرمین کی تمہید اس کا خاص نمونہ ہے۔ ہم نے تو صرف اپنے الفاظ میں اس کا حاصل اور خلاصہ لکھ دیا ہے۔

الغرض مولوی احمد رضا خان صاحب نے ان علماء حرمین کے سامنے جو اصل واقعات سے بالکل بے خبر تھے اور اُردو زبان سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے ان اکابر جماعت دیوبند کی وہ کتابیں بھی نہیں پڑھ سکتے تھے جن کی طرف مولوی احمد رضا خان صاحب نے انکار ختم نبوت وغیرہ کفریہ مضامین منسوب کئے تھے۔ اپنا یہ جعلی فتوےٰ اس انداز میں اور اس تمہید سے پیش کیا کہ گویا ہندوستانی مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت اب بس اس فتوے سے اور اس پر علماء حرمین کی تصدیقی مہریں لگ جانے سے وابستہ ہے۔ اگر یہ نہ ہوا تو گویا وہ سب شدھی اور مرتد ہو جائیں گے ——— نعوذ باللہ ولا حول و لا قوۃ الا باللہ۔

مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے بہت سے نیک دل علماء نے مولوی احمد رضا خان صاحب کی ان سب باتوں کو واقعہ سمجھا اور اس کے بعد جیسا کہ ان کو چاہیئے تھا انہوں نے پورے دینی جوش کے ساتھ اس تکفیری فتوے پر تصدیقیں لکھ دیں۔ لیکن بعض اہلِ فراست کو اپنی ایمانی فراست سے اور بعض کو دوسری اطلاعات سے اس معاملہ میں شک ہو گیا اور انہوں نے احتیاط برتی اور اس جال میں پھنسنے سے بچ گئے۔[1]

قصہ مختصر یہ جعلی فتوےٰ جس کی بنیاد محض غلط بیانی اور افتراء پردازی پر تھی ہندوستان لاکر "حسام الحرمین" کے نام سے شائع کیا گیا اور ایک شور و ہنگامہ برپا کر دیا گیا کہ ہندوستان کے ان مشاہیر علماء کرام اور جماعت دیوبند کے اکابر عظام (حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رح، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رح، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رح، اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رح) کے متعلق مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے علماء و مفتیین نے بھی یہی فتوےٰ دیا ہے کہ (معاذ اللہ) یہ سب ایسے قطعی کافر اور مرتد ہیں کہ جو شخص ان کے کافر اور ناری ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر اور جہنمی ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کی اس چال نے ہندوستانی مسلمانوں میں ایک طوفانی فتنہ کھڑا کر دیا اور شاید ہزاروں یا لاکھوں سادہ دل بندے جو مولوی احمد رضا خان صاحب کی فتوے بازی سے بالکل متاثر نہ تھے، علماء حرمین کے نام سے اس فتنہ میں مبتلا ہو گئے۔ ہمارے وہ بزرگ جن کی تمام تر توجہ اس وقت ہندوستان میں اسلام کی حفاظت کے بنیادی کاموں درس و تعلیم اور اصلاح و تربیت وغیرہ پر مرکوز تھی اور جنہوں نے مولوی احمد رضا خان صاحب

---

[1] اس کی پوری تفصیل رسالہ "الشہاب الثاقب" میں دیکھی جا سکتی ہے۔ جو انجمن ارشاد المسلمین کیطرف سے جدید اضافوں اور طویل مقدمہ کے ساتھ طبع ہو چکی ہے۔

کی تکفیری سرگرمیوں کی طرف کبھی کوئی توجہ نہیں کی تھی بلکہ ایسے لوگوں سے الجھنا اور ان کی افترا پردازیوں کا جواب دینا بھی جن کے اصول اور ذوق کے خلاف تھا جب انہوں نے دیکھا کہ اللہ کے بندوں کو علماء حرمین کے ناموں سے دھوکہ دیا جارہا ہے اور وہ بیچارے اس فریب میں آکر فتنہ میں مبتلا ہو رہے ہیں تو ان حضرات نے بھی اس فریب کا پردہ چاک کر کے اصل حقیقت کا ظاہر کرنا اپنے لئے ضروری سمجھا ——— چنانچہ حسام الحرمین میں جن چار مذکرہ صدر بزرگوں کی طرف عقائد کفریہ منسوب کر کے تکفیر کی گئی تھی ان میں سے جو دو بزرگ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رح اور مخدوم الملت حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رح اس وقت اس دنیا میں رونق افروز تھے انہوں نے اسی زمانے میں اپنے بیانات دیئے، جن میں ان کفریہ عقائد سے اپنی براءت ظاہر کی اور صاف لکھا کہ

"حسام الحرمین" میں ہماری طرف جو عقائد مولوی احمد رضا خان صاحب نے منسوب کئے ہیں، وہ ان کا ہم پر محض افترا ہے۔ ایسے عقیدے رکھنے والوں کو ہم خود بھی کافر سمجھتے ہیں"

ان بزرگوں کے یہ بیانات اس دور کے رسائل "السحاب المدرار" اور "قطع الوتین" وغیرہ میں اسی وقت شائع ہو گئے تھے، بلکہ حضرت تھانوی رح کا بیان تو ایک مختصر اور مستقل رسالہ کی صورت میں "بسط البنان" کے نام سے بھی شائع ہوا تھا۔

اسی زمانہ میں ایک خاص واقعہ یہ بھی پیش آیا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کے حجاز سے واپس آجانے کے بعد حرمین شریفین میں خاص کر مدینہ طیبہ میں اس کا چرچا ہوا کہ ہندوستان کے اس مولوی نے جن لوگوں کی تکفیر کی تصدیقیں کرائی ہیں ان کے عقائد کے بارہ میں اس نے غلط بیانی کی ہے۔ یہ سن کر وہاں کے بعض علماء کرام نے خود علمائے دیوبند کی طرف رجوع کر کے معاملہ کی تحقیق کرنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے "حسام الحرمین" میں ان حضرات کے متعلق جو کچھ لکھا تھا اور علماء حرمین کے قلوب میں ان کی طرف سے بغض و نفرت پیدا کرنے کے لئے جو کچھ اس کے سوا زبان سے کہا تھا، اس سب کو پیش نظر رکھ کر ان حضرات نے ۲۶ سوالات مرتب کئے اور علماء دیوبند سے ان کا جواب چاہا۔ یہ سب سوالات علماء دیوبند کے عقائد اور ان کے مسلک و مشرب ہی سے متعلق تھے۔ یہاں سے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رح نے ان کا مفصل اور مدلل جواب تحریر فرمایا۔ جس پر اس دور کے جماعت دیوبند کے قریباً سب ہی اکابر و مشاہیر نے تصدیقات لکھیں، اور وہی جوابات حرمین شریفین اور ان کے علاوہ مصر و شام وغیرہ ممالک اسلامیہ کے علماء اور اہل فتویٰ کے

پاس بھیجے گئے جن کی ان تمام حضرات نے بھی تصدیق اور تائید فرمائی اور لکھا کہ یہی عقیدے اہلسنت والجماعت کے ہیں اور ان میں کوئی ایک عقیدہ بھی عقائد اہلسنت کے خلاف نہیں ہے۔

یہ سارے سوالات وجوابات اور ہندوستان اور حرمین شریفین اور دوسرے ممالک اسلامیہ کے علماء کرام کی تصدیقات اسی زمانہ میں اردو ترجمہ کے ساتھ ایک ضخیم رسالہ کی صورت میں "التصدیقات لدفع التلبیسات" کے نام سے شائع ہو گئے تھے —— پھر اس وقت سے اب تک بار بار یہ رسالہ چھپتا رہا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ خدا ترس طالبانِ حق کے لئے صرف یہی رسالہ اس سلسلہ میں کافی تھا اور اب بھی کافی ہے۔

اس کے علاوہ ان حضرات اکابر کے تلامذہ اور خدام میں سے حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رح اور حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری رح نے (جو اس وقت جماعت دیوبند کے نوجوان علماء وفضلاء میں سے تھے)۔ مولوی احمد رضا خان صاحب کے اس جعلی فتوے "حسام الحرمین" کے جواب میں "السحاب المدرار" "الشہاب الثاقب" "تزکیۃ الخواطر" اور "توضیح البیان" وغیرہ مستقل رسائل لکھے، جن میں پوری تفصیل اور وضاحت کے ساتھ دکھلایا کہ بریلوی خان صاحب نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رح، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رح، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رح اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رح کے بارہ میں "حسام الحرمین" میں کیا کیا غلط بیانیاں اور ان کی عبارات میں کیسی کیسی تحریفیں کی ہیں اور علماء حرمین کو کیا کیا دھوکے دیئے ہیں۔ ان رسالوں نے معاملہ کو اور بھی زیادہ صاف کر دیا اور گویا بحث ختم کر دی گئی —— لیکن مولوی احمد رضا خان صاحب کی طرف سے تکفیر وتفریق کی مہم اسی طرح جاری رہی۔ مگر ان جوابات کے بعد اس میں کوئی جان نہیں رہی اور بازار سرد پڑ گیا۔

پھر ۱۳۴۵ھ، ۴۶ھ (۱۹۲۶ء، ۲۷ء) میں، یعنی حسام الحرمین کی پہلی اشاعت سے قریباً ۳۰ برس بعد مولوی احمد رضا خان صاحب کے اخلاف نے اس فتنہ کو پھر ایک دفعہ زور وشور سے اٹھایا اور پھر فتوے بازی، چیلنج بازی، اور اشتہار بازی کے ذریعہ اپنے بازار میں گرمی پیدا کرنے کی کوشش کی اور رنج وافسوس کے ساتھ عرض کرنا پڑتا ہے کہ بے چارے عام مسلمانوں کو پھر دیکھا گیا کہ مذہب سے ناواقفیت اور سادہ لوحی کی وجہ سے پھر ان فتنہ پردازوں کا شکار ہو رہے ہیں اور ایسے ایسے جاہل کہ جن کو کلمہ بھی نہیں آتا ان فتنہ پردازوں کی باتوں سے متاثر ہو کر اور کارِ ثواب

سمجھ کر اکابر علماء اور بزرگانِ دین کو کافر کہتے پھر رہے ہیں، گھر گھر خانہ جنگیاں ہیں اور مسجدیں اور عید گاہیں تک میدانِ جنگ بنی ہوئی ہیں۔

اس عاجز راقم سطور نے اسی سال دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث ختم کیا تھا اور حسن اتفاق کہیے یا سوءِ اتفاق کہ میرے وطن اور قرب وجوار میں اس وقت اس فتنے کے شعلے خوب بھڑک رہے تھے ——— حالات کا تقاضا بھی تھا اور جوانی کے جوش کو بھی ضرور اس میں کچھ دخل تھا کہ اس آگ کے بجھانے اور اس کے لگانے والوں کا آخری حد تک مقابلہ اور تعاقب کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ پھر قریباً دس سال تک اپنے دوسرے کاموں درس وتصنیف وغیرہ کے ساتھ یہ شغل بھی سرگرمی سے جاری رہا اور یہاں بغیر کسی تواضع اور انکسار کے اس کا ذکر کر دینا ہی مصلحت ہے کہ اپنے نزدیک کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ جہاں ضرورت معلوم ہوئی وہاں خود پہنچ کر اور گھیر گھیر کے تکفیر کے ان علمبرداروں سے مناظرے بھی کئے اور ان کے دعووں کی تردید میں چھوٹے بڑے مستقل رسائل بھی لکھے (جن کی تعداد ۴۰، ۵۰ سے کم نہ ہوگی) بلکہ اب سے اکیس سال پہلے ۱۳۵۳ھ میں جب الفرقان جاری ہوا تھا تو اس کا خاص موضوع اس وقت اسی فتنہ کا مقابلہ تھا۔

لیکن اجراءِ "الفرقان" سے ۳، ۴ سال ہی بعد (۱۳۵۶ھ م ۱۹۳۷ء میں) نظر آیا کہ ہندوستان میں ایک بہت بڑی تبدیلی ہونے والی ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنی ساری قوتوں کو اسلام اور مسلمانوں کی اس خدمت پر لگا دیں کہ مسلمانوں کے جن طبقوں میں اسلامی شعور کی کمی ہے اور اسلام کے ساتھ ان کا تعلق کمزور ہے، ان میں اسلامی شعور پیدا ہو اور دین کے ساتھ ان کی وابستگی میں پختگی آئے ——— دل و دماغ پر اس احساس کا ایسا تسلط ہوا، اور یہ فکر ایسا چھایا کہ تھوڑے ہی دنوں میں دوسرے تمام کاموں سے دلچسپی ختم ہو گئی اور سارے کام چھوڑ چھاڑ کے بس اسی ایک کام کو اپنا کام بنا لیا ——— یہاں تک کہ بریلی کے اس تکفیری فتنہ کے رد میں بعض اہم کتابیں جو اس وقت لکھی جا چکی تھیں لیکن چھپنے کی ابھی نوبت نہیں آئی تھی، ان کے مسودات کی حفاظت کی بھی فکر نہیں رہی بلکہ ان میں دو کتابیں وہ تھیں جن کے خاصے حصے کی کتابت بھی ہو چکی تھی اور صرف اس کا انتظار تھا کہ کتابت مکمل ہو جائے تو کاپیاں پریس میں دے دی جائیں ان کی بھی کتابت رکوا دی اور جو کاپیاں لکھی جا چکی تھیں ان کی حفاظت سے بھی بے پروائی برتی گئی جس کا انجام یہی ہونا چاہئے تھا اور ہوا کہ وہ ساری کاپیاں اور سارے مسودات ضائع ہو گئے، جس کا پہلے تو

کوئی افسوس نہیں تھا لیکن اب افسوس ہے اور آج کا احساس یہ ہے کہ " لو استقبلت من أمری ما استدبرت لما صنعت ما صنعت "

ہندوستان میں آنے والے جس انقلاب کا احساس اس عاجز کو ۱۹۳۷ء میں ہوا تھا جس کے نتائج کی فکر نے اپنے دل و دماغ کو اس طرح بدل دیا تھا وہ ٹھیک دس سال کے بعد ۱۹۴۷ء میں آگیا اور وہ حالات اور وہ آزمائشیں لے کر آیا جن کا بڑے بڑے پیش بینوں کو بھی تصور نہ تھا۔ اس انقلاب میں ہندوستان کے مسلمانوں پر جو کچھ گزری اس کی یاد بھی تکلیف دہ ہے لیکن امید تھی کہ اس برائی سے ایک بھلائی ضرور پیدا ہوگی کہ ہندوستان کے عام، مسلمانوں کو کچھ عقل آجائے گی اور دین و دنیا کے لحاظ سے اپنے کو بہتر اور قوی تر بنانے والے ٹھوس تعمیری کاموں میں وہ سرگرمی سے لگ جائیں گے اور پھر کوئی بہکانے والا ان کو بہکا کر غلط کاموں میں نہ لگا سکے گا اور بریلی کے اس تکفیری فتنہ جیسا کوئی فتنہ اب ان میں نہیں اٹھ سکے گا —— لیکن —— خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم —— معلوم ہوا کہ اس ہولناک اور قیامت خیز انقلاب سے بھی یہاں کے بہت سے مسلمانوں نے سبق نہیں لیا اور اپنے نفع و نقصان اور برائی بھلائی کو پہچاننے کی کوئی صلاحیت اپنے اندر پیدا نہیں کی۔ جیسے ہی حالات میں کچھ سکون پیدا ہوا وہی تباہ کن مشغلے اور وہی بے فکریاں اور بے وقوفیاں پھر شروع ہوگئیں، یہاں تک کہ تقریباً دو تین سال سے (جب سے کہ ہندوستان میں حالات کچھ معتدل ہوئے ہیں) بہت سے علاقوں میں بریلی کے اس تکفیری فتنہ کے علمبرداروں کے دورے اور ان کی وہی تفریقی سرگرمیاں اور فساد انگیزیاں پھر شروع ہوگئیں۔

قریباً دو ڈھائی سال سے یہ حال ہے کہ کم ایسے دن ہوتے ہیں، جن میں اس فتنہ و فساد سے متعلق خطوط ملک کے مختلف حصوں سے نہ آتے ہوں۔ ان خطوط میں عام طور سے یہی لکھا ہوتا ہے کہ " بریلی سلسلہ کے فلاں مشہور مکفّر مولوی صاحب ہمارے یہاں آئے ہوئے ہیں اور یہاں ان کی تقریروں نے فتنہ و فساد کا ایک طوفان برپا کر رکھا ہے ان کی وجہ سے مسلمانوں میں خانہ جنگی اور سر پھٹول کی صورت پیدا ہو گئی ہے۔ وہ ہندوستان کے فلاں فلاں اکابر علماء اور بزرگان دین کا نام لے لے کر ان کی طرف ایسے ایسے گندے عقیدے منسوب کر کے برسر عام ان کی تکفیر کرتے ہیں اور ہندوستان میں دینی و ملی کام کرنے والی جماعتوں میں سے خاص کر جمعیۃ العلماء اور تبلیغی جماعت کے

خلاف جھوٹے بہتان لگا کر عام مسلمانوں میں ان کے خلاف نفرت اور اشتعال پیدا کرتے ہیں اور اپنے جاہل سامعین سے ہاتھ اٹھوا اٹھوا کر ان جماعتوں کی مخالفت کرنے کا عہد لیتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ عام مسلمانوں میں دین سے وابستگی پیدا کرنے کا جو کام ہم لوگ کر رہے تھے اس کے راستے میں رکاوٹیں پڑ رہی ہیں اور جن کی ہم خدمت کرنا چاہتے ہیں وہ ہماری دشمنی اور ہماری مخالفت کو کارِ ثواب سمجھتے ہیں۔

قریباً دو ڈھائی سال سے ملک کے مختلف حصوں سے اس طرح کے خطوط کا تانتا بندھا ہوا ہے اور قریب قریب ہر خط میں یہ اصرار اور تقاضا ہوتا ہے کہ اس شر اور فتنہ سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے اور ان مفتریوں کی افتراء پردازی کا جواب دینے کے لئے فوراً پہنچو اور اس سلسلہ کی اپنی فلاں فلاں کتابیں بھجوا دو۔

اس موضوع پر لکھی ہوئی اپنی کتابوں کا معاملہ تو یہ ہے کہ عرصہ سے قریباً وہ سب نایاب ہیں۔ اور اپنے دل کا حال یہ ہے کہ اس میں یہ یقین اللہ تعالےٰ نے بھر دیا ہے کہ اپنے نفس کی خبر گیری اور اصلاح کی فکر کے بعد اپنے وقت اور اپنی قوتوں کا سب سے بہتر اور قیمتی مصرف ——— خاص کر اس زمانہ میں جب کہ عام مسلمانوں کے ایمانوں پر زرغہ کرنے کی سازشیں بلکہ ——— علانیہ کوششیں ہو رہی ہیں[1] ——— یہی ہے کہ امت محمدیہ کے عوام میں دینی شعور، ایمانی روح اور اسلامی زندگی پیدا کرنے کا اصلی اور بنیادی کام کیا جائے یہی اس وقت کا جہادِ عظیم ہے۔

علاوہ ازیں اپنے پچھلے دَور کے دس سالہ تجربہ کے بعد یہ چیز میرے لئے حق الیقین بن گئی ہے کہ اس تکفیری فتنہ کے جو پڑھے لکھے علمبردار اور سرغنے ہیں ان کو کوئی غلط فہمی اور کوئی علمی مغالطہ ہرگز نہیں ہے وہ خود اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں کی طرف جن کافرانہ عقیدوں کی وہ نسبت کرتے ہیں ان سے ہمارے بزرگوں کا دامن بالکل پاک ہے الغرض مجھے اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں ہے کہ یہ ناخدا ترس محض اپنے دنیوی منافع اور مصالح کے لئے دیدہ و دانستہ ہمارے اکابر پر یہ افتراء پردازیاں اور تہمت تراشیاں کرتے ہیں ——— اس لئے اس کی کوئی امید نہیں کہ اگر انہیں تحریر یا تقریر کے ذریعہ بات سمجھائی جائے تو یہ فتنہ ختم ہو جائے گا ——— ایک دو دفعہ نہیں بارہا تحریر کے ذریعہ بھی اور تقریر اور زبانی گفتگو کے ذریعہ بھی ان کو سمجھانے کی کوشش کی جا چکی ہے، کتابیں لکھی گئیں، مناظرے بھی کئے گئے اور اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم اور اس کی توفیق و مدد سے ان کتابوں اور ان مناظروں میں بات کو اس طرح سلجھایا اور سمجھایا گیا کہ اگر فی الحقیقت کوئی غلط فہمی ہوتی یا کوئی علمی مغالطہ ہوتا تو یہ قضیہ اب سے بہت پہلے بالکل ختم ہو چکا ہوتا

---

[1] اخبار بین حضرات کو معلوم ہوگا کہ ہندو مہاسبھا اور آریہ سماج نے مل کر شدھی کی تحریک چلانے کا فیصلہ حال ہی میں کیا ہے ۱۲

لیکن واقعہ یہ ہے کہ چونکہ یہ فتنہ انگیزی اب ان کا پیشہ اور معاشی ذریعہ ہے ، اس لئے انہیں اگر ہزار دفعہ بھی سمجھایا جائے تو یہ مان کے نہ دیں گے۔ ان کا حال بالکل ان عناد پیشہ دشمنان حق کا سا ہے جن کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔

وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ (انہوں نے نہ مانا اور انکار ہی پر جمے رہے ، حالانکہ ان کے دل مان چکے تھے)۔ (النمل ۲۷ = ۱۴)

اس لئے میرا یقین ہے کہ ان پیشہ وروں کو مخاطب بنا کے سمجھانے کی کوشش کرنا اب صرف اپنے وقت کو ضائع کرنا اور ان کے کاروبار کو فروغ دینا ہے۔ لہذا میری قطعی رائے ہے کہ ان سے اب بالکل صرف نظر کر لیا اور قرآن مجید کے الفاظ میں ان کے بارہ میں اپنی اس پالیسی کا صاف اعلان کر دیا جائے کہ۔

لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ اللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ : شوریٰ ع۲ آیت ۱۵

(یعنی ہماری طرف سے حجت تمام کی جا چکی۔ اب اس کے بعد ہمارے تمہارے درمیان کسی حجت اور بحث کی گنجائش نہیں رہی ، اب ہمارا تمہارا فیصلہ قیامت کے دن احکم الحاکمین کے دربار ہی میں ہوگا)۔

الغرض اس تکفیری فتنہ کے جو علمبردار اور سرغنے ہیں ، جنہوں نے اس فتنہ انگیزی کو اپنا پیشہ اور کاروبار بنا لیا ہے ، ان کی طرف تو اب روئے سخن بالکل نہ کیا جائے۔ البتہ جو بے چارے عام مسلمان ان کی مولویانہ صورتوں اور مولویانہ کپڑوں سے دھوکہ کھا کر اس تکفیری فتنہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں ان کا بلا شک حق ہے کہ مناسب طریقوں سے انہیں سمجھایا جائے اور اس فتنہ سے ان بے چاروں کو نکالنے کی کوشش کی جائے۔

اس سلسلہ میں ایک ابتدائی اور عمومی طریق کار تو یہ ہے کہ جس جگہ یہ فتنہ نمودار ہو ، وہیں کے پڑھے لکھے سمجھدار مسلمانوں کو اس فتنہ کی اصل حقیقت اور ان فتنہ گروں کی واقعی حیثیت سمجھا دی جائے اور پھر وہی اپنے یہاں کے عوام کو سمجھانے کی کوشش کریں۔

نیز ضرورت ہو تو خاص اس مقصد کے لئے جلسے بھی کئے جائیں اور ان میں ان حضرات سے تقریریں کرائی جائیں جو اس فتنہ سے اور ان فتنہ گروں سے واقفیت رکھتے ہوں۔

نیز اس سلسلہ میں ایک دو ایسی کتابوں کا چھپ جانا بھی ضروری ہے جن میں ان ناخدا ترس مفتریوں کے ان بہتانوں کا جو یہ ہمارے اکابر اور بزرگان دین پر لگاتے ہیں پوری تحقیق اور تفصیل کے ساتھ سنجیدہ اور عام فہم انداز میں کافی شافی جواب دیا گیا ہو ، جن کا مطالعہ کر کے ہر پڑھا لکھا طالب حق اصل حقیقت سمجھ سکتا ہو اور دوسروں کو بھی سمجھا سکتا ہو۔

الحمد للہ اس مقصد کے لئے کسی نئی کتاب کی تالیف اور تیاری کی بالکل ضرورت نہیں، جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا اس سلسلہ میں جو کام پہلے دور میں ہو چکا ہے وہی ہمیشہ کے لئے کافی وافی ہے، ضرورت صرف اس کی ہے کہ اس سلسلہ کی جو اہم اور زیادہ مفید کتابیں عرصہ سے نایاب ہو چکی ہیں، ان کے چھپنے کا کوئی انتظام ہو جائے۔

اگرچہ اس قسم کا کوئی کام کرنا اب اپنے ذوق پر گراں ہوتا ہے، لیکن دو ڈھائی سال سے اس سلسلہ کے خطوط کا جو تسلسل ہے اور اس فتنہ کے متعلق جو اطلاعات ملک کے مختلف حصوں سے آ رہی ہیں ان سے متاثر اور مجبور ہو کر اتنا کام اس عاجز نے کر دیا ہے کہ اب سے ۲۱ سال پہلے مولوی احمد رضا خاں صاحب کے فتوے "حسام الحرمین" کا جو آخری جواب "معرکۃ القلم" کے نام سے اس عاجز نے لکھا تھا جس کا لقب یا دوسرا نام "فیصلہ کن مناظرہ" تھا۔ (اور جو تقریباً بیس برس سے بالکل نایاب تھا، یہاں تک کہ اس کا کوئی نسخہ میرے پاس بھی محفوظ نہ تھا) کسی طرح ایک نسخہ اس کا فراہم کر کے اور ایک سرسری نظر اس پر ڈال کر اور کچھ لفظی ترمیمیں کر کے اس کو طباعت کے لئے تیار کر دیا ہے۔

اس کے علاوہ یہ فتنہ گر مکفرین، حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر جو خبیث اور گندے بہتان لگاتے ہیں اب سے ۱۹، ۲۰ سال پہلے چند مقالات ان کے جواب میں لکھے تھے، ان میں کا ہر مقالہ گویا ایک مستقل رسالہ تھا۔ یہ تمام مقالات بھی اسی زمانہ سے نایاب تھے، اب جب ضرورت محسوس ہوئی اور کوشش کی گئی تو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ سب مقالات بھی دستیاب ہو گئے اور نظرِ ثانی کر کے ان سب کو بھی ایک مستقل کتاب کی شکل میں مرتب کر کے تیار کر دیا۔

بریلوی سلسلہ کے عام مکفرین ہمارے اکابر کے متعلق جن بہتانوں کو اپنی تقریروں میں زیادہ تر دہراتے اور اچھالتے ہیں اور جن پر تکفیر کی بنیاد رکھتے ہیں ان کے جواب کے لئے بفضلہ تعالیٰ یہی دو رسالے امید ہے کہ کافی ہوں گے جو تیار کر کے ایک عزیز کے حوالے کر دیئے گئے ہیں۔ وہ عزیز ان کو چھاپنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ اگر وہ انتظام کر سکے تو توقع ہے کہ انشاء اللہ دو تین مہینے میں یہ دونوں رسالے تیار ہو جائیں گے۔[1]

ملک کے مختلف صوبوں اور علاقوں کے جو احباب بریلی کے اس تکفیری فتنہ کی اس نئی شورش سے پریشان ہو ہو کر

---

[1] ان میں سے پہلا رسالہ "فیصلہ کن مناظرہ" چھپ کر ناظرین کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہے۔

اس عاجز کو خطوط لکھتے ہیں اور اصرار کرتے ہیں کہ میں پھر اس کیطرف توجہ کروں، ان سے گزارش ہے کہ اپنے موجودہ حالات و مشاغل میں اس فتنہ کے شر سے عام مسلمانوں کو بچانے کے سلسلہ میں اس وقت صرف اتنی ہی خدمت اس عاجز نے اپنے ذمہ ضروری سمجھی کہ اپنی رائے، اپنا مشورہ اور اپنا تجربہ تفصیل سے ان صفحات میں عرض کر دیا اور اس سلسلہ میں جن دو کتابوں کی اشاعت ضروری سمجھی نظرِ ثانی کر کے ان کو طباعت کے لئے تیار کر دیا۔ اور جو عزیز ان کو چھاپنا چاہتے ہیں ان کو اجازت دے دی۔

اس سے زیادہ جس قسم کی توجہ کے لئے احباب اپنے خطوط میں اصرار کرتے ہیں، اس عاجز کے اوقات اور مشاغل و مصروفیات میں اب اس کی بالکل گنجائش نہیں ہے۔

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى وَاجْعَلْ اٰخِرَتَنَا خَيْرًا مِّنَ الْاُوْلٰى۔

○

تعارف اور معذرت

یہ رسالہ ـــ فیصلہ کن مناظرہ ـــ جو دراصل مولوی احمد رضا خان صاحب کے فتوے ـــ حسام الحرمین ـ کا مفصل جواب اور مدلل رد ہے۔ ناظرین کو مطالعہ سے پہلے اس کی دل چسپ تاریخ اور اس کی خاص نوعیت بتا دینا ضروری ہے۔

اب سے ۲۱، ۲۲ سال پہلے کی بات ہے۔ شوال ۱۳۵۲ھ میں " حسام الحرمین " کے مضامین پر ایک خاص نوعیت کا مناظرہ لاہور میں ہونا قرار پایا تھا۔ اس کی اہم خصوصیت یہ تھی کہ فریقین کے ان مقامی نمائندوں نے جن کو ابتدائی بنیادی امور طے کرنے کے لئے فریقین نے اپنی اپنی طرف سے نامزد کیا تھا، اس مناظرہ کو " فیصلہ کن مناظرہ " بنانے کے لئے تین نہایت اہم اور ممتاز شخصیتوں کو اس مناظرہ کا حکم بھی تجویز کر لیا تھا

۱ : ایک ڈاکٹر علامہ سر محمد اقبال مرحوم۔

۲ : دوسرے علامہ اصغر علی صاحب روحی مرحوم (پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور)

۳ : تیسرے شیخ صادق حسن صاحب بیرسٹر ایٹ لا (امرتسر)

اور ان تینوں حضرات نے فریقین کی درخواست پر حکم بننا منظور بھی فرما لیا تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ بریلی کے تکفیری فتنہ کی پوری تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ بریلویوں کے نمائندوں نے اس نزاع کے فیصلہ کے لئے تحکیم کے اصول کو مانا اور مذکورہ بالا تین شخصیتوں پر اتفاق بھی ہو گیا۔ ہم نے اس موقع کو بہت ہی غنیمت جانا اور طے کر لیا کہ جس طرح بھی ہو یہ مناظرہ ہو ہی جانا چاہئے۔

اس مناظرہ میں مولوی احمد رضا خان صاحب کے تکفیری فتوے " حسام الحرمین " ـــ کے متعلق یہ ثابت کرنے کی

ذمہ داری کہ وہ غلط و باطل ہے اور اس کی بنیاد جعلسازی اور افتراء پردازی پر ہے، جماعت دیوبند کے نمائندہ اور وکیل کی حیثیت راقم سطور کے سپرد تھی اور اس سلسلہ میں مجھے جو کچھ اپنے پہلے بیان میں حَکَم صاحبان کے سامنے کہنا تھا اور "حسام الحرمین" پر جو بحث کرنی تھی، اس کو میں نے اس خیال سے قلم بند بھی کر لیا تھا کہ اس کی ایک کاپی اسی وقت حَکَم صاحبان کو، اور ایک فریقِ مخالف کو دی جا سکے۔

لیکن اس مناظرے کا حشر یہ ہوا کہ جب وہ تاریخ قریب آئی اور ہم لوگ (ناچیز راقم سطور محمد منظور نعمانی۔ اور جناب مولانا ابو الوفا صاحب شاہجہانپوری۔ وجناب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب سنبھلی جو اس دور میں بریلی کے اس تکفیری فتنہ کے مقابلہ میں اکثر ایسے موقعوں پر ساتھ رہا کرتے تھے) لاہور پہنچے تو بریلوی نمائندوں نے اس مناظرہ میں اپنی شکست بلکہ سچ یہ ہے کہ اپنے برپا کئے ہوئے تکفیری فتنہ کی موت دیکھتے ہوئے اپنی روایتی حیلہ بازیوں کے ذریعے پہلے تو تحکیم کی طے شدہ قرارداد سے انحراف کیا اور اس کے بعد اپنے مفسدانہ مظاہروں اور اشتعال انگیزیوں کے ذریعہ امن کے ذمہ دار حکام کو اس پر مجبور کر دیا کہ وہ سرے سے مناظرہ ہی نہ ہونے دیں ——— بالآخر یہی ہوا اور ہماری ہر طرح کی کوششوں کے باوجود وہ مناظرہ نہیں ہو سکا ——— ان تمام واقعات کی پوری تفصیل چونکہ اسی زمانہ میں رسالہ "الفرقان" کے ابتدائی نمبروں میں اور اس رسالہ "فیصلہ کن مناظرہ" کے پہلے ایڈیشن میں شائع ہو چکی ہے۔ اس لئے اب اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

قصہ مختصر جب لاہور میں یہ مناظرہ نہیں ہو سکا، تو اس عاجز نے اپنا بیان جو اس مناظرہ کے لئے قلم بند کر لیا تھا پہلے قسط وار "الفرقان" میں اور اس کے بعد مستقل کتابی شکل میں ——— فیصلہ کن مناظرہ ——— ہی کے نام سے شائع کرا دیا۔

لاہور میں ہونے والے اس مناظرہ میں بریلوی جماعت کی طرف سے اصل فریق چونکہ مولوی حامد رضا خان صاحب بریلوی (خلف اکبر و جانشین جناب مولوی احمد رضا خان صاحب) قرار پائے تھے اس لئے میرے بیان میں روئے سخن ان ہی کی طرف تھا اور جا بجا ان کے نام کے ساتھ ان سے خطاب تھا۔ لیکن اب ۲۱، ۲۲ سال کے بعد جب اس کی پھر ضرورت محسوس ہوئی اور اس غرض سے میں نے اس کو دیکھا تو اس خطاب خاص اور ان کے نام کو نکال دینا مناسب سمجھا۔ اگر بالفرض کہیں باقی رہ گیا ہو تو اس کو سہو سمجھا جائے۔

اس کے علاوہ بھی بعض مقامات پر کچھ لفظی ترمیمیں کی ہیں ——— مگر اس کے بعد بھی ناظرین سے بطور معذرت یہ عرض کرنا

ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر فرصت میسر ہوتی تو میں اس کی زبان اور طرزِ بیان یکسر بدل ڈالتا اور خالص تفہیمی انداز میں نئے سرے سے لکھتا۔ لیکن کتاب کی اشاعت چونکہ جلد سے جلد ضروری تھی اور میرے اوقات میں اس کی بالکل گنجائش نہ تھی کہ میں پوری کتاب کو نئے طرز پر اور نئی زبان میں از سرِ نو لکھوں، اس لئے مجبوراً اسی حال میں اشاعت کے لئے دے رہا ہوں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جن مقبول بندوں کی طرف سے اس میں مدافعت اور جوابدہی کی گئی ہے ان کے جن اعمال وافعال سے ان کا رب کریم راضی ہے ان کا کوئی ذرہ اس ناچیز کو بھی نصیب فرمائے اور ان ہی کی برکت سے اس کتاب کو نافع بنائے ——— آمین ثم آمین

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

①

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ

پر

انکارِ ختمِ نبوت کا بہتان

مولوی احمد رضا خان صاحب "حسام الحرمین" صفحہ ۱۲، ۱۳ پر (جہاں سے اکابر علماء اہلسنت کی تکفیر کا سلسلہ شروع ہوتا ہے) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رح (بانی دارالعلوم دیوبند) کے متعلق لکھتے ہیں:

قاسم النانوتوی صاحب تحذیر الناس وھو القائل فیہ لو فرض فی زمنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بل لو حدث بعدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی جدید لم یخل ذالک بخاتمیتہ وانما یتخیل العوام انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین بمعنی اٰخر النبیین انہ لا فضل فیہ اصلا عند اھل الفھم الی اٰخر ما ذکر من

قاسم نانوتوی جس کی تحذیر الناس ہے اور اس نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو، جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ عوام کے خیال میں رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدم یا تاخرِ زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں الخ

لہ تحذیر الناس میں رسول اللہ کے بعد صلعم چھپا ہوا ہے ہر شخص آج بھی دیکھ سکتا ہے لیکن مولوی احمد رضا خان صاحب نے مسلمانوں کو بدظن کرنے کے لئے اس کو اڑا دیا، یہ ہے ان کی دیانت - ۱۲

الهذيانات وقد قال فى التتمة و الاشباه وغيرهما اذا لم يعرف ان محمدا صلى الله تعالى عليه وسلم اٰخر الانبياء فليس بمسلم لانه من الضروريات ؁

(حسام الحرمین ص ۱۲)

حالانکہ فتاوٰے تتمہ اور الاشباہ والنظائر وغیرہما میں تصریح فرمائی کہ اگر محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو سب سے پچھلا نبی نہ جانے تو مسلمان نہیں، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر الانبیاء ہونا سب انبیاء سے زمانے میں پچھلا ہونا ضروریات دین سے ہے۔

(ترجمہ حسام الحرمین ص ۱۲)

یہ بندہ عرض کرتا ہے کہ خان صاحب بریلوی نے اس عبارت میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے متعلق کفر کا جو حکم لگایا ہے، اس عاجز کے نزدیک وہ دھوکہ اور فریب کے سوا کچھ بھی نہیں۔ خان صاحب موصوف اتنے بے علم اور کم سمجھ بھی نہیں تھے کہ ایکے اس فتوے کو ان کی کم علمی اور ناسمجھی کا نتیجہ سمجھا جا سکے۔ واللہ اعلم!

اس فتوے کے غلط اور محض تلبیس و فریب ہونے کے چند وجوہ یہ ہیں۔

پہلی وجہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے تحذیر الناس کی عبارت نقل کرنے میں نہایت افسوسناک تحریف سے کام لیا ہے، جس کے بعد کسی طرح اس کو تحذیر الناس کی عبارت نہیں کہا جا سکتا اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ عبارت "تحذیر الناس" کے تین مختلف صفحات کے متفرق فقروں کو جوڑ کر بنائی گئی ہے۔ اس طرح کہ ایک فقرہ صفحہ ۳ کا ہے۔ اور ایک صفحہ ۱۴ کا۔ اور ایک صفحہ ۲۸ کا۔ اور صفحات کا نمبر در کنار، فقروں کے درمیان امتیازی خط (ڈیش) تک نہیں دیا گیا ہے، جس کی وجہ سے کسی طرح دیکھنے والا یہ نہیں سمجھ سکتا کہ یہ مختلف مقامات کے فقرے ہیں بلکہ وہ یہی سمجھنے پر مجبور ہوگا کہ یہ مسلسل ایک عبارت ہے۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ خالص کفر کا مضمون بنانے کے لئے خان صاحب موصوف نے فقروں کی ترتیب بھی بدل دی ہے۔ اس طرح کہ پہلے صفحہ ۱۴ کا فقرہ لکھا ہے اس کے بعد صفحہ ۲۸ کا، پھر صفحہ ۳ کا۔

خان صاحب کے اس ترتیب بدل دینے کا یہ اثر ہوا کہ تحذیر الناس کے تینوں فقروں کو اگر علیحدہ علیحدہ اپنی جگہ پر دیکھا جائے تو کسی کو انکارِ ختم نبوت کا وہم بھی نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہاں انہوں نے جس طرح "تحذیر الناس"

کی عبارت نقل کی ہے اس سے صاف ختم نبوت کا انکار مفہوم ہوتا ہے۔ اور یہ صرف آپ کی قلم کاری کا نتیجہ ہے، ورنہ مصنفِ تحذیر الناس کا دامن اس سے بالکل پاک ہے جیسا کہ انشاء اللہ ہمارے آئندہ بیان سے مفصل معلوم ہو جائے گا اور تحذیر الناس کی ان عبارات کا جو عربی ترجمہ آپ نے علماءِ حرمین کے سامنے پیش کیا ہے اس میں تو اور بھی غضب ڈھایا ہے اور دیدہ دلیری کے ساتھ جعلسازی کی انتہا کر دی ہے۔ حرکت یہ کی ہے کہ صفحہ ۱۴ اور صفحہ ۲۸ کے پہلے دونوں فقروں کو توڑ پھوڑ کے ایک ہی فقرہ بنا ڈالا ہے۔ اس طرح کہ پہلے فقرہ کا مسند الیہ حذف کیا اور دوسرے ہی کے مسند الیہ کو پہلے کا بھی مسند الیہ بنا دیا ہے۔ جس کے بعد کسی کو وہم بھی نہیں ہو سکتا کہ یہ مختلف جگہ کی عبارتیں ہیں اور انہیں کارروائیوں کو قرآن کی زبان میں تحریف کہتے ہیں۔

قرآنِ عزیز میں بنی اسرائیل کی تحریف کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے " يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ " اور خود خان صاحب موصوف نے بھی ایک جگہ اس قسم کی کارروائی کو " خوفناک تحریف " بتلایا ہے۔ کسی شخص نے جس کا فرضی نام خان صاحب کے رسالہ " بریق المنار " میں زید لکھا گیا ہے تَتَّخِذُوْنَ عَلَيْهِمْ مَسَاجِدَ کو قرآن عظیم کا لفظ لکھ دیا تھا۔ اس کے متعلق موصوف اسی " بریق المنار " کے صفحہ ۱۰ پر لکھتے ہیں کہ۔

" سب سے زیادہ خوفناک تحریف یہ ہے کہ " تَتَّخِذُوْنَ عَلَيْهِمْ مَسَاجِدَ " کو قرآن عظیم کا لفظِ کریم بنالیا، حالانکہ یہ جملہ قرآن عظیم میں کہیں نہیں، یہ تینوں لفظ متفرق طور پر قرآن عظیم میں ضرور آئے ہیں "

خان صاحب کی اس عبارت سے صاف معلوم ہو گیا کہ کسی کتاب کے متفرق جگہ کے الفاظ کو جوڑ کر ایک مسلسل عبارت بنا کر اس کتاب کی طرف منسوب کر دینا نہایت خوفناک تحریف ہے اور اس قسم کی تحریفات سے اصل مضمون کا بدل جانا اور کسی اسلامی کلام کا خالص کفر ہو جانا بالکل بعید نہیں۔ تحذیر الناس تو بہرحال ایک بشر کی کتاب ہے اگر کوئی بدنصیب کلام اللہ میں اس قسم کی تحریف کر کے کفریہ مضامین بنانا چاہے تو بنا سکتا ہے، بلکہ اس کو شاید اتنی محنت بھی نہ کرنی پڑے جتنی کہ خان صاحب نے کی کہ ایک فقرہ صفحہ ۱۴ کا لیا، اور ایک صفحہ ۲۸ کا، اور ایک صفحہ ۳ کا۔ وہ قرآن حکیم کی ایک ہی سورۃ بلکہ ایک ہی آیت میں اس قسم کا ردوبدل کر کے کفریہ مضامین نکال لے گا۔ مثلاً قرآن عزیز میں ارشاد ہے

"إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ" الانفطار ۱۳، ۱۴

اور اس کا مطلب یہ ہے کہ "نیکو کار جنت میں رہیں گے اور بدکار دوزخ میں"

اب اگر خان صاحب کا کوئی مرید یا شاگرد خان صاحب کی سنت پر عمل کر کے اس آیت کریمہ میں صرف اس قدر تحریف کر دے کہ "نعیم کی جگہ "جحیم" پڑھے اور "جحیم" کی جگہ "نعیم" تو مطلب بالکل الٹا ہو جائے گا اور کلام صریح کفر ہو گا۔ حالانکہ اس میں سب لفظ قرآن ہی کے ہیں صرف دو لفظوں کی جگہ بدل گئی ہے۔ یہ صرف ایک مثال عرض کر دی گئی ہے۔ اگر ناظرین غور فرمائیں تو اس قسم کی سینکڑوں اور ہزاروں مثالیں نکل سکتی ہیں۔ بلکہ یہاں تو الفاظ کی جگہ بدلی ہے بعض صورتوں میں تو صرف حرکات کی جگہ بدل جانے سے بھی کفر کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں مثلاً قرآن کریم میں ہے۔ "وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ" اگر کوئی بدبخت دیدہ و دانستہ "آدمُ" کی "میم" اور "رَبَّهُ" کی "با" کی حرکتیں بدل دے، اس طرح کہ "میم" پر پیش کی جگہ زبر پڑھے، اور "با" پر زبر کی جگہ پیش، تو یہی پاکیزہ کلام جس کی تلاوت باعث ثواب ہے صرف اسی قدر رد و بدل سے خالص کفر ہو جائے گا۔

بہر حال یہ حقیقت بالکل ظاہر ہے کہ بعض اوقات کلام میں معمولی سی تحریف کر دینے سے مضمون بدل جاتا ہے اور اس میں اسلام و کفر کا فرق ہو جاتا ہے چہ جائیکہ اس قدر زبردست الٹ پلٹ کی جائے کہ مختلف صفحات کے فقروں کو توڑ پھوڑ کر ایک مسلسل عبارت بنائی جائے اور فقروں کی ترتیب بھی بدل دی جائے۔ پس چونکہ خان صاحب نے "تحذیر الناس" کی عبارتوں میں اس قسم کی تحریف کر کے کفر کا حکم لگایا ہے اور ان کی اس تحریف اور الٹ پلٹ نے تحذیر الناس کی عبارت کا مطلب بالکل بدل دیا ہے اور اس میں ختم نبوت زمانی کے انکار کے معنی پیدا کر دیئے ہیں اس لئے ہم ان کے اس فتوے کو دانستہ فریب اور معاندانہ تلبیس سمجھنے پر مجبور ہیں۔

دوسری وجہ اور دوسری دلیل ہمارے اس خیال کی یہ ہے کہ خان صاحب نے عبارت

دوسری وجہ تحذیر الناس کے عربی ترجمہ میں ایک نہایت افسوسناک خیانت یہ کی ہے کہ "تحذیر" صفحہ ۳ کی عبارت اس طرح تھی۔

"مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں"

ظاہر ہے کہ اس میں صرف فضیلت بالذات کی نفی کی گئی ہے جو بطور مفہوم مخالف فضیلت بالعرض کے ثبوت کو مستلزم ہے، مگر خان صاحب نے اس کا عربی ترجمہ اس طرح کر دیا۔

مع انه لا فضل فيه اصلا عند اهل الفهم

جس کا مطلب یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے میں اہل فہم کے نزدیک بالکل فضیلت نہیں " اور اس میں ہر قسم کی فضیلت کی نفی ہو گئی اور ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے (کما لا یخفیٰ)

تیسری وجہ

تیسری وجہ اور تیسری دلیل ہمارے اس خیال کی یہ ہے کہ "تحذیر الناس" کے جو فقرے خان صاحب نے اس موقع پر نقل کئے ہیں۔ ان کا "ماسبق و مالحق" جس سے ان کا صحیح مطلب واضح ہو جاتا ہے اور ناظرین کو غلط فہمی کا موقع نہ رہتا حذف کر دیا ہے (اس کا ثبوت آگے آتا ہے)۔

چوتھی وجہ

ہمارے خیال کی چوتھی وجہ اور چوتھی دلیل یہ ہے کہ خان صاحب کے اس حکم کفر کی تمام تر بنیاد اس پر ہے کہ "تحذیر الناس" میں ختم نبوت کا انکار کیا گیا ہے۔ حالانکہ اس میں اول سے آخر تک ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی کا انکار نکل سکے۔ بلکہ تحذیر الناس کا تو موضوع ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر قسم کی خاتمیت ذاتی، زمانی، مکانی وغیرہ کی حمایت اور حفاظت ہے اور بالخصوص ختم زمانی کے متعلق تو اس میں نہایت صاف اور واضح تصریحات ہیں۔ چنانچہ "تحذیر الناس" صفحہ ۳ پر اس فقرہ کے بعد جس کو فاضل بریلوی نے سب سے آخر میں نقل کیا ہے۔ مولانا مرحوم تحریر فرماتے ہیں۔

ك یہ مسئلہ مسلمہ ہے کہ مفہوم مخالف مصنفین کے کلام میں معتبر ہے۔ علامہ شامی رد المحتار میں ارقام فرماتے ہیں کہ "فی انفع المسائل مفہوم التصنیف حجۃ" رد المحتار: ج ۳، صفحہ ۴۴۴ " اور اس مسئلہ میں حنفیہ اور شافعیہ کا جو اختلاف مشہور ہے وہ صرف نصوص شرعیہ تک محدود ہے۔ ۱۲ منہ غفرلہٗ

"بلکہ بنابر خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تأخر زمانی اور سدِّ باب مذکور (یعنی سدِّ باب مدعیانِ نبوت) خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلتِ نبوی دوبالا ہو جاتی ہے۔"

نیز اسی تحذیر الناس کے صفحہ ۱۰ پر مولانا مرحوم اپنے اصل مدعا کی توضیح سے فارغ ہو کر تحریر فرماتے ہیں کہ:

"سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوتِ خاتمیت زمانی ظاہر ہے، ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے ادھر تصریحاتِ نبوی مثل انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی اوکما قال۔ جو بظاہر بطرزِ مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے۔ اس باب میں کافی ہے۔ کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے۔ پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا، گو الفاظِ مذکور بسندِ تواتر منقول نہ ہوں۔ سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواترِ معنوی یہاں ایسا ہی ہو گا جیسا تواترِ اعدادِ رکعاتِ فرائض و وتر وغیرہ۔ باوجودیکہ الفاظِ احادیث مشعر تعدادِ رکعات متواتر نہیں جیسا اس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔"

اس عبارت میں مولانا مرحوم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیتِ زمانی کو پانچ طریقوں سے ثابت فرمایا ہے۔

لے یہاں یہ بات خاص طور سے قابلِ لحاظ ہے کہ ختمِ زمانی پر صراحۃً دلالت کرنے والی "لا نبی بعدی" جیسی حدیثیں بھی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رح کے نزدیک قرآن کریم کے لفظ "خاتم النبیین" ہی سے ماخوذ ہیں۔ یعنی مولانا موصوف کا یہ خیال اور دعویٰ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن حدیثوں میں اپنا سب سے آخری نبی ہونا اور اپنے بعد کسی اور نبی کا نہ آنا بیان فرمایا ہے وہ قرآن پاک کے لفظ خاتم النبیین ہی سے ماخوذ ہے اور گویا اسی کی تفسیر اور تشریح ہے اس صاف اور واضح تصریح کے ہوتے ہوئے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو ختم نبوت زمانی کا منکر قرار دینا یا یہ کہنا کہ وہ قرآن مجید کے لفظ خاتم النبیین سے خاتمیت زمانی کا مطلب نکالنے کو "عامیانہ خیال" کہتے ہیں کیسی بے شرمی کی بات ہے۔ مولانا رح نے تو صرف حصر کو عوام کا خیال بتلایا ہے جس کی تفصیل اور توضیح آگے آتی ہے۔

۱ : یہ کہ حضورِ اقدس ؐ کے لئے خاتمیت زمانی نصِ "خاتم النبیین" سے بدلالت مطابقی ثابت ہو ، اس طور پر کہ خاتم کو ذاتی اور زمانی سے مطلق مانا جائے ۔

۲ : یہ کہ بطورِ عموم مجاز لفظ خاتم کی دلالت دونوں قسم کی خاتمیت پر مطابقی ہو ۔

۳ : یہ کہ دونوں میں سے ایک پر مطابقی ہو اور دوسرے پر التزامی ، اور ان تینوں صورتوں میں خاتمیت زمانی نصِ قرآن سے ثابت ہوگی ۔

۴ : یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیتِ زمانی احادیث متواترۃ المعنی سے ثابت ہے ۔

۵ : یہ کہ خاتمیت زمانی پر امت کا اجماع ہے ۔

ان پانچ طریقوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیتِ زمانی ثابت کرنے کے بعد مولانا مرحوم نے یہ بھی تصریح فرمادی کہ خاتمیتِ زمانی کا منکر ایسا ہی کافر ہے جیساکہ دوسرے ضروریات وقطعیات دین کا ۔

" تحذیرالناس " کی ان واضح تصریحات کے باوجود یہ کہنا کہ اس میں ختم نبوت زمانی کا انکار کیا گیا ہے بحث علم اور فریب نہیں تو کیا ہے ۔

پھر اس قسم کی تصریحات تحذیرالناس میں ایک ہی دو جگہ نہیں ، بلکہ مشکل سے اس کا کوئی صفحہ اس کے ذکر سے خالی ہوگا ۔ اس وقت ہم تحذیرالناس کی صرف ایک عبارت اور ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں جس میں مولانا نانوتوی مرحوم نے ایک نہایت ہی عجیب و غریب فلسفیانہ انداز میں ختم نبوت زمانی کو بیان فرمایا ہے ۔ تحذیرالناس کے صفحہ ۲۱ پر ہے ۔

" درصورتیکہ زمانے کو حرکت کہا جائے تو اس کے لئے کوئی مقصود بھی ہوگا جس کے آنے پر حرکت منتہی ہو جائے ، سو حرکت سلسلۂ نبوت کے لئے نقطۂ ذاتِ محمدی منتہیٰ ہے اور یہ نقطہ اس ساق زمانی اور ساق مکانی کے لئے ایسا ہے جیسے نقطۂ راس زاویہ تاکہ اشارہ شناسانِ حقیقت کو یہ معلوم ہو کہ آپ کی نبوت کون ومکان ، زمین و زمان کو شامل ہے ۔ "

پھر اس کے چند سطر بعد اسی صفحہ پر فرماتے ہیں کہ ۔

" منجملۂ حرکات حرکتِ سلسلۂ نبوت بھی تھی ، سو بوجہ حصولِ مقصود اعظم ذات محمدی صلعم وہ حرکت مبدل بسکون ہوئی ، البتہ اور حرکتیں ابھی باقی ہیں اور زمانۂ آخر میں آپ کے ظہور کی ایک

یہ بھی وجہ ہے "   (تحذیر الناس ص ۲۱)

پھر تحذیر الناس ہی پر منحصر نہیں، حضرت مرحوم کی دوسری تصانیف میں بھی بکثرت اسی قسم کی تصریحات موجود ہیں۔

محض بطور نمونہ "مناظرۂ عجیبہ" کی چند عبارتیں ملاحظہ ہوں۔ "مناظرۂ عجیبہ" کا مضمون جہاں سے شروع ہوتا ہے اس کی پہلی سطر یہ ہے۔

"حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی تو سب کے نزدیک مسلّم ہے اور یہ بات بھی سب کے نزدیک مسلّم ہے کہ آپ اول المخلوقات ہیں "

پھر اسی کے صفحہ ۳۹ پر فرماتے ہیں۔

"خاتمیتِ زمانی اپنا دین و ایمان ہے، ناحق کی تہمت کا البتہ کچھ علاج نہیں "

پھر اسی کے صفحہ ۵۰ پر فرماتے ہیں۔

"خاتمیتِ زمانی سے مجھے انکار نہیں، بلکہ یوں کہئے کہ منکروں کے لئے گنجائش انکار نہ چھوڑی افضلیت کا اقرار ہے بلکہ اقرار کرنے والوں کے پاؤں جما دیئے، اور نبیوں کی نبوت پر ایمان ہے، پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برابر کسی کو نہیں سمجھتا "

پھر اسی کے صفحہ ۶۹ پر فرماتے ہیں۔

"ہاں یہ مسلّم ہے کہ خاتمیت زمانی اجماعی عقیدہ ہے "

پھر اسی کے صفحہ ۱۰۳ پر ہے۔

"بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تأمل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں "

یہ پانچ عبارتیں صرف "مناظرۂ عجیبہ" کی ہیں۔ اس کے بعد حضرت نانوتوی مرحوم کی آخری تصنیف "قبلہ نما" سے ایک عبارت اور نقل کی جاتی ہے۔ "قبلہ نما" کے صفحہ ۱۱ پر ہے۔

"آپ کا دین سب دینوں میں آخر ہے اور چونکہ دین حکم نامۂ خداوندی کا نام ہے تو جس کا دین آخر ہوگا وہی شخص سردار ہوگا، کیونکہ اسی کا دین آخر ہوتا ہے جو سب کا سردار ہوتا ہے "

حضرت قاسم العلوم قدس سرہٗ کی یہ کل دس عبارتیں ہوئیں۔ کیا ان تصریحات کے ہوتے ہوئے کوئی صاحب دیانت اور صاحب عقل کہہ سکتا ہے کہ یہ شخص ختم نبوت زمانی کا منکر ہے؟ لیکن افتراء پردازی کا کوئی علاج نہیں۔ ایسے ہی مفتریوں کے متعلق عارف جامی نے کہا ہے ؎

چنیں کردند وخلقے در تماشا　　　ہمیں گفتند حاشا ثم حاشا

کزیں روئے نکو بدکاری آید　　　وزیں دل دار دل آزاری آید

حضرت نانوتوی مرحوم کی مختلف تصانیف کی مذکورہ بالا تصریحات اور دوسرے علماء دیوبند کی وہ علمی اور عملی مساعی، جو قادیانی جماعت کے مقابلہ میں اسی مسئلہ ختم نبوت کے متعلق اب تک کتابوں اور مناظروں کی شکل میں ظہور پذیر ہو چکی ہیں اور جن سے تمام اسلامی دنیا واقف ہے۔ ختم نبوت کے متعلق بانی دارالعلوم دیوبند اور جماعت علمائے دیوبند کی پوزیشن واضح کرنے کے لئے انصاف والی دنیا کے نزدیک کافی سے زائد ہیں۔

وَاللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ۝

اس کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کسی قدر تفصیل کے ساتھ تحذیر الناس کے ان تینوں فقروں کا صحیح مطلب بھی عرض کر دیا جائے جن کو جوڑ توڑ کر مولوی احمد رضا خان صاحب نے اس کے مصنف پر ختم نبوت زمانی کے انکار کا بہتان لگایا ہے۔ لیکن اس کے لئے ضرورت ہے کہ اختصار کے ساتھ قرآن مجید کے لفظ "خاتم النبیین" کی تفسیر کے متعلق مولانا نانوتوی مرحوم کا مسلک اور نقطۂ نظر واضح کر دیا جائے۔

حضرت نانوتوی مرحوم اور تفسیر "خاتم النبیین"

تمہید ——— اولاً بطور تمہید گزارش ہے کہ رسولِ خدا (روحی وقلبی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے نفس الامر میں دو قسم کی خاتمیت ثابت ہے۔ ایک زمانی جس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں اور آپ کا زمانہ تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد ہے اور آپ کے بعد اب کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ دوسرے خاتمیتِ ذاتی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ وصفِ نبوت کے ساتھ بالذات موصوف ہیں، اور دوسرے انبیاء (علیہ وعلیہم السلام) بالعرض۔ یعنی اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو براہِ راست نبوت عطا فرمائی۔ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو حضورؐ کے واسطے سے۔ جس طرح (بلاتشبیہ) خداوند تعالےٰ نے آفتاب کو بغیر کسی واسطے کے روشن فرمایا اور اس کی روشنی عالمِ اسباب میں کسی دوسری روشن چیز سے مستفاد نہیں، اسی طرح اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کمالاتِ نبوت براہِ راست بلاکسی واسطے کے عطا فرمائے، اور آپ کی نبوت کسی دوسرے نبی کی نبوت سے مستفاد نہیں ——— اور جس طرح کہ اللہ تعالےٰ نے مہتاب اور دوسرے ستاروں کو آفتاب کے واسطہ سے منور فرمایا، اور وہ اپنی نورانیت میں آفتاب کے نور کے محتاج ہیں۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کو کمالاتِ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے عطا فرمائے گئے۔ اور وہ حضرات باآنکہ حقیقۃً نبی ہیں لیکن اپنی نبوت میں آفتابِ آسمانِ نبوت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض کے دست نگر ہیں (وَهٰذَا كُلُّهٗ بِاِذْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى)۔ اور جس طرح کہ ہر موصوف بالعرض کا سلسلہ کسی موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے اور آگے نہیں چلتا، مثلاً تہ خانوں میں آئینوں کے ذریعہ جو روشنی پہنچائی گئی ہے، اس کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ وہ آئینہ سے آئی اور آئینہ کی روشنی کو کہا جاسکتا ہے کہ وہ آفتاب کا عکس ہے لیکن آفتاب پر جاکر یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور کوئی نہیں کہتا کہ آفتاب کی روشنی عالمِ اسباب میں فلاں روشن چیز کا عکس ہے۔ (کیونکہ آفتاب کو اللہ تعالےٰ نے خود روشن بنایا ہے)، اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت کے متعلق تو کہا جاسکتا ہے کہ وہ حضرت خاتم الانبیاءؐ کی کی نبوت سے مستفاد ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جاکر یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور آپ کے متعلق کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آپ کی نبوت فلاں نبی کی نبوت سے مستفاد ہے (کیونکہ آپ باذن اللہ تعالےٰ نبی بالذات ہیں) پس اسی کو خاتم ذاتی

کہا جاتا ہے اور اسی مرتبہ کا نام خاتمیتِ ذاتیہ ہے۔

اس مختصر تمہید کے بعد عرض ہے کہ حضرت مولانا نانوتوی مرحوم اور بعض دوسرے محققین کی تحقیق یہ ہے کہ قرآن کریم میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا گیا ہے۔ اس سے آپ کے لئے دونوں قسم کی خاتمیت ثابت ہوتی ہے ذاتی بھی اور زمانی بھی۔ اور عوام اس سے محض ایک قسم کی خاتمیت مراد لیتے ہیں، یعنی صرف زمانی۔

بہرحال حضرت مولانا مرحوم اور عوام کا نزاع نہ ختم نبوت زمانی میں ہے نہ اس میں کہ قرآنی لفظ خاتم النبیین سے خاتم زمانی مراد لی جائے (کیونکہ مولانا کو یہ دونوں چیزیں تسلیم ہیں) بلکہ نزاع صرف اس میں ہے کہ لفظ خاتم النبیین سے خاتمیت زمانی کے ساتھ خاتمیتِ ذاتی بھی مراد لی جائے یا نہیں؟ حضرت مولانا اس کے قائل اور مثبت ہیں اور انہوں نے اس کی چند صورتیں لکھی ہیں۔

۱ : ایک یہ کہ لفظِ خاتم کو خاتمیتِ زمانی اور ذاتی کیلئے مشترک معنوی مانا جائے اور جس طرح مشترک معنوی سے اس کے متعدد افراد مراد لئے جاتے ہیں، اسی طرح یہاں آیۂ کریمہ میں بھی دونوں قسم کی خاتمیت مراد لی جائے۔

۲ : دوسری صورت یہ ہے کہ ایک معنی کو حقیقی اور دوسرے کو مجازی کہا جائے اور آیۂ کریمہ میں لفظِ خاتم سے بطور عموم مجاز ایک ایسے عام معنی مراد لئے جائیں جو دونوں قسم کی خاتمیت کو حاوی ہوں۔

ان دونوں صورتوں میں لفظِ خاتم کی دلالت دونوں قسم کی خاتمیت پر ایک ساتھ اور مطابقی ہوگی۔

۳ : تیسری صورت یہ ہے کہ قرآن کریم کے لفظِ خاتم سے صرف خاتمیتِ ذاتی مراد لی جائے، مگر چونکہ اس کے لئے بدلائل عقلیہ ونقلیہ خاتمیت زمانی لازم ہے لہٰذا اس صورت میں بھی خاتمیت زمانی پر آیت کریمہ کی دلالت بطور التزام ہوگی۔

ان تینوں صورتوں کے لکھنے کے بعد "تحذیر الناس" کے صفحہ ۹ پر حضرت مولانا رحمہ نے جس کو خود اپنا مختار بتلایا ہے، وہ یہ ہے کہ خاتمیت کو جنس مانا جائے اور ختم زمانی و ختم ذاتی کو اس کی دو نوعیں قرار دیا جائے اور قرآن عزیز کے لفظ خاتم سے یہ دو نوعیں بیک وقت مراد لے لی جائیں جس طرح کہ آیۂ کریمہ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ میں بیک وقت "رجس" سے ظاہری وباطنی دونوں قسم کی نجاستیں مراد لی جاتی ہیں۔ بلکہ غور کیا جائے تو یہاں ختم زمانی اور ختم ذاتی میں اس قدر بُعد نہیں جس قدر

شراب کی نجاست اور جوئے کی نجاست ہیں۔

لفظ خاتم النبیین کی تفسیر کے متعلق حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کا خلاصہ صرف اسی قدر ہے جس کا حاصل صرف اتنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم زمانی بھی ہیں اور خاتم ذاتی بھی۔ اور یہ دونوں قسم کی خاتمیت آپ کے لئے قرآن کریم کے اسی لفظ خاتم النبیین سے نکلتی ہے۔

تحذیر الناس کی عبارتوں کا صحیح مطلب

اس کے بعد ہم ان تینوں فقروں کا صحیح مطلب عرض کرتے ہیں جن کو جوڑ کر مولوی احمد رضا خان صاحب نے کفر کا مضمون بنا لیا ہے۔

ان میں سے پہلا فقرہ صفحہ ۱۴ کا ہے اور یہاں حضرت مرحوم اپنی مذکورہ بالا تحقیق کے موافق خاتمیت ذاتی کا بیان فرما رہے ہیں۔ اس موقع پر "تحذیر الناس" کی پوری عبارت اس طرح تھی۔

"غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا، بلکہ اگر بالفرض[1] آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے"

خان صاحب نے اس عبارت کا خط کشیدہ حصہ جس سے ہر شخص یہ سمجھ لیتا کہ مولانا کی یہ عبارت خاتمیتِ ذاتی کے متعلق ہے نہ کہ زمانی کے متعلق، حذف کر کے ایک نا تمام ٹکڑا نقل کر دیا۔ اور پھر غضب یہ کیا کہ اس کو صفحہ ۲۸ کے ایک فقرہ کے ساتھ اس طرح جوڑا کہ صفحہ کے نمبر کا تو ذکر ہی کیا ہے، درمیان میں ختم فقرہ کی علامت (ڈیش) بھی نہیں دیا اور پھر اس دوسرے فقرہ کی نقل میں بھی صریح خیانت کی۔ اس موقع پر پوری عبارت اس طرح تھی۔

"ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصافِ ذاتی بوصفِ نبوت لیجیے جیسا اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افرادِ مقصودہ بالخلق میں سے مماثل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ

---

[1] یہ "بالفرض" کا لفظ بھی قابل لحاظ ہے۔ ۱۲

نہ ہوگی۔ افرادِ معتدہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہوجائے گی، بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا"۔

اس عبارت میں بھی مولوی احمد رضا خان صاحب نے یہ کارروائی کہ اس کا ابتدائی حصہ (جس سے ناظرین کو صاف معلوم ہوسکتا تھا کہ یہاں صرف خاتمیت ذاتی کا ذکر ہے نہ کہ زمانی کا، نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت کے متعلق بھی مصنف "تحذیر الناس" کا عقیدہ اس سے معلوم ہوجاتا) اس اہم حصہ کو خان صاحب نے یکقلم حذف کر کے صرف آخری خط کشیدہ فقرہ نقل کردیا اور دوسری کارروائی یہ کی کہ اس ناتمام فقرہ کو بھی صفحہ ۳ کے ایک ناتمام فقرہ سے اس طرح جوڑ دیا کہ وہاں بھی درمیان میں ڈلیش تک نہیں دیا۔

بہرحال صفحہ ۱۴ اور صفحہ ۲۸ کے ان دونوں فقروں میں حضرت مرحوم صرف خاتمیت ذاتی کے متعلق فرما رہے ہیں کہ یہ ایسی خاتمیت ہے کہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد اور کوئی نبی ہو، تب بھی آپ کی اس خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ رہی خاتمیت زمانی، اس کا یہاں کوئی ذکر نہیں، اور نہ کوئی ذی ہوش یہ کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت زمانی میں کوئی فرق نہیں آتا

ایک عام فہم مثال سے مولانا نانوتوی رح کے مطلب کی توضیح

بلاشبہ اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ کسی ملک میں کوئی وبائی مرض پھیلا۔ بادشاہ کی طرف سے یکے بعد دیگرے بہت سے طبیب بھیجے گئے اور انہوں نے اپنی قابلیت کے موافق مریضوں کا علاج کیا۔ اخیر میں اس رحیم و کریم بادشاہ نے سب سے بڑا اور سب سے زیادہ حاذق طبیب جو پہلے تمام طبیبوں کا استاد بھی ہے، بھیجا اور اعلان کردیا کہ اب اس کے بعد کوئی طبیب نہیں آئے گا۔ آئندہ جب کبھی کوئی مریض ہو، وہ اسی آخری طبیب کا نسخہ استعمال کرے، اسی سے شفا ہوگی۔ بلکہ اس کے بعد جو شاہی طبیب ہونے کا دعوے کرے، وہ جھوٹا اور واجب القتل ہے۔ چنانچہ دنیا کا وہ آخری طبیب آیا اور اس نے آکر اپنا شفاخانہ کھولا۔ جوق جوق مریض اس کے دارالشفاء میں داخل ہو کر شفایاب ہوئے۔ بادشاہ نے اپنے اس طبیب کو ایک حکم نامہ میں "خاتم الاطباء" کا خطاب بھی دیا۔ اب عوام تو یہ سمجھے ہیں کہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ یہ طبیب زمانہ کے اعتبار سے سب سے آخری طبیب ہے اور اس کے بعد اب کوئی اور طبیب بادشاہ کی طرف سے نہیں آئے گا اور اہل فہم کا ایک گروہ (جو بالیقین جانتا ہے کہ یہ طبیب فی الواقع آخری ہی طبیب ہے)

کہتا ہے کہ اس عظیم الشان طبیب کو خاتم الاطباء صرف اسی وجہ سے نہیں کہا گیا ہے کہ وہ آخری طبیب ہے بلکہ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تمام پہلے طبیبوں کی طب کا سلسلہ اسی جلیل القدر طبیب پر ختم ہے یعنی وہ سب اس کے شاگرد ہیں، انہوں نے فن طب اسی سے سیکھا ہے۔ لہٰذا اس دوسری وجہ سے بھی وہ خاتم الاطباء ہے اور یہ دونوں قسم کی خاتمیت اسی کے لفظ سے نکلتی ہے۔ بلکہ اگر تم غور کرو گے تو تم کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ بادشاہ نے اس حاذق طبیب کو جو خاتم الاطباء کو سب سے آخر میں بھیجا ہے اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ یہ فن طب میں سب سے فائق، سب سے ماہر اور سارے طبیبوں کا استاذ ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ بڑے سے بڑے طبیب کی طرف اخیر ہی میں رجوع کیا جاتا ہے۔ مقدمات تمام تحتانی مراحل طے کرنے کے بعد ہی بادشاہ معظم کی عدالت عالیہ میں پہنچتے ہیں۔ بہر حال یہ طبیب صرف زمانہ ہی کے اعتبار سے خاتم نہیں ہے۔ بلکہ اپنے فن کے کمال کے اعتبار سے بھی خاتم ہے اور یہ دوسری خاتمیت ایسی ہے کہ اگر بالفرض اس کے زمانہ میں یا اس کے بعد بھی کوئی طبیب آجائے تو اس کی اس خاتمیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔

ناظرین انصاف فرمائیں کہ اہل فہم کے اس گروہ کے متعلق ان کے کسی معاند دشمن کا یہ کہنا کہ یہ لوگ اس خاتم الاطباء کو آخری طبیب نہیں مانتے اور اس کی اس حیثیت کے منکر ہیں، کتنی بڑی تلبیس اور کس قدر عریاں بے حیائی ہے۔ جبکہ اہل فہم کا یہ گروہ اس شاہی طبیب کو ذاتی اور مرتبی حیثیت سے خاتم الاطباء ماننے کے ساتھ یہ بھی صاف صاف کہتا ہے کہ زمانہ کے لحاظ سے بھی یہی آخری طبیب ہے اور اس کے بعد اب کوئی طبیب بادشاہ کی طرف سے نہیں آئے گا بلکہ جو کوئی اس کے بعد شاہی طبیب ہونے کا دعوےٰ کرے وہ واجب القتل ہے۔

یہاں تک تحذیر الناس کے صفحہ ۱۴ و ۲۸ کے فقروں کا صحیح مطلب عرض کیا گیا ہے۔ رہا تیسرا فقرہ جس کو خان صاحب نے سب سے اخیر میں نقل کیا ہے، وہ تحذیر الناس کے تیسرے صفحہ کا ہے۔ اور یوں سمجھنا چاہئے کہ گویا تحذیر الناس وہیں سے شروع ہوتی ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔

"بعد حمد و صلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنا چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو، سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تأخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں"

اس عبارت میں دو چیزیں قابلِ لحاظ ہیں۔ ایک یہ کہ یہاں مولانا مرحوم مسئلہ ختم نبوت پر کلام نہیں فرمارہے ہیں، بلکہ لفظِ خاتم کے معنی پر کلام فرمارہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ خاتم سے ختمِ زمانی مراد لینے کو مولانا نے عوام کا خیال نہیں بتلایا بلکہ ختمِ زمانی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے۔ اور عوام کے اسی نظریہ سے مولانا کو اختلاف ہے ورنہ خاتمیت زمانی مع خاتمیتِ ذاتی مراد لینا خود مولانا مرحوم کا مسلک مختار ہے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے اور تحذیر الناس کے صفحہ ۹و۱۰ پر مولانا نے پوری تفصیل کے ساتھ اس کو بیان فرمایا ہے۔

بہر حال چونکہ خود حضرت مولانا کے نزدیک لفظ خاتم النبیین سے ختمِ زمانی بھی مراد ہے۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ یہاں صرف حصر کو مولانا نے عوام کا خیال بتلایا ہے اور مولانا کا مطلب صرف یہ ہے کہ عوام تو یہ سمجھتے ہیں کہ حضورؐ کے لئے لفظ "خاتم النبیین" سے صرف خاتمیت زمانی ہی ثابت ہوتی ہے اس کے سوا کچھ نہیں ثابت ہوتا اور اہل فہم کے نزدیک اصل حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کے اس لفظ سے حضورؐ کے لئے خاتمیت زمانی بھی ثابت ہوتی ہے اور خاتمیتِ ذاتی بھی۔

یہیں سے مولوی احمد رضا خان صاحب کے اس اعتراض کا بھی جواب ہوگیا جو انہوں نے تحذیر الناس کی اسی عبارت پر "المعتمد المستند" میں کیا ہے کہ۔ "اس میں خاتم النبیین سے خاتم زمانی مراد لینے کو عوام کا خیال بتلایا گیا ہے حالانکہ خاتم کے یہ معنی خود حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام سے بھی مروی ہیں۔ پس مصنف تحذیر الناس کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و تمام صحابۂ کرام رضہ عوام میں داخل ہوئے۔ (معاذ اللہ)

جواب کی تقریر و تفصیل یہ ہے کہ صاحب تحذیر الناس نے خاتم سے خاتم زمانی مراد لینے کو عوام کا خیال نہیں بتلایا بلکہ ختمِ زمانی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور کسی صحابی سے حصر ثابت نہیں بلکہ علماءِ راسخین میں سے بھی کسی نے حصر کی تصریح نہیں فرمائی اور کیونکر کوئی حصر کی جرأت کرسکتا ہے جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آیاتِ قرآنی کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

ؒ اس پر پوری روشنی اوپر ڈالی جاچکی ہے اور مولانا مرحوم کی یہ تصریح چند صفحے پہلے گزر چکی ہے کہ ان کے نزدیک ختم نبوت زمانی پر صراحۃً دلالت کرنے والی "لانبی بعدی" جیسی ساری حدیثیں "خاتم النبیین" ہی کے لفظ سے ماخوذ و مستنبط ہیں۔۱۲

لِكُلِّ اٰيَةٍ مِّنْهَا ظَهْرٌ وَّ بَطْنٌ وَلِكُلِّ حَدٍّ مُّطَّلَعٌ۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر آیتِ قرآنی کے کم از کم دو مفہوم ضرور ہوتے ہیں۔ اور اگر علماءِ سلف میں سے کسی کے کلام میں حصر کا کوئی لفظ پایا بھی جائے تو وہ حصر حقیقی نہیں ہے جس کو مولانا نانوتوی مرحوم عوام کا خیال بتلاتے ہیں۔ بلکہ اس سے مراد حصر اضافی بالنظر الی تاویلات الملاحدۃ ہے۔

بہر حال جو شخص صاحب تحذیر الناس پر یہ بہتان رکھتا ہے کہ انہوں نے معاذاللہ آنحضرت ﷺ کی بیان کردہ تفسیر کو خیال عوام بتلا دیا، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی سے ایک ہی روایت حصر کی ثابت کر دے۔

پھر یہ کہ مولانا مرحوم نے اپنے مکتوبات میں اس کی بھی تصریح فرما دی ہے کہ باب تفسیر میں عوام سے مراد کون لوگ ہوتے ہیں۔ اس موقع پر حضرت مرحوم کے الفاظ یہ ہیں۔

"وجز انبیاء علیہم السلام یا راسخین فی العلم همه عوام اند"

باب تفسیر میں سوائے انبیاء علیہم السلام اور علماء راسخین کے سب عوام ہیں۔

(قاسم العلوم نمبر اول، مکتوب دوم ص)

ان تصریحات کے ہوتے صاحب تحذیر الناس کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہؓ کرام کو عوام میں داخل کر دیا، سخت ترین بددیانتی ہے۔

خاتم النبیین کی تفسیر میں حضرت مولانا نانوتویؒ کے مسلک کی تائید خود مولوی احمد رضا خان صاحب کی تصریحات سے

اس کے بعد ہم یہ بھی بتلا دینا چاہتے ہیں کہ جو لوگ لفظ خاتم النبیین سے صرف ایک ہی معنی (خاتم زمانی) مراد لیتے ہیں اور معنی خاتم النبیین کو اسی میں حصر کرتے ہیں وہ فاضل بریلوی کے نزدیک بھی عوام میں داخل ہیں، اہل فہم میں سے نہیں۔ فاضل موصوف "الدولۃ المکیہ" صفحہ ۴۳ پر تحریر فرماتے ہیں۔

عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا یفقہ الرجل کل الفقہ حتی یجعل للقرآن وجوھا قلت اخرجہ عن ابی الدرداء

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آدمی اس وقت تک کامل فقیہ نہیں ہوتا جب تک کہ قرآن کے لئے متعدد وجوہ نہ نکالے (میں کہتا ہوں کہ تخریج کی ہے اس

رضی اللہ تعالی عنہ ابن سعد فی الطبقات وابونعیم فی الحلیۃ وابن عساکر فی تاریخہ واوردہ مقاتل بن سلیمان فی صدر کتابہ فی وجوہ القرآن مرفوعا بلفظ لایکون الرجل فقیھا کل الفقہ حتی یری للقرآن وجوھا کثیرۃ۔

روایت کی حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابن سعد نے طبقات میں۔ اور ابو نعیم نے حلیہ میں، اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں۔ اور مقاتل بن سلیمان نے اپنی صدر کتاب میں، وجوہِ قرآن میں اس کو بدیں الفاظ مرفوعاً روایت کیا ہے کہ " آدمی اس وقت تک کامل فقیہ نہیں ہوتا، جب تک کہ قرآن کے لئے وجوہِ کثیرہ نہ دیکھے "

قال فی الاتقان قد فسرہ بعضھم بان المراد ان یری اللفظ الواحد یحتمل معانی متعددۃ فیحملہ علیھا اذا کانت غیر متضادۃ ولا یقتصر بہ علی معنی واحد۔ (انتہیٰ صفحہ ۳۴۳)

علامہ سیوطیؒ اتقان میں فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ مطلب یہ ہے کہ لفظِ واحد جو متعدد معانی کے لئے محتمل ہو اس کو ان سب پر محمول کرے جب کہ وہ آپس میں ٹکراتے نہ ہوں اور ایک ہی معنی پر منحصر نہ کرے۔

مولوی احمد رضا خان صاحب کی اس عبارت بلکہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے صاف معلوم ہو گیا کہ جو شخص کسی آیتِ قرآنی سے صرف ایک ہی معنی مراد لے اور اسی میں حصر کرے تو وہ عوام میں داخل ہے، اہل فہم (فقہاء میں سے نہیں ہے) کامل فقیہ جب ہی ہوگا جب کہ ایک آیت کو بہت سے غیر متعارض معانی پر محمول کر سکے، جیسا کہ حضرت مولانا محمد قاسم رحمہ نے ایک لفظ خاتم النبیین سے تین قسم کی خاتمیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کی یعنی خاتمیت ذاتی، زمانی، مکانی۔

الحمد للہ تحذیر الناس کے تینوں فقروں کا صحیح مطلب بیان کر دیا گیا اور ناظرین کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ صفحہ ۳ کے فقرے میں حضرت نانوتوی مرحوم نے جن لوگوں کو عوام بتلایا ہے وہ فاضل بریلوی کے نزدیک بھی عوام ہی میں داخل ہیں۔ اس کے بعد ہم یہ بھی بتلا دینا چاہتے ہیں کہ یہ تحقیق کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم زمانی ہونے کے ساتھ خاتم مرتبی اور خاتم ذاتی بھی ہیں یعنی آپ نبی بالذات ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام نبی بالعرض۔ آپ کو کمالاتِ نبوت اللہ تعالےٰ نے براہِ راست عطا فرمائے اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو آنحضرتؐ کے واسطے سے۔ اس میں بھی حضرت نانوتوی مرحوم متفرد نہیں بلکہ

بہت سے اگلے علماء محققین بھی اس کی تصریح فرما چکے ہیں، لیکن یہاں ہم ان کی عبارات نقل کر کے بات کو طویل کرنے اور کتاب کو ضخیم بنانے کی ضرورت نہیں سمجھتے کیونکہ خود مولوی احمد رضا خان صاحب نے بھی اس مسئلہ کو اس طرح لکھ دیا ہے کہ اس کے بعد کسی اور کی عبارت نقل کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اس لئے ہم ان ہی کی ایک عبارت اس سلسلہ میں نقل کر کے اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔

فاضل موصوف اپنے رسالہ "جزاء اللہ عدوہ" کے صفحہ ۲۳ پر لکھتے ہیں۔

"اور نصوص متواترہ اولیاء کرام و ائمہ عظام و علماء اعلام سے مبرہن ہو چکا کہ ہر نعمت قلیل یا کثیر، صغیر یا کبیر، جسمانی یا روحانی، دینی یا دنیوی، ظاہری یا باطنی۔ روز اول سے اب تک اور اب سے قیامت تک، قیامت سے آخرت، آخرت سے ابد تک، مومن یا کافر، مطیع یا فاجر ملک یا انسان، جن یا حیوان، بلکہ تمام ماسوی اللہ میں جسے جو کچھ ملی یا ملتی ہے یا ملے گی، اس کی کلی انہیں کے صبائے کرم سے کھلی اور کھلتی ہے اور کھلے گی۔ انہیں کے ہاتھوں پر بٹی اور بٹتی ہے اور بٹے گی، یہ سر الوجود اور اصل الوجود، خلیفۃ اللہ الاعظم و ولی نعمت عالم ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ خود فرماتے ہیں، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" انا ابو القاسم اللہ یعطی وانا اقسم " رواہ الحاکم فی المستدرک وصححہ واقرہ الناقدون "

فاضل بریلوی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ عالم میں جو کچھ نعمت روحانی یا جسمانی، دنیوی یا دینی، ظاہری یا باطنی کسی کو ملی ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے دست کرم کا نتیجہ ہے اور چونکہ نبوت بھی ایک اعلیٰ درجہ کی روحانی نعمت ہے لہذا وہ بھی دوسرے انبیاء علیہم السلام کو حضور ہی کے واسطہ سے ملی ہے۔ اور اسی حقیقت کا نام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رح کی اصطلاح میں خاتمیت ذاتی اور خاتمیت مرتبی ہے۔

اس وقت ہم اس بحث کو اسی پر ختم کرتے ہیں اور مولوی احمد رضا خان صاحب نے حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی رح پر تکذیب رب العزت جل جلالہ کا جو بہتان لگایا ہے اب اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

۲

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ العزیز

پر

تکذیب رب العزت جل جلالہٗ کا ناپاک بہتان

اور

اس کا جواب

مولوی احمد رضا خان صاحب ـــ حسام الحرمین ـــ کے صفحہ ۱۳ پر حضرت مولانا گنگوہی رح کے متعلق لکھتے ہیں۔

ثم تمادی به الحال فی الظلم و الضلال حتی صرح فی فتوی له قد رایتها بخطه وخاتمه بعینی وقد طبعت مرارا فی بمبئی وغیرها مع ردها، ان من یکذب الله تعالیٰ بالفعل و یصرح انه سبحانه وتعالیٰ قد کذب وصدرت منه هذه العظیمة فلا تنسبوه الی فسق فضلا عن ضلال فضلا عن کفر فان کثیرا من الائمة قد قالوا بقیله وانما قصاریٰ امره انه مخطئ فی تاویله ....

.... أولئك الذين اصمهم الله تعالیٰ

پھر تو ظلم و گمراہی میں اس کا حال یہاں تک بڑھا کہ اپنے ایک فتوے میں جو اس کا مُہری دستخطی میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے بمبئی وغیرہ میں بارہا مع ردّ کے چھپا، صاف لکھ دیا کہ جو اللہ سبحانہ تعالےٰ کو بالفعل جھوٹا مانے اور تصریح کرے کہ معاذ اللہ، اللہ تعالےٰ نے جھوٹ بولا اور یہ بڑا عیب اس سے صادر ہو چکا تو اسے کفر بالائے طاق، گمراہی درکنار، فاسق بھی نہ کہو، اس لئے کہ بہت سے امام ایسا کہہ چکے ہیں جیسا اس نے کہا۔ بس نہایت کار یہ ہے کہ اس نے تاویل میں خطا کی ....

.... یہی وہ ہیں جنہیں اللہ تعالےٰ نے بہرا کیا اور ان کی آنکھیں اندھی کر دیں۔

واعمی ابصارھم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(حسام الحرمین ص ۱۳)

یہ ناچیز بندہ عرض کرتا ہے کہ حضرت گنگوہی مرحوم کی طرف کسی ایسے فتوے کی نسبت کرنا سراسر افتراء اور بہتان ہے۔ پہلی بحث میں تو مولوی احمد رضا خان صاحب نے تحذیر الناس کی متفرق عبارتیں جوڑ کر کفر کی مسل تیار بھی کر لی تھی یہاں تو یہ بھی ناممکن ہے۔ بحمد اللہ ہم پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مرحوم کے کسی فتوے میں یہ الفاظ موجود نہیں، نہ کسی فتوے کا یہ مضمون ہے۔ بلکہ درحقیقت یہ صرف خان صاحب یا ان کے کسی دوسرے ہم پیشہ بزرگ کا افتراء اور بہتان ہے بفضلہٖ تعالےٰ ہم اور ہمارے اکابر اس شخص کو کافر، مرتد، ملعون سمجھتے ہیں جو خداوند تعالےٰ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرے اور اس سے بالفعل صدورِ کذب کا قائل ہو بلکہ جو بدنصیب اس کے کفر میں شک کرے ہم اس کو بھی خارج از اسلام سمجھتے ہیں۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ (جن پر خان صاحب نے یہ ناپاک بہتان باندھا ہے) خود انہیں کے مطبوعہ فتاوے کی جلد اوّل صفحہ ۱۱۸ پر ہے۔

"ذاتِ پاک حق تعالےٰ جل جلالہ کی پاک و منزّہ ہے۔ اس سے کہ متصف بوصفِ کذب کیا جائے۔ معاذ اللہ تعالےٰ اس کے کلام میں ہرگز شائبہ کذب کا نہیں، قال اللہ تعالیٰ ومن اصدق من اللہ قیلا"

جو شخص حق تعالےٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے، یا زبان سے کہے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے، وہ قطعاً کافر و ملعون ہے اور مخالف قرآن و حدیث کا اور اجماع امت کا ہے۔ وہ ہرگز مومن نہیں۔ تعالی اللہ عَمَّا يَقُولُ الظّٰلِمُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا۔

ناظرین بالانصاف فیصلہ فرمائیں کہ اس صریح اور چھپے ہوئے فتوے کے ہوتے ہوئے حضرت ممدوح پر یہ افتراء کرنا کہ معاذ اللہ وہ خدا کو کاذب بالفعل مانتے ہیں، یا ایسا بکنے والے کو مسلمان کہتے ہیں کس قدر شرمناک کارروائی ہے؟ الحساب یوم الحساب۔!

رہا مولوی احمد رضا خان صاحب کا یہ لکھنا کہ "میں نے ان کا وہ فتوے مع مُہر و دستخط بچشم خود دیکھا ہے" اس کے

جواب میں ہم صرف اس قدر عرض کریں گے کہ جب اس چودہویں صدی کا ایک عالم اور مفتی ایک چھپی ہوئی کثیر الاشاعت کتاب (تحذیر الناس) کی عبارتوں میں قطع وبرید کرکے اور صفحہ ۳، ۱۴، ۲۸ کی عبارتوں میں تحریف کرکے ایک کفر کا مضمون گھڑ کے تحذیر الناس کی طرف منسوب کرسکتا ہے تو کسی جعلساز کے لئے کسی کے مہر و دستخط بنا لینا کیا مشکل ہے؟ کیا دنیا میں جعلی سکے اور جعلی دستاویزیں تیار کرنے والے موجود نہیں؟ مشہور ہے کہ بریلی اور اس کے اطراف میں تو اس فن کے بڑے بڑے کامل رہتے ہیں جن کا ذریعہ معاش یہی جعلسازی ہے۔

بہرحال مولوی احمد رضا خان صاحب نے حضرت گنگوہی مرحوم کے جس فتوے کا ذکر کیا ہے اس کی کوئی اصل نہیں "فتاوٰے رشیدیہ" جو تین جلدوں میں چھپ کر شائع ہو چکا ہے وہ بھی اس کے ذکر سے خالی ہے۔ بلکہ اس میں اس کے صریح خلاف چند فتوے موجود ہیں جن میں سے ایک اوپر نقل بھی کیا جاچکا ہے۔ اور اگر فی الواقع خان صاحب نے کوئی فتوٰے اس قسم کا دیکھا ہے تو وہ یقیناً ان کے کسی ہم پیشہ بزرگ یا ان کے کسی پیشرو کی جعلسازی اور دسیسہ کاری کا نتیجہ ہوگا۔

حضرات علماء و مشائخ کی عزت و عظمت کو مٹانے کے لئے حاسدوں نے اس سے پہلے بھی اس قسم کی کاروائیاں کی ہیں۔ اس سلسلہ کے چند عبرت آموز واقعات ہم یہاں نقل بھی کرتے ہیں۔

(۱) امت کے جلیل القدر مجتہد اور محدث حضرت امام احمد بن حنبل رح اس دنیا سے کوچ فرما رہے ہیں اور کوئی بدنصیب حاسد عین اسی وقت ان کے تکیہ کے نیچے کچھ لکھے ہوئے کاغذات رکھ جاتا ہے جن میں خالص ملحدانہ عقائد اور زندیقانہ خیالات بھرے ہوئے ہیں۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ لوگ ان تحریرات کو امام احمد بن حنبل رح ہی کی کاوش دماغی کا نتیجہ سمجھیں گے اور جب ان کے مضامین اسلامی تعلیمات کے خلاف پائیں گے تو امام سے بدظن ہو جائیں گے اور لوگوں کے دلوں سے ان کی عزت و عظمت نکل جائے گی۔ پھر ہماری دکان جو امام کے فیضِ عام کے مقابلہ میں پھیکی پڑگئی ہے چمک اٹھے گی۔

(۲) امام لغت علامہ مجد الدین فیروز آبادی رح صاحب قاموس زندہ تھے۔ مشہور امام اور مرجع خواص و عوام تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رح جیسے محدث نے ان کے خرمن علم سے خوشہ چینی کی۔ حاسدین ان کی اس غیر معمولی مقبولیت کو نہ دیکھ سکے اور ان کی عظمت و شہرت کو بٹہ لگانے کے لئے ان کے نام سے پوری ایک کتاب حضرت امام ابو حنیفہ رح کے مطاعن میں تصنیف کر ڈالی جس میں خوب زور و شور سے حضرت امام اعظم رح کی تکفیر بھی کی اور یہ جعلی کتاب دور دراز مقامات تک شائع کر دی گئی۔ حنفی دنیا میں علامہ فیروز آبادی رح کے خلاف نہایت زبردست ہیجان برپا ہو گیا۔ لیکن بے چارے علامہ

کو اس کی بالکل بھی خبر نہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ کتاب ابو بکر الخیاط البغوی الیمانی کے پاس پہنچی تو انہوں نے علامہ فیروز آبادی رح کو خط لکھا کہ " آپ نے یہ کیا کیا ؟ علامہ موصوف نے اس کے جواب میں لکھا۔

" اگر وہ کتاب جو افتراءً میری طرف منسوب کر دی گئی ہے آپ کے پاس ہو تو فوراً اس کو نذر آتش کر دیجئے۔ خدا کی پناہ ! میں اور حضرت امام ابو حنیفہ رح کی تکفیر " وانا اعظم المعتقدین فی الامام ابی حنیفة " (حالانکہ مجھ کو امام کی جناب میں بے انتہا عقیدت ہے میں نے تو ایک ضخیم کتاب بھی امام کے مناقب عالیہ میں لکھی ہے "

(۳) امام مصطفیٰ قرمانی حنفی رح نے نہایت جانکاہی سے " مقدمہ ابو اللیث سمرقندی " کی ایک مبسوط شرح لکھی۔ جب ختم کر چکے تو مصر آئے کہ وہاں کے علماء کو دکھلانے کے بعد اس کی اشاعت کریں گے۔ تصنیف بحمد اللہ کامیاب تھی۔ بعض حاسدوں کی نظر میں کھٹک گئی اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اس کی اشاعت سے ہماری دوکانوں کی رونق پھیکی پڑ جائے گی۔ کچھ اور تو نہ کر سکے البتہ یہ خباثت کی کہ اس کے " باب آداب الخلاء " کے اس مسئلہ میں کہ قضائے حاجت کے وقت آفتاب و ماہتاب کی طرف رخ نہیں کرنا چاہیئے " اپنی وسیسہ کاری سے اتنا اضافہ کر دیا کہ " چونکہ ابراہیم علیہ السلام ان دونوں کی عبادت کیا کرتے تھے " (معاذ اللہ) علامہ قرمانی کو اس شرارت کی کیا خبر تھی انہوں نے لاعلمی میں وہ کتاب علماء مصر کے سامنے پیش کر دی۔ جب ان کی نظر اس دلیل پر پڑی سخت برہم ہوئے اور تمام مصر میں علامہ قرمانی کے خلاف ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ قاضی وقت نے واجب القتل قرار دیا۔ بیچارے راتوں رات جان بچا کر مصر سے بھاگے ورنہ سر دیئے بغیر پیچھا چھوٹنا مشکل تھا۔

(۴) عارف ربانی امام عبد الوہاب شعرانی رح اپنی کتاب " الیواقیت والجواہر " میں آپ بیتی لکھتے ہیں کہ۔

" بعض حاسدوں نے میری کتاب " البحر المورود فی المواثیق والعهود " میں میری زندگی ہی میں عقائد باطلہ اور خیالات فاسدہ بڑھا دیئے اور تین سال تک مصر و مکہ مکرمہ میں خوب اس کی اشاعت کی۔ جب مجھے اس کا علم ہوا تو میں نے مشاہیر علماء سے اصل نسخہ پر تصدیقیں لکھوا کر ان ملکوں میں بھیجا۔ وہ حسد و کینہ کے مریض اس پر بھی باز نہ آئے اور ان کمینوں نے اس کے بعد یہ پروپیگنڈہ کیا کہ جن علماء نے ان پر تصدیقات لکھی تھیں اب وہ اس سے رجوع کر رہے ہیں اور

اکثر کر چکے ہیں (امام شعرانی رح لکھتے ہیں کہ) جب مجھے اس کی خبر ہوئی تو میں نے پھر ان حضرات علماء کو تکلیف دی اور خود انہیں کے قلم سے حاسدوں کے اس نئے پروپیگنڈے کی تردید لکھوا کر عرب روانہ کیں جب کہیں اس فتنہ کا خاتمہ ہوا "

یہ گنتی کے چند واقعات ہیں۔ تاریخ اور تذکرے کی کتابیں اگر دیکھی جائیں تو بدنصیب حاسدوں کی دسیسہ کاریوں کے ان جیسے سینکڑوں شرمناک واقعات ملیں گے۔

پس اگر درحقیقت فاضل بریلوی اپنے اس بیان میں سچے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ بالا مضمون کا کوئی فتویٰ حضرت گنگوہی مرحوم کے مہر و دستخط کے ساتھ دیکھا ہے تو یقیناً وہ اسی قبیل سے ہے لیکن پھر بھی مولوی احمد رضا خان صاحب کو اس کی بنا پر کفر کا فتوے دینا ہرگز جائز نہ تھا، تاوقتیکہ وہ یہ تحقیق نہ کر لیتے کہ یہ فتوے حضرت مولانا کا ہے بھی یا نہیں؟ فقہ کا مسلّم اور مشہور مسئلہ ہے کہ " الخط یشبہ الخط " یعنی ایک انسان کا خط دوسرے کے خط سے مل جاتا ہے۔ اور خود خان صاحب بھی اس سے ناواقف نہیں۔ چنانچہ خط یا تار سے عدم ثبوت رؤیت ہلال پر استدلال کرتے ہوئے آپ تصریح فرماتے ہیں کہ۔

" تمام کتابوں میں تصریح ہے " الخط یشبہ الخط " الخط لا یعمل بہ "

(ملفوظات اعلیٰ حضرت جلد ۲، ص ۵۲)

بہرحال جب کہ رؤیت ہلال جیسی معمولی باتوں میں خط کا اعتبار نہیں تو پھر تکفیر جیسے اہم معاملہ میں کیونکر اس کا اعتبار ہو سکتا ہے۔

رہے وہ دلائل جو خان صاحب نے حضرت گنگوہی مرحوم کی طرف اس جعلی فتوے کی نسبت صحیح ہونے پر اپنی کتاب " تمہید ایمان " میں پیش کئے ہیں وہ نہایت لچر پوچ اور تار عنکبوت سے زیادہ کمزور ہیں۔

ناظرین ذرا ان کو خود بھی دیکھ لیں اور جانچ لیں۔

مولوی احمد رضا خان صاحب موصوف اس جعلی فتوے کے متعلق " تمہید ایمان " ص ۳۸، ۳۹ پر لکھتے ہیں۔

" یہ تکذیب خدا کا ناپاک فتوے اٹھارہ برس ہوئے ۱۳۰۸ھ ہجری میں رسالہ "صیانۃ الناس" کے ساتھ مطبع حدیقۃ العلوم میرٹھ میں مع رد کے شائع ہو چکا، پھر ۱۳۱۸ھ میں مطبع گلزار حسینی

بمبئی میں اس کا مفصل رد چھپا، پھر ۱۳۲۰ھ میں پٹنہ عظیم آباد مطبع تحفہ حنفیہ میں اس کا اور قاہرہ رد چھپا، اور فتوے دینے والا جمادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ میں مرا اور مرتے دم تک ساکت رہا نہ یہ کہا کہ وہ فتوےٰ میرا نہیں حالانکہ خود چھاپی ہوئی کتابوں سے فتوے کا انکار کر دینا سہل تھا، نہ یہی بتلایا کہ مطلب وہ نہیں جو علمائے اہلسنت بتلا رہے ہیں بلکہ میرا مطلب یہ ہے۔ نہ کفر صریح کی نسبت کوئی سہل بات تھی جس پر التفات نہ کیا"۔

حشو و زوائد حذف کر دینے کے بعد خان صاحب کی اس دلیل کا حاصل صرف اس قدر ہے کہ۔

۱: یہ فتوے مع رد کے مولانا گنگوہی مرحوم کی حیات میں تین مرتبہ چھپا۔

۲: انہوں نے تا زیست اس فتوے کی نسبت سے انکار نہیں کیا، نہ اس کا اور کوئی مطلب بتایا۔

۳: اور چونکہ معاملہ سنگین تھا اس لئے ان کی خاموشی کو عدم التفات پر بھی محمول نہیں کیا جا سکتا، لہذا ثابت ہو گیا کہ یہ فتوے انہیں کا ہے اور اس کا مطلب بھی وہی ہے جس کی بنا پر ہم نے تکفیر کی ہے۔

اگرچہ خان صاحب کی اس دلیل کا لچر پوچ اور مہمل ہونا ہمارے نقد و تبصرہ کا محتاج نہیں۔ ہر معمولی سی عقل رکھنے والا بھی تھوڑے سے غور و فکر سے اس کی لغویت کو سمجھ سکتا ہے۔ تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ہر جزء پر تھوڑی سی روشنی ڈال کر ناظرین سے بھی خان صاحب کے علم و مجددیت کی کچھ داد دلوا دی جائے۔

خان صاحب کی دلیل کا پہلا بنیادی مقدمہ یہ ہے کہ۔

"یہ فتوے مولانا گنگوہی کی حیات میں تین مرتبہ مع رد کے چھپا"!

اسی مقدمہ سے اتنا تو معلوم ہو گیا کہ یہ جعلی فتوےٰ صرف مولانا کے مخالفین نے چھاپا ہے۔ مولانا یا آپ کے متوسلین کی طرف سے کبھی اس کی اشاعت نہیں ہوئی (خیر اس راز کو تو اہل بصیرت ہی سمجھیں گے) ہم کو تو اس کے متعلق صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ اگر خان صاحب کے بیان کو صحیح سمجھ کر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ یہ فتوے متعدد بار مع رد کے حضرت گنگوہی مرحوم کی حیات میں چھپ کر شائع ہوا، جب بھی لازم نہیں آتا کہ حضرت رح کے پاس بھی پہنچا ہو یا ان کو اس کی اطلاع بھی ہوئی ہو۔ اور اگر ان کے پاس بھیجا گیا تو سوال یہ ہے کہ ذریعہ قطعی تھا یا غیر قطعی؟ پھر کیا خان صاحب کو اس کی وصول یابی کی اطلاع ہوئی؟ اگر ہوئی تو وہ ذریعہ قطعی تھا یا ظنی! بحث کے انتہائی پہلوؤں سے چشم پوشی کر کے

کفر کا قطعی یقینی فتوے دینا کیوں کر درست ہو سکتا ہے۔ بہر حال جب تک قطعی طور پر یہ ثابت نہ ہو جائے کہ فی الواقع حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی ایسا فتوے لکھا تھا جس کا قطعی اور متعین مطلب وہی تھا جو مولوی احمد رضا خان صاحب نے لکھا ہے۔ اس وقت تک ان تخمینی بنیادوں پر تکفیر قطعاً ناروا اور معصیت ہے۔ حضرت مولانا گنگوہی مرحوم تو ایک گوشہ نشین عارف باللہ تھے جن کا حال بلا مبالغہ یہ تھا ؎

بسودائے جاناں زجاں مشتغل

بذکر حبیب از جہاں مشتغل

یہ خاکسار جس کے اوقات کا خاصہ حصہ اب تک اہل باطل ہی کی تواضع میں صرف ہوا ہے آج تک اس جعلی فتوے کے ان تینوں ایڈیشنوں کی زیارت سے محروم ہے جن کا ذکر خان صاحب فرما رہے ہیں۔ پس ہو سکتا ہے بلکہ قرین قیاس ہے کہ حضرت مرحوم کو اس قصہ کی خبر بھی نہ ہوئی ہو۔

خان صاحب کی دلیل کا دوسرا مقدمہ یہ تھا کہ مولانا گنگوہی مرحوم نے اس فتوے سے انکار نہیں کیا، نہ اس کی کوئی تاویل بیان کی۔

اس کے متعلق پہلی گزارش تو یہی ہے کہ جب اطلاع ہی ثابت نہیں تو انکار کس چیز کا اور تاویل کس بات کی؟ اور فرض کریجیے کہ ان کو اطلاع ہوئی لیکن انھوں نے ناخدا ترس مفتریوں کی اس ناپاک حرکت کو ناقابل توجہ اور شائستہ اعتنار ہی نہ سمجھا یا ان کو حوالہ بخدا کر کے سکوت فرمایا۔

رہا یہ کہ کفر کی نسبت کوئی معمولی بات نہ تھی جس کی طرف التفات نہ کیا جاتا۔ سو اول تو یہ ضروری نہیں کہ دوسرے بھی آپ کے اس نظریہ سے متفق ہوں، ہو سکتا ہے کہ انھوں نے اس لئے انکار کی ضرورت نہ سمجھی ہو کہ ایمان والے خود ہی ایسے ناپاک افترا کی تکذیب کر دیں گے۔ یا انھوں نے یہ خیال کیا ہو کہ گندگی اچھالنے والے علمی اور مذہبی دنیا میں کوئی مقام نہیں رکھتے لہذا ان کی بات کا کوئی اعتبار ہی نہ کرے گا۔ بہر حال سکوت کے لئے یہ وجوہ بھی ہو سکتے ہیں۔ اور پھر قطع نظر ان تمام باتوں سے یہ کہنا ہی غلط ہے کہ کفر کا معاملہ سنگین تھا۔ بے شک خان صاحب کی "مجددیت" کے دور سے پہلے تکفیر ایسی ہی غیر معمولی اہمیت رکھتی تھی لیکن خان صاحب کی روح اور ان کی موجودہ ذریت مجھے معاف فرمائے کہ جس دن سے افتاء کا قلم ان خان صاحب کے بے باک ہاتھوں میں گیا ہے اس روز سے تو کفر اتنا سستا ہو گیا کہ اللہ کی پناہ!

ندوۃ العلماء والے کافر، جو انہیں کافر نہ کہے وہ کافر، علماء دیوبند کافر، جو انہیں کافر نہ کہے وہ کافر۔ غیر مقلدین اہلحدیث کافر، مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی کافر۔ اور تو اور تحریک خلافت میں شرکت کے جرم میں اپنے برادران طریقت مولوی عبدالماجد صاحب بدایونی کافر، مولوی عبدالقدیر صاحب بدایونی کافر۔ کفر کی وہ بے پناہ مشین گن چلی کہ الٰہی توبہ! بریلی کے ڈھائی نفر انسانوں کے سوا کوئی بھی مسلمان نہ رہا۔

پس ہو سکتا ہے کہ خان صاحب اور ان جیسے کفر باز کسی اللہ والے کو کافر کہیں اور وہ اس شور و غوغا کو ضباح الکلاب سمجھتے ہوئے خاموشی اختیار کرے اور اس کا اصول یہ ہو کہ۔

وَلَقَدْ أَمُرُّ عَلَى اللَّئِيمِ يَسُبُّنِي

فَمَضَيْتُ ثُمَّةَ قُلْتُ لَا يَعْنِينِي

اور ہو سکتا ہے کہ حضرت مولانا مرحوم کو اطلاع ہوئی ہو اور انہوں نے اس جعلی فتوے سے انکار بھی فرمایا ہو لیکن خان صاحب کو اس انکار کی اطلاع نہ ہوئی ہو، پھر عدم اطلاع سے عدم انکار کیونکر سمجھا جا سکتا ہے؟ کیا عدم علم عدم الشیئ کو مستلزم ہے؟

اہل علم اور ارباب انصاف غور فرمائیں کہ کیا اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے بھی تکفیر جائز ہو سکتی ہے؟ دعویٰ تو یہ تھا کہ۔

> " ایسی عظیم احتیاط والے (یعنی خود بدولت جناب مولوی احمد رضا خان صاحب) نے ہرگز ان دشنامیوں (حضرت گنگوہی وغیرہ) کو کافر نہ کہا جب تک یقینی، قطعی، واضح، روشن، جلی طور سے ان کا صریح کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو گیا، جس میں اصلاً اصلاً ہرگز ہرگز کوئی گنجائش کوئی تاویل نہ نکل سکی"۔ (تمہید ص ۴۴)

اور دلیل اس قدر لچر کہ یقین کیا معنی ظن کی بھی مفید نہیں۔ اور اگر ایسی ہی دلیلوں سے کفر ثابت ہوتا ہے تو پھر اسلام اور مسلمانوں کا اللہ ہی حافظ۔ کوئی جاہل یا دیوانہ کسی باخدا کو کافر کہے، اور وہ اس کو ناقابل خطاب سمجھتے ہوئے اعراض کرے اور اس کے سامنے اپنی صفائی پیش نہ کرے، بس خان صاحب کی دلیل سے کافر ہو گیا۔ چہ خوش!

گر ہمیں مفتی دہمیں فتوے　　　کار ایماں تمام خواہد شد

ادھر فقہائے کرام کی وہ تصریحات کہ اگر ۹۹ احتمال کفر کے ہوں، اور صرف ایک احتمال اسلام کا، تب بھی تکفیر جائز نہیں اور ادھر چودھویں صدی کے ان خود ساختہ مجدد صاحب کی یہ تیز دستی کہ صرف خیالی و وہمی مقدمے جوڑ کر نتیجہ نکالا اور حکم یقینی، قطعی۔ "ہر کہ شک آرد کافر گردد"

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

یہاں تک تو مناظرانہ بحث تھی لیکن اس کے بعد ہم یہ بھی تبلا دینا چاہتے ہیں کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے آخر زمانۂ حیات میں جب آپ کے بعض متوسلین کو اہل بدعت کی اس افتراء پردازی کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے عریضہ لکھ کر حضرت مرحوم سے اس کے متعلق دریافت کیا، حضرت نے جواب میں اپنی برات اور جعلی فتوے کے لعنتی مضمون سے کامل بیزاری ظاہر فرمائی اور خان صاحب کو اس کی اطلاع بھی ہوئی، لیکن کفر کا فتویٰ پھر بھی جوں کا توں رہا۔ یہیں سے تکفیر کے ان علمبرداروں کی ذریت کی نیت بے نقاب ہو جاتی ہے۔

چنانچہ ۱۳۲۳ھ میں حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب مدظلہ نے جب مولوی احمد رضا خان صاحب کے خاص الخاص عقیدت کیش میاں جی عبد الرحمٰن بھریروی کے ایک رسالہ میں اس جعلی فتوے کا ذکر دیکھا تو اسی وقت حضرتؒ کی خدمت میں گنگوہ عریضہ لکھا کہ حضرت کی طرف اس مضمون کے فتوے کی نسبت کی جا رہی ہے، اس کی کیا حقیقت ہے؟ تو جواب آیا کہ:

"یہ سراسر افتراء اور محض بہتان ہے۔ بھلا میں ایسا کیسے لکھ سکتا ہوں؟"

حضرت مرحوم کے اس جواب کا ذکر حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب مدظلہ کے متعدد رسائل "السحاب المدرار"، "تزکیۃ الخواطر"[1] وغیرہ میں آچکا ہے اور یہ تمام رسالے خان صاحب کی حیات میں ان کے پاس پہنچ بھی چکے ہیں۔

نیز جب پہلے پہل اس بہتان کا چرچا بریلی میں ہوا تو یہاں سے بھی حضرتؒ کے بعض متوسلین نے گنگوہ عریضہ لکھ کر حقیقتِ حال دریافت کی۔ اس کے جواب میں بھی حضرت مرحوم نے اپنی بے زاری ظاہر فرمائی اور حضرت مرحوم کی وہ جوابی تحریر بعینہٖ خان صاحب کو دکھلائی بھی گئی، مگر پتھر کے اس دل پر کوئی اثر نہ ہوا اور خدا کا خوف غلطی کے اقرار پر اس کو آمادہ نہ کر سکا۔

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً

---

[1] یہ تحفہ حسن جلد ۱ و ۲ کے، اور دیگر رسائل انجمن ارشاد المسلمین کی جانب سے دو جلدوں میں طبع ہو چکے ہیں (ناشر)

وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا یَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ط وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا یَشَّقَّقُ فَیَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا یَهْبِطُ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ [1]

یہی وہ حالات اور واقعات ہیں جن کی وجہ سے ہم یہ سمجھنے اور کہنے پر مجبور ہیں کہ خاں صاحب کے فتوائے کفر کی بنیاد پہلے دن سے کسی غلط فہمی یا علمی لغزش پر نہ تھی بلکہ درحقیقت اس کی تہ میں صرف حسد و جاہ پرستی اور نفس پروری کا بے پناہ جذبہ کارفرما تھا۔ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ؏

○

---

[1] پھر تمہارے دل سخت ہو گئے، پس وہ پتھروں کی طرح ہیں یا ان سے بھی زیادہ سخت۔ اور بے شک پتھروں میں سے تو ایسے بھی ہیں جن سے نہریں پھوٹ رہی ہیں اور ان میں سے ایسے بھی ہیں جو شق ہو جاتے ہیں پھر ان سے پانی نکلتا ہے اور بعضے ان میں وہ ہیں جو خدا کے خوف سے نیچے آگرتے ہیں۔

۳

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
پر
تنقیصِ شانِ سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ناپاک بہتان

مولوی احمد رضا خان صاحب ـــــ حسام الحرمین ـــــ ص ۱۵ پر لکھتے ہیں۔

وھؤلاء اتباع شیطان الآفاق ابلیس اللعین وھم ایضا اذناب ذالك المكذب الكنكوهي فانه قد صرح في كتابه البراهين القاطعة وما هي والله الا القاطعة لما امر الله به ان يوصل بان شيخهم ابليس اوسع علما من رسول الله صلى الله عليه وسلم وهذا نصه الشنيع بلفظه الفظيع (ص ۴۷) شیطان وملک الموت کو الخ. ای أن هذه السعة في العلم ثبتت للشيطن وملك الموت بالنص وای نصٍّ قطعي في سعة علم رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم حتى ترد به النصوص

اور یہ شیطان آفاق ابلیس لعین کے پیرو ہیں اور یہ بھی اسی تکذیب خدا کرنے والے گنگوہی کے دُم چھلّے ہیں کہ اُس نے اپنی کتاب "براہین قاطعہ" میں تصریح کی، (اور خدا کی قسم وہ قطع نہیں کرتی مگر ان چیزوں کو جن کے جوڑنے کا اللہ عزوجل نے حکم فرمایا ہے) کہ ان کے پیر ابلیس کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے اور یہ اس کا برا قول خود اس کے بد الفاظ میں صفحہ ۴۷ پر ہے۔

شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ اور اس سے پہلے لکھا کہ شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔

جبیعا و یثبت شرک و کتب قبله ان

ھذا الشرک لیس فیه حبة خردل من

ایمان۔

پھر مؤلف براہین کو کچھ "صلواتیں" سنا کر چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں۔

وقد قال فی نسیم الریاض کما تقدم من قال فلان اعلم منه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فقد عابه و نقصه فهو ساب و الحکم فیه حکم الساب من غیر فرق و نستثنی منه صورة وهذا کله اجماع من لدن الصحابة رضی اللہ تعالی عنهم ثم اقول انظروا الی آثار ختم اللہ کیف یصیر البصیر اعمی وکیف یختار علی الهدی العمی یؤمن بعلم الارض المحیط لابلیس واذا جاء ذکر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم قال هذا شرک و انما الشرک اثبات الشریک للہ تعالی فالشئ اذا کان اثباته لاحد من المخلوقین شرکاً کان شرکاً قطعاً لکل الخلائق اذ لا یصح ان یکون احد شریکاً للہ تعالی فانظروا کیف آمن بان ابلیس شریک له سبحانه وانما الشرکة منتفیة عن محمد صلی اللہ تعالی علیه وسلم

اور بے شک نسیم الریاض میں فرمایا (جیسا کہ اس کا نص اصل کتاب میں گزر چکا ہے) کہ جو کسی کا علم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ بتائے اس نے بیشک حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو عیب لگایا اور حضور کی شان گھٹائی تو وہ گالی دینے والا ہے، اور اس کا حکم وہی ہے جو گالی دینے والے کا ہے، اصلاً فرق نہیں، اس میں سے ہم کسی صورت کا استثناء نہیں کرتے، اور ان تمام احکام پر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ سے اب تک برابر اجماع چلا آیا ہے۔ پھر میں کہتا ہوں کہ اللہ کی مُہر کر دینے کا اثر دیکھو، کیونکر انکھیارا اندھا ہو جاتا ہے اور راہِ حق چھوڑ کر چوپٹ ہونا پسند کرتا ہے۔ ابلیس کے لئے تو زمین کے علم محیط پر ایمان لاتا ہے اور جب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ذکر آیا تو کہتا ہے یہ شرک ہے۔ حالانکہ شرک تو اسی کا نام کہ اللہ عزوجل کے لئے کوئی شریک ٹھہرایا جائے۔ تو جس چیز کا مخلوق میں سے کسی ایک کے لئے ثابت کرنا شرک ہو، وہ تو تمام جہان میں جس کے لئے ثابت کی جائے

ثم انظروا الی غشاوة غضب الله تعالٰی
علی بصره یطالب فی علم محمد صلی الله
تعالٰی علیہ وسلم بالنص ولا یرضی بہ حتی
یکون قطعیا فاذا جاء علی سلب علمہ صلی
الله تعالٰی علیہ وسلم تمسك فی ھذا
البیان نفسہ علی صفحہ ۴۶ بستۃ اسطر
قبل ھذا الکفر المھین بحدیث باطل لا
اصل لہ فی الدین و ینسبہ کذبا الی من لم
یروہ بل ردہ بالرد المبین حیث یقول
روی الشیخ عبد الحق قدس سرہ عن
النبی صلی الله تعالٰی علیہ وسلم انہ قال
لا اعلم ماوراء ھذا الجدار اھ مع ان
الشیخ قدس الله تعالٰی سرہ انما قال
فی مدارج النبوۃ ھٰکذا یشکل ھٰھنا
بان جآء فی بعض الروایات انہ قال رسول
الله صلی الله علیہ وسلم انما انا عبد لا
اعلم ماوراء ھذا الجدار وجوابہ ان
ھذا القول لا اصل لہ ولم تصح بہ
الروایۃ اھ فانظروا کیف یحتج بلا
تقربوا الصلوۃ ویترك "وانتم سکاری"

(حسام ص ۱۸)

یقیناً شرک ہوگا کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔
تو دیکھو ابلیس لعین کے اللہ عزوجل کے ساتھ شریک ہونے
کا کیسا ایمان رکھتا ہے، شرکت تو محمد رسول اللہ صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم سے منتفی ہے پھر غضب الٰہی کا گھٹا ٹوپ
اس کی آنکھوں پر دیکھو۔ علم محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تو
نص مانگتا ہے اور نص پر بھی راضی نہیں جب تک قطعی
نہ ہو اور جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی نفی پر آیا
تو خود اسی بحث میں صفحہ ۴۶ پر اس ذلت دینے والے
کفر سے چھ سطر پہلے ایک باطل روایت کی سند پکڑی ہے
جس کی دین میں بالکل اصل نہیں اور ان کی طرف اس
کی نسبت کر رہا ہے جنھوں نے اسے روایت نہ کیا بلکہ
اس کا صاف رد کیا کہ کہتا ہے شیخ عبد الحق رہ روایت
کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں، حالانکہ
شیخ نے "مدارج النبوت" میں یوں فرمایا ہے کہ
یہاں یہ اشکال پیش کیا جاتا ہے کہ بعض روایات میں
آیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ "میں تو ایک
بندہ ہوں اس دیوار کے پیچھے کا حال مجھے معلوم نہیں"
اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قول بے اصل ہے اس کی روایت
صحیح نہ ہوئی۔ دیکھو کیسی لاتقربوا الصلوۃ سے دلیل
لایا اور وانتم سکاری کو چھوڑ گیا۔

اس موقع پر شوقِ تکفیر پورا کرنے کے لئے مولوی احمد رضا خان صاحب نے دین و دیانت پر جو ظلم کیا ہے اس کی فریاد بس واحد قہار سے ہے۔ اس کی باز پرس انشاء اللہ روزِ جزا ہوگی۔ لیکن دنیا میں اربابِ انصاف بھی فیصلہ فرمائیں کہ اس مدعیٔ مجددیت کے بیان اور اس کے فتوے میں کتنی صداقت ہے؟

اس عبارت میں خان صاحب نے مصنف براہینِ قاطعہ پر مندرجہ ذیل چار اعتراض کئے ہیں۔

۱ : (معاذ اللہ) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کو شیطانِ رجیم کے علم سے گھٹایا۔

۲ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زمین کے علمِ محیط کے اثبات کو شرک بتلایا اور شیطانِ لعین کے لئے اس کو ثابت مانا حالانکہ کسی ایک مخلوق کے لئے جس چیز کا ثابت کرنا شرک ہے دوسری مخلوقات کے لئے بھی اس کا ثابت کرنا یقیناً شرک ہے۔ تو گویا مصنف براہین نے (معاذ اللہ) شیطان کو خدا کا شریک مان لیا۔

۳ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر نصِ قطعی کا مطالبہ کیا اور جب حضور اقدس ؐ کے علم کی نفی کی تو ایک باطل الروایۃ حدیث سے استناد کیا۔

۴ : پھر اس حدیث کی روایت کو از راہِ دروغ بیانی اس شخص کی طرف منسوب کیا، جس نے روایت نہیں کی بلکہ نقل کر کے ردِ بلیغ کیا۔

یہ ہے خان صاحب کی اس ساری عبارت کا خلاصہ اور مصنف براہینِ قاطعہ کے خلاف ان کی فردِ قرار دادِ جرم

ہم تحریرِ جواب سے پہلے چند تمہیدی مقدمات عرض کرتے ہیں۔

پہلا مقدمہ

علم کی دو قسمیں ہیں۔ ذاتی اور عطائی۔ ذاتی وہ ہے جو از خود ہو، کسی کا دیا ہوا نہ ہو اور عطائی وہ ہے جو کسی کا دیا ہوا اور بتلایا ہوا ہو۔

پہلی قسم: (علمِ ذاتی) اللہ تعالےٰ کے ساتھ خاص ہے۔ مخلوقات میں سے جس کو بھی کوئی علم ہے وہ سب اسی کا دیا ہوا اور بتلایا ہوا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی ولی یا نبی یا فرشتے کے لئے بھی علمِ ذاتی ثابت کرے گا تو سب کے نزدیک مشرک ہوگا، چونکہ یہ تمام امت کا مشہور اجماعی مسئلہ ہے لہٰذا ہم اس کے ثبوت میں صرف خان صاحب بریلوی کی تصریحات پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔ ؎

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

موصوف "خالص الاعتقاد" صفحہ ۲۸ پر رقمطراز ہیں:۔

"علم یقیناً ان صفات میں ہے کہ غیر خدا کو بعطائے خدا مل سکتا ہے تو ذاتی وعطائی کی طرف اس کا انقسام یقینی، یوں ہی محیط وغیر محیط کی تقسیم بدیہی، ان میں اللہ عزّوجل کے ساتھ خاص ہونے کے قابل صرف ہر تقسیم کی قسمِ اول ہے یعنی علم ذاتی وعلم محیط حقیقی"

نیز اسی "خالص الاعتقاد" کے صفحہ ۳۲ پر فرماتے ہیں۔

"بلاشبہ غیر خدا کے لئے ایک ذرہ کا علم ذاتی نہیں، اس قدر خود ضروریات دین سے ہے اور منکر کافر"

اور "الدولۃ المکیۃ" کی نظر اول صفحہ ۶ پر ہے۔

فالاول (العلم الذاتی) مختص بالمولیٰ سبحانہ وتعالیٰ لا یمکن لغیرہ و من اثبت شیئًا منہ ولو ادنیٰ من ادنیٰ من ذرۃ لاحد من العالمین فقد کفر و اشرک و باد وھلک۔

علم ذاتی اللہ عزّوجل سے خاص ہے اس کے غیر کے لئے محال ہے جو اس میں سے کوئی چیز اگرچہ ایک ذرہ سے کمتر سے کمتر غیر خدا کے لئے مانے وہ یقیناً کافر ومشرک ہوگیا اور ہلاک وبرباد ہوا۔

دوسرا مقدمہ — کائنات کے ہر ذرہ کے متعلق اللہ تعالےٰ کے علوم غیر متناہی ہیں اور چونکہ کسی مخلوق کا علم معلومات غیر متناہیہ کو محیط نہیں ہوسکتا، لہٰذا کہا جاسکتا ہے کہ کسی مخلوق کو ایک ذرہ کا بھی حقیقی معنی میں علم محیط نہیں ہوسکتا۔

اس کے ثبوت میں بھی ہم خان صاحب بریلوی ہی کی تصریحات پر قناعت کریں گے۔

موصوف "الدولۃ المکیہ" صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں۔

بل لہ سبحانہ وتعالیٰ فی کل ذرۃ علوم لا تتناھی لان لکل ذرۃ مع کل ذرۃ کانت او تکون او یمکن ان

بلکہ اللہ سبحانہ وتعالےٰ کے لئے ہر ذرہ میں علوم غیر متناہیہ ہیں، اس لئے کہ ہر ذرّہ کو دوسرے اس ذرہ کے ساتھ جو موجود ہوچکا یا آئندہ موجود ہوگا یا جس کا وجود ممکن ہے

تکون نسبۃ بالقرب والبعد والجھۃ مختلفۃ فی الازمنۃ باختلاف الامکنۃ الواقعۃ والممکنۃ من اول یوم الی ما لا اٰخرلہ والکل معلوم لہ سبحانہ وتعالی بالفعل فعلمہ عزجلالہ غیر متناہ فی غیر متناہ فی غیر متناہ ....

قرب اور بُعد اور جہت کے اعتبار سے کوئی نسبت ہے جو مختلف ہوتی رہتی ہے ۔ زمانوں میں ساتھ مختلف ہونے ان امکنہ کے جو واقع ہوں اور جن کا امکان ہے دنیا کے پہلے دن سے ابدالآباد تک اور سب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو بالفعل معلوم ہے پس اللہ عزوجل کا علم غیر متناہی در غیر متناہی در غیر متناہی ہے ....

ومعلوم ان علم المخلوق لا یحیط فی اٰن واحدٍ غیر المتناھی کما بالفعل تفصیلا تاما حیث یمتاز فیہ کل فرد عن صاحبہ امتیازا کلیا۔

اور معلوم ہے کہ مخلوق کا علم ایک آن میں غیر متناہی بالفعل کا تفصیلی احاطہ نہیں کرسکتا ، اس طرح کہ اس میں ہر فرد دوسرے سے کامل طور پر ممتاز ہو۔

نیز اسی " الدولۃ المکیہ " کے صفحہ ۲۱۲ پر ہے۔

انی بینت ان لہ سبحانہ فی کل ذرۃ ذرۃ علوم لا تتناھی فکیف ینکشف شی لخلق کانکشافہ للخالق عزوجل ؛

بہ تحقیق میں بیان کرچکا ہوں کہ اللہ سبحانہ وتعالےٰ کے ہر ہر ذرہ میں غیر متناہی علوم ہیں ۔ پس کوئی چیز کسی مخلوق کے لئے اس طرح کیسے منکشف ہوسکتی ہے جیسے کہ اس کا انکشاف خداوند تعالےٰ کے لئے ہے "

تیسرا مقدمہ عقیدہ قائم کرنے کے لئے دلیلِ قطعی کی ضرورت ہے اور نفی کے لئے صرف عدمِ دلیلِ ثبوت کافی ہے ۔ اسی لئے قرآن عزیز میں جابجا مشرکین کے خیالاتِ باطلہ اور عقائدِ فاسدہ کی تردید میں فرمایا گیا ہے کہ یہ ان کے ذاتی خیالات اور شیطانی وساوس ہیں ۔ خدا کی طرف سے ان پہ کوئی دلیل وبرہان نہیں ۔

نیز خود مولوی احمد رضا خان صاحب نے بھی " انباء المصطفٰے " میں عقائد کے اثبات کے لئے دلیل قطعی کی ضرورت کو تسلیم کیا ہے ۔

چوتھا مقدمہ علوم دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جن کو دین سے تعلق ہے۔ (جیسے تمام علوم دینیہ شرعیہ)۔ اور دوسرے وہ جن کو دین سے تعلق نہیں۔ (جیسے زید، عمرو، گنگا پرشاد، جمنا داس، مسٹر بیگ، اور لارڈ ولنگڈن، مسٹر چرچل وغیرہ کے جنسی حالات کا علم، زمین کے کیڑے مکوڑوں اور سمندر کی مچھلیوں کی تعداد اور ان کے خواص کا علم، ان کی عام نقل و حرکت، اکل و شرب اور بول و براز کا علم) ظاہر ہے کہ ان چیزوں کے علم کو دین سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ان علوم کو کمال انسانی میں کوئی دخل۔ اور نہ ان کے نہ ہونے سے انسان میں کوئی نقصان!

اگرچہ یہ مقدمہ بدیہی ہے اور ہر معمولی سی عقل رکھنے والا بھی اس کو تسلیم کرلے گا، مگر اب چند روز سے مولوی احمد رضا خان صاحب کی روحانی ذرّیت نے اس سے انکار شروع کر دیا ہے۔ اور وہ نہایت بلند آہنگی کے ساتھ کہتے ہیں کہ دنیا میں کوئی علم ایسا نہیں جس کا دین سے تعلق نہ ہو۔ اور جس کو کمالِ انسانی میں دخل نہ ہو۔ لہٰذا یہاں بھی ہم صرف خان صاحب ہی کی ایک عبارت پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔ موصوف کے ملفوظات حصہ دوم صفحہ ۶۲ پر ہے۔

"سیمیا ایک ناپاک علم ہے"

خان صاحب کے اس مختصر مگر پُر معنی فقرے سے صرف اتنا ضرور معلوم ہو گیا کہ بعض علم ناپاک بھی ہیں اور ظاہر ہے کہ جو علم ناپاک ہو، وہ نہ دینی علم ہو سکتا ہے اور نہ کسی انسان کے لئے باعثِ کمال۔

پانچواں مقدمہ شریعت میں جس علم کی مدح کی گئی ہے اور انسانوں کو جس کی ترغیب دی گئی ہے اور جو رضائے الٰہی کا باعث ہے، وہ صرف وہ علم ہے جس کا تعلق دینیات سے ہو اور جس سے کمالِ انسانی وابستہ ہو، مثلاً قرآن عزیز میں ہے۔

هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

کیا علم والے اور بے علم سب برابر ہو سکتے ہیں؟ (ہرگز نہیں)۔ (الزمر ۳۹-۹)

اور دوسری جگہ ارشاد ہے۔

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ۔

اللہ تعالیٰ تم میں سے اہل ایمان اور اہل علم کے درجے بلند کرے گا (المجادلہ ۵۸-۱۱)

ظاہر ہے کہ ان آیات میں علم سے نہ انگلش مراد ہے نہ سنسکرت یا بھاشا، نہ سائنس نہ جغرافیہ، نہ جادوگری، نہ

شاعری، بلکہ صرف علم دین ہی مراد ہے اور وہی خدا کو محبوب ہے اور حدیث شریف میں ہے۔

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ۔ — طلب علم ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اور ایک دوسری حدیث میں ہے۔

اِنَّ الْاَنْبِیَاءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِیْنَارًا وَّ لَا دِرْھَمًا وَ اِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَ مِنْہُ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ۔ — بتحقیق انبیاء علیہم السلام نے دراہم و دنانیر کی میراث نہیں چھوڑی، ان کی میراث صرف علم ہے جس نے اس کو لے لیا اس نے بہت بڑا حصہ پایا۔

ان احادیث کریمہ میں بھی علم سے علم شریعت اور علم دین ہی مراد ہے۔ کون بدبخت کہہ سکتا ہے کہ دنیاوی علوم کا حاصل کرنا بھی مسلمان کا مذہبی فرض ہے۔ اور کون محروم البصیرت خیال کر سکتا ہے کہ جادو گری و شعبدہ بازی جیسے لغو علوم بھی میراث نبوت ہیں۔ بہرحال یہ چیز بالکل بدیہی ہے کہ شریعت میں جس علم کی ترغیب دی گئی ہے اور جس کو کمال انسانی میں دخل ہے وہ صرف علم دین ہے۔ بلکہ بے کار اور غیر متعلق باتوں کی کھود کرید سے تو شریعت نے منع فرمایا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَا لَا یَعْنِیْہِ۔ — انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ بے کار باتوں میں نہ پڑے۔

مولوی احمد رضا خان صاحب سے کسی شخص نے تعزیہ داری اور امور متعلقہ تعزیہ داری کے متعلق چند سوال کئے تھے منجملہ ان کے بارھواں سوال (شہدائے کربلا رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق) یہ تھا کہ۔

"بعد شہادت کس قدر سر مبارک دمشق کو روانہ ہوئے تھے اور کس قدر واپس آئے"

اس کے جواب میں مولوی صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں۔

"حدیث میں فرمایا کہ آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ بے کار باتیں چھوڑ دے"

خان صاحب کا وہ پورا فتوٰے جس میں یہ سوال و جواب درج ہے کئی جگہ متعدد بار چھپ کر شائع ہو چکا ہے اور اس کی اصل بہ مہر و دستخط بھی میرے پاس محفوظ ہے اور اگر ان کے یہاں نقل فتاویٰ کا پورا اہتمام ہوگا (جیسا کہ میں نے سنا ہے) تو غالباً وہاں بھی اس کی نقل محفوظ ہوگی۔

فتویٰ پر تو کوئی تاریخ درج نہیں اور لفافہ پر ڈاک خانہ کی مہر بھی کچھ زیادہ صاف نہیں، تاہم بعد غور بسیار ظن غالب یہ ہے کہ اکتوبر ۱۹۲۰ء میں بریلی کے ڈاک خانہ سے وہ فتوےٰ روانہ ہوا ہے۔ واللہ اعلم۔!

خان صاحب کے اس فتوےٰ سے بھی صاف معلوم ہو گیا کہ بعض علوم ایسے بھی ہیں جو بے کار ہیں اور ان کا حاصل نہ کرنا ہی بہتر ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ جس سوال کے جواب میں خان صاحب نے یہ تحریر فرمایا ہے وہ سوال زید، عمرو، بکر، حیوانات وبہائم، دریا کی مچھلی، مینڈک یا حشرات الارض کے متعلق نہیں کیا گیا ہے بلکہ اہل بیت کرام وشہدائے عظام کے مقدس سروں کے متعلق سوال ہے۔ اس کا جواب خان صاحب یہ دیتے ہیں کہ "اسلام کی خوبی یہ ہے کہ بے کار باتوں کو چھوڑ دے"۔

چھٹا مقدمہ جو علوم انسان کے لئے باعث کمال نہیں اور جن کے حصول کے لئے انسان خدا کی طرف سے مامور نہیں (جیسے روزمرہ کے جزئی حوادث اور مخصوص افراد کے شخصی اور خانگی حالات) ان میں ایک مفضول کا دائرۂ علم افضل سے اور ایک مردود کا مقبول سے وسیع ہو سکتا ہے۔ بلکہ غیر دینی اور غیر ضروری امور میں غیر نبی کا علم بھی کبھی نبی سے بڑھ سکتا ہے، لیکن علوم شرعیہ اور امور ضروریہ اور اصول دینیہ میں ہمیشہ نبی ہی کا دائرۂ علم زیادہ وسیع ہوگا۔ کیوں کہ ان علوم کے فیضان میں وہ تمام امت کے لئے واسطۂ کبریٰ ہوتا ہے اور اسی کے ذریعہ سے یہ علوم افرادِ امت تک پہنچتے ہیں۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں۔

یجوز ان یکون غیر النبیّ فوق النبی فی علوم لا تتوقف نبوتہ علیھا۔	جائز ہے کہ غیر نبی، نبی سے بڑھ جائے ان علوم میں جن پر نبی کی نبوت موقوف نہ ہو۔

(ج ۵ ص ۴۹۵)

ساتواں مقدمہ دین سے غیر متعلق اور غیر ضروری امور کے نہ جاننے کی وجہ سے حضرات انبیا علیہم السلام اور دیگر مقبولین بارگاہِ احدیت کی شان میں کوئی کمی بھی نہیں آتی اور نہ ان کے کمال علمی کو اس سے کچھ صدمہ پہنچتا ہے۔ بلکہ ایسا سمجھنا انتہائی سفاہت اور منصب رسالت سے اعلیٰ درجہ کی جہالت ہے۔

علامہ قاضی عیاضؒ جن کو حضرت رسالت مآب کے ساتھ قابلِ تقلید عشق ہے۔ "شفاء شریف" میں اس نکتہ پر تنبیہ فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

فاما ما تعلق منها بامر الدنیا فلا یشترط فی حق الانبیاء العصمة من عدم معرفة الانبیاء ببعضها او اعتقادها علی خلاف ما ھی علیه ولا وصم علیهم فیه اذ ھمتھم متعلقة بالآخرة و انبائھا و امر الشریعة و قوانینھا وامور الدنیا تضادھا بخلاف غیرھم من اھل الدنیا الذین یعلمون ظاھرا من الحیٰوة الدنیا وھم عن الآخرة ھم غفلون۔

(شفاء، ص ۲۵۴)

بہرحال وہ علوم جن کا تعلق دنیاوی باتوں سے ہو، سو ان میں سے بعض کے نہ جاننے سے اور ان کے متعلق خلاف واقعہ اعتقاد قائم کرلینے سے انبیاء علیہم السلام کا معصوم ہونا ضروری نہیں (یعنی ہو سکتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو بعض دنیاوی باتوں کا علم نہ ہو) اور اس کے نہ جاننے کی وجہ سے ان پر کوئی دھبہ نہیں۔ کیوں کہ ان کی توجہ آخرت اور اس کی خبروں اور شریعت اور اس کے قوانین کے ساتھ متعلق ہے۔ اور دنیاوی باتیں ان کے برعکس ہیں۔ بخلاف اور اہل دنیا کے جو اسی دنیاوی زندگی کو جانتے ہیں اور آخرت سے بالکل غافل ہیں۔

پھر اس مضمون کو متعدد احادیث شریفہ سے ثابت فرما کر صفحہ ۳۰۲ پر لکھتے ہیں۔

فمثل ھذا و اشباھه من امور الدنیا التی لا مدخل فیھا لعلم دیانة ولا اعتقادھا ولا تعلیمھا یجوز علیه فیھا ما ذکرنا اذ لیس فی ھذا کله نقیصة ولا محطة وانما ھی امور اعتیادیة یعرفھا من جربھا وجعلھا ھمه و شغل نفسه بھا والنبی

پس دنیاوی امور میں سے ایسی باتیں کہ جن کو نہ دین کے علم میں کوئی دخل ہے نہ اس کی تعلیم میں نہ اس کے اعتقاد میں (سو ایسی باتوں کے بارے میں) جائز ہے۔ نبی علیہ السلام پر وہ جو ہم نے ذکر کیا (یعنی ان باتوں کا نہ جاننا) اس لئے کہ ایسی باتوں کے نہ جاننے کی وجہ سے نہ تو کچھ نقصان پیدا ہوتا ہے نہ درجہ اور مرتبہ میں کوئی کمی آتی ہے۔ یہ امور تو عادت پر موقوف ہیں ان کو وہ شخص خوب

مشحون القلب بمعرفة الربوبية مملآن الجوانح بعلوم الشريعة"

انتھی بقدر الحاجة شفا قاضی عیاض، ص ۳۰۲ -

جانے گا جس نے ان کا تجربہ کیا ہو اور انہیں کو اپنا مقصد بنالیا ہو اور جس نے اپنے نفس کو انہیں باتوں میں مشغول کر دیا ہو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک تو معرفت الٰہیہ سے اور سینۂ فیض گنجینہ علوم معرفت سے لبریز ہے۔

بہرحال جو امور دین سے غیر متعلق ہوں، اگر ان میں سے بعض کا علم کسی غیر نبی کو ہو جائے اور نبی کو نہ ہو تو اس میں اس نبی (علیہ السلام) کی کوئی تنقیص نہیں۔ کیوں کہ ان امور سے حضرات انبیاء علیہم السلام کو کوئی خاص تعلق ہے نہیں، اسی لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

انتم اعلم بامر دنیاکم۔ (رواہ مسلم)

اپنی دنیا کی باتوں کے تم زیادہ جاننے والے ہو۔

صحیح مسلم کی یہ روایت ہمارے مدعا کے لئے نہایت واضح اور روشن دلیل ہے۔ نیز آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

اذاکان شیٔ من امر دنیاکم فانتم اعلم بہ و اذاکان شیٔ من امر کم دینکم فالیّٰ رواہ احمد و مسلم عن انس، وابن ماجۃ عن انس و عائشۃ رضہ معاً، وابن خزیمۃ عن ابی قتادۃ) (کنز العمال - ج ۶ - ص ۱۱۶)

جب کہ کوئی چیز تمہارے دنیاوی امور میں سے ہو جب تو تم ہی اس کے زیادہ جاننے والے ہو، اور اگر کوئی دینی معاملہ ہو تو میری طرف رجوع کرو۔ روایت کیا اس کو امام احمد اور امام مسلم نے حضرت انس سے، اور ابن ماجہ نے حضرت انس اور حضرت عائشہ رضہ دونوں سے۔ اور ابن خزیمہ نے حضرت ابو قتادہ سے۔

آٹھواں مقدمہ اگر بعض جزئی واقعات کا علم کسی ادنیٰ درجے کے شخص کو ہو اور اعلیٰ کو نہ ہو یا کسی امتی کو ہو اور نبی کو نہ ہو تو صرف اس کی وجہ سے اس ادنیٰ کو اعلیٰ سے اور اس امتی کو نبی سے اعلم (زیادہ علم والا) نہیں کہا جاسکتا۔ مثلاً آج کل کی مادی ایجادات اور صنعتی اختراعات کے متعلق جو معلومات یورپ کے ایک ملحد کو حاصل ہیں یقیناً وہ حضرت امام ابو حنیفہ رحہ اور امام مالک رحہ کو حاصل نہ تھے،

گراموفون بنانے کا علم جو اس کے غیر مسلم موجد کو تھا وہ یقیناً حضرت غوث پاک رح کو نہ تھا۔ لیکن کون احمق ہے جو ان مادی اور دنیوی علوم کی وجہ سے یورپ کے ان ملحدین کو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رح، امام مالک رح، اور شیخ عبدالقادر جیلانی رح سے اعلم (زیادہ علم والا) کہنے کی جرأت کرے۔ سینما اور تھیٹر کے متعلق جو معلومات ایک فاسق و فاجر بلکہ ایک کافر و مشرک تماشہ بین کو ہیں وہ یقیناً ایک بڑے سے بڑے متقی عالم کو نہیں، تو کیا کوئی تاریک دماغ ہر تماشہ بین کو اس عالم سے اعلم کہہ سکتا ہے؟ اور اسی پر کیا موقوف، جرائم پیشہ لوگوں کو جو معلومات اپنے جرائم کے متعلق ہوتے ہیں حضرات علمائے دین کو ان کی ہوا بھی نہیں لگتی۔ تو کیا سب چور، ڈاکو، گرہ کٹ، پاکٹ مار، شرابی، کبابی، ہر عالم دین کے مقابلہ میں اعلمیت کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟

اور کیا یہ واقعہ نہیں کہ نجاست کھانے والے کیڑے کو نجاست و غلاظت کا ذائقہ معلوم ہوتا ہے اور ہر شریف انسان اس سے ناواقف ہے، تو کیا اب نجاست کا ہر کیڑہ بھی تمام انسانوں سے اعلم کہا جا سکتا ہے۔

بہر حال یہ مقدمہ بالکل بدیہی ہے کہ جو علوم دین سے غیر متعلق ہوں اور جن علموں کو کمال انسانی میں کوئی دخل نہ ہو وہ اگر کسی شخص کو زیادہ مقدار میں حاصل ہو جائیں تو صرف اس کی وجہ سے اس کو زیادہ علم داں نہیں کہا جا سکتا۔ اعلم (زیادہ علم والا) جبھی کہا جائے گا جب کہ علوم کمالیہ دینیہ میں دوسروں پر فوقیت رکھتا ہو۔

نواں مقدمہ قرآن و حدیث میں اس کی نظیریں بکثرت ملتی ہیں کہ حضور رح کی حیات طیبہ میں بہت سے واقعات جزئیہ کی اطلاع دوسرے لوگوں کو ہوگئی (بوجہ اس کے کہ وہ واقعہ انہیں پر گزرا تھا یا ان سے اس کا کوئی خاص تعلق تھا) اور حضور رح کو اس وقت اس کی اطلاع نہ ہوتی۔ اس کی چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

۱: غزوۂ تبوک میں عبداللہ بن اُبیّ منافق نے کسی موقع پر یہ کہا۔

لَا تُنْفِقُوا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ (المنافقون ۶۳، ۷)

جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہنے والے ہیں ان پر کچھ خرچ مت کرو۔

نیز اسی مجلس میں اس نے یہ بھی کہا۔

لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۔ (المنافقون ، ۸)

اگر ہم مدینہ پہنچے تو ہم میں سے جو زیادہ عزت والا ہو گا وہ ذلیلوں کو نکال دے گا (یعنی ہم مہاجرین کو مدینے بھگا دیں گے)۔

اس کی یہ بکواس حضرت زید بن ارقم رضؓ نے سنی اور انہوں نے اپنے چچا سے اس کا ذکر کر دیا۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا۔ حضورؐ نے عبداللہ ابن ابی اور اس کے ساتھیوں کو بلایا اور اس سے دریافت کیا کہ یہ کیا ماجرا ہے ؟ ان منافقین نے جھوٹی قسم کھائی کہ ہم نے نہیں کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تصدیق کر دی اور زید ابن ارقم رضؓ کو جھوٹا قرار دے دیا۔

حضرت زیدؓ فرماتے ہیں کہ مجھے اس کا ایسا صدمہ ہوا کہ مدت العمر کبھی ایسا صدمہ نہ ہوا تھا، یہاں تک کہ میں نے باہر نکلنا چھوڑ دیا۔ تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ منافقون کی ابتدائی آیتیں نازل فرمائیں، جن میں حضورؐ کو اطلاع دی گئی کہ درحقیقت ان منافقین نے ناشائستہ کلمات کہے تھے۔ تو حضورؐ نے مجھ کو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ مطمئن ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے تمہارے بیان کی تصدیق نازل فرما دی۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر)

۲ : بعض منافقین کے متعلق سورۂ توبہ میں ارشاد ہے۔

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۔ (التوبہ ۹ ، ۱۰۱)

اور بعض ان لوگوں میں سے جو تمہارے اردگرد ہیں بدوی منافق ہیں اور بعض اہل مدینہ منافقت میں بہت مشاق ہیں، آپ ان کو نہیں جانتے ہم ان کو (خوب) جانتے ہیں"

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں خود مدینہ طیبہ اور اس کے آس پڑوس کی بستیوں میں کچھ ایسے منافق تھے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محبوب آپ ان کو نہیں جانتے ، اور ظاہر ہے کہ خود ان منافقین کو اپنے نفاق کا ضرور علم ہو گا۔

۳ : وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى

اور لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جن کی بات اس دنیاوی زندگی میں آپ کو اچھی معلوم ہوتی ہے اور وہ اپنے دل کی

مَا فِیْ قَلْبِہٖ وَھُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۔ بات پر خدا کو شاہد بناتے ہیں اور فی الحقیقت وہ نہایت

(سورۂ بقرہ ۲ - ۲۰۴) جھگڑالو ہیں

تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر خازن وغیرہ میں ہے کہ یہ آیت اخنس بن شریق ثقفی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ شخص دیکھنے میں بہت اچھا اور نہایت شیریں زبان تھا۔ حضورؐ کی خدمت میں آتا اور اپنے کو مسلمان ظاہر کرتا اور بہت زیادہ اظہارِ محبت کرتا تھا۔ اور اس پر خدا کی قسمیں کھاتا تھا حضورؐ اس کو اپنے پاس بٹھاتے تھے اور درحقیقت وہ منافق تھا، اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

نزل فیہ ومن الناس من یعجبك قولہ۔ ای یروقك وتستحسنہ ویعظم فی قلبك ۔ (خازن۔ جلد اول، ص ۱۶۱) اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جن کی بات آپ کو بھلی معلوم ہوتی ہے اور آپ اس کو اچھا سمجھتے ہیں اور آپ کے دل میں اس کی عظمت ہوتی ہے۔

اس آیت کریمہ اور اس کے شانِ نزول سے معلوم ہوا کہ اخنس بن شریق کے باطن کا حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخفی تھا۔ اور ظاہر ہے کہ وہ بدبخت اپنے حال سے ضرور آگاہ تھا۔

۴ ۔ نیز منافقین ہی کی ایک جماعت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہے۔

وَاِذَا رَاَیْتَھُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُھُمْ وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِھِمْ۔ (سورہ منافقون آیت ۴) اور جب آپ ان کو دیکھیں تو ان کے قد و قامت آپ کو خوشنما معلوم ہوں اور اگر وہ کچھ کہیں تو آپ ان کی سن لیں گے۔

تفسیر خازن اور تفسیر معالم التنزیل میں وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِھِمْ کی تفسیر یہی ہے۔

ای فتحسب انہ صدق ۔ یعنی آپ اس کو سچا سمجھیں۔ (ج ۷، ص ۸۲)

ان تینوں آیتوں سے بطور قدرِ مشترک اتنا معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مدینہ طیبہ ہی کے اندر کچھ ایسے سیاہ باطن منافق بھی تھے جن کے نفاق (یا مدارج نفاق) کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ تھا۔ ظاہر حال دیکھ کر آپ ان کو اچھا جانتے تھے۔ ان کی جھوٹی باتوں کو سچ سمجھتے تھے اور وہ بدکردار اپنے حال سے خود یقیناً خبردار تھے (اگرچہ بعد میں بذریعہ وحی حضورؐ کو بھی مطلع فرما دیا گیا ہو)۔

اس کے بعد ہم اس سلسلہ میں صرف ایک آیت اور پیش کرتے ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ. (سورۂ یٰس) اور ہم نے اپنے رسول کو شعر نہیں سکھایا اور نہ وہ ان کے لئے مناسب ہے

اس آیت کریمہ سے نہایت صاف طور پر معلوم ہوا کہ آپ کو علم شعر نہیں عطا فرمایا گیا۔ حالانکہ یہ علم کافروں تک کو حاصل ہوتا ہے۔

بہرحال قرآن اس حقیقت پر شاہد ہے کہ بعض غیر ضروری اور امورِ رسالت سے غیر متعلق علوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں عطا فرمائے گئے۔ اور دوسروں کو حتیٰ کہ مشرکوں اور کافروں کو وہ حاصل تھے لیکن اس کی وجہ سے ان دوسروں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ وسیع العلم کہہ دینا انتہائی بلادت اور اعلیٰ درجہ کی حماقت اور ضلالت ہے۔

اگر اس قسم کے واقعات احادیث میں تلاش کیے جائیں تو سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں نکل آویں گے۔ یہاں نمونہ کے طور پر محض چند حدیثیں اجمالاً ذکر کی جاتی ہیں۔

۱ : صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک سیاہ فام عورت مسجد میں جھاڑو لگایا کرتی تھی ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نہ پایا تو حال دریافت فرمایا۔ عرض کیا گیا کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ حضور ؐ نے ارشاد فرمایا۔

أَفَلَا كُنْتُمْ آذَنْتُمُوْنِيْ پھر تم نے مجھ کو اطلاع کیوں نہیں کی۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا۔

دُلُّوْنِيْ عَلٰى قَبْرِهَا فَدَلُّوْهُ یعنی مجھے اس کی قبر بتلاؤ، چنانچہ قبر بتلا دی گئی۔ پس

فَصَلّٰى عَلَيْهِ. آپ نے اس پر نماز پڑھی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ؐ کو اس عورت کے انتقال کی اطلاع نہ ہوئی اور صحابہ رضؓ کو اطلاع تھی نیز اس کی قبر کی اطلاع بھی صحابہ رضؓ ہی نے حضور ؐ کو دی۔

۲ : سنن نسائی میں حضرت یزید بن ثابت ؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک روز حضور ؐ کے ساتھ باہر نکلے تو حضور ؐ کی نظر ایک نئی قبر پر پڑی۔ فرمایا۔

مَا هٰذَا ؟ یہ کیا ہے ؟ (یعنی یہ کس کی قبر ہے)

عرض کیا گیا کہ یہ فلاں شخص کی فلانی کنیز کی قبر ہے۔ دوپہر میں اس کا انتقال ہو گیا اور حضورؐ چونکہ قیلولہ فرما رہے تھے اور حضورؐ روزے سے بھی تھے۔ اس لئے ہم نے جگانا بہتر نہ سمجھا۔ پس حضورؐ کھڑے ہوئے اور لوگوں نے پیچھے صف باندھی اور حضرتؐ نے نماز پڑھی پھر ارشاد فرمایا۔

لا یموت فیکم میت ما دمت بین ظهرانیکم الا آذنتمونی به فان صلاتی له رحمة۔ (ج ۱۔ ص ۲۸۴)

جب تم میں سے کسی کا انتقال ہو جب تک میں تمہارے درمیان موجود ہوں تو مجھ کو ضرور اس کی خبر دیا کرو، کیونکہ میری نماز اس کے واسطے رحمت ہے۔

اس روایت سے بھی ہمارے مدعا پر نہایت صاف روشنی پڑتی ہے اور اس سے صرف ایک وقتی واقعہ ہی نہیں بلکہ آپ کی زندگی کی ایک عام مستمر حالت معلوم ہوتی ہے۔

۳ : صحیح بخاری اور سنن اربعہ میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احد میں شہدائے احد میں سے دو دو کو ایک ایک قبر میں دفن فرماتے تھے اور قبر میں اتارتے وقت لوگوں سے دریافت فرماتے تھے۔

ایهما اکثر اخذا للقرآن فاذا اشیر الی احدهما قدمه فی اللحد۔

ان دونوں میں سے کون زیادہ قرآن حاصل کرنے والا ہے پس جب ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کر دیا جاتا تو آپ اس کو لحد میں پہلے اتارتے۔

۴ : صحیح مسلم اور سنن نسائی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبر سے کچھ آواز سنی، فرمایا۔

متی مات هذا ؟ قالوا مات فی الجاهلية فسُرّ بذالك۔

یہ شخص کب مرا ہے ؟ لوگوں نے عرض کیا، دورِ جاہلیت میں۔ تو آپ کو اس سے مسرت ہوئی۔

۵ : مسند احمد اور مسند بزار میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک غزوہ میں حضورؐ کی خدمت میں پنیر حاضر کیا گیا تو آپ نے دریافت فرمایا کہ۔

أين صنعت هذه ؟ — یہ کہاں کا تیار شدہ ہے ؟

قالوا بفارس ! الخ — لوگوں نے عرض کیا کہ پارس کا بنا ہوا ہے ۔

۶ : ابو داؤد و جامع ترمذی میں ابیض بن جمال سے مروی ہے کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ مقام مارب میں جو شور آبہ[1] ہے وہ مجھ کو عنایت فرما دیا جائے ۔ چنانچہ حضورؐ نے درخواست منظور فرمائی ۔ اور وہ ان کو دے دیا گیا ۔ جب وہ واپس چل دیئے تو حاضرین مجلس میں سے ایک صحابی رضؓ نے حضورؐ سے عرض کیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے ان کو کیا دے دیا ؟

اتدری ما قطعت له یا رسول الله انما قطعت له الماء العدّ فانتزعه منه الخ (ترمذی : ج ۱ ص ۱۶۶)

آپ نے تو ان کو بنا بنایا پانی (جو بلا کد و کاوش کے نمک بن سکتا ہے) دے دیا ۔ تو حضورؐ نے ان سے واپس لے لیا ۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضورؐ کو پہلے اس سرزمین کی مخصوص حیثیت معلوم نہیں تھی ۔ اور اسی لاعلمی کی وجہ سے وہ ابیض بن جمال کو عطا فرما دی تھی ۔ لیکن جب بعد میں ان صحابی کے عرض کرنے سے اس کی حیثیت معلوم ہوئی (کہ اس سے عام پبلک کے منافع وابستہ ہیں) تو حضورؐ نے اس کو واپس لے لیا ۔

۷ : صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم (ایک دفعہ قضائے حاجت کے لئے) بیت الخلاء تشریف لے گئے تو میں نے حضورؐ کے وضو کے لئے پانی بھر کر رکھ دیا ۔ جب آپ باہر تشریف لائے تو دریافت فرمایا کہ

من وضع هذا فاخبر فقال اللهم فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ وَعَلِّمْهُ التَّاوِيلَ ۔

یہ کس نے رکھا ہے ؟ تو حضورؐ کو اطلاع دی گئی کہ میں نے رکھا ہے تو حضورؐ نے میرے لئے تفقہ فی الدین اور علم تاویل قرآن کی دعا فرمائی ۔

اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ اس موقع پر حضورؐ کو پانی رکھنے والے کی اطلاع دوسروں نے دی ۔

---

[1] غالباً مارب میں آب شور کے کچھ چشمے تھے جن سے نمک تیار کیا جاتا تھا ۔ ابیض بن جمال نے انہیں کی درخواست کی تھی ۔ ۱۲ منہ

۸ ، سنن ابی داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں بخار میں مبتلا تھا اور مسجد میں پڑا ہوا تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ پس آپ نے فرمایا۔

من احس الفتی الدوسی ثلث مرات فقال رجل یارسول اللہ ھو ذا یوعك فی جانب المسجد فاقبل یمشی حتی وصل الیّ فوضع یده علیّ الخ۔

کسی نے دوسی جوان (ابوہریرہ رض) کو دیکھا ہے؟ یہ آپ نے تین دفعہ فرمایا، تو ایک شخص نے عرض کیا، حضرت وہ یہ ہیں! بخار میں مبتلا ہیں، مسجد کے گوشہ میں ہیں۔ پس آپ میری طرف کو چلے اور میرے پاس پہنچ کر اپنا دست مبارک مجھ پر رکھ دیا۔

اس روایت سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مسجد میں ہونے کی اطلاع حضور ؐ کو نہ تھی۔ دوسرے شخص کے مطلع کرنے سے حضور ؐ کو خبر ہوئی۔

۹ ، مصنف ابن ابی شیبہ میں عبد الرحمٰن ابن الازہر سے مروی ہے کہ۔

رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفتح وانا غلام شاب یسئل عن منزل خالد بن الولید۔

میں نے فتح مکہ کے سال (جبکہ میں جوان لڑکا تھا) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ خالد ابن الولید کے گھر کا پتہ پوچھتے تھے۔

۱۰ ، صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن نسائی اور ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن عباس رض سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے خالد رض بن ولید نے بیان کیا کہ میں ایک[۱] اپنی خالہ حضرت میمونہ رض کے پاس حاضر ہوا تو میں نے ان کے پاس بھنی ہوئی "گوہ" دیکھی جس کو ان کی بہن "حفیدہ" نجد سے لائی تھیں، وہ گوہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دی گئی۔ اور حضور ؐ کی عادت شریفہ تھی کہ جب تک کھانے کی کیفیت نہ بیان کر دی جاتی اور اس کا نام نہ بتلایا جاتا، آپ اس کی طرف بہت کم ہاتھ بڑھاتے تھے۔

وکان قلما یقدم یدیه لطعام

پس آپ نے اپنا دست مبارک گوہ کی طرف بڑھایا تو

---

[۱] حضرت میمونہ رض رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ اور خالد رض بن ولید اور عبداللہ بن عباس رض کی حقیقی خالہ ہیں۔ ۱۲ منہ

حتی یحدث عنہ ویسمّی لہ فاھوی بیدہ الی الضب فقالت امرأۃ اخبرن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بما قدمتن لہ قلن ھو الضب یا رسول اللہ فرفع یدہ الخ

ایک عورت نے کہا کہ حضورؐ کو بتلا دو کہ حضورؐ کے سامنے کیا رکھا گیا ہے (چنانچہ ازواج مطہرات میں سے جو حاضر تھیں) انہوں نے عرض کیا، کہ حضورؐ! یہ گوہ ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اٹھا لیا۔ الخ

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جب وہ گوہ حضورؐ کے سامنے رکھی گئی تو آپ کو معلوم نہ تھا کہ یہ گوہ ہے، حتی کہ آپ نے کھانے کے لئے ہاتھ بھی بڑھا دیا اور بعد میں جب دوسروں کے بتلانے سے اس کا علم ہوا تو آپ نے ہاتھ کھینچ لیا۔

۱۱ : طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت بلال رضؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ میرے پاس معمولی درجہ کی کھجوریں تھیں۔ میں نے ان کھجوروں کو دے کر ان کے بدلے میں ان سے آدھی عمدہ کھجوریں لے لیں اور حضورؐ کی خدمت میں حاضر کیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، ان سے اچھی کھجوریں آج تک ہم نے نہیں دیکھیں۔ تم یہ کہاں سے لائے ہو (حضرت بلال رضؓ کہتے ہیں)۔

من این ھذا لک یا بلال ؟ فحدثتہ بما صنعت فقال انطلق فردہ علی صاحبہ الخ

میں نے وہ تبادلے کا واقعہ بیان کر دیا تو حضورؐ نے فرمایا ابھی جاؤ اور ان کو واپس کر کے آؤ کیونکہ یہ ربوٰ ہو گیا)۔

۱۲ : مصنف عبد الرزاق میں حضرت ابو سعید خدری رضؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض ازواجؓ کے پاس تشریف لے گئے تو آپ نے وہاں بہت عمدہ کھجوریں دیکھیں۔ دریافت فرمایا یہ کھجوریں تمہارے پاس کہاں سے آئیں، انہوں نے عرض کیا۔

من این لکم ھذا ؟ قلن ابدلنا صاعین بصاع فقال (صلی اللہ علیہ وسلم) لا صاعین بصاع ولا درھمین بدرھم الخ

ہم نے دو صاع اپنی معمولی کھجوریں دے کر یہ ایک صاع اچھی کھجوریں لے لی ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا، ایک صاع کے بدلے میں دو صاع، اور ایک درہم کے بدلے میں دو درہم جائز نہیں۔

ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ حضورؐ کو اس ناجائز تبادلہ کی اطلاع دوسروں کے عرض کرنے سے ہوئی۔

۱۳ : روایت کیا ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور امام احمد نے مسند میں۔ اور ابو نعیم نے کتاب المعرفت میں۔ حضرت عبداللہ بن سلام سے ، اور عبدالرزاق نے ابو امامہ سے اور ابن جریر نے ابن ساعدہ سے کہ جب اہل قبا کی شان میں یہ آیت فیه رجال یحبون ان یتطهروا نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قبا کو بلاکر دریافت فرمایا کہ

ماهذا الطهور الذی قد خصصتم به فی هذه الاٰیة وفی بعض الروایات نما طهورکم وفی بعضها ان الله قد اثنی علیکم فی الطهور خیرا الخ	تمہاری وہ کیا خاص طہارت ہے جس کی تعریف خداوند تعالےٰ اپنی مقدس کتاب میں فرماتا ہے ؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم استنجا میں ڈھیلے کے ساتھ پانی کا بھی استعمال کرتے ہیں۔

۱۴ : صحیح مسلم ، جامع ترمذی ، سنن ابو داؤد اور سنن نسائی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک غلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے ہجرت پر حضورؐ سے بیعت کی اور حضرتؐ کو یہ علم نہ تھا۔

ولم یشعر انه عبد فجاء سیّدهٗ یریده فقال له صلی الله علیه وسلم بعنیه فاشتراه بعبدین اسودین ثم لم یبایع احدا بعده حتی یسئل اعبد هو ؟	کہ وہ غلام ہے۔ بعد میں اس کے لینے کے ارادہ سے اس کا آقا آیا تو حضورؐ نے اس سے فرمایا کہ تم اس غلام کو ہمارے ہاتھ بیچ ڈالو۔ چنانچہ آپ نے دو حبشی غلام دے کر اس کو خرید لیا اور اس کے بعد آپ کسی کو بیعت نہیں کرتے تھے جب تک کہ یہ دریافت نہ فرمالیں کہ وہ غلام تو نہیں ہے۔

۱۵ : صحیح بخاری اور جامع ترمذی اور سنن ابی داؤد میں حضرت زید بن ثابت رضؓ سے مروی ہے کہ (مدینہ میں سُریانی زبان کے جاننے والے صرف یہودی تھے۔ اگر کہیں سے سریانی میں کوئی خط آتا تو وہی پڑھتے اور کسی کو سریانی میں کچھ لکھوانا ہوتا تو وہ انہیں سے لکھواتا۔ جب حضورؐ کو اس کی ضرورت محسوس ہوئی تو) آپ نے مجھ کو سریانی سیکھنے کا حکم فرمایا اور فرمایا

خدا کی قسم ، میں اپنی خط وکتابت میں یہودیوں کی طرف سے مطمئن نہیں (والله ما امن یهود علی کتابی

پس نصف مہینہ پورا نہیں ہوا تھا کہ میں نے سریانی سیکھ لی اور مجھے اس میں خاصی مہارت ہوگئی۔ پھر میں ہی آنحضرت کی طرف سے یہودیوں کو خط لکھتا تھا اور میں ہی ان کے خطوط پڑھتا تھا۔

اس روایت میں یہودیوں کی طرف سے جس خطرے کا ذکر ہے وہ جب ہی ممکن ہے کہ حضورؐ کو اس سریانی زبان کا علم نہ ہو جس کا علم اس زمانہ کے یہودیوں کو تھا۔ اگرچہ اس مدعا کے لئے حضورؐ کا اُمّی ہونا بھی کافی ہے جس کی شہادت قرآن مجید میں دی گئی ہے مگر میں نے یہ روایت اس لئے نقل کردی کہ یہ اس اُمّیت کی ایک عملی تفسیر ہے جس کے بعد کسی تاویل کی گنجائش نہیں رہتی، کیونکہ تاویل صرف اقوال والفاظ میں چل سکتی ہے نہ کہ واقعات وحالات میں۔

یہاں تک پانچ آیتوں اور پندرہ حدیثوں سے صرف یہ ثابت کیا گیا ہے کہ عہد رسالت میں بہت سے جزئی واقعات پیش آتے تھے اور حضورؐ کو ان کی اطلاع نہیں ہوتی تھی اور دوسرے لوگوں کو ہو جاتی تھی۔ لیکن صرف ان جزئی معلومات کی وجہ سے (جن کو امور دین و دیانت اور فرائض نبوت و رسالت سے کوئی خاص تعلق بھی نہیں) نہ ان دوسرے لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ علم دان کہا جاسکتا ہے اور نہ ان علوم کے عدم حصول سے حضورؐ کے کمال علمی میں کوئی کمی آتی ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی مفتی بغداد علیہ الرحمۃ اپنی بے نظیر تفسیر "روح المعانی" میں ارقام فرماتے ہیں۔

ولا اعتقد فوات کمال بعدم العلم بحوادث دنیویۃ جزئیۃ کعدم العلم بما یصنع زید مثلا فی بیتہ وما یجری علیہ فی یومہ وغدہ۔	اور میں دنیوی اور جزئی حوادث کے علم نہ ہونے کی وجہ سے کمال کے فوت ہو جانے کا قائل نہیں جیسے کہ زید کے روزمرہ کے خانگی حالات کا علم (سو ایسے علموں کے نہ ہونے سے کمال نہیں جاتا)۔

(روح المعانی ج ۸، ص ۳۵)

دسواں مقدمہ اگر زید کو ایک ہزار باتوں کا علم ہو اور عمرو کو لاکھوں کروڑوں باتوں کا، لیکن زید کے ان ایک ہزار معلومات میں سے دس بیس ایسے ہوں جو عمرو کو حاصل نہ ہوں تو ان دس بیس علوم کی وجہ سے (جو زید کو حاصل ہیں اور عمرو کو حاصل نہیں) زید کو علی الاطلاق "اعلم من عمرو" (عمرو سے

نہیں کہا جا سکتا (دراں حالانکہ عمرو کو لاکھوں اور کروڑوں وہ علوم عالیہ حاصل ہیں جن کی زید کو ہوا بھی نہیں لگی) البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ زید کو فلاں فلاں معلومات ہیں اور عمرو کو نہیں ۔ مثلاً حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو شریعت کے لاکھوں اور کروڑوں علم حاصل تھے اور ابن رشد کو بھی علوم شرعیہ میں خاصی دستگاہ تھی ، لیکن حضرت امام ابو حنیفہ رح کے عشر عشیر بھی نہیں تھی ۔ مگر فلسفۂ یونان کے متعلق جو معلومات ابن رشد کو حاصل تھے ، وہ یقیناً حضرت امام ابو حنیفہ رح کو حاصل نہ تھے ۔ کیوں کہ ان کے زمانہ میں فلسفۂ یونان عربی میں منتقل ہی نہیں ہوا تھا لیکن اس کی وجہ سے ابن رشد کو حضرت امام ابو حنیفہ رح سے اَعلم نہیں کہا جا سکتا ۔

علیٰ ہذا حضرت امام شافعی رح اور امام احمد رح ، امام بخاری رح اور امام مسلم رح کو کتاب وسنت کے لاکھوں علوم حاصل تھے مگر تاریخ وسیر میں جو معلومات ابن خلدون اور ابن خلکان کے تھے وہ تمام بحیثیت مجموعی ان حضرات کو یقیناً حاصل نہ تھے ۔ کیوں کہ ابن خلکان اور ابن خلدون کے علم میں تو بہت سے وہ تاریخی واقعات بھی تھے جو ان حضراتِ ائمہ کی وفات کے بعد وقوع میں آئے ۔ لیکن اس کی وجہ سے ابن خلکان وابن خلدون کو یا آج کل کے کسی مؤرخ کو ان ائمہ دین سے اَعلم نہیں کہا جا سکتا ۔

علیٰ ہذا ایک موٹر ڈرائیور کو ڈرائیوری کے متعلق اور ایک موچی کو جفت دوزی کے متعلق جو معلومات حاصل ہوتے ہیں وہ یقیناً خود مولوی احمد رضا خاں صاحب کو حاصل نہ تھے ۔ لیکن میرے نزدیک کوئی اعلیٰ درجہ کا احمق بھی اس کی وجہ سے ہر موٹر ڈرائیور اور موچی کو خان صاحب موصوف سے زیادہ وسیع العلم کہنے کی جرأت نہ کریگا ۔

بہرحال جب کسی ایک شخص کو دوسرے کے اعتبار سے علی الاطلاق اَعلم (زیادہ علم والا) کہا جائے گا تو مجموعۂ علوم کے اعتبار سے اور بالخصوص علوم دینیہ شرعیہ ہی کے اعتبار سے کہا جائے گا ——— اور اگر کوئی شخص زید کے لئے کسی خاص علم کی وسعت تسلیم کرے اور عمرو کے لئے تسلیم نہ کرے تو اس سے ہرگز لازم نہیں آتا کہ اس نے زید کو عمرو سے اَعلم مان لیا ۔ بالخصوص جب کہ وہ علم علوم عالیہ کمالیہ میں سے بھی نہ ہو ۔ اور پھر خصوصاً جب کہ شخص مذکور عمرو کے لئے اعلیٰ درجہ کے لاکھوں اور کروڑوں علوم ایسے مان رہا ہو جن کی زید کو بلکہ دنیا کے کسی انسان کو ہوا بھی نہ لگی ہو ۔ تلک عشرۃ کاملہ ۔

یہاں تک دس مقدمے ہوئے ۔ ہم اس سلسلہ کو یہیں ختم کرتے ہیں اور اصل بحث کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔
افسوس ہے کہ اس بحث میں بھی جواب دینے سے پہلے ہم کو مولوی احمد رضا خان صاحب کی دیانت کا مرثیہ پڑھنا پڑتا ہے
اگر جناب موصوف عبارات " براہین قاطعہ " کے نقل کرنے اور ان کا مطلب بیان کرنے میں خیانت سے کام نہ لیتے تو
آج اس کے جواب میں ہم کو اس قدر طوالت اختیار کرنے کی ضرورت نہ پڑتی ۔

" براہین قاطعہ " میں نہ تو مطلق علم کی وسعت میں کلام تھا ، نہ علوم عالیہ کمالیہ کی بحث تھی بلکہ صرف علم روئے
زمین کی وسعت میں گفتگو تھی ۔ مولوی احمد رضا خان صاحب کے ہم مشرب مولوی عبد السمیع صاحب نے ......
" انوار ساطعہ " میں شیطان و ملک الموت کے لئے اسی وسعت علمی کو دلائل سے ثابت کر کے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو اس پر قیاس کیا اور اسی قیاس کی بنا پر حضور کے لئے علم زمین کی وسعت ثابت کی تھی ۔ اور حضرت مولانا
خلیل احمد صاحب " مصنف براہین قاطعہ نے اسی قیاس کو رد کیا ۔ (براہین قاطعہ " انوار ساطعہ " ہی کا
جواب ہے)۔

بہرحال " براہین قاطعہ " کی ساری بحث صرف علم زمین کی وسعت میں تھی ۔ جس کو دین و دیانت اور فرائض
نبوت و رسالت سے کوئی خاص تعلق نہیں ۔ (اور ایسے علوم کے متعلق بذیل مقدمہ نمبر ۶ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی
تصریح ہم تفسیر کبیر سے نقل کر چکے ہیں کہ " ان میں غیر نبی کا علم نبی سے بڑھ سکتا ہے " [1]
لیکن مولوی احمد رضا خان صاحب نے اپنی مجددانہ تلبیس سے لکھ مارا کہ ۔

انه قد صرح فی کتابه البراهین	اُس نے اپنی کتاب " براہین قاطعہ " میں تصریح کی کہ ان
القاطعه .... بان شیخهم ابلیس	کے پیر ابلیس کا علم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے

---

[1] نیز مقدمہ نمبر ۹ کے ذیل میں نہایت واضح دلائل سے ہم یہ بھی ثابت کر چکے ہیں کہ اگر ایسے علوم میں کسی کا دائرہ علم زیادہ
وسیع ہو تو اس کو دوسروں کے اعتبار سے علی الاطلاق اَعلم نہیں کہا جا سکتا ۔ جب کسی کو دوسرے کے اعتبار سے " اَعلم " کہا جائے
گا تو علوم کمالیہ اور مجموعۂ علوم ہی کے اعتبار سے کہا جائے گا ۔ جیسا کہ آخری مقدمہ میں ثابت کیا جا چکا ہے ۔

اوسع علما من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ زیادہ ہے۔

غور فرمایا جائے، کہاں صرف علم زمین کی وسعت اور کجا مطلق علم کی وسعت۔

ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بہ کجا

ہم ناظرین کی سہولت کے لئے ایک مثال بھی پیش کرتے ہیں۔ اور اسی سے انشاء اللہ عبارت براہین کی پوری توضیح بھی ہو جائے گی۔

فرض کیجئے کہ مصنف انوار ساطعہ کی ذہنیت رکھنے والا مولوی احمد رضا خاں صاحب کا کوئی دوسرا بھائی مثلاً "زید" کہتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو "شعر" کا علم حاصل تھا اور دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ بہت سے فاسقوں اور کافروں کو یہ فن آتا ہے۔ امراء القیس بدترین کافر تھا اور ساتھ ہی اعلیٰ درجہ کا شاعر بھی۔ فردوسی فاسد العقیدہ شیعی تھا اور فارسی کا بہترین شاعر بھی۔ پس جب کہ فاسقوں اور کافروں تک کو یہ فن حاصل ہے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جو افضل المرسلین سید الاولین والآخرین ہیں ضرور حاصل ہوگا۔ اس کے جواب میں مولانا خلیل احمد صاحب کا کوئی ہم مسلک مسلمان کہے کہ۔

" امراء القیس اور فردوسی کا حال تاریخ کی متواتر شہادتوں سے معلوم ہوا۔ اب اس پر کسی افضل کو قیاس کر کے اس میں بھی مثل یا زائد اس مفضول سے ثابت کرنا کسی عاقل ذی علم کا کام نہیں۔ اول تو عقائد کے مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہو جائیں۔ بلکہ قطعی ہیں قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں کہ خبر واحد بھی یہاں مفید نہیں۔ لہذا اس کا اثبات جب قابل التفات ہو کہ قطعیات سے اس کو ثابت کرے اور خلاف تمام امت کے ایک قیاس فاسد سے عقیدہ خلق کا اگر فاسد کیا چاہے تو کب قابل التفات ہوگا۔

دوسرے قرآن و حدیث سے اس کے خلاف ثابت ہے۔

قرآن پاک میں ہے۔

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ

یعنی ہم نے ان کو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو) شعر کا علم نہیں دیا اور وہ ان کے لئے مناسب بھی نہیں۔ (سورۂ یٰسین)

اور کتب حدیث میں مروی ہے کہ حضور ؐ نے مدت العمر کبھی ایک شعر بھی نہیں کہا، اور فقہ حنفی کی مشہور کتاب "فتاویٰ قاضی خاں" میں ہے۔

قال بعض العلماء من قال ان رسول الله صلی الله علیہ وسلم قال شعراً فقد کفر۔

جو شخص کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شعر بھی کہا ہے وہ کافر ہوگیا۔

تیسرے اگر افضلیت ہی اس کی موجب ہے تو تمام نیک انسان امراء القیس اور فردوسی سے اچھے شاعر ہونے چاہئیں ------- علیٰ ہذا القیاس غور کرنا چاہیئے کہ امراء القیس اور فردوسی کا حال دیکھ کر علم شعر کا فخر عالم ؐ کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسد سے ثابت کرنا بددینی نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔

امراء القیس اور فردوسی کو علم شعر کی وسعت تاریخ کی متواتر شہادتوں سے ثابت ہوئی، فخر عالم ؐ کی وسعت علم شعر کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک خلاف شریعت عقیدہ ثابت کرتا ہے[1]۔"

اس پر مولوی احمد رضا خان صاحب کا کوئی روحانی فرزند فتوے دے کر۔

"اس شخص نے اپنی عبارت میں تصریح کی ہے کہ امراء القیس اور فردوسی کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے ------- اور بے شک "نسیم الریاض" میں فرمایا کہ، جو کسی کا علم حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ بتائے اس نے بے شک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

[1] مذکورہ بالا عبارت بعینہٖ "براہین قاطعہ" کی ہے۔ البتہ خط کشیدہ الفاظ ہمارے ہیں جن میں تمثیل کی ضرورت سے کچھ ترمیم کر دی گئی ہے، ورنہ خاکہ بالکل "براہین قاطعہ" ہی کا ہے۔ ۱۲ منہ

کو عیب لگایا اور حضورؐ کی شان گھٹائی تو وہ (حضورؐ کو) گالی دینے والا ہے۔ (لہٰذا کافر و مرتد ہے)

ناظرین با انصاف غور فرمائیں کہ کیا اس مفتی نے خیانت نہیں کی؟ کیا مذکورہ بالا عبارت میں مطلق علم یا علوم عالیہ کمالیہ کی بحث تھی؟ اور کیا شخص مذکور نے امراء القیس اور فردوسی کے لئے مطلق علم کی یا علوم عالیہ کمالیہ کی وسعت تسلیم کی ہے؟ اور کیا اس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مطلق وسعت علمی سے انکار کیا ہے؟ یا علوم متعلقہ نبوت و رسالت و علوم عالیہ و کمالیہ سے اس کو انکار ہے؟ ظاہر ہے کہ ان میں سے کچھ بھی نہیں بلکہ یہاں صرف علم شعری کی بحث ہے اسی کی وسعت کو امراء القیس جیسے کافر اور فردوسی وغیرہ کے لئے تسلیم کیا گیا ہے۔ اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی نفی کی گئی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ شخص مذکور نے امراء القیس جیسے کافر اور فردوسی جیسے فاسد العقیدہ کو حضورؐ سے زیادہ وسیع العلم مان لیا ——— یا تو ایسے عیار و مکار کا کام ہے جو اپنا اُلّو سیدھا کرنے کے لئے مسلمانوں میں تفریق ڈالنا چاہتا ہے، یا ایسے جاہل اور احمق کا کام ہے جو "اعلم" اور "اوسع علماً" کے معنی سے بھی ناآشنا ہے۔ ہم دسویں مقدمہ میں ثابت کر چکے ہیں کہ ایک کو دوسرے کے اعتبار سے اَعلم (زیادہ وسیع العلم) علوم عالیہ کمالیہ اور مجموعۂ علوم ہی کے اعتبار سے کہا جاتا ہے ورنہ لازم آئے گا کہ ایک موچی، ایک مہتر (ڈائیہ) بلکہ نجاست کے ایک ناپاک کیڑے کو بھی مولوی احمد رضا خان صاحب کے مقابلہ میں اَعلم کہنا صحیح ہو، اس کی تفصیل آٹھویں اور دسویں مقدمے کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

اگرچہ ارباب فہم کے لئے اسی قدر کافی ہے مگر بدقسمتی سے سابقہ ایسی جماعت سے پڑا ہے جس میں جہل کی کثرت ہے اور بحمد اللہ کی عنایت سے جو علماء ہیں وہ بھی جہلاء سے کم نہیں بلکہ بدتر ہیں۔ لہٰذا مزید تفصیل کے لئے ہم ایک مثال اور عرض کرتے ہیں۔

مولوی احمد رضا خان صاحب نے ایک اُلّو کی عجیب و غریب کہانی بیان فرمائی ہے۔

لہ منقولہ بالا عبارت بعینہٖ مولوی احمد رضا خان صاحب کی ہے۔ ہم نے صرف تطبیق مثال کے لئے ابلیس کے بجائے امراء القیس اور فردوسی کا نام لکھ دیا ہے۔ ۱۲ منہ

خانصاحب بریلوی کا کراماتی اُلّو

خان صاحب ارشاد فرماتے ہیں۔

"تین صاحب جا رہے تھے دور سے ایک جنگل میں دیکھا کہ بہت آدمیوں کا مجمع ہے۔ ایک راجہ گدی پر بیٹھا ہے۔ جواریؔ حاضر ہیں، ایک فاحشہ ناچ رہی ہے، شمع روشن ہے، یہ صاحب تیر اندازی کے بڑے مشاق تھے آپس میں کہنے لگے کہ اس مجلس فسق و فجور کو درہم برہم کرنا چاہیئے، کیا تدبیر کی جائے؟

ایک نے کہا راجہ کو قتل کر دو کہ سب کچھ اسی نے کیا ہے۔ دوسرے نے کہا، اس ناچنے والی عورت کو قتل کرو، تیسرے نے کہا کہ اسے بھی نہ قتل کرو کہ وہ خود نہیں آئی، راجہ کے حکم سے آئی ہے، اپنی غرض تو مجلس کا درہم برہم کرنا ہے، اس شمع کو گل کرو۔ یہ رائے پسند ہوئی۔ انھوں نے تاک کر شمع کی لو پر تیر مارا، شمع گل ہوئی، اب نہ وہ راجہ رہا، نہ فاحشہ، نہ مجمع، نہایت تعجب ہوا، بقیہ رات وہیں گزاری۔ جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ ایک اُلّو مرا پڑا ہے اور اس کی چونچ میں وہی تیر لگا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ سب کام اسی اُلّو کی روح کر رہی تھی"۔ ؎

اب فرض کیجئے کہ خان صاحب کا ایک مرید (علیم الدین) جو خان صاحب کو محدثؒ، مفسرؒ، فقیہؒ، صوفیؒ، حافظؒ، قاریؒ سبھی کچھ سمجھتا ہے مگر کہتا ہے کہ اعلیٰحضرت کو مسمریزم نہیں آتا تھا۔ اور ایک دوسرا مرید (حفیظ الدین) کہتا ہے کہ اعلیٰحضرت کو مسمریزم آتا تھا اور دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذکورہ بالا ملفوظ شریف سے معلوم ہوا کہ ایک اُلّو مسمریزم کا اتنا ماہر تھا کہ اپنی ایک نگاہ میں اچھا خاصا بھان متی کا تماشا دکھاتا تھا تو ہمارے اعلیٰحضرت مجدد ملت جو خدا کے بڑے مقبول بندے تھے اور اس اُلّو سے یقیناً ہزاروں بلکہ لاکھوں درجہ افضل تھے تو بھلا ان کو

؎ پیشہ ور لونڈیاں ۱۲۔ ؎ جناب خان صاحب نے یہ قصہ مسمریزم کی حقیقت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے ملاحظہ ہو ملفوظات حصہ چہارم۔ مطبوعہ حسنی پریس بریلی - ۱۲ منہ

کیوں نہیں آتا ہوگا ؟ اس پر علیم الدین کہتا ہے کہ اُلّو کی مسمریزیم دانی تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے ملفوظ شریف سے معلوم ہوئی، مگر اعلیٰ حضرت کی مسمریزیم دانی کا کیا ثبوت ہے ؟ اور اعلیٰ حضرت کو اُلّو پر قیاس کرنا —— قیاس فاسد (بلکہ نہایت بیہودہ حرکت) ہے۔

تو کیا خان صاحب کے کسی مرید یا وارث کو حق پہنچتا ہے کہ اس غریب علیم الدین پر اعلیٰ حضرت کے علم کی تنقیص کا دعویٰ دائر کر دے اور یہ کہے کہ اس نے ایک اُلّو کو حضور پر نُور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد الملت صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیہ وسلم —— سے زیادہ وسیع العلم مان لیا —— میں تو سمجھتا ہوں کہ ایسا سمجھنے والا اور کہنے والا ہی اُلّو ہے۔ اور اگر بیچارے علیم الدین کو رضاخانی برادری سے خارج کرنے کے لئے دانستہ طور پر از راہِ عیاری اس کے خلاف پروپیگنڈہ کرتا ہے تو اعلیٰ درجہ کا فریبی اور پلّے سرے کا خائن ہے۔

بہرحال خان صاحب کی پہلی خیانت تو یہ ہے کہ براہینِ قاطعہ میں ایک خاص علم کی وسعت یعنی علم روئے زمین کی وسعت میں کلام تھا۔ اُسی کو مولوی احمد رضا خان کے مشربی بھائی مولوی عبدالسمیع صاحب نے شیطان اور ملک الموت کے لئے دلائل سے ثابت کر کے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بنا برافضلیت قیاس سے ثابت کیا تھا۔ اور مصنف براہین نے اسی قیاس کو رد کیا تھا۔ نیز عبارت میں ایسے الفاظ بھی موجود تھے جنہوں نے بحث کو صرف علم زمین کے ساتھ مخصوص کر دیا تھا۔ چنانچہ " براہینِ قاطعہ " کے صفحہ ۵۱ سے خان صاحب نے جو فقرہ نقل کیا ہے اس کے شروع میں یہ الفاظ موجود ہیں۔

" الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیطِ زمین کا فخرِ عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے "

اس فقرے میں " علم محیطِ زمین " کا لفظ موجود ہے جس کے بعد کوئی شبہ ہی نہیں رہتا، مگر خان صاحب کی دیانت ملاحظہ ہو کہ آپ نے " حسام " میں اس فقرے کا آخری خط کشیدہ جزء یعنی صرف " خبر " تو نقل کر دی لیکن پہلا جزء یعنی " مبتدا " جس میں علم محیط زمین کی تصریح تھی، صاف ہضم کر گئے، اور اس پر آپ کا لقب ہے

۱؎ مولوی احمد رضا خان صاحب کے مریدین اور متبعین یوں ہی کہتے ہیں۔

مجدد مائۃ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ وغیرہ وغیرہ۔

پھر اسی جگہ اسی قسم کی ایک اور خیانت ملاحظہ ہو۔ خان صاحب کی نقل کردہ عبارت براہین سے ٹھیک دو سطر کے بعد اسی صفحہ پر یہ عبارت شروع ہوتی ہے۔

"پس اعلیٰ علیین میں روح مبارک علیہ السلام کے تشریف رکھنے اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر بھی ہو چہ جائیکہ زیادہ۔"

اس عبارت میں بھی "ان امور" کا لفظ صاف بتلا رہا ہے کہ بحث صرف علم روئے زمین کی ہے نہ مطلق علم کی نہ علوم عالیہ کمالیہ کی، جن پر فضل انسانی کا مدار ہے، لیکن خان صاحب نے اس عبارت کو بھی صاف اڑا دیا۔

بہرحال براہین قاطعہ میں یہ تمام تصریحات ہوتے ہوئے بھی (جن سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ یہاں بحث صرف علم روئے زمین کی ہے نہ مطلق علم کی) خان صاحب نے بلے دریغ لکھ مارا کہ۔

"اس نے اپنی کتاب "براہین قاطعہ" میں تصریح کی کہ ان کے پیر ابلیس کا علم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ ہے۔"

یہاں تک خان صاحب کی پہلی خیانت کا ذکر تھا اور اس کے ضمن میں موصوف کے پہلے اعتراض کا شافی جواب بھی ہو گیا جس کے بعد کسی مصنف بلکہ متعنت اور متعصب کو بھی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ فللہ الحمد۔

حاصل اس جواب کا یہ ہے کہ براہین قاطعہ میں ملک الموت اور شیطان کے لئے (ان دلائل کی بناء پر جو مولوی عبدالسمیع صاحب مصنف انوار ساطعہ نے پیش کئے ہیں) صرف علم زمین کی وسعت تسلیم کی گئی ہے اور اسی مخصوص وسعت کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیر ثابت بالنص کہا گیا ہے اس کو مطلق وسعت علمی کے انکار پر محمول کرنا اور یہ نتیجہ نکالنا کہ (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کو شیطان کے علم سے کم بتلا دیا، صرف اسی جاہل اور احمق کا کام ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم عالی کو اسی عالم سفلی میں محدود سمجھتا ہو۔ لیکن جس کے نزدیک آپ کے علم کی پرواز عرش و کرسی سے بھی بالاتر ہو وہ ایسی حماقت کا ارتکاب کیونکر کر سکتا ہے۔؟

اگر آج کوئی شخص کہے کہ تعمیرات کے فن میں فلاں یورپین انجینئر کے معلومات حضرت امام ابوحنیفہ رح سے زیادہ وسیع ہیں تو کوئی احمق سے احمق بھی یہ نہیں کہے گا کہ اس شخص نے حضرت امام ابوحنیفہ رح کے علم کو اس کافر انجینئر کے علم سے گھٹا دیا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص کہے کہ فلاں شرابی کو شراب کے متعلق بہت کچھ معلومات ہیں اور فلاں غوث و قطب کو وہ معلومات حاصل نہیں تو اس سے ہرگز یہ نہیں سمجھا جاسکتا کہ اس شخص نے اس شرابی کو غوث و قطب سے زیادہ وسیع العلم مان لیا۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ گمراہ کرنے کے لئے شیطان کو جن وسائل کی ضرورت تھی (بندوں کی آزمائش کے لئے) حق تعالےٰ نے وہ سب اس کو عنایت فرمائے، قیامت تک کی عمر دی، وہ عجیب و غریب قدرت دی کہ انسان کی رگ و پے میں خون کی طرح دوڑ سکے، بندگانِ خدا کو گمراہ کرنے کے لئے جس علم کی ضرورت تھی وہ بھرپور دیا، تاکہ وہ اپنی ابلیسانہ کوششیں ختم کرلے اور دنیا دیکھ لے کہ "عباد الرحمن" کے مقابلے میں اس کے سارے ہتھیار کس طرح بیکار ہوتے ہیں۔

اُس کو ضرورت ہے کہ بنی آدم کو گمراہ کرنے کے لئے ان کے امیال و عواطف (جذبات و خواہشات) سے واقف ہو، اس کو معلوم ہونا چاہئے کہ فلاں جگہ تنہائی میں ایک نوجوان عورت ہے اور فلاں آوارہ نوجوان کو اس تدبیر سے وہاں تک پہنچایا جاسکتا ہے۔ فلاں جگہ مجلسِ رقص ہے اور شوقین مزاج نوجوانوں کا فلاں جگہ مجمع ہے اور اس حیلہ سے ان کو اس مجلسِ فواحش میں بھیجا جاسکتا ہے۔ بہرکیف اس کو ان شیطانی امور کی تکمیل کے لئے اس عالمِ سفلی کے وسیع معلومات کی ضرورت ہے، لیکن مقربانِ بارگاہِ خداوندی کو ان لغویات سے کیا غرض؟ ان کا کام تو ارشاد و ہدایت ہے۔ اور اس کے لئے جن پاکیزہ علوم کی ضرورت ہے وہ حق تعالےٰ نے ان کو بے نہایت عطا فرمائے۔

پس اگر اس عالمِ سفلی کے کچھ علوم شیطان کو حاصل ہوں اور حضرات انبیاء علیہم السلام کو حاصل نہ ہوں تو کون احمق اور شیطان کا کون سا اُمتی ہوگا جو صرف علومِ سفلیہ کی وجہ سے شیطان کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی دوسرے نبی علیہ السلام سے زیادہ وسیع العلم کہہ دے، دراں حالیکہ علومِ الٰہیہ اور معارفِ ربانیہ سے ان کو وہ وافر حصہ ملا ہے جو کسی مقرب سے مقرب فرشتہ کو بھی نصیب نہیں۔

ہم مقدمات کے ذیل میں اس موضوع پر کافی سے زیادہ روشنی ڈال چکے ہیں اب یہاں صرف ایک چیز اور عرض کرتے ہیں اور اسی پر انشاء اللہ اس بحث کا خاتمہ ہے۔ دشمنانِ صداقت سے تو ہمیں کوئی توقع نہیں، ہاں جن حق پسندوں کو اللہ تعالےٰ توفیق دے ان سے ضرور قبولِ حق کی امید ہے۔ ملاحظہ ہو۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کی صفائی میں

مولوی عبد السمیع و مولوی احمد رضا خاں صاحبان کی زبردست شہادت

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہِ کنعاں کا

ہمارے بیانِ سابق سے یہ تو معلوم ہو چکا کہ مصنف براہین قاطعہ کا جرم صرف اس قدر ہے کہ اس نے ایک خاص علم یعنی علم زمین کی وسعت (بنا بطلان دلائل کو جو آپ کے مولوی عبد السمیع صاحب نے انوارِ ساطعہ میں پیش کئے ہیں) ملک الموت اور شیطان کے لئے تسلیم کی ہے اور اسی وسعت علمی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیر ثابت بالنص کہا ہے لیکن

ایں گناہیست کہ در شہرِ شما نیز کنند

ذرا اسی بحث میں انوار ساطعہ کے یہ الفاظ ملاحظہ ہوں۔

"اور تماشا یہ کہ اصحاب محفل میلاد تو زمین کی تمام پاک و ناپاک مجالس مذہبی و غیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں دعوے کرتے، ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک، ناپاک، کفر، غیر کفر میں پایا جاتا ہے"

کہئے اتنی صفائی کے ساتھ تو مولانا خلیل احمد صاحب نے بھی نہیں لکھا۔ انہوں نے تو صرف علم زمین کی اُس مخصوص وسعت کو غیر منصوص بتلایا تھا۔ مولوی احمد رضا خان صاحب کے ہم مشربی بھائی مولوی عبد السمیع صاحب تو صاف فرماتے ہیں کہ "وہ ملک الموت اور شیطان کا حاضر ہونا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہی نہیں بلکہ) زیادہ تر مقامات میں پایا جاتا ہے"

منقولہ بالا عبارت انوار ساطعہ کے اس پہلے ایڈیشن میں بھی ہے جو براہین قاطعہ سے پہلے شائع ہوا ہے اور اس میں بھی جو بعد میں مولوی عبد السمیع صاحب کی نظر ثانی اور ترمیم کے بعد شائع ہوا ہے اور جس پر مولوی احمد رضا خاں صاحب کی تقریباً چار صفحہ کی تقریظ بھی ہے جس میں مولوی عبد السمیع صاحب اور ان کی انوارِ ساطعہ کی تعریف میں خوب زمین و آسمان

کے قلابے ملائے گئے ہیں۔ لہذا مولوی احمد رضا خان صاحب کے اخلاف و متبعین فرمائیں کہ۔

۱ : مولوی عبد السمیع صاحب اس عبارت کی وجہ سے کافر ہوئے یا نہیں ؟

۲ : اور خود خانصاحب اس پر تقریظ لکھنے کی وجہ سے کہاں پہنچے ؟

اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو دیدۂ بصیرت دے۔ آپ حضرات نے مصنف براہین قاطعہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت دیکھی ؟ ان خان صاحب نے جو الزام ان پر رکھا تھا وہ خود ہی اس میں گرفتار ہو گئے۔

اس وقت ہم اس بحث کو یہیں ختم کرتے ہیں۔ اور مناسب سمجھتے ہیں کہ خاتمۂ بحث میں رسالہ " التصدیقات لدفع التلبیسات " سے مصنف براہین قاطعہ (علیہ الرحمۃ) کا وہ کلام بھی نقل کر دیں جو آں مرحوم نے خان صاحب کے اسی شیطان والے بہتان کے جواب میں تحریر فرمایا ہے۔

جب مولوی احمد رضا خان صاحب اپنی محنت اور کمائی کا یہ نتیجہ (فتویٰ کفر) لے کر حرمین شریفین پہنچے اور وہاں سے ان علمائے کرام سے جو حقیقت حال سے ناواقف تھے دھوکا دے کر تصدیق کرالی اور حرمین شریفین میں بھی علماء دیوبند کے متعلق یہ چرچے ہوئے تو وہاں کے بعض اہل علم نے حضرات علمائے دیوبند و سہارنپور سے ان کے عقائد کے متعلق چھبیس ۲۶ سوال کئے۔ ان سوالوں کا جواب حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رح مصنف براہین قاطعہ نے تحریر فرمایا۔ پھر یہ مجموعہ بغرض تصدیق و توثیق حرمین شریفین، شام، دمشق، حلب، مصر وغیرہ بلادِ اسلامیہ کے علمائے کرام کی خدمت میں بھیجا گیا۔ اور ان علماءِ کرام و مفتیانِ عظام نے اس کی تصدیق و تصویب فرمائی اور پھر وہ جواب مع ان تصدیقات کے چھپوا دیا گیا اور اسی زمانہ میں " التصدیقات لدفع التلبیسات " کے نام سے اس کا پہلا ایڈیشن مع ترجمہ کے شائع ہو گیا۔ پھر اس کے بعد سے اسی وقت تک اس کے بہت سے ایڈیشن نکل چکے ہیں۔

اس میں انیسواں سوال مولوی احمد رضا خان صاحب کے اسی شیطان والے بہتان کے متعلق ہے۔ ذیل میں ہم وہ سوال و جواب بجنسہٖ نقل کرتے ہیں۔ ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے کہ ہم نے جو کچھ اس بحث میں لکھا ہے وہ درحقیقت اسی اجمالی جواب کی تفصیل ہے جو خود مصنف براہین نے اپنی زندگی میں دیا ہے۔

السؤال التاسع عشر

أترون ان ابليس اللعين اعلم من سيد الكائنات عليه السلام واوسع علما منه مطلقا وهل كتبتم ذالك في تصنيف ما وبم تحكمون على من اعتقد ذالك۔

الجواب

قد سبق منا تحرير هذه المسئلة ان النبي عليه السلام اعلم الخلق على الاطلاق بالعلوم والحكم والاسرار وغيرها من ملكوت الآفاق ونتيقن ان من قال ان فلانا اعلم من النبي عليه السلام فقد كفر وقد افتى مشائخنا بتكفير من قال ان ابليس اللعين اعلم من النبي عليه السلام فكيف يمكن ان توجد هذه المسئلة في تاليف ما من كتبنا غير أنّه غيبوبة بعض الحوادث الجزئية الحقيرة عن النبي عليه السلام لعدم التفاته اليه لا يورث نقصا ما في اعلميته عليه السلام بعد ما ثبت انه اعلم الخلق بالعلوم الشريفة اللائقة بمنصبه الاعلى

انیسواں سوال (١٩)

کیا تمہاری یہ رائے ہے کہ ملعون شیطان کا علم سید الکائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم سے زیادہ اور مطلقاً وسیع تر ہے اور کیا یہ مضمون تم نے اپنی کسی تصنیف میں لکھا ہے، جس کا یہ عقیدہ ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب

اس مسئلہ کو ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کا علم حِکَم واسرار وغیرہ کے متعلق مطلقاً تمامی مخلوقات سے زیادہ ہے اور ہمارا یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں شخص نبی کریم علیہ السلام سے اعلم ہے وہ کافر ہے اور ہمارے حضرات اس شخص کے کافر ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں جو یوں کہے کہ شیطان ملعون کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے پھر بھلا ہماری کسی تصنیف میں یہ مسئلہ کہاں پایا جا سکتا ہے؟ ہاں کسی جزئی حادثہ حقیرہ کا حضرتؐ کو اس لئے معلوم نہ ہونا کہ آپ نے اس کی جانب توجہ نہیں فرمائی، آپ کے اعلم ہونے میں کسی قسم کا نقصان پیدا نہیں کر سکتا جب کہ ثابت ہو چکا کہ آپ ان شریف علوم میں جو آپ کے منصب اعلیٰ کے مناسب ہیں ساری مخلوق سے بڑھے ہوئے ہیں جیسا کہ شیطان کو بہتیرے حقیر حادثوں کی شدت التفات کے سبب اطلاع مل جانے سے اس مردود میں کوئی شرافت اور علمی کمال حاصل

كما لا يورث الاطلاع على اكثر تلك الحوادث الحقيرة لشدة التفات ابليس اليها شرفا وكمالا علميا فيه فانه ليس عليها مدار الفضل والكمال ومن ههنا لا يصح ان يقال ان ابليس اعلم من سيدنا رسول الله صلى الله عليه وسلم كما لا يصح ان يقال لصبي علم بعض الجزئيات انه اعلم من عالم متبحر محقق في العلوم والفنون التي غابت عنه تلك الجزئيات ولقد تلونا عليك قصة الهدهد مع سليمان على نبينا وعليه السلام وقوله اني احطت بما لم تحط به ودواوين الحديث ودفاتر التفسير مشحونة بنظائرها المتكاثرة المشتهرة بين الانام وقد اتفق الحكماء على ان افلاطون وجالينوس

نہیں ہو سکتا کیوں کہ ان پر فضل وکمال کا مدار نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ یوں کہنا کہ شیطان کا علم سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے ہرگز صحیح نہیں جیسا کہ کسی ایسے بچہ کو جسے کسی جزئی کی اطلاع ہو گئی ہے یوں کہنا صحیح نہیں کہ فلاں بچہ کا علم اس متبحر ومحقق سے زیادہ ہے جس کو جملہ علوم وفنون معلوم ہیں مگر یہ جزئی معلوم نہیں اور ہم ہُدہُد کا سیدنا سلیمان علیہ السلام کے ساتھ پیش آنے والا قصہ بتا چکے ہیں[1]۔ اور یہ آیت پڑھ چکے ہیں کہ "مجھے وہ اطلاع ہے جو آپ کو نہیں" اور کتب حدیث وتفسیر اس قسم کی مثالوں سے لبریز ہیں[2]، نیز حکماء کا اس پر اتفاق ہے کہ افلاطون وجالینوس وغیرہ بڑے طبیب ہیں جن کو دواؤں کی کیفیت وحالات کا بہت زیادہ علم ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ نجاست کے کیڑے نجاست کی حالتوں اور مزے اور کیفیت سے زیادہ واقف ہیں تو افلاطون و جالینوس کا ان ردی حالات سے ناواقف ہونا ان کے

---

[1] یہ واقعہ سورۂ نمل میں مذکور ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بار حضرت سلیمان ع نے ہُدہُد کو تلاش کیا تو نہیں پایا تو بہت زیادہ ناراضی کا اظہار فرمایا۔ جب وہ دیر کے بعد حاضر ہوا تو اس سے باز پرس کی تو اس نے کہا کہ میں ملک "سبا" سے ایک نہایت عظیم الشان خبر معلوم کر کے لایا ہوں جس کا آپ کو علم نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہُدہُد جیسے پرند کو ایک ایسی بات معلوم ہو سکتی ہے جو نبی وقت کے علم میں نہ ہو۔ ۱۲

[2] ہم نویں مقدمہ میں اس مضمون کی پانچ آیتیں مع اقوال مفسرین اور پندرہ حدیثیں پیش کر چکے ہیں۔ ۱۲

وامثالهما من أعلم الأطباء بكيفيات الأدوية وأحوالها مع علمهم ان ديدان النجاسة أعرف باحوال النجاسة وذوقها وكيفياتها فلم تضر عدم معرفة افلاطون وجالينوس هذه الاحوال الردية فى اعلميتهما ولم يرض احد من العقلاء والحمقى بان يقول ان الديد ان اعلم من افلاطون مع انها اوسع علما من افلاطون باحوال النجاسة ومبتدعة ديارنا يثبتون للذات الشريفة النبوية عليه الف الف تحية وسلام جميع علوم الاسافل والاراذل والافاضل الاكابر قائلين انه عليه السلام لما كان افضل الخلق كافة فلابد ان يحتوى على علومهم جميعها كل جزئى جزئى وكلى كلى ونحن انكرنا اثبات هذا الامر بهذا القياس الفاسد بغير نص من النصوص المعتدة بها الا ترى ان كل مؤمن افضل واشرف من ابليس فيلزم على هذا القياس ان يكون كل شخص من احاد الامة حاويا على علوم ابليس —— ويلزم على ذالك ان يكون

اعلم ہونے کو مضر نہیں اسکو کوئی عقل مند بلکہ بیوقوف بھی یہ کہنے پر راضی نہ ہوگا کہ کیڑوں کا علم افلاطون سے زیادہ ہے حالانکہ ان کا نجاست کے احوال سے افلاطون کی بہ نسبت زیادہ واقف ہونا یقینی امر ہے اور ہمارے ملک کے بدعتین سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام شریف وادنی واعلی واسفل علوم ثابت کرتے اور یوں کہتے ہیں کہ جب آنحضرتؐ ساری مخلوق سے افضل ہیں تو ضرور سب ہی کے علوم جزئی ہوں یا کلی آپ کو معلوم ہوں گے، اور ہم نے بغیر کسی معتبر نص کے محض اس فاسد قیاس کی بناپر اس علم کلی وجزئی کے ثبوت کا انکار کیا۔ ذرا غور تو فرمائیے ہر مسلمان کو شیطان پر فضل وشرف حاصل ہے پس اس قیاس کی بناپر لازم آئے گا کہ ہر امتی بھی شیطان کے ہتھکنڈوں سے آگاہ ہو اور لازم آئے گا کہ سلیمان علیہ السلام کو خبر ہو اس واقعہ کی جسے ہُدہُد نے جانا، اور افلاطون وجالینوس واقف ہوں کیڑوں کی تمام واقفیتوں سے اور سارے لازم باطل ہیں چنانچہ مشاہدہ ہو رہا ہے۔ یہ ہمارے قول کا خلاصہ ہے جو براہین قاطعہ میں بیان کیا ہے جس نے کند ذہن بددینوں کی رگیں کاٹ دیں اور دجال ومفتری گروہ کی گردنیں توڑ دیں، سو اس میں ہماری بحث صرف بعض حوادث جزئی میں تھی اور اسی لئے اشارہ کا لفظ ہم نے لکھا تھا تاکہ دلالت کرے کہ نفی واثبات سے مقصود صرف یہی جزئیات ہیں

سلیمان علی نبینا وعلیہ السلام عالما بما علمہ الھد الھد وان یکون افلاطون و جالینوس عارفین بجمیع معارف الدید ان واللوازم باطلۃ باسرھا کما ھوالمشاھد و ھذا خلاصۃ ماقلناہ فی البراھین القاطعۃ لعروق الاغبیاء المارقین القاصمۃ لاعناق الدجاجلۃ المفترین فلم یکن بحثنا فیہ الا من بعض الجزئیات المستحدثۃ ومن اجل ذالک اتینا فیہ بلفظ الاشارۃ حتی تدل ان المقصود بالنفی والاثبات ھنالک تلک الجزئیات لاغیر لکن المفسدین یحرفون الکلام ولا یخافون محاسبۃ الملک العلام وانا جازمون ان من قال ان فلانا اعلم من النبی علیہ السلام فھو کافر کما صرح بہ غیر واحد من علماءنا الکرام ومن افتری علینا بغیر ماذکرناہ فعلیہ بالبرھان خائفا عن مناقشۃ الملک الدیان واللہ علی مانقول وکیل ؎

لیکن مفسدین کلام میں تحریف کیا کرتے ہیں اور شاہنشاہی محاسبہ سے نہیں ڈرتے ہیں۔ اور ہمارا پختہ عقیدہ ہے کہ جو شخص اس کا قائل ہو کہ فلاں کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے وہ کافر ہے چنانچہ اس کی تصریح ایک نہیں ہمارے بہتیرے علماء کر چکے ہیں اور جو شخص ہمارے بیان کے خلاف ہم پر بہتان باندھے اس کو لازم ہے کہ شاہنشاہ روز جزاء سے خائف بن کر دلیل بیان کرے اور اللہ ہمارے قول پر وکیل ہے۔

للہ انصاف ! کیا خود مصنف براہین کے اس جواب کے بعد بھی اس بہتان کی کوئی گنجائش باقی رہتی ہے ؟

لا واللہ الحساب یوم الحساب ؎

براہین قاطعہ پر مولوی احمد رضا خان صاحب کے دوسرے اعتراض کا جواب

مؤلف براہین قاطعہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر خان صاحب بریلوی کا دوسرا سنگین اعتراض یہ تھا کہ " انہوں نے شیطان کے لئے علم محیط تسلیم کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اسی علم کے اثبات کو شرک کہا، حالانکہ جس چیز کا کسی ایک مخلوق کے لئے ثابت کرنا شرک ہے، دوسری تمام مخلوقات کے لئے بھی اس کا اثبات شرک ہی ہو گا۔ تو گویا مصنف "براہین قاطعہ" نے شیطان کو خدا کا شریک مان لیا " (سبحان اللہ وبحمدہ)

لیکن اگر ناظرین کرام غور فرمائیں گے تو معلوم ہو گا کہ خان صاحب کا یہ اعتراض پہلے سے بھی زیادہ غلط اور بے بنیاد ہے۔ اور اس کو حقیقت سے اتنا ہی بُعد ہے جتنا کہ خان صاحب اور ان کے فتوے کو دیانت و صداقت سے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ " براہین قاطعہ " میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم ذاتی کے اثبات کو شرک بتلایا گیا ہے اور (ان دلائل کے بموجب جو خان صاحب کے مشربی بھائی مولوی عبدالسمیع صاحب نے " انوار ساطعہ " میں پیش کئے ہیں) شیطان کے لئے صرف علم عطائی تسلیم کیا گیا ہے اور شرک علم ذاتی ثابت کرنے سے لازم آتا ہے جیسے کہ پہلے مقدمہ کے ذیل میں ہم خود خاں صاحب کی تصریحات سے اس کو ثابت کر چکے ہیں۔

براہین قاطعہ میں جابجا ایسی تصریحات موجود ہیں جن سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ شیطان کے لئے صرف علم عطائی تسلیم کیا گیا ہے اور شرک علم ذاتی کے اثبات کو کہا گیا ہے (جس سے خان صاحب کو بھی اختلاف نہیں) مگر افسوس ہے ان کی مجددانہ دیانت پر کہ براہین قاطعہ کی ان تمام تصریحات سے چشم پوشی کرتے ہوئے صاحب براہین کے متعلق صاف لکھ ڈالا کہ۔

" ابلیس کے لئے تو زمین کے علم محیط پر ایمان لایا ہے اور جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آیا تو کہتا ہے یہ شرک ہے۔ حالانکہ شرک تو اسی کا نام ہے کہ اللہ عزّ وجلّ کے لئے کوئی شریک ٹھہرایا جائے، تو جس چیز کا مخلوق میں سے کسی ایک کے لئے ثابت کرنا شرک ہو، وہ تو تمام جہان میں جس کے لئے ثابت کی جائے یقیناً شرک ہو گا "

ہم کو خان صاحب کے اس کلیہ سے اتفاق کلی ہے کہ مخلوق میں سے کسی ایک کے لئے جس کا اثبات شرک ہے

وہ تمام جہان میں سے جس کے لئے بھی ثابت کی جائے یقیناً شرک ہوگا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ مشرکین عرب اگر اپنے بتوں کے لئے تصرف ثابت کریں تو شرک ہو اور مشرکین ہند قبروں یا قبر والوں کے لئے وہی تصرف ثابت کریں تو شرک نہ ہو۔ اور اسی طرح یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ جو امور عادۃً طاقت بشریہ سے خارج ہیں مثلاً اولاد دینا، کاروبار میں نفع دینا، مارنا، جلانا وغیرہ وغیرہ ان امور میں بتوں سے مدد مانگنا تو شرک ہو، اور زندہ یا مردہ بزرگوں سے مدد مانگنا اور ان کو فاعل با اختیار سمجھنا شرک نہ ہو، جیسا کہ قبر پرستوں کا خیال ہے۔

بہر حال مولوی احمد رضا خان صاحب کے اس کلیہ سے ہم کو بالکل اتفاق ہے لیکن صاحب براہین پر اس کو چسپاں کرنا خان صاحب کی وہی مخصوص کارروائی ہے جس کو خیانت یا تحریف کہتے ہیں۔

علاوہ اس ذاتی اور عطائی فرق کے اس موقع پر خان صاحب نے ایک کھلا افترا یہ کیا کہ صاحب براہین نے شیطان کے لئے "علم محیط" مان لیا، حالانکہ یہ وہ جھوٹ ہے جس میں سچائی کا شائبہ تک نہیں۔

مگر افسوس ہے کہ رضا خانی جماعت میں کوئی ایسا دیانت دار اور راستباز بھی نظر نہیں آتا جو اپنے مقتدا کی اس قابل نفرت حرکت کو اگر خیانت نہیں تو نادانستہ غلطی ہی تسلیم کر لے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کے برادر مشربی مولوی عبد السمیع صاحب نے انوار ساطعہ میں شیطان کے علم کی وسعت ثابت کرتے ہوئے لکھا تھا کہ

"درمختار کے مسائل نماز میں لکھا ہے کہ شیطان اولاد آدم کے ساتھ دن کو رہتا ہے اور اس کا بیٹا آدمیوں کے ساتھ رات کو رہتا ہے۔ علامہ شامی رح نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ شیطان تمام بنی آدم کے ساتھ رہتا ہے مگر جس کو اللہ نے بچا لیا۔ بعد اس کے لکھا ہے۔ واقدرہ علی ذالک کما اقدر ملک الموت علی نظیر ذالک یعنی اللہ تعالےٰ نے شیطان کو اس بات کی قدرت دے دی ہے جس طرح ملک الموت کو سب جگہ موجود ہونے پر قادر کر دیا ہے۔"

(انتہی کلامہ انوار ساطعہ)

پس مولوی عبد السمیع صاحب کی اس دلیل سے شیطان کے لئے جتنا علم ثابت ہوتا ہے اس کو بے شک مولانا خلیل احمد صاحب نے تسلیم کیا ہے اگر اسی کو مولوی احمد رضا خان صاحب روئے زمین کا علم محیط سمجھتے ہیں تو یہ ان کی علمی قابلیت ہے جس کی داد

اہل علم ہی دیں گے ورنہ کجا شیطان کا آدمیوں کے ساتھ رہنا اور کجا روئے زمین کا علم محیط جس کے لئے ذرے ذرے قطرے قطرے اور پتے پتے کا علم ضروری ہے۔

اور اگر خان صاحب کی خاطر اسی کو علم محیط مان لیا جائے تو بھی شیطان کے علم محیط پر پہلے ایمان لانے والے بلکہ دوسروں کو ایمان لانے کی دعوت دینے والے خان صاحب کے برادر بزرگوار مولوی عبدالسمیع صاحب ٹھہریں گے اور اس کفر و شرک کے فتوے کے اولین مصداق وہی ہوں گے کیوں کہ انہوں نے ہی شیطان کے لئے یہ وسعت علم دلائل سے ثابت کی ہے، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو صرف " سلّمنا " کہنے والے ہیں۔ بہر حال خان صاحب نے اس موقع پر ایک افتراء تو یہ کیا کہ بالکل خلافِ واقعہ مصنف براہین کے متعلق لکھ دیا کہ " ابلیس کے لئے زمین کے علم محیط پر ایمان لایا " اور دوسری خیانت یہ کی کہ براہینِ قاطعہ میں شیطان کے لئے مولوی عبدالسمیع صاحب کے پیش کردہ دلائل کے بموجب صرف علم عطائی تسلیم کیا گیا تھا اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم ذاتی ثابت کرنے کو شرک قرار دیا تھا جناب خان صاحب نے یہ ذاتی اور عطائی کا زبردست فرق بالکل ہی نظر انداز کر دیا۔ اب ہم ان دونوں باتوں کا ثبوت عرض کرتے ہیں کہ تسلیم علم عطائی کیا گیا ہے اور شرک علم ذاتی کو کہا گیا ہے۔

امرِ اوّل کا ثبوت

براہینِ قاطعہ کی اسی بحث بلکہ اسی قول میں صفحہ ۵۰ کی چودھویں سطر میں ہے۔

"شیطان کو جس قدر وسعت علم دی " الخ

پھر اسی کے چار سطر بعد ہے۔

" اور شیطان و ملک الموت کو جو یہ وسعت علم دی " الخ

ان دونوں فقروں میں تصریح ہے کہ شیطان کے لئے علم کی جو وسعت تسلیم کی گئی ہے وہ خدا کی دی ہوئی ہے۔

امرِ دوم کا ثبوت

پہلے یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ مصنف براہین قاطعہ اس بحث میں اس قیاس کو رد فرما رہے ہیں کہ جب شیطان اور ملک الموت کو علم کی یہ وسعت حاصل ہے (جو انوارِ ساطعہ کے حوالہ سے مذکور ہو چکی) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی افضلیت کی وجہ سے اس سے زیادہ یعنی روئے زمین کا علم خود ہی پیدا کرلیں گے۔ اور اسی خیال کو صاحب براہین نے شرک قرار دیا ہے۔ اس مختصر تمہید کے بعد ملاحظہ ہو۔

براہین قاطعہ میں جس جگہ یہ بحث ہے اس کی پہلی سطر ہے۔

"تمام امت کا یہ اعتقاد ہے کہ جناب فخر عالم علیہ السلام کو اور سب مخلوقات کو جس قدر علم حق تعالٰے نے عنایت کر دیا اور بتلا دیا اس سے ایک ذرہ زیادہ کا علم ثابت کرنا شرک ہے، سب کتب شرعیہ سے یہی مستفاد ہے"

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ صاحب براہین کے نزدیک صرف اس علم کا ثابت کرنا شرک ہے جو علاوہ عطاء خداوندی کے کسی مخلوق کے لئے ثابت کیا جائے اور اسی کا نام علم ذاتی ہے۔ پھر اسی بحث میں کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں۔

"عقیدہ اہلسنت کا یہ ہے کہ کوئی صفت حق تعالٰے کی بندے میں نہیں ہوتی اور جو کچھ اپنی صفات کا ظل کسی کو عطا فرماتے ہیں اس سے زیادہ ہرگز کسی میں ہونا ممکن نہیں ---------- پھر جس کو جس قدر علم عطا فرما دیا ہے اس سے زیادہ وہ ہرگز ذرہ بھر بھی نہیں بڑھ سکتا۔ شیطان اور ملک الموت کو جس قدر وسعت دی (جس کو مولوی عبدالسمیع صاحب نے دلائل سے ثابت کیا ہے) اس سے زیادہ کی ان کی کچھ قدرت نہیں"

پھر فرماتے ہیں۔

"علم مکاشفہ جس قدر حضرت خضرؑ کو ملا، اس سے زیادہ پر وہ قادر نہ تھے اور حضرت موسیٰؑ کو باوجود افضلیت کے نہ ملا، تو وہ حضرت خضرؑ مفضول کی برابر بھی اس علم مکاشفہ کو پیدا نہ کر سکے"

یعنی یہ خیال غلط ہے کہ کوئی افضل اپنی افضلیت کی وجہ سے بغیر عطاء خداوندی کوئی صفت کمال مفضول سے زیادہ اپنے اندر پیدا کر سکے بلکہ جس کو جو کچھ علم وغیرہ ملے گا وہ اللہ تعالٰے ہی سے ملے گا۔ اس مضمون کو مدلل کرنے کے بعد صاحب براہین تحریر فرماتے ہیں۔

"الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان اور ملک الموت کا حال دیکھ کر (یعنی یہ دیکھ کر کہ ان کو بعض مواقع زمین کا علم حاصل ہے جیسا کہ مولوی عبدالسمیع صاحب کے دلائل سے معلوم ہوا) علم محیط زمین کا (علم ذاتی) فخر عالمؐ کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا (یعنی اس اٹکل سے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شیطان اور ملک الموت سے افضل ہیں تو آپ بوجہ اپنی اس افضلیت

(اپنے
کے اندر خود ہی ساری زمین کا علم پیدا کر لیں گے) شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت (یعنی اللہ کے حکم سے بہت سے مواقع زمین کا علم ہونا) نص سے ثابت ہوئی (یعنی اس نص سے جو مولوی عبدالسمیع صاحب نے پیش کی) فخر عالم ؐ کی وسعت علم کی (یعنی علم ذاتی کی کیونکہ قیاس فاسد اور محض اٹکل سے تو وہی ثابت کیا جارہا ہے اور حضرت مولانا اسی کی بحث فرما رہے ہیں جیسا کہ اوپر کے مضمون سے معلوم ہو چکا اور آئندہ خود حضرت مرحوم کی تصریح سے معلوم ہو جائے گا) کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے "۔

اس آخری جملہ سے بھی صاف معلوم ہو گیا کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مرحوم یہاں اسی وسعت علم کی بحث فرمارہے ہیں جس کا ثابت کرنا شرک ہے اور یہ سب سے پہلی سطر نے بتلا دیا تھا کہ شرک صرف اسی علم کا ثابت کرنا ہے جو عطاء خداوندی کے علاوہ ذاتی طور پر ثابت کیا جائے۔

الغرض زیر بحث عبارت سے پہلی عبارت اور اس سے متصل ہی اس کے بعد کی عبارت صاف طور سے بتلا رہی ہے کہ صاحب براہین اس موقع پر صرف وسعت علم ذاتی میں کلام فرمارہے ہیں اور اسی کو انہوں نے شرک قرار دیا ہے۔

یہاں تک تو سیاق و سباق کے قرائن سے ہم نے اپنا مدعا ثابت کیا ہے، اور اگرچہ یہ قرائن بھی تصریحات سے کچھ کم نہیں لیکن اس کے بعد ہم مصنف براہین کی صاف و صریح عبارت پیش کرتے ہیں جس میں انہوں نے نہایت صفائی کے ساتھ اس کو واضح کر دیا ہے کہ میری یہ بحث صرف علم ذاتی میں ہے نہ کہ عطائی میں۔ ملاحظہ ہو اسی بحث اور اسی قول میں خان صاحب کی نقل کردہ عبارت سے چند ہی جملوں کے بعد یہ عبارت ہے۔

" اور یہ بحث اس میں ہے کہ علم ذاتی آپ کو کوئی ثابت کر کے یہ عقیدہ کرے جیسا جہلاء کا یہ عقیدہ ہے۔ اگر یہ جانے کہ حق تعالٰے اطلاع دے کر حاضر کر دیتا ہے تو شرک تو نہیں مگر بدوں ثبوت شرعی کے اس پر عقیدہ درست بھی نہیں "۔

غور فرمایا جائے، مصنف براہین نے کتنی وضاحت کے ساتھ اس کو بیان کر دیا کہ شرک کا حکم صرف اس صورت میں ہے جب کوئی شخص حضور ؐ کے لئے علم ذاتی ثابت کرے۔[1]

[1] حاشیہ بر صفحہ آئندہ۔

اور ہم پہلے مقدمہ کے ذیل میں " الدولۃ المکیۃ " اور " خالص الاعتقاد " کے حوالہ سے خود خان صاحب کی تصریح نقل کر چکے ہیں کہ اگر کوئی شخص اللہ کے سوا کسی کے لئے بھی ایک ذرہ سے کمتر سے کمتر کا علم ذاتی ثابت کرے تو وہ مشرک ہے۔

پس مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی جرم ایسا نہیں جس میں خان صاحب برابر کے شریک نہ ہوں اور اگر بفرض براہین میں یہ تصریح بھی نہ ہوتی اور سیاق و سباق کے وہ قرائن بھی نہ ہوتے جو علم ذاتی کے مراد لینے پر مجبور کر رہے ہیں، تب بھی اس جگہ وسعت علم سے علم عطائی کی وسعت مراد لینا بالخصوص مولوی احمد رضا خان صاحب کے لئے کسی طرح جائز نہ تھا۔ وہ " خالص الاعتقاد " صفحہ ۲۸ پر بطور قاعدہ کلیہ کے لکھ چکے ہیں کہ۔

" آیات و احادیث و اقوال علماء جن میں دوسرے کے لئے علم غیب (اثبات) سے انکار ہے ان میں قطعاً یہی دو قسمیں (ذاتی یا محیط کُل) مراد ہیں "

پس براہین قاطعہ میں جس علم کے اثبات کو شرک کہا گیا ہے وہ بدرجۂ اولیٰ ذاتی یا محیطِ کُل پر محمول ہونا چاہیئے لیکن افسوس ہے کہ شوقِ تکفیر نے اپنا لکھا ہوا اصول بھی بھلا دیا۔ سچ ہے حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمُّ۔

یہاں تک براہینِ قاطعہ کے متعلق خان صاحب کے دوسرے اعتراض کا جواب ہوا جس کا حاصل صرف اس قدر ہے

لہ (حاشیہ صفحہ گزشتہ) مولوی احمد رضا خان صاحب نے اپنے رسالہ " الموت الاحمر " میں براہینِ قاطعہ کی اس عبارت پر بڑا پیچ و تاب کھایا ہے اور بہت زیادہ زور اس پر دیا ہے کہ مولوی عبد السمیع صاحب نے انوارِ ساطعہ میں کہیں علم ذاتی ثابت نہیں کیا پس ان کے جواب میں علم ذاتی کا ابطال کسی طرح امرِ معقول نہیں نیز دوسرے رضاخانی صاحبان بھی اس بحث میں ان ہی کی پیروی میں یہی کہا کرتے ہیں۔ سرِ دست اس کے متعلق ہم صرف اتنا عرض کریں گے کہ یہ بات تو صاحبِ براہین کی تصریحات سے ثابت ہے کہ شرک کا حکم صرف علم ذاتی کے اثبات پر ہے۔ اب یہ کہنا کہ جانبِ مخالف جب اس کا مثبت نہیں تو اس کا ابطال اور شرک کا حکم لگانا کیسا؟ ایک الگ علمی بحث ہے جس کا مبحثِ تکفیر سے کوئی تعلق نہیں۔ ہاں اگر تکفیر کی غلطی تسلیم کر لینے کے بعد ہم سے یہ سوال کیا جائے تو انشاء اللہ اس کا بھی ایسا تشفی بخش جواب دیا جائے گا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کی روح بھی حیرت کرے کہ اتنی کھلی ہوئی چیز مجھ سے کیوں مخفی رہی۔ ۱۲ (مؤلف)

کہ اعتراض جب وارد ہو سکتا تھا کہ شیطان کے لئے جو علم تسلیم کیا گیا تھا اسی کے اثبات کو شرک کہا گیا ہوتا، حالانکہ واقعہ اس کے خلاف ہے شیطان کے لئے علم عطائی تسلیم کیا گیا ہے اور شرک علم ذاتی کے اثبات کو کہا گیا ہے۔ وشتان ما بینهما۔

براہینِ قاطعہ پر خانصاحب کے تیسرے اعتراض کا جواب

مؤلف براہین قاطعہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر خانصاحب کا تیسرا اعتراض یہ تھا کہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف پر تو نص قطعی کا مطالبہ کرتا ہے اور نفی کے موقع پر خود ایک باطل روایت سے استدلال کیا"

روایت کی حیثیت کے متعلق تو انشاءاللہ ابھی چوتھے اعتراض کے جواب میں عرض کیا جائے گا، یہاں تو ہم صرف خان صاحب کے اس علمی مغالطہ کا جواب دینا چاہتے ہیں کہ "ثبوت کے لئے نص قطعی کا مطالبہ کیا اور نفی کے موقع پر خود ایک روایت پیش کی"

کاش خان صاحب اعتراض کرنے سے پہلے یہ غور فرمالیتے کہ مصنف براہین نے اس موقع پر جو حدیثیں پیش کی ہیں وہ مدعی اور مستدل ہونے کی حیثیت سے پیش کی ہیں، یا مانع اور معارض ہونے کی حیثیت سے، اور کاش اصول مناظرہ کی کسی کتاب میں ان دونوں حیثیتوں کا فرق بھی ملاحظہ فرمالیتے۔

واقعہ یہ ہے کہ صاحب براہین نے عقیدہ کے اثبات کے لئے نص قطعی کا مطالبہ کیا ہے اور مولوی عبد السمیع صاحب مصنف "انوارِ ساطعہ" کے قیاس کے معارضہ میں خود احادیث پیش کی ہیں اور یہ دونوں چیزیں صحیح ہیں۔ عقیدہ کے ثبوت کے لئے بے شک نصِ قطعی ہی کی ضرورت ہے۔ خود مولوی احمد رضا خان صاحب کو بھی اصولاً یہ تسلیم ہے (ملاحظہ ہو انباء المصطفیٰ) اور بے شک قیاس کے معارضہ میں احادیث کیا معنی قیاس بھی پیش کیا جا سکتا ہے (ملاحظہ ہو مناظرہ رشیدیہ اور اس کے حواشی)۔

براہین قاطعہ پر چوتھا اعتراض اور اس کا جواب

چوتھا اعتراض یہ تھا کہ "صاحب براہین نے نقل میں خیانت کی، اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح نے جس روایت کو نقل کرکے رد کیا، اس کو ان کی طرف منسوب کرکے نقل کر دیا اور رد کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا تو گویا " لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ " تو لے لیا " اَنْتُمْ سُکَارٰی " کو چھوڑ دیا۔

خان صاحب کی ذریت ہمیں معاف فرمائے، یہاں ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ چونکہ وہ خود اس قسم کی کاروائیوں کے عادی تھے اس لئے انہوں نے دوسروں کو بھی ایسا ہی سمجھا، لیکن ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ان باتوں کی ضرورت صرف اہل باطل کو پیش آتی ہے حق پرستوں کو اس کی حاجت نہیں، مگر چونکہ خان صاحب کا یہ اعتراض بھی موضوع تکفیر سے غیر متعلق ہے اس لئے اس کے جواب میں بھی یہاں ہم اختصار ہی سے کام لیں گے۔

دیکھنا یہ ہے کہ اس موقع پر "صاحب براہین " کے الفاظ کیا ہیں؟ ملاحظہ ہو، صفحہ ۵۱ کی ساتویں سطر میں فرماتے ہیں۔

" اور شیخ عبدالحق رہ روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں "

یہاں صاحب براہین رح نے شیخ کی کسی خاص کتاب کا نام نہیں لیا ہے۔ پس اگر شیخ کی کسی ایک کتاب میں بھی یہ روایت بغیر جرح و تردید کے مذکور ہو تو صاحب براہین کا حوالہ بالکل صحیح ہے۔ اور یہ سمجھا جائے گا کہ انہوں نے وہیں سے نقل کیا ہے۔ اس کے بعد ملاحظہ ہو مشکوٰۃ المصابیح باب صفۃ الصلوٰۃ کی فصل ثالث کے اخیر میں ذیل کی حدیث درج ہے۔

عن ابی ھریرۃ رض قال صلی بنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الظھر وفی مؤخر الصفوف رجل فاساء الصلوٰۃ فناداہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یا فلان الا تتقی اللّٰہ الا تری کیف تصلی انکم ترون انہ یخفی علی شیٔ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو (ایک دفعہ) ظہر کی نماز پڑھائی اور پچھلی صفوں میں ایک شخص تھا جس نے نماز اچھی طرح نہیں پڑھی۔ پس جب سلام پھیر دیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پکارا کہ اے فلانے کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ تم کیسی نماز پڑھتے ہو؟ تم

مما تصنعون واللہ انی لاریٰ من خلفی کما اریٰ من بین یدیّ۔

(رواہ احمد)

سمجھتے ہو کہ جو کچھ تم کرتے ہو، اس میں سے کوئی بات مجھ پر پوشیدہ رہتی ہے۔ خدا کی قسم! میں اپنے پیچھے کے لوگوں کو اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح اپنے سامنے والوں کو۔ (روایت کیا اس کو امام احمدؒ نے)۔

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے حضرت شیخ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمۃ "اشعۃ اللمعات" صفحہ ۳۹۲ پر ارقام فرماتے ہیں۔

"بداں کہ ایں دیدن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم از پس وپیش بطریق خرق عادت بود بوحی یا بالہام وگاہ گاہے بود نہ دائم ومؤید آں است انچہ در خبر آمدہ است کہ چوں ناقہ آنحضرت ؐ گم شدہ ودرنیافت کہ کجا رفت منافقاں گفتند کہ محمدؐ می گوید کہ خبر آسمان می رسانم ونمی داند کہ ناقہ او کجا است۔ پس فرمود آنحضرت ؐ واللہ من نمی دانم مگر انچہ بداناند مرا پروردگار من اکنوں بنمود مرا پروردگار من کہ وے در جائے چنیں وچناں است ومہارش در شاخ درختے بند شدہ است ونیز فرمودہ است کہ من بشرم نمی دانم کہ در پس ایں دیوار چیست یعنی بے دانانیدن حق سبحانہ۔

(اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۳۹۲)

جان کہ دیکھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آگے اور پیچھے سے بطور خرق عادت تھا، وحی یا الہام سے اور کبھی کبھی تھا نہ ہمیشہ۔ اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ مبارک گم ہو گئی اور یہ نہ معلوم ہوا کہ کہاں گئی، تو منافقوں نے کہا کہ محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کہتے ہیں کہ میں آسمان کی خبر دیتا ہوں اور ان کو کچھ خبر نہیں کہ ان کی ناقہ کہاں ہے، تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اللہ کی میں نہیں جانتا مگر وہ کہ میرے پروردگار نے مجھ کو بتلا دیا ہے۔ اب میرے پروردگار نے مجھ کو دکھا دیا ہے کہ وہ فلاں جگہ ہے اور اس کی مہار ایک درخت کی شاخ میں بندھی ہوئی ہے۔ اور یہ بھی حضور ؐ نے فرمایا کہ میں بشر ہوں میں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے، یعنی بے بتلائے حق سبحانہ کے۔"

یہاں شیخ رحؒ نے اس روایت کو نقل فرمایا اور کوئی جرح نہیں فرمائی۔ لہٰذا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب علیہ الرحمۃ

کا سوال بالکل صحیح ہوا۔ بلکہ غور کیا جائے تو شیخ رح کی اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ روایت ان کے نزدیک قابل اعتبار ہے۔ کیوں کہ یہاں اس کو شیخ رح نے اپنے دعوے کی تائید میں پیش کیا ہے۔ اور شیخ رح کی ثقاہت سے یہ بعید ہے کہ وہ کسی روایت کو باطل محض سمجھتے ہوئے اپنے دعوے کی تائید میں پیش کریں۔ پس مقام تائید میں شیخ کا اس روایت کو نقل فرمانا صریح دلیل اس کی ہے کہ یہ ان کے نزدیک معتبر ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ شیخ رح نے "مدارج النبوت" میں ایک جگہ اسی روایت کے متعلق یہ بھی فرمایا ہے کہ "اس کی کوئی اصل نہیں" سو اگرچہ اس سوال کا جواب ہمارے ذمہ نہیں۔ مگر تاہم ناظرین کے دفع خلجان کے لئے اس کے متعلق بھی کچھ مختصراً عرض کرتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ مشہور محتاط اور متشدد محدث حافظ ابن جوزی رح (حدیث کے بارے میں جن کی غیر معمولی احتیاط اور حد اعتدال سے بڑھا ہوا تشدد اہل علم کو معلوم ہے) نے اس روایت کو اپنی بعض کتابوں میں بلا اسناد کے نقل فرمایا ہے۔ اور ان جیسے محتاط ناقد بصیر محدث کا کسی روایت کو بغیر جرح کے نقل کرنا اس کے معتبر ہونے کی کافی دلیل ہے۔ اور اسی وجہ سے شیخ علیہ الرحمۃ نے روایت کو معتبر سمجھا اور "اشعۃ اللمعات" کی مذکورہ بالا عبارت میں اپنے دعوے کی تائید میں پیش کر دیا، مگر چونکہ اس روایت کی اسناد منقول نہیں، اس لئے "مدارج النبوت" میں ایک جگہ یہ بھی فرما دیا کہ "اس کی کوئی اصل نہیں" یعنی اسناد نہیں۔ اس طرح شیخ رح کے کلام کا تعارض بھی دفع ہو جاتا ہے اور کوئی اشکال بھی باقی نہیں رہتا۔ اور یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رح کا کلام بھی اس روایت کے متعلق بظاہر اس طرح متعارض ہے۔ چنانچہ قسطلانی "مواہب لدنیہ" میں حافظ سخاوی رح کی مقاصد حسنہ سے ناقل ہیں کہ۔

حدیث ما اعلم ما خلف جداری هذا	یہ حدیث کہ "میں نہیں جانتا جو میری اس دیوار
قال شیخنا شیخ الاسلام ابن حجر لا اصل	کے پیچھے ہے" ہمارے شیخ، شیخ الاسلام حافظ ابن
له قلت ولکنه قال فی تلخیص تخریج احادیث	حجر رح اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ "اس حدیث کی اصل
الرافعی عند قوله فی الخصائص ویری	نہیں" میں کہتا ہوں کہ مگر تخریج احادیث رافعی کی تلخیص
من وراء ظهره کما یری من قدامه	میں خصائص کے بیان میں اس کے اس قول کے پاس کہ
هو فی الصحیحین وغیرهما من حدیث	"اور آپ دیکھتے تھے اپنے پس پشت جس طرح دیکھتے تھے

انس و غیرہ و الاحادیث الواردۃ بذالك مقیدۃ بحالة الصلوۃ وبذالك یجمع بینه وبین قوله علیه السلام لا اعلم ما وراء جداری هذا انتهی وهذا مشعر بوروده -

اپنے آگے " خود انہی (حافظ ابن حجرؒ) نے فرمایا ہے کہ یہ حضرت انس رضؓ وغیرہ سے صحیحین اور ان کے علاوہ دوسری کتب حدیث میں مروی ہے اور جن احادیث میں یہ مضمون (یعنی حضرت اقدس ﷺ کا پس پشت کی چیزوں کو دیکھنا) وارد ہوا ہے وہ نماز کی حالت کے ساتھ مقید ہیں اور اس توجیہ سے تطبیق ہو جاتی ہے اس میں اور حضور علیہ السلام کے فرمان میں کہ " میں نہیں جانتا اس کو جو میری اس دیوار کے پیچھے ہے " ختم ہوا (کلام حافظ ابن حجر کا، اس کے بعد حافظ سخاویؒ فرماتے ہیں کہ) اور (ہمارے شیخ کے) اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث وارد ہوئی ہے "

علامہ زرقانی رحؒ شرح مواہب میں حافظ سخاوی رحؒ کے اس قول کے بعد فرماتے ہیں کہ۔

فینافی قوله لا اصل لها فهو تناقض منه و یمکن ان مراده لا اصل له معتبر لکونه ذکر بلا اسناد لا ان مراده بطلانه -

پس ان کا (یعنی حافظ ابن حجرؒ کا) یہ قول ان کے اس قول کے منافی ہے (جس میں انہوں نے اس حدیث کے متعلق کہا ہے کہ) " اس کی اصل نہیں " پس یہ ان کی جانب سے (کھلا ہوا) تناقض ہے اور ممکن ہے کہ اس قول سے ان کی مراد یہ ہو کہ " اس حدیث کی اصل معتمد نہیں " کیوں کہ وہ بلا اسناد منقول ہوئی ہے، یہ مطلب نہیں کہ سرے سے باطل ہے۔

پس ہم نے شیخ علیہ الرحمۃ کے مدارج والے قول کی جو توجیہ کی ہے وہ بعینہٖ وہی ہے جو علامہ زرقانی رحؒ نے حافظ ابن حجرؒ کے کلام کی کی ہے۔

یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا، وہ شیخ رحؒ کے قول " اصلے ندارد " کی توجیہ سے متعلق تھا اور اپنے فریضہ سے زائد۔ ورنہ ہمارے ذمہ صرف اسی قدر تھا کہ شیخ رحؒ کی کسی تصنیف سے بس اتنا ثابت کر دیتے کہ انہوں نے اسکو بلا جرح نقل فرمایا ہے۔

یہ ہمارا بتبرع تھا کہ ہم نے شیخ رح کے طرز عمل سے روایت کا معتبر ہونا بھی ثابت کر دیا اور ان کے دونوں قولوں کے ظاہری تعارض کو بھی اٹھا دیا۔ فللہ الحمد والمنۃ۔

اور قطع نظر ان تمام چیزوں سے اس میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ یہ روایت معناً صحیح ہے اور بہت سی صحیح حدیثیں اس کے مضمون کی تائید کرتی ہیں۔ چنانچہ صحیحین اور سُنن نسائی میں حضرت زینب زوجۂ ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں زکوٰۃ کے متعلق ایک مسئلہ پوچھنے کی غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر حاضر ہوئی جب میں پہنچی تو اسی ضرورت سے ایک انصاری بی بی بھی وہاں کھڑی ہوئی تھیں ------ پس حضرت بلال رض ہمارے پاس آئے تو ہم نے ان سے کہا۔

ائت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرہ ان امرأتین بالباب تسألانک اتجزی الصدقۃ عنھما علی ازواجھما وعلی ایتام فی حجورھما ولا تخبرہ من نحن فسألہ بلال فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ھما فقال امرأۃ من الانصار وزینب فقال لہ ای الزیانب قال امرأۃ عبد اللہ فقال لھما اجران اجر القرابۃ واجر الصدقۃ۔

آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں جائیے اور ان کو اطلاع دیجئے کہ دو عورتیں دروازہ پر کھڑی ہیں اور یہ مسئلہ دریافت کرنا چاہتی ہیں کہ " اگر وہ اپنے شوہروں اور ان یتیم بچوں پر جو ان کی پرورش میں ہیں صدقہ کر دیں تو کیا ادا ہو جائے گا ؟ اور (اے بلال رض دیکھو) حضرت م کو یہ مت خبر دینا کہ ہم کون ہیں۔ پس حضرت بلال رض نے حضور م سے وہ مسئلہ اسی طرح دریافت کیا۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ وہ پوچھنے والیاں کون ہیں ؟ حضرت بلال رض نے عرض کیا کہ ایک کوئی انصاری بی بی ہیں اور ایک زینب، حضورؐ نے فرمایا کہ کون زینب ؟ حضرت بلال رض نے عرض کیا کہ عبد اللہ ابن مسعود رض کی بیوی۔ تو حضور م نے فرمایا کہ اس صورت میں ان کو دو اجر ملیں گے ایک صدقہ کا ایک قرابت کا "

سو اگر حضور م کو دیوار کے پیچھے کی سب باتیں معلوم ہو جایا کرتیں تو حضرت بلال رض سے نام دریافت کرنے کی کیا ضرورت

ہوتی ؟ پس آپ کا نام دریافت فرمانا اور زینب نام معلوم ہونے پر یہ فرمانا کہ کون سی زینب ؟ صریح دلیل اس کی ہے کہ آپ کو دیوار کے پیچھے کی بعض باتیں معلوم نہیں ہوتی تھیں۔

نیز حیاتِ طیبہ کے اخیر دنوں میں حالتِ مرض میں حضورؐ کا اپنی جماعت کو دیکھنے کے لئے حجرۂ مبارکہ کے دروازہ پر تشریف لانا اور پردہ ہٹا کر مسجد نبوی میں نماز پڑھنے والی جماعت کو دیکھنا (جس کا ذکر کتب صحاح میں ہے) اور بالخصوص آخری دن بار بار یہ دریافت فرمانا کہ اَصَلَّی النَّاس ؟ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ؟ حالانکہ مسجد مبارک اور حجرۂ شریفہ میں صرف دیوار ہی حائل تھی، صریح دلیل اس کی ہے کہ دیوار کے پیچھے کی کچھ باتیں حضورؐ کو معلوم نہیں ہوتی تھیں۔ پس اگر کسی حدیث میں یہ وارد ہوا ہو کہ۔

واللّٰہ لا ادری ما وراء جداری ھٰذا اوکما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

(یعنی اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا اس کو جو اس دیوار کے پیچھے ہے) تو اس میں کیا استبعاد ہے۔ بہرحال اس روایت کی معنوی صحت سے تو کسی کو بھی انکار کی جرأت نہیں ہو سکتی۔

اور پھر اگر ان باتوں سے بھی قطع نظر کر لیا جائے تو یہ ہر منصف مزاج کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ صاحب براہین نے اس روایت کو علم ذاتی کی نفی کے موقع پر پیش کیا ہے۔ کیونکہ ہم خود صاحب براہین کی تصریحات سے ثابت کر چکے ہیں کہ ان کی وہ تمام بحث علم ذاتی کے متعلق ہے تو گویا اس روایت کو انہوں نے علم ذاتی کی نفی پر محمول کیا ہے۔ اور ہم خود مولوی احمد رضا خان صاحب کی تصریحات سے ثابت کر چکے ہیں کہ وہ بھی علم ذاتی کے قائل نہیں، بلکہ جو شخص ایک ذرہ یا اس سے بھی کمتر سے کمتر کا علم ذاتی غیر اللہ کے لئے مانے وہ ان کے نزدیک بھی کافر و مشرک ہے۔ پس اس اعتبار سے تو یہ روایت خان صاحب کے نزدیک بھی معناً صحیح ہے۔ اور وہ تو خود فرما چکے ہیں کہ

> "آیات واحادیث واقوالِ علماء جن میں دوسروں کے لئے اثبات علم غیب سے انکار ہے، ان میں قطعاً یہی دو قسمیں (یعنی ذاتی یا محیط کل) مراد ہیں" خالص الاعتقاد، ص ۲۸۔

پس جب کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کو علم ذاتی کی نفی پر محمول فرما رہے ہیں۔ تو پھر خان صاحب یا ان کی ذریت کے لئے کیا محل اعتراض ہے۔

ہم شروع ہی میں عرض کر چکے ہیں کہ یہ بحث موضوع تکفیر سے غیر متعلق ہے۔ اس لئے ہم اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں۔

یہاں تک عبارات براہین قاطعہ کی بحث ختم ہوگئی اور خان صاحب کے چاروں اعتراضوں کے جوابات سے ہم بعون اللہ تعالیٰ فارغ ہوگئے۔ اب حسام الحرمین کی آخری بحث متعلق عبارت حفظ الایمان شروع ہوتی ہے۔

لہ واضح ہے کہ خان صاحب کے دوسرے اعتراض کے جواب میں جو ذاتی اور عطائی کا فرق ہم نے دکھلایا ہے وہ پہلے اعتراض کے جواب میں بھی جاری ہوسکتا ہے۔ فافہم وتامل۔ ۱۲ منہ

(۴)

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ

پر

توہینِ شان سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا بہتان

اور

اُس کا جواب

مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق —— حسام الحرمین —— صفحہ ۲۰ و ۲۱ پر فرماتے ہیں۔

ومن کبراء ھؤلاء الوھابیۃ الشیطانیۃ رجل اٰخر من اذناب الگنگوھی یقال لہ اشرف علی التانوی صنف رسیلۃ لا تبلغ اربعۃ اوراق وصرح فیھا بان العلم الذی لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالمغیبات فان مثلہ حاصل کل صبی وکل مجنون بل کل حیوان وکل بھیمۃ وھذا لفظہ الملعون۔ ان صح الحکم علی ذات النبی المقدسۃ بعلم المغیبات کما یقول بہ زید فالمسئول

اور اس فرقہ وہابیہ شیطانیہ کے بڑوں میں ایک اور شخص اسی گنگوہی کے دُم چھلوں میں ہے جسے اشرف علی تھانوی کہتے ہیں۔ اس نے ایک چھوٹی سی رسلیا تصنیف کی چار ورق کی بھی نہیں، اور اس میں تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر بچے اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے اور اس کی ملعون عبارت یہ ہے۔

آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کُل۔ اگر بعض علوم غیبیہ

عنه انه ماذا اراد بهذا ابعض الغيوب ام كلها فان اراد البعض فاى خصوصية لحضرة الرسالة فان مثل هذا العلم بالغيب حاصل لزيد وعمرو بل لكل صبى ومجنون بل لجميع الحيوانات والبهائم وان اراد الكل بحيث لا يشذ منه فرد فبطلانه ثابت نقلا وعقلا اه۔

مراد ہیں تو اس میں حضورؐ کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ الی قولہ۔ اور اگر تمام علوم غیب مراد ہیں، اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے۔

اقول فانظر الى آثار ختم الله تعالى كيف يسوى بين رسول الله تعالى عليه وسلم وبين كذا وكذا۔

میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مہر کا اثر دیکھو، یہ شخص کیسی برابری کر رہا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور چنیں وچناں میں۔

اس جگہ خان صاحب نے حضرت حکیم الامت رح کے متعلق جو سخت اور متعفن کلمات استعمال کئے، ان کا جواب تو ہم کچھ بھی نہیں دے سکتے۔ اس کا ترکی بترکی کلہ بکلہ جواب وہی بازاری دے سکتا ہے جو گالیوں کے فن میں بھی مجتہدانہ شان رکھتا ہو۔ ہم تو اس فن سے بالکل عاری اور عاجز ہیں۔ ادھر قرآن حکیم کا ارشاد ہے۔

قُل لِّعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنزَغُ بَيْنَهُمْ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلْإِنسَانِ عَدُوًّا مُّبِينًا۔ (بنی اسرائیل ۱۷، ۵۳)

اے رسولؐ! آپ میرے (ایمان والے) بندوں سے کہئے کہ وہ بات کہیں جو اچھی ہو، بتحقیق شیطان پھوٹ ڈلواتا ہے ان کے درمیان، بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

دوسری جگہ خود حضورؐ کو ارشاد ہے۔

---

[1] یہاں "حفظ الایمان" میں "صلی اللہ علیہ وسلم" چھپا ہوا ہے خانصاحب نے اس کو اڑا دیا۔

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ   آپ بدی کا جواب نیکی سے دیجیے۔ (المؤمنون ۲۳-۹۶)

پس حسب فرمودۂ قرآن ہم خان صاحب کی ان گالیوں کے جواب میں حرف حق تعالٰے سے یہ عرض کریں گے کہ خداوندا! خان صاحب تو اس دنیا سے جاچکے، اب ان کے اخلاف کو ایسی بری عادتوں سے بچا جو دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں حرمان و خسران کا باعث ہوں۔

اس کے بعد ہم اصل بحث کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔" واللہ الهادی الی سبیل الرشاد۔

معلوم ہوتا ہے کہ — حسام الحرمین — لکھتے وقت خان صاحب نے قسم کھائی تھی کہ کسی معاملہ میں بھی سچائی اور دیانتداری سے کام نہ لوں گا۔ غور تو کیجیے، کہاں حفظ الایمان کی اصل عبارت اور اس کا حقیقی اور واقعی مطلب، اور کُجا خان صاحب کا تصنیف کردہ یہ لعنتی مضمون —— کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے، ایسا تو ہر بچے اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چارپائے کو حاصل ہے۔ (معاذ اللہ) —— کاش خان صاحب اپنا فیصلۂ کفر سنانے سے پہلے "حفظ الایمان" کی پوری عبارت بغیر قطع و برید کے نقل کر دیتے تو ناظرین کو خود ہی حقیقت معلوم ہو جاتی اور ہم کو جواب دہی کے لئے قلم اٹھانے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ "حفظ الایمان" حضرت حکیم الامت (دامت برکاتہم) کا ایک مختصر سا رسالہ ہے۔ جس میں تین بحثیں ہیں۔ اور تیسری بحث یہ ہے کہ۔

"حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا درست ہے یا نہیں؟

واضح رہے کہ مولانا کی بحث اس میں نہیں ہے کہ "حضور اقدس کو علم غیب تھا یا نہیں؟ اور تھا تو کتنا تھا؟" بلکہ وہاں مولانا مدظلہٗ صرف اتنا ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضورؐ کو "عالم الغیب" کہہ نہیں سکتے۔ اور ان دونوں باتوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ کسی صفت کا واقع میں کسی ذات کے لئے ثابت ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ اس کا اطلاق بھی اس پر جائز ہو۔ قرآن کریم میں حق تعالٰے کو ہر چیز کا خالق بتلایا گیا ہے[1]۔ اور تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ عالم کی ہر چیز صغیر ہو یا کبیر، عظیم ہو یا حقیر سب اسی کی مخلوق ہے۔ لیکن باایں ہمہ فقہاء کرام تصریح فرماتے ہیں کہ اس کو۔ "خالق القردة والخنازیر"[2] کہنا ناجائز ہے۔ علیٰ ہذا قرآن مجید میں حق تعالٰے نے زرع (کھیتی) کی نسبت

---

[1] اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ، وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا، (الی غیر ذالک من الآیات)۔ [2] بندروں اور سوروں کا خالق۔ ۱۲

اپنی طرف فرمائی ہے۔ لیکن اس کی ذات پاک پر نعوذ کا اطلاق درست نہیں، اسی طرح بادشاہ کی طرف سے لشکر کو جو عطایا اور وظائف دیئے جاتے ہیں، اہل عرب ان پر رزق کا اطلاق کرتے ہیں۔ چنانچہ لغت کی عام کتابوں میں یہ محاورہ لکھا ہوا ہے کہ "رزق الامیر الجند[1]"، لیکن بایں ہمہ بادشاہ کو رازق یا رزاق کہنا درست نہیں۔ اور حضور ﷺ کے خصائل مبارکہ کے باب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

"آپ خود ہی اپنی نعل مبارک کو ٹانک لیا کرتے تھے اور خود ہی اپنی بکری دودھ لیا کرتے تھے" الخ

لیکن اس کے باوجود حضورِ اقدس ﷺ کو "خاصف النعل" (جفت دوز) اور "حالب الشاۃ" (بکری دوہنے والا) نہیں کہا جاسکتا۔ بہرحال یہ حقیقت ناقابلِ انکار ہے کہ بعض اوقات ایک صفت کسی ذات میں پائی جاتی ہے اور اس کا اطلاق درست نہیں ہوتا۔

ہم امید کرتے ہیں کہ اس تمہید سے ہمارے ناظرین سمجھ گئے ہوں گے کہ حضور ﷺ کو علم غیب ہونا نہ ہونا ایک الگ بحث ہے اور آپ کی ذاتِ مقدسہ پر عالم الغیب کے اطلاق کا جواز، عدم جواز یہ ایک الگ مسئلہ ہے۔ اور ان دونوں میں باہم تلازم بھی نہیں۔ جب یہ بات ذہن نشین ہوگئی تو اب سمجھئے کہ حفظ الایمان میں اس موقع پر حضرت مولانا کا مقصد صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ حضور ﷺ کی ذاتِ مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق ناجائز ہے، اور حضور ﷺ کو جس طرح "خاتم النبیین"، "سید المرسلین"، "رحمۃ للعالمین" وغیرہ وغیرہ القابات سے یاد کرسکتے ہیں، اس طرح لفظ "عالم الغیب" سے حضور ﷺ کو یاد نہیں کیا جاسکتا۔ اور اس مدعا کی دو دلیلیں مولانا نے پیش کی ہیں۔

پہلی دلیل کا خلاصہ صرف اس قدر ہے کہ چونکہ عام طور پر شریعت کے محاورات میں "عالم الغیب" اسی کو کہا جاتا ہے جس کو غیب کی باتیں بلا واسطہ اور بغیر کسی کے بتلائے ہوئے معلوم ہوں (اور یہ شان صرف حق تعالیٰ کی ہے) لہٰذا اگر کسی دوسرے کو عالم الغیب کہا جائے گا تو اس عرفِ عام کی وجہ سے لوگوں کا ذہن اسی طرف جائے گا کہ ان کو بھی بلا واسطہ غیب کا علم ہے (اور یہ عقیدہ صریح شرک ہے) پس حق جلّ مجدہٗ کے سوا کسی اور کو "عالم الغیب" کہنا بغیر کسی ایسے قرینہ کے جس سے معلوم ہوسکے کہ قائل کی مراد علمِ غیب بلا واسطہ نہیں ہے اس لئے نادرست ہوگا کہ اس سے

---

[1] امیر نے لشکر کو رزق دیا۔ ۱۲

ایک مشرکانہ خیال کا شبہ ہوتا ہے۔ قرآن و حدیث میں ایسے کلمات سے منع فرمایا گیا ہے جن سے اس قسم کی غلط فہمیوں کا اندیشہ ہو۔ چنانچہ قرآن کریم میں حضور ؐ کو لفظ "راعنا" سے خطاب کرنے کی ممانعت اور حدیث شریف میں اپنے غلاموں اور باندیوں کو "عبدی وامتی" کہنے سے نہی اسی لئے وارد ہوئی ہے کہ یہ کلمات ایک باطل معنی کی طرف موہم ہو جاتے ہیں اگرچہ خود متکلم کا قصد ایسا نہ ہو ـــــ یہ ہے حضرت مولانا تھانوی کی پہلی دلیل کا خلاصہ

ـــــ مگر چونکہ خان صاحب کو مولانا کی اس دلیل پر کوئی اعتراض نہیں ہے، بلکہ تقریباً یہی مضمون خود خان صاحب نے بھی اپنی کتاب "الدولۃ المکیۃ" میں ایک جگہ پوری تفصیل سے لکھا ہے۔ اس لئے اس کی تصویب و تائید میں ہم کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ اور اب مولانا کی دوسری دلیل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اسی میں وہ عبارت واقع ہے جس کے متعلق خان صاحب کا دعوےٰ ہے کہ۔

" اس میں تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر بچے اور ہر پاگل اور ہر جانور اور ہر چارپائے کو حاصل ہے "

لیکن ہم "حفظ الایمان" کی اصل عبارت نقل کرنے سے پہلے ناظرین کی سہولتِ فہم کے لئے یہ بتلا دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ اس دوسری دلیل میں مولانا نے مسئلہ کی دو شقیں کر کے ان میں سے ہر ایک کو غلط اور باطل ثابت کیا ہے ـ اور حاصل مولانا کی اس دوسری دلیل کا صرف یہ ہے کہ جو شخص حضور ؐ کی ذاتِ مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کرتا ہے اور آپ کو "عالم الغیب" کہتا ہے (مثلاً زید) وہ یا تو اس وجہ سے کہتا ہے کہ اس کے نزدیک حضور ؐ کو بعض غیب کا علم ہے۔ یا اس وجہ سے کہ آپ کو کُل غیب کا علم ہے ـ یہ دوسری شق تو اس لئے باطل ہے کہ آنحضرت ؐ کو کل غیب کا علم نہ ہونا، دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہے (اور خود مولوی احمد رضا خان صاحب بھی یہی کہتے ہیں)۔ اور پہلی شق (یعنی بعض غیب کی وجہ سے حضور ؐ کو عالم الغیب کہنا) اس لئے باطل ہے کہ اس صورت میں لازم آئے گا کہ ہر انسان بلکہ حیوانات تک کو "عالم الغیب" کہا جائے۔ کیونکہ غیب کی بعض باتوں کا علم تو سب کو ہے۔ کیونکہ ہر جاندار کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ضرور ہے جو دوسرے سے مخفی ہے۔ پس اس شق کی بنا پر چونکہ سب کو عالم الغیب کہنا لازم آتا ہے اور یہ عقلاً، نقلاً، عرفاً غرض ہر حیثیت سے باطل ہے۔ لہٰذا ملزوم (یعنی زید کا حضور ؐ کو بعض علوم غیبیہ کی وجہ سے عالم الغیب کہنا) بھی باطل ہوگا۔

یہ ہے مولانا کی ساری تقریر کا خلاصہ ـــــ اس کے بعد ہم حفظ الایمان کی اصل عبارت مع توضیح کے درج کرتے

ہیں۔ حضرت مولانا مدظلہٗ پہلی دلیل کی تقریر سے فارغ ہونے کے بعد ارقام فرماتے ہیں

"حفظ الایمان" کی عبارت اور اسکی توضیح

آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا اور آپ کی ذات قدسی پر لفظ عالم الغیب کا اطلاق کرنا) اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب (اسی زید سے) یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد (یعنی اس غیب سے جو لفظ "عالم الغیب" میں واقع ہے اور جس کی وجہ سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو "عالم الغیب" کہتا ہے) بعض غیب ہے یا کُل غیب (یہاں حضرت مولانا اس شخص سے جو حضرت کو عالم الغیب کہتا ہے اور اس کو جائز سمجھتا ہے جس کا فرضی نام زید ہے، یہ دریافت فرما رہے ہیں کہ تم جو حضور کو عالم الغیب کہتے ہو تو کس اعتبار سے؟ آیا اس وجہ سے کہ حضور کو بعض غیب کا علم ہے یا اس وجہ سے کہ آپ کو کل غیب کا علم ہے؟) اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں (یعنی تم حضور کو بعض علوم غیب کی وجہ سے "عالم الغیب" کہتے ہو، اور تمہارا یہی اصول ہے کہ جس کو غیب کی بعض باتیں بھی معلوم ہوں گی اس کو تم عالم الغیب کہوگے) تو اس میں (یعنی مطلق بعض غیب کے علم میں اور اس کی وجہ سے عالم الغیب کہنے میں) حضور ہی کی کیا تخصیص ہے؟ ایسا (بعض) علم غیب (کہ کسی کے عالم الغیب کہنے کے لئے جس کی تم ضرورت سمجھتے ہو یعنی مطلق بعض مغیبات کا علم) تو زید و عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیئے کہ (تمہارے اس اصول کی بنا پر کہ مطلق بعض غیب کے علم کی وجہ سے بھی عالم الغیب کہا جا سکتا ہے) سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔

"حفظ الایمان" کی عبارت میں خانصاحب بریلوی کی تحریفات کی تفصیل

یہ تھی حضرت کی اصل عبارت اور یہ تھا اس کا صاف اور صریح مطلب جو ہم نے عرض کیا۔ لیکن خان صاحب نے اپنی حاشیہ آرائی سے اس میں وہ معنے ڈالے کہ شیطان بھی جس کو سن کر پناہ مانگے۔ اس سلسلہ میں خان صاحب

نے جو تحریفات کیں ان کی مختصر تفصیل یہ ہے ۔

۱ : حفظ الایمان کی عبارت میں " ایسا " کا لفظ آیا تھا اور اس سے مطلق بعض غیوب کا علم مراد تھا نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اقدس ، مگر خان صاحب نے اس سے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف مراد لے لیا اور لکھ مارا کہ

" اس میں تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر بچے اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے " (حسام ص ۲۰)

۲ : حفظ الایمان کی اصل عبارت اس طرح تھی کہ

" ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون ، بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے "

خان صاحب نے اس کا آخری خط کشیدہ حصہ درمیان میں سے بالکل اڑا دیا ، کیونکہ اس سے صراحۃً معلوم ہو جاتا ہے کہ زید وعمرو وغیرہ کے متعلق جو علم تسلیم کیا گیا ہے وہ مطلق بعض غیب کا علم ہے ، نہ کہ معاذ اللہ رسول خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا علم شریف ۔

۳ : حفظ الایمان میں مذکورہ بالا عبارت کے بعد الزامی نتیجہ کے طور پر یہ فقرہ تھا ۔

" تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے "

خان صاحب نے اس کو بھی صاف اڑا دیا ۔ کیوں کہ اس فقرے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مصنف حفظ الایمان حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے علم کی مقدار میں کلام نہیں فرما رہے ، بلکہ ان کی بحث صرف عالم الغیب کے اطلاق میں ہے ، اور اتنا معلوم ہو جانے کے بعد خان صاحب کی ساری کارروائی کی حقیقت کھل جاتی ہے ۔ بہر حال خان صاحب نے صاحب حفظ الایمان کو کافر بنانے کے لئے یہ خیانتیں کیں ۔ اور جن فقروں سے عبارت حفظ الایمان کا صحیح مطلب بآسانی معلوم ہو سکتا تھا وہ درمیان سے بالکل حذف کر دیئے ۔ اور عبارت کا صرف ابتدائی اور آخری حصہ نقل فرما دیا ۔ اور ایک بڑی چالاکی یہ کی کہ عبارت حفظ الایمان کا جو عربی ترجمہ آپ نے علماء حرمین کے سامنے پیش کیا اس میں اس قسم کا کوئی اشارہ بھی نہیں کیا ، جس سے وہ حضرات سمجھ سکتے کہ اس عبارت کے درمیان میں سے

کچھ فقرے حذف کردیے گئے ہیں۔ چنانچہ ہمارے ناظرین "حسام الحرمین" کی اس عربی عبارت میں خان صاحب کی یہ دستکاری ملاحظہ فرما سکتے ہیں، جو ہم نے شروع بحث میں حسام الحرمین سے بلفظہ نقل کی ہے۔

عبارتِ حفظ الایمان کی مزید توضیح اگرچہ خان صاحب کی دیانت اور ان کے فتوے کا حال تو ہمارے ناظرین کو اسی قدر بیان سے معلوم ہو گیا ہوگا۔ مگر ہم مبحث کی مزید توضیح اور تفہیم کے لئے اس کے خاص خاص گوشوں پر کچھ اور روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔

حضرت حکیم الامت مدظلہٗ کی دوسری دلیل کا حاصل صرف اس قدر تھا کہ۔

حضورؐ کو عالم الغیب کہنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ کُل غیب کی وجہ سے آپ کو عالم الغیب کہا جائے۔ دوسری یہ کہ بعض غیب کی وجہ سے۔ پہلی شق تو اس لئے باطل ہے کہ آپ کو کُل غیب کا علم نہ ہونا دلائل نقلیہ وعقلیہ سے ثابت ہے۔ اور دوسری اس لئے باطل ہے کہ بعض غیب کا علم دنیا کی دوسری حقیر چیزوں کو بھی ہے تو اس اصول پر سب کو عالم الغیب کہنا پڑے گا جو ہر طرح سے باطل ہے۔ اگر اس دلیل کے اجزاء کی تحلیل کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بنیادی مقدمات صرف یہ ہیں۔

۱ : جب تک مبداء کسی چیز کے ساتھ قائم نہ ہو، اس پر مشتق کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً کسی کو عالم جب ہی کہا جا سکتا ہے جب کہ اس کی ذات میں علم کی صفت پائی جاتی ہو۔ اور زاہد اسی کو کہا جائے گا جس کے ساتھ زہد کی صفت قائم ہو۔ اور کاتب وہی کہلائے گا جو وصف کتابت کے ساتھ موصوف ہو (الیٰ غیر ذالک من الامثلۃ)۔

۲ : علت کے ساتھ معلول کا پایا جانا بھی ضروری ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ علت موجود ہو اور معلول نہ ہو۔

۳ : آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو کُل غیوب کا علم حاصل نہ تھا

۴ : مطلق بعض مغیبات کی خبر غیر انبیاء علیہم السلام بلکہ غیر انسانوں کو بھی ہو جاتی ہے۔

۵ : ہر زید وعمرو کو عالم الغیب نہیں کہہ سکتے۔

۶ : لازم کا بطلان ملزوم کے بطلان کو مستلزم ہے۔ یعنی جس بات کے ماننے سے کوئی امر باطل لازم آجائے

وہ خود باطل ہے۔

ان مقدمات میں سے پہلے دونوں اور آخری دونوں تو عقلی مسلمات میں سے ہیں اور گویا بدیہی ہیں جس سے دنیا کا کوئی عاقل بھی انکار نہیں کرسکتا۔ اس لئے سردست ہم صرف تیسرے اور چوتھے مقدمہ کو خان صاحب ہی کی تصریحات سے ثابت کرتے ہیں۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

حفظ الایمان کے اہم مقدمات کا ثبوت خود خانصاحب کی تصریحات سے

حضرت مولانا تھانوی مدظلہٗ کی دلیل کا تیسرا مقدمہ یہ تھا کہ۔

" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم حاصل نہ تھا "

اس کا ثبوت فاضل بریلوی کی تصریحات سے ملاحظہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کُل غیوب کا علم حاصل نہ تھا۔

فاضل موصوف " الدولۃ المکیۃ " صفحہ ۲۵ پر رقمطراز ہیں۔

فانا لا ندعی انه صلی اللہ علیه وسلم قد احاط بجمیع معلومات اللہ سبحانه وتعالی فانه محال للمخلوق۔

ہمارا یہ دعوےٰ نہیں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم شریف تمام معلومات الٰہیہ کو محیط ہے کیوں کہ یہ تو مخلوق کے لئے محال ہے۔

اور اسی "الدولۃ المکیۃ" میں ہے۔

ولا نثبت بعطاء اللہ تعالیٰ ایضا الا البعض۔

اور ہم عطائے الٰہی سے بھی بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع۔

(الدولۃ المکیۃ ص ۲۸ : خالص الاعتقاد ص ۲۳)

اور یہی خان صاحب تمہید ایمان صفحہ ۴۳ پر فرماتے ہیں۔

" حضور کا علم بھی جمیع معلومات الٰہی کو محیط نہیں "

نیز اسی تمہید کے صفحہ ۲۴ پر ہے۔

"اور جمیع معلوماتِ الٰہیہ کو علمِ مخلوق کا محیط ہونا بھی باطل اور اکثر علماء کے خلاف ہے"

خان صاحب کی ان تمام عبارات کا مفاد بلکہ مقصد یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع غیوب کا علم حاصل نہ تھا، بلکہ تمام غیوب کے علمِ تفصیلی کا حصول آپ کے لئے بلکہ ہر مخلوق کے لئے محال ہے اور اس کا عقیدہ رکھنا باطل اور اکثر علماء کے خلاف ہے" اور یہی بعینہٖ حضرت مولانا تھانوی کی دلیل کا تیسرا مقدمہ تھا جو بحمداللہ خان صاحب ہی کی تصریحات سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ فللّٰہ الحمد۔

حضرت مولانا کی دلیل کا چوتھا قابلِ غور مقدمہ یہ تھا۔

"مطلق بعض مغیبات کی خبر غیرِ انبیاء علیہم السلام بلکہ غیرِ انسانوں کو بھی ہو جاتی ہے"

اس کا ثبوت بھی خان صاحب بریلوی کی تصریحات سے ملاحظہ ہو۔

ہر مومن کو کچھ غیوب کا علم تفصیلی ضرور ہوتا ہے

فاضل موصوف "الدولۃ المکیۃ" صفحہ ۱۳ پر ارقام فرماتے ہیں۔

انا اٰمنا بالقیامۃ و بالجنۃ و بالنار و باللہ تعالیٰ و بالامھات السبع من صفاتہ عزوجل و کل ذالک غیب و قد علمنا کلا بحیالہ ممتازاً عن غیرہ فوجب حصول مطلق العلم التفصیلی بالغیوب لکل مومنٍ۔

بے شک ہم ایمان لائے ہیں قیامت پر اور جنت اور دوزخ پر اللہ تعالیٰ اور اس کے ساتوں صفاتِ اصلیہ پر اور یہ سب کچھ غیب ہے اور ہم کو اس کا علم تفصیلی حاصل ہے اس طور پر کہ ہمارے علم میں ان میں سے ہر ایک دوسرے سے ممتاز ہے۔ پس غیب کے مطلق علم تفصیلی کا حصول ہر مومن کے لئے واجب ہوا۔

نیز یہی خان صاحب "خالص الاعتقاد" صفحہ ۲۴ پر فرماتے ہیں۔

"(اللہ تعالیٰ)...... مسلمانوں کو فرماتا ہے "یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ" غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ ایمان تصدیق ہے اور تصدیق علم ہے جس شے کا اصلاً علم ہی نہ ہو اس پر ایمان لانا کیوں کر ممکن؟

لاجرم تفسیر کبیر میں ہے " لا یمتنع ان نقول نعلم من الغیب مالنا علیہ دلیل "

یہ کہنا کچھ منع نہیں کہ ہم کو اس غیب کا علم ہے جس پر ہمارے لئے دلیل ہے "

خان صاحب کی ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوا کہ ہر مومن کو غیب کا کچھ علم ضرور ہے۔

خانصاحب کے والد بزرگوار کو بھی غیب کا علم تھا

موصوف اپنے والد ماجد کی ایک پیشین گوئی کا ذکر فرما کر ارشاد فرماتے ہیں۔

" یہ چودہ برس کی پیشین گوئی حضرت نے فرمائی۔ اللہ تعالےٰ اپنے مقبول بندوں کو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے غلامانِ غلام کے کفش بردار ہیں، علوم غیب دیتا ہے "

(ملفوظات اعلیٰ حضرت)

خانصاحب کے نزدیک گدھے کو بعض غیوب کا علم

خان صاحب نے (اس کے ثبوت میں کہ کشف فی نفسہ کوئی کمال کی چیز نہیں بلکہ وہ غیر مسلمان حتیٰ کہ غیر انسانوں کو بھی حاصل ہو جاتا ہے) اپنے کسی بزرگ سے (جس کے ولی اللہ ہونے کی تصریح بھی آپ نے فرمائی ہے) ایک صاحب کشف گدھے کی عجیب وغریب حکایت نقل کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ ان بزرگ صاحب نے فرمایا۔

" ہم مصر گئے تھے وہاں ایک جگہ جلسہ بڑا بھاری تھا۔ دیکھا کہ ایک شخص ہے، اس کے پاس ایک گدھا ہے، اس کی آنکھوں پر ایک پٹی بندھی ہوئی ہے۔ ایک چیز ایک شخص کی دوسرے کے پاس رکھ دی جاتی ہے۔ بس گدھے سے پوچھا جاتا ہے، گدھا ساری مجلس میں دورہ کرتا ہے جس کے پاس ہوتی ہے، سامنے جاکر سر ٹیک دیتا ہے "

(ملفوظات حصہ چہارم ص ۱۱)

اس کے بعد خان صاحب فرماتے ہیں۔

" بس یہ سمجھے کہ وہ صفت جو غیر انسان کے لئے ہو سکتی ہے (یعنی کشف) انسان کے لئے کمال نہیں الخ

(حصہ چہارم ص ۱۱)

خان صاحب کے اس ملفوظ سے معلوم ہوا کہ موصوف کے نزدیک اس گدھے کو بھی بعض مخفی باتوں کا کشف ہوتا تھا

وہذا ہو المقصود۔

دنیا کی ہر چیز کو بعض غیوب کا علم حاصل ہے

ہم ابھی ابھی "الدولۃ المکیۃ" سے خان صاحب کی ایک عبارت نقل کر چکے ہیں جس میں تصریح ہے کہ "حق تعالیٰ اور اس کے صفات اور جنت و دوزخ ملائکہ وغیرہ وغیرہ یہ سب امور غیب میں سے ہیں (اور یہ بالکل صحیح ہے)۔

علی ہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ بذاتِ خود غیب نہیں لیکن آپ کی رسالت بے شک امر غیب ہے کیونکہ وہ کوئی محسوس و مُبصر چیز نہیں بلکہ اللہ اور رسول ؐ کے درمیان ایک مخفی تعلق ہے جو ہمارے ظاہری احساس کی دسترس سے بالاتر ہے اور صرف پیغمبر کی صداقت کے اعتماد پر اس پر ایمان لایا جاتا ہے۔ پس جس کو اللہ تعالیٰ کے وجود اس کی وحدت یا اس کے رسول کی رسالت کا علم حاصل ہو تو اس کو بعض غیوب کا علم حاصل ہوا اور خان صاحب کو تسلیم ہے کہ کائنات کی ہر چیز حتیٰ کہ درختوں کے پتے اور ریگستانوں کے ذرّے بھی توحید و رسالت پر ایمان لانے کے مکلف ہیں وہ خدا کی تسبیح کرتے ہیں اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی شہادت دیتے ہیں۔

چنانچہ خان صاحب کے ملفوظات حصہ چہارم صفحہ ،، پر ہے۔

" ہر شے مکلف ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور خدا کی تسبیح کے ساتھ "

نیز اسی کے صفحہ ۸، پر ہے۔

" ایک ایک روحانیت تو ہر ہر نبات ہر ہر جماد سے متعلق ہے اسے خواہ اس کی روح کہا جائے یا کچھ اور، اور وہی مکلف ہے ایمان و تسبیح کے ساتھ، حدیث میں ہے۔

ما من شیء الا و یعلم انی رسول اللہ الا مردۃ الجن والانس۔ کوئی شے ایسی نہیں جو مجھ کو خدا کا رسول نہ جانتی ہو، سوا سرکش جن اور انسانوں کے "

خان صاحب کے ان ارشادات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱ : ہر مومن کو غیب کی کچھ باتیں ضرور معلوم ہوتی ہیں۔

۲ : غیر مسلموں کو بھی کشف ہوتا ہے۔

۳ : گدھے جیسے احمق جانور کو بھی بعض مخفی باتوں کا علم ہو جاتا ہے۔

۴۔ کائنات کی ہر چیز حتی کہ نباتات وجمادات کو بھی غیب کی کچھ باتیں معلوم ہیں۔

اور یہی حضرت مولانا تھانوی مدظلہ کی دلیل کا چوتھا بنیادی مقدمہ تھا۔

الحاصل مولانا کی دلیل جن چھ مقدمات پر مبنی تھی، ان میں سے چار تو مسلمات عقلیہ اور بالکل بدیہی تھے اور دو محتاج ثبوت تھے۔ سو ان کو ہم نے بحمد اللہ خان صاحب ہی کی تصریحات سے ثابت کر دیا اور ہمارے ناظرین کو معلوم ہو گیا کہ حضرت مولانا کی وہ دلیل جس پر خان صاحب نے کفر کا حکم لگایا تھا بجمیع اجزائہ خان صاحب کو مسلم ہے اور اگر وہی موجب کفر ہو سکتی ہے تو پھر خان صاحب بھی اس کفر میں برابر کے حصہ دار ہیں۔

چہ خواہی گفت قربانت شوم تا من ہماں گویم

اگرچہ اس کے بعد حفظ الایمان کی عبارت کے متعلق کچھ اور عرض کرنے کی حاجت نہیں رہتی لیکن مزید توضیح کے لئے آخر میں ہم عبارت حفظ الایمان کا ایک مثالی فوٹو پیش کرتے ہیں۔

عبارت حفظ الایمان کا ایک مثالی فوٹو

فرض کیجئے کہ خان صاحب مولوی احمد رضا صاحب کے کوئی مرید یا جانشین حضور کو عالم الغیب کہتے ہیں اور اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ اس پر میں ان سے عرض کرتا ہوں کہ آپ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہتے ہیں تو آیا کل غیب کی وجہ سے یا بعض غیب کی وجہ سے؟ اگر کل غیب کی وجہ سے کہتے ہیں تو وہ تو بقول مولوی احمد رضا خان صاحب کے عقلاً، نقلاً باطل بلکہ محال ہے۔

اور اگر آپ بعض غیب کی وجہ سے حضورؐ کو عالم الغیب کہتے ہیں اور آپ کا یہی اصول ہے کہ جس کو بھی غیب کی بعض باتیں معلوم ہوں گی تو آپ اس کو عالم الغیب کہیں گے تو پھر حضورؐ کی اس میں کوئی تخصیص نہیں رہی۔ کیونکہ غیب کی بعض باتوں کا علم تو تمام مؤمنین بلکہ تمام انسانوں اور بلکہ تمام کائنات حتی کہ نباتات اور جمادات کو بھی ہے تو آپ کے اس اصول پر لازم آئے گا کہ آپ دنیا کی ہر چیز کو عالم الغیب کہیں۔ اگر آپ فرمائیں کہ ہاں ہم سب کو عالم الغیب کہیں گے تو پھر بتلایا جائے کہ اس صورت میں عالم الغیب کہنے میں حضورؐ کی کیا تعریف نکلی جب کہ آپ کے نزدیک سب کو عالم الغیب کہا جا سکتا ہے۔

ناظرین کرام! غور فرمائیں کہ کیا دنیا کا کوئی باہوش انسان میرے اس کلام سے یہ مطلب سمجھ سکتا ہے کہ معاذ اللہ

میں نے دنیا کی ہر چیز کو علم میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کر دیا۔

اسی کی ایک دوسری اس سے بھی زیادہ عام فہم مثال ملاحظہ ہو۔

فرض کیجئے کہ کسی ملک کا بادشاہ بہت بڑا مخیر ہے۔ اس کے یہاں لنگر خانہ جاری ہے اور صبح و شام ہزاروں محتاجوں اور مسکینوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ اب کوئی احمق مثلاً زید کہتا ہے کہ میں تو اس بادشاہ کو رازق کہوں گا۔ اس پر ایک دوسرا شخص مثلاً عمرو کہے کہ بھائی تم جو اس بادشاہ کو رازق کہتے ہو تو کس وجہ سے؟ آیا اس وجہ سے کہ وہ ساری مخلوق کو رزق دیتا ہے؟ یا اس وجہ سے کہ بعض انسانوں کو کھانا کھلاتا ہے؟ پہلی شق تو بداہۃً باطل ہے۔ اب رہی دوسری صورت یعنی یہ کہ اس بادشاہ کو صرف اس وجہ سے رازق کہا جائے کہ وہ بعض انسانوں کو کھانا کھلاتا ہے۔ تو اس میں اس کی کوئی تخصیص نہیں، کیونکہ ایک غریب انسان اور ایک معمولی مزدور بھی کم از کم اپنے بچوں کا پیٹ بھرتا ہے اور انسان تو انسان چھوٹی چھوٹی چڑیاں اپنے بچوں کو دانہ دیتی ہیں۔ تو پھر تمہارے اس اصول پر چاہئے کہ سب کو رازق کہا جائے الخ

غور فرمایا جائے کہ کیا عمرو کے اس کلام کا مطلب یہی ہے کہ اس نے اس مخیر اور فیاض بادشاہ اور ہر غریب انسان اور ہر معمولی مزدور کو بالکل برابر کر دیا، یا اس نے ہر انسان اور معمولی مزدور کو اس بادشاہ کے برابر فیاض مان لیا۔ ظاہر ہے کہ ایسا سمجھنا سمجھنے والے کی حماقت ہے۔ پس حفظ الایمان میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ اس سے زیادہ کچھ اور نہیں۔

اس کے بعد ہم اہلسنت کے مسلم امام علامہ سید شریف رحمہ اللہ کی شرح مواقف سے ایک عبارت پیش کرتے ہیں جو بالکل عبارت حفظ الایمان کے مشابہ ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد کوئی سنی مسلمان حفظ الایمان کے متعلق لب کشائی کی جرائت نہ کرے گا کیوں کہ حفظ الایمان میں جو کچھ ہے وہ قریب قریب شرح مواقف کی اسی عبارت کا ترجمہ ہے۔ ملاحظہ ہو۔ حضرت علامہ فرماتے ہیں۔

واما الفلاسفة فقالوا النبی هو من اجتمع فیه خواص ثلث یمتاز بها من غیره احدها ای احد الامور المختصة به ان یکون له اطلاع علی المغیبات الکائنة والماضیة والآتیة۔	بہرحال فلاسفہ پس وہ یہ کہتے ہیں کہ نبی وہ ہے کہ جس میں تین باتیں خاص طور پر پائی جائیں۔ جن کی وجہ سے وہ نبی غیر نبی سے ممتاز ہو سکے۔ ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ نبی کو اطلاع ہونی چاہئے ان مغیبات پر جو ہوتے ہیں یا ہو چکے ہیں یا ہونے کو ہیں۔

اس کے بعد چند سطر میں فلاسفہ کی طرف سے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ بات انبیاء علیہم السلام کے لئے چنداں مستبعد نہیں۔ اس کے بعد انہیں فلاسفہ کی طرف سے فرماتے ہیں کہ۔

وكيف يستنكر ذالك الاطلاع في حق النبي وقد يوجد ذالك فيمن قلت شواغله الرياضة بانواع المجاهدات او مرض صارف للنفس عن الاشتغال بالبدن واستعمال الآلة او نوم ينقطع به احساساته الظاهرة فان هؤلاء قد يطلعون على مغيبات ويخبرون عنها كما يشهد به التسامع والتجارب بحيث لا يبقى فيه شبهة للمنصفين۔

اور انبیاء علیہم السلام کا ان مغیبات پر مطلع ہونا کیونکر مستبعد ہو سکتا ہے حالانکہ یہ اطلاع علی المغیبات ان لوگوں میں بھی پائی جاتی ہے جن کے شواغل نفسانی مجاہدوں کی ریاضت یا کسی ایسے مرض کی وجہ سے کم ہوں جو نفس کو اشتغال بالبدن اور آلات کے استعمال سے روکنے والا ہو یا یہ شواغل ایسی نیند کی وجہ سے کم ہوں جس کی وجہ سے اس سونے والے کے احساسات ظاہری منقطع ہو گئے ہوں۔ پس تحقیق یہ لوگ (یعنی ریاضیات اور مجاہدے کرنے والے اور مریض جن کو مالیخولیا ہوتا ہے اور سونے والے بھی) کبھی مغیبات پر مطلع ہو جاتے ہیں جیسا کہ تجربہ شاہد ہے یہاں تک کہ اہل انصاف کو اس میں شبہ تک نہیں رہتا۔

یہاں تک تو فلاسفہ کا مذہب اور اس کے دلائل تھے۔ اس کے بعد مصنف رحمۃ اللہ علیہ اہلسنت وجماعت کی طرف سے اس کا جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

قلنا ما ذكرتم مردود بوجوه اذ الاطلاع على جميع المغيبات لا يجب للنبي اتفاقا منا ومنكم ولهذا قال سيد الانبياء ولو كنت اعلم الغيب لاستكثرت من الخير وما مسني السوء. والبعض

جو کچھ تم نے کہا چند وجہ سے مردود ہے۔ اس لئے کہ تمہاری مراد اس اطلاع علی المغیبات سے کیا ہے؟ کل مغیبات پر اطلاع ہونی چاہئے یا بعض پر؟ کل مغیبات پر مطلع ہونا تو کسی کے نزدیک بھی ضروری نہیں۔ نہ ہمارے نزدیک نہ تمہارے نزدیک، اور اسی وجہ سے جناب رسول خدا

اى الاطلاع على البعض لا يختص به النبي كما اقررتم به حيث جوزتموه للمرتاضين والمرضى والنائمين فلا يتميز به النبي عن غيره -

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر میں غیب کو جانتا ہوتا تو میں نے خیر سے بہت سا جمع کر لیا ہوتا اور مجھ کو برائی نہ چھوتی ۔ اور بعض مغیبات پر مطلع ہو جانا نبی کے ساتھ خاص نہیں (یعنی یہ غیر نبی میں بھی پایا جاتا ہے) جیسے کہ خود تم کو اقرار ہے ، اس لئے کہ تم اس کو جائز رکھتے ہو ، ریاضت کرنے والوں کے لئے ، اور مریضوں کے لئے ، اور سونے والے کے لئے ۔ لہٰذا نبی غیر نبی سے ممتاز نہ ہوگا "

ناظرین با انصاف غور فرمائیں کہ شرح مواقف کی اس عبارت اور حفظ الایمان کی زیر بحث عبارت میں کیا فرق ہے

ہم اُمید کرتے ہیں کہ ہمارے اس قدر بیان کے بعد حفظ الایمان کی عبارت پر مخالفین کو کوئی شبہ نہ رہے گا ۔ اس کے مزید اتمام حجت کے لئے ہم اختصار کے ساتھ حضرت مولانا تھانوی مدظلہ کا وہ جواب بھی نقل کرتے ہیں جو انہوں نے اسی افتراء کی تردید میں تحریر فرمایا ہے ۔ ملاحظہ ہو ۔

مولوی احمد رضا خان صاحب کا یہ فتوے ــــ حسام الحرمین ــــ جب شائع ہوا اور اس سے ایک فتنہ برپا ہوا تو جناب مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب نے حضرت مولانا تھانوی کو خط لکھا کہ ۔

" مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی آپ کے متعلق یہ لکھتے ہیں کہ " آپ نے معاذ اللہ ، حفظ الایمان میں یہ تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر بچے اور ہر پاگل اور ہر جانور کو حاصل ہے " کیا کہیں " حفظ الایمان " میں آپ نے یہ لکھا ہے ؟ یا آپ کا یہ عقیدہ ہے ؟ اگر آپ کا عقیدہ نہیں تو آپ اس شخص کو کیا سمجھتے ہیں جو ایسا خبیث عقیدہ رکھے ؟" ملخص از بسط البنان ۔

حضرت مولانا تھانوی جواب دیتے ہیں ۔

" میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا ، لکھنا تو در کنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گزرا ۔ میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا ، جیسا کہ اخیر میں

عرض کروں گا۔ جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں ...... تو میری مراد کیسے ہو سکتا ہے جو شخص ایسا اعتقاد رکھے، یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔"

اس کے بعد حضرت مولانا مدظلہ نے اپنے اسی گرامی نامہ میں جو اسی زمانہ میں "بسط البنان" کے نام سے شائع بھی ہو چکا ہے، خان صاحب کے اس الزام کا تفصیلی جواب بھی دیا ہے۔ اور حفظ الایمان کی زیر بحث عبارت کا مطلب بیان کیا ہے۔ لیکن اب یہاں اس کے نقل کرنے کی حاجت نہیں، کیونکہ ہم نے جو کچھ اس عبارت کی توضیح میں اوپر لکھا ہے وہ گویا حضرت مولانا کے اسی جواب کی شرح ہے۔

ناظرین کرام انصاف فرمائیں کہ فاضل بریلوی اپنے فتوئے کفر میں صداقت اور دیانت سے کتنے دور ہیں

وَاللّٰہُ الھَادِیْ اِلٰی سَبِیْلِ الرَّشَاد

تکملہ

مصنفِ حفظ الایمان کی حق پرستی اور بے نفسی

عبارتِ حفظ الایمان میں ترمیم کا اعلان

حضرات! مولوی احمد رضا خان صاحب نے "حسام الحرمین" میں "حفظ الایمان" کی طرف ایک کافرانہ مضمون کی نسبت کر کے کفر کا جو فتویٰ دیا تھا، اس پر مناظرانہ بحث ختم ہو چکی اور ناظرینِ کرام کو معلوم ہو چکا کہ اس کی حقیقت افتراء اور بہتان کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ اور مصنفِ حفظ الایمان کا دامن اس ناپاک کافرانہ عقیدے سے بالکل پاک ہے ــــــ اس کے بعد یہ معلوم کر کے آپ حضرات کو انشاء اللہ اور زیادہ قلبی اطمینان ہو گا کہ بعض مخلصین نے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ جب اس طرف مبذول کرائی کہ "اگرچہ حفظ الایمان کی عبارت واقعہ میں بالکل صحیح اور بے غبار ہے لیکن ناخدا ترس اور غرض پیشہ معاندین اس کے جن الفاظ سے بیچارے ناسمجھ عوام کو دھوکا دیتے ہیں اگر ان الفاظ کو اس طرح بدل دیا جائے کہ اس کے بعد وہ فتنہ پرداز عوام کو یہ دھوکا بھی نہ دے سکیں تو بے چارے عوام کے حق میں یہ بہتر ہو گا ــــــ تو حضرت ممدوح نے مشورہ دینے والوں کو دعا دیتے ہوئے دلی مسرت کے ساتھ اس مشورہ کو قبول فرمالیا اور عبارت کو اس طرح بدل دیا کہ قدیم عبارت میں "ایسا علمِ غیب" کے الفاظ سے جو فقرہ شروع ہوتا تھا اس کے بجائے یہ فقرہ لکھ دیا کہ

"مطلق بعض علومِ غیبیہ تو غیرِ انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں"

یہ واقعہ ماہ صفر ۱۳۴۲ھ کا ہے، گویا اب سے قریباً تیئیس[1] سال پہلے "حفظ الایمان" کی عبارت میں یہ ترمیم ہو چکی ہے، اور اس کے بعد سے "حفظ الایمان" اسی ترمیم کے ساتھ چھپ رہی ہے بلکہ اس ترمیم کا پورا

---

[1] اب قریباً چوہتر (۷۴) برس ہو گئے ہیں۔

واقعہ اور حضرت مصنف رح کی طرف سے اس کا اعلان بھی "تغییر العنوان" کے نام سے "حفظ الایمان" کے ایک ضمیمہ کے طور پر اس کے ساتھ چھپتا رہا ہے۔

پھر اس کے بعد جمادی الاخریٰ ۱۳۵۴ھ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک صاحب کے توجہ دلانے پر خود اس ناچیز راقم سطور (محمد منظور نعمانی) نے حضرت حکیم الامت رح کی خدمت میں عرض کیا کہ "حفظ الایمان" کی جس عبارت پر معاندین کا اعتراض ہے اس کے بالکل ابتداء میں "علم غیب کا حکم کیا جانا" کے جو الفاظ ہیں اس کا مطلب بلاشبہ لفظ "عالم الغیب" کا اطلاق کرنا ہے، جیسا کہ خود اسی عبارت کے سیاق و سباق سے بھی ظاہر ہے۔ اور "بسط البنان" اور "تغییر العنوان" میں حضرت نے اس کی تصریح بھی فرمائی ہے۔ پس اگر اصل عبارت میں بھی یہاں "حکم" کے بجائے "اطلاق" ہی کا لفظ کر دیا جائے تو بات اور زیادہ صاف اور بے غبار ہو جائے گی —— حضرت نے بلا تامل اس کو بھی قبول فرما لیا اور اس فقرہ کو اس طرح بدل دیا۔

" پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کیا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہو " الخ

اور اس ناچیز سے فرمایا کہ میری طرف سے آپ ہی اس ترمیم کا اعلان بھی کر دیں۔ چنانچہ رجب ۱۳۵۴ھ کے "الفرقان" میں اسی وقت اس کا اعلان ہو گیا تھا بہرحال ان دو ترمیموں کے بعد "حفظ الایمان" کی عبارت اب اس طرح ہے۔

" پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کیا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کُل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ السلام کی کیا تخصیص ہے؟ مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے "

الغرض ہمارے بزرگوں نے ان کا فرانہ عقیدوں سے اپنی برأت اور اپنی بیزاری کا اعلان بھی کیا جن کو مولوی احمد رضا خان صاحب نے محض از راہ عناد ان کی طرف منسوب کر کے تکفیر کی تھی اور اسی کے ساتھ اپنی عبارتوں کا وہ صحیح اور واقعی مطلب بھی بیان کیا جس کے سوا ان کا کوئی اور مطلب ہو ہی نہیں سکتا۔ اور یہ بھی ثابت کر دیا کہ ان میں کوئی بات بھی اسلامی تعلیمات اور عقائد اہلسنت کے خلاف نہیں ہے اور اس سب کے بعد جب بے چارے

نافہم عوام کو فتنہ سے بچانے کے خیال سے اللہ کے کسی بندہ نے مخلصانہ طور پر جواب میں تبدیلی کا کوئی مشورہ دیا تو اس کو بھی بے تأمل اور بلا دریغ قبول فرما کر اپنی عبارت کو بدل بھی دیا ——— بلاشبہ یہ ان حضرات کی حق پرستی اور للّٰہیت و بے نفسی کی روشن دلیل ہے۔ افسوس! کیسے ظالم اور شقی ہیں وہ لوگ جو اللہ کے ان بندوں کو کافر کہتے ہیں ——— !

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

۲۱ ذی الحجہ ۱۳۷۳ ہجری

نوٹ: حفظ الایمان حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ترمیم شدہ عبارت کے ساتھ مع دونوں رسالوں "بسط البنان" اور تغیر العنوان کے انجمن ارشاد المسلمین کی طرف سے طبع ہو چکی ہے۔

تحذیر الناس کی عبارت سے ہونیوالا مفصل و مکمل مناظرہ

یعنی

مناظرہ گیا

طاہر

مرتبہ

مولانا محمد عبد القدوس بہاری

انجمن ارشاد المسلمین

۱۴۔ بہاولپور روڈ، مزنگ لاہور

فہرست

رُوئداد مُناظرۂ گیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی سیما سیدنا

ومولانا محمدن المصطفی وعلی آلہ وصحبہ مصابیح الہدی

وھداۃ الوری ۞ امابعد۔

"گیا"، ہمارے صوبہ بہار کا مشہور ومعروف شہر ہے اس دورے سے پہلے یہاں کے مسلمان امن و سکون کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اور دیو بندی بریلوی اختلافات کا وہاں کوئی چرچا نہ تھا۔ تھوڑا ہی عرصہ گزرا کہ بعض رضاخانی بریلوی مولوی صاحبان (مولوی حشمت علی وغیرہ) کا ادھر دورہ ہوا۔ اور دار التکفیر بریلی کی شاخ یہاں بھی قائم ہوگئی۔ مسلمانوں کو کافر بنانے کا کام زور وشور سے انجام دیا جانے لگا۔ ابتداءً ہم نے ان کی سرگرمیوں سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ لیکن جب ربیع الآخر سنہ رواں میں وہ پھر تشریف لائے اور ان کی زیادتیاں حد سے گزر گئیں اور ہم جیسے دردمندوں سے بریلوی مشن کی یہ کفر ارزانی نہ دیکھی گئی تو بمجبوری ہم نے مدافعانہ کارروائیاں شروع کیں۔ اس ناچیز نے خود مولوی حشمت علی صاحب کے اس جلسہ میں پہنچ کر جس میں کفر ولعنت کی بارش ہو رہی تھی مولوی صاحب موصوف کو مناظرہ کا چیلنج دیا اور عرض کیا کہ آپ کی ان تقریروں سے یہاں کے مسلمانوں میں زبردست ہیجان ہوگیا ہے۔ گھر گھر میں پھوٹ پڑ گئی ہے۔ بھائی بھائی کا دشمن، بیٹا باپ سے متنفر اور باپ بیٹے سے جدا ہوگیا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ آپ ان یک طرفہ تقریروں کا سلسلہ ختم کر دیں اور بجائے اس کے ان مباحث پر مناظرہ کر لیں۔ لیکن میرے اس تحریری وتقریری چیلنج کا جواب جس نامہذب اور خلاف انسانیت طریقہ سے مولوی حشمت علی صاحب اور ان کے

حواریوں کی طرف سے دیا گیا وہ اہل "گیا" کو معلوم ہے۔

جب جلسہ میں شور و غوغا زیادہ بڑھا تو میں واپس آگیا اور علی الصباح مجھے بعض لوگوں سے معلوم ہوا کہ مولوی حشمت علی صاحب اس وقت گیا سے تشریف لئے جا رہے ہیں میرا تحریری چیلنج رات ہی رات میں اشتہاری شکل میں چھپ چکا تھا میں نے مناسب سمجھا کہ مزید اتمام حجت کے لئے وہ مولوی صاحب موصوف کو پہنچا دیا جائے تاکہ ان کو کسی عذر و حیلہ کی گنجائش نہ رہے چنانچہ میں نے خود اسٹیشن پر پہنچ کر وہ مطبوعہ چیلنج آپ کے حوالہ کیا اور عرض کیا کہ آپ کی وجہ سے "گیا" کے مسلمانوں میں خطرناک اختلاف پڑ گیا ہے تاوقتیکہ مناظرہ کر کے آپ اس اختلاف کو ختم نہ کر دیں آپ کے لئے کسی طرح یہاں سے تشریف لے جانا مناسب نہیں۔ لیکن مولوی صاحب موصوف نے میرے چیلنج کا کوئی جواب اس وقت عنایت نہیں فرمایا اور آپ تشریف لے گئے مگر آپ کے عقیدت مندوں نے یہ مشہور کیا کہ اس وقت مولوی صاحب ایک فوری ضرورت سے کراچی تشریف لے گئے ہیں اور آپ اب ۲۰ جولائی ۱۹۳۵ء کو صرف مناظرہ کے لئے "گیا" تشریف لائیں گے۔

یہ خبر سن کر ہم مطمئن ہو گئے اور ہم نے بھی مناظرہ کی تیاری شروع کر دی۔ چنانچہ ہم نے رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدیر الفرقان بریلی سے تشریف آوری کی استدعا کی اور خدا کا شکر ہے کہ آپ نے باوجود بیش از بیش مصروفیتوں کے ہماری درخواست کو شرفِ قبولیت سے مشرف فرمایا اور آپ ہماری مقرر کردہ تاریخ ۲۱ جولائی ۱۹۳۵ء کو "گیا" تشریف لے آئے لیکن مولوی حشمت علی صاحب نہیں آئے۔ اب نہیں کہا جا سکتا کہ آیا آپ کو کوئی خاص عذر پیش آگیا یا آپ کے عقیدت مندوں نے صرف وقتی خفت مٹانے کے لئے آپ کے وعدہ اور ایماء کے بغیر یونہی غلط شہرت دے دی تھی بہرحال اس وجہ سے مناظرہ تو نہ ہو سکا تاہم حضرت مولانا محمد منظور صاحب کا پانچ چھ روز قیام رہا۔ مختلف مقامات پر متعدد تقریریں ہوئیں جس میں نہایت متانت اور سنجیدگی کے ساتھ اختلافی مسائل پر روشنی ڈالی گئی اور بریلوی کفربازی کی حقیقت کو آشکارا کیا گیا۔ اور الحمدللہ بہت سے مسلمان جو غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے تھے حقیقت حال سے واقف ہو گئے۔

اس سے قریباً آٹھ ماہ کے بعد فروری ۱۹۳۶ء میں پھر صوبہ بہار کی طرف مولوی حشمت علی صاحب کا دورہ ہوا اور پھر آپ نے گیا کو اپنے قدوم سے نوازا۔ اس مرتبہ پارہ پہلے سے بھی زیادہ چڑھا ہوا تھا۔ اور کفر اکفری کا بازار

بے حد گرم، مجبور ہو کر اہلسنت کی طرف سے پھر آپ کو مناظرہ کا چیلنج دے دیا گیا۔ اور پھر حضرت مولانا محمد منظور صاحب اور حضرت علامہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی کو تار دیا گیا۔ ۲۰، فروری کو ۱۲ بجے رات کے قریب حضرت مولانا محمد منظور صاحب گیا پہنچ گئے اور اگلے روز یعنی ۲۱، فروری کو علامۃ العصر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب بھی تشریف لے آئے۔

مبادی مناظرہ کے متعلق مولوی حشمت علی صاحب سے ہماری خط و کتابت مولانا کی تشریف آوری سے قبل ہی شروع ہو چکی تھی اور بہت طول پکڑ چکی تھی، مولانا محمد منظور صاحب نے پہنچ کر اس کو ختم کرایا۔ اور یہ تحریک کی کہ ۲۱، فروری کو بعد نماز جمعہ فریقین کے پانچ پانچ نمائندوں کی ایک مشترکہ کمیٹی جامع مسجد میں بیٹھ کر مبادی مناظرہ زبانی طور پر طے کرے۔ چنانچہ یہی فیصلہ ہوا۔ اور بعد نماز جمعہ اس کمیٹی کا اجلاس شروع ہوا۔ لیکن ۶-۷، گھنٹہ کی گفتگو کے بعد رات کے ۹ بجے تک تاریخ و وقت اور مقام کی تعیین کے علاوہ نفس مناظرہ کے متعلق صرف یہ باتیں طے ہو سکیں۔

۱ :۔ مناظرہ مباحث حسام الحرمین پر ہوگا۔

۲ :۔ ہر مناظر اپنا بیان تحریری پیش کرے گا اور اس کی توضیح و تائید میں تقریر کرے گا اور اس تحریر و تقریر کے لئے ہر ایک کو کل آدھ گھنٹہ کا وقت دیا جائے گا۔

مباحث کی ترتیب اور یہ کہ مدعی کون فریق ہوگا اور سائل کون، اور یہ کہ مناظرہ کب تک جاری رہے گا ان امور کا فیصلہ اس کمیٹی نے خود مناظرین کے لئے چھوڑ دیا اور مناظرہ کی کاروائی کے آغاز کے لئے ۲۲، فروری ۱۹۳۶ء مطابق ۲۹، ذلقعدہ ۱۳۵۴ھ یوم شنبہ ۲ بجے دن کا وقت مقرر ہوا۔

شنبہ کی صبح کو حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے کوشش کی کہ نمائندہ کمیٹی نے جو امور مناظرین کے اوپر چھوڑ دیئے ہیں وہ قبل از مناظرہ طے ہو جائیں تاکہ وقت مقررہ پر اصل مناظرہ شروع ہو سکے اور پبلک کا وقت شرائط کی بحث میں ضائع نہ ہو اور اس سلسلہ میں مولوی حشمت علی صاحب سے مختصر سی خط و کتابت بھی ہوئی مگر ان کی بے جا ضد کی وجہ سے کوئی بات طے نہ ہو سکی یہاں تک کہ نمائندہ کمیٹی کی قرار داد کے بموجب جلسہ مناظرہ کا انعقاد ہوا۔ حاضری فریقین کی طرف سے بہت کافی تھی دونوں طرف کے پنڈال بھرے ہوئے تھے۔ انتظام کے لئے پولیس کا عملہ بھی موجود تھا۔

سب سے پہلے حکم کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ اہلسنت کی طرف سے کہا گیا کہ "دگیا" کے تعلیم یافتہ طبقہ میں بہت سے ایسے مسلم حکام اور وکلاء بیرسٹران ہیں جو فریقین سے بالکل آزاد ہیں اور جن کتابوں کی عبارات کے متعلق مناظرہ طے ہوا ہے انہوں نے آج تک ان میں سے کوئی ایک کتاب بھی نہ دیکھی ہوگی اس لئے ان کی رائے بالکل غیر جانب دارانہ ہوگی لہٰذا ان میں سے کسی ایک کو حکم بنالیا جائے۔ نیز اس کے لئے چند وکلاء اور بیرسٹران اور بعض حکام کے نام بھی پیش کئے گئے لیکن مولوی حشمت علی صاحب نے کسی ایک کو منظور نہیں کیا اور بکمال جرأت سے فرمایا کہ غیر جانب دار کے معنی ذوالوجہین کے ہیں جس کو منافق کہا جاتا ہے اس سلسلہ میں گفتگو بہت پر لطف ہوئی اور تمام حاضرین بالخصوص تعلیم یافتہ حضرات حیران تھے کہ یہ شخص کس بے باکی سے بیک جنبش زبان تمام غیر جانب داروں کو منافق بتلا رہا ہے لیکن مولوی حشمت علی صاحب پر اس کا کوئی اثر نہ تھا۔

بہر حال جب مولوی حشمت علی صاحب کسی غیر جانب دار کو بھی حکم بنانے کے لئے تیار نہ ہوئے تو مجبوراً بلا حکم کے کاروائی شروع ہوئی اور داخلی انتظام کے لئے ہر جماعت نے اپنا اپنا ایک صدر تجویز کر لیا۔ چنانچہ اہلسنت کی طرف سے جناب نجم صاحب مدیر رسالہ "ندیم" "دگیا" اور رضا خانی صاحبان کی طرف سے مولوی عبدالولی صاحب رفیق جناب مولوی حشمت علی صاحب صدر منتخب ہوئے اور کاروائی اس طرح شروع ہوئی۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے تمام حاضرین کو عموماً اور اہلسنت وجماعت کو خصوصاً سکون و وقار اور استماع و انصاف کی تلقین کرنے کے بعد فرمایا کہ فریقین کی نمائندہ کمیٹی نے جن تین چیزوں کا فیصلہ ہم پر چھوڑ دیا ہے حسن اتفاق سے وہ سب ایسی ہیں جن کے متعلق اب سے قریباً دو برس پہلے لاہور کے مناظرہ میں میرے اور مولوی حشمت علی صاحب کے درمیان آخری فیصلہ ہو چکا ہے۔ وہاں بڑی طویل بحث وتمحیص کے بعد یہ تینوں باتیں اس طرح طے ہوئی تھیں کہ۔

۱ :- مباحث کی ترتیب وہ رہے گی جو حسام الحرمین میں ہے یعنی پہلے عبارت تحذیر الناس پر بحث ہوگی پھر اس فتوے پر جس کی نسبت حضرت گنگوہی علیہ الرحمۃ کی طرف کی جاتی ہے۔ بعد ازاں عبارت براہین قاطعہ پر پھر اس کے بعد عبارت حفظ الایمان پر۔

۲ :- مدعی چاروں بحثوں میں مجھ کو تسلیم کر لیا گیا تھا۔

۳ :- ہر بحث کے لیے فریقین کی سات سات تقریروں کو کافی سمجھا گیا تھا۔

غرض لاہور کے عظیم الشان مناظرہ میں ان تینوں چیزوں کا اس طرح فیصلہ ہو چکا ہے۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اب ان چیزوں کی بحث میں یہاں ہم دوبارہ اپنا وقت ضائع نہ کریں بلکہ لاہور ہی کی قرار داد کے مطابق یہاں بھی فیصلہ ہو جائے۔

مولوی حشمت علی صاحب نے اس کے جواب میں پہلے تو یہ فرمایا کہ اس کا آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ لاہور میں اس طرح طے ہوا تھا۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ جو بات ہزاروں کے مجمع میں علی رؤس الاشہاد طے ہوئی تھی اس سے بھی انکار کرنے کی کسی کو جرأت ہو سکے گی ورنہ میں اس کے ثبوت کا بھی انتظام کر لیتا۔ لیکن اس کی تحقیق اب اس طرح ہو سکتی ہے کہ ابھی جناب سید حبیب صاحب ایڈیٹر اخبار سیاست لاہور سے ٹیلیفون پر اس کی بابت دریافت کر لیا جائے وہ مناظرہ لاہور میں اس دن آپ کی جانب سے صدر تھے اور آپ کے ہم خیال بھی ہیں لیکن ہمیں ان سے توقع ہے کہ وہ اس بارہ میں غلط گوئی سے کام نہ لیں گے۔

مولوی حشمت علی صاحب نے اس کے بعد راستہ مسدود دیکھ کر عجیب انداز میں فرمایا کہ مجھے آپ کے بیان سے انکار نہیں ہے میں تو صرف یہ دریافت کرتا تھا کہ آپ کے پاس کوئی ثبوت بھی ہے یا نہیں۔ اب میں مانے لیتا ہوں کہ لاہور میں ایسا ہی طے ہوا تھا۔ لیکن یہ گیا ہے لاہور نہیں ہے۔ لاہور کی بات لاہور میں ختم ہو گئی۔ اب گیا کی باتیں کیجئے۔ کیا آپ نے نہیں سنا قضیہ زمین برسر زمین۔

اس کے بعد مولانا محمد منظور صاحب نے ہر چند کہا کہ جو شرائط پوری بحث و تمحیص کے بعد ایک مرتبہ میرے اور آپ کے درمیان طے ہو چکی ہیں انہیں پر از سر نو پھر بحث و مباحثہ کر کے وقت ضائع نہ کیجئے لیکن مولوی حشمت علی صاحب جو لاہور کی طرح شرائط و مبادی ہی میں مناظرہ کو ختم کرا دینا چاہتے تھے اس پر تیار نہ ہوئے اور پھر انہیں شرائط پر بحث شروع ہو گئی۔

پہلے اس پر گفتگو ہوئی کہ مدعی کون ہو۔ مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ مجھے کسی نئی دلیل کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ جن مضامین پر یہاں مناظرہ قرار پایا ہے (یعنی مباحث حسام الحرمین) ان میں میری مدعیانہ

حیثیت آپ لاہور میں تسلیم کر چکے ہیں مقام کے بدل جانے سے مناظرہ کا قانون نہیں بدلتا۔

مولوی حشمت علی صاحب نے فرمایا کہ از روئے اصول مناظرہ ان مباحث میں مدعی ہونے کا حق مجھ ہی کو ہے دیکھئے اصول مناظرہ کی مشہور کتاب "مناظرۂ رشیدیہ" میں یہ عبارت ہے۔

المدعی من نصب نفسہ لاثبات الحکم بالدلیل او التنبیہ۔ — مدعی وہ ہے جو اپنے نفس کو پیش کرے کسی حکم کے ثابت کرنے کے لئے دلیل سے یا تنبیہ سے۔

میں نے اپنے نفس کو آپ کے اکابر اربعہ پر کفر کا حکم ثابت کرنے کے لئے پیش کیا ہے لہذا مدعی میں ہی ہوں نہ کہ آپ۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ آپ کے اس مغالطہ کا ایک جواب تو یہ ہے کہ لاہور کے مناظرہ کے وقت بھی مناظرہ رشیدیہ کی یہ عبارت دنیا میں موجود تھی اور آپ کی اور آپ کے ان اساتذہ و اکابر کی دیکھی ہوئی بھی ہوگی جو وہاں موجود تھے پھر اس کی موجودگی میں وہاں کیوں آپ نے مجھ کو مدعی تسلیم کیا ؟ کیا آپ یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں کہ اس وقت آپ نے اور آپ کے اساتذہ و اکابر بالخصوص مولوی حامد رضا خان صاحب و مولوی نعیم الدین صاحب نے اپنی ناواقفی اور کم علمی کی وجہ سے یہ اصولی غلطی کی تھی ؟ میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ آپ ہرگز اپنی اور اپنے بڑوں کی غلطی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ پس جب کہ وہاں آپ سب نے مجھ کو ان تمام مباحث میں مدعی تسلیم کیا اور یہ مدعی تسلیم کرنا غلط بھی نہ تھا تو کوئی وجہ نہیں کہ آج گیا کے مناظرہ میں بھی میرا مدعی ہونا غلط اور خلاف اصول ہو۔

یہ جواب تو الزامی قسم کا تھا اب تحقیقی بات سنئے۔

میں اس پلیٹ فارم پر اس لئے آیا ہوں کہ آپ کے سامنے آپ کے پیر و مرشد مولوی احمد رضا خان صاحب کے تکفیری فتویٰ حسام الحرمین کا غلط باطل ہونا دلائل قاہرہ سے ثابت کروں اور بتلاؤں کہ جن بزرگانِ دین کو انہوں نے کسی خاص جذبہ کے تحت کافر و مرتد قرار دیا ہے درحقیقت وہ پکے مسلمان اور سچے مومن تھے۔ پس مناظرہ رشیدیہ کی اس عبارت کی رو سے بھی مجھے مدعی ہونے کا حق حاصل ہے۔

مولوی حشمت علی صاحب نے اس بحث میں لاجواب ہونے کے بعد فرمایا کہ آپ کی جماعت کی طرف سے مولوی سید ولایت حسین شاہ صاحب نے مجھ کو جو مناظرہ کا چیلنج بذریعہ اشتہار دیا ہے اس میں مجھ کو مخاطب کر کے لکھا ہے کہ

" اب تک تو آپ نے علما کی تکفیر کی اب آپ کو اس دعوے کا ثبوت دینا ہوگا۔"

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ مولوی صاحب موصوف نے مجھ کو تکفیر کے معاملہ میں مدعی تسلیم کر لیا ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اس وقت مناظرہ میرا اور آپ کا ہے اور ان چیزوں کا طے کرنا میرے اور آپ کے ہی اوپر چھوڑا گیا ہے پس اگر مولانا سید ولایت حسین شاہ صاحب مدظلہم یا کسی اور صاحب نے اس قسم کا کوئی لفظ لکھ دیا ہو تو اس کی ذمہ داری مجھ پر یا آپ پر عائد نہیں ہوتی۔

مولوی حشمت علی صاحب نے کہا کہ آپ مجھ کو اس کی تحریر دے دیجئے میں آپ کا مدعی ہونا تسلیم کر لوں گا۔

مولانا محمد منظور صاحب نے ذیل کے الفاظ لکھ دیئے۔

" باسمہ تعالیٰ۔ مولانا سید ولایت حسین شاہ صاحب گیاوی نے اپنے اشتہار " کھلی چٹھی " میں مولوی حشمت علی صاحب کو مخاطب کر کے لکھا ہے کہ " اب تک تو آپ نے علماء کی تکفیر کی اب آپ کو اس دعوے کا ثبوت دینا ہے " اس عبارت سے جو مولوی حشمت علی صاحب کا مدعی تسلیم کیا جانا مفہوم ہوتا ہے میں اس کا ذمہ دار نہیں۔ کیونکہ کل کی نمائندہ کمیٹی نے اس کا فیصلہ میرے اور آپ کے اختیار پر چھوڑا ہے اور میرا مدعی ہونا آپ نے لاہور میں تسلیم بھی کر لیا ہے "۔

" محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ "

اس تحریر پر مولوی حشمت علی صاحب مولانا محمد منظور صاحب کو مدعی تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے اور الحمد للہ کہ یہ بحث ختم ہو گئی۔ اس کے بعد مباحث کی ترتیب پر بحث شروع ہوئی۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ یہاں حسام الحرمین کے مضامین پر بحث ہے اس میں ہمارے اکابر کے متعلق چار مبحث ہیں۔ جس ترتیب سے وہ اس میں مذکور ہیں اسی ترتیب سے گفتگو ہوگی اس کے لئے کسی خاص دلیل کی ضرورت نہیں البتہ جو ترتیب کے خلاف چلنا چاہے اس کے ذمہ دلیل ہوگی۔ علاوہ ازیں یہ چیز بھی وہ ہے جو لاہور کے مناظرہ میں میرے اور آپ کے درمیان طے ہو چکی تھی۔

مولوی حشمت علی صاحب نے فرمایا کہ سب سے پہلے حسام الحرمین کے آخری مبحث مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی کتاب حفظ الایمان کی عبارت پر بحث ہونی چاہیے۔ کیونکہ حسام الحرمین میں آپ کے جن چار بزرگوں کی تکفیر کی

گئی ہے ان میں سے ایک وہی اب زندہ ہیں دوسری باتوں پر بحث کرنے سے صاحب عبارت کو کوئی فائدہ نہیں، پہنچ سکتا اور حفظ الایمان کی بحث سے ممکن ہے کہ صاحب کتاب کو کوئی فائدہ پہنچ جاوے اور (معاذ اللہ) کفر ثابت ہو جانے پر ان کو توبہ کی توفیق ہو جائے۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ تھوڑی دیر کے لئے اس خلاف واقعہ بلکہ محال چیز کو اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی صرف حفظ الایمان کی عبارت کے فیصلہ سے یا اس سے رجوع کر لینے سے صاحب حفظ الایمان کا فرضی کفر دور نہیں ہو جاتا۔ کیونکہ آپ کے نزدیک جس طرح وہ عبارت حفظ الایمان کے لکھنے کی وجہ سے (معاذ اللہ) کافر ہیں اسی طرح عبارات تحذیر الناس و براہین قاطعہ وغیرہ کو صحیح سمجھنے کی وجہ سے بھی کافر ہیں۔

پس صرف حفظ الایمان کی عبارت کے فیصلے سے تاوقتیکہ دوسری تمام متنازعہ فیہ عبارات کا بھی فیصلہ نہ ہو کسی کے کفر و اسلام کا فیصلہ نہیں ہوتا لہٰذا آپ کی یہ دلیل بالکل ہی لغو ہے پس اس کے علاوہ کوئی اور دلیل ہو تو پیش فرمائیے۔

مولوی حشمت علی صاحب نے کہا اچھا لیجئے میں ایک اور دلیل پیش کرتا ہوں بات یہ ہے کہ حفظ الایمان کی عبارت بہت صاف اور سلیس اردو میں ہے اور اس کو عوام الناس بہت آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ بخلاف تحذیر الناس کے کہ وہ بھی اگرچہ اردو میں ہے لیکن علمی اصطلاحوں کے استعمال کی وجہ سے اس کا سمجھنا عوام کے لئے مشکل ہے اس لئے پہلے حفظ الایمان پر بحث ہو جانی چاہئے۔ کیونکہ اس کو تو لوگ سمجھ ہی لیں گے۔ تحذیر الناس کی عبارت کو نہ معلوم سمجھ سکیں یا نہ سمجھ سکیں۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ مولانا! یہ تو بعینہٖ میری دلیل ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جب حفظ الایمان کی عبارت آپ کے نزدیک بہت زیادہ سہل الفہم ہے تو اس پر مناظرہ کی بھی کچھ زیادہ ضرورت نہیں جو شخص اس کو سمجھنا چاہے گا وہ بغیر میری اور آپ کی امداد کے اپنے گھر میں بیٹھ کر خود مطالعہ کرلے گا یا کسی اردو داں سے سمجھ لے گا البتہ چونکہ تحذیر الناس کی عبارت بقول آپ کے بہت مشکل ہے اس لئے اس کے سمجھانے کے لئے میری اور آپ کی ضرورت ہے پس چاہئے کہ ہم اور آپ پہلے تحذیر الناس وغیرہ کی مشکل عبارات پر گفتگو کرلیں کیونکہ اس صورت میں اگر کسی وجہ سے خدانخواستہ مناظرہ ناتمام ختم ہوا جیسا کہ آپ کے متعلق بارہا کا تجربہ ہے تو صرف آسان عبارتوں

کی بحث رہ جائے گی جس کو لوگ بطور خود سمجھتے رہیں گے اور اگر آپ کی تجویز پر عمل کیا گیا اور آسان عبارتوں پر مناظرہ ہو کر ختم ہو گیا تو مشکل عبارات حل ہونے سے رہ جائیں گی اور عام مسلمان بطور خود ان کو نہیں سمجھ سکیں گے۔

مولانا کی اس تقریر نے مولوی حشمت علی صاحب کو مجبور کر دیا اور طے ہو گیا کہ مباحث کی ترتیب وہی ہو گی جو حسام الحرمین میں ہے۔

اس کے بعد اس پر گفتگو شروع ہوئی کہ ہر مبحث کے لئے کتنا وقت یا کس قدر تقریریں مقرر کی جائیں۔ مولوی حشمت علی صاحب کا اصرار تھا کہ اس کے لئے کسی خاص وقت یا تقریروں کی تعداد کی تحدید و تعیین نہ کی جائے جب تک کہ ایک مبحث پر گفتگو کرتے کرتے کوئی فریق عاجز نہ آجاوے اس وقت تک اس مبحث کو ختم نہ کیا جاوے

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ آپ کسی ایسے مناظرہ کی نظیر پیش نہیں کر سکتے جس میں کسی فریق نے اپنی عاجزی کا اقرار کیا ہو۔ بالخصوص آپ کے متعلق مجھے جہاں تک تجربہ ہے میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ آپ معقول سے معقول دلائل کے سامنے بھی خاموش نہیں ہوا کرتے۔ پس اگر آپ کے فرمانے کے مطابق ہر مبحث کے لئے لامحدود وقت دیا جائے گا تو نتیجہ یہ ہو گا کہ کوئی ایک بحث قیامت کے سویرے تک بھی ختم نہ ہو گی۔ اور آپ کا منشا بھی یہی ہے کہ مناظرہ کسی نتیجہ پر نہ پہنچے۔ علاوہ ازیں یہ کہ لاہور میں ان ہی مباحث کے متعلق یہ طے ہو چکا تھا کہ ہر موضوع پر فریقین کی سات سات تقریریں ہوں گی۔ اس لئے میری رائے یہ ہے کہ وہی تعداد یہاں بھی رہے۔

اس گفتگو نے بہت طوالت اختیار کی اور جب مولوی حشمت علی صاحب کے سامنے دلائل کا میدان تنگ ہو گیا تو آپ نے اپنے مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

بھائیو! آپ دیکھ رہے ہیں میں مولوی منظور صاحب کی سب باتیں مانتا جا رہا ہوں، لیکن وہ میری یہ بات بھی نہیں مانتے تو کیا آپ کی رائے ہے کہ میں ان کی اس بات کو بھی مان لوں۔؟ ان کے مجمع سے آوازیں بلند ہوئیں نہیں نہیں!

اس کے بعد مولوی حشمت علی صاحب نے فرمایا کہ دیکھئے مولوی صاحب! میں تو آپ کی یہ بات بھی ماننے کے لئے تیار ہوں مگر کیا کروں میرے یہ بھائی نہیں مانتے۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ آج دلیل کی یہ ایک نئی قسم معلوم ہوئی کہ "بھائی نہیں مانتے" ابھی

تو شرائط کی گفتگو ہے اس کے بعد انشاء اللہ تعالےٰ اصل بحث پر مناظرہ شروع ہونے والا ہے۔ میں بعون اللہ تعالیٰ دلائل پیش کروں گا اور آپ اپنے ان بھائیوں سے دریافت کریں گے کیوں بھائیو میں منظور کی بات مان لوں؟ یہ آپ کی تلقین کے مطابق فرمائیں گے نہیں نہیں! اور آپ پھر مجھ سے یہی فرمائیں گے کہ مولوی صاحب میں تو آپ کی بات ماننے کو تیار ہوں مگر کیا کروں یہ بھائی لوگ نہیں مانتے۔ درحقیقت آپ کی یہ نئی دلیل بالکل لاجواب ہے۔

اس پر ایک عام قہقہہ لگا۔ اور مولوی حشمت علی صاحب کے بعض خاص طرف داروں نے کہا کہ مولوی صاحب اس کو بھی مان لیجئے۔

چنانچہ اس بھائی کی سفارش سے مولوی صاحب کی اس بھائیوں والی دلیل کا خاتمہ ہوا، اور مولوی حشمت علی صاحب نے اپنے بھائیوں سے مشورہ کرنے کے بعد کہا کہ اچھا ہر مبحث کے لئے اکیس اکیس تقریریں رکھ لیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ یہ تعداد بہت زیادہ ہے اور اس حساب سے ایک بحث قریباً ایک ہفتہ میں ختم ہو سکے گی حالانکہ میرے نزدیک ایک بحث کے لئے ایک دن بھی کافی ہے۔ لیکن مولوی حشمت علی صاحب کی ضد ختم نہ ہوئی اور بالآخر یہی طے ہوا کہ ہر مبحث پر فریقین کی اکیس اکیس تقریریں ہوں۔

اس کے بعد یہ بحث شروع ہوئی کہ آخری تقریر ہر مبحث میں کس کی ہو گی۔ مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اصولاً آخری تقریر کا حق مدعی کو ملتا ہے اس لئے جب مدعی مجھ کو تسلیم کر لیا گیا تو آخری تقریر کا حق بھی مجھ ہی کو ملنا چاہئے لیکن مجھے یاد ہے اور آپ کو بھی یاد ہو گا کہ لاہور میں جب ہماری آپ کی اس بحث نے زیادہ طول پکڑا تھا اور آپ اس کے لئے کسی طرح راضی نہ ہوتے تھے تو ہم نے آپ کے صدر صاحب کے اصرار پر بطور مفاہمت خلاف ضابطہ پہلی دو بحثوں میں آخری تقریر کا حق آپ کو دے دیا تھا اب بھی اگر آپ اس پر اصرار کریں تو میں اس قدر ایثار کے لئے تیار ہوں کہ پہلی دو بحثوں میں آخری تقریر آپ کی ہو۔ لیکن چونکہ یہ چیز خلاف ضابطہ ہو گی اس لئے میں آپ سے اس کے متعلق تحریر لوں گا کہ یہ چونکہ بطور مفاہمت طے ہوا ہے اس لئے کوئی شخص اس کو نظیر بنا کر ہمارے خلاف استعمال نہ کر سکے گا۔

مولوی حشمت علی صاحب نے فرمایا کہ یہ کوئی اصول نہیں ہے کہ آخری تقریر مدعی کی ہو آپ اس کو ہرگز ثابت نہیں کر سکتے۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اس مدعا پر میں اپنے دلائل آپ کے سامنے لاہور میں پیش کر چکا ہوں۔ مجھے تعجب ہے کہ ان دلائل کے سننے کے بعد آپ کیوں کر اس دلیری سے یہ فرما رہے ہیں۔ کیا آپ میرے ان دلائل کو بھول گئے ہیں؟

سنئے میری پہلی دلیل یہ ہے کہ مناظرہ رشیدیہ میں جہاں مناظرہ کی ترتیب طبعی لکھی ہے اور اس کا نقشہ کھینچ کر بتلایا ہے وہاں مدعی ہی کی تقریر پر کلام کو ختم کیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ آخری تقریر کا حق مدعی کو ہوتا ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ فن مناظرہ کی اصطلاح میں مدعا علیہ کو سائل اور مدعی کو مجیب قرار دیا گیا ہے جیسا کہ مناظرہ رشیدیہ کے ابتدائی صفحات میں اس کی تصریح موجود ہے اور یہ چیز بدیہی ہے کہ سائل کی ہر تقریر کے بعد مجیب کو جوابی تقریر کا حق ہوگا اس لحاظ سے بھی آخری تقریر کا حق مدعی ہی کو ملنا چاہئے۔

مولوی حشمت علی صاحب نے فرمایا کہ مناظرہ رشیدیہ موجود ہے اس میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ مدعی کی تقریر آخری ہوتی ہے آپ صاف لفظوں میں یہ لکھا ہوا دکھا دیجئے میں مان لوں گا۔

اس پر رضا خانیوں کے صدر مولوی عبدالولی صاحب کھڑے ہوئے اور آپ نے ایک خاص انداز سے فرمایا کہ

"میں بحیثیت عالم ہونے کے عرض کرتا ہوں کہ مولانا حشمت علی صاحب بالکل ٹھیک فرما رہے ہیں فی الحقیقت مناظرہ رشیدیہ میں کہیں لکھا ہوا نہیں کہ مدعی کی تقریر آخری ہوتی ہے اور اگر مولوی منظور صاحب اس کو ثابت کر دیں تو میں ابھی دس روپیہ انعام دوں گا"

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ بسم اللہ ابھی کسی کو حکم بنایئے میں اسی مناظرہ رشیدیہ سے ثابت کروں گا کہ آخری تقریر کا حق مدعی کا ہے اور جو دو حوالے رشیدیہ کے میں پیش کر چکا ہوں ان ہی سے ثابت کر کے دکھلاؤں گا اور اگر اس وقت آپ کسی غیر جانبدار شخص کو حکم تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہوں تو آئندہ دوران مناظرہ میں ہرگز ایسی جسارت نہ کریں۔

معاف کیجئے! میرا تخاطب مولوی حشمت علی صاحب سے ہے آپ کے متعلق مجھ کو معلوم ہے کہ آپ مناظرہ رشیدیہ کی عبارت بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے اس کا سمجھنا تو بعد کی چیز ہے اور اگر میں بھی اپنا پہلو کمزور محسوس کرتا اور خارجی تائید کی مجھ کو بھی ضرورت ہوتی تو ان علماء کرام سے اپنی تائید کرا سکتا تھا اور کرا سکتا ہوں جو بحمداللہ اصحاب درس ہیں اور جنہوں نے بارہا مناظرہ رشیدیہ پڑھایا ہے لیکن مجھے اس کی ضرورت نہیں میں جو کچھ کہہ رہا ہوں دلائل کی روشنی

میں کہہ رہا ہوں۔

اس کے جواب میں مولوی عبدالولی صاحب نے حضرت حکیم الامت تھانوی مدظلہم کا نام نامی نہایت گستاخی کے ساتھ لیتے ہوئے کہا کہ میں نے ان کو مباہلہ کا چیلنج دیا تھا وہ بھاگ گئے اور میرے خط کا جواب بھی نہ دیا پھر آپ کو ہم سے تخاطب کا کوئی حق نہیں ہے آپ کے مقابل مولوی حشمت علی صاحب ہیں آپ ان سے بات کیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ میں آپ کو قابل خطاب نہیں سمجھتا بے شک میرے مخاطب مولوی حشمت علی صاحب ہیں کیوں کہ وہ مولوی حامد رضا خان صاحب کے وکیل ہیں۔ آپ کی پوزیشن کا حال یہ ہے کہ میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ مولوی حشمت علی صاحب بھی آپ کو اپنا وکیل یا نمائندہ بنانے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ رہا آپ کا یہ کہنا کہ میں نے حضرت حکیم الامت کو مباہلہ کے متعلق خط لکھا تھا اور جواب نہیں آیا بہت ممکن ہے کہ یہ صحیح ہو۔ حضرت ممدوح نے تو کبھی آپ کے مجدد ملت کو بھی منہ نہیں لگایا آپ کس شمار قطار میں ہیں۔ اور اگر فی الحقیقت آپ کو مباہلہ کی آرزو ہے اور آپ اس کے ذریعہ سے حق و ناحق کا ظہور چاہتے ہیں تو بسم اللہ ہمیں میدان ہمیں چوگاں۔ کرسی سے اتریے یہ میدان ہے میں بھی حاضر ہوں اسی وقت گیا ہی میں مباہلہ بھی ہوا جاتا ہے اور انشاء اللہ دیکھنے والے اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے کہ حق کے سامنے باطل کس طرح ذلیل و خوار ہوتا ہے۔

مولانا کی اس حقانی جرأت کو دیکھ کر اہل باطل پر ایک خاص رعب چھا گیا اور مولوی عبدالولی صاحب نے نہایت مرعوب آواز میں کہا کہ۔

"میری دعوت مباہلہ تو صرف مولوی تھانوی صاحب کے لئے تھی"

اس کے بعد مولوی حشمت علی صاحب ثالث بن کر کھڑے ہوئے اور آپ نے پہلے اپنے صدر صاحب کو خاموش کیا اور اس کے بعد مولانا محمد منظور صاحب سے کہا کہ اس بے کار گفتگو کو ختم کیجئے اور اصل بات طے کیجئے۔ مناظرہ رشیدیہ میں اگر کہیں صاف لفظوں میں یہ لکھا ہو کہ آخری تقریر مدعی کی ہوتی ہے تو مجھ کو دکھلا دیجئے میں مان لوں گا۔ لیکن میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اس میں کہیں بھی یہ لکھا ہوا نہیں ہے۔ بلکہ اس میں صاف الفاظ میں موجود ہے کہ جب گفتگو ایسے مقدمات پر پہنچ جائے جو یقینی ہوں یا ظنی ہوں مگر فریق مقابل کو تسلیم ہوں تو بحث ختم ہو جاتی ہے۔ تو اگر آپ نے ایسے مقدمات پیش کر دیئے تو بحث آپ کی تقریر پر ختم ہو جائے گی اور اگر میں نے ایسے مقدمات پیش کر

دیئے تو بحث میری تقریر پرختم ہو جائے گی اس میں مدعی یا مدعا علیہ کی کوئی تخصیص نہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ مجھے تعجب ہے کہ میں آپ کے اس مغالطہ کا جواب لاہور میں دے چکا تھا اور آج پھر آپ اسی کو میرے سامنے پیش فرما رہے ہیں۔ درحقیقت مناظرہ رشیدیہ کی جس عبارت کو آپ پیش کر رہے ہیں وہ میری دلیل ہے۔ آپ نے یہ تو غور کیا ہوتا کہ مقدمات کس کو کہتے ہیں اور وہ کس کی طرف سے پیش ہو سکتے ہیں اسی رشیدیہ میں مذکور ہے کہ مقدمات اجزاء دلیل کو کہتے ہیں اور دلیل پیش کرنا مدعی کا کام ہے نہ کہ مدعا علیہ کا۔ پس مقدمات یقینی یا ظنی مدعی ہی کی طرف سے پیش ہو سکتے ہیں اور اسی پر بحث ختم ہو جائے گی بہرحال آپ کی پیش کردہ اس عبارت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آخری تقریر مدعی کی ہوتی ہے۔ رہا آپ کا یہ مطالبہ کہ میں صاف لفظوں میں لکھا ہوا دکھلا دوں کہ مدعی کی تقریر آخری ہوا کرتی ہے یہ آپ کے لئے کچھ زیبا نہیں ہے اس قسم کی باتیں تو کوئی معمولی طالب علم بھی نہیں کرے گا۔

کیا آپ کسی دینی کتاب میں صاف الفاظ میں یہ دکھلا سکتے ہیں کہ تحذیر الناس، براہین قاطعہ، اور حفظ الایمان کے مصنفین معاذ اللہ کافر ہیں۔

میں مناظرہ رشیدیہ سے تو اپنے مدعا کو ثابت کر چکا اگر آپ کے نزدیک اس ثبوت میں کوئی کمزوری ہے تو پیش کیجئے اور اگر آپ ان عبارات کو نہ سمجھ سکتے ہوں تو پھر یہاں قانون پیشہ حضرات (وکلاء و بیرسٹران) بھی موجود ہیں ان سے دریافت کر لیجئے وہ بھی آپ کو یہ بتلا سکتے ہیں کہ مقدمات میں آخری بحث کے وقت ہر تقریر کا حق مدعی کے وکیل کو دیا جاتا ہے۔

اور اگر آپ اس کو بھی نہ مانیں تو لیجئے میں خود آپ کی تحریر پیش کرتا ہوں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ اب سے پانچ چھ برس پہلے ۱۳۴۹ھ ۱۳۵۰ھ میں رنگون کے مناظرہ کے متعلق میری اور آپ کی ایک طویل خط و کتابت ہوئی تھی جو کئی مہینہ جاری رہی تھی۔ اس سلسلہ میں جو آخری خط آپ نے ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۵۰ھ کو مجھے تحریر فرمایا تھا اس کا دسواں نمبر یہ ہے۔

"نمبر۱۰ عدل و انصاف کا مقتضی یہی ہے کہ مجیب کی پچھلی تقریر سب سے آخر میں ہو، تاکہ سائل نے اپنی آخری تقریر میں مجیب پر جو کچھ اعتراض کیا ہے مجیب اس کا جواب دے سکے ورنہ سائل کو

موقع دینا کہ جو کچھ چاہے آخری تقریر میں بک دے اور مجیب کو اس پر کچھ بولنے کا حق نہ دینا صراحۃً ظلم ہے اور عقلاً وقانوناً بھی جواب کا مرتبہ سوال سے متاخر ہے اس لئے مجیب کی تقریر کا آخر میں ہونا ضرور ہے انتہیٰ "

آپ نے اس تحریر میں اصول عقل اور قانون کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ مجیب کی تقریر آخری ہونی چاہئے اور مناظرہ رشیدیہ کے ابتدائی صفحات میں یہ تصریح ہے کہ سائل مدعا علیہ ہوتا ہے اور مدعی کی حیثیت مجیب کی ہوتی ہے پس جب آپ نے مجھ کو مدعی تسلیم کرلیا تو میں مجیب بھی ہوگیا اور آپ کی ان زبردست تصریحات کی رو سے آخری تقریر کا حق میرا ہوا۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمارے آپ کے اس نزاع کا فیصلہ خود آپ کی تحریر نے کردیا ع

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

مولوی حشمت علی صاحب نے اپنی وہ تحریر دیکھنے کے لئے منگوائی جو ان کو بھیج دی گئی۔ اس کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ " بے شک یہ میری تحریر ہے لیکن میری تحریر کوئی اصول مناظرہ کی کتاب یا قرآن وحدیث تھوڑا ہی ہے جس کا ماننا ضروری ہو "

ان کے اس عجیب وغریب جواب پر ایک عام قہقہہ بھی لگا۔ بالآخر خود ان کی جماعت کے بعض لوگوں نے ان سے کہا کہ اب آپ اس بارہ میں بھی انکار نہ فرمائیے۔ چنانچہ گھنٹوں کی تضییع اوقات کے بعد مولوی حشمت علی صاحب نے اس کو تسلیم کیا اور قرارداد ان الفاظ میں قلم بند کی گئی۔

" بطور مفاہمت کے یہ طے ہوا کہ پہلی دو بحثوں میں آخری تقریر کا حق مولوی حشمت علی صاحب کو دیا جائے اور آخری دو بحثوں میں مولوی محمد منظور صاحب ہی کو آخری تقریر کا حق ہوگا اور چونکہ یہ بطور مفاہمت طے ہوا ہے اس لئے دوسروں کے لئے یہ نظیر نہیں بن سکتا "

اور اس تحریر پر مولوی حشمت علی صاحب کے دستخط لے لئے گئے۔

اس کے بعد خدا خدا کرکے مناظرہ کی کارروائی شروع ہوئی۔

مولانا محمد منظور صاحب نے حسام الحرمین کی پہلی بحث متعلق تحذیر الناس پر اپنا بیان دعوے لکھ کر پیش کیا اور پڑھ کر سنایا۔

ہم مولانا کے اس بیان کے درج کرنے سے پہلے حسام الحرمین کا وہ حصہ یہاں نقل کر دینا مناسب سمجھتے ہیں جس میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رح پر کفر کا حکم لگایا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب حسام الحرمین ص۱۲۔ پر لکھتے ہیں۔

قاسم النانوتوی صاحب تحذیر الناس و هو القائل فيه لو فرض فی زمنه صلی الله تعالی علیه وسلم بل لو حدث بعده صلی الله علیه وسلم نبی جدید لم یخل ذالك بخاتمیته و انما یتخیل العوام انه صلی الله تعالی علیه وسلم خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین مع انه لا فضل فیه اصلا عند اهل الفهم الی آخر ما ذکر من الهذیانات وقد قال فی التتمة والاشباه وغیرهما اذا لم یعرف ان محمداً صلی الله تعالی علیه وسلم آخر الانبیاء فلیس بمسلم لانه من الضروریات اه والنانوتوی هذا هو الذی وصف محمد علی الکانفوری ناظم الندوة بحکیم الامة المحمدیة فسبحان مقلب القلوب والابصار ولا حول ولا قوة الا بالله الواحد القهار والعزیز الغفار۔

قاسم نانوتوی ...... جس کی تحذیر الناس ہے اور اس نے اپنے اس رسالہ میں لکھا ہے۔ بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی[1] بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا عوام کے خیال میں تو رسول اللہؐ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں الخ حالانکہ فتاویٰ تتمہ اور الاشباہ والنظائر وغیرہما میں تصریح فرمائی کہ اگر محمد صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کو سب سے پچھلا نبی نہ جانے تو مسلمان نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر الانبیاء ہونا سب انبیاء سے زمانہ میں پچھلا ہونا ضروریات دین سے ہے۔ اور یہ وہی نانوتوی ہے جسے محمد علی کانپوری ناظم ندوہ نے حکیم امت محمدیہ کا لقب دیا۔ پاکی ہے اسے جو دلوں اور آنکھوں کو پلٹے دیتا ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

---

[1] تحذیر الناس میں لفظ رسول اللہ کے بعد صلعم، لکھا ہوا تھا خانصاحب نے مسلمانوں کو بدظن کرنے کیلئے اس کو اڑا دیا۔ آخر چودھویں صدی کے مجدد ہیں ۱۲

فھؤلاء المردۃ المریدۃ الخناس مع اشتراکھم فی الداھیۃ الکبری مفترقون فیما بینھم علی آراء یوحی بھا الیھم الشیطٰن غرورا۔

حسام الحرمین صـ ۱۲

تو یہ سرکش شیطان کے چیلے باآنکہ اس مصیبت عظیم میں سب شریک ہیں آپس میں مختلف رایوں میں پھوٹے ہوئے ہیں جو شیطان فریب کی راہ سے ان کے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔

ترجمہ حسام الحرمین صـ ۱۳

حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے خلیفۂ ارشد حضرت مولانا سید محمد علی صاحب مونگیری رحمۃ اللہ علیہ (سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ) کے متوسلین مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کی اس عبارت کو خاص طور پر ملاحظہ فرمادیں۔ خان صاحب موصوف کے نزدیک حضرت مولانا مونگیری رحمۃ اللہ علیہ بھی صرف مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حکیم امت محمدیہ کہنے کے جرم میں کافر، مرتد، اور شیطان کے چیلے ہیں ؎

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

بہر حال یہ ہے خان صاحب کا وہ فتوے جس پر مناظرہ شروع ہوا۔ اب ہم اپنے ناظرین کے سامنے مناظرہ کی کارروائی پیش کرتے ہیں۔ واللہ الموفق۔

خادم العلماء خاکسار محمد عبد القدوس بہاری غفرلہٗ

نزیل "گیا"۔ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ

مولوی احمد رضا خاں صاحب کے مذکورہ صدر فتویٰ کفر کے خلاف

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدیر "الفرقان" بریلی کا

زبردست بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی النبی الامی الذی لا نبی بعدہ وعلی آلہ واصحابہ الذین ھم للامۃ سیادۃ وقادۃ اللّٰھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ والباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ

اما بعد :-

حاضرین کرام! بالخصوص فاضل مخاطب مولوی حشمت علی صاحب حق تعالیٰ ہم سب کو نیک توفیق دے۔ اس وقت حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نور اللہ مرقدہٗ کے متعلق بحث ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ حضرت مرحوم بحمد اللہ مسلمان اور مومن کامل تھے۔ کسی شخص کے مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے کہ تمام ضروریات دین پر اس کا ایمان ہو۔ حضرت ممدوح نہ صرف تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتے تھے بلکہ آپ نے اپنی بیش بہا تصانیف مثلاً تقریر دلپذیر، حجۃ الاسلام، انتصار الاسلام، قبلہ نما، ومباحثہ شاہجہانپور وغیرہا میں براہین قاہرہ اور دلائل واضحہ سے تمام ضروریات دین مثلاً توحید، رسالت، ختم نبوت، قیامت، حشر ونشر، جنت و دوزخ وغیرہا کا ایسا ناقابل انکار ثبوت پیش کیا ہے جو مناظرین اسلام اور خدام ملت کے لئے آج تک چراغ راہ ہے۔

ایسی حالت میں ان کو کافر کہنا دین و انصاف پر سخت ظلم اور حسب تصریح نصوص شرعیہ معصیت اور گناہ کبیرہ ہے حضور

خاتم النبیین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ایما رجل قال لاخیہ کافر فقد باء بہ احدھما۔[1]

اور ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے ومن رمی مومنا بکفر فھو کقتلہ۔[2] (بخاری شریف)

صحیحین میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا جو واقعہ[3] مذکور ہے وہ بھی ہمارے لئے اس معاملہ میں بہترین سبق ہے ان احادیث کریمہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ کسی مسلمان کو کافر قرار دینا کتنا سنگین جرم ہے اسی وجہ سے فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالٰی نے اس معاملہ میں انتہائی احتیاطوں سے کام لیا ہے۔ چنانچہ شرح فقہ اکبر میں ہے۔

---

[1] جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہا تو وہ کفر ان میں سے ایک پر ضرور لوٹا (یعنی جبکہ وہ شخص فی الحقیقت کافر نہ ہو تو یہ کفر اس کافر کہنے والے پر لوٹے گا)

[2] یعنی کسی مسلمان کو کفر کی تہمت لگانا اس کے قتل کرنے کے برابر ہے (معاذ اللہ)

[3] پورا واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت اسامہ رض رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک جنگ میں شریک ہوئے انہوں نے کافروں میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ جس مسلمان کی طرف چلتا ہے اسی پر ہاتھ صاف کر دیتا ہے یہ اس کی گھات میں لگ گئے اور موقع پا کر اس پر تلوار اٹھائی، عین اس وقت اس نے کلمۂ توحید لا الہ الا اللہ پڑھا لیکن حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ نہ روکا اور اس کو قتل کر دیا۔ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ پہنچا تو آپ نے اسامہ رض سے فرمایا کہ تم نے لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد اس کو کیوں قتل کر دیا؟ عرض کیا کہ حضور! وہ مسلمانوں میں سے فلاں فلاں کو شہید کر چکا تھا۔ اور جب میں نے اس پر حملہ کیا اور اس نے تلوار کو اپنے سر پر دیکھا تو اس نے لا الہ الا اللہ پڑھا تو اس کا یہ لا الہ الا اللہ پڑھنا دل سے نہ تھا بلکہ صرف میری تلوار کے ڈر سے اس نے ایسا کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا تم نے اس کا دل چیر کر نہیں دیکھ لیا کہ اس نے دل سے کہا یا خوف سے۔ نیز آپ نے ارشاد فرمایا کہ بتلاؤ قیامت کے دن جب اس کی طرف سے اس کا کلمہ توحید مدعی بن کر آئے گا تو تم کیا کرو گے؟ اسامہ رض نے عرض کیا حضور میرے لئے استغفار کیجئے۔ اس کے جواب میں بھی بار بار آپ نے یہی ارشاد فرمایا کہ جب قیامت کے دن اس کا کلمہ توحید مدعی بن کر آئے گا تو تم کیا کرو گے؟ حضرت اسامہ رض فرماتے ہیں کہ جب بار بار آپ نے یہی ارشاد فرمایا تو میں نے تمنا کی کہ کاش میں آج کے دن مسلمان ہوا ہوتا کہ میرا جدید اسلام اس گناہ کو بھی مٹا دیتا۔

کیا مسلمانوں کے ایمان و اسلام پر بے احتیاطی سے حملہ کرنے والے اس عبرت آموز واقعہ سے کوئی سبق لیں گے؟

مرتب

قد[1] ذکروا ان المسئلة المتعلقة بالکفر اذا کان لها تسع وتسعون احتمالاً لکفر واحتمال واحد فی نفیه فالاولی للمفتی والقاضی ان یعمل بالاحتمال النافی لان الخطاء فی ابقاء الف کافر اھون من الخطاء فی افناء مسلم واحد۔ (شرح فقہ اکبر مجیدی کانپور ص ۱۹۸)

اور فقہ حنفی کی مستند و معتبر کتابوں (مثلاً بحر الرائق و تنویر الابصار وغیرہ) میں مذکور ہے

والذی[2] تحرر انه لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن۔

یہ اور اس قسم کی اور بھی عبارات خود آپ کے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنی کتاب تمہید ایمان میں ذکر کی ہیں۔

مگر افسوس ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور فقہاء کرام کی ان تصریحات سے بے پروا ہو کر آپ اور آپ کے پیر و مرشد مولوی احمد رضا خان صاحب نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بالکل بے وجہ اور محض کسی ناجائز جذبہ کے ماتحت کافر کہا اس کے لئے بعض ایسی ایسی افسوسناک کارروائیاں کیں جن کی توقع کسی معمولی درجہ کے انسان سے بھی نہیں کی جا سکتی۔

چنانچہ ایک افسوسناک کارروائی تو انہوں نے یہ کی کہ مولانا مرحوم کے مختلف جگہ کے تین متفرق فقروں کو جوڑ کر ایک مسلسل عبارت بنائی اور ان کی ترتیب میں بھی الٹ پھیر کر دیا[3] اور کوئی ایسی علامت بھی نہ دی جس سے ناظرین سمجھ سکتے کہ یہ مختلف جگہ کی عبارتیں ہیں، بلکہ ان کو جوڑ کر بالکل ایک عبارت کر دیا۔ پھر غضب یہ کیا کہ ہر فقرہ کے اول یا آخر کا وہ حصہ نقل کرنے سے چھوڑ دیا جس سے اس کا اصل مطلب واضح ہو جاتا حالانکہ اس قسم کی ناجائز قطع و برید سے تو ہر کلام کو کفر بنایا جا سکتا ہے۔

---

[1] علماء مذہب نے ذکر کیا ہے کہ جو مسئلہ کفر سے متعلق ہو جبکہ اس میں ننانوے ۹۹ احتمال کفر کے ہوں اور صرف ایک احتمال اس کی نفی کا ہو تو مفتی اور قاضی کو چاہئے کہ اسی نفی والے احتمال پر عمل کرے کیوں کہ ہزار کافروں کو باقی رکھنے میں خطا ہو جانا ایک مسلمان کے فنا کرنے میں خطا ہو جانے سے کم خطرناک ہے۔ ۱۲

[2] اور جو کچھ منقح ہوا ہے وہ یہ ہے کہ کسی ایسے مسلمان کے کفر کا فتویٰ نہیں دیا جائیگا جس کے کلام کو کسی اچھے محمل پر محمول کرنا ممکن ہو۔ ۱۲

[3] اور اسی الٹ پھیر کی وجہ سے تحذیر الناس کے ان فقروں کا مطلب بالکل بدل گیا۔ ۱۲

بہر حال چونکہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے عبارات تحذیر الناس میں ناجائز قطع و برید کر کے اس سے ختم نبوت کا انکار نکالا ہے اور پھر اسی بنیاد پر کفر کا حکم لگایا ہے اس لئے ان کا وہ فتوےٰ ہرگز قابل اعتبار نہیں۔

اس کے بعد میں مناسب سمجھتا ہوں کہ رفع خلجان کے لئے ان تینوں فقروں کا صحیح مطلب بھی عرض کر دوں جن کو توڑ جوڑ کر فاضل بریلوی نے ایک کفریہ مضمون بنایا ہے لیکن اس کے لئے ضرورت ہے کہ پہلے اختصار کے ساتھ لفظ خاتم النبیین کی تفسیر کے متعلق مولانا نانوتوی مرحوم کا مسلک واضح کر دیا جائے۔ پہلے بطور تمہید میں یہ بتلا دینا چاہتا ہوں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نفس الامر میں دو قسم کی خاتمیت ثابت ہے۔

ایک زمانی جس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں۔ دوسرے خاتمیت ذاتی جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ وصف نبوت کے ساتھ بالذات موصوف ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام بالعرض۔ جس طرح کہ آفتاب روشنی کے ساتھ باذن اللہ تعالیٰ بلا کسی دوسرے واسطے کے موصوف ہے اور دوسرے ستارے اس کے واسطے سے روشن ہیں پہلے ہی حق تعالیٰ نے حضور ص کو براہ راست نبوت عطا فرمائی اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو حضور سراپا نور کے واسطے سے۔ اور اسی کا نام ہماری اصطلاح میں خاتمیت ذاتیہ ہے۔ بہر حال مولانا نانوتوی مرحوم کی تحقیق یہ ہے کہ قرآن عزیز میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا گیا ہے اس سے آپ کے لئے دونوں قسم کی خاتمیت ثابت ہوتی ہے ذاتی بھی اور زمانی بھی۔ اور عوام اس سے محض ایک قسم کی خاتمیت مراد لیتے ہیں یعنی صرف زمانی۔

پس تفسیر خاتم النبیین کے متعلق حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کا خلاصہ صرف اسی قدر ہے جس کا حاصل بس یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم زمانی بھی ہیں اور خاتم ذاتی بھی اور یہ دونوں قسم کی خاتمیت آپ کے لئے قرآن کریم کے اسی لفظ خاتم النبیین سے نکلتی ہے۔ اس کے بعد ہم ان تینوں فقروں کا صحیح مطلب عرض کرتے ہیں جن کو جوڑ کر فاضل بریلوی نے ایک کفر کا مضمون بنا لیا ہے ان میں سے پہلا فقرہ صفحہ ۱۴ کا ہے اور یہاں حضرت مرحوم اپنی مذکورہ بالا تحقیق کے موافق خاتمیت ذاتی کا بیان فرما رہے ہیں۔ اس موقع پر "تحذیر الناس" کی پوری عبارت اس طرح ہے۔

" غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم

چونا بدستور باقی رہتا ہے ؟

مولوی احمد رضا خان صاحب نے اس عبارت کا خط کشیدہ حصہ جس سے ہر شخص یہ سمجھ لیتا ہے کہ مولانا کی یہ عبارت خاتمیت ذاتی کے متعلق ہے نہ زمانی کے متعلق ؟ حذف کر کے ایک ناتمام ٹکڑا نقل کر دیا اور پھر غضب یہ کیا کہ اس کو صفحہ اٹھائیس کے ایک فقرہ کے ساتھ اس طرح جوڑا کہ صفحہ کے نمبر کا تو ذکر ہی کیا ہے درمیان میں ختم فقرہ کا نشان (ڈیش) بھی نہیں دیا پھر اس فقرہ کی نقل میں بھی صریح خیانت کی اس موقع پر پوری عبارت اس طرح ہے۔

"ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا کہ اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصودہ بالخلق میں سے مماثل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی افراد مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا"

اس عبارت میں بھی خان صاحب نے یہ کارروائی کی کہ اس کا ابتدائی حصہ جس سے ناظرین کو صاف معلوم ہو سکتا تھا کہ یہاں صرف خاتمیت ذاتی کا ذکر ہے نہ زمانی کا۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت کے متعلق بھی مصنف تحذیر الناس کا عقیدہ اس سے معلوم ہو جاتا اس اہم حصہ کو مولوی احمد رضا خان صاحب نے یک قلم حذف کر کے صرف آخری خط کشیدہ فقرہ کو نقل کر دیا۔ اور دوسری افسوسناک کارروائی یہ کی کہ اس ناتمام فقرے کو بھی صفحہ ۳ کے ایک ناتمام فقرے سے اس طرح جوڑ دیا کہ وہاں بھی درمیان میں ڈیش تک نہیں دیا۔

بہرحال صفحہ ۱۴ اور صفحہ ۲۸ کے ان دونوں فقروں میں حضرت مرحوم صرف خاتمیت ذاتی کے متعلق فرما رہے ہیں کہ یہ ایسی خاتمیت ہے کہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد اور کوئی نبی ہو تب بھی آپ کی اس خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔

رہی خاتمیت زمانی، اس کا یہاں کوئی ذکر نہیں اور نہ کوئی ذی ہوش یہ کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت زمانی میں کوئی فرق نہیں آتا۔[1]

[1] حاشیہ بر صفحہ آئندہ۔

یہاں تک تحذیر الناس کے صفحہ ۱۴ اور صفحہ ۲۸ کے فقروں کا صحیح مطلب عرض کیا گیا ہے۔ رہا تیسرا فقرہ جس کو خان صاحب نے سب سے اخیر میں نقل کیا ہے وہ تحذیر الناس کے تیسرے صفحہ کا ہے اور یوں سمجھنا چاہئے کہ گویا تحذیر الناس وہیں سے شروع ہوتی ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔

"بعد حمد و صلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں"

اس عبارت میں دو چیزیں قابل لحاظ ہیں۔ ایک یہ کہ یہاں مولانا مرحوم مسئلہ ختم نبوت پر کلام نہیں فرما رہے بلکہ لفظ خاتم کے معنی پر کلام فرما رہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ خاتم سے ختم زمانی مراد لینے کو مولانا نے عوام کا خیال نہیں بتلایا بلکہ ختم زمانی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے۔

اس کے بعد میں آپ کو یہ بھی بتلا دینا چاہتا ہوں کہ اسی تحذیر الناس میں جابجا مولانا مرحوم نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی آخر الزمان ہونے کی بار بار تصریح فرمائی ہے اور اس کے منکر کو صریح لفظوں میں کافر لکھا ہے چنانچہ اس کے تیسرے ہی صفحہ پر اس فقرہ کے بعد جس کو مولوی احمد رضا خان صاحب نے سب سے آخر میں نقل کیا ہے، مولانا مرحوم ارقام فرماتے ہیں۔

"بلکہ بنائے خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سد باب مذکور (یعنی سد باب مدعیان نبوت) خود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے"

نیز اسی "تحذیر الناس" کے صفحہ ۱۰ پر مولانا مرحوم اپنے مدعا کی توضیح سے فارغ ہو کر ارقام فرماتے ہیں۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) ؎ بہرحال مولانا کا کلام یہاں خاتمیت ذاتی میں ہے۔ اور اگر کوئی شخص ایسا کہے کہ آپ کے بعد اور نبی آسکتے ہیں تو مولانا محمد قاسم رح کے نزدیک بھی وہ کافر ہی ہوگا جیسا کہ ان کی اس عبارت سے واضح ہے جو آئندہ آتی ہے۔ ۱۲

"سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے ادھر تصریحات نبوی مثل انت منی بمنزلة هارون من موسى الا انه لا نبی بعدی او کما قال جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں کافی ہے کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا گو الفاظ مذکور بسند متواتر منقول نہ ہوں سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ احادیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں جیسا ان کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔"

اس عبارت میں مولانا مرحوم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی کی پانچ زبردست دلیلیں ذکر فرمائی ہیں

۱ :- یہ کہ حضور اقدس ص کے لئے خاتمیت زمانی نص خاتم النبیین سے بدلالت مطابقی ثابت ہو اس طور پر کہ خاتم کو ذاتی و زمانی سے مطلق مانا جائے۔

۲ :- یہ کہ بطور عموم مجاز لفظ خاتم کی دلالت دونوں قسم کی خاتمیت پر مطابقی ہو۔

۳ :- یہ کہ دونوں میں سے ایک پر مطابقی ہو اور دوسرے پر التزامی۔ اور ان تینوں صورتوں میں خاتمیت زمانی نص قرآن سے ثابت ہوگی۔

۴ :- یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت احادیث متواترۃ المعنی سے ثابت ہے۔

۵ :- یہ کہ اجماع امت سے ثابت ہے۔

ان پانچ طریقوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی ثابت کرنے کے بعد مولانا مرحوم نے یہ بھی تصریح فرمادی کہ خاتمیت زمانی کا منکر ایسا ہی کافر ہے جیسا کہ دوسری ضروریات وقطعیات دینی کا۔

تحذیر الناس کی ان زبردست اور واضح تصریحات کے بعد یہ کہنا کہ اس میں ختم نبوت زمانی کا انکار کیا گیا ہے انصاف اور دین پر سخت ظلم ہے۔ پھر اس قسم کی تصریحات تحذیر الناس میں ایک یا دو جگہ نہیں بلکہ مشکل سے اس کا کوئی صفحہ اس کے ذکر سے خالی ہوگا۔ اس وقت میں تحذیر الناس کی صرف ایک عبارت اور پیش کرتا ہوں جس میں مولانا نانوتوی

مرحوم نے ایک نہایت ہی عجیب وغریب فلسفیانہ انداز میں ختم نبوت زمانی کو بیان فرمایا ہے۔ تحذیر الناس کے صفحہ ۲۱، پر ہے۔

" درصورتیکہ زمانہ کو حرکت کہا جائے تو اس کے لئے کوئی مقصود بھی ہو گا جس کے لئے پر حرکت منتہی ہو جائے سو حرکت سلسلہ نبوت کے لئے نقطۂ ذات محمدی ملتہی ہے اور یہ نقطہ اس ساق زمانی اور ساق مکانی کے لئے ایسا ہے جیسے نقطۂ راس زاویہ تاکہ اشارہ شناسان حقیقت کو یہ معلوم ہو کہ آپ کی نبوت کون ومکان زمین وزمان کو شامل ہے "

پھر اس کے چند سطر بعد اسی صفحہ پر فرماتے ہیں کہ۔

" منجملہ حرکات حرکت سلسلۂ نبوت بھی تھی سو بوجہ حصول مقصود اعظم ذات محمدی صلعم وہ حرکت مبدل بسکون ہوئی البتہ اور حرکتیں ابھی باقی ہیں اور زمانہ آخر میں آپ کے ظہور کی ایک یہ بھی وجہ ہے "

(تحذیر الناس ص ۲۱)

ختم نبوت زمانی کے متعلق یہ تینوں عبارتیں خود تحذیر الناس کی ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ تحذیر الناس میں ختم نبوت کا انکار کیا گیا ہے سخت ترین ظلم ہے۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔
الحمد للہ کہ میری اتنی تقریر سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر انکار ختم نبوت کا الزام محض بے بنیاد ہے۔ پس ان پر کفر کا جو فتویٰ دیا گیا تھا وہ کافور ہوا، اسلام غالب آیا اور کفر مغلوب ہوا۔ جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ واللہ یھدی من یشآء الی صراط مستقیم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

دستخط : محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

حضرت مولانا نے اپنا یہ تحریری بیان پڑھ کر سنایا اور اس کی ایک نقل دستخط فرما کر مولوی حشمت علی صاحب کے حوالہ کر دی وقت کی تنگی کی وجہ سے مولانا اپنے اس بیان تحریری کی توضیح میں مستقل طور پر کوئی مبسوط تقریر نہ فرما سکے بلکہ اس بیان کو سناتے ہوئے ضمنی طور پر اس کے اہم اجزاء کی شرح فرماتے گئے بالخصوص تحذیر الناس کی جو عبارات اس بیان میں

آگئی ہیں ان کی وضاحت کی طرف آپ نے خاص توجہ فرمائی اور بحث کے اس پہلو پر آپ نے بہت کافی روشنی ڈالی کہ تحذیر الناس کی مختلف عبارات میں تحریف کرکے مولوی احمد رضا خان صاحب نے جو ایک مسلسل عبارت بنا کر تحذیر الناس کے حوالہ سے لکھی ہے اس کو ہرگز تحذیر الناس کی عبارت نہیں کہا جاسکتا اور اس کے مضمون اور عبارات تحذیر الناس کے اصل مطلب میں زمین و آسمان اور کفر و اسلام کا فرق ہے۔ اس سلسلہ میں آپ نے فرمایا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے تحذیر کے حوالہ سے جو ایک مسلسل عبارت نقل کی ہے اس سے ہر خالی الذہن یہی سمجھے گا کہ صاحب تحذیر الناس کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مقدس میں اور اس کے بعد بھی اور نبی آسکتے ہیں اور وہ معاذ اللہ عقیدۂ ختم نبوت زمانی کو غلط اور باطل سمجھتے ہیں۔ اور اگر کوئی شخص تحذیر الناس کی اصل عبارات کو اپنی اپنی جگہ دیکھے تو اس کو کبھی یہ وہم و گمان بھی نہیں ہوسکتا بلکہ وہ ان کا مطلب وہی سمجھے گا جو میں نے اپنے تحریری بیان میں عرض کیا ہے بہر حال مولوی احمد رضا خان صاحب کی نقل کردہ عبارت سے ختم نبوت سے جو انکار بظاہر مفہوم ہوتا ہے وہ صرف مولوی صاحب موصوف کی مجددانہ تحریف کا نتیجہ ہے۔ ورنہ تحذیر الناس کے مصنف حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دامن بحمد اللہ اس داغ سے پاک ہے۔

چونکہ مولانا کی آئندہ تقریروں میں یہ مضمون زیادہ تفصیل سے آنے والا ہے اس لئے یہاں ہم نے نہایت مختصر خلاصہ پر اکتفا کیا ہے۔

مولوی حشمت علی صاحب کا پہلا تحریری بیان

عباراتِ تحذیر الناس کے متعلق مولانا محمد منظور صاحب مدیر الفرقان کا بیان دعویٰ ناظرین ملاحظہ فرما چکے اس کے جواب میں مولوی حشمت علی صاحب نے جو تحریری بیان پیش کیا تھا وہ بجنسہٖ ذیل میں درج کیا جاتا ہے چونکہ مولوی حشمت علی صاحب اپنا یہ بیان مولانا محمد منظور صاحب کا بیان دعوےٰ دیکھنے سے پہلے ہی محض اٹکل سے لکھ کر لائے تھے اس لئے اس میں بہت سی چیزیں ایسی بھی آپ ملاحظہ فرمائیں گے جن کا مولانا محمد منظور صاحب کے بیانِ دعویٰ میں کوئی ذکر بھی نہ تھا۔

ناظرین کی بصیرت کے لئے کہیں کہیں ہم اس پر مختصر نوٹ بھی لکھیں گے لیکن اصل تحریر میں کسی قسم کی کوئی ترمیم و تبدیلی نہیں کریں گے۔ اس کے بعد ناظرین کرام وہ بیانِ تحریری ملاحظہ فرمائیں۔

(مرتب)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۷۸۶/۹۲ اللہ رب محمد صلی علیہ وسلما

حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا جس طرح ضروریات دین میں سے ہے اسی طرح خاتم النبیین کے یہ معنی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانۂ اقدس تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کے بعد اور حضورؑ سب سے پچھلے نبی ہیں یہ بھی ضروریات دین میں سے ہے۔ اسی طرح یہ مسئلہ بھی ضروریاتِ دین میں سے ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں کسی نبی جدید کا مبعوث ہونا ختم نبوت کے منافی ہے اس طرح یہ مسئلہ بھی ضروریاتِ دین میں سے ہے کہ حضورؐ کے بعد بھی کسی نبی جدید کا مبعوث ہونا ختم نبوت کے منافی ہے۔ یعنی اگر حضورؐ کے زمانہ میں کوئی دوسرا نبی مبعوث ہوتا تو، حضورؐ سب سے پچھلے نبی نہ رہتے۔ یا اگر معاذ اللہ حضورؐ کے بعد نبی جدید مبعوث ہو تو بھی معاذ اللہ حضور کا خاتم النبیین ہونا

باقی نہیں رہے گا۔ یہ چاروں مسائل ضروریہ دینیہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے وصف مبارک خاتم النبیین کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ ضروریات دین میں سے کسی ایک مسئلہ کا منکر بلکہ اسمیں شک کرنیوالا بھی قطعاً یقیناً کافر و مرتد ہے مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی نے تحذیر الناس کے صفحہ ۳ پر لکھا ہے۔ " عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تأخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے یہاں پر عوام کا لفظ اہل فہم کے مقابلہ میں بولا گیا ہے۔ تو عوام سے مراد ناسمجھ لوگ ہوئے تو اس عبارت کا صاف وصریح یہ مطلب ہوا کہ خاتم النبیین کے یہ معنی سمجھنا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے پچھلے نبی ہیں یہ ناسمجھ لوگوں کا خیال[1] ہے۔ سمجھ دار لوگوں کے نزدیک یہ معنی غلط ہیں کیوں کہ اگر یہ معنی ہوں تو مقام مدح میں اللہ عزوجل کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خاتم النبیین فرمانا غلط ہو جائے گا دوسرے مسئلہ کا انکار اور پہلا کفر ہوا۔

تحذیر الناس صفحہ ۱۴ پر لکھا۔ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی پیدا ہو تو بھی آپ کا خاتم النبیین ہونا بدستور باقی رہتا ہے[2]۔ اس عبارت کا صاف وصریح مطلب یہ ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی اگر کوئی

---

[1] ناظرین کرام اس عبارت کا صحیح مطلب دلائل کی روشنی میں مولانا محمد منظور صاحب کے بیان دعویٰ میں ملاحظہ فرما چکے ہیں اور مولانا کے جوابی بیان میں پھر ملاحظہ فرمائیں گے۔ ۱۲۔ مرتب۔

[2] اس عبارت کے نقل کرنے میں یہاں ایک موروثی خیانت تو یہ کی گئی ہے کہ عبارت ناتمام و ناقص نقل کی گئی ہے جس طرح مولوی احمد رضا خان صاحب نے حسام الحرمین میں نقل کی تھی۔ ناظرین کرام پوری عبارت حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے بیان دعویٰ میں ملاحظہ فرما چکے ہیں اور یہ بھی وہیں معلوم کر چکے ہیں کہ اس خیانت سے عبارت کے مطلب پر کیا اثر پڑتا ہے لیکن خیر یہ خیانت تو موروثی اور قدیمی ہے لہٰذا اس کی ہم کو زیادہ شکایت نہیں البتہ ایک جدید کارروائی یہ کی گئی ہے کہ تحذیر الناس کی اصل عبارت اس طرح تھی " بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو" مولوی حشمت علی صاحب نے اس میں ایک لفظ " پیدا " اپنی طرف سے بڑھا کر اس طرح لکھا ہے " اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی پیدا ہو " اور ارباب بصیرت سمجھ سکتے ہیں کہ ان دونوں میں کتنا فرق ہے۔ اگر ہم بدگمانی سے کام لیں تو

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

نبی مبعوث ہو جاتا تو بھی حضور کے خاتم النبیین ہونے میں کچھ فرق[ل] نہ آتا۔ یہ تیسرے مسئلے کا انکار اور دوسرا کفر ہوا۔

تحذیر الناس صفحہ ۲۸ پر لکھا۔ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ اس عبارت کا صاف و صریح مطلب یہ ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بھی اگر کوئی نبی جدید مبعوث ہو جائے تو بھی حضور کے خاتم النبیین ہونے میں کچھ خلل نہیں[۲] پڑے گا۔ یہ چوتھے مسئلہ کا انکار اور تیسرا کفر ہوا۔

ان ہی تینوں عبارتوں کو تلخیص[۳] کے ساتھ علماء حرمین شریفین کے سامنے پیش کیا گیا اور علماء حرمین طیبین نے مولوی قاسم صاحب نانوتوی پر کفر و ارتداد کے فتوے کی تصدیق فرمائی جو حسام الحرمین شریف میں موجود ہے۔

۱ :- حسام الحرمین شریف پر ایک اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ تحذیر الناس کی تینوں عبارتیں بے ترتیب لکھ دیں اس لئے کفری معنی پیدا ہو گئے[۴] اور اسی وجہ سے علماء حرمین محترمین نے فتوائے کفر نانوتوی کی تصدیق فرما دی لیکن یہ اعتراض اس وقت صحیح ہوتا کہ معنی کفری بے ترتیب لکھ دینے سے پیدا ہو جاتے ہم نے ابھی بتا دیا ہے کہ تحذیر الناس کی تینوں عبارات مذکورہ میں علیحدہ علیحدہ تین مستقل کفر ہیں۔ پہلی عبارت میں ختم نبوت کے اس معنی کو کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں عوام کا خیال ٹھہرایا یہ بھی کفر قطعی ہے۔ دوسری عبارت میں حضور کے ہم زمانہ نبی کی بعثت کو ختم نبوت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کہہ سکتے ہیں کہ نہایت افسوسناک مجرمانہ خیانت ہے لیکن ہمارے حسن ظن کا تقاضا یہ ہے کہ نادانستہ طور پر قلم کی لغزش سے یہ لفظ نکل گیا ہے بہرحال دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے ؎ آں کشتہ ہیچ حق محبت ادا نہ کرد با کز مہر دست دبازوئے قاتل دعا نکرد ۱۲۔ مرتب غفرلہٗ۔

[ل] ناظرین کرام تحذیر الناس صہ ۱۴ کی پوری عبارت اور اس کا صحیح مطلب مولانا نعمانی مدظلہ کے بیان دعویٰ میں صہ پر ملاحظہ فرما چکے ہیں ۱۲ مرتب غفرلہٗ

[۲] تحذیر صہ ۲۸ کا یہ فقرہ بھی ناتمام اور ناقص نقل کیا گیا ہے پوری عبارت اور اس کا صحیح مطلب قارئین کرام مولانا نعمانی مدظلہ کے بیان دعویٰ میں صہ پر ملاحظہ فرما چکے ہیں ۱۲۔ مرتب غفرلہٗ۔

[۳] مولانا! حسام الحرمین میں تلخیص نہیں بلکہ صریح تحریف سے کام لیا گیا ہے جس کا بیّن ثبوت مولانا محمد منظور صاحب کے بیان دعویٰ میں گزر چکا ہے اور تفصیلی ثبوت مولانا ممدوح کے جوابی بیانات میں آئندہ آئے گا ۱۲۔ مرتب غفرلہٗ۔

[۴] جی ہاں ایسا ہی ہوا ہے ثبوت گزر چکا اور آئندہ بھی آئیگا مگر افسوس تو یہ ہے کہ آپ نے مولانا نعمانی مدظلہ کا بیان دعویٰ دیکھنے سے پہلے ہی بیان تحریری لکھ لیا۔

کے ساتھ غیر منافی بتایا یہ بھی کفر قطعی ہے۔ تیسری عبارت میں حضور کے بعد کسی نئے نبی کے مبعوث ہو جانے کو ختم نبوت میں غیر مخل بتایا۔ یہ بھی کفر قطعی ہے۔ تو تین عبارتوں میں تین مستقل قطعی یقینی کفر ہیں۔ تینوں عبارتیں ترتیب کے ساتھ لکھی جاتیں جب بھی تین کفر ہوتے، بے ترتیب لکھی گئیں اب بھی تین کفر ہیں۔ بلکہ اگر تینوں میں سے صرف ایک ہی عبارت لکھی جاتی تو بھی نانوتوی صاحب پر کفر قطعی کا فتوٰے صحیح ہوتا لہذا بے ترتیب لکھ دینے کا اعتراض محض غلط و باطل ہے۔

۲:۔ حسام الحرمین شریف پر دوسرا اعتراض یہ کیا گیا ہے[1] کہ تحذیر الناس کی عبارت یوں ہے۔ اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ لیکن حسام الحرمین شریف میں عربی ترجمہ یہ کیا گیا کہ لا فضل فیہ اصلا عند اھل الفھم اس غلط ترجمہ کی بنا پر فتوئے کفر کی تصدیق علماء کرام حرمین شریفین نے فرما دی مگر اسی عبارت تحذیر الناس میں یہ بھی موجود ہے کہ "پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے" اس کا صاف و صریح مطلب یہ ہوا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا سب سے پچھلا نبی ہونا اس قابل ہی نہیں ہے کہ اس کو حضور کی مدح و تعریف میں بیان کیا جائے تو مطلقاً اس وصف کریم میں فضیلت ہونے ہی کا انکار ہوا، نانوتوی صاحب کے نزدیک حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے سوا کسی نبی کی نبوت بالذات نہیں بلکہ ان سب کی نبوت بالعرض ہے۔ کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے سوا دوسرے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی بھی یہ ثنا و تعریف کرنا باطل ہے کہ اللہ عزوجل نے ان کو نبوت عطا فرمائی اور جب آپ یہ نہیں کہہ سکتے تو ثابت ہو گیا کہ لفظ بالذات محض دھوکہ دینے کے لئے بالکل مہمل اور بے معنی لکھا ہے اور اس عبارت تحذیر الناس کا مضمون وہی ہے جو حسام الحرمین شریف میں بزبان عربی پیش کیا گیا تو اب لفظ بالذات کا نکال دینا ہرگز تحریف نہیں ہو سکتا اور اصولاً منقول عنہ کا بعینہٖ نقل کرنا ضروری بھی نہیں صرف مضمون واحد ہونا چاہیئے تو لفظ بالذات نکال دینے

---

[1] مولانا محمد منظور صاحب نے اپنے بیان دعویٰ میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا نہ اشارۃً نہ صراحۃً نہ تقریراً نہ تحریراً مگر چونکہ مولوی حشمت علی صاحب نے مناظرہ شروع ہونے سے پہلے رات ہی میں یہ جوابی بیان لکھ لیا تھا اس لئے آپ نے اٹکل سے یہ سمجھ کر کہ مولانا یہ اعتراض بھی پیش فرمائیں گے جواب دینے کی بے سود کوشش کی ہے لیکن آئندہ بیانات میں مولانا نے اس پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ ۱۲ مرتب غفرلہٗ

پر بھی آپ کے اعتراض کا غلط و باطل ہونا ثابت ہوگیا۔ وللہ الحمد۔

۳ :- خود مولوی قاسم صاحب نانوتوی تحذیر الناس کے اسی صفحہ ۳ پر اسی عبارت کے آگے چل کر لکھتے ہیں "آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ وحسب و نسب و سکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے۔ دیکھئے اس عبارت میں صاف اقرار کرلیا کہ جس طرح قد اور قامت شکل و رنگ وغیرہ کو نبوت اور فضائل میں کچھ دخل نہیں اسی طرح حضور کے سب سے پچھلے نبی ہونے کو نبوت یا فضائل میں کچھ دخل نہیں سب سے پچھلے نبی ہونے میں حضور کی کوئی فضیلت ہی نہیں ہے کہئے اب تو خود مصنف کتاب نے اقرار کرلیا کہ آخر الانبیا ہونے میں ہرگز کچھ فضیلت نہیں۔ کہئے لفظ بالذات کے نکال دینے پر آپ کا اعتراض خود نانوتوی صاحب کے اقرار سے غلط و باطل ہوا یا نہیں ؏

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

مسلمانو اس کو کہتے ہیں کہ حق وہ ہے جو سر پہ چڑھ کے بولے۔ وللہ الحمد۔

۴ :- یہ کہنا کہ تحذیر الناس کا تو موضوع ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر قسم کی خاتمیت ذاتی، زمانی، مکانی وغیرہ کی حمایت وحفاظت ہے بالکل ایسا ہی ہے جیسے دیا نندی آریہ کہتے ہیں کہ ویدوں کا تو موضوع ہی توحید الٰہی کو صاف کرنا ہے ویدوں میں کوئی ایک لفظ ایسا نہیں ہے جس سے بت پرستی کا جواز ثابت ہوسکے۔

5 :- آپ نے کہا کہ کسی مسلمان کو کافر کہنا اس کے قتل کرنے کے برابر ہے۔ جو شخص کسی مسلمان کو کافر کہے وہ خود کافر ہوجاتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ قادیانی لوگ بھی اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتے ہیں، پھر آپ لوگ قادیانیوں کو کافر کہتے ہیں۔ اس سوال کا جو جواب آپ قادیانیوں کو دیں گے وہی ہماری طرف سے اپنے مقابل سمجھ لیجئے۔

۶ :- آپ نے کہا کہ اس طرح قرآن پاک سے بھی کفر نکل سکتا ہے۔ مثلاً کوئی بے دین یوں کہہ دے ان الابرار لفی جحیم اور ان الفجار لفی نعیم مگر جناب اس بے دین نے دونوں جملوں کو توڑ کر دو ٹکڑے کردیئے پہلے جملہ کا مبتدا، دوسرے جملہ کی خبر کے ساتھ اور دوسرے جملہ کے مبتدا، کو پہلے جملہ کی خبر کے ساتھ لگا دیا۔ لیکن اگر ان دونوں جملوں میں کوئی تغیر نہ کیا جائے صرف ترتیب کو بدل دیا جائے اور یوں کہا جائے ان الفجار لفی جحیم و ان الابرار لفی نعیم تو اب ہرگز کفر کے معنی نہیں نکل سکتے۔ تو معلوم ہوا کہ مستقل جملوں کی صرف ترتیب بدل دینے سے

ہرگز معنی نہیں بدل سکتے۔ تحذیر الناس کی تینوں عبارتیں تین مستقل جملے ہیں[1] تو صرف ان کی باہمی ترتیب بدلنے سے کیونکہ معنی بدل گئے۔

۷۔ آپ نے لکھا ہے خاتم النبیین کو صرف اس معنی میں حصر کرنا کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں اسکو عوام کا خیال بتایا ہے حالانکہ تمام امت کا اجماع ہے کہ آیت کریمہ صرف اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے اور جو شخص اس کے ظاہری معنی کے سوا، کوئی اور معنی لے وہ قطعاً کافر ہے۔ ملاحظہ ہو ختم النبوۃ فی الآثار۔

۸۔ قادیانیوں کو آپ کس جرم پر کافر کہتے ہیں۔ انکار ختم نبوت کا سبق قادیانیوں کو نانوتوی صاحب نے دیا اب تک قادیانی اپنے مناظروں میں مناظرین اہلسنت کے مقابل تحذیر الناس کی عبارتیں پیش کر دیتے ہیں تو انکار ختم نبوت میں نانوتوی صاحب استاد ہیں اور قادیانی شاگرد ہیں تعجب ہے کہ کفر کا سبق دینے والا تو آپ کے نزدیک پیشوائے مسلمین ہے مگر جس نے کفر کا سبق پڑھ کر یاد کر لیا وہ کافر ہے۔ ہماری اس تقریر سے روشن ہو چکا کہ تحذیر الناس میں نانوتوی صاحب نے یقیناً ضروریات دین کا انکار کیا اور وہ کافر ہو چکے۔

الحمد للہ الذی نصر عبدہ واعز جندہ وھزم احزاب الکفر وحدہ و

الصلوۃ والسلام علی حبیبہ الذی لا نبی بعدہ وآلہ وصحبہ المکرمین عندہ

فقیر ابوالفتح عبید الرضا محمد حشمت علی خاں قادری رضوی مجددی لکھنوی غفرلہ

☆

مولوی حشمت علی صاحب نے اپنا یہ بیان تحریری پڑھ کر سنایا اور وقت کی کمی کی وجہ سے اس کے متعلق وہ بھی کوئی مبسوط تقریر نہ کر سکے البتہ مولانا محمد منظور صاحب کی طرح آپ نے بھی ضمنی طور پر کہیں کہیں اپنے مضمون کی وضاحت کے لئے تقریر فرمائی بالخصوص اپنے بیان کے اس حصہ پر آپ نے بہت زور دیا کہ حسام الحرمین میں تحذیر الناس کی مختلف مقامات

---

[1] اہل علم مولانا محمد منظور صاحب کے بیان دعویٰ میں تحذیر الناس ص۱۴ وص۲۸ کی پوری پوری عبارات ملاحظہ فرمائیں اور غور کریں کہ کیا حسام الحرمین میں ان عبارات کے جو ٹکڑے نقل کئے گئے ہیں وہ مستقل جملے ہیں یا جملہ شرطیہ کے اجزاء؟ اور پھر مولوی حشمت علی صاحب کی اس قابلیت کی داد دیں۔ مولانا محمد منظور صاحب کے آئندہ جوابی بیانات میں بھی یہ بحث آئے گی۔ ۱۲۔ مرتب غفرلہ

کی جو عبارات نقل کی گئی ہیں وہ بجائے خود مستقل عبارات اور تام جملے ہیں اور ان میں سے ہر ایک بجائے خود موجب کفر ہے اور ان کی ترتیب بدل جانے سے ان کے مطالب پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ اس پر آپ نے اپنی تقریر میں کئی منٹ صرف کئے اور یہ ثابت کرنے میں پوری کوشش کی کہ تحذیر صفحہ ۳ کے فقرہ میں خاتم النبیین سے خاتمیت زمانی مراد لینے کو عوام کا خیال بتلایا گیا ہے۔ اور صفحہ ۱۴، وصفحہ ۲۸ کی عبارات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ مبارکہ میں اور اس کے بعد بھی کسی نئے نبی کے مبعوث ہونے کو جائز اور آپ کی خاتمیت کے لئے غیر مخل بتلایا گیا ہے۔ نیز اپنی تحریر کے اس آخری حصہ پر بھی آپ نے کچھ تقریر فرمائی کہ قادیانیوں کو ختم نبوت کے انکار کا سبق تحذیر الناس ہی سے ملا ہے اور قادیانی مناظرین، مناظروں میں تحذیر الناس کی انہیں عبارات سے استدلال کرتے ہیں لہٰذا ختم نبوت کے انکار میں قادیانی مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی ہی کے شاگرد ہیں۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)

بہر حال فریقین کے یہ پہلے دونوں تحریری بیان تو اسی طرح پیش ہوئے کہ ان کے ساتھ توضیحی تقریریں بہت مختصر ہوئیں لیکن اس کے بعد کے اکثر بیانات میں فریقین کی طرف سے تقریر کا حصہ تحریر سے زیادہ ہوتا تھا اور تحریر کے ہر نمبر کے پڑھنے کے بعد اس کی توضیح میں کافی تقریر کی جاتی تھی۔ اس لئے ہم آئندہ فریقین کی تحریر و تقریر اس طرح درج کریں گے کہ پہلے تحریر کا ایک نمبر نقل کریں گے اس کے بعد اس کے متعلق جو تقریر کی گئی اس کا خلاصہ لکھیں گے تاکہ ناظرین کرام کو بالکل مناظرہ ہی کا لطف آجائے۔ اور امتیاز کے لئے تحریر کا حصہ حاشیتین چھوڑ کر لکھیں گے اور تقریر پوری سطر میں۔ ناظرین کرام ان چیزوں کا لحاظ کرتے ہوئے ملاحظہ فرمائیں۔

مرتب عفرلہٗ

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہٗ کا دوسرا جوابی بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

فاضل مخاطب جناب مولوی حشمت علی صاحب! افسوس ہے کہ آپ نے میرے بیان کو بغیر دیکھے ہی جواب لکھ دیا۔ اسی وجہ سے اُس میں بعض ایسی چیزوں کا ذکر کر دیا جن کو میرے بیان سے کوئی تعلق نہیں اور اکثر چیزیں وہ لکھ دیں جن کا جواب خود میرے اُس بیان میں مذکور ہے۔ تاہم اختصار کے ساتھ میں پھر ان چیزوں پر روشنی ڈالتا ہوں اور آپ کی تمام باتوں کا نمبر وار جواب دیتا ہوں۔

۱:- بے شک ختم نبوت زمانی ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ اسی طرح حضورؐ کے زمانۂ اقدس میں اور علیٰ ہذا عہدِ رسالت کے بعد کسی جدید نبی کا مبعوث نہ ہونا یہ بھی ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ اور بیشک ان باتوں کا انکار کرنا مستلزم کفر ہے لیکن تحذیر الناس کے متعلق آپ کا یہ فرمانا کہ اس میں ان چیزوں کا انکار کیا گیا ہے بالکل غلط ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

الف:- تحذیر الناس کے صفحہ ۳ والے فقرے میں نفسِ ختم نبوت زمانی کو عوام کا خیال نہیں بتلایا گیا بلکہ اس معنی میں حصر کرنے کو خیالِ عوام کہا گیا ہے۔ جس کی تفصیل آپ معرکۃ القلم[لہ] میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

ب:- علیٰ ہذا صفحہ ۱۴ اور صفحہ ۲۸ کے دونوں فقروں کا تعلق بھی ختم ذاتی سے ہے کہ ختم زمانی سے جیسا کہ ان فقروں کے اول اور آخر میں خود مصنف تحذیر الناس کی تصریح موجود ہے لہٰذا ان سے ختمِ نبوت

لہ معرکۃ القلم حضرت مولانا محمد منظور صاحب کا وہ بیان ہے جو مولوی احمد رضا خان صاحب کے تکفیری فتوے حسام الحرمین کے رد میں لاہور کے فیصلہ کن مناظرہ کے لئے آپ نے قلم بند فرمایا تھا وہ چھپ کر شائع ہو چکا ہے اور اب سے ایک سال پہلے مولوی حشمت علی صاحب کے پاس پہنچ چکا ہے

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

زمانی کا انکار یا نبی جدید کی تجویز نکالنا خلافِ عقل و دیانت ہے چونکہ ان تینوں فقروں کی کافی تشریح میں اپنے پہلے ہی بیان میں کر چکا ہوں اس لئے یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ علاوہ ازیں، معرکۃ القلم جناب کے پاس موجود ہے اس میں اس مبحث کی کافی سے زیادہ توضیح کر دی گئی ہے۔

مرتب:- مولانا محمد منظور صاحب نے اپنے اس بیان کا یہ پہلا نمبر پڑھ کر سنانے کے بعد اس کی توضیح و تائید میں مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

حاضرینِ کرام کو میرے پہلے بیان سے معلوم ہو چکا ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے حسام الحرمین میں تحذیر الناس کے حوالہ سے جو ایک مسلسل عبارت کئی سطر کی نقل کی ہے فی الحقیقت وہ تحذیر الناس کے مختلف صفحات کے متفرق فقروں کو جوڑ کر بنائی گئی ہے۔ اس طرح کہ اس میں پہلا فقرہ صفحہ ۱۴ کا ہے دوسرا صفحہ ۲۸ اور تیسرا صفحہ ۳ کا۔ مولوی حشمت علی صاحب نے اپنے بیان میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان میں سے ہر فقرہ بجائے خود موجب کفر ہے اور اس کے ثابت کرنے کے لئے آپ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ صفحہ ۳ کے فقرہ کا مطلب یہ ہے کہ "خاتم النبیین" کے یہ معنی سمجھنا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے پچھلے نبی ہیں یہ نا سمجھ لوگوں کا خیال ہے سمجھ دار لوگوں کے نزدیک یہ معنی غلط ہیں۔ اور صفحہ ۱۴ اور صفحہ ۲۸ کے فقروں کے متعلق آپ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور آپ کے زمانہ کے بعد کسی نئے نبی کے مبعوث ہونے کو جائز اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی کے لئے غیر مخل بتلایا گیا ہے اور یہ سب چیزیں بجائے خود کفر ہیں۔ لیکن ان سب باتوں کا رد میرے پہلے ہی بیان میں موجود ہے اور اب پھر مختصر طور پر عرض کرتا ہوں۔

صفحہ ۳ کی زیر بحث عبارت میں خاتم النبیین کے معنی خاتم زمانی یعنی سب سے آخری نبی کرنے کو عوام کا خیال نہیں بتلایا گیا بلکہ اسی معنی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا گیا ہے۔ اور اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ عوام لفظ خاتم النبیین سے بس ختم زمانی ہی سمجھتے ہیں اور اس میں بالذات کوئی فضیلت نہیں حالانکہ قرآن مجید میں یہ لفظ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کے لئے لایا گیا ہے پس اس سے ایسے معنی مراد لینے چاہئیں جس سے حضورؐ کے لئے زیادہ سے زیادہ فضیلت ثابت ہو۔ اور پھر خود ہی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی صورت یہ بتلائی ہے کہ اس

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اور باوجود تحریری وعدہ کے آج تک اس کا جواب نہیں دے سکے۔ ۱۲

لفظ سے خاتمیت زمانی کے ساتھ خاتمیت ذاتی بھی مراد لی جائے اور چونکہ اس میں بالذات فضیلت ہے اور وہ حضور اقدس کی نہایت اعلیٰ درجہ کی صفت ہے تو جب لفظ خاتم النبیین سے وہ بھی مراد لے لی جائے گی تو اس سے آپ کی بہت زیادہ تعریف نکلے گی جو تنہا ختم زمانی مراد لینے سے نہیں نکلتی۔ پھر مولانا نے علمی رنگ میں اس کی چند صورتیں لکھی ہیں کہ کس طرح اس ایک لفظ خاتم النبیین سے دونوں قسم کی خاتمیت ذاتی و زمانی حضور کے لئے ثابت ہو سکتی ہے۔

میں ان صورتوں کا اجمالی ذکر اپنے پہلے بیان میں کر چکا ہوں۔ ان میں سے آخری صورت جس کو مولانا نے تحذیر الناس صفحہ ۸، ۹ پر لکھ کر خود اپنا مختار قرار دیا ہے یہ ہے کہ خاتمیت کو جنس مانا جائے اور ختم زمانی و ختم ذاتی کو اس کی دو نوعیں قرار دیا جائے اور قرآن عزیز کے لفظ خاتم النبیین سے خاتمیت کی یہ دونوں نوعیں ذاتی و زمانی بیک وقت مراد لی جائیں جس طرح کہ آیت کریمہ " اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ " میں لفظ رِجْسٌ سے (جس کے معنی نجاست کے ہیں) بیک وقت نجاست کی دونوں نوعیں یعنی نجاست ظاہری اور نجاست باطنی مراد لی جاتی ہیں، پس اس طور پر قرآن مجید کے اسی ایک لفظ خاتم النبیین سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاتمیت زمانی اور خاتمیت ذاتی دونوں ثابت ہو جائیں گی اور فضیلت نبوی بہت زیادہ بڑھ جائے گی اور مقام مدح کا تقاضا بھی یہی ہے۔

بہرحال تحذیر الناس صفحہ ۳ کی زیر بحث عبارت میں نفس ختم زمانی مراد لینے کو عوام کا خیال نہیں کہا گیا بلکہ اسی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے اور جب کہ حضرت مولانا خود بھی حضور کی خاتمیت زمانی کے قائل ہیں اور آپ کو سب سے آخری نبی سمجھتے ہیں اور اس کے منکر کو کافر کہتے ہیں (جیسا کہ میں اس کا ثبوت بھی دے چکا ہوں) تو پھر وہ اس کو عوام کا خیال کیوں کر بتلا سکتے ہیں۔ ہاں البتہ وہ اس حصر کے قائل نہیں ہیں کہ حضور کے لئے لفظ خاتم النبیین سے بس یہی ایک قسم کی خاتمیت زمانی ثابت ہوتی ہے۔ اور اسی حصر کو انہوں نے عوام کا خیال لکھا ہے اور مدلول و مفہوم خاتم النبیین کا صرف ختم زمانی ہی میں حصر کرنا ہرگز ضروریات دین میں سے نہیں کہ اس کے انکار سے کفر لازم آئے۔

؎ شراب اور جوا، اور بت اور پانسے یہ سب چیزیں نجس ہیں اور شیطانی کام ہیں۔ اس آیت میں شراب کے ساتھ جوئے وغیرہ کو بھی نجس کہا گیا ہے۔ لیکن شراب میں یہ نجاست ظاہری ہے اور جوئے وغیرہ میں باطنی۔ ۱۲ مرتب غفرلہ۔

ایسے ہی صفحہ ۱۴ اور صفحہ ۲۸ کی زیر بحث عبارات کے متعلق آپ کا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے کہ ان میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں اور اس کے بعد بھی نئے نبیوں کی بعثت کو جائز اور آپ کی ختم نبوت کے لئے غیر مخل اور غیر منافی بتلایا ہے مجھے افسوس ہے کہ اپنے پیر و مرشد مولوی احمد رضا خان صاحب کا اتباع کرتے ہوئے آپ نے بھی ان عبارات کو ناقص اور نا تمام نقل کیا ہے۔ میں ان کے اول و آخر کے وہ حصے اپنے بیان میں نقل کر چکا ہوں جن میں یہ تصریح ہے کہ ان عبارات کا تعلق صرف خاتمیت ذاتیہ سے ہے اور مطلب مولانا کا صرف یہ ہے کہ یہ ختم ذاتی کا وصف ایسا ہے کہ اگر بالفرض حضور کے زمانہ اقدس میں کہیں اور کوئی نبی ہو یا آپ کے زمانے کے بعد کوئی نبی ہو تو آپ کے اس وصف میں کوئی فرق نہیں آتا۔ رہی حضور کی خاتمیت زمانی وہ بجائے خود مسلم ہے لیکن یہاں اسکا کوئی ذکر نہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ حضور کے زمانہ اقدس میں یا اس کے بعد نبی جدید کا مبعوث ہونا اس کے قطعی منافی ہے اور اسی واسطے اس کا ماننے والا خود مصنف تحذیر الناس کی تصریح کے مطابق بھی کافر ہے جیسا کہ ان کی صفحہ ۱۰ کی عبارت اپنے بیان میں نقل بھی کر چکا ہوں۔

بہر حال صفحہ ۱۴ اور صفحہ ۲۸ کی عبارت میں خاتمیت زمانی کا ذکر نہیں ہے بلکہ خاتمیت ذاتی کا ذکر ہے۔ اور بے شک زمانہ نبوی میں یا بعد زمانہ نبوی کسی نبی کے ہونے سے اُس میں کوئی خلل نہیں آتا اور اس کہنے میں بھی کسی ضروری دین کا انکار نہیں، بلکہ یہ کسی دلیل شرعی کے بھی خلاف نہیں۔ لہٰذا ان میں سے کوئی عبارت بھی موجب کفر نہیں۔ بلکہ بحمد اللہ تمام عبارات اپنی اپنی جگہ پر صحیح اور درست ہیں، قصور اس ناقل کا ہے جس نے ان کے نقل کرنے میں خیانت کی اور پھر ترتیب بدل کر اس میں کفری معنی ڈالنے چاہے۔ آپ نے اپنے اس بیان میں یہ بھی کہا ہے کہ عبارات کی ترتیب بدل دینے سے مطلب نہیں بدلا اس کے جواب میں میں نے لکھا ہے۔ کہ

> ۲ :- بے شک تحذیر الناس کے تینوں فقروں کی ترتیب بدل دینے اور ان کو مسلسل ایک عبارت بنا دینے سے اس کا مضمون اور مطلب بدل گیا۔ جیسا کہ ہر اُردو داں صاحب فہم سمجھ سکتا ہے پس ہمارا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کی تحریف اور ناجائز قطع و برید سے کفری معنی پیدا ہو گئے ورنہ تینوں فقرے اپنی جگہ پر بالکل بے غبار ہیں "

اس کی توضیح و تائید میں میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ میں اپنے پہلے بیان میں تینوں فقرے الگ الگ لکھ

چکا ہوں اور اس کا مطلب بھی عرض کر چکا ہوں۔ جس کی آپ نے نہ کوئی تردید کی ہے اور نہ کر سکتے ہیں۔ بہر حال یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اگر الگ الگ تحذیر الناس کی ان عبارات کو کوئی شخص دیکھے تو وہ ان کا وہی مطلب سمجھے گا جو میں نے عرض کیا اور وہ ہرگز موجب کفر نہیں، لیکن اگر کسی کے سامنے وہ عبارت رکھ دی جائے جو مولوی احمد رضا خان صاحب نے تحذیر الناس کے فقروں میں تحریف اور قطع و برید کر کے حسام الحرمین میں نقل کی ہے تو اس کا مطلب ہر شخص یہ سمجھے گا کہ "مصنف تحذیر الناس کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں اور آپ کے بعد بھی اور نئے نبیوں کا آنا جائز ہے اور آپ کی ختم نبوت کے منافی نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی سمجھنا عوام کا ایک غلط خیال ہے اور اس میں حضور کی کوئی فضیلت نہیں" اور یہ یقیناً موجب کفر ہے۔ بہر حال یہ کفری معنی صرف مولوی احمد رضا خاں صاحب کی تحریف اور فقروں کی باہمی ترتیب بدل دینے سے پیدا ہوئے۔

مولوی احمد رضا خان صاحب نے عبارت تحذیر الناس کے عربی ترجمے کو علماء حرمین شریفین کے سامنے پیش کرنے میں ایک نہایت افسوسناک خیانت یہ کی تھی کہ تحذیر صفحہ ۳ کی عبارت میں یہ جملہ تھا کہ "مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں" اس جملہ کا عربی ترجمہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اپنے تکفیری فتوی حسام الحرمین میں یہ کیا تھا کہ مع انه لا فضل فيه اصلاً عند اهل الفهم اہل فہم کے نزدیک آپ کے آخری نبی ہونے میں کوئی فضیلت نہیں۔ مگر چونکہ ان کی یہ خیانت عربی میں تھی اور اس کو عربی داں حضرات ہی سمجھ سکتے تھے اس لئے میں نے اس مجمع میں اس کو پیش کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا اور بالقصد اس کو ذکر کرنے سے چھوڑ دیا تھا حالانکہ میں اپنے مطبوعہ مضمون "معرکۃ القلم" میں پوری تفصیل سے اس پر کلام کر چکا ہوں۔ مگر مولوی حشمت علی صاحب نے چونکہ اپنا یہ بیان محض اٹکل سے لکھا ہے اس لئے آپ نے یہ سمجھ کر کہ شاید منظور اس کو یہاں بھی پیش کرے گا اس میں اس کا جواب دینے کی بھی کوشش کی ہے۔ میں نے آپ کے بیان کے اس حصہ کے جواب میں عرض کیا ہے۔

۳:- اگرچہ میرے بیان میں فضیلت بالذات اور فضیلت بالعرض سے تعرض نہیں کیا گیا ہے اور عربی ترجمہ میں مولوی احمد رضا خان صاحب نے جو خیانتیں کی ہیں اس وقت میں نے ان کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے لیکن آپ نے از خود اس کو محسوس کر کے جواب دینے کی کوشش کی ہے مگر اس کی حیثیت عذر گناہ بدتر از گناہ کی ہے۔ یہ چیز بالکل واضح ہے کہ تحذیر الناس کی عبارت میں صرف فضیلت بالذات کی نفی کی گئی ہے

(اور وہ بھی مطلق تقدم و تاخر زمانی سے۔ مرتب) اور آپ کے اعلحضرت نے عربی ترجمہ میں "مع انہ لافضل فیہ اصلاً" لکھ دیا جو ہرگز عبارت تحذیر الناس کا صحیح ترجمہ نہیں۔

اس کی تائید میں مَیں اس کے سوا کچھ نہیں عرض کرنا چاہتا کہ دنیا کے منصف مزاج عربی دان اور اُردو دان کے سامنے تحذیر الناس کی عبارت اور اپنے اعلیٰ حضرت کا ترجمہ رکھ دیجئے اور اس سے فیصلہ کرا لیجئے کہ اس ترجمہ میں زبردست خیانت ہے یا نہیں؟

مولانا نانوتوی رح فرماتے ہیں کہ "اہل فہم کے نزدیک تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں" اور آپ کے اعلیٰ حضرت اس کا ترجمہ کرتے ہیں کہ "حضور کے آخری نبی ہونے میں کوئی فضیلت نہیں" کیا دنیا کا کوئی صاحبِ عقل کہہ سکتا ہے کہ اس ترجمہ میں خیانت نہیں کی گئی۔؟

آپ نے اس موقع پر فقرہ زیرِ بحث سے بعد کی جو عبارت پیش کی ہے شاید اس کے سمجھنے کی آپ نے کوشش نہیں کی۔ سنئے قاعدہ یہ ہے کہ مقامِ مدح میں ممدوح کے اعلیٰ اوصاف کو ضرور ذکر کیا جاتا ہے۔ مثلاً کوئی عالم فقیہ بھی ہو محدث بھی ہو مفسر بھی ہو اور ساتھ ہی حافظِ قرآن بھی ہو تو اس کی مدح کے موقع پر صرف اتنا ہی نہیں کہا جائے گا کہ وہ حافظ قرآن ہیں بلکہ ان کے دوسرے اعلیٰ اوصاف ضرور ذکر کئے جائیں گے۔ پس ایسے ہی سمجھئے کہ مولانا محمد قاسم صاحب رح کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ خاتمیت زمانی میں بالذات فضیلت نہیں بلکہ بالعرض فضیلت ہے۔ اس لئے لفظِ خاتم النبیین سے اگر صرف خاتمیتِ زمانی ہی مراد لی جائے گی تو پھر مقامِ مدح میں اس کا ذکر کرنا کیونکر صحیح ہو گا۔ ہاں اگر اس لفظ سے خاتمیت ذاتی بھی مراد لی جائے تو یہی لفظ مقامِ مدح کے لئے بہت زیادہ مناسب ہو گا کیونکہ یہ خاتمیتِ ذاتی حضور کی نہایت اعلیٰ صفت ہے اور اس سے حضور کا نبی بالذات اور نبی الانبیاء ہونا ثابت ہوتا ہے اور بالذات فضیلت ہے لہٰذا اس سے آپ کی بہت زیادہ تعریف نکلے گی جو مقامِ مدح کے لئے زیادہ مناسب ہے۔ غور کیجئے اس میں ختم زمانی کی مطلق فضیلت سے انکار نہیں بلکہ اس میں فضیلت بالذات نہ ہونے کی بنا پر یہ کہا گیا ہے کہ صرف اُس کا ذکر کرنا (اور حضور کے اعلیٰ اوصاف کو چھوڑ دینا) مقامِ مدح کے مناسب نہیں۔

آپ نے دوسرے انبیاء علیہم السلام کے متعلق بھی سوال کیا ہے کہ ان کی نبوت قابلِ مدح ہے یا نہیں؟

جناب والا! ان کی نبوت ضرور قابلِ مدح ہے اور ہر نبی کی نبوت میں بالذات فضیلت ہے۔ شاید آپ نبوت بالذات

اور فضیلت بالذات کو ایک چیز سمجھ رہے ہیں۔ مہربانم! تحذیرالناس کی عبارات کو غور سے دیکھئے اس کے بعد اعتراض کیجئے وہ علمی کتاب ہے اس کے سمجھنے کے لئے بھی علم کی ضرورت ہے۔

اسی سلسلہ میں آپ نے تحذیرالناس صفحہ ۳ کی ایک اور عبارت بھی نقل کی ہے اور اس سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ صاحب تحذیرالناس حضرت مولانا نانوتوی مرحوم کے نزدیک حضور کے آخری نبی ہونے میں آپ کی کسی قسم کی کوئی فضیلت نہیں نہ بالذات نہ بالعرض۔

حالانکہ اگر آپ معمولی غور و فکر سے بھی کام لیتے تو اسی عبارت سے یہ معلوم ہو سکتا تھا کہ مولانا کے نزدیک اس میں فضیلت بالعرض ہے۔ غور فرمایئے اس عبارت میں حضور کے اس وصف کو آپ کے دوسرے اوصاف جمیلہ حسب و نسب وغیرہ سے تشبیہ دی گئی ہے تو کیا آپ کے نزدیک معاذ اللہ حضور کے حسب و نسب وغیرہ اوصاف میں کوئی فضیلت ہی نہیں؟ ہے اور ضرور ہے مگر وہ فضیلت بالعرض ہے اور اس کو بالذات نبوت اور فضائل میں دخل نہیں۔ پس ایسے ہی ختم زمانی کو بھی سمجھ لیجئے۔

بہر حال تحذیرالناس صفحہ ۳ کی اس عبارت سے آپ کا مدعا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ چنانچہ آپ کے بیان کے اس نمبر کے جواب میں میں نے عرض کیا ہے۔

> ۴ ۔ بے شک جب کہ تأخر زمانی اپنی خصوصیات اور فضائل عرضیہ سے الگ کر کے دیکھا جائے تو وہ دوسرے اوصاف مذکورہ فی التحذیر کی طرح ایک وصف ہے لیکن اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ اس میں سرے سے کوئی فضیلت ہی نہیں ہے۔ تحذیرالناس کے اسی صفحہ پر یہ عبارت ملاحظہ کیجئے "بلکہ بنائے خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تأخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے
>
> ---
>
> اور فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے۔" اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا مرحوم ختم زمانی میں فی الجملہ فضیلت تسلیم فرماتے ہیں۔ اور صفحہ ۱۰ کی عبارت میں اپنے بیان دعویٰ میں پیش کر چکا ہوں جس میں حضرت مولانا مرحوم نانوتوی نے ختم زمانی کے منکر کو کافر اور خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ پس یہ کہنا کہ مولانا مرحوم ختم زمانی کے منکر ہیں یا ان کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں یقیناً ایک مجرمانہ جسارت ہے۔

میں نے عرض کیا تھا کہ تحذیر الناس کا موضوع ہی ہر قسم کی خاتمیت ذاتی و زمانی و مکانی کی حمایت و حفاظت ہے اس کے جواب میں آپ نے فرمایا ہے کہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آریہ کہتے ہیں کہ وید کا موضوع ہی توحید کی حمایت ہے اس میں بت پرستی کا ذکر بھی نہیں اس کے جواب میں میں نے عرض کیا ہے۔

۵۔ ا۔ تحذیر الناس کا موضوع بے شک حضور کی ہر قسم کی خاتمیت ذاتی و زمانی و مکانی کا تحفظ ہے اور اس سے انکار کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ قادیانی کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث میں کہیں ختم نبوت کا ذکر نہیں۔

میرے اس دعوے کے ثبوت کے لئے تحذیر الناس کی وہ عبارات کافی ہیں جو میں اپنے پہلے بیان میں پیش کر چکا ہوں۔

میں نے اپنے بیان میں تکفیر مسلم کے متعلق بعض وعیدی حدیثیں ذکر کی تھیں اس کے متعلق آپ نے فرمایا کہ "قادیانی بھی اپنے کو مسلمان کہتے ہیں پھر تم ان کو کیوں کافر کہتے ہو"؟ اس کے جواب میں میں نے عرض کیا ہے۔

۵۔ ا۔ قادیانی ختم نبوت کے انکار اور مرزا غلام احمد کی نبوت کے اقرار کی وجہ سے قطعاً و اجماعاً کافر ہیں ان کی تکفیر ہرگز وعید کے تحت میں داخل نہیں ہے اور جماعت دیوبند کو ان پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے جس کی دلیل خود میرا بیان دعویٰ ہے"۔

میں اس کی توضیح میں صرف اس قدر عرض کروں گا کہ حدیث شریف میں بے محل تکفیر پر وعید آئی ہے اور حضرات علماء دیوبند اور ان کے ہم مسلک لوگوں کی تکفیر بے شک بے محل ہے جس کا ثبوت میں دے چکا اور دے رہا ہوں بخلاف قادیانیوں کے کہ ان کی تکفیر برمحل ہے اور اس پر کوئی وعید نہیں۔ (فافترقا)

میں نے اپنے بیان میں عرض کیا تھا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے جس طرح عبارات تحذیر الناس میں تحریف اور ان کی ترتیب میں الٹ پھیر کر کے اُس سے کفر کا مضمون نکالا ہے اس طرح تو آیات قرآنی میں بھی تحریف اور الٹ پھیر کر کے ان سے بھی معاذ اللہ کفری مضامین نکالے جا سکتے ہیں اور مثال کے طور پر میں نے آیت کریمہ "ان الابرار لفی نعیم و ان الفجار لفی جحیم" کو پیش کیا تھا اور عرض کیا تھا کہ اگر کوئی بدنصیب اس کے کلمات کی ترتیب بدل کر یوں کہے "ان الابرار لفی جحیم و ان الفجار لفی نعیم" (معاذ اللہ)

تو صریح کفر ہو گا۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہاں کفر معنے اس لئے پیدا ہو گئے کہ آیت کے جملوں کو درمیان سے توڑ دیا گیا ہے اگر مستقل جملوں کی صرف ترتیب بدل دی جائے تو اس سے مضمون نہیں بدلے گا اس کے جواب میں مَیں نے عرض کیا ہے۔

۷ :۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے تحذیر الناس کے جملوں کو درمیان ہی سے توڑا ہے۔ صفحہ ۱۴ اور صفحہ ۲۸ کے دونوں فقروں کے ابتداء میں "بلکہ" کا لفظ پکار کر کہہ رہا ہے کہ اس سے پہلی عبارت جس پر یہ متفرع ہے توڑ دی گئی ہے۔ پس آپ کے مقرر کردہ اصول پر بھی مولوی احمد رضا خان صاحب خیانت مجرمانہ کے مرتکب ہوئے کیوں کہ صفحہ ۱۴ و صفحہ ۲۸ کے دونوں فقرے توڑ دیئے گئے ہیں پس میری مثال بحمد اللہ بالکل صحیح ہے۔

آپ نے اپنے بیان میں یہ بھی فرمایا ہے کہ تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ خاتم النبیین سے صرف خاتم زمانی ہی مراد ہے اس کے جواب میں مَیں نے عرض کیا ہے۔

۸ :۔ خاتم النبیین کا صرف ختم زمانی میں منحصر کرنا ہرگز اجماعی مسئلہ نہیں ہے۔ جن بزرگوں کے کلام سے حصر کا شبہ ہوتا ہے وہاں حصر نہیں بلکہ تاویلات ملاحدہ کی نفی مقصود ہے اور کیوں کر کوئی حصر کی جرأت کر سکتا ہے جب کہ حدیث صحیح میں وارد ہے لکل ایۃ منہا ظہر و بطن ولکل حد مطلع " (یعنی ہر آیت قرآنی کے لئے ایک ظاہر معنی ہیں (جن کو تمام اہل علم سمجھ سکتے ہیں) اور ایک اندرونی معنی ہیں (جن کو راسخین فی العلم ہی سمجھ سکتے ہیں) اور ہر ایک کو معلوم کرنے کی سبیلیں الگ الگ ہیں۔ مرتب عفرلہ)۔ اس موقع پر ذرا الدولۃ المکیۃ کا صفحہ ۴۳ بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔ جس میں آپ کے اعلیٰ حضرت نے اس مضمون کو (یعنی قرآن مجید کی ایک ایک آیت بلکہ ایک ایک لفظ سے کئی کئی معنی اور مطلب نکالنے کو) نہایت تفصیل سے لکھا ہے پھر آپ یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ خاتم النبیین سے صرف ختم زمانی مراد لینے پر اجماع ہو چکا ہے۔

آپ نے اپنے بیان میں یہ بھی فرمایا ہے کہ مرزائیوں نے ختم نبوت کے انکار کا سبق مولانا محمد قاسم صاحبؒ سے سیکھا ہے اس کے جواب میں مَیں نے عرض کیا ہے۔

۹ :۔ قادیانی جس طرح قرآن کریم اور احادیث میں تحریف کر کے اجرائے نبوت ثابت کرنا چاہتے

ہیں اسی طرح مولوی احمد رضا خاں صاحب سے سیکھ کر انہوں نے تحذیر الناس کی عبارات سے بھی اجرائے نبوت ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے پس اس معاملہ میں قادیانیوں کے اُستاد آپ کے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ہوئے، ہم اُن مرزائیوں کی ان تحریفات کا ان کو بھی جواب دیتے ہیں اور آپ کو بھی۔

بہرحال قادیانیوں کو تحذیر الناس سے انکارِ ختمِ نبوت ثابت کرنے کا سبق آپ کے اعلیٰ حضرت ہی نے دیا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کے اعلیٰ حضرت کے اس افتراء سے پہلے کسی قادیانی نے تحذیر الناس کے متعلق یہ افترا نہیں کیا۔ رہا آپ کا یہ فرمانا کہ مرزائی عباراتِ تحذیر الناس کو استدلال میں پیش کرتے ہیں، تو شاید آپ کو معلوم نہیں کہ وہ کمبخت تو قرآن و حدیث، ارشاداتِ اکابر و اقوال علماءِ سلف سے بھی استدلال کرتے ہیں تو کیا معاذ اللہ آپ یہ کہنے کی جرأت کریں گے کہ قادیانیوں کو انکارِ ختمِ نبوت کا سبق قرآن و حدیث اور صحابہؓ و علماءِ سلف نے پڑھایا ہے استغفراللہ والعیاذ باللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

میری یہاں تک کی گزارشات سے آپ کا سارا جواب ہباءً منثورا ہوگیا۔ فالحمد للہ الذی جعل کلمۃ الحق ھی العلیا وکلمۃ الباطل ھی السفلیٰ ؎

احقر عباداللہ محمد منظور النعمانی عفا اللہ عنہ وعافاہ

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے اس تقریر سے فارغ ہونے کے بعد اپنے اس تحریری بیان کی ایک نقل دستخط فرما کر مولوی حشمت علی صاحب کے حوالہ کی اور فرمایا کہ وقت کی تنگی کی وجہ سے میں اپنے اس بیان کے آخری نمبروں کی توضیح کما حقہ نہیں کر سکا ہوں۔ ضرورت پڑی تو انشاء اللہ ابھی اس سلسلہ میں بہت کچھ عرض کروں گا۔ جناب سے گزارش ہے کہ آپ میرے بیان ہی پر اعتراض کرنے کی کوشش کریں۔ اِدھر اُدھر کی غیر متعلق باتوں میں اپنا اور میرا و نیز حاضرین کا وقت صرف نہ فرمائیں۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ جن باتوں کا جواب میرے پہلے یا اس دوسرے بیان میں آچکا ہو ان کی تکرار کر کے آپ وقت خراب نہ کریں۔

مولوی حشمت علی صاحب نے مولانا محمد منظور صاحب کے اس بیان کا جو تحریری و تقریری جواب دیا ناظرین کرام وہ آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔ اس کی نقل میں بھی ہم نے یہی التزام کیا ہے کہ تحریری حصہ حاشیتین چھوڑ کے لکھا ہے اور تقریری حصہ پوری سطر میں، جس طرح کہ مولانا محمد منظور صاحب کے اس بیان میں گزرا۔

مرتب غفرلہٗ

مولوی حشمت علی صاحب کا دُوسرا بیان

۴۸۶/۹۲ آپ نے بڑے زور شور کے ساتھ کہا ہے کہ کسی مسلمان کو کافر کہنا خود کافر ہونا ہے۔ مگر آپ نے یہ نہ بتایا کہ مسلمان کی شرعی تعریف کیا ہے۔ کیا جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہے یا کلمۂ طیبہ پڑھے، یا قبلے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے وہی مسلمان ہے ؟ تو پھر آپ قادیانیوں کو کیوں کافر کہتے ہیں ؟ سنئے جناب! مسلمان کہلانے، کلمۂ طیبہ پڑھنے کے باوجود جو شخص ضروریات دین میں سے کسی ایک مسئلے کا انکار کرے وہ کافر ہے ہرگز مسلمان نہیں۔ امام ابو یوسف رضی اللہ تعالےٰ عنہ کتاب الخراج میں فرماتے ہیں ایما[1] رجل مسلم سبّ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم او اھانہ اوکذبہ او عابہ او تنقصہ فقد کفر باللہ تعالی وبانت منہ امرأتہ۔

قرآن پاک نے منکر علم غیب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا قد[2] کفرتم بعد ایمانکم ۔ جلاس بن سوید نے ایک ذرا سا کلمۂ گستاخی بارگاہِ مصطفےٰ صلی اللہ

---

[1] جو مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا آپ کی توہین کرے یا آپ کی تکذیب کرے یا کوئی عیب لگائے یا شان گھٹائے تو اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ ۱۲ مرتب

[2] جس شخص کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے وہ کہتا تھا کہ " حق تعالیٰ حضورؐ کو عالم غیب کی کوئی خبر نہیں دیتا " اور یہ براہ راست حضورؐ کی نبوت و رسالت پر حملہ تھا اس لئے قرآن پاک نے اس کو کافر کہا۔ ورنہ اصطلاح شریعت میں جس کو علم غیب کہا جاتا ہے اس کا غیر اللہ سے انکار کرنا تو عین ایمان اور حکم قرآن ہے ارشاد ہے قل لا یعلم من فی السموٰت والارض الغیب الا اللہ جس کا ترجمہ عارف باللہ حضرت سعدی شیرازی رح نے اس مصرع میں کیا ہے ع علم غیبی کس نمیداند بجز پروردگار۔ (کلیات سعدی ؒ) ۱۲ مرتب غفرلہ

تعالیٰ علیہ وسلم میں بکا تھا اللہ عزوجل نے فتوے دیا کفروا بعد اسلامھم۔ پہلے آپ اپنے اکابر کا کفر و ارتداد اٹھا دیجئے اس کے بعد مرثیہ پڑھئے کہ ہائے مسلمان کو کافر کہہ دیا"

مولوی حشمت علی صاحب نے اپنی تحریر کا یہ حصہ پڑھ کر سنانے کے بعد فرمایا۔ (مرتب)

حضرات! مولوی صاحب نے اپنے پہلے بیان میں اس پر بہت زور دیا ہے کہ کسی مسلمان کو کافر نہیں کہنا چاہئے بلکہ آپ لوگوں کو یاد ہوگا کہ مولوی صاحب نے فرمایا تھا کہ مسلمان کو کافر کہنے سے آدمی خود کافر ہو جاتا ہے۔ لیکن مولوی صاحب کو ابھی تک یہ پتہ نہیں کہ مسلمان کہتے کس کو ہیں؟ ارے مولوی صاحب! صرف اپنی زبان سے اپنے آپ کو مسلمان کہنے سے کوئی مسلمان نہیں ہو جاتا۔ ورنہ یوں تو منافقین بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے اور آج کل قادیانی بھی اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود آپ حضرات بھی ان کو کافر کہتے ہیں۔ تو کیا ان کو کافر کہہ کر آپ خود بھی کافر ہو جاتے ہیں؟

مولوی صاحب! مسلمان وہ ہے جو تمام ضروریات دین پر ایمان رکھے اور جو کوئی ضروریات دین میں سے کسی ایک مسئلہ کا بھی انکار کرے وہ مسلمان نہیں۔ اس کو خود خدا کافر کہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کافر فرماتے ہیں علمائے امت اس کی تکفیر کرتے ہیں۔

ہم نانوتوی صاحب کو اسی لئے کافر کہتے ہیں کہ انہوں نے حضور کے آخری نبی ہونے کا انکار کیا ہے جو ضروریات دین میں سے ہے۔ آپ اس کفر کو اٹھائیے صرف اس مرثیہ پڑھنے سے یہاں کام نہیں چل سکتا۔ کہ ہائے مسلمان کو کافر کہہ دیا، ہائے مسلمان کی تکفیر کر دی۔

" آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ خود نانوتوی ختم زمانی ثابت کر رہے ہیں، مگر اس کا جواب آپ کے مقتدا مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دربھنگی دے چکے ہیں۔ تحقیق الکفر والایمان۔ ص ۸۰ پر لکھتے ہیں "کافر و مرتد کو کافر نہ کہنے کی وجہ سے انسان خود کافر و مرتد ہو جاتا ہے" "اشد العذاب" ص ۱۵ پر لکھتے ہیں "مرزائی دھوکہ دینے کی غرض سے وہ عبارات مرزا صاحب کی پیش کر دیتے ہیں جن میں ختم نبوت کا اقرار ہے،

ل؎ وہ اسلام لانے کے بعد پھر کافر ہو گئے۔ ۱۲ مرتب۔

عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم وعظمت کا اقرار ہے" اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب ماں کے پیٹ سے کافر نہ تھے، ایک مدت تک مسلمان تھے۔ اور چونکہ دجال تھے اس وجہ سے ان کے کلام میں باطل کے ساتھ حق بھی ہے۔ تو پہلی عبارات مفید نہیں۔ جب تک کہ کوئی ایسی عبارت نہ دکھادیں کہ میں نے جو فلاں معنی ختم نبوت کے غلط بیان کئے تھے وہ غلط ہیں۔ صحیح معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی حقیقی نہ ہوگا۔ یا عیسیٰ علیہ السلام کو جو فلاں جگہ گالیاں دیگر کافر ہوا تھا اس سے توبہ کرکے مسلمان ہوتا ہوں" بس یہی جواب ہم اہل سنت کی طرف سے نانوتوی صاحب کی ان عبارات کے متعلق ہے"

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس یا دوسری کتابوں میں جہاں کہیں ختم نبوت کا اقرار کیا ہے وہ صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے بر بنائے دجالیت کیا ہے۔ لہذا جب تک کہ ان کی کوئی ایسی عبارت نہ دکھائی جائے جس میں انہوں نے تحذیر الناس صفحہ ۳، صفحہ ۱۴، وصفحہ ۲۸ کی کفریہ عبارات سے توبہ کی ہو اس وقت تک ان کا اسلام ثابت نہیں ہوسکتا۔ آپ نے اپنے پہلے بیان میں یہ بھی کہا ہے کہ نانوتوی صاحب نے صفحہ ۳، والی عبارت میں ختم نبوت زمانی کو عوام کا خیال نہیں بتلایا، بلکہ "خاتمیت" کے مفہوم کو ختم زمانی ہی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال کہا ہے۔ اس کا جواب سنئے۔

" نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس صفحہ ۲۹، پر لکھا ہے۔

" اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقصان آگیا۔ اور کسی طفل ناداں نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہوگیا ؎

گاہ باشد کہ کودکے ناداں — بغلط برہدف زند تیرے

ہاں بعد وضوح حق اگر فقط اس وجہ سے کہ یہ بات میں نے کہی اور وہ اگلے کہہ گئے تھے۔ میری نہ مانیں اور وہ پرانی بات گائے جائیں تو قطع نظر اس کے کہ قانون محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات بہت بعید ہے اپنی عقل وفہم کی خوبی پر گواہی دیتی ہے"

اس عبارت سے صاف ثابت ہوگیا کہ ختم نبوت کے یہ معنی کہ حضور نبی بالذات ہیں، نانوتوی صاحب

کے خود ایجاد کردہ ہیں ۔ ان سے پہلے ائمہ دین وتابعین وصحابہ رضی اللہ عنہم حتیٰ کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز یہ معنی نہیں سمجھے ۔ نانوتوی کے قبل تمام امت کا اجماع ہے کہ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں ۔ نانوتوی صاحب کے اقرار سے ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وصحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم وتمام امت کے عقیدے میں ختم نبوت کا اسی معنی میں حصر تھا کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں ۔ اور اسی حصر کو نانوتوی صاحب نے ناسمجھ لوگوں کا خیال بتایا تو تمام امت بلکہ خود حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو معاذ اللہ عوام میں داخل کر دیا "

مولوی صاحب آپ نانوتوی صاحب کو کفر سے بچانے کے لئے فرماتے تھے کہ انہوں نے ختم نبوت زمانی کو نہیں بلکہ مفہوم خاتمیت کو ختم زمانی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال لکھا ہے ۔ اب میں نے خود انہیں کی عبارت سے ثابت کر دیا کہ نانوتوی صاحب سے پہلے تمام مفسرین ، تمام صحابہ وتابعین حتیٰ کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مفہوم خاتم النبیین کا ختم زمانی ہی میں حصر کیا تھا ، اور نانوتوی صاحب نے اسی حصر کو ناسمجھ عوام کا خیال بتلایا تو گویا انہوں نے تمام ائمہ امت ، تمام صحابہ وتابعین اور خود محبوب رب العالمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کو ناسمجھ عوام میں داخل کر دیا ۔ اور یہ کفر بلکہ خبیث ترین کفر ہے ۔ تو نانوتوی صاحب کافر ہوئے اور آپ بھی ان کی اور ان کے اس خبیث کفر کی حمایت کر کے ایسے ہی کافر ہوئے ۔ مولوی صاحب آپ کتنا ہی ایڑی چوٹی کا زور لگائیں نانوتوی صاحب کو مسلمان ثابت نہیں کر سکتے ۔ وہ اقراری کافر ہیں ۔ آپ نے کہا تھا کہ نانوتوی صاحب نے اسی تحذیر الناس میں دلائل سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاتمیتِ زمانیہ ثابت کی ہے ۔ اس کا جواب بھی سنئے ۔

" نانوتوی صاحب نے خود لکھا ہے کہ ختم زمانی حضور کی شان کے لائق نہیں ، پھر جو وصف حضور کی شان کے لائق نہیں ، اس کو ثابت کرنا حضور کی توہین ہے یا نہیں ۔ تو پھر ختم نبوت زمانی حضور کے لئے نانوتوی کیوں کر ثابت کر سکتے ہیں "

دیکھئے اسی تحذیر الناس کے آٹھویں صفحہ پر لکھا ہے کہ " شایان شان محمدی صلعم خاتمیت مرتبی ہے نہ زمانی " بتائیے جب خاتمیت زمانی نانوتوی صاحب کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان ہی نہیں تو پھر کیا وہ اسکو حضور کے لئے ثابت کر کے حضور کی توہین کریں گے ۔ خدا کی شان دیکھئے آپ جو کچھ کہتے ہیں اس کی تردید خود نانوتوی صاحب

پہلے ہی کر چکے ہیں۔ مولوی صاحب! اب بھی کفر کی حمایت چھوڑ کر مسلمان ہو جایئے۔

آپ نے اس تقریر میں یہ بھی کہا تھا کہ تینوں فقروں کی ترتیب بدلنے سے کفری معنی پیدا ہو گئے۔ حالانکہ میں اپنے پہلے بیان میں آپ کی اس بات کا جواب دے چکا ہوں۔ اب پھر سنئے! میں نے لکھا ہے۔

" میں نے پہلے روشن کر دیا ہے کہ تینوں عبارات تحذیر الناس میں تین مستقل کفر ہیں، آپ اس کے جواب میں ایک لفظ بھی نہیں کہہ سکے۔ اور پھر رٹ وہی ہے کہ ترتیب بدل دینے سے معنی کفری پیدا ہو گئے آپ کو کچھ خبر بھی ہے، تحذیر الناس کی عبارات با ترتیب لکھ کر علماء حرمین سے فتوائے کفر لیا جا چکا ہے۔ (ملاحظہ ہو فتاوی الحرمین)

آپ نے اپنی اس دوسری تقریر میں یہ بھی فرمایا تھا کہ " خاتم النبیین " کے معنی کو صرف خاتم زمانی میں حصر کرنا حدیث " لکل اٰیۃ منھا ظھر و بطن " کے خلاف ہے کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر آیت کے لئے کم از کم دو معنی (ایک ظاہری اور ایک باطنی) ضرور ہوتے ہیں اور ہر ایک کے لئے " حد و مطلع " ہے۔ اس کا جواب بھی سنئے۔

" ہر آیت کے لئے ظہر و بطن و حد و مطلع ہے۔ مگر لفظ " خاتم النبیین " کوئی ایک مستقل آیت ہر گز نہیں، بلکہ آیت کریمہ کا ایک لفظ ہے جس پر امت کا اجماع ہے کہ جو معنی اس کے ظاہر سے سمجھ میں آتے ہیں صرف یہی مراد ہیں اور اجماع کا منکر کافر ہے "

تو چونکہ نانوتوی صاحب اس لفظ کے ظاہری معنی کے علاوہ ایک باطنی معنی کے بھی مدعی ہیں اور امت کے اجماعی حصر سے منکر ہیں اس لئے بھی وہ کافر ہوئے۔ لیجئے مولوی صاحب! یہ نانوتوی صاحب کے کفر کی ایک اور وجہ ہو گئی اور آپ اس کفر کی بھی حمایت کر کے ایک اور کفر میں مبتلا ہو گئے۔

مولوی صاحب! اب بھی باز آجایئے اس کفر کی حمایت سے اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جایئے۔

" آپ نے کہا ہے کہ نانوتوی نے خود منکر ختم زمانی کو کافر لکھا ہے، مگر یہ تو خود اپنے کافر و مرتد ہونے کا اقرار ہوا "

لیجئے مولوی صاحب! اب تو نانوتوی صاحب خود اپنے اقرار سے کافر ہو گئے۔ اب بھی آپ ان کی حمایت

کریں گے ۔ ؟

میں نے اپنے پہلے بیان میں عرض کیا تھا کہ ختم نبوت کے انکار کا سبق قادیانیوں کو نانوتوی صاحب نے دیا ہے۔ لہذا وہ استاد اور قادیانی ان کے شاگرد ہیں۔ آپ نے اس کا تو کوئی جواب دیا نہیں اور بس یوں ہی بک دیا کہ قادیانی اعلحضرت کے شاگرد ہیں۔ یہ بھی کوئی جواب ہے۔ سنئے ؟

" نانوتوی کا خود اقرار میں دکھا چکا کہ ختم نبوت کے معنی سب سے پہلے خود نانوتوی نے بدلے، اسی طرح قادیانیوں نے بدلے، تو ختم نبوت کے معنی بدلنے میں نانوتوی استاد اور قادیانی شاگرد ہیں، کفر سکھانے والا استاد تو آپ کے نزدیک مسلمان ہے اور کفر سیکھنے والا شاگرد کافر و مرتد ہے۔ یہ عجیب بوالعجی ہے"

آپ نے اپنی اس تقریر میں فرمایا تھا کہ تحذیر الناس صفحہ ۱۴ و صفحہ ۲۸ کے فقروں میں "بلکہ" کا لفظ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مابعد کو ماقبل سے کوئی خاص تعلق ہے۔ میں نے اس کے جواب میں عرض کیا ہے کہ

" بلکہ کا لفظ اضراب کے لئے آتا ہے۔ یہاں سے مستقل جملہ شروع ہوتا ہے "

پس صفحہ ۱۴ و صفحہ ۲۸ کے دونوں فقرے مستقل مستقل جملے ہیں۔ اور میں ثابت کر چکا ہوں کہ مستقل جملوں کی ترتیب بدلنے سے مضمون میں کوئی فرق نہیں آتا۔ پس اعلیٰ حضرت نے اگر حسام الحرمین شریف میں ان فقروں کی ترتیب بدل دی تو اس سے معنی کچھ نہیں بدلے، پس آپ کا یہ کہنا غلط ہوا کہ اعلیٰ حضرت کے ترتیب بدل دینے سے کفری معنی پیدا ہو گئے۔

آپ نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں جو کچھ لکھا یا کہا تھا میں نے اس کے لفظ لفظ کا جواب دے دیا اور اس کے پرخچے اڑا دیئے اور ثابت ہو گیا کہ نانوتوی صاحب نے ختم نبوت زمانی کا انکار کیا، ضروریات دین کا انکار کیا، اجماع کا انکار کیا اور وہ کافر و مرتد ہو گئے۔ اب جو ان کی حمایت کرے اور ان کو مسلمان کہے وہ بھی ایسا ہی کافر، مرتد ہے۔

مولوی صاحب میں پھر آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ کافروں کا ساتھ چھوڑ کر مسلمان ہو جائیے، ابھی ہمارا، آپ کا جھگڑا ختم ہو جائے گا۔

☆

از مرتب :- مولوی حشمت علی صاحب نے اپنی یہ تقریر ختم فرمانے کے بعد تحریر کی ایک نقل دستخط فرما کر مولانا محمد منظور صاحب کے حوالہ کی۔ اس کے بعد مولانا ممدوح جوابی تقریر کے لئے کھڑے ہوئے۔ مولوی حشمت علی صاحب نے فرمایا تحریری جواب کی نقل توضیحی تقریر شروع ہونے سے پہلے مل جانی چاہئے۔ مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اب تک فریقین کا عمل اسی طرح رہا کہ تقریر کے اختتام پر تحریر دی جاتی ہے۔ اس لئے میں تقریر کے بعد تحریری جواب حاضر خدمت کردوں گا۔ لیکن مولوی حشمت علی صاحب نے اس پر غیر معمولی اصرار کیا۔ مولانا نے فرمایا کہ میں نے ابھی تک جواب پورا لکھا بھی نہیں ہے۔ آپ کی تقریر کے دوران میں مختصر نوٹ لکھے ہیں۔ اب میں تقریر کے ساتھ ہی بطور املا تحریری جواب تیار کراؤں گا اور حسب سابق بعد میں اس کی نقل آپ کے حوالہ کردوں گا۔ مگر مولوی حشمت علی صاحب حسب عادت اپنی بات پر اڑ گئے۔ بالآخر مولانا محمد منظور صاحب نے جب ان کا اس قدر اصرار دیکھا تو اس کو بھی منظور فرمالیا۔ اور اسی وقت صرف تین چار منٹ میں یہ مختصر مگر جامع تحریری جواب لکھ کر ان کے حوالے کیا۔ اور حسب قرارداد باقی ۲۵ منٹ میں انہی مختصر نوٹوں کی توضیح و تائید میں تقریر فرمائی۔

مولانا کے اس بیان میں بھی ہم اس کا التزام کریں گے کہ تحریر کا حصہ حاشیتین چھوڑ کر لکھیں گے اور توضیحی تقریر کا پوری سطروں میں۔

(مرتب غفرلہ)

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ کا تیسرا جوابی بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عباد اللہ الذین اصطفیٰ . اما بعد!

حاضرین کرام! چونکہ مولوی حشمت علی صاحب نے نہ معلوم کس خاص مصلحت سے اس وقت اس پر اصرار کیا کہ تقریر کے آغاز سے پہلے تحریری جواب پیش کر دیا جائے۔ اس لئے میں نے تحریری جواب میں نہایت مختصر مختصر نوٹ لکھ دیئے ہیں، جن کو مع توضیح کے آپ حضرات کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

مولوی صاحب نے سب سے پہلے یہ فرمایا ہے کہ "آپ نے مسلمان کی شرعی تعریف نہیں بتلائی۔ میں نے اس کے جواب میں عرض کیا ہے کہ۔

"مسلمان کی تعریف، میں اپنی سب سے پہلی تحریر میں کر چکا ہوں۔ غور سے دیکھئے"

میری سب سے پہلی تحریر کے بالکل شروع میں یہ الفاظ موجود ہیں "کسی شخص کے مسلمان ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ تمام ضروریاتِ دین پر اس کا ایمان ہو" باوجود اس صاف صریح تعریف کے آپ اپنی اس تحریر میں لکھتے ہیں کہ "آپ نے یہ نہ بتایا کہ مسلمان کی شرعی تعریف کیا ہے"

درحقیقت یہ دیدہ دلیری آپ ہی کا حصہ ہے۔ ع

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

آپ نے اپنی اس تحریر میں قرآنِ کریم کی آیات اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب الخراج سے یہ ثابت کرنے کی بھی کوشش کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین وتنقیص کفر ہے نہ معلوم کہ یہ تکلیف آپ نے کیوں گوارا فرمائی اس سے کس کو انکار ہے۔

"بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک میں ادنیٰ گستاخی موجب کفر وارتداد ہے"

بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ دوسرے قسم کے کافروں کو تو پناہ بھی مل سکتی ہے لیکن جو بدنصیب، شقی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ پاک میں گستاخی یا سوءِ ادبی کرکے کافر ہوا، اس کو مذاہبِ اربعہ میں پناہ نہیں۔ خدا کی زمین کو اس کے ناپاک وجود سے پاک کر دینا چاہئے۔ مولانا! اس معاملہ میں ہمارے جو جذبات ہیں آپ کے تو تخیل کی بھی وہاں تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ معاف کیجئے آپ کے پاس بلند آہنگی سے دعوے کرنے کے لئے صرف زبان ہے اور ہمارے پاس کام کرنے کے لئے ہاتھ اور ناموسِ نبوت پر قربان ہونے کے لئے جان بھی ہے۔ آپ ایک مثال بھی ایسی پیش نہیں کر سکتے کہ آپ کی جماعت کے کسی فرد نے اس راہ میں کوئی معمولی سی بھی قربانی کی ہو۔

اور الحمد للہ مجھے ناز ہے کہ میرے بہت سے بھائیوں نے اسلام اور حضور داعئ اسلام علیہ السلام کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لئے بڑی سے بڑی قربانیاں پیش کیں۔

اس عام جلسہ میں اس سلسلہ کی تفصیل ہماری مصلحت کے خلاف ہے۔ ورنہ میں بتلاتا کہ ماضی قریب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و حرمت پر جن فدائیوں نے اپنی جانیں قربان کیں وہ کس درخت کے پھل تھے اور ہماری جماعت سے ان کا کیا تعلق تھا۔ تاہم اس سلسلہ کی صرف ایک چیز عرض کرتا ہوں۔ قریباً آٹھ، دس برس ہی کا عرصہ ہوا ہے کہ لاہور کے ایک بدزبان بدنصیب آریہ سماجی (راجپال) نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و تنقیص میں ایک مستقل کتاب لکھی جس کا ناپاک نام "رنگیلا رسول" رکھا۔ اس وقت آپ حضرات گھروں اور خانقاہوں میں بیٹھے گیارہویں کی فیرنی اور بارہویں کی شیرینی اڑاتے رہے اور کسی کی بھی رگِ حمیت نہ پھڑکی اور جیل خانہ گئے تو ہماری جماعت کے محترم اور مشہور بزرگ حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری وغیرہ۔

مولانا! آپ ہمارے سامنے یہ وعظ کہتے ہیں کہ توہینِ رسول سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ اور ہمارا مسلک یہ ہے کہ اس بدبخت کو ایک لمحہ کے لئے خدا کی اس زمین میں زندہ رہنے کا حق نہیں ؎

ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بہ کجا

میں نے اپنے بیان میں تحذیر الناس کی وہ عبارات پیش کی تھیں جن میں حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل سے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لئے ختمِ نبوت زمانی کو ثابت فرما کر اس کے منکر کو صاف الفاظ میں کافر لکھا ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے حضرت مولانا محمد مرتضیٰ حسن صاحب مدظلہٗ کی ایک عبارت پیش کی ہے۔ جو انہوں نے

قادیانیوں کے جواب میں لکھی ہے۔ میرا جواب سنئے:۔

"حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نے مرزائیوں کے متعلق وہ بالکل صحیح لکھا ہے۔ ہاں فہم عالی کا قصور ہے۔ یہی چیز تو معرض بحث میں ہے کہ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے ختم نبوت کا انکار ثابت ہے یا نہیں۔ ہمارے بلکہ ہر ایمان دار منصف مزاج کے نزدیک تحذیر الناس کی عبارات بالکل بے غبار ہیں۔ بلکہ اس میں ختم نبوت زمانی کو دلائل قاہرہ سے ثابت کرکے اس کے منکر کو کافر لکھا گیا ہے۔ پس مرزا صاحب یا مرزائیوں کو ان پر قیاس کرنا کفر کو اسلام پر قیاس کرنا ہے۔"

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مرزائی لٹریچر میں ختم نبوت کا انکار اور مرزا کی نبوت کا دعویٰ اس قدر صاف اور واضح عبارات میں موجود ہے جس میں کوئی کسی قسم کی تاویل چل ہی نہیں سکتی۔

مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں جا بجا اپنے کو نبی اور رسول لکھا ہے[1]۔ اپنے نہ ماننے والوں کو اس نہ ماننے کی وجہ سے ہی کافر قرار دیا ہے[2]۔ (جو رسول ہی کی شان ہے) تمام ان لوگوں کو جو ان کی (جھوٹی) نبوت پر ایمان نہ لائیں جہنمی بتلایا ہے[3]۔ اپنے گاؤں (قادیان) کو "خدا کے رسول کی تخت گاہ" لکھا ہے[4]۔ قرآن مجید کی بہت سی وہ آیتیں جو جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نازل ہوئی ہیں ان کا مصداق اپنی ذات کو قرار دیا ہے[5]۔ اُس دین کو لعنتی دین قرار دیا ہے جس میں نبوت کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے جاری نہ ہو[6]۔ (معاذ اللہ)

اور یہ سب چیزیں ایسی صراحت کے ساتھ مرزائی لٹریچر میں مذکور ہیں جن میں کوئی شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ اور خود قادیانی امت کے عقائد بھی اسی کے موافق ہیں۔ پس ایسی حالت میں اگر مرزا صاحب کی کسی کتاب میں ختم نبوت کا اقرار یا منکر ختم نبوت کی تکفیر ملے تو اس کی بظاہر دو ہی وجہیں ہو سکتی ہیں۔ یا یہ کہ یہ تحریری دعوائے نبوت اور انکار ختم نبوت سے پہلے زمانہ کی ہو یا تلبیس و تدلیس کے لئے ایسا لکھا گیا ہو۔ تیسرا احتمال یہ بھی ہو سکتا تھا کہ مرزا صاحب نے پہلے عقائد

---

[1] جناب مرزا اپنی کتاب دافع البلاء، ص۱۱ پر لکھتے ہیں: "سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں نبی بھیجا" نیز لکھتے ہیں "ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں" "اخبار البدر" ۵ مارچ ۱۹۰۸ء ۱۲۔ [2] دیکھو مرزا صاحب کی کتاب "حقیقۃ الوحی" ص۱۷۹۔ [3] حاشیہ اربعین ص۶۔ [4] دیکھو دافع البلاء۔ ۱۲۔ [5] حقیقۃ الوحی ۱۲۔ [6] براہین حصہ پنجم ۱۲۔

سے تائب ہو کر ایسا لکھا ہو، لیکن یہ واقعات کے خلاف ہے اور خود مرزائی جماعت بھی اس کی قائل نہیں۔ اس لئے مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نے بالکل ٹھیک لکھا کہ مرزا صاحب کی ایسی عبارات سے ان کا کفر دفع نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ کفر و ارتداد سے پہلی ہیں، یا محض تدلیس و تلبیس کے لئے لکھی گئی ہیں۔

بخلاف مصنف تحذیر الناس حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کہ ان کی کسی کتاب میں انکار ختم نبوت زمانی کا خفیف سا اشارہ بھی نہیں۔ اور آپ کے اعلیٰ حضرت نے اس بہتان کو ثابت کرنے کے لئے تحذیر الناس کے حوالے سے جو عبارت نقل کی ہے، میں ثابت کر چکا کہ اس کی نقل میں نہایت افسوسناک خیانت سے کام لیا ہے۔ انہوں نے مختلف مقامات کے ناقص فقروں کو جوڑ کر ایک مسلسل عبارت بنائی ہے جو ہرگز تحذیر الناس کی عبارت نہیں کہی جا سکتی۔ میں چونکہ اس پر تفصیلی بحث اپنے پہلے بیانات میں کر چکا ہوں، اس لئے یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں سمجھتا۔

بہرحال یہ حقیقت واقعیہ ہے کہ تحذیر الناس میں ختم زمانی کے خلاف کوئی عبارت نہیں، بلکہ وہ مولوی احمد رضا خان صاحب کا محض بہتان ہے۔ پس اس کے دفعیہ میں اگر ہم تحذیر الناس کی وہ عبارات پیش کریں، جن میں مصنف نے دلائل قاہرہ سے ختم نبوت زمانی کو ثابت فرما کر اس کے منکر کو کافر قرار دیا ہے۔ تو یہ بالکل بجا ہوگا۔ ہاں اگر خدانخواستہ تحذیر الناس میں مرزائی لٹریچر کی طرح کہیں ختم نبوت زمانی کا صاف صریح انکار ہوتا تو بے شک آپ ان عبارات کا وہ جواب دے سکتے تھے جو حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب مدظلہ نے مرزائیوں کو دیا ہے۔ پس دونوں مقدموں کی نوعیت میں یہ نہایت روشن فرق ہے۔

آپ نے تحذیر الناس صفحہ ۲۹ کی ایک عبارت لکھی ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مصنف تحذیر الناس رح کو گویا خود اس کا اقرار ہے کہ ان سے پہلے تمام علمائے امت تمام صحابہ و تابعین اور حتیٰ کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معنیٰ خاتم النبیین کو خاتمیت زمانی میں حصر کرتے تھے۔ میں نے اس کے جواب میں عرض کیا ہے۔

" صفحہ ۲۹ کی عبارت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین بھی حصر سمجھتے تھے انتہائی نافہمی ہے۔ بلکہ آں مرحوم نے اپنے ایک مکتوب میں تصریح فرمائی ہے کہ " باب تفسیر میں سوائے انبیائے علیہم السلام اور راسخین فی العلم کے اور سب عوام ہیں " اس سے واضح ہو گیا کہ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام راسخین فی العلم کو اس باب میں

اپنا ہمنوا سمجھتے ہیں :"

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحذیر الناس کے شروع ہی میں "خاتم النبیین" کے بارے میں دو گروہوں کا ذکر کیا ہے ایک عوام جن کے متعلق لکھا ہے کہ یہ لوگ معنی "خاتم النبیین" کو خاتمیت زمانی ہی میں حصر کرتے ہیں۔ دوسرے اہل فہم جن کو مولانا اپنا ہمنوا خیال کرتے ہیں۔ اس جگہ عوام سے جو لوگ ان کی مراد ہیں ان کی تفصیل انہی کے مکتوبات حصہ اول مکتوب نمبر دوم صفحہ ۴، پر اس طرح مذکور ہے کہ۔

" بجز انبیاء کرام علیہم السلام یا راسخان فی العلم ہمہ عوام اند "

باب تفسیر میں سوائے انبیاء علیہم السلام اور راسخین فی العلم کے سب عوام ہیں :"

حضرت مولانا کی اس تصریح سے معلوم ہو گیا کہ مولانا کی مراد عوام سے صرف وہ لوگ ہیں جو راسخین فی العلم میں داخل نہیں ہیں۔ اور انہی کے متعلق مولانا کا یہ خیال ہے کہ وہ مفہوم خاتمیت کو ختم زمانی میں منحصر سمجھتے ہیں۔ ان کے علاوہ دوسرے حضرات یعنی راسخین فی العلم، بالخصوص صحابہ و تابعین اور پھر خاص کر تمام راسخین فی العلم کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کے متعلق حضرت مولانا کا خیال ہے کہ ان میں سے کسی نے حصر کا دعوی نہیں کیا۔ بلکہ مولانا مرحوم ان کو اپنے موافق سمجھتے ہیں۔

لفظ "عوام" سے معاذ اللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام و تابعین عظام کو مراد لینا صرف آپ کی طبیعت کی نفاست ہے۔ شاید آپ حضرات کے محاورات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام وغیرہ اکابرِ دین کو عوام کہا جاتا ہو۔ حضرت مولانا نانوتوی رح کی جو مراد لفظ "عوام" سے ہے وہ انہوں نے اپنے مکتوب میں لکھ دی ہے۔ اس کے بعد یہ کہنا کہ مولانا کی مراد عوام سے معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام وغیرہ ہیں انتہائی افسوسناک بات ہے۔

اور آپ نے جو عبارت تحذیر الناس صفحہ ۲۹ کی پیش کی ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مولانا نانوتوی مرحوم خود اس کے مقر ہیں کہ ان سے پہلے تمام امت کا حصر پر اجماع رہا ہے۔ اس عبارت کے نقل کرنے اور اس کا مطلب بیان کرنے میں آپ نے سخت خیانت اور بد دیانتی سے کام لیا ہے۔ جناب اس عبارت میں آیت "خاتم النبیین" کے معنی کا ذکر ہی نہیں ہے۔ وہاں تو اثر ابن عباس کی تاویل کا ذکر ہے۔ مولانا مرحوم وہاں یہ بتلانا چاہتے ہیں

کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اثر (دربارۂ انبیائے طبقات) کی بعض اگلے مصنفین نے جو تاویلیں کی ہیں، مثلاً یہ کہ ان سے اراضی سُفلی میں مبلغان احکام مراد لئے۔ یا بعض صوفیا نے اس کو عالم مثال پر محمول کیا وغیرہ وغیرہ۔

اس قسم کی تاویلات ٹھیک نہیں بلکہ اس کی صحیح شرح وہ ہے جو میں نے لکھی ہے۔ اور پھر اسی کے متعلق مولانا نے یہ لکھا ہے کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ میں ان اگلے مصنفوں کی تحقیر کرتا ہوں، ان کا احترام اور ان کی عظمت بجائے خود اپنے دل میں ہے۔ مگر ایسا بھی کبھی ہو جاتا ہے کہ کسی مضمون کی طرف بڑوں کا ذہن نہیں گیا اور کسی چھوٹے کا چلا گیا۔ بہرحال صفحہ ۲۹ کی اس عبارت کا تعلق تفسیر "خاتم النبیین" سے نہیں ہے۔ بلکہ وہ عبارت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اثر کی تاویل کے متعلق ہے۔ تحذیر الناس صفحہ ۲۹ غور سے ملاحظہ فرمائیے۔ میں اسی جگہ کی پوری عبارت پڑھتا ہوں سنئے۔ مولانا تحریر فرماتے ہیں۔

"نیز یہ بھی واضح ہو گیا ہو گا کہ یہ تاویل کہ یہ اثر اسرائیلیات سے ماخوذ ہے، یا انبیاء علیہم السلام اراضی ماتحت سے مبلغان احکام مراد ہیں، ہرگز قابل التفات نہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ باعث تاویلات مذکورہ یہی مخالفت خاتمیت تھی۔ جب مخالفت ہی نہیں تو ایسی تاویلیں کیوں کیجئے جن کو مدلول معنی مطابقی سے کچھ علاقہ ہی نہیں باقی رہے۔ یہ بات کہ بڑوں کی تاویل کو نہ مانئے تو ان کی تحقیر نعوذ باللہ لازم آئے گی۔ یہ انہی لوگوں کے خیال میں آسکتی ہے جو بڑوں کی بات از راہ بے ادبی نہیں مانا کرتے، ایسے لوگ اگر ایسا سمجھیں تو بجا ہے "المرء یقیس علی نفسہ" یہ اپنا وتیرہ نہیں، نقصان شان اور چیز ہے اور خطا و نسیان اور چیز۔ اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقصان آگیا۔ اور کسی طفل ناداں نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا۔ ؎

گاہ باشد کہ کودکے ناداں ۔ بغلط بر ہدف زند تیرے"

مجھے حیرت ہے کہ آپ ایسی خلاف دیانت کارروائیاں کرنے میں کیوں اس قدر دلیر ہیں۔ اس عبارت کا وہ ابتدائی حصہ جس سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ مولانا کا کلام یہاں "تفسیر خاتم النبیین" میں نہیں، بلکہ

اثر ابن عباس رضؓ میں ہے۔ آپ نے بالکل چھوڑ دیا اور صرف آخری حصہ کو لکھ دیا۔ اور مطلب وہ بیان کیا جس کا وہاں شائبہ بھی نہیں۔ لیکن میں اس کے سوا کچھ نہیں کہوں گا کہ "خدا آئندہ ہم کے لئے نیکی کی توفیق دے"

ہاں اسی کے ساتھ آپ نے ایک اور بھی ایسا ہی۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ افسوسناک افترا کیا ہے کہ معاذ اللہ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ختم زمانی حضور کی شان کے لائق نہیں " میں نے اس کے جواب میں عرض کیا ہے۔

"آپ کا یہ لکھنا کہ ختم زمانی حضور کی شان کے لائق نہیں بالکل افترا ہے"

اور جو فقرہ اس بہتان کے ثبوت میں آپ نے تحذیر الناس صفحہ ۸ سے پڑھ کر سنایا ہے اس میں بھی آپ نے ایسی خیانت سے کام لیا ہے جس کی توقع بخدا مجھے آپ سے بھی نہ تھی۔ میں حیران ہوں کہ آپ کیوں کر ایسی جرأت کرتے ہیں اور وہ بھی میرے سامنے جس کو بارہا آپ آزما چکے ہیں۔

حاضرین کرام! پوری عبارت سنیں جس کا ناتمام ٹکڑا مولوی صاحب نے سنا کر مجھ کو اور آپ کو دھوکا دینا چاہا تھا۔ پوری عبارت اس طرح ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

"ہاں اگر بطور اطلاق یا عموم مجاز اس خاتمیت کو زمانے اور مرتبے سے عام لیجئے تو پھر دونوں طرح کا ختم مراد ہوگا۔ پر ایک مراد ہو تو شایان شان محمدی صلعم خاتمیت مرتبی ہے نہ زمانی"

اس عبارت کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر لفظ خاتم کو خاتم زمانی اور خاتم مرتبی سے مطلق رکھا جائے یا بطور عموم مجاز زمانے اور مرتبے دونوں سے عام رکھا جائے تو اسی ایک لفظ سے حضور کے لئے دونوں قسم کی خاتمیت یعنی زمانی و ذاتی مراد ہوگی۔ اور اگر دونوں میں سے ایک ہی مراد لینی ہو تو پھر اس کے لئے زیادہ شایان شان محمدیؐ خاتمیت مرتبی ہوگی نہ کہ زمانی۔ کیوں کہ ختم ذاتی میں فضیلت بالذات ہے اور نیز ختم زمانی اس کے لئے لازم بھی ہے۔

بہر حال اس عبارت میں یہ نہیں کہا گیا کہ ختم زمانی معاذ اللہ حضور کی شان کے ہی لائق نہیں بلکہ مولانا کا مقصد صرف یہ ہے کہ ان دونوں قسم کی خاتمیت میں حضور کے لئے زیادہ شایان شان ختم ذاتی ہے۔ ورنہ اگر خدانخواستہ حضرت مولانا اس کو آپ کے لائق نہ سمجھتے تو اس کو آپ کے لئے ثابت ہی کیوں کرتے، حالانکہ پہلے تو احتمال آپ نے اطلاق یا عموم مجاز ہی کا لکھا ہے جن میں حضور کے لئے دونوں قسم کی خاتمیت ثابت ہوتی ہے۔ نیز اسی عبارت کے

بالکل متصل وہ عبارت ہے جس میں مولانا نے اپنا مختار اس کو قرار دیا ہے کہ خاتم کو جنس قرار دیا جائے اور زمانی و مرتبی کو اس کی دو نوعیں۔ پھر اسی ایک لفظ "خاتم النبیین" سے حضورؐ کے لئے خاتمیت کی دونوں نوعیں بدلالت مطابقی ثابت کی جائیں۔ جس کو میں اپنی پہلی تقریر میں بہ تفصیل عرض کر چکا ہوں۔

بہرحال صفحہ ۸، کا جو ناقص فقرہ آپ نے لوگوں کو پڑھ کر سنایا، اس کا ہرگز وہ مطلب نہیں جو آپ نے بیان کیا۔ بلکہ وہی مطلب ہے جو میں نے عرض کیا۔ جس کی مثال یوں سمجھئے کہ حق تعالیٰ نے قرآن پاک کو سورۂ بنی اسرائیل میں "شفاء" فرمایا ہے۔ اب ایک عالم یہ کہتا ہے اگر اس کو شفاء روحانی اور جسمانی سے مطلق رکھا جائے جب تو دونوں قسم کی شفاء مراد ہوگی۔ اور اگر ایک ہی مراد ہو تو پھر قرآن پاک کے شایان شان شفاء روحانی ہے نہ کہ جسمانی۔ ظاہر ہے کہ کوئی احمق بھی اس کا یہ مطلب نہ سمجھے گا کہ اس عالم نے قرآن پاک کی شفاء جسمانی کی تاثیر سے انکار کر دیا، یا اس کو اس کے لائق نہ سمجھا، بلکہ ہر صاحب فہم کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہی ہوگا کہ شفاء روحانی کا مرتبہ شفاء جسمانی سے بلند ہے۔ اگرچہ شفاء جسمانی بھی اپنی جگہ پر بہت زیادہ قابل قدر ہے۔ الغرض حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر آپ کا یہ محض بہتان ہے کہ ان کے نزدیک ختم زمانی معاذ اللہ حضورؐ کی شان کے لائق ہی نہیں۔

آپ نے اس مرتبہ پھر یہ کہا ہے کہ تحذیر الناس کے تینوں فقروں میں تین مستقل کفر ہیں اور ترتیب بدل دینے سے معنی میں کوئی فرق نہیں ہوا۔ چونکہ اس کا انتہائی شافی اور مفصل جواب میں پہلے عرض کر چکا ہوں اس لئے جواب میں اس وقت میں نے صرف یہ عرض کیا ہے کہ۔

"تینوں عبارتوں کی میں کافی توضیح کر چکا ہوں۔ اس کے بعد وہ عبارات بالکل بے غبار ثابت ہوتی ہیں"

اب جب تک کہ آپ میرے اس مطلب کو دلائل سے غلط ثابت نہ کریں جو میں نے ان تینوں فقروں کا بحمد اللہ نہایت مدلل بیان کیا ہے۔ اس وقت تک مجھے اس بارہ میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ میں پہلے ہی یہ بھی نہایت وضاحت سے بتلا چکا ہوں کہ ترتیب کے بدل دینے سے اصل مطلب بالکل بدل گیا۔

نیز آپ نے پہلے بیان میں اس کو تسلیم کیا ہے کہ اگر ناقص فقروں کی ترتیب بدل جائے تو مضمون بدل جاتا ہے اور میں ثابت کر چکا ہوں کہ صفحہ ۱۴، و صفحہ ۲۸، کے فقرے مولوی احمد رضا خان صاحب نے حسام الحرمین میں ناقص اور

ناتمام ہی نقل کئے ہیں۔

آپ کا یہ فرمانا کہ "بل" اضراب کے لئے ہے اور اس کے بعد سے مستقل جملہ شروع ہوتا ہے۔ نہایت عجیب ہے۔ بندۂ خدا غور سے دیکھا تو ہوتا۔ یہ دونوں فقرے محل جزا میں ہیں اور ان کی شرط اوپر مذکور ہے۔ صفحہ ۱۴ کا فقرہ یہاں سے شروع ہوتا ہے۔

"عرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا۔ بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے"

کیا کوئی معمولی اردو دان بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ بلکہ سے بعد والی عبارت اسی پہلی شرط پر متفرع نہیں ہے۔؟

علی ہذا بالکل یہی صورت صفحہ ۲۸ والے فقرے کی ہے۔ بہرحال یہ دونوں فقرے ناتمام ہیں اور آپ کے اعلحضرت نے ان کی ترتیب بدل کر ان کے مضمون کو بالکل مسخ کر دیا ہے۔ اس مرتبہ آپ نے فتاویٰ الحرمین کا بھی ذکر کیا ہے پہلے حسام الحرمین کی بحث سے فارغ ہو لیجئے، پھر انشاء اللہ ثابت کر دیا جائے گا کہ فتاویٰ الحرمین میں حسام سے بھی زیادہ زبردست خیانتیں کی گئی ہیں۔

ہاں اسی سلسلہ میں مجھے ایک بات اور بھی عرض کرنی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر بالفرض آپ کی اس بات کو تسلیم کرلیا جائے کہ "حسام الحرمین" میں تحذیر الناس کا جو فقرہ جس قدر نقل کیا گیا ہے وہ بجائے خود ایک مستقل جملہ ہے جس کا اول آخر سے کوئی خاص تعلق نہیں۔ پھر ہر فقرہ میں علیحدہ علیحدہ مستقل کفر ہے تو آپ کے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی بھی کافر ٹھہریں گے۔ کیوں کہ تحذیر الناس صفحہ ۱۴ کا جو فقرہ انہوں نے "حسام الحرمین" میں سب سے پہلے نقل کیا ہے اس کے الفاظ صرف یہ ہیں۔

"بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے"

اس اتنے فقرے کا ظاہری مطلب یہی ہے کہ حضورؐ کے زمانۂ اقدس میں کسی نبی کا کسی جگہ ہونا آپ کی خاتمیت کے منافی نہیں۔ اور یہ آپ کے اعلیٰ حضرت کو بھی تسلیم ہے۔ بلکہ حضرت نانوتوی مرحوم نے تو بالفرض ہی کرکے لکھا ہے، آپ

کہ اعلیٰ حضرت تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانۂ اقدس میں چار اور نبیوں کا وجود بالفعل تسلیم کررہے ہیں چنانچہ ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ چہارم کے صفحہ ۶۱ پر ہے۔

"چار انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وہ ہیں جن پر ابھی ایک آن کے لئے بھی موت طاری نہیں ہوئی دو آسمان پر، سیدنا ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اور زمین پر سیدنا حضرت الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام"

پس اگر تحذیر الناس صفحہ ۱۴ کا وہ فقرہ بالکل مستقل طور پر موجب کفر ہے تو آپ کے اعلیٰ حضرت بھی اس کی ہمنوائی کی وجہ سے کافر ٹھہرے ؎

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گزشتی

گو مشت خاک ماہم برباد رفتہ باشد

اس مرتبہ آپ نے پھر یہ فرمایا ہے کہ تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ "خاتم النبیین" سے صرف خاتم زمانی ہی مراد ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

میں پہلے ہی عرض کرچکا ہوں کہ آپ کا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے۔ جب حدیث پاک میں یہ آگیا کہ ہر آیت قرآنی کے لئے ایک ظاہری معنی ہیں اور ایک باطنی۔ تو پھر کس شخص کو یہ حق حاصل ہوسکتا ہے کہ وہ یہ کہے کہ "خاتم النبیین" کے صرف یہی ایک معنی ہیں، اس کے سوا کچھ نہیں۔ ہاں آپ نے یہ بات نہایت عجیب فرمائی کہ "خاتم النبیین" پوری آیت نہیں ہے بلکہ آیت کا ایک لفظ ہے۔ لہٰذا یہ اس حدیث کے تحت میں نہیں آتا، لیکن آپ نے یہ سوچا ہوتا کہ آیت کے باطنی معنی جب ہی بنیں گے جب کہ اس کے مفردات کے بھی باطنی معنی لئے جائیں۔ اور علاوہ اس کے میں نے اپنی پہلی ہی تحریر میں اس موقع پر آپ کے اعلیٰ حضرت کی کتاب "الدولۃ المکیۃ" کا بھی حوالہ دیا تھا اگر آپ اس کو دیکھ لیتے تو یہ پھر بات نہ فرماتے۔ اس میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے۔

لا یفقہ الرجل کل الفقہ حتی یجعل للقران وجوھا۔

آدمی اس وقت تک کامل فقیہ نہیں ہوتا جب تک کہ قرآن پاک کے لئے متعدد توجیہات نہ نکالے۔

اور پھر بحوالہ "اتقان" اس کی شرح یہ لکھی ہے کہ فقیہ کامل وہ ہے جو۔

ان المراد ان یری اللفظ الواحد یحتمل معانی متعددة فیحمله علیها اذا کانت غیر متضادة ولا یقتصر به علی معنی واحد۔

ایک لفظ کو متعدد معانی کے لئے متحمل دیکھے اور پھر وہ سب معانی اس سے مراد لے اور کسی ایک ہی معنی پر حصر نہ کرے۔ بشرطیکہ وہ معانی آپس میں تناقض نہ ہوں۔

(الدولۃ المکیۃ ص ۳۴)

پس مولانا نانوتوی مرحوم کا تصور صرف یہی ہے کہ انہوں نے لفظ "خاتم النبیین" کو دیکھا کہ وہ خاتم زمانی پر بھی محمول ہو سکتا ہے اور اس سے خاتم مرتبی بھی مراد لیا جا سکتا ہے تو انہوں نے اس کو دونوں معنی پر محمول کیا اور اسی ایک لفظ "خاتم النبیین" سے علاوہ خاتمیت زمانی کے مولانا مرحوم نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے ایک بہت بڑی فضیلت خاتمیت مرتبی کی اور ثابت کی جس کی پوری تفصیل میں اپنے پہلے بیانات میں کر چکا ہوں اور سہولت فہم کے لئے اس کی ایک مثال عرض کرتا ہوں۔ فرض کیجئے کہ۔

کسی بادشاہ کے ملک میں کوئی وبائی مرض پھیلا۔ بادشاہ کی طرف سے علاج معالجہ کے لئے یکے بعد دیگر بہت سے طبیب بھیجے گئے اور سب نے اپنی اپنی قابلیت کے مطابق مریضوں کا علاج کیا لیکن مرض کا پورا استیصال نہ ہوا۔ اخیر میں اس رحیم وکریم بادشاہ نے ایک سب سے بڑا اور زیادہ حاذق و ماہر طبیب بھیجا جو اتفاق سے تمام پہلے طبیبوں کا استاد بھی ہے اور ملک کے تمام طبیبوں نے فن طب اسی سے سیکھا بھی ہے۔ اور بادشاہ کی طرف سے اعلان کر دیا گیا کہ یہ ہمارا آخری طبیب ہے اس کے بعد کوئی طبیب نہیں بھیجا جائے گا۔ آئندہ جب کہیں مریض ہو تو وہ اس آخری طبیب کا نسخہ استعمال کرے اسی سے شفا ہو گی۔

الغرض وہ آخری طبیب اور سب طبیبوں کا استاد آیا اور اس نے اپنا شفا خانہ کھولا۔ جوق در جوق مریض، اس کے شفا خانہ میں داخل ہو کر شفایاب ہوتے۔ بادشاہ نے اپنے ایک فرمان خاص میں اس آخری طبیب کو، "خاتم الاطباء" لکھا۔ اب عوام تو اس کا مطلب بس یہی سمجھتے ہیں کہ یہ طبیب آخری طبیب ہے اور سب طبیبوں کے بعد آیا ہے۔ مگر ایک دقیق النظر جماعت ادھر بھی ہے جو کہتی ہے کہ اس لفظ "خاتم الاطباء" کا مطلب بس اتنا ہی نہیں ہے بلکہ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ پہلے جتنے طبیب آئے تھے ان کی طب کا سلسلہ بھی اسی طبیب پر ختم ہے۔ یعنی ان سب نے بھی فن طب اسی سے سیکھا ہے اور یہی ان سب کا استاد ہے۔

پس عوام تو اس لفظِ " خاتم الاطباء " سے صرف ایک ہی قسم کی خاتمیت زمانی نکالتے ہیں۔ اور یہ باریک بین جماعت اسی لفظ سے خاتمیت کے ساتھ ایک دوسری قسم کی خاتمیت اور نکالتی ہے۔ جس سے اس طبیب کی شان بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

بس بالکل یہی نقشہ ہمارے اور آپ کے اختلاف کا ہے۔ آپ لوگ لفظِ " خاتم النبیین " سے صرف ایک قسم کی ختم نبوت یعنی محض زمانی نکالتے ہیں۔ اور معنی خاتمیت کو بس اسی میں حصر کرتے ہیں۔ اور ہم لوگ اس خاتمیتِ زمانی کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ اس لفظ سے " خاتمیتِ مرتبی " بھی مراد لیتے ہیں۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اور گویا نص قرآن سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی الامت ہونے کے ساتھ ساتھ نبی الانبیاء بھی ہیں۔ اور ہم غلامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے امتی ہیں۔ اسی طرح ایک حیثیت سے حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام بھی آپ کے امتی اور آپ کے فیض کے دست نگر ہیں۔

بہرحال حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا جرم اس باب میں صرف یہی ہے کہ وہ آپ لوگوں کے ادعائے حصر کو تسلیم نہیں کرتے۔ رہا آپ کا یہ خیال کہ اس حصر پر امت کا اجماع ہے۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ یہ خیال قطعی غلط ہے اور اب میں نے عرض کیا ہے کہ۔

" حصر پر آپ ہرگز اجماع ثابت نہیں کر سکتے۔ بلکہ اس کے خلاف علمائے کرام کی تصریحات موجود ہیں چنانچہ علامہ بحر العلوم لکھنوی رحمہ کے رسالہ " فتح الرحمٰن[1] " سے حضرت مولانا عبد الحی صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مضمون کو نقل کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مقتضائے ختم رسالت صرف ختم زمانی میں منحصر نہیں۔ اور عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔

بہر[2] این خاتم شد است او کہ بجود | مثل او نے بود ونے خواہند بود
چونکہ در صنعت برد استاد دست | نے تو گوئی ختم صنعت بر تو ہست

---

[1] فتح الرحمٰن کی یہ عبارت حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے آئندہ بیان میں آ رہی ہے۔ ۱۲ مرتب (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

مولانا بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ شارحین مثنوی نے اس مضمون (حضورؐ کی خاتمیت ذاتیہ) کو نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے۔ پھر یہ کہنا کہ حصر پر اجماع ہے اور اس کا منکر کافر ہے، بالکل غلط اور باطل ہے۔"

میں امید کرتا ہوں کہ عارف رومی رح کے ان اشعار اور ان کے ذیل میں شارحین مثنوی کی تصریحات دیکھنے کے بعد آپ یہ جرأت نہ کریں گے کہ۔

"حصر پر ساری امت کا اجماع ہے۔ اور اس کا منکر کافر ہے۔"

کیونکہ عارف رومی رح نے ان اشعار میں حضورؐ کی خاتمیت کے ختم زمانی کے علاوہ ایک دوسرے معنی بھی بیان کئے ہیں جو قریب قریب بالکل وہی ہیں جو حضرت مولانا نانوتوی مرحوم نے تحذیر الناس میں بیان فرماتے ہیں۔ اور شارحین مثنوی بالخصوص علامہ بحر العلوم رح نے ان کو پوری وضاحت سے بیان کیا ہے۔ میرے پاس اس وقت کوئی مثنوی شریف کی شرح نہیں ہے۔ اگر آپ کے پاس ہو یا آپ کو دستیاب ہو سکے تو اس موقع کو ضرور ملاحظہ فرمائیے۔ یہ اشعار مثنوی شریف کے چھٹے دفتر کے ابتدائی حصہ ہی میں ہیں۔ نیز آپ کی جماعت کے مشہور عالم بلکہ معتمد مناظر نثار احمد صاحب کانپوری کے والد ماجد مولانا احمد حسن صاحب مرحوم نے مثنوی شریف پر جو حاشیہ لکھا ہے اس میں بھی علامہ بحر العلوم رح وغیرہ شارحین مثنوی کی وہ عبارات نقل کی ہیں اگر وہ آپ کو یہاں مل سکے تو اس کو دیکھ لیجئے۔ اس سے بھی آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ محققین نے لفظ " خاتم النبیین " سے علاوہ ختم زمانی کے اور معنی بھی سمجھے ہیں۔ اور اس تحقیق میں مولانا نانوتوی مرحوم متفرد نہیں ہیں۔[ل]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ؂ ان دونوں شعروں کا مطلب یہ ہے "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب خاتم اس واسطے ہوا ہے کہ جود وکرم میں آپ کی مثل نہ کوئی ہوا نہ ہوگا جس طرح کہ جب کوئی استاد کسی فن میں خاص کمال حاصل کر لیتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ فن تو تجھ ہی پر ختم ہے۔" مرتب غفرلہ

ل :- تکمیل فائدہ کے لئے حضرت مولانا محمد منظور صاحب ہی سے حاصل کر کے ہم وہ عبارات یہاں حاشیہ میں درج کرتے ہیں۔ مثنوی شریف کے مندرجہ بالا پہلے شعر "بہر ایں خاتم شداست او کہ بجود" الخ پر حاشیہ لکھتے ہوئے مولانا احمد حسن صاحب کانپوری مرحوم شرح بحر العلوم سے نقل کرتے ہیں۔ (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

اس مرتبہ پھر آپ نے قادیانیوں کی استادی شاگردی کا ذکر کیا ہے۔ میں پہلے ہی اس کا جواب دے چکا ہوں کہ عباراتِ تحذیر الناس میں تحریف کرکے اس سے ختم زمانی کا انکار نکالنے میں آپ کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب استاذ ہیں اور قادیانی شاگرد۔ انہوں نے یہ سبق آپ کے اعلیٰ حضرت ہی سے لیا ہے۔

" الغرض قادیانیوں کی استاذی اور شاگردی کا جواب آپ پا چکے، پھر اسی کی تکرار آپ ہی کی شان ہے"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) یعنی آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم است و خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم لقب او شدہ بجہت آنست کہ در جود و بخشائش مثل او نیست و نخواہد بود کہ جود آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم عام است بہمہ کساں از عالم تا اینکہ ہیچ کس بکمال نبوت و ولایت نرسد مگر از مشکوٰۃ روحانیت او و او صلی اللہ علیہ وسلم مفیض کمالات بر ہمہ اولیاء و انبیاء است۔ ۱۲

(بحر العلوم)

عارف رومیؒ کے اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم ہیں اور آپ کا لقب خاتم الرسل اس واسطے ہوا ہے کہ جود و کرم و عطا میں کوئی آپ کا مثل نہیں ہے اور نہ آئندہ ہوگا۔ کیونکہ آپ کی بخشش عالم کے تمام آدمیوں کے لئے عام ہے۔ حتیٰ کہ کوئی نبی اپنے کمالِ نبوت تک اور کوئی ولی کمالِ ولایت تک نہیں پہنچا مگر آپ کی روحانیت کے نور کے فیض سے۔ اور آپ ہی تمام انبیاء و اولیاء کو کمالات کا فیض پہنچانے والے ہیں (گویا افاضۃ الٰہیہ کے لئے واسطہ کبریٰ ہیں)۔"

اس کے بعد ارقام فرماتے ہیں۔

تحقیقش آنست کہ حقیقت آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم جامع است بر جمیع حقائق را و کمال آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم بر جمیع کمالات را و مرتبہ نبوت آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم جامع است بر جمیع مراتبِ نبوت را، و ہیچ نبی نہ بود مگر آنکہ نبوت تشریع گرفت از روحانیت او صلی اللہ علیہ وسلم پس شرائع ہمہ انبیاء شرائع آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم بود

اس کی تحقیق اس طرح پر ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت تمام حقائق کو اور آپ کا کمال تمام کمالات کو اور آپ کی نبوت کا مرتبہ تمام مراتبِ نبوت کو جامع ہے اور جو بھی نبی ہوا ہے اس نے نبوتِ تشریع آپ کی روحانیت سے حاصل کی ہے۔

پس تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعتیں فی الحقیقت حضور

(بقیہ حاشیہ برصفحہ آئندہ)

اخیر میں میری گزارش ہے کہ۔

" جو چیزیں میں نے اپنے ابتدائی بیان میں پیش کی ہیں ان کے جواب سے عہدہ برآ ہو جتنے بلے گا تیزی دکھانا جواب سے عاجزی کی دلیل ہے۔ میرے نزدیک بدزبانی شانِ ایمان سے دور ہے"

آپ کی ساری سخت کلامیوں کا میرے پاس یہی اول و آخر میں جواب ہے۔ میرے بعض جوشیلے دوستوں کا مجھ سے اصرار ہے کہ میں بھی آپ ہی کی زبان میں بات کروں بلکہ اینٹ کا جواب پتھر سے دوں لیکن میں ان سے بھی عرض کرتا ہوں کہ اس باب میں وہ مجھ سے قطعاً مایوس ہو جائیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کہ انبیاء صلوٰۃ اللہ علیہم از روحانیت آں سرور و شکوۃ آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم گرفتہ رسانیدند۔ ۱۲ (بحر العلوم)

ہی کی شریعتیں تھیں کہ ان انبیاء علیہم السلام نے ان کو حضور اقدس ہی کی روحانیت سے حاصل کر کے اپنی اپنی امتوں کو پہنچایا۔

پھر مثنوی شریف کے دوسرے شعر " چونکہ در صنعت برد استاد دست الخ " کے حاشیہ میں شرح بحر العلوم ہی کے حوالہ سے ارقام فرماتے ہیں کہ۔

ازیں جہت کہ استاد است و جواد است بر انبیاء و اولیاء و در جود و افاضت مثل ندارد اطلاق صفت ختم بر اوست۔

چونکہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء و اولیاء کے استاد ہیں اور سب پر بخشش کرنے والے ہیں اور اس جود و کرم میں کوئی آپ کی مثل نہیں ہے اس واسطے صفت ختم کا آپ پر اطلاق ہوا ہے۔

ناظرینِ کرام! بالخصوص مولوی حشمت علی صاحب بغور ملاحظہ فرمائیں۔ کیا یہ سب کچھ وہی نہیں ہے جو، تحذیر الناس میں لکھا گیا ہے۔ اور کیا ان تصریحات کی موجودگی میں کوئی صاحب علم و فہم یہ کہہ سکتا ہے کہ " خاتمیت ذاتی " اور " خاتمیت مرتبی " صرف مولانا محمد قاسم صاحب رح کی ایجاد ہے ؟ اور کیا اب بھی کسی کو یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ " مفہومِ خاتمیت کو ختم زمانی میں ہی حصر کرنے پر ساری امت کا اجماع ہے اور اس حصر کا منکر اور مخالف کافر ہے۔؟

مرتب غفرلہٗ

میں آپ کی ہر بات کا انشاء اللہ جواب دوں گا لیکن آپ کی گالیوں کے ترکی بترکی جواب سے عاجز ہوں۔ اور بخدا مجھے اپنی اس عاجزی پر ناز ہے۔ میرے آقا و مولا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت نزاع بدزبانی کرنے کو منافق کی علامت بتلایا ہے[1]۔

میری تو دعا ہے کہ حق تعالیٰ مجھ کو اور تمام مسلمانوں کو اس ناپاک خصلت اور منافقانہ عادت سے محفوظ رکھے آمین ثم آمین۔

---

[1] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آیۃ المنافق ثلث اذا عاھد غدر واذا خاصم فجر واذا حدث کذب او کما قال علیہ السلام۔ ۱۲ (مرتب غفرلہٗ)

نوٹ از مرتب

مولانا محمد منظور صاحب کے اس بیان کے ختم ہوتے ہی مولوی حشمت علی صاحب نے اپنا مختصر تحریری جواب (جو اسی دوران میں بعجلت تیار کر لیا گیا تھا) مولانا محمد منظور صاحب کے حوالے کیا اور توضیحی تقریر شروع کی۔ جو صفحہ آئندہ سے شروع ہے۔ یہاں بھی امتیاز کے لئے حسب سابق تحریر کا حصہ حاشیتین چھوڑ کر لکھا جائے گا۔

❖

مولوی حشمت علی صاحب کا

تیسرا بیان

حضرات گرامی ! مولوی منظور صاحب اپنے بیان میں اس پر بہت زور دیا ہے کہ تحذیر الناس صفحہ ۳ کی عبارت میں جو "عوام" کا لفظ آیا ہے اس سے انبیاء علیہم السلام اور راسخین فی العلم کے ماسوا۔ اور لوگ مراد ہیں۔

میرا جواب یہ ہے۔

" عبارت تحذیر الناس میں اہل فہم کے مقابل عوام کا لفظ بولا گیا ہے۔ اس لئے عوام کے یہی معنی ہیں کہ ناسمجھ لوگ "

اور میں دلائل قاہرہ سے ثابت کر چکا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پھر تابعین عظام اور تمام علماء امت حصر ہی کے قائل ہیں تو جب نانوتوی صاحب نے سب حصر کرنے والوں کو عوام بتلایا تو یہی مطلب ہوا کہ ان کے نزدیک خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ اور سارے علماء امت سب معاذ اللہ ناسمجھ اور بے وقوف ہیں۔ اور یہ کھلا کفر ہے۔

" عبارت اشد العذاب کا آپ جواب نہ دے سکے "

میں نے مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دربھنگی کی کتاب اشد العذاب کی عبارت پیش کی تھی اور کہا تھا کہ ہماری طرف سے بھی نانوتوی صاحب کی ان عبارات کا جن میں بظاہر ختم نبوت کا اقرار ہے، یہی جواب ہے جو اس عبارت کا دربھنگی صاحب نے قادیانیوں کو دیا ہے۔ آپ اس کا کوئی معقول جواب نہ دے سکے۔ کہا تو صرف یہ کہا ہے کہ مرزا کی عبارات انکارِ ختم نبوت اور دعوائے نبوت میں صریح ناقابلِ تاویل و توجیہ ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ تحذیر الناس کی عبارات بھی ایسی ہی صریح ہیں جن میں کوئی تاویل، توجیہ نہیں ہو سکتی اور جو تاویلیں آپ نے اب تک کی ہیں ان کو رد کر چکا۔ پس مرزا قادیانی اور آپ کے نانوتوی صاحب دونوں ایک درجہ میں ہیں۔ آپ بار بار

کہتے ہیں کہ نانوتوی صاحب نے ختم زمانی کا انکار نہیں کیا بلکہ اس کو حضور کے لئے ثابت کیا ہے ۔ میں نے پہلے بیان کیا تھا اور اب پھر کہتا ہوں کہ ۔

" قاسم نانوتوی نے خود لکھا ہے کہ ختم نبوت زمانی شایان شان اقدس نہیں تو ختم نبوت زمانی حضور کے لئے ثابت کرنا بقول نانوتوی صاحب حضور کی توہین ہے "

پھر وہ اس کو کیوں حضور کے لئے ثابت کرنے لگے ۔ اور اگر ایسا کریں گے تو اپنے خیال کے مطابق حضور کی توہین کر کے خود کافر ہو جائیں گے ۔

" تینوں عبارتوں کی میں توضیح کر چکا ہوں کہ ہر ایک عبارت میں ایک مستقل کفر ہے "

آپ نے اس مرتبہ پھر یہ راگ گایا ہے کہ تحذیر الناس کے فقروں کی ترتیب بدلنے سے کفری مضمون پیدا ہو گیا ۔ یہ تو آپ جب کہتے جب کہ ہم تینوں فقروں کو ملا کر کفر ثابت کرتے ۔ ہمارا دعوے تو یہ ہے کہ ان میں سے ہر ہر فقرہ میں ایک ایک مستقل کفر ہے ۔ خواہ وہ کسی ترتیب سے لکھے جائیں ۔ آپ میری باتوں کا جواب دیجئے بار بار یہ رٹنے سے کہ ، ترتیب بدلنے سے کفری معنی پیدا ہو گئے ۔ نانوتوی صاحب کا اسلام ثابت نہیں ہو سکتا ۔

آپ نے کہا تھا کہ تحذیر الناس صفحہ ۳ کے فقرے میں نانوتوی صاحبؒ نے ختم زمانی کو نہیں بلکہ مفہوم خاتمیت کو اسی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے ۔ اس کا جواب میں نے یہ دیا کہ حصر پر امت کا اجماع ہے تو نانوتوی صاحب نے چونکہ اس سے اختلاف کیا اور اس کو خیال عوام بتلایا لہٰذا وہ کافر ہوئے ۔ اس کے جواب میں آپ نے مولوی عبد الحیؒ صاحب کے رسالہ کا حوالہ دیا ہے کہ وہ حصر کے قائل نہیں ۔ میرا جواب یہ ہے کہ مولوی عبد الحی حصر کے قائل ہوں یا نہ ہوں ساری امت حصر کی قائل ہے ۔ دیکھئے ۔ آپ کے مدرسۂ دیوبند کے مفتی مولوی شفیع صاحب اپنے رسالہ ختم نبوت فی الآثار کے صفحہ ۸ پر امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی شفا شریف سے یہ عبارت نقل کرتے ہیں ۔

واجمعت الامۃ علی حمل ھذا الکلام علی ظاھرہ وان مفھومہ المراد بہ دون تاویل ولا تخصیص فلا شک فی کفر ھؤلاء الطوائف کلھا قطعا اجماعا وسمعا ۔

اور پھر آپ کے یہ مفتی صاحب ہی اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں ۔

"اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام بالکل اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہے اور جو اس کا مفہوم ظاہری الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے وہی بغیر کسی تاویل یا تخصیص کے مراد ہے۔ پس ان لوگوں کے کفر میں کوئی شبہ نہیں ہے جو اس کا انکار کریں۔ اور قطعی اور اجماعی عقیدہ ہے۔"

دیکھا مولوی صاحب یہ ہے حق کا معجزہ۔ آپ اجماع کے انکار میں مولوی عبدالحی صاحب کی آڑ لیتے ہیں۔ میں نے خود آپ کے دیوبندی مفتی صاحب کی عبارت سے ثابت کر دیا کہ "خاتم النبیین" کا مفہوم ختم زمانی ہی میں منحصر ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے۔

اس "ختم النبوت فی الآثار" میں اور بھی متعدد عبارتیں اس قسم کی ہیں جو اگر ضرورت ہوئی تو پھر پیش کروں گا۔ بہر حال میں نے لکھا ہے۔

"مولوی عبدالحی صاحب اجماع مانیں یا نہ مانیں مگر آپ کے مفتی دیوبند نے تو اپنی متعدد عبارات میں اسی حصر پر اجماع بتایا ہے تو مفتی دیوبند کے فتوے سے آپ یقیناً کافر ہیں"

آپ نے اپنے بیان میں یہ بھی کہا ہے کہ نانوتوی صاحب نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور راسخین فی العلم عوام میں داخل نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت بحث تحذیر الناس کی ہے مکتوبات کی نہیں۔

"مکتوبات میں نانوتوی نے انبیاء علیہم السلام اور راسخین فی العلم کو عوام سے نکالا ہوگا مگر تحذیر الناس میں تو ان کو عوام بتا دیا"

"مثنوی شریف کے شعر تو آپ نے لکھ دیئے مگر ان کا ترجمہ لکھنے کی ہمت نہ ہوئی، مثنوی شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصف کریم "خاتم النبیین" کے یہ معنی ہیں کہ حضور بالذات نبی ہیں[1]۔ تحذیر الناس کا مثنوی شریف پر قیاس۔ کفر کا ایمان پر قیاس ہے"

---

[1] یہ خط کشیدہ فقرہ مولوی حشمت علی صاحب کی دستخطی اور ان کے قلم کی لکھی ہوئی تحریر میں اسی طرح لکھا ہوا ہے یا تو یہ استفہام انکاری ہے اور یا حرف نفی رہ گیا ہے۔ مولوی حشمت علی صاحب اگر اس کے متعلق کوئی اطلاع دیں گے تو تصریح کر دی جائے گی۔ ۱۲

"میں بتا چکا کہ ختم نبوت کے معنی بدلنے میں قادیانیوں کا قدوہ نانوتوی صاحب کے سوا کوئی نہیں۔ آپ اس کا جواب نہیں دے سکے۔"

"آپ نے مجھ پر بد زبانی کا الزام لگایا ہے حالانکہ میں نے اپنی طرف سے ایک لفظ نہیں کہا بلکہ مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دربھنگی کی عبارت پڑھ دی تھی۔ اگر اس کا نام بد زبانی ہے تو یہ مولوی دربھنگی صاحب کی بد زبانی ہے۔"

آپ نے اس مرتبہ "خاتم النبیین" کی مثال "خاتم الاطباء" سے دی ہے اس کا جواب سنئے!

"طب پر نبوت کا قیاس، اور طبیب پر نبی کا قیاس باطل ہے۔ طب کسبی چیز ہے، مگر نبوت میں کسب کو مطلق دخل نہیں۔"

آپ نے طب کی یہ مثال دے کر نبی اور نبوت دونوں کی توہین کی یہ آپ کا ایک اور نیا کفر ہے۔ دیکھئے مولوی صاحب! میں پھر آپ سے کہتا ہوں آپ کفر کی حمایت سے باز آجائیے۔ جو کفر کی حمایت کرتا ہے وہ خود بھی کفر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ آپ نانوتوی کے کفر کی حمایت کرنے کھڑے ہوئے تھے مگر دیکھئے اب تک کتنے کفریہ کلمے خود آپ سے صادر ہوئے۔ یہ کفر کی حمایت ہی کا نتیجہ ہے اس سے باز آجائیے اور مسلمان ہو کر ہمارے بھائی بن جائیے۔

آپ کے نانوتوی صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کو بالذات کہتے ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی نبوت کو بالعرض۔ اور آپ بھی اپنی تقریروں میں بار بار اس کو واضح کر چکے ہیں حالانکہ یہ محض الحاد ہے۔ اور خود آپ کے دیوبندی مفتی مولوی شفیع صاحب نے بھی اس کو باطل لکھا ہے۔

"ختم نبوت فی الآثار صفحہ ۴۹ پر ہے کہ نبوت کی تقسیم بالذات و بالعرض کی طرف باطل ہے اسی کتاب کے صفحہ ۸ پر ہے کہ لفظ "خاتم النبیین" بالکل اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہے اور جو اس کا مفہوم ظاہری الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے وہی بغیر کسی تاویل یا تخصیص کے مراد ہے۔"

کہئے اب تو مدرسہ دیوبند ہی کے مفتی صاحب نے آپ کے اور آپ کے پیشوا نانوتوی صاحب کے خلاف فتویٰ دے دیا۔ ع اس گھر کو آگ لگ گئی اپنے چراغ سے۔

آپ نے ایک عجیب بات اس دفعہ یہ کہی ہے کہ اگر تحذیر الناس کے ہر فقرہ میں مستقل کفر پایا جائے گا تو اعلیٰحضرت

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی کافر کہنا پڑے گا۔ کیونکہ صفحہ ۱۴ کے فقرہ میں صرف حضور کے زمانۂ اقدس میں اور انبیا کے وجود کو حضور کی خاتمیت کے لئے غیر مخل کہا گیا ہے۔

حضور پر نور اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ بھی حضور کے عہدِ مقدس میں چار اور پیغمبروں کے وجود کے قائل ہیں۔ اور اس کے ثبوت میں آپ نے ملفوظاتِ مبارکہ کی عبارت پیش کی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔

" صفحہ ۱۴ کی عبارت سے پہلے ہی موجود ہے " اس میں انبیاء گزشتہ ہوں یا کوئی اور۔ تو یہ عبارت بھی کفر ہے "

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حضور پر نور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار نبیوں کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ ابھی تک موجود ہیں۔ وہ سب وہ ہیں جن کو نبوت حضور سے پہلے مل چکی ہے۔ اور نانوتوی نے نئے پیغمبروں کی آمد کو بھی جائز قرار دیا ہے۔ پس تحذیر الناس کو ملفوظاتِ مقدسہ پر قیاس کرنا کفر کو اسلام پر قیاس کرنا ہے۔

آپ نے اپنی کسی تقریر میں یہ بھی کہا تھا کہ قادیانی دوسرے بزرگانِ دین شیخ اکبر، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے اقوالِ مبارکہ سے بھی استناد کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ۔

" بزرگانِ دین سے قادیانیوں کا استناد باطل ہے ورنہ آپ بتائیے کس نے ختم نبوت کے معنی بدلے "

ختم نبوت کے معنی سب سے پہلے نانوتوی نے بدلے اور نبوت کا دروازہ کھولنے کے لئے غلط، باطل اور رذیل روایتوں اور کہانیوں سے سند پکڑی۔ بھائیو! نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس میں یہ روایت لکھی ہے کہ۔

" جیسی یہ زمین ہے ایسی ہی چھ زمینیں اور بھی ہیں۔ اور جس طرح یہاں مخلوق آباد ہے ویسی ہی مخلوق ہر زمین میں آباد ہے۔ اور جیسے یہاں نبی آتے ہیں ویسے ہی وہاں بھی انبیاء مبعوث ہوتے رہے ہیں حتیٰ کہ جس طرح یہاں آدم و نوح، موسیٰ و عیسیٰ وغیرہم علیہ الصلوٰۃ والسلام گزرے ہیں اسی طرح وہاں بھی ہوتے ہیں۔ اور جس طرح ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ایسے ہی ان زمینوں میں بھی آپ کے مثل نبی آئے ہیں "

مسلمانو! تم نے اپنے باپ دادوں سے کبھی یہ حدیث سنی ہے؟ کبھی نہ سنی ہوگی۔ مگر مولوی منظور صاحب

اور سارے دیو بندیوں کے پیشوا نانوتوی صاحب نے یہ جھوٹی حدیث اپنی کتاب تحذیر الناس میں لکھدی اور حضور کے مقابلہ میں چھ نبی دوسری زمینوں میں اور بنا ڈالے ۔ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ

یکون فی اٰخر الزمان دجالون	اخیر زمانہ میں کچھ ایسے دجال اور کذاب آئیں
کذابون یاتونکم من الاحادیث	گے جو تمہارے پاس ایسی ایسی حدیثیں لائیں
بمالم تسمعوا انتم ولا اٰباءکم فایاکم	گے جن کو نہ تم نے سنا ہو گا نہ تمہارے باپ ،
وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم۔	دادوں نے ، تم ان سے دور رہنا وہ تم کو گمراہ
	نہ کر دیں اور فتنوں میں نہ ڈال دیں ۔

اس حدیث پاک کی رو سے نانوتوی صاحب بھی انہی دجالوں ، کذابوں میں سے ہیں جن کی خبر خدا کے محبوب مطلع علی الغیوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اب سے ساڑھے تیرہ سو برس پیشتر دی تھی ۔

مولوی منظور صاحب ! آپ کے نانوتوی صاحب پر یہ حضرت رسالت کا فتویٰ ہے جس میں ان کو کذاب و دجال بتلایا گیا ہے ۔ آپ کہاں تک ان کی حمایت کریں گے ؟ مولوی صاحب ! اب بھی کفر کی حمایت سے باز آجائیے ۔ اور کافروں کا ساتھ چھوڑ دیجئے ۔ ہمارا آپ کا سارا جھگڑا ابھی ختم ہو جائے گا ۔

اچھا اور سنئے !

آپ کے نانوتوی صاحب نے تو نئے نبیوں کے آنے کو خاتمیت کے لئے غیر مخل ہی بتلایا تھا ۔ مگر آپ کے دوسرے زندہ پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے تو مریدوں سے اپنا کلمہ پڑھوانا اور اپنے کو نبی منوانا شروع کر دیا ان کے ایک مرید نے لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ پڑھا اور انہوں نے اس کو اس سے نہیں روکا بلکہ اور اس کو تسلی دی ۔ اس نے ان پر درود پڑھا اللھم صل علی سیدنا ونبینا ومولٰنا اشرف علی کا وظیفہ جپا ۔ اس پر بھی تھانوی صاحب اس سے راضی رہے ۔ مگن ہوئے کہ اب ہم نبی ہو گئے ، ہم پر درود پڑھا جانے لگا ۔ اور اس ناپاک واقعہ کو اپنے رسالہ " الامداد " میں چھاپ بھی دیا اور اس پر اپنی رائے لکھی کہ ۔

" اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہٖ تعالیٰ متبع سنت ہے "

اس کا مطلب یہی ہوا کہ تھانوی کے جس مرید کو ان کے متبع سنت ہونے کی تسلی حاصل کرنی ہو وہ "اشرف علی رسول اللہ" کا وظیفہ پڑھے۔ تھانوی صاحب پر درود پڑھے۔ مسلمان، ایمانی کلیجہ پر ہاتھ رکھ کر غور کریں کیا کسی ایمان والے کی زبان سے ایسی باتیں کسی حال میں بھی نکل سکتی ہیں؟ کیا جن لوگوں کا یہ حال ہو ان کا ایمان حضور کی ختم نبوت پر ہو سکتا ہے؟

مسلمانو! نانوتوی صاحب نے نبوت کا دروازہ کھولا۔ مرزا قادیانی کو موقع ملا، اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ مولوی اشرف علی صاحب نے جب دیکھا کہ میدان صاف ہے تو انہوں نے بھی اپنا کلمہ پڑھوانا اور اپنے کو نبی اور رسول کہلوانا شروع کر دیا۔ غرض یہ سب کچھ نانوتوی صاحب ہی کا طفیل ہے۔ انہوں نے ہی سب سے پہلے "خاتم النبیین" کے معنی بدلے اور لوگوں کو بتلایا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانۂ مبارکہ میں اور اس کے بعد بھی اور نبی ہو سکتے ہیں۔ اس سے آپ کی ختم نبوت میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔

مولوی صاحب آپ کتنی ہی تاویلیں توجیہیں کریں۔ جو لوگ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ختم نبوت کا انکار کر کے ختم نبوت کے اجماعی عقیدہ کو عوام یعنی ناسمجھ اور بے وقوف لوگوں کا خیال بتا کے کافر مرتد ہو چکے ان کو مسلمان ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

> **نوٹ از مرتب:** مولوی حشمت علی صاحب کی یہ عجیب و غریب اور معجون مرکب تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ آپ نے اپنے ایک ساتھی سے پوچھا۔ کیا میرا وقت ابھی باقی ہے؟ جواب ملا ابھی کافی وقت ہے۔ اس کے بعد آپ نے اس طرح تقریر فرمائی۔

سنی بھائیو! مولوی منظور صاحب نے نانوتوی کی کفریہ عبارات میں اب تک جتنی تاویلیں کیں آپ نے دیکھ لیا کہ میں نے ان سب کے پرخچے اڑا دیئے۔ اور مولوی منظور صاحب میری باتوں کا کوئی جواب نہ دے سکے۔

ارے مولوی صاحب! آپ یہاں جواب دیں یا نہ دیں، آپ کو خدا کے یہاں جواب دینا پڑے گا۔ لیجئے اسی سلسلہ میں چند باتیں اور کہتا ہوں غور سے سنئے اور ہو سکے تو جواب دیجئے۔

آپ نے تحذیر الناس صفحہ ۳ کے فقرہ کی بابت یہ کہا تھا کہ اس میں حصر کو عوام کا خیال کہا گیا ہے۔ میں نے

اس کے جواب میں عرض کیا تھا کہ حصر پر تمام امت کا اجماع ہے اور دلیل میں آپ کے مدرسہ دیوبند کے مفتیٔ اعظم کی کتاب ختم النبوت فی الآثار کا حوالہ بھی میں دے چکا ہوں۔ آپ نے کہا تھا کہ جن لوگوں کے کلام میں حصر ہے وہ حصر اضافی ہے، بتلایئے! اس کا کیا ثبوت ہے۔؟

اس وقت ایک عبارت ختم النبوۃ فی الآثار کی میں اور پیش کرتا ہوں۔ دیکھئے اس کے صفحہ ۶۰ پر ہے۔

"خود متکلم جل مجدہٗ اپنے کلام کے ایک حقیقی معنی بیان فرماتا ہے۔ اور پھر اس کے رسول جن پر یہ کلام نازل ہوا اسی معنی کی انتہائی وضاحت فرماتے ہیں۔ اور پھر اس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد صحابۂ کرام اور پھر تمام علمائے سلف اسی کے معنی کو بیان کرتے ہوئے تصریح کرتے ہیں کہ کلام اپنے ظاہری اور حقیقی معنی پر محمول ہے۔ نہ اس میں کوئی مجاز یا مبالغہ ہے اور نہ تاویل وتخصیص"

اس عبارت میں مفتیٔ دیوبند نے صاف لکھا ہے کہ اللہ جل مجدہ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ اور سارے علمائے سلف نے "خاتم النبیین" کے یہی معنی سمجھے ہیں کہ سب سے آخری نبی اور اسی معنی میں حصر کیا ہے۔ تو نانوتوی صاحب نے جب حصر کو ناسمجھ لوگوں کا خیال بتلایا تو گویا حق جل مجدہٗ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ اور سب علماء سلف کو ناسمجھ اور بے وقوف کہا اور یہ کفر ہے تو نانوتوی خود مفتیٔ دیوبند کے فتوے سے کافر ہو گئے۔

تحذیر الناس صفحہ ۱۴ وصفحہ ۲۸ کے فقروں کے جواب میں آپ نے بار بار یہی کہا ہے کہ ان میں ختم نبوت زمانی کا ذکر نہیں ہے بلکہ ختم ذاتی کا ذکر ہے اور اسی کے متعلق یہ لکھا گیا ہے۔ کہ اگر حضور کے زمانہ میں کوئی اور نبی ہو، یا آپ کے بعد کوئی اور نبی آئے تو اس میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ تو یہ تو آپ نے تسلیم کر لیا کہ ان دونوں صورتوں میں خاتمیتِ زمانی باقی نہیں رہے گی۔ اور آپ کے نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس ہی میں یہ بھی جابجا لکھا ہے کہ ختم زمانی ختمِ ذاتی کے لئے لازم ہے اور ختم ذاتی ملزوم۔ تو جب حضورؐ کے زمانۂ مبارکہ میں یا اس کے بعد نئے نبی کے آنے سے حضورؐ کی خاتمیت زمانیہ جاتی رہے گی جیسا کہ آپ کو تسلیم ہے اور نانوتوی صاحب نے لکھا ہے تو خاتمیت ذاتی بھی باقی نہیں رہے گی۔ کیوں کہ لازم کا انتفاء ملزوم کے انتفاء کو مستلزم ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ نانوتوی صاحب

کی تحقیق پر نہ حضورؐ خاتمِ ذاتی رہے نہ خاتمِ زمانی۔

مولوی منظور صاحب! آپ کو بڑا علمیت کا دعویٰ ہے ذرا سب دیوبندی مولویوں سے مشورہ لے کر ہی اس کا جواب دے دیجئے۔

مولوی صاحب! آپ نے تحذیر الناس کی عبارات پر کبھی مجھ سے مناظرہ نہیں کیا تھا ورنہ میرے سامنے کبھی آپ تحذیر الناس کا نام بھی نہ لیتے۔ اچھا اور سنئے آپ بھی کیا یاد کریں گے کسی سے پالا پڑا تھا۔

صفحہ ۱۴ اور صفحہ ۲۸ کے فقروں میں آپ کی یہ تاویل جب چل سکتی تھی کہ وصف نبوت میں بالذات اور بالعرض ہونے کی صلاحیت ہوتی۔ حالانکہ نبوت ایسی چیز ہی نہیں جو ذاتی اور عرضی کی طرف منقسم ہو سکے۔ وہ ہر نبی کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے بلا کسی واسطہ کے ملی ہے۔ میری بات تو آپ کیا مانیں گے۔ اس لئے میں اس کے ثبوت میں بھی مفتیٔ دیوبند کا ہی فتویٰ پیش کرتا ہوں۔ دیکھئے اسی ختم النبوت فی الآثار کے صفحہ ۴۹ پر لکھتے ہیں۔

"نبوت ایسی چیز نہیں کہ ایک انسان دوسرے انسان کو عطا کر دے۔ یا ایک نبی (خواہ وہ نبوت میں کتنا ہی بلند مرتبہ رکھتے ہوں) دوسرے کو نبی بنا دیں۔ بلکہ یہ وہ منصب ہے جو بلا واسطہ خداوند قدوس کی جانب سے فائز ہوتا ہے"

مفتیٔ دیوبند کی اس عبارت نے بالکل ہی فیصلہ کر دیا اور نانوتوی صاحب کی تحریفات اور آپ کی تاویلات کا قلع قمع ہو گیا۔ مولوی صاحب یہ ہے صداقت کا کرشمہ کہ مدرسہ دیوبند کا مفتیٔ اعظم بھی وہی کہتا ہے جو ہم کہتے ہیں ؎

کیا خوب کہ غیر پردہ کھولے
جادو ہے جو سر پہ چڑھ کے بولے

٭

نوٹ از مرتب :-

مولوی حشمت علی صاحب کی اس عجیب و غریب تقریر کا مضمون جہاں تک ہو سکا ہے انہی کے الفاظ اور انہیں کے مخصوص انداز میں ہم نے پیش کردیا ہے لیکن اس تحریر کے وقت خود مولوی حشمت علی صاحب کی جو کیفیت تھی۔ افسوس ہے کہ اس کا فوٹو پیش کرنے سے ہم قاصر ہیں۔

اس کے بعد حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کی باری آئی۔ آپ نے اپنا مختصر تحریری جواب (جو مولوی حشمت علی صاحب کی اس تقریر کے دوران میں لکھ دیا تھا) دستخط فرما کر مولوی حشمت علی صاحب کے حوالے کیا۔ اور اپنے پُر از متانت و وقار انداز میں اس طرح تقریر شروع کی۔

اس تحریر میں بھی ہم تحریر کا حصہ حسب التزام سابق حاشیتین چھوڑ کر ہی نقل کریں گے۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ کا چوتھا جوابی بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

اما بعد

محترم سامعین! فاضل مخاطب مولوی حشمت علی صاحب کی عجیب و غریب تقریر آپ حضرات نے سنی۔ چونکہ تحذیر الناس کی بحث میں مولوی صاحب کا سارا اندوختہ ختم ہو چکا ہے اس لئے اس مرتبہ آپ نے اصل بحث سے گریز کر کے ایک دوسری مستقل بحث چھیڑ دی ہے۔ مگر مولوی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں بعون اللہ تعالیٰ بغیر خلط مبحث کئے ہی اس کا بھی جواب دوں گا اور ان شاء اللہ العزیز اس بحث میں بھی بالآخر آپ لاجواب ہوں گے۔

پہلے میں آپ کے بیان تحریری کے جواب میں اپنا تحریری بیان مع توضیح کے پیش کرتا ہوں سنیئے اس مرتبہ پھر آپ نے یہ فرمایا ہے کہ تحذیر الناس صفحہ ۳ کی عبارت میں جو عوام کا لفظ ہے (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین اور تمام ائمہ مفسرین مراد ہیں۔ مجھے حیرت ہے کہ آپ کو بار بار اس قدر لغو اور مہمل بات کہنے کی کیوں جرأت ہوتی ہے۔

اس لفظ "عوام" کے متعلق خود مولانا نانوتوی مرحوم کی تصریح میں ان کے مکتوبات کے حوالہ سے پیش کر چکا ہوں اور اب پھر میں نے عرض کیا ہے کہ۔

"مصنف تحذیر الناس نے لفظ عوام کے معنی خود بیان کر دیئے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اور راسخین فی العلم کے علاوہ اور سب عوام ہیں"

الغرض "عوام" کے لفظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین وغیرہم ائمہ امت کو مراد لینا صرف آپ کی ذہانت اور مزاج والا کی لطافت ہے حضرت نانوتوی مرحوم نے اپنی مراد خود بیان کر دی ہے ہاں ناحق کی تہمت کا

البتہ کچھ علاج نہیں۔

"اشد العذاب" کی عبارت کا آپ نے پھر ذکر کیا ہے میں اس کا شافی جواب پہلے دے چکا ہوں جس کا رد آپ سے اب تک نہیں ہو سکا ہے۔ میرے دلائل کا جواب دیئے بغیر صرف زبان سے یہ دعویٰ کر دینا کہ تحذیر الناس کی عبارات بھی انکار ختم نبوت میں ایسی ہی صریح ہیں جیسی کہ مرزا قادیانی کی عبارات، ایسا ہی ہے جیسا کہ قادیانی صاحبان حضرت ملا علی قاریؒ و شیخ اکبرؒ وغیرہ کی عبارات کے متعلق دعوے کرتے ہیں کہ ان سے ختم نبوت کا صراحتاً انکار نکلتا ہے (معاذ اللہ)۔

اس مرتبہ پھر آپ نے یہ کہا ہے کہ "مولانا نانوتوی مرحوم کے نزدیک ختم نبوت زمانی شایان شان اقدس نہیں" میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ یہ آپ کا خالص افترا ہے جس میں ذرہ برابر صداقت کا شائبہ نہیں۔ یہی جواب میرا اب بھی ہے۔ اس مرتبہ آپ نے پھر یہ دعویٰ کیا ہے کہ "تحذیر الناس کی ہر ایک عبارت میں ایک مستقل کفر ہے اور چونکہ تینوں فقرے بالکل مستقل جملے ہیں اس لئے ترتیب کے بدلنے سے ان کے مطلب میں کوئی تغیر نہیں ہوا" اس کے جواب میں میں نے صرف یہ عرض کیا ہے۔

"تینوں عبارتوں کی تشریح میں کر چکا آپ میری تحریر کو دیکھ کر جواب دیجئے"

میں اپنے پہلے بیانات میں اس کو نہایت مدلل اور مفصل طور پر عرض کر چکا ہوں کہ تحذیر الناس کے فقروں کو ترتیب بدل کر لکھنے سے ان کے مطلب میں زمین و آسمان اور کفر و ایمان کا فرق ہو گیا۔ ورنہ اگر ان میں سے ہر فقرہ بجائے خود دیکھا جائے تو اپنے مضمون کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اس سلسلہ میں اب تک جو دلائل میں نے پیش کئے ہیں آپ ان کا کوئی جواب نہیں دے سکے ہیں۔ بلکہ جو مطلب میں نے ان تینوں فقروں کا بیان کیا ہے تا حال آپ نے اس سے انکار بھی نہیں کیا ہے بلکہ صفحہ ۳ کے فقرے کا جو مطلب میں نے بیان کیا تھا کہ "اس میں حصر کا انکار ہے اور اسی کو عوام کا خیال بتلایا گیا ہے" سو اس کو تو آپ نے بھی تسلیم کر لیا ہے۔ اب میرا آپ کا اختلاف صرف یہی رہ جاتا ہے کہ کیا مفہوم خاتمیت کو ختم زمانی ہی میں منحصر کرنا اور اس سے زیادہ کچھ مراد نہ لینا یہ بھی اجماعی اور قطعی مسئلہ ہے کہ اس کا منکر کافر ہو آپ کا یہی دعویٰ ہے اور دلیل میں آپ نے ختم النبوت فی الآثار کے حوالہ سے صرف شفاء قاضی عیاض رح کی عبارت پیش کی ہے جو ہرگز اس کے ثبوت کے لئے کافی نہیں کیونکہ اس عبارت کا

مفاد صرف یہ ہے کہ فلاسفہ وغیرہ ملحدین سلسلۂ نبوت کا بقا ثابت کرنے کے لئے جو تاویل یا تخصیص نص خاتم النبیین میں کرتے ہیں وہ سب مردود ہے اور اس کا ظاہری مفہوم بلا کسی تاویل و تخصیص کے مراد ہے۔ الغرض شفاء کی یہ عبارت ان ملحدین کے مخالف ہے جو ختم نبوت زمانی کا انکار کرنے کے لئے نص خاتم النبیین میں بے جا تاویلات کرتے ہیں۔ جیسا کہ اس کے سیاق سباق سے ظاہر ہے۔ اور مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ خود ختم نبوت زمانی کے پرزور حامی ہیں بلکہ اس کے منکر کو کافر اور خارج از اسلام کہتے ہیں۔ البتہ لفظ خاتم النبیین سے خاتمیت زمانی کے ساتھ وہ خاتمیت مرتبی بھی ثابت کرتے ہیں۔ اور شفاء کی عبارت ہرگز اس کے خلاف نہیں۔ بالفاظ دیگر یوں سمجھئے کہ اس میں حصر بالنسبۃ الی تاویل الملاحدہ ہے جیسا کہ میں اپنے پہلے کسی بیان میں عرض بھی کر چکا ہوں۔ چنانچہ اپنے تحریری بیان میں اسی کا حوالہ دیتے ہوئے میں نے لکھا ہے:

کہ "ختم النبوت فی الآثار کا جواب پہلے عرض کر چکا ہوں آپ غور فرمائیے"

بہر حال آپ حصر پر ہرگز اجماع نہیں ثابت کر سکتے اور جب کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد موجود ہے کہ ہر آیت قرآنی کے ایک ظاہری معنی ہوتے ہیں اور ایک باطنی۔ تو پھر کسی آیت کے متعلق کوئی بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس آیت کے بس یہی ایک معنی ہیں۔ نیز میں نے عرض کیا تھا کہ علامہ بحر العلوم لکھنوی رحمہ نے اپنے رسالہ فتح الرحمن میں اس حصر کے خلاف تصریح کی ہے۔ آپ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اسی سلسلہ میں میں نے مثنوی شریف کے دو شعر بھی پیش کئے تھے جن میں ختم زمانی کے علاوہ خاتم کی ایک اور بھی تفسیر کی گئی ہے۔ آپ نے ان کے متعلق صرف یہ کہا ہے کہ ان کا ترجمہ نہیں لکھا گیا اس کا جواب یہ ہے کہ۔

"مثنوی شریف کا ترجمہ آپ نے نہ سمجھا ہو تو میں عرض کر دوں"

لیکن آپ اس کا اقرار کریں کہ میں ان شعروں کا ترجمہ اور مطلب نہیں سمجھ سکا۔ میں عرض کر چکا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ عارف رومی رحمہ نے اپنے ان شعروں میں خاتم کا جو مطلب بیان کیا ہے وہ قریباً وہی ہے جو حضرت مولانا نانوتوی مرحوم نے تحذیر الناس میں لکھا ہے اور جس کا نام ان کی اصطلاح میں ختم ذاتی ہے۔ اس مرتبہ پھر آپ نے قادیانیوں کے امام اور مقتدی ہونے کا ذکر کیا ہے۔ جواباً عرض ہے کہ۔

" قادیانیوں کا قدوہ کون ہے اس کا جواب عرض کر چکا ہوں کہ تحذیر الناس سے ختم نبوت کا انکار پہلے آپ کے اعلیٰ حضرت نے نکالا اور انہیں کے اتباع میں قادیانیوں نے"

آپ ہرگز ثابت نہیں کر سکتے کہ "حسام الحرمین" کی تالیف و اشاعت سے پہلے کسی قادیانی نے تحذیر الناس کی عبارت سے ختم نبوت کا انکار نکالا ہو۔ بہرحال اس سلسلہ میں قادیانی جو کچھ کہتے ہیں وہ آپ کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب سے سیکھ کر کہتے ہیں۔ پس اس خاص معاملہ میں قادیانیوں کے استاد اور پیشرو حضرت آپ کے اعلیٰ حضرت ہیں۔ رہا آپ کا یہ خیال کہ خاتم النبیین کے معنی میں مرزائیوں نے مولانا نانوتوی رح کی اقتدا کی ہے یہ بالکل غلط ہے مولانا مرحوم کی تحقیق کی بنا پر تو قادیانیت بالکل ہی فنا ہو جاتی ہے جیسا کہ تحذیر الناس صفحہ ۹، ۱۰ کی عبارت سے ظاہر ہے۔ اور اگر آپ کا یہ مطلب ہے کہ قادیانی صاحبان عبارات تحذیر الناس سے سند پکڑتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ۔

" خاتم النبیین کے معنی میں قادیانیوں کا استدلال پہلے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرمان قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہ اور اکابر علماء اسلام مثلاً حضرت ملا علی قاریؒ و شیخ اکبرؒ و امام عبدالوہاب شعرانی رح وغیرہ کے اقوال سے ہے۔ اس کے بعد انہوں نے مولانا نانوتوی مرحوم کی عبارت سے بھی استدلال کیا ہے "

بہرحال اگر قادیانیوں کا کسی بزرگ کے کلام سے صحیح یا غلط استناد کرنا آپ کے نزدیک ان بزرگ کو قادیانیوں کا استاد بنا دیتا ہے" تو کیا آپ کے نزدیک یہ سب بزرگان دین قادیانیوں کے استاد ہیں ؟ "

تحذیر الناس کی عبارات قادیانیوں کے لئے جب مفید ہو سکتی تھیں جب کہ ان میں ختم زمانی سے انکار کیا گیا ہوتا اور خاتم النبیین کی تفسیر صرف خاتم مرتبی سے کی جاتی۔ حالانکہ میں بتفصیل عرض کر چکا ہوں کہ مصنف تحذیر الناس کے نزدیک خاتم النبیین کی دلالت ختم ذاتی اور زمانی دونوں پر ہے۔ اور ان کی تحقیق یہ ہے کہ اسی ایک لفظ خاتم النبیین سے حضور کے لئے دونوں قسم کی خاتمیت ثابت ہوتی ہے جس کی مثال بھی میں نے اپنی پچھلی تقریر میں خاتم الاطباء سے دی تھی۔ جس پر آپ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ طب پر نبوت کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ مجھے تعجب ہے کہ آپ تمثیل اور قیاس کا فرق بھی نہیں سمجھتے۔ پھر آپ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ بڑے زور کے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ اس مثال سے نبی اور نبوت کی توہین ہوتی ہے۔ معاذ اللہ مجھے آپ کی اس بے جا جرأت پر رہ رہ کے حیرت ہوتی ہے۔ سنئے۔

انبیاء علیہم السلام روحانی طبیب ہیں اور ان کی پاک تعلیمات روحانی امراض کے لئے خدا کے بتلائے ہوئے معالجات

ہیں۔ اسی لیے قرآنِ کریم میں خدا کی وحی کو شفا فرمایا گیا ہے و ننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة اور اس کے مقابلہ میں کفر اور نفاق کو مرض بتلایا گیا ہے۔ چنانچہ منافقین کے متعلق ارشاد ہے فی قلوبهم مرض فزادهم الله مرضا۔ بہرحال نبوت کی تمثیل طب سے اور انبیاء علیہم السلام کی اطباء سے بالکل صحیح ہے۔ اس پر اعتراض کرنا قرآنِ کریم اور علومِ شرعیہ سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ آپ نے اس مرتبہ ختم النبوۃ فی الآثار کے صفحہ ۴۹ کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس میں نبوت کی تقسیم بالذات اور بالعرض کی طرف باطل قرار دی گئی ہے میں نے اس کے جواب میں عرض کیا ہے کہ۔

"ختم النبوت فی الآثار میں مرزائی عقیدہ کی تردید کی گئی ہے نہ کہ تحذیر الناس کے مضمون کی اور دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے"

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ تحذیر الناس میں جو آنحضرت ﷺ کی نبوت کو بالذات اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی نبوت کو بالعرض کہا گیا ہے تو اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے کمالاتِ نبوت براہ راست عطا فرمائے ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو روحِ محمدیؐ کے واسطے سے۔

گویا کمالاتِ نبوت ان کو بھی حق تعالیٰ ہی کی طرف سے عطا ہوئے اور اللہ سبحانہٗ ہی نے ان کو بھی نبی بنایا لیکن اس افاضہ میں حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک کو واسطہ بنایا گیا۔ جس طرح کہ حق تعالیٰ نے آفتاب کو براہ راست منور فرمایا اور دوسرے ستاروں کو اس کے واسطہ سے، لیکن ایسا نہیں ہے کہ دوسرے ستاروں کو خود آفتاب نے نور بخش دیا ہو۔ غرض نور ان کو بھی حق تعالیٰ ہی سے ملا مگر آفتاب کے توسط سے۔ بلاتشبیہ ایسے ہی کمالاتِ نبوت حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ کی طرف سے براہ راست عطا ہوئے کہ اس میں کسی مخلوق کا توسط نہ تھا۔ اور دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حضور پرنور ﷺ کی توسط سے، مگر دینے والا ان کو بھی حق تعالیٰ ہی ہے حضورؐ کو محض واسطہ فی الافاضہ بنایا گیا ہے ورنہ اس عطا میں آپ کو کوئی دخل نہیں۔ بس یہی خلاصہ ہے مصنف تحذیر الناس کی تحقیق کا۔ اور ختم النبوت فی الآثار میں اس کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں۔ اور اسکے ص۴۹ کی جس عبارت کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس میں صرف اس خیال کی تردید کی گئی ہے کہ کوئی نبی کسی دوسرے کو باختیار خود نبی بنا سکتا ہو۔ اور منصب نبوت دے سکتا ہو۔ اور یہ بے شک باطل ہے اس سے کسی کو انکار نہیں۔ اور میں تو کہتا ہوں کہ مصنف تحذیر الناس کی

تحقیق کا خود آپ بھی انکار نہیں کر سکتے ، آپ کے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے بھی اپنی متعدد تصانیف میں اس ، حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ کائنات عالم میں جس کو بھی کوئی نعمت اور کوئی کمال اور کوئی منصب عطا ہوا ہے وہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے توسط سے عطا ہوا ہے ۔ میں یہاں ان کی صرف ایک کتاب "سجزاء اللہ عدوہ" کی عبارت پیش کرتا ہوں ۔ فرماتے ہیں ۔

" نصوص متواترہ اولیاء کرام و ائمہ عظام و علماء اعلام سے مبرہن ہو چکا کہ ہر نعمت قلیل یا کثیر ، صغیر یا کبیر ، جسمانی یا روحانی ، دینی یا دنیوی ، ظاہری یا باطنی روز اول سے اب تک اب سے قیامت تک ، قیامت سے آخرت ، آخرت سے ابد تک ، مومن یا کافر ، مطیع یا فاجر ، ملک یا انسان ، جن یا حیوان بلکہ تمام ماسوی اللہ میں جسے جو کچھ ملی یا ملتی ہے یا ملے گی ۔ اس کی کلی انہی کے صبائے کرم سے کھلی اور کھلتی ہے اور کھلے گی ۔ انہی کے ہاتھوں پر بٹی اور بٹتی ہے ، اور بٹے گی ۔ یہ سر الوجود واصل الوجود و خلیفۃ اللہ الاعظم وولی نعمت عالم ہیں ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "

سجزاء اللہ عدوہ ، ص ۲۳ ؛

اس عبارت میں صاف تصریح ہے کہ ہر نعمت چھوٹی ہو یا بڑی ، روحانی ہو یا جسمانی ، خواہ کسی مخلوق کو عطار فرمائی گئی ہو ، یا عطا فرمائی جائے ۔ بہر حال وہ حضور ہی کے واسطے سے عطا ہوتی ہے اور عطا ہوگی ۔ اور چونکہ نبوت بھی حق تعالیٰ کی بہت بڑی دینی اور روحانی نعمت ہے ۔ لہٰذا وہ بھی جس کسی کو عطا ہوئی ہے آپ کے اعلیٰ حضرت کے اس اصول کی بنا پر حضور ہی کے واسطے سے عطا ہوئی ہے ۔ اور یہی بعینہٖ مصنف تحذیر الناس کی تحقیق ہے ۔ خواہ اپنی اصطلاح میں آپ اس کا نام بالذات و بالعرض نہ رکھیں کچھ اور رکھ لیں ۔ لیکن مضمون اور عقیدہ ایک ہی ہے اس میں کوئی فرق نہیں ۔ اور بحث عقیدہ کی ہے نہ کہ عنوان اصطلاحی کی ۔

ختم النبوت فی الآثار صفحہ ۸ کی عبارت کا مفصل جواب پہلے عرض کیا جا چکا ہے ۔ مکرر عرض ہے کہ ۔

" مرزائی چونکہ ظاہری معنی میں ختم زمانی کے قطعی منکر ہیں اس لئے ختم النبوت فی الآثار میں ان کی ملحدانہ تاویلات و تخصیصات کا رد کیا گیا ہے "

✣

بہر حال اس عبارت میں حصر بالنظر الی تاویلات الملاحدہ ہے اس کی نظیریں تصانیف علماء میں شائع ذائع ہیں۔

آپ نے اپنے بیانات میں بار بار اس چیز کا اظہار کیا تھا کہ تحذیر الناس صفحہ ۳ و ۱۴، و ۲۸، سے جو فقرے حسام الحرمین میں نقل کئے گئے ہیں وہ بجائے خود مستقل مستقل جملے ہیں جن کا صحیح مطلب سمجھنے کے لئے اول و آخر کی عبارات دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ اسی کے ساتھ آپ نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ ان میں سے ہر فقرے کا مضمون بجائے خود مستقل طور پر موجب کفر ہے۔

میں نے اس کے جواب میں عرض کیا تھا کہ اگر آپ کی یہ بات صحیح مان لی جائے تو آپ کے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی بھی کافر ٹھہریں گے۔ کیونکہ تحذیر الناس صفحہ ۱۴، کا جو فقرہ حسام الحرمین میں انہوں نے نقل کیا ہے اس کے وہ خود بھی قائل ہیں اس فقرے کے الفاظ صرف یہ ہیں۔

لہ یہاں ہم ناظرین کی طمانیت کے لئے خود مولوی احمد رضا خان صاحب کے کلام سے اس کی ایک نظیر پیش کرتے ہیں۔ فاضل موصوف۔ جزاء اللہ عدوہ ص ۲۲۔ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ " علامہ حنفی اور میرک نے حضور کے فضائل کے بیان میں لکھا تھا کہ آپ کی امت کی توبہ صرف استغفار سے قبول ہو جاتی ہے " (ملخصاً) اس پر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے جمع الوسائل میں اعتراض کیا کہ اس کا قائل علماء میں سے کوئی بھی نہیں ہوا ہے اور لکھا کہ توبہ کے تین رکن ہیں۔ ایک[1] ندامت گزشتہ معصیت پر، اور[2] ترک فی الحال، اور آئندہ[3] اس گناہ سے باز رہنے کا پختہ ارادہ۔ فاضل بریلوی ملا علی قاری کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے اخیر میں لکھتے ہیں کہ المقصود الحصر بالنسبۃ الی ما کان علی الامم السابقۃ من الامر یعنی علامہ اور میرک کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بس قبولیت توبہ کے لئے صرف استغفار ہی کی ضرورت ہے ندامت وغیرہ ارکان توبہ ضروری نہیں۔ بلکہ یہ حصر ان تکالیف شاقہ کے لحاظ سے ہے جو اگلی امتوں کو قبولیت توبہ کے لئے اٹھانی پڑتی تھیں گویا علامہ حنفی اور میرک کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ امت محمدیہ کی توبہ کی قبولیت کے لئے استغفار کافی ہے ان کو قتل النفس وغیرہ امور شاقہ کی ضرورت نہیں پس جس طرح حنفی اور میرک کے حصر کو مولوی احمد رضا خان صاحب نے حصر اضافی بالنسبۃ الی ما کان علی الامم السابقۃ قرار دیا ہے اسی طرح تحذیر اور ختم النبوت فی الآثار کی عبارات سے جو حصر مفہوم ہوتا ہے وہ بھی حصر اضافی بالنسبۃ الی تاویلات الملاحدہ ہے۔ م ۔ م

"بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔"

میں عرض کر چکا ہوں کہ اس اتنے فقرہ کا ظاہری مطلب یہی ہے کہ حضور کے زمانۂ اقدس میں کسی نبی کا کسی جگہ ہونا آپ کی خاتمیت کے منافی نہیں۔ اور میں بتلا چکا ہوں کہ یہ بات آپ کے اعلیٰ حضرت کو بھی تسلیم ہے۔ بلکہ مولانا نانوتوی مرحوم نے تو "بالفرض" ہی کر کے لکھا ہے۔ مگر آپ کے اعلیٰ حضرت کے ملفوظات میں تصریح ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کے علاوہ چار پیغمبر آج بھی موجود ہیں جن پر ایک آن کے لئے بھی موت طاری نہیں ہوتی۔ حضرت ادریس و حضرت عیسیٰؑ آسمان پر اور حضرت الیاسؑ و حضرت خضرؑ زمین پر۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ بہرحال میں نے عرض کیا تھا کہ اگر تحذیر الناس کے ہر فقرہ کو بجائے خود بالکل مستقل طور پر موجب کفر کہا جائے گا تو صفحہ ۱۴ کے منقولہ بالا فقرہ کی ہمنوائی کی وجہ سے آپ کے اعلیٰ حضرت بھی کافر ٹھہریں گے اس کا جواب آپ نے یہ دیا ہے کہ صفحہ ۱۴ کی اس عبارت سے پہلے تحذیر الناس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ۔

"اس میں انبیاء گزشتہ ہوں یا کوئی اور"

میرا جواب یہ ہے کہ بحث صرف ان الفاظ میں ہے جو حسام الحرمین میں نقل ہوئے۔ اور ان کے متعلق آپ بار بار یہ فرما چکے ہیں کہ ان میں کا ہر فقرہ بجائے خود موجب کفر ہے اب اعلیٰ حضرت کو کفر کی زد سے بچانے کے لئے یہ کہنا کہ صفحہ ۱۴ کے فقرہ سے پہلے یہ ہے اور پیچھے یہ ہے۔ میری بات تسلیم کر لینا اور اپنی زبان سے خود اپنے دعوے کی تردید کر دینا ہے۔ میرا تو دعویٰ ہی شروع سے یہ ہے کہ تحذیر الناس کی جو عبارات بھی قطع برید کر کے اور ترتیب بدل کے حسام الحرمین میں نقل کی گئی ہیں وہ ناقص اور نا تمام ہیں اور جب تک کہ ہر عبارت کو اپنی جگہ پر رکھ کر اس کا اول و آخر نہ دیکھا جائے اس کا صحیح مطلب نہیں سمجھا جا سکتا اور نہ اس پر کوئی شرعی حکم لگایا جا سکتا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ صفحہ ۱۴ کی عبارت میں خود آپ نے بھی یہ تسلیم کر لیا کہ اس کا مطلب سمجھنے کے لئے اس سے پہلی عبارت دیکھنے کی ضرورت ہے۔ بہرحال میں نے اس کے جواب میں عرض کیا ہے کہ۔

"تحذیر صفحہ ۱۴ کا جو فقرہ حسام الحرمین میں نقل کیا گیا ہے اس میں جدید نبی کا کوئی ذکر نہیں ہے"

پس صفحہ ۱۴ کا منقولہ فقرہ اگر بقول آپ کے مستقل طور پر موجب کفر مانا جائے تو اس کی ہمنوائی کی وجہ سے

آپ کے اعلیٰ حضرت بھی ضرور کافر ٹھہریں گے ۔ آپ نے اس مرتبہ یہ بھی فرمایا ہے کہ حضرت شیخ اکبرؒ و علامہ علی قاریؒ وغیرہ بزرگان دین سے قادیانیوں کا استناد باطل ہے ۔ میں نے اس کے جواب میں عرض کیا ہے کہ ۔

"جس طرح قادیانیوں کا استدلال (ان) بزرگان دین کے اقوال سے باطل ہے ٹھیک اسی

طرح عبارات تحذیر الناس سے بھی "

ہم قادیانیوں کو ان بزرگان دین کی طرف سے بھی جواب دیتے ہیں اور مصنف تحذیر الناس کی طرف سے بھی ۔ آپ نے فرمایا ہے کہ "مجھ پر اشتعال دلانے کا الزام اس لئے لگایا جا رہا ہے کہ افسران پولیس خطرہ محسوس کرکے مناظرہ بند کرادیں ۔ میں نے عرض کیا ہے کہ ۔

"اشتعال کا الزام لگایا گیا یا حقیقت کا اظہار کیا گیا یہ چیز سب کے مشاہدہ میں ہے "

لیکن اسی کے ساتھ میں افسران پولیس کو پوری ذمہ داری کے ساتھ اطمینان دلاتا ہوں کہ میرے مخاطب مولوی حشمت علی صاحب خواہ کتنی ہی اشتعال انگیزی سے کام لیں مگر انشاء اللہ نہ میں خود مشتعل ہوں گا اور نہ اپنے احباب کو مشتعل ہونے دوں گا ۔ بہر حال فریق مقابل کی انتہائی اشتعال انگیزیوں کے باوجود انشاء اللہ مناظرہ پورے امن وامان سے جاری رہے گا ۔ ساتھ ہی مولوی حشمت علی صاحب سے بھی گزارش ہے کہ وہ افسران پولیس کو جس راستہ پر لاکر مناظرہ بند کرانا چاہتے ہیں انشاء اللہ وہ اس میں کامیاب نہ ہوسکیں گے وہ مطمئن رہیں کہ میں ان کی کسی گالی کا جواب گالی سے نہ دوں گا بلکہ ان کے لئے دعائے خیر کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا ۔

تم شوق سے کوسو مجھے میں تم کو دعا دوں

جو میرا برا چاہے خدا اس کا بھلا ہو

آپ نے اپنی اس تقریر میں انبیاء طبقات والی حدیث کا بھی ذکر فرمایا ہے اور بڑی دلیری کے ساتھ اس کو غلط باطل اور زٹل کہانی کہا ہے اور اس کے باطل اور جھوٹ ہونے کی بڑی زبردست دلیل یہ پیش کی ہے کہ آپ کے وہ عامی معتقدین و متبعین جو اس جلسہ میں حاضر ہیں انہوں نے کبھی یہ حدیث اپنے باپ دادا سے نہیں سنی ۔ اگر حدیثوں کے جعلی اور باطل ثابت ہونے کے لئے آپ کی یہی دلیل تسلیم کرلی جائے تو پھر سارے ذخیرۂ حدیث کا خدا ہی حافظ ہے ۔ فن حدیث کے بڑے بڑے دفتروں کو چھوڑ کر صرف صحاح متداولہ میں دس ہزار سے زیادہ حدیثیں ہیں جن میں سے

سو بھی ایسی نہ ہوں گی جو آپ کے ان بھائیوں نے اپنے باپ دادا سے سنی ہوں۔ تو کیا آپ اسی زبردست برہان سے صحیح بخاری، صحیح مسلم وغیرہ صحاح کی ان ہزارہا حدیثوں کو غلط باطل اور جھوٹ کہہ دیں گے؟

افسوس! عشق رسولؐ کا تو اتنا بلند دعویٰ اور احادیث رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ یہ عداوت!! کہ ایک ہی دار میں اس تمام مقدس ذخیرہ کو پار کر دیا۔ علاوہ ازیں میں کہتا ہوں کیا انبیائے طبقات کی اس حدیث کے متعلق آپ کی معلومات بھی یہی ہیں؟ اور آپ نے حدیث و تفسیر کی کتابوں میں کہیں یہ حدیث نہیں دیکھی؟ اگر ایسا ہی ہے تو آپ کی ناواقفیت قابل تعجب ہے اور حیرت ہے کہ اس لاعلمی کے باوجود آپ کیوں علمی چیزوں میں دخل دینے کی جرأت کرتے ہیں۔ اور اگر اس حدیث کے متعلق آپ کو صحیح معلومات حاصل ہیں اور صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے آپ نے یہ مغالطہ دینا چاہا ہے تو اور بھی زیادہ قابل افسوس ہے۔

سنئے اور لغور سنئے! اس حدیث سے آپ اور آپ کے باپ دادا اگر فی الواقع ناواقف ہیں تو اس وجہ سے کہ آپ کو اور ان کو کبھی مطالعہ حدیث و تفسیر کی توفیق عطا نہیں ہوئی ہو گی ورنہ اہل علم کو معلوم ہے کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی اور چچا زاد بھائی سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جس کی بہت سے اجلہ محدثین نے تخریج اور تصحیح بھی کی ہے۔ حدیث و تفسیر کی متداول کتابوں میں سے آپ صرف بخاری شریف کی مشہور شرح فتح الباری اور علامہ سیوطی رحؒ کی تفسیر درمنثور کا بھی مطالعہ کرتے تو آپ کو اس حدیث کی تخریجات و تصحیحات کا حال معلوم ہو سکتا تھا۔ نیز مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے بعض رسائل میں اس حدیث کے طرق کو جمع کیا ہے۔ چنانچہ مولانا مرحوم کا رسالہ "دافع الوسواس" اس وقت میرے پاس موجود ہے اس میں انہوں نے اس اثر کی روایتی حیثیت پر نہایت شرح و بسط سے کلام کیا ہے اور محدثین کی تصریحات سے اس کا معتمد و مستند ہونا ثابت فرمایا ہے۔ سردست میں اسی کی عبارت پیش کرتا ہوں۔ دافع الوسواس صفحہ ۴، پر فرماتے ہیں۔

"اس کی تخریج کے دو طریق معتمد و مستند ہیں۔ ایک عن شریک عن عطاء عن ابی الضحیٰ عن ابن عباس رضؓ (بیہقی) اور حاکم وغیرہ نے اس طریق سے اخراج کر کے صحیح کہا اور ابن حجر نے فتح الباری میں بیہقی کے قول کو نقل کر کے سکوت کیا۔"

اس کے بعد اسی کی تائید میں علامہ زرقانی کے رسالہ "اجوبۃ الاسئلہ" اور سیوطی کی تفسیر درمنثور سے دو عبارتیں نقل کی ہیں جن میں اس اثر کی تخریج مع تصحیح کے مذکور ہے۔ میں بقصد اختصار ان روایات کو چھوڑتا ہوں اس کے بعد صفحہ ۵ پر فرماتے ہیں۔

"اور مستدرک حاکم میں ہے۔ حدثنا احمد بن یعقوب الثقفی حدثنا عبید بن غنام حدثنا علی بن حکیم حدثنا شریك عن عطاء عن ابی الضحیٰ عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ ومن الارض مثلهن قال سبع ارضین فی کل ارض نبی کنبیکم وآدم کآدمکم ونوح کنوح وابراهیم کابراهیم وعیسی کعیسی هذا حدیث صحیح الاسناد۔ انتهی

اور ذہبی نے اس طریق پر حکم حسن کا دیا۔ چنانچہ بدر الدین شبلی "آکام المرجان" میں بعد نقل عبارت حاکم کے لکھتے ہیں قال شیخنا الذهبی اسناده حسن دوسرا طریق عن شعبة عن عمرو بن مرة عن ابی الضحی عن ابن عباس حاکم نے اس طریق سے اخراج کرکے حکم صحت کا دیا عبارت ان کی یہ ہے۔

حدثنا عبد الله حدثنا ابراهیم بن الحسین حدثنا آدم حدثنا شعبة عن عمرو بن مرة عن ابی الضحیٰ عن ابن عباس قال فی کل ارض نحو ابراهیم هذا حدیث علی شرط البخاری ومسلم۔ انتهی

اور ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی چنانچہ شبلی لکھتے ہیں قال شیخنا الذهبی هذا حدیث علی شرط البخاری ومسلم۔ انتهی ہرگاہ بتصریح بیہقی وحاکم وذہبی وبسکوت واقرار ابن حجر وسیوطی وشبلی اس حدیث کی وثاقت ثابت ہوگئی۔ اس کے قابل استناد ہونے میں کیا گفتگو رہی"

(دافع الوسواس صفحہ ۵)

میں امید کرتا ہوں کہ ان تصریحات کے سننے کے بعد حاضرین کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ انبیائے طبقات والی حدیث صحیح ہے اور جلیل القدر محدثین نے اس کی تصحیح و توثیق کی ہے۔ اور مولوی حشمت علی صاحب یا ان کے باپ دادوں کی

اس سے ناواقفیت اپنی کم علمی کی وجہ سے ہے انہیں چاہئے کہ علمی بات میں دخل دینے سے پہلے اس کے متعلق ضروری معلومات حاصل کر لیا کریں۔

تعلم اذا کنت لست بعالم فان العلم عند اهل التعلم

تعلم فان العلم ازین للفتی من الحلة الحسناء عند التکلم

نوٹ از مرتب :- حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کی تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ مولوی حشمت علی صاحب نے دوران تقریر میں سوال کیا کہ مولوی عبدالحی صاحب رح کے جس رسالہ (دافع الوسواس) کی عبارت ابھی آپ نے پڑھی ہے کیا اس کے تمام مضامین کو آپ صحیح سمجھتے ہیں ؟

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اس کے جس حصے کا حوالہ میں نے دیا ہے وہ تو یقیناً صحیح ہے اس کے علاوہ پورا رسالہ اگرچہ میں نے دیکھا نہیں ہے لیکن مولانا عبدالحی صاحب کے علم و تدین پر اعتماد کرکے کہہ سکتا ہوں کہ اس میں جو کچھ ہو گا انشاءاللہ صحیح ہی ہو گا۔ اس کے بعد مولوی حشمت علی صاحب نے اس رسالہ کے درمیان سے ایک عبارت پیش کی اور فرمایا کہ یہ عبارت خالص کفر ہے کیا آپ اس کو بھی صحیح سمجھتے ہیں ؟

مولانا نے فرمایا استغفراللہ آپ اکابر اسلام کی تکفیر کے بارہ میں کس قدر جری واقع ہوئے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالحی صاحب رح وہ بزرگ ہیں جن کے علم پر علمائے حجاز اور مصر و شام کو اعتماد تھا اور ہندوستان میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح کے بعد انہیں کو یہ قابل فخر مرتبہ حاصل ہوا ہے کہ ان کی تصنیفات ہندوستان کے باہر دیگر ممالک اسلامیہ میں چھاپی گئی ہیں، میں حیران ہوں کہ آپ کس دلیری سے مولانا کی تکفیر کر رہے ہیں۔

مولوی حشمت علی صاحب نے فرمایا کہ میں ان کی اس عبارت کو موجب کفر کہہ رہا ہوں خود ان کو کافر نہیں کہتا کیوں کہ انہوں نے اس سے توبہ کر لی تھی۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ یہ بھی آپ کا ایک خالص افتراء ہے جس کی کوئی اصلیت نہیں۔ اس کے بعد مولانا نے مولوی حشمت علی صاحب سے اس کی تحریر مانگی کہ مولانا عبدالحی صاحب کی وہ عبارت خالص کفر ہے۔ چنانچہ مولوی

حشمت علی صاحب نے اپنے قلم سے دافع الوسواس کی عبارت لکھ کر صاف الفاظ میں لکھ دیا کہ " یہ صریح کفر ہے "۔
انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس تحریر کے حاصل کرنے کے بعد مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ مولوی صاحب ! آپ نے علامہ فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت پر کفر کا حکم تو لگا دیا لیکن آپ کو معلوم نہیں کہ یہ عبارت قریب قریب ترجمہ ہے علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب موضوعات کبیر کی ایک عبارت کا۔ اور غضب یہ ہے کہ وہ عبارت اسی جگہ مولانا عبد الحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نقل بھی کر دی ہے جس عبارت پر آپ کفر کا حکم لگا رہے ہیں۔ اس کے بعد متصلاً ہی مولانا عبد الحی صاحب رح کی یہ عبارت ہے فرماتے ہیں۔

" چنانچہ ملا علی قاری رح رسالہ موضوعات میں زیر حدیث لوعاش ابراھیم لکان نبیا کے لکھتے ہیں ای لوعاش لکان من اتباعه کعیسی خضر والیاس فلا ینا قض قوله تعالی خاتم النبیین اذالمعنی انه لا یأتی بعده نبی ینسخ ملته " انتہی

تبلائیے ؟ مولانا عبد الحی صاحب رح کی اس عبارت اور ملا علی قاری رح کی اس عبارت میں کیا فرق ہے اور کیا اب آپ ملا علی قاری رح پر بھی کفر کا فتوی دیں گے ؟ نیز حضرت شیخ اکبر ابن عربی اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں بھی اس کے ہم معنی عبارات موجود ہیں تو کیا آپ ان بزرگوں کو بھی کافر کہیں گے ؟ اور اگر ان عبارات کی آپ کوئی توجیہ کریں، تو ویسی ہی توجیہ مولانا عبد الحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت میں بھی ہو سکتی ہے۔

نوٹ ختم

اس کے بعد مولانا محمد منظور صاحب نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

حضرات ! آپ بھولے نہ ہوں گے کہ اصل بحث تحذیر الناس کی ان عبارات پر تھی جن کو مولوی احمد رضا خان صاحب نے ناجائز قطع و برید کے ساتھ حسام الحرمین میں نقل کر کے کفر کا فتوی دیا ہے۔ مولوی حشمت علی صاحب نے اصل بحث سے گریز کر کے دوسرا اعتراض مصنف تحذیر الناس پر یہ کیا کہ انہوں نے انبیاء طبقات والی جھوٹی حدیث لکھ دی جو کبھی ہم نے اور ہمارے بزرگوں نے نہیں سنی اس کا جواب بھی میں نے دے دیا اور بحمد اللہ جلیل القدر محدثین کی تصریحات سے یہ ثابت کر دکھایا کہ وہ حدیث صحیح ہے اور اس کا انکار جہالت اور گمراہی ہے۔ مولوی حشمت علی صاحب اس کے جواب

میں کچھ نہیں کہہ سکے۔ بلکہ آپ نے مولوی عبدالحی صاحب رح کی ایک عبارت پیش کرکے از خود ہی کفر کا فتویٰ اس پر دے دیا۔ میں خوش قسمت ہوں کہ میرے حصہ میں اکابر اسلام کی حمایت آئی ہے۔ چنانچہ میں مطعون اللہ حضرت مولانا عبدالحی صاحب کی طرف سے بھی جواب دہی کی۔

اگرچہ یہ دونوں چیزیں موضوع بحث سے بالکل خارج تھیں مگر چونکہ عبارات تحذیر الناس کے متعلق مولوی حشمت علی صاحب کا سارا اندوختہ ختم ہو چکا ہے اس لئے انہوں نے یہ خارجی بحثیں چھیڑیں اور پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مبحث سے ایک تیسری بالکل غیر متعلق چیز حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہٗ کے متعلق بھی چھیڑ دی حالانکہ اگر آپ کو اس پر بحث کرنی تھی تو اس کو ایک مستقل موضوع بنایا جا سکتا تھا مگر اب چونکہ آپ نے اس کو شروع کر دیا اس لئے اتماماً للحجۃ میں بھی جواب دیتا ہوں سنئے۔

اس واقعہ میں آپ نے اس قدر غلط بیانی اور ملمع کاری سے کام لیا ہے جس کی جرأت آپ ہی جیسوں کو ہو سکتی ہے۔ پہلی غلط بیانی تو آپ نے یہ فرمائی کہ جس شخص نے کلمہ شریف اور درود شریف میں حضرت مولانا تھانوی کا نام لیا وہ حضرت ممدوح کا مرید تھا، حالانکہ یہ غلط ہے۔ وہ شخص اس وقت مرید نہ تھا۔ دوسری بات یہ کہ کلمہ پڑھنے کا واقعہ خواب کا تھا آپ نے اس کو ظاہر نہیں کیا ورنہ لوگ آپ کے علم کی داد دیتے کہ آپ خواب کی بات پر بھی کفر کا فتویٰ دیتے ہیں۔ تیسری بات یہ کہ درود میں غلطی اس شخص سے خطاءِ لسانی کے طور پر بلاقصد و اختیار ہوئی تھی۔ وہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا چاہتا تھا لیکن غلطی سے اس کی زبان سے حضور کے اسم گرامی کے بجائے مولانا تھانوی کا نام نکل گیا۔ گویا یہ کلمہ اس سے خطاءِ لسانی کے طور پر سرزد ہوا۔ مگر آپ نے اس حقیقت کو بھی چھپایا۔ الغرض اس ذرا سے واقعہ میں آپ نے یہ تین غلط بیانیاں کیں۔ اور وہ بھی میرے سامنے۔ اگر یہ دھوکے کسی اور کو آپ دیتے تو شاید وہ دھوکہ کھا جاتا مجھ کو تو آپ خوب جانتے پہچانتے ہیں ؎

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں
کیں جا ہمیشہ باد بدست است دام را

میں آپ کے اس اتہام کا جواب دینے سے پہلے حاضرین کرام کو اصل واقعہ خود صاحب واقعہ کے الفاظ میں بتا دینا چاہتا ہوں۔ یہ صاحب پنجاب کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے مولانا تھانوی کو ایک طویل خط لکھا ہے۔ اخیر میں

پنے خواب کا واقعہ ان الفاظ میں لکھتے ہیں۔

"کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھتا ہوں۔ لیکن "محمد رسول اللہ" کی جگہ حضور کا نام لیتا ہوں۔ اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں۔ اس کو صحیح پڑھنا چاہئے۔ اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں۔ دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے۔ حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے۔ دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہو گئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہو گئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی۔ اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا۔ لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا۔ لیکن حالت خواب و بیداری میں حضور ہی کا خیال تھا لیکن جب حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جائے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جائے۔ بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اللّٰھم صل علیٰ سیدنا و نبینا و مولانا اشرف علی حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں۔"

حضرات! یہ ہے وہ واقعہ جس کو توڑ مروڑ کر مولوی حشمت علی صاحب نے آپ کے سامنے پیش کیا تھا اس میں جس قدر حصہ خواب کا ہے اس کے متعلق مجھے کچھ زیادہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ تو آپ میں سے ہر شخص جانتا ہو گا کہ خواب کی باتوں پر شرعی احکام جاری نہیں ہوتے۔ خواب میں اگر کوئی شخص چوری کرے تو اس کا ہاتھ نہیں کٹتا، زنا کرے تو حد جاری نہیں ہوتی۔ حتیٰ کہ خواب میں کلمہ کفر کہنے سے کوئی مسلمان کافر نہیں ہوتا کیونکہ وہ اس وقت مرفوع القلم ہے۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب شامی میں تصریح ہے۔

سونے والے کا کلام (مثلاً) اسلام لانا یا مرتد ہو جانا یا بیوی کو طلاق دینا یہ سب لغو اور بے کار ہے یعنی اس پر عملی	و تبطل عباراتہ من الاسلام والردۃ والطلاق۔

احکام جاری نہیں ہوتے۔

پس صاحب واقعہ سے خواب میں جو غلطی ہوئی اور کلمہ شریف میں حضورؐ کے نام کے بجائے جو دوسرا نام اس کی زبان سے نکلا اس کی وجہ سے تو اس پر کوئی حکم جاری نہیں ہو سکتا کیوں کہ وہ خواب کی بات ہے اور خواب میں انسان مرفوع القلم ہوتا ہے۔

رہی دوسری غلطی جو درود شریف میں اس سے بحالت بیداری ہوئی اور حضورؐ کے نام کے بجائے اس کی زبان سے دوسرا نام نکل گیا اس کے متعلق خود صاحب واقعہ کا بیان ہے کہ۔

"خواب سے بیدار ہونے پر بھی بدستور میرے بدن میں بے حسی اور ناطاقتی تھی۔ اسی حالت میں میں نے کلمہ شریف کی غلطی کی تلافی کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا چاہا لیکن اس میں بھی غیر اختیاری طور پر حضورؐ کے نام کے بجائے دوسرا نام نکل گیا۔ اس وقت بے حسی اور ناطاقتی کی وجہ سے زبان میرے قابو میں نہ تھی"

بہرحال درود میں غلطی اس شخص سے خطاء لسانی کے طور پر ہوئی اور فقہاء کی اصطلاح میں اس کو خطأ لسان ہی کہا جائے گا۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب فتاوی قاضی خان میں ہے۔

الخاطی من یجری علی لسانہ من غیر قصد کلمۃ مکان کلمۃ۔

خاطی اس کو کہا جاتا ہے جس کی زبان سے کوئی کلمہ بلاقصد کسی دوسرے کلمہ کے بجائے نکل جائے۔

بعینہ یہی صورت اس واقعہ میں ہوئی کہ صاحب واقعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا چاہتا تھا حضورؐ کے اسم گرامی کے بجائے بلاقصد واختیار دوسرا نام نکل گیا۔ گویا اس کی زبان چوک گئی۔ اور فقہ حنفی کی عام کتابوں میں تصریح ہے کہ ایسی صورت میں آدمی کافر نہیں ہوتا بلکہ خواب والے کی طرح شریعت اس کو بھی معاف کر دیتی ہے۔ چنانچہ شامی جلد ۵ صفحہ ۲۸۵ پر ہے۔

ومن تکلم بہا مخطئا او مکرہا لا یکفر عند الکل۔

جس سے کلمہ کفر خطاء سرزد ہو گیا یا کسی نے زبردستی اس سے کہلوایا اور اس نے جان بچانے کے لئے صرف زبان سے کہدیا، تو کسی کے نزدیک بھی اس کو کافر نہیں کہا جائے گا۔

اور فتاویٰ عالمگیری میں فتاویٰ قاضی خان کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

الخاطی اذا جری علی لسانه کلمة الکفر خطأً بان کان یرید ان یتکلم بما لیس بکفر فجری علی لسانه کلمة الکفر خطأً لم یکن ذالك کفراً عند الکل	جب کہ خطاء (زبان کی چوک) سے کلمہ کفر نکل جائے اس طرح کہ کہنا ایسی بات چاہتا تھا جو کفر نہیں تھی اور زبان سے نکل گیا کلمۂ کفر خطا کے طور پر تو یہ بالاتفاق موجب کفر نہیں۔

فقہ حنفی کی ان تصریحات سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ اگر کسی کی زبان سے بلا قصد و اختیار کلمات کفریہ سرزد ہوجائیں جس طرح کہ زیر بحث واقعہ میں ہوئے تو ہرگز موجب کفر نہیں۔ پس صاحب واقعہ کو درود شریف والی غیر قصدی غلطی کی وجہ سے کافر نہیں کہا جاسکتا اور وہ شرعاً معذور سمجھا جائے گا۔ اور یہ بات خود اس کے بیان سے ظاہر ہے کہ اس کے عقیدہ میں ایک لمحہ کے لئے بھی فتور نہیں آیا اور خواب و بیداری کی دونوں حالتوں میں وہ اس کو غلطی اور اس کلمہ کو کفر ہی سمجھتا رہا۔

حضرات یہ ہے اس واقعہ کی حقیقت جس کے متعلق مولوی حشمت علی نے محاسبۂ آخرت سے بالکل نڈر ہوکر کہا تھا کہ مولوی تھانوی صاحب نے مریدوں سے اپنا کلمہ پڑھوانا اور اپنے کو نبی رسول منوانا شروع کر دیا ہے معاذ اللہ۔ اگر اس قسم کی جھوٹی تہمت رکھنا کسی پر جائز ہوتا تو ہم بھی اس کے جواب میں آپ کے کسی بزرگ کے متعلق کہہ سکتے تھے کہ انہوں نے اپنے آپ کو خدا منوانا شروع کر دیا ہے والعیاذ باللہ۔

رہا یہ سوال کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے اس کی تعبیر میں یہ کیوں لکھا کہ "اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے" سو اول تو یہ چیز مبحث تکفیر سے بالکل خارج ہے علاوہ ازیں خود مولانا مدظلہ کی طرف سے اسی رسالہ "الامداد" میں اعلان ہوچکا ہے کہ مجھ کو اپنی اس تعبیر پر اصرار نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ یہ خالص وسوسہ شیطانی ہو یا کسی مرض دماغی سے ناشی ہوا ہو۔ اور جو لوگ فن تعبیر سے کچھ مناسبت رکھتے ہوں ان کے لئے اس تعبیر کا سمجھنا مشکل بھی نہیں۔ اس فن کے ماہرین نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کو خواب میں حضورؐ کی زیارت ہو لیکن کسی دوسرے شخص کی شکل میں تو یہ اشارہ ہوتا ہے اس شخص کے متبع سنت ہونے کی طرف۔ پس ایسے ہی حضورؐ کے اسم گرامی کے بجائے دوسرے کے نام نکلنے سے بھی اسی طرف اشارہ ہوسکتا ہے۔ اسی لحاظ سے حضرت مولانا

نے اس شخص کے خواب کی تعبیر یہ دی اور ابھی عرض کرچکا ہوں کہ مولانا کو تو اپنی اس تعبیر پر اصرار بھی نہیں۔

الغرض اس واقعہ کی وجہ سے حضرت مولانا کے متعلق یہ کہنا کہ معاذ اللہ وہ اپنا کلمہ پڑھواتے ہیں یا اپنے نام پر درود بھجواتے ہیں انتہائی بد دیانتی اور سخت ترین افتراء پردازی ہے۔ حضرت مولانا مدظلہ اور ہم سب ایسے شخص کو مرتد اور کافر سمجھتے ہیں جو بحالت صحت ہوش وحواس اپنے قصد واختیار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والے کسی شخص کو نبی و رسول مانے۔ میں امید کرتا ہوں کہ میرے اس بیان کے بعد حاضرین کو بھی کوئی غلط فہمی نہ رہی ہوگی۔

اس کے بعد مولوی حشمت صاحب سے میرا ایک سوال ہے وہ ذرا سوچ سمجھ کر جواب دیں۔

"سلطان الاولیاء حضرت خواجہ نظام الدین چشتی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات فوائد الفواد میں مذکور ہے کہ ایک شخص حضرت شبلی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں بیعت کے لئے حاضر ہوا آپ نے اس کی عقیدت کے امتحان کے لئے کہا میں تم کو اس شرط پر بیعت کروں گا کہ تم لا الہ الا اللہ شبلی رسول اللہ کہو۔ اس شخص نے اسی طرح کلمہ پڑھ دیا۔ شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بیعت کرلیا اور فرمایا کہ میں نے یہ صرف تمہارے امتحان کے لئے کہا تھا میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار کا ادنی ترین غلام ہوں تاج نبوت صرف انہی کے لئے زیبا ہے۔

نیز اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آپ کی مطبوعہ سیرت انوار خواجہ رح میں چھپا ہوا ہے اور تذکرہ کی بعض دوسری کتابوں میں بھی ملتا ہے۔ ان واقعات کے متعلق میرا صرف یہ سوال ہے کہ حضرت شبلی اور حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہما کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ واقعات غلط طور پر ان کی طرف منسوب کر دیئے گئے ہیں تو سوال یہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنی کتابوں میں ان واقعات کو اب سے پچاسوں برس پہلے لکھا ہے جیسے کہ خواجہ امیر حسن علاء سنجری رح فوائد الفواد کے ترتیب دینے والے وغیرہ ان کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں اور جن مسلمانوں نے اب تک ان کتابوں میں یہ واقعات دیکھے اور اس کے بعد بھی حضرت شبلی رح و حضرت خواجہ اجمیری رح اور ان کتابوں کے لکھنے والے حضرات کو مسلمان سمجھا وہ لوگ آپ کے نزدیک مسلمان رہ گئے یا کافر ہو گئے؟

واضح رہے کہ میں یہ صرف آپ سے سوال کر رہا ہوں۔ اپنی کوئی رائے نہیں پیش کر رہا۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں آپ کی پوری تقریر کے جواب سے فارغ ہو چکا۔ خدا کرے کہ آپ سمجھ گئے ہوں اور قبول حق میں کوئی جذبہ مانع نہ ہو۔

⁂

مولوی حشمت علی صاحب کا چوتھا بیان

مناظرہ "دو گیا" کا تیسرا اجلاس ۳۰ ذیقعدہ کی شام کو مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کے بیان پر ختم ہو گیا تھا۔ یکم ذی الحجہ کی رات کی طویل فرصت میں مولوی حشمت علی صاحب نے اپنا مندرجہ ذیل چوتھا بیان مرتب کیا اور صبح کو مناظرہ میں پیش کر دیا۔ مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ یہ بیان آپ نے رات بھر کی محنت سے تیار فرمایا ہے اور مقررہ وقت آدھ گھنٹہ میں میں اس کو پورے طور پر دیکھ بھی نہیں سکتا لہذا اس کے تحریری جواب کے لئے مجھے کم از کم دو گھنٹہ کا وقت ملنا چاہئے۔ مگر مولوی حشمت علی صاحب کسی طرح اس کے لئے تیار نہ ہوئے۔ اور آپ نے یہ کہہ کر کہ "بس آدھ گھنٹہ ہی میں آپ کو اس کا جواب دینا ہو گا" اپنے اس تحریری بیان کی تلاوت پوری تیزی کے ساتھ شروع کر دی۔ اس تحریری بیان کی توضیح میں تقریر بالکل نہیں ہوئی۔ یہ تحریری بیان بلفظہ درج ذیل ہے۔

(مرتب غفرلہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی حبیبہ الکریم

آپ برابر مناظرہ سے فرار کر رہے ہیں۔ آپ کے جن دلائل واہیہ پر میں اعتراض کر دیتا ہوں اس کو آپ بالکل فراموش کر جاتے ہیں۔ آپ کے اوپر جتنے سوالات اس وقت تک آپ پر نازل ہوئے اور آپ ان کے جوابوں سے عاجز و ذاہل رہے ان کی فہرست مختصراً صرف اس لئے پیش کرتا ہوں تاکہ آپ ان کے جواب دیں۔ اپنے مقابل کے اعتراضات کو اس کان سن کر اس کان اڑا دینا اور اپنی ہی رٹ لگائے جانا کیا آپ کی کمزوری و عاجزی نہیں ہے۔ آپ پانی پی پی کر جس قدر چاہیں اپنے الفاظ سے پبلک پر اثر ڈالیں مگر بفضلہ تعالیٰ "دو گیا" کی پبلک ایسی ناسمجھ اور بے وقوف نہیں ہے کہ اس کو غالب و مغلوب اور حق و باطل کے درمیان امتیاز نہ ہو سکے۔ سنئے۔

۱:۔ میں نے لکھا تھا کہ تحذیر الناس صفحہ ۳ کی عبارت میں نانوتوی صاحب نے یہ بتایا ہے کہ آیت کریمہ میں لفظ خاتم النبیین سے صرف یہی معنی سمجھنا کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں ناسمجھ لوگوں کا خیال ہے۔ اہل فہم یعنی سمجھ دار لوگوں کے نزدیک یہ معنی غلط و باطل ہیں یہ ایک کفر ہوا۔ اس کا آپ نے کیا جواب دیا ؟

۲:۔ میں نے لکھا تھا کہ تحذیر الناس صفحہ ۱۴ کی عبارت میں یہ بتایا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی اگر کوئی نبی مبعوث ہو جاتا تو بھی حضورؐ کے خاتم النبیین ہونے میں کچھ فرق نہ آتا۔ یہ دوسرا کفر ہوا، اس کا بھی آپ نے جواب نہ دیا۔

۳:۔ میں نے لکھا تھا کہ تحذیر الناس صفحہ ۲۸ میں یہ بتایا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بھی کوئی نبی جدید مبعوث ہو جائے تو بھی حضور کے خاتم النبیین ہونے میں کچھ خلل نہیں پڑے گا۔ یہ تیسرا کفر ہوا، اس کا جواب بھی نہ دے سکے۔

۴:۔ حسام الحرمین شریف پر آپ نے یہ اعتراض کیا تھا کہ تحذیر الناس کی تینوں عبارتیں بے ترتیب لکھ دینے سے کفری معنی پیدا ہو گئے۔ میں نے جواب دیا کہ تینوں عبارات میں علیحدہ علیحدہ تین مستقل کفر ہیں تو ترتیب کے ساتھ لکھی جائیں کفر ہوتے ...... بے ترتیب لکھی گئیں جب بھی تین کفر ہوئے۔ ترتیب بدل جانے سے معنی میں کیا تغیر پیدا ہو گیا ؟ آپ اس کے جواب سے بھی عاجز رہے۔

۵:۔ حسام الحرمین شریف پر آپ نے اپنی توضیحی تقریر میں یہ اعتراض کیا تھا (اگرچہ اپنی تحریر میں نہیں لکھا) کہ تحذیر الناس کی عبارت یوں ہے "در تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں" مگر اس کا عربی ترجمہ حسام الحرمین شریف میں یہ کیا گیا لا فضل فیہ اصلا یہ ترجمہ غلط ہے۔ میں نے جواب دیا۔

نانوتوی صاحب نے آگے لکھا ہے کہ "پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ پھر یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سب سے پچھلا نبی ہونا اس قابل ہی نہیں ہے کہ اس کو حضور کی مدح میں بیان کیا جائے۔ تو مطلقاً اس وصف کریم میں فضیلت

لہ اصل تحریر میں یوں ہی لکھا ہوا ہے شاید کوئی لفظ رہ گیا ہے۔ ۱۲ مرتب۔

ہونے ہی کا انکار کیا گیا۔ تو ثابت ہو گیا کہ عبارت تحذیر الناس کا مضمون اصل وہی ہے کہ لا فضل فیہ اصلاً اور بالذات کا لفظ فریب اور محض دھوکا تھا۔ آپ اس کا جواب بھی نہ دے سکے۔

۶ :- میں نے لکھا تھا کہ قابل مدح ہونے کے لئے کسی وصف کا بالذات ہونا ضروری نہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت بالعرض ہے کسی کی نبوت بالذات نہیں مگر پھر بھی ان حضرات کی یہ تعریف کرنا قطعاً صحیح ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو نبوت عطا فرمائی۔ مگر نانوتوی صاحب کے نزدیک حضورؐ کی یہ تعریف کرنا کہ سب سے پچھلے نبی ہیں قطعاً غلط و باطل ہے تو معلوم ہوا کہ نانوتوی کے نزدیک سب سے پچھلے نبی ہونے میں بالذات و بالعرض کسی طرح کی کچھ فضیلت نہیں تو وہی مضمون ہو گیا کہ لا فضل فیہ اصلاً اور بالذات کا لفظ محض تقیہ رہ گیا۔ اس کا جواب بھی آپ نے نہ دیا۔

۷ :- میں نے لکھا تھا اصولاً منقول عنہ کا بعینہٖ نقل کرنا ضروری نہیں صرف مضمون واحد ہونا چاہیے۔ اس پر بھی آپ خاموش رہے۔

۸ :- میں نے خود نانوتوی کے اقرار سے بتایا تھا کہ جس طرح قد و قامت و شکل رنگ و حسب و نسب و سکونت وغیرہ اوصاف کو نبوت اور فضائل میں کچھ دخل نہیں اسی طرح حضورؐ کے سب سے پچھلے نبی ہونے کو بھی نبوت و فضائل میں کچھ دخل نہیں۔ تو وہی مضمون ہو گیا کہ لا فضل فیہ اصلاً اس پر بھی آپ ساکت رہے۔

۹ :- میں نے کہا تھا کہ تحذیر الناس کا موضوع ہی یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا چھ خاتم النبیین ثابت کئے جائیں۔ احول ایک چیز کو دو دیکھتا ہے۔ مگر نانوتوی صاحب نے ایک کے سات خاتم النبیین دیکھے۔ سات زمینوں میں سات خاتم النبیین ثابت کرنا تحذیر الناس کا مقصود اصلی ہے۔ اسی کا سوال ہے اور یہی جواب ہے۔ چونکہ حضورؐ کے سوا چھ خاتم النبیین ماننا حضورؐ کے سب سے پچھلے نبی ہونے کے مخالف تھا اسی لئے نانوتوی صاحب کو مجبور ہونا پڑا کہ خاتم النبیین کے اس معنی کو کہ حضورؐ سب سے پچھلے نبی ہیں ناسمجھ لوگوں کا خیال بتائیں اور خاتم النبیین کے بالکل ایک نئے معنی نبی بالذات گڑھیں۔ آپ سے اس کا جواب بھی نہ ہو سکا۔

۱۰ :- آپ نے دیوبندیوں کی تکفیر پر کہا تھا کہ کسی مسلمان کو کافر کہنا اس کے قتل کرنے کے برابر ہے اور خود کافر ہونا

ہے۔ میں نے آپ سے سوال کیا کہ اگر کوئی قادیانی آپ سے سوال کرے کہ قادیانی لوگ بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں پھر دیوبندی لوگ قادیانی کو کافر کیوں کہتے ہیں۔ اس کا جو جواب قادیانی کو دیں وہی ہماری طرف سے اپنے لئے سمجھ لیں۔ اس کا جواب آپ سے نہ ہوا۔

۱۱ :- آپ نے حسام الحرمین شریف پر اعتراض کیا تھا کہ جملوں کی ترتیب بدل کر قرآن سے بھی کفر نکالا جا سکتا ہے جیسے کوئی بے دین کہے ان الابرار لفی جحیم و ان الفجار لفی نعیم۔ میں نے اس کا جواب دیا کہ اس بے دین نے پہلے جملے کی مبتدا دوسرے کی خبر سے اور دوسرے جملے کی مبتدا کو پہلے کی خبر کے ساتھ لگا دیا۔ اس سے کفری معنی پیدا ہو گئے۔ لیکن اگر ان دونوں جملوں کو تغیر نہ کیا جائے صرف ترتیب بدل کر یوں کہا جائے ان الفجار لفی جحیم و ان الابرار لفی نعیم تو اب ہرگز کفر کی بو بھی نہیں۔ چند مستقل جملوں کی صرف ترتیب بدل دینے سے ہرگز معنی نہیں بدل سکتے۔ تحذیر الناس کی تینوں عبارتیں تین مستقل جملے ہیں تو صرف ان کی باہمی ترتیب بدلنے سے کیوں کر معنی بدل گئے۔ آپ اس کے جواب سے بھی صامت رہے۔

۱۲ :- آپ نے کہا تھا نانوتوی صاحب نے لفظ خاتم النبیین کو صرف اس معنی میں حصر کرنا کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں، اس کو عوام کا خیال بتایا ہے۔ میں نے جواب دیا آپ کے مسلّم مقتدا مولوی محمد شفیع صاحب مفتیٔ دیوبند نے ختم نبوت فی الآثار کے صفحہ ۸۰ پر شفاء شریف سے نقل کیا امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام بالکل اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہے اور جو اس کا مفہوم ظاہری الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے وہی بغیر کسی تاویل یا تخصیص کے مراد ہے۔ تو اجماع امت سے حصر ثابت ہو گیا اور اس اجماعی مسئلہ کو نانوتوی صاحب نے ناسمجھ لوگوں کا خیال اور سمجھ دار لوگوں کے نزدیک غلط بتایا تو نانوتوی کا کافر مرتد ہونا ثابت ہو گیا۔ آپ اس کا جواب نہ دے سکے۔

۱۳ :- میں نے کہا تھا کہ سب سے پہلے نانوتوی نے لفظ خاتم النبیین کے معنی بدل کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد نبوت کا دروازہ کھولا۔ یہی سبق نانوتوی صاحب سے قادیانی نے سیکھ کر ختم نبوت کے معنی بدلے اور اپنے لئے نبوت ثابت کی۔ نانوتوی نے بالذات نبی اس کے معنی گڑھے اور قادیانی نے افضل النبیین گڑھ لئے۔ جو معنی ضروریات دین سے ہیں ان سے نانوتوی و قادیانی دونوں نے انکار کر دیا۔ آپ کفر سکھانے والے استاد کو

مسلمان کہتے ہیں مگر کفر سیکھنے والے شاگرد کو کافر مرتد کہتے ہیں۔ اس کا بھی آپ نے جواب نہ دیا۔

۱۴ :- آپ نے نانوتوی صاحب کی چند عبارتیں تحذیر الناس و مناظرۂ عجیبہ وغیرہ سے پڑھیں جن میں ختم زمانی کا اقرار ہے۔ اس کے جواب میں میں نے آپ کے مقتدا مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی کی "اشد العذاب صفحہ ۱۵" سے عبارت پیش کی کہ مرزائی، دیوبندی دھوکہ دینے کی غرض سے وہ عبارات مرزا، نانوتوی صاحب کی پیش کرتے ہیں جن میں ختم نبوت کا اقرار ہے۔ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و عظمت کا اقرار ہے۔ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ مرزا، نانوتوی صاحب ماں کے پیٹ سے کافر نہ تھے۔ ایک مدت تک مسلمان تھے اور چونکہ دجال تھے ان وجہ سے ان کے کلام میں باطل کے ساتھ حق بھی ہے تو پہلی عبارات مفید نہیں جب تک کوئی ایسی عبارت نہ دکھا دیں کہ میں نے جو فلاں معنی (یعنی افضل النبیین، نبی بالذات) ختم نبوت کے غلط بیان کئے تھے وہ غلط ہیں۔ صحیح معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی حقیقی نہ ہوگا۔ یا عیسیٰ علیہ السلام، حضور علیہ السلام کو جو فلاں جگہ گالیاں دے کر، تحذیر الناس صفحہ ۳ پر ناسمجھ بتا کر کافر ہوا تھا اس سے توبہ کر کے مسلمان ہوتا ہوں۔ آپ اس کا کچھ جواب نہ دے سکے۔

۱۵ :- میں نے تحذیر الناس صفحہ ۲۹ کی عبارت سے نانوتوی کا اقرار پڑھا تھا کہ مجھ سے پہلے اکابر امت میں سے کسی کی سمجھ میں خاتم النبیین کے یہ معنی نہ آئے کہ حضور بالذات نبی ہیں۔ یہ تو میں نے خود بنا کر تیر مار لیا ہے مجھ سے پہلے تمام امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی عقیدہ تھا کہ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں تو نانوتوی کے اقرار سے اسی حصر پر اجماع امت ثابت ہو گیا۔ جس کو آپ بقول نانوتوی ناسمجھ لوگوں کا خیال اور سمجھ دار لوگوں کے نزدیک غلط بنا دیا۔ آپ اس کے جواب سے بھی عاجز رہے۔

۱۶ :- میں نے ختم النبوت فی الآثار صفحہ ۹۰ کی عبارت پڑھی تھی۔ خود متکلم جل مجدہ اپنے کلام کے ایک حقیقی معنی بیان فرماتا ہے اور پھر اس کے رسول جن پر یہ کلام نازل ہوا اسی معنی کی انتہائی وضاحت فرماتے ہیں اور پھر اس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد (صحابۂ کرام) اور پھر تمام علمائے سلف اسی کے معنی کو بیان کرتے ہوئے تصریح کرتے ہیں کہ یہ کلام اپنے ظاہری اور حقیقی معنی پر محمول ہے نہ اس میں مجاز و مبالغہ ہے اور نہ تاویل و تخصیص۔ اس عبارت میں مفتی دیوبند نے اقرار کر لیا ہے کہ اللہ عزوجل نے خود قرآن پاک میں بتا دیا کہ،

"خاتم النبیین" کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی وضاحت سے فرمادیا کہ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ میں سب سے پچھلا نبی ہوں۔ تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم یہی سمجھتے رہے کہ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں۔ تمام علماء امت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ خاتم النبیین کے صرف یہی معنیٰ ہیں کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں اور نانوتوی یہ سمجھے کہ خاتم النبیین کے صرف یہ معنیٰ ہیں کہ حضورؐ سب سے پچھلے نبی ہیں۔ وہ ناسمجھ ہے، تو نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس صفحہ ۳ کی عبارت میں تمام علمائے امت رحمہم اللہ تعالٰی بلکہ تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم بلکہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ خود اللہ عزوجل کو معاذ اللہ ناسمجھ بتا دیا۔ کہئے یہ کتنا سخت کفر ہوا۔ تو آپ اس کے جواب سے بھی عاجز رہے۔

۱۷ :- میں نے کہا تھا خود نانوتوی نے تحذیر الناس صفحہ ۸ پر لکھا۔

"شایان شان محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتمیت مرتبی ہے نہ زمانی"

تو نانوتوی کے نزدیک سب سے پچھلا نبی ہونا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی شان اقدس کے خلاف ہے اور جو وصف خلاف شان اقدس ہو اس کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے ثابت کرنا حضورؐ کی توہین ہے تو نانوتوی کے نزدیک ختم زمانی حضورؐ کے لئے ثابت کرنا معاذ اللہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی توہین ہے تو زمانہ کے اعتبار سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا سب سے پچھلا نبی ہونا اگر بقول آپ کے نانوتوی صاحب نے تسلیم کیا ہے تو اپنی ہی تحریر کی بنا پر حضورؐ کی توہین کی اور کافر ہو گئے۔ آپ سے اس کا بھی جواب نہ ہو سکا۔

۱۸ :- میں نے کہا تھا کہ حسام الحرمین شریف کی تصنیف سے ۵ برس پیشتر فتاوی الحرمین میں تحذیر الناس کی عبارات کفر کو بالترتیب بحوالہ صفحات لکھ کر علمائے حرمین محترمین سے فتوائے کفر نانوتوی کی تصدیقات حاصل کی جا چکی ہیں۔ ملاحظہ ہو فتاوی الحرمین مطبع اہلسنت بریلی شریف صفحہ ۵۰ و ۵۱۔ تو ترتیب بدل دینے کا اعتراض سرے سے ہباءً منثورا ہو گیا۔ آپ اس کا بھی کچھ جواب نہ دے سکے۔

۱۹ :- آپ نے کہا تھا کہ ہر آیت کے لئے ظہر وبطن وحد ومطلع ہے۔ میں نے جواب دیا لفظ خاتم النبیین کوئی ایک آیت مستقلہ ہرگز نہیں بلکہ آیت کریمہ کا ایک لفظ ہے اور تمام امت کا اجماع ہے کہ اس لفظ کے کوئی باطن معنی

نہیں جو معنی اس نے ظاہر ہے سمجھ میں آتے ہیں صرف وہی مراد ہیں جس کا ثبوت آپ کے مقتدا مفتی دیوبند کی کتاب ختم النبوت فی الآثار سے دیا جا چکا۔ اور اجماع کا منکر کافر ہے۔ آپ اس کا جواب بھی نہ دے سکے۔

۲۰:- آپ نے کہا تھا نانوتوی نے خود تحذیر صفحہ ۱۰ پر منکر ختم زمانی کو کافر کہا ہے۔ میں نے جواب دیا یہ تو خود اپنے کافر و مرتد ہونے کا اقرار ہے۔ نانوتوی نے خود صفحہ ۳ پر اقرار کیا کہ سب سے پچھلا نبی ہونا شان محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے تو معلوم ہوا خود نانوتوی حضور کے آخر الانبیاء ہونے کا منکر ہے تو یہ خود اپنے اوپر کافر و مرتد ہونے کا فتوے ہوا آپ اس کا جواب نہ دے سکے۔

۲۱:- آپ نے کہا تھا ”بلکہ“ کا لفظ بتا رہا ہے کہ صفحہ ۱۴ و ۲۸ کی عبارتیں مستقل جملے نہیں ہیں۔ میں نے جواب دیا بلکہ کا لفظ اضراب کے لئے ہے یہاں سے مستقل جملے شروع ہوتے ہیں۔ دونوں قضیئے شرطیہ متصلہ ہیں دونوں کلامیں تام ہیں ماقبل کے جملوں کے جز نہیں۔ آپ اس کے جواب سے بھی عاجز رہے۔

۲۲:- آپ نے میرے اعتراضوں سے مجبور ہو کر مولوی عبدالحی صاحب کا حوالہ دیا کہ انھوں نے بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب فتح الرحمٰن میں خاتم النبیین کے معنی سب سے پچھلے نبی نہیں لکھے بلکہ کچھ اور بتائے۔ اسی طرح ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ و شیخ اکبر و عبدالکریم جیلی و امام شعرانی رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے بھی خاتم النبیین کے معنی کچھ اور بیان کئے ہیں تو اب اس مسئلہ پر اجماع نہ رہا۔ میں نے جواب دیا کہ ان حضرات کی کتابیں تو اس وقت پیش نظر نہیں۔ فرض کر لیجئے کہ ان حضرات نے کچھ بھی لکھا ہو مگر آپ کے پیشوا تو اجماع بتا چکے کہ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں۔ مفتی دیوبند کے فتوے سے تو نانوتوی صاحب کافر ہے۔ آپ نے اس کا جواب بھی نہ دیا۔

۲۳:- آپ نے مثنوی شریف کے دو شعر پڑھ کر یہ بتایا کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خاتم النبیین کے یہ معنی بتائے ہیں کہ حضور بالذات نبی ہیں۔ میں نے کہا مثنوی شریف کے ان دونوں شعروں سے اگر آپ یہ ثابت کر دیں کہ خاتم النبیین کے معنی بالذات نبی ہیں تو میں اپنی شکست تسلیم کر لوں گا۔ آپ اس کا بھی جواب نہ دے سکے۔

۲۴:- اشد العذاب کی عبارت پڑھنے پر آپ نے مجھے بدزبانی کا الزام دیا۔ میں نے جواب دیا کہ میں نے تو اپنی طرف سے ایک لفظ بھی نہیں کہا دیوبندیوں کے مشہور مہذب مولوی مرتضیٰ حسن صاحب کی عبارت پڑھی ہے اسی کا نام بدزبانی ہے تو یہ مولوی دربھنگی صاحب کی بدزبانی ہے۔ اس کا جواب بھی نہ دیا۔

۲۵ :- آپ نے خاتم النبیین کی مثال خاتم الاطباء سے دی اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مثال میں طبیبوں کو پیش کیا - میں نے اس پر کہا کہ طب پر نبوت کا قیاس اور طبیب پر نبی کا قیاس باطل ہے طب کسبی چیز ہے مگر نبوت میں کسب کو مطلق دخل نہیں - آپ اس کے جواب سے بھی عاجز رہے -

۲۶ :- میں نے ختم نبوت فی الآثار صفحہ ۴۹ کی عبارت پڑھی " نبوت ایسی چیز نہیں کہ ایک انسان دوسرے کو عطا کردے یا ایک نبی خواہ وہ نبوت میں کتنا ہی بڑا مرتبہ رکھتے ہوں دوسرے کو نبی بنا دیں بلکہ یہ وہ منصب ہے جو بلا واسطہ خداوند قدوس کی جانب سے فائز ہوتا ہے " تو مفتی دیوبند کے نزدیک کسی نبی کی نبوت بالعرض و بالواسطہ نہیں " بتائیے - آپ کے نزدیک مفتی دیوبند سچے ہیں یا بانی مدرسہ دیوبند (نانوتوی صاحب) - آپ اس کے جواب سے بھی عاجز رہے -

۲۷ :- آپ نے کہا تحذیر الناس صفحہ ۱۴ کی عبارت اگر مستقل کفر ہو تو اعلیٰحضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملفوظات میں تحریر فرمایا ہے کہ چار نبی ایسے زندہ ہیں جن پر ایک آن کے لئے بھی موت طاری ہی نہ ہوئی - خضر و الیاس زمین پر اور عیسیٰ و ادریس آسمان پر - علیہم الصلوٰۃ والسلام - میں نے جواب دیا صفحہ ۱۴ کی اسی عبارت سے پیشتر ہے " ختم اگر باین معنی تجویز کیا جائے جو میں نے تجویز کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا " اس میں صاف بتا دیا کہ خاتم النبیین کے اگر یہ معنی لیے جائیں کہ حضور بالذات نبی ہیں جو نانوتوی صاحب نے گڑھے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی کے خاتم نہ ہوں گے بلکہ بعد میں مبعوث ہونے والے نبیوں کے بھی خاتم ہوں گے - اس کے بعد ہی اس کی توضیح کے لئے وہ جملہ لکھا " بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کوئی اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے " تو پہلے جملے سے صاف معلوم ہو گیا کہ دوسرے جملے میں اور کوئی نبی ہو " کے یہ معنی ہیں کہ اور کوئی نبی مبعوث ہو - اور وہ چاروں انبیاء علیہم الصلوٰۃ و السلام حضور سے پیشتر مبعوث ہو چکے تو الملفوظ شریعت کے کلام پر یہ جملہ صادق ہی نہیں آسکتا - آپ نے اس کا جواب بھی نہ دیا -

۲۸ :- آپ نے کہا کہ جس طرح تحذیر الناس سے قادیانی استناد کرتے ہیں اسی طرح اگلے بزرگان دین کے کلاموں سے بھی استناد کرتے ہیں - (جن کے نام اوپر گزرے) تو کیا وہ حضرات اکابر بھی قادیانیوں کے استاد ہوں گے ؟ میں نے

جواب دیا ان حضرات میں سے کسی نے سب سے پچھلے نبی ہونے کو خلاف شان محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز نہیں بتایا۔ کسی نے یہ نہیں کہا کہ معاذ اللہ سب سے پچھلے نبی ہونے کو فضائل میں کچھ دخل نہیں۔ اور نانوتوی صاحب ان باتوں کے قائل ہیں جیسا کہ میں بتا چکا تو ان حضرات سے قادیانیوں کو کوئی واسطہ نہیں ان سے قادیانیوں کا استناد محض افتراء باطل تو قادیانیوں کے استاد صرف نانوتوی صاحب رہ گئے۔ آپ سے اس کا جواب نہ ہوا۔

۲۹ :- آپ نے لکھی ہے کہ نانوتوی صاحب نے لکھا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور راسخین فی العلم کے علاوہ سب عوام ہیں۔ میں نے جواب دیا اپنے مکتوبات میں انہوں نے لکھا ہو گا مگر تحذیر الناس میں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جملہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم وتمام امت حق کا یہ عقیدہ ہے کہ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں۔ سب کو معاذ اللہ عوام بتا دیا۔ اور عوام کے مقابلہ میں اہل فہم کا لفظ بول کر ان کو ناسمجھ بھی کہہ دیا

آپ سے اس کا بھی جواب نہ ہوا۔

۳۰ :- آپ سے بار بار اس کا مطالبہ کیا گیا کہ علمائے متقدمین وائمہ سلف میں سے کسی نے آیت کریمہ میں لفظ خاتم النبیین کے معنی بالذات نبی بتائے ہوں تو اس کا ثبوت دیجئے۔ آپ اس کا ثبوت نہ دے سکے۔

۳۱ :- میں ختم النبوت فی الآثار سے شفاء شریف کی عبارت پیش کی۔ اس پر آپ نے کہا کہ یہاں حصر اضافی مراد ہے تو یہ عبارت تحذیر الناس کے مخالف نہیں۔ میں نے کہا حصر اضافی ہونے کا کیا ثبوت ہے؟ آپ نے اس کا بھی جواب نہ دیا۔

۳۲ :- میں نے کہا مفتی دیوبند نے عبارت شفاء شریف کا یہ ترجمہ کیا ہے۔

"اس پر امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام بالکل اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہے اور جو اس کا مفہوم ظاہری الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے وہی بغیر تاویل یا تخصیص کے مراد ہے"

اور نانوتوی کے گڑھے ہوئے معنی نبی بالذات ہرگز لفظ خاتم النبیین کے ظاہری معنی نہیں اور نہ خاتم النبیین کے ظاہر لفظ سے نبی بالذات کے معنی مفہوم ہوتے ہیں۔ تو آپ کے مقتدا مفتی دیوبند نے اس پر اجماع امت بتایا کہ خاتم النبیین کے معنی نبی بالذات ہرگز نہیں۔ آپ نے اس کے جواب سے بھی سکوت فرمایا۔

۳۳ :- آپ نے نانوتوی کی عبارت پڑھی۔ بناء خاتمیت اور بات پہ ہے جس سے تاخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم

آتا ہے" میں نے جواب دیا۔ اسی تحذیر الناس صفحہ ۸ پر ہے۔ "ختم نبوت بمعنی معروض کو تاخر زمانی لازم ہے"
ان دونوں عبارتوں سے ثابت ہوا کہ نانوتوی کے گڑھے ہوئے معنی نبی بالذات ہونا ملزوم ہے اور سب سے پچھلا نبی
ہونا اس کو لازم ہے اور صفحہ ۱۴ و ۲۸ پر یہ مضمون ہے کہ حضور کے زمانہ میں یا حضور کے بعد اگر کوئی نبی مبعوث ہو تو بھی
حضور کے خاتم ہونے میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ ظاہر ہے کہ اگر حضور کے زمانہ میں یا حضور کے بعد کوئی نبی ہو تو حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام سب سے پچھلے نبی ہرگز نہیں رہیں گے۔ تو لازم فنا ہو جائے گا اور لازم کے فنا ہونے سے ملزوم بھی فنا ہو جاتا
ہے۔ تو نانوتوی کی گڑھی ہوئی خاتمیت یعنی نبوت بالذات بھی باطل ہو گئی۔ تو نہ خاتمیت ذاتی رہی نہ خاتمیت زمانی
اور حضور کے زمانے میں بلکہ حضور کے بعد بھی نبی جدید کی تجویز باقی رہ گئی۔ اس کا بھی کوئی جواب آپ سے ممکن
نہ ہوا۔

یہ تو میرے ۳۳ سوالات قاہرہ ہیں جو کل سے آپ پر قرض ہیں۔ آپ اپنی بقیہ باتوں پر
میرے سوالات و اعتراضات سننے کے لئے تیار ہو جائیے۔ اور ہو سکے تو ان کے جواب لائیے۔!

۳۴:۔ آپ نے اپنی پہلی تقریر میں تحذیر الناس کا حاصل یہ بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم زمانی بھی ہیں اور
خاتم ذاتی بھی۔ اور دونوں قسم کی خاتمیت لفظ خاتم النبیین سے نکلتی ہے۔ میں کل بتا چکا ہوں کہ نانوتوی کے
نزدیک سب سے پچھلے نبی ہونا حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس کے خلاف ہے تو کیا قرآن کریم اپنے محب
و محبوب دانائے غیوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایسا وصف ثابت فرمائے گا جو حضور کے شایان شان
نہیں۔

۳۵:۔ آپ نے صفحہ ۱۴ و ۲۸ کی عبارتوں کا یہ مطلب بتایا ہے کہ یہاں صرف خاتمیت ذاتی کا ذکر ہے نہ زمانی کا۔
مگر اس عبارت کی ابتدا یوں ہے۔ اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے۔ جیسا اس ہیچمدان نے
عرض کیا (ص ۲۸) اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا (ص ۱۴)۔ ان عبارتوں کا صاف مطلب یہ ہے
کہ خاتم النبیین کے اگر یہ معنی لئے جائیں کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں تو استحالے لازم آئیں گے جو صفحہ ۳ و ۸ پر
مذکور ہیں۔ البتہ اگر اس معنی کو چھوڑ کر نانوتوی کے گڑھے ہوئے معنی بالذات نبی ہونا لئے جائیں تو حضور اپنے سے پہلے
تمام نبیوں کے اور حضور کے بعد بھی جو نبی مبعوث ہوں ان سب کے بھی خاتم ہوں گے۔ بتائیے کیا یہ کفر ہے یا نہیں؟

۳۶ :- آپ نے تحذیر الناس سے خاتمیت زمانی سے[1] مطلق مانا جائے۔ یعنی نانوتوی نے نزدیک خاتمیت ایک جنس ہے اور خاتمیتِ زمانی و ذاتی اس کی دو نوعیں ہیں۔ ذرا مہربانی فرما کر خاتمیت ذاتی و خاتمیت زمانی ان دونوں کی جنس و فصل بیان کر دیجئے اور خاتمیت کے وہ معانی عام بیان کیجئے جو ان دونوں پر صادق آتے ہوں۔

۳۷ :- آپ نے خاتمیتِ زمانی پر تحذیر الناس سے دوسری دلیل یہ بیان کی کہ بطور عمومِ مجاز لفظِ خاتم کی دلالت، دونوں قسم کی خاتمیت پر مطابقی ہو۔ مگر آپ کے مقتدا مفتی دیوبند نے ختم النبوت فی الآثار صفحہ ۶۰ پر۔ اللہ و رسول جل جلالہٗ و صلی اللہ علیہ وسلم و صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم و تمام علمائے سلف رحمہم اللہ تعالیٰ کا اجماع اس مسئلہ پر نقل کیا ہے۔ کہ لفظ خاتم النبیین اپنے ظاہر اور حقیقی معنی پر محمول ہے اس میں نہ کوئی مجاز ہے نہ مبالغہ نہ کوئی تاویل ہے نہ تخصیص۔ مفتی دیوبند اس پر اجماع بتا رہے ہیں کہ لفظ خاتم النبیین میں مجاز نہیں، نانوتوی کہتے ہیں اس میں مجاز ہے۔ بتائیے دونوں میں کون سچا۔

۳۸ :- آپ نے خاتمیتِ زمانی پر تحذیر الناس سے تیسری دلیل قائم کی کہ دونوں میں ہے ذاتی پر دلالتِ مطابقی اور خاتمیت زمانی پر دلالت التزامی۔ اس پر سوال یہ ہے کہ دلالت التزامی کے لئے معنی خارج موضوع لہ کا معنی مطابقی کا لازم ہونا شرط ہے یا نہیں۔ اگر ہے اور ضرور ہے تو اس پر کیا دلیل ہے کہ نبی بالذات کے لئے سب سے پچھلا نبی ہونا لازم ہے اور یہاں لزوم کونسا معتبر ہو گا۔

۳۹ :- آپ نے خاتمیتِ زمانی پر تحذیر الناس کی چوتھی دلیل لکھی کہ احادیث متواترۃ المعنی سے ثابت ہے۔ یہ تو میں پہلے بتا چکا کہ قرآن پاک میں لفظ خاتم النبیین سے سب سے پچھلا نبی مراد لینا نانوتوی کے نزدیک ناسمجھ لوگوں کا خیال ہے تو سب سے پچھلے نبی ہونے کو احادیث متواترۃ المعنی سے نماز کی فرضیت ثابت ہے۔[2] ایسا کہنے والا مسلمان ہے یا کافر۔

۴۰ :- آپ نے خاتمیت زمانی پر تحذیر الناس کی پانچویں دلیل لکھی کہ اجماع امت سے ثابت ہے مگر قرآن پاک سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سب سے پچھلے نبی ہونے سے ثبات کو ناسمجھ لوگوں کا خیال بتا کر اجماع سے اس کو ثابت

---

[1] اصل تحریر میں یہ جملہ یوں ہی لکھا ہوا ہے۔ شاید کوئی لفظ رہ گیا۔

[2] خط کشیدہ فقرہ اصل تحریر میں اسی طرح لکھا ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لفظ رہ گئے۔ ۱۲ مرتب۔

ماننا گیا نانوتوی صاحب کو مسلمان بنادے گا۔ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ روزے کی فرضیت قرآن پاک سے ثابت ماننا ناسمجھ لوگوں کا خیال ہے۔ البتہ اجماع امت سے روزے کی فرضیت ضرور ثابت ہے۔ ایسا کہنے والا مسلمان ہوگا یا کافر؟

۴۱ :- آپ نے اپنی دوسری تقریر میں کہا کہ قادیانی ختم نبوت کے انکار اور نبوت مرزا کے اقرار کی وجہ سے قطعی اجماعاً کافر ہیں۔ اسی طرح ہم بھی کہتے ہیں کہ دیوبندی بھی ختم نبوت کے انکار اور مولوی اشرف علی صاحب کو نبی و رسول کہتے ہوئے دن بھر جاگتے میں ہوش کے ساتھ اللھم صلی علی سیدنا و نبینا و مولانا اشرف علی کو تسلی بخش جاننے کے سبب سے قطعاً اجماعاً کافر ہیں۔

آپ کی تیسری تحریر میں کوئی بات قابل جواب باقی نہیں رہی۔

۴۲ :- آپ نے چوتھی تحریر میں لکھا ہے کہ ختم النبوت فی الآثار میں مرزائی عقیدہ کی تردید کی گئی ہے نہ کہ تحذیر الناس کے مضمون کی۔ میں کہتا ہوں یہ اللہ عزوجل کا مسلمانوں پر فضل و کرم ہے کہ اس نے وکفی اللہ المومنین القتال، کے جلوے دکھا دیئے اور آپ کے پیشوا مفتی دیوبند کے قلم سے قادیانیوں کے رد میں یہ مضمون لکھوا دیئے جن سے تحذیر الناس کے ہر ایک مضمون کا قاہر رد ہوگیا۔ وللہ الحمد وللہ الحمد۔

۴۳ :- آپ نے اپنی توضیحی تقریر میں بتایا ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے مرید نے جوان کو نبی و رسول کہہ کر کلمہ و درود پڑھا تو کلمہ خواب میں تھا اور درود بے اختیاری میں۔ مگر آپ سے میں کہتا ہوں کہ خواب کے حصہ پر تو میرا اعتراض ہی نہیں۔ میرا اعتراض تو اس پر ہے کہ اس مرید نے کہا کہ یہ کہتا ہوں کہ اللھم صلی علی سیدنا نبینا و مولانا اشرف علی حالانکہ اب بے دار ہوں خواب نہیں۔ لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں۔ اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا۔ دیکھئے تھانوی صاحب کا مرید تصریح کر رہا ہے کہ اس روز دن بھر ایسا ہی کچھ خیال رہا کہ اشرف علی صاحب نبی اور رسول ہیں (معاذاللہ) کیا ایسا عذر بے اختیاری شرعاً قابل تسلیم ہے۔

۴۴ :- کیا اگر کوئی شخص دن بھر کلمات کفریہ بکتا رہے اور پھر شام کو یہ عذر کردے کہ میری زبان میرے اختیار میں نہ تھی میں تو چاہتا تھا کہ میں کفر نہ بکوں مگر میری زبان میرے اختیار میں نہ تھی تو کیا اس کا یہ عذر اس کو کفر سے

بچائے گا؟

۴۔ اپنے گھر کی بھی آپ کو کچھ خبر ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم صفحہ ۳۶ پر آپ کے مذہبی پیشوا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی شفاء شریف سے نقل کرتے ہیں کہ

الوجہ الثانی وھو ان یقول القائل لما قال فی جھتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیر قاصد للسب والازراء ولا معتقد الہ ولکنہ تکلم بکلمۃ الکفر من لعنہ او سبہ او تکذیبہ او اضافۃ ما لا یجوز علیہ او نفی ما یجب لہ مما ھو فی حقہ علیہ السلام نقیصۃ (الی ان قال) او یاتی بسفہ من القول او قبح من الکلام او نوع من السب وان ظھر بدلیل حالہ انہ لم یعلمہ ذمہ ولم یقصد سبہ اما لجھل او لضجر او سکر او قلۃ مراقبۃ وضبط اللسان اوعجزمۃ او تھور فی کلامہ فحکم ھذا الوجہ حکم الوجہ الاول۔ القتل دون تلعثم۔

یعنی شفا شریف میں امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ قائل نے جو کلمہ حضور کی شان میں بولا اس سے اس کو حضور کی توہین و تنقیص مقصود نہیں لیکن اس نے کلمہ کفر بولا یعنی معاذ اللہ حضور پر لعنت کی۔ یا حضور کو گالی دی۔ یا حضور کو جھوٹا کہا۔ یا حضور کی طرف ایسی چیز منسوب کی جو حضور کے شایان شان نہیں۔ یا حضور سے ایسی چیز کی نفی کی جو آپ کے لئے واجب ہے ان باتوں میں سے جو حضور کے لئے عیب ہیں۔ یا کوئی بے ہودہ بات کہی۔ یا کوئی برا کلام بولا۔ اگرچہ اس کے حال کی دلیل سے ظاہر ہوتا ہو کہ اس نے حضور کو برا کہنے کا ارادہ نہیں کیا اور حضور کی توہین کرنے کی نیت نہ کی۔ اس نے کلمہ کفر اپنی جہالت سے بک دیا یا شدید مصیبت کی وجہ سے۔ یا کسی نشہ کی وجہ سے۔ یا زبان کی بے اختیاری کی وجہ سے۔ یا گفتگو سے عاجز ہو کر۔ یا کلام میں جسارت کرنے کی وجہ سے تو اس صورت کا بھی حکم وہی پہلی صورت کا حکم ہے تو وہ کافر ہو گیا۔ اس کو بغیر توقف کے قتل کر دیا جائے۔

آپ کے پیشوا گنگوہی صاحب تو کلمۂ کفر بکنے میں زبان کی بے اختیاری کو عذر نہیں مانتے۔ اور آپ اسی بے اختیاری کو عذر بنا کر تھانوی صاحب کے مرید کو کفر سے بچا رہے ہیں۔ بتائیے گنگوہی صاحب کے فتوے سے آپ کی تاویل باطل ہوئی یا نہیں اور آپ کفر کے حامی ہوئے یا نہیں ؟

۴۶ :۔ آپ کے نزدیک کسی پیر کا اپنے مرید کی محبت اور صادق قلبی کا امتحان لینے کے لئے اپنے آپ کو رسول کہلوا کر اس سے اپنا کلمہ پڑھوانا کفر ہے یا نہیں ؟ اگر نہیں تو صاف اس کی تحریر دیجئے۔ اور اگر کفر ہے تو اب آپ ہی بتائیے کہ حضرت شبلی و حضرت محبوب الٰہی و جامع الفوائد الفؤاد رحمۃ اللہ علیہ پر آپ کا کیا فتویٰ ہے ؟ ہمارے نزدیک تو یہ عبارت کسی بے دین کی لاحق کردہ ہے۔ کسی غیر نبی کو نبی کہنے والے کا کافر و مرتد ہونا ضروریات دین میں سے ہے۔ ضروریات دین کے خلاف کوئی بات مسموع نہیں ہو سکتی۔ کسی عدیم الحیا مسلوب ایمان نے یہ عبارت فوائد الفؤاد میں ملادی اور حضرات مذکورین کا دامن ولایت یقیناً اس افتراء سے پاک ہے۔ رہے وہ مسلمان جنہوں نے فوائد الفؤاد میں یہ عبارت دیکھی ان سب پر بھی ہمارا حسن ظن یہی ہے کہ انہوں نے اس عبارت کو کسی بے دین کا الحاق سمجھا۔ آپ کے پاس کوئی دلیل ہرگز نہیں جس سے آپ ثابت کر سکیں کہ فوائد الفؤاد کو دیکھنے والے تمام مسلمانوں نے اس عبارت کو حق جانا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

۴۷ :۔ تھانوی صاحب کے مرید نے تو اس واقعہ کو غلطی بھی خیال کیا۔ مگر پیر صاحب اس کو غلطی بھی نہیں مانتے۔ بلکہ اس بات کو کہ مرید نے جاگتے میں ہوش کے ساتھ دن بھر اللّٰھم صلی علی سیدنا و نبینا و مولانا اشرف علی پڑھا۔ اس کو اس مرید کے لئے باعث تسلی بنا رہے ہیں تو پیر کی حالت مرید سے بھی بدتر ہوئی یا نہیں ؟

۴۸ :۔ اس واقعہ کو اپنے ماہوار اردو رسالہ میں چھاپ کر اپنے عام و خاص مریدوں میں شائع کر دیا تاکہ اور مرید بھی اسی راستہ پر آئیں اور تھانوی صاحب کو معاذ اللہ رسول کہہ کر سوتے میں ان کا کلمہ اور جاگتے میں دن بھر ہوش کے ساتھ اپنے پیر کو نبی کہہ کر ان پر درود پڑھیں اور اس طرح اپنے پیر تھانوی کے متبع سنت ہونے کی تسلی حاصل کریں۔

۴۹ :۔ آپ نے کہا تھا کہ تھانوی صاحب نے اس تعبیر سے رجوع کر لیا ہے۔ مگر جناب وہ در الامداد ۵ جمادی الاخریٰ

۱۳۳۶ھ صفحہ ۲۰ پر لکھتے ہیں۔

در باقی مجھ کو اس پر اصرار نہیں۔ اگر یہ خواب وسوسۂ شیطانی ہو یا کسی مرض دماغی سے ناشی و پیدا ہوا ہو، اور اس کی یہ تعبیر نہ ہو۔ لیکن غلط تعبیر دینا ایک وجدان کی غلطی ہوگی جس پر کوئی الزام نہیں ہو سکتا۔"

تعبیر خواب ہی کی ہوتی ہے۔ خواب پر ہمیں اعتراض نہیں۔ اصل کفر تو اس امر میں ہے کہ تھانوی صاحب کے مرید نے جاگتے میں ہوش کے ساتھ دن بھر اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَمَوْلَانَا اشرف علی پڑھا اور تھانوی صاحب نے اس واقعۂ بیداری کو غلط نہ مانا اس کو تسلی بخش بتایا۔ نہ اس سے رجوع کیا۔ ہو سکے تو اس الزام کو دفع کیجئے۔

۵۰۔ آپ نے کہا تھا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "جزاء اللہ عدوہ" میں لکھا کہ ہر نعمت جو تمام عالم میں ملی یا ملتی ہے یا ملے گی وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر بٹی یا بٹتی ہے یا بٹے گی۔ اس سے آپ نے نبوت کو بالذات و بالعرض کی طرف منقسم کر دیا۔ مگر آپ کو بتاتا ہوں یہاں وہی نعمتیں مراد ہیں جن میں اس بات کی قابلیت ہے کہ وہ کسی کے ہاتھ پر بٹیں۔ اور نبوت ایسی چیز ہی نہیں کہ بارگاہِ الٰہی سے کسی کو بالواسطہ مل سکے۔ اس مضمون کی تصریح آپ کے مقتدا مفتی دیوبند ختم النبوۃ فی الآثار کے صفحہ ۴۹ پر لکھ چکے ہیں۔

یہ تحریر بطور املاء تین چار صاحبوں سے لکھوائی ہے اور تنگی وقت کی وجہ سے خود نظر نہیں ڈال سکا ہوں لہٰذا اگر کوئی لفظی کمزوری رہ گئی ہو تو اس کی اصلاح کا حق محفوظ ہے۔ اس تحریر میں بوجہ اختصار جہاں کہیں نانوتوی آیا ہو وہاں مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی۔ اور گنگوہی کے بدلے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور تھانوی کی جگہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی سمجھا جائے۔

فقیر ابو الفتح عبید الرضا محمد حشمت علی خاں قادری رضوی مجددی لکھنوی غفرلہٗ

نوٹ از مرتب

پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ مولوی حشمت علی صاحب رات کے پورے وقت میں یہ بیان لکھ کر لائے تھے اور نقل بھی ساتھ ہی تیار کر کے لائے تھے جو آتے ہی انہوں نے مولانا محمد منظور صاحب کے حوالہ کر دی تھی۔ مولانا نے ان سے کہا کہ جو بیان آپ نے رات بھر کی عرق ریزی اور دماغ سوزی سے تیار کیا ہے اس کا جواب مقررہ وقت آدھ گھنٹہ میں نہیں دیا جا سکتا۔ لہٰذا کم از کم دو گھنٹہ کا وقت اس کے جواب کی تحریر کے لئے مجھے ملنا چاہئے۔ لیکن مولوی حشمت علی صاحب (جو کبھی کسی معقول بات کو ماننے کے لئے تیار ہوا ہی نہیں کرتے) اس کے لئے راضی نہیں ہوئے۔ اور آپ نے صاف کہہ دیا کہ آپ کو جو جواب دینا ہو بس آدھ گھنٹہ کے اندر ہی اندر دے دیں وقت مقررہ سے ایک منٹ زیادہ بھی آپ کو نہیں دیا جا سکتا۔ اور یہ کہہ کر مندرجہ بالا بیان تحریری کی تلاوت شروع کر دی۔

مولانا محمد منظور صاحب نے وقت کی تنگی کا لحاظ رکھتے ہوئے مولوی حشمت علی صاحب کی اس تلاوت کے دوران ہی میں مختصر تحریری جواب تیار کرایا۔ جس میں صرف اجمالی اشارات پر اکتفا کیا اور اپنی نوبت کے پورے آدھ گھنٹہ میں اس کی تفصیل و توضیح میں تقریر فرمائی۔

ناظرین کرام حضرت مولانا کا یہ تحریری بیان مع توضیحی تقریر کے آگے ملاحظہ فرمائیں۔ ہم امتیاز کے لئے تحریری حصہ حسب سابق حاشیہ چھوڑ کر درج کریں گے۔

☆

میں چونکہ اس بحث کی پوری تفصیل پہلے کرچکا ہوں اس لئے اب اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں سمجھتا۔

میں نے عرض کیا تھا کہ تحذیر الناس کا موضوع ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر قسم کی خاتمیت (ذاتی، زمانی، مکانی) کی حفاظت ہے۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا ہے کہ اس کا موضوع یہ نہیں ہے۔ بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کچھ خاتم النبیین ثابت کرنا اس کا موضوع ہے۔ اس کے جواب میں میں نے عرض کیا ہے کہ۔

۵۔ "تحذیر الناس کا موضوع وہی ہے جو میں عرض کرچکا ہوں۔ طبقات الارض والی حدیث سے مسئلہ خاتمیت پر جو شبہ ہوتا تھا اس کو حل کرکے تین حیثیتوں سے حضورؐ کو خاتم ثابت کیا گیا ہے"

آپ نے علماء دیوبند کی تکفیر کو جائز ثابت کرنے کے لئے پھر قادیانیوں کی تکفیر کا ذکر کیا ہے حالانکہ میں اس کا بہت مفصل جواب پہلے دے چکا ہوں۔ اور بتلاچکا ہوں کہ دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اب بھی میرا یہی جواب ہے کہ۔

۶۔ "قادیانیوں پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ جس کی تفصیل پہلے کی جاچکی ہے"

حاضرین کرام کو یاد ہوگا میں اپنے کل کے بیانات میں کافی روشنی ڈال چکا ہوں کہ قادیانی ادعاء اسلام کے باوجود کیوں قطعی تکفیر کے مستحق ہیں اور حضرات علماء دیوبند کو کافر کہنے والے کیوں خدا کے مجرم اور شریعت کے باغی ہیں۔ اب میں اس تمام بحث کے اعادہ کی ضرورت نہیں سمجھتا۔

آپ نے پھر اس چیز کو دہرایا ہے کہ چونکہ تحذیر الناس کے وہ تینوں فقرے جو حسام الحرمین میں نقل کئے گئے ہیں مستقل جملے ہیں۔ اس لئے ان کی ترتیب بدل جانے سے مطلب پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ میں اس کا مفصل جواب پہلے عرض کرچکا ہوں کہ خان صاحب کے ترتیب بدل دینے سے مضمون میں کس قدر اور کیوں کر تبدیلی ہوگئی۔ چنانچہ اب بھی میں نے اسی کا حوالہ دیتے ہوئے عرض کیا ہے کہ۔

۷۔ "میں ثابت کرچکا ہوں کہ تحذیر الناس کے صفحہ ۱۴ و ۲۸ کے فقروں کا ابتدائی حصہ جو ان سے خاص تعلق رکھتا تھا وہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے نقل کرنے سے چھوڑ دیا جس کی وجہ سے یقیناً معنی بدل گئے"

بہرحال یہ بات تو بالکل بدیہی ہے کہ حسام الحرمین میں تحذیر الناس کے جو فقرے ترتیب پلٹ کر لکھے گئے ہیں ان کے معنی میں غیر معمولی تبدیلی ہوگئی۔ اور اس کا فیصلہ تو بڑی آسانی سے حکم کے ذریعہ ہوسکتا ہے۔ کسی صاحب فہم کے سامنے حسام الحرمین اور تحذیر الناس رکھ دی جائے وہ فیصلہ کردے گا کہ حسام الحرمین میں جس طرح ترتیب بدل کر تحذیر الناس کی عبارات

نقل کی گئی ہیں اس سے معنی میں تبدیلی ہوئی یا نہیں ؟ مگر مجھے یقین ہے کہ آپ کسی غیر جانبدار حکم پر ہرگز راضی نہ ہوں گے کیوں کہ آپ خود جانتے ہیں کہ فیصلہ آپ کے خلاف اور میرے حق میں ہوگا۔ کیونکہ بحمد اللہ میں ہی حق پر ہوں۔

آپ نے پھر اس کو دھرایا ہے کہ مفہوم خاتمیت کو ختم زمانی ہی میں محصور کرنے پر تمام امت کا اجماع ہے۔ اور پھر آپ نے شفا، کی اس عبارت کا حوالہ دیا ہے جو ختم النبوت فی الآثار صفحہ ۸ پر منقول ہے۔ میں آپ کے اس خیال کا مفصل اور مدلل رد کر چکا ہوں۔ اور بتلا چکا ہوں کہ شفا، کی عبارت میں فی الحقیقت ملحدین کی تاویلات و تخصیصات کی نفی مقصود ہے۔ نہ کہ وہ حصر جس کے آپ مدعی ہیں جیسا کہ اس عبارت کا سیاق و سباق شاہد ہے۔ آپ ابھی تک میرے اس جواب پر کوئی نقض نہیں کر سکے ہیں اور پھر اسی چیز کو دھرا رہے ہیں۔ میں نے یہاں پھر جواب میں وہی عرض کیا ہے۔ کہ۔

——— ۸ :۔ " میں بار بار عرض کر چکا ہوں کہ حصر پر ہرگز اجماع نہیں۔ ختم النبوت فی الآثار کی عبارت کو بغور دیکھئے اس میں ملحدین کی تاویلات و تخصیصات کا انکار کیا گیا ہے "

اور فیصلہ کی ایک آسان صورت یہ بھی ہے کہ ختم النبوت فی الآثار کے مصنف بحمد اللہ زندہ ہیں ان سے دریافت کر لیا جائے کہ آپ نے شفا، کی عبارت کیا سمجھ کر نقل کی ہے۔ مگر یقین ہے کہ آپ اس پر بھی آمادہ نہ ہوں گے کیوں کہ خود آپ کو اپنی کمزوری کا یقین ہے۔

قادیانی کی استادی شاگردی کا پھر آپ نے تذکرہ کیا ہے حالانکہ شروع سے اب تک قریباً ہر بیان میں میں نے آپ کو اس کا جواب دیا ہے اور میں بار بار بتلا چکا ہوں کہ تحذیر الناس سے انکار ختم نبوت زمانی نکالنے کا سبق مرزائیوں نے آپ کے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ہی سے سیکھا ہے۔ پس اس باب میں مرزائیوں کے استاد فاضل بریلوی ہی ہیں نہ کوئی اور۔

نیز میں اپنے گزشتہ بیانوں میں یہ بھی واضح کر چکا ہوں کہ مصنف تحذیر الناس رح کے عقیدے اور تحذیر الناس کی تصریحات کی رو سے مرزا قادیانی اور سارے مرزائی کافر ٹھہرتے ہیں۔ لیکن بایں ہمہ آپ برابر یہی کہے جا رہے ہیں کہ اس بارے میں قادیانی مصنف تحذیر الناس کے شاگرد ہیں۔ بہر حال اس کے جواب میں، میں نے صرف یہ عرض کیا ہے کہ۔

——— ۹ :۔ " استادی شاگردی کا جواب بھی آپ پا چکے ہیں مجھے بار بار دہرانے کی ضرورت نہیں "

آپ نے پھر اس مرتبہ " اشد العذاب صفحہ ۱۵ " کی عبارت لکھی ہے حالانکہ میں پوری تفصیل کے ساتھ اس پر کلام کر چکا ہوں کہ ہمارے آپ کے موجودہ مقدمہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ بسکت جواب پانے کے بعد بھی پھر اسی کا ذکر کرنا اور جواب الجواب سے خاموش

رہنا عاجزی کی دلیل ہے۔ اس لئے میں نے اس کے جواب میں صرف یہی عرض کیا ہے کہ۔

——۱۰۔ " مولانا مرتضیٰ حسن صاحب مدظلہ کی عبارت کا آپ کے مدعا سے کوئی تعلق نہیں۔ پھر بار بار اسی کا

ذکر کرنا عاجزی کی دلیل ہے "

چونکہ میں پہلے یہ بحث تفصیل سے کر چکا ہوں اس لئے یہاں اسی اجمالی جواب پر اکتفا کرتا ہوں۔

آپ نے تحذیر الناس صفحہ ۲۹ کی عبارت کا پھر حوالہ دیا ہے اور بڑی دیدہ دلیری سے پہلی کے متعلق یہ دعویٰ کیا ہے

کہ اس میں خود مصنف تحذیر الناس نے اقرار کیا ہے کہ مجھ سے پہلے تمام امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی عقیدہ تھا کہ خاتم

النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں " الخ —— اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ افتراء اور

بہتان کے باب میں نہایت بیباک اور بڑے بہادر ہیں۔ میں اپنے کل کے بعض بیانات میں تحذیر الناس صفحہ ۲۹ کی پوری عبارت پڑھ

کر آپ کو اور تمام حاضرین کو دکھلا چکا ہوں کہ وہاں اس مضمون کا نام و نشان بھی نہیں جس کے آپ مدعی ہیں۔ بلکہ وہاں تو سرے

سے " خاتم النبیین " کی تفسیر ہی میں بحث نہیں، وہ سارا کلام تو اثر ابن عباس رضؓ کی تاویلات پر ہے، اس جواب کے پا جانے، اور

افتراء و بہتان کا پردہ چاک ہو جانے کے بعد بھی اسی چیز کو پھر زبان پر لانا فی الحقیقت بڑی دیدہ دلیری ہے۔ بخدا اگر میری زبان سے

ایسی غلط بات نکل جاتی تو مجھ کو تو کبھی مدت العمر اس کے زبان پر لانے کی جرأت نہ ہوتی، لیکن آپ ماشاء اللہ اس باب میں بڑے بہادر

ہیں۔ کہ خواہ کیسی ہی کمزوری اور قابل شرم بات منہ سے نکل جائے اور اس کی کمزوری اور لغویت معلوم بھی ہو جائے مگر اس کے

اہرانے سے آپ کو ذرا ندامت لاحق نہیں ہوتی۔ سچ ہے۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

بہرحال اس کے جواب میں میں نے صرف اتنا عرض کیا ہے کہ۔

——۱۱۔ " صفحہ ۲۹ والی عبارت کا جواب اس سے پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ میری پہلی تحریریں دیکھئے "

آپ نے ختم النبوت فی الآثار صفحہ ۹۰ کی ایک عبارت کا بھی حوالہ دیا ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ " اللہ تعالیٰ اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اور صحابہ کرام و تابعین عظام و علماء اعلام سب ہی نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ " خاتم النبیین " کا مفہوم صرف

زمانی میں منحصر ہے " —— حالانکہ اس عبارت میں اس چیز کا خفیف نشان بھی نہیں، وہاں تو صرف یہ بیان کیا جا رہا ہے

کہ بہ آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، آثار صحابہؓ، ارشادات تابعینؒ اور تصریحات علماء سلفؒ سے یہ چیز پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی

کہ "خاتم النبیین" کے معنی "آخر النبیین" ہیں تو پھر کسی کو حق نہیں کہ وہ ان معروف معنی کو چھوڑ کر "خاتم المحدثین، اور خاتم المفسرین" وغیرہ پر قیاس کر کے مجازی معنی لے ——— اور یہ بیشک صحیح ہے۔ لیکن مصنف تحذیر الناس نے ان مشہور معنی کو چھوڑا ہے نہ حقیقت کا انکار کر کے کسی مجاز کو اختیار کیا ہے۔ بلکہ ان کا مدعا تو یہ ہے کہ ختم زمانی کے ساتھ ختم مرتبی بھی اس کا مدلول ہے۔ اور اسی ایک لفظ خاتم النبیین سے حضورؐ کے لئے دونوں قسم کی خاتمیت ثابت ہوتی ہے اور اس کے خلاف نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں، نہ آثار صحابہؓ میں، نہ ارشادات تابعین میں۔ چنانچہ میں نے عرض کیا ہے کہ۔

——— ۱۲ :- " قرآن مجید اور احادیث کریمہ اور اقوال صحابہ و تابعین و ارشادات علماء راسخین میں کہیں مذکور نہیں کہ حضورؐ کی خاتمیت صرف ختم زمانی میں منحصر ہے "

بلکہ میں تو صریح حدیث پیش کر چکا ہوں کہ ہر آیت کے لئے ایک ظاہری معنی ہوتے ہیں اور ایک باطنی " نیز حضرت ابو الدرداء صحابی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بھی الدولۃ المکیہ کے حوالے سے نقل کر چکا ہوں کہ "کوئی شخص اسوقت تک کامل فقیہ نہیں نہیں ہوتا جب تک کہ آیات قرآن کے لئے متعدد محامل نہ نکال سکے " پس کسی ایک آیت کے متعلق بھی یہ دعویٰ درست نہیں ہو سکتا کہ اس کے بس یہی ایک معنی ہیں۔

اس مرتبہ آپ نے پھر اس افسوسناک بہتان کا اعادہ کیا ہے کہ مصنف تحذیر الناس کے نزدیک خاتمیت زمانی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس کے خلاف ہے اور اس واسطے اس کا ثابت کرنا حضورؐ کی توہین ہے (معاذ اللہ)۔ میں پہلے ہی آپ کے اس بہتان کا رد کر چکا ہوں اور بتلا چکا ہوں کہ اس میں ذرہ برابر بھی صداقت نہیں۔ اور تحذیر صفحہ ۳ کے جس ناتمام فقرہ پر آپ اس بہتان کی بنیاد رکھ رہے ہیں میں اس کا صحیح مطلب بھی پوری وضاحت کے ساتھ بیان کر چکا ہوں اور ثابت کر چکا ہوں کہ اس فقرہ کا مطلب بیان کرنے میں آپ افسوسناک خیانت اور شرمناک تحریف سے کام لے رہے ہیں۔ بہر حال چونکہ اس چیز پر میں اپنے پہلے بیانات میں کافی روشنی ڈال چکا ہوں۔ لہٰذا اب اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ اس واسطے یہاں اس کے جواب میں میں نے صرف یہ عرض کیا ہے کہ۔

——— ۱۳ :- " تحذیر صفحہ ۸ کی عبارت میں آپ سخت خیانت سے کام لے رہے ہیں۔ اُس جگہ تو صاف مذکور ہے کہ حضورؐ کی خاتمیت ذاتی و زمانی دونوں قسم کو حاوی ہے۔ پھر اس عبارت کے خاتمہ پر صفحہ ۱۰ والی عبارت آپ میری تحریر میں ملاحظہ فرمائیے جس میں ختم نبوت زمانی کے منکر کو بدلائل قاہرہ کافر ثابت کیا گیا ہے "

بہر حال چونکہ صفحہ ۸ کی وہ پوری عبارت اور اس کا صحیح مطلب میں کل آپ کے اور تمام حاضرین جلسہ کے سامنے پیش کرچکا ہوں اور دلائل کی روشنی میں آپ کی غلط گوئی اور بہتان طرازی ثابت کرچکا ہوں اس لئے یہاں اسی مختصر جواب پر اکتفا کرتا ہوں۔

آپ نے اس مرتبہ پھر " فتاویٰ الحرمین " کا ذکر کیا ہے اور پھر یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس میں تحذیرالناس کی عبارات کو بالترتیب بحوالہ صفحات لکھ کر کفر کا حکم لگایا گیا ہے اور علماء حرمین نے اس سے اتفاق کیا ہے۔ میں اس کے جواب میں پہلے ہی عرض کرچکا ہوں کہ اس وقت بحث حسام الحرمین کی ہے اور اسی کے متعلق میرا دعویٰ ہے کہ اس میں تحذیرالناس کی عبارت نقل کرنے میں خیانت اور تحریف سے کام لیا گیا ہے۔ فتاویٰ الحرمین کے متعلق میری بحث نہیں ہے۔ الغرض اب بھی میرا یہی جواب ہے۔ چنانچہ میں نے عرض کیا ہے۔

——۱۴:۔ " آپ حسام الحرمین کی خیانت تسلیم کرلیجئے، پھر فتاویٰ الحرمین کا بھی نہایت مسکت جواب پیش کر دیا جائے گا "

اور انشاء اللہ ثابت کر دیا جائے گا کہ اس میں حسام الحرمین سے بھی زیادہ سنگین تحریف اور افسوسناک خیانت ہے۔

آپ نے اس مرتبہ پھر یہ لغو بات کہی ہے کہ " چونکہ " خاتم النبیین " مستقل آیت نہیں ہے بلکہ آیت کا ایک لفظ ہے اس لئے وہ حدیث " لکل اٰیۃ منہا ظہر و بطن " کے تحت میں نہیں آتا " میں اس کے جواب میں پہلے ہی عرض کرچکا ہوں کہ کسی آیت کے باطنی معنی اسی طرح لئے جا سکیں گے کہ اس کے مفردات کے بھی باطنی معنی لئے جائیں، یہ نہیں ہو سکتا کہ مفردات تو سب ظاہری معنوں پر محمول ہوں اور آیت کے معنی باطنی بن جائیں۔

علاوہ ازیں میں نے اپنے پہلے کسی بیان میں آپ کے اعلیٰ حضرت کی کتاب " الدولۃ المکیۃ " کی عبارت پیش کی تھی جس میں تصریح ہے کہ کامل تفقہ یہی ہے ------- کہ قرآن کریم کے ایک لفظ کو متعدد معانی پر محمول کیا جائے چنانچہ یہاں بھی میں نے اسی جواب پر اقتصار کیا ہے اور عرض کیا ہے کہ۔

——۱۵:۔ " الدولۃ المکیۃ صفحہ ۳۴ کی عبارت میں یہ لفظ موجود ہیں۔ " قد فسرہ بعضہم بان المراد ان یری اللفظ الواحد یحتمل معانی متعددۃ فیحملہ علیہا اذا کانت غیر متضادۃ۔ الخ " لہٰذا صرف لفظ خاتم النبیین سے دونوں معنی (ختم ذاتی و زمانی)

نکالنا کمال تفقہ ہے۔"

اور یہ کہنا کہ لفظ خاتم النبیین کے مفہوم ختم زمانی میں منحصر ہونے پر امت کا اجماع ہو چکا ہے محض ادعاء باطل ہے جس کا بار بار رد کیا جا چکا ہے۔

میں نے اپنے کسی بیان میں تحذیر الناس صفحہ ۱۰ کی عبارت پیش کی تھی جس میں مصنف تحذیر الناس رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن و حدیث اور اجماع امت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ختم نبوت زمانی ثابت کرکے اس کے منکر کو صریح الفاظ میں کافر لکھا ہے ـــــ آپ نے اس کے متعلق پہلے بھی کہا تھا اور اب پھر کہا ہے کہ ـــــ " یہ تو خود اپنے کافر و مرتد ہونے کا اقرار ہے"۔ شوق تکفیر کی اس سے زیادہ افسوسناک مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ کسی کتاب کے مختلف صفحات کے مختلف فقروں کو آگے پیچھے کرکے ایک مسلسل عبارت بنا کر اس سے زبردستی ختم نبوت زمانی کا انکار نکالا جائے۔

اور اسی کتاب میں جہاں صراحۃً ختم نبوت زمانی کا اثبات بلکہ اس کے منکر کی تکفیر بھی مذکور ہو جس سے مصنف کتاب کا مسلک اس بارہ میں واضح ہوتا ہو اس کو کفر و ارتداد کا اقرار کہا جائے یا للعجب! بہرحال یہاں اس کے جواب میں میں نے صرف اتنا عرض کیا ہے کہ۔

ـــــ ۱۶:- "مولانا صفحہ ۱۰ کی عبارت ان کے مسلک کو واضح کر رہی ہے اس کو اقرارِ کفر قرار دینا انتہائی دیدہ دلیری ہے"۔

آپ نے اس چیز کا اعادہ کیا ہے کہ صفحہ ۱۴ و ۲۸ کے فقروں میں "بلکہ" کا لفظ چونکہ اضراب کے لئے ہے اس لئے وہاں سے مستقل جملے شروع ہوتے ہیں۔ اور دونوں قضیئے شرطیہ متصلہ ہیں جن کا ماقبل سے کوئی خاص تعلق نہیں"۔ میں پہلے بہ تفصیل بتا چکا ہوں کہ یہ دونوں جملے محل جزا میں ہیں اور ان کی شرط اوپر مذکور ہے جس کو مولوی احمد رضا خان صاحب نے نقل کرنے سے چھوڑ دیا ہے اور "بلکہ" کا لفظ عاطف ہے اور اسی کے ذریعہ سے اس کا مابعد ماقبل سے ربط کھا رہا ہے۔ بہرحال چونکہ میں اپنے پہلے بیانات میں اس مضمون پر تفصیلی روشنی ڈال چکا ہوں اس لیے یہاں میں نے صرف اتنا ہی عرض کیا ہے کہ

ـــــ ۱۷:- "بلکہ کا لفظ خود اس پر دال ہے کہ لاحق کا سابق سے خاص تعلق ہے"۔

اگر آپ کی سمجھ میں یہ بات نہ آتی ہو تو کسی اچھے اردو داں کے سامنے دونوں عبارتیں صفحہ ۱۴ و ۲۸ کی رکھ دیجئے اور اس سے فیصلہ کرا لیجئے کہ ان میں "بلکہ" کے مابعد کو ماقبل سے خاص ربط ہے یا نہیں اور "بلکہ" سے پہلی عبارت چھوڑ دینے سے مضمون خبط

ہوجاتا ہے یا نہیں ؟

میں نے آپ نے اس دعوے کے ابطال کے لئے کہ "معنی خاتم النبیین" ختم زمانی میں منحصر ہونے پر تمام امت کا اجماع ہے۔ حضرت مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ "دافع الوسواس" سے علامہ بحرالعلوم رح کی کتاب "فتح الرحمٰن" کا حوالہ دیا تھا کہ اس میں اس حصر کے خلاف تصریح موجود ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے کہا ہے کہ خواہ انہوں نے کچھ لکھا ہو مگر، ختم النبوۃ فی الآثار میں تو اس حصر پر اجماع تسلیم کرلیا گیا ہے۔ لہٰذا اس کے مصنف (مولانا محمد شفیع صاحب) کے فتوے سے تو مصنف تحذیر الناس کافر ہو ہی گئے" مجھے آپ کی اس جرأت پر رہ رہ کر تعجب ہوتا ہے۔ میں بار بار بتلا چکا ہوں کہ جس حصر کے آپ مدعی ہیں ختم النبوت فی الآثار میں اس کا نام ونشان بھی نہیں اور نہ کوئی اور ہی اس اجماع کا ثبوت ہے۔ مگر آپ وہی سبق رٹے جاتے ہیں۔ بہر حال میں نے یہاں پھر عرض کیا ہے کہ۔

۱۸۱۔ "دعوائے اجماع کا جواب بار بار دیا جاچکا ہے آپ قیامت تک حصر پر اجماع کا ثبوت پیش نہیں کرسکتے"

میں نے آپ کے اسی دعوائے اجماع کے ابطال کے لئے مولانا رومی علیہ الرحمۃ کی مثنوی سے دو شعر بھی پیش کئے تھے اور اپنے پہلے کسی بیان میں ان کے مطلب پر بھی روشنی ڈالی تھی اور بتلایا تھا کہ ان اشعار میں حضورؐ کی خاتمیت کی جو تفسیر کی گئی ہے وہ معنی معروف (ختم زمانی) کے علاوہ ہے۔ اور قریب قریب وہی ہے جس کا نام مصنف تحذیر الناس کی اصطلاح میں ختم ذاتی ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے کہا ہے کہ اگر یہ ثابت ہوجائے کہ ان شعروں میں "خاتم النبیین" کے معنی نبی بالذات لئے گئے ہیں تو میں اپنی شکست تسلیم کرلوں گا۔ ان اشعار کو میں نے اپنے جس دعوے کے ثبوت میں پیش کیا ہے وہ صرف یہ ہے کہ "خاتم النبیین کے معنی خاتم زمانی کے معنی میں منحصر نہیں اور میرے اس مدعا کا ثبوت ان شعروں سے بالکل واضح ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ عارف رومی رح نے ان اشعار میں "خاتم" کی جو تفسیر کی ہے وہ مولانا نانوتوی مرحوم کی تحقیق سے بہت قریب ہے۔ جس کی تفسیر مثنوی کی شروح میں دیکھی جاسکتی ہے[1]۔ لیکن آپ کا حال یہ ہے کہ میں کوئی بدیہی سے بدیہی چیز بھی کہوں تو آپ اس کے انکار پر تیار ہیں۔ لہٰذا اس کا فیصلہ کہ مثنوی کے اشعار سے میرا مدعا پورا ہوتا ہے یا نہیں

---

[1] شروح مثنوی کی وہ عبارات رسالہ ہذا کے صہ پر درج ہوچکی ہیں۔

تحکم ہی کے ذریعہ سے ہوسکتا ہے اور میں اس کے لئے بالکل تیار ہوں۔ چنانچہ میں نے عرض کیا ہے کہ۔

۱۹:۔ " مثنوی شریف کے دونوں شعروں سے میرا مدعا یقیناً ثابت ہے۔ شارحین مثنوی کا کلام دیکھئے اور کسی کو حکم بنا کر فیصلہ کرلیجئے "

میں نے خاتم النبیین کی تفسیر کے بارہ میں مصنف تحذیر الناس حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کو آسان کرکے سمجھانے کے لئے " خاتم الاطبار " کی مثال دی تھی، آپ نے از راہ خوش فہمی اس مثال کو قیاس سمجھا اور اپنے پہلے کسی بیان میں کہا کہ اس قیاس سے نبی اور نبوت کی توہین ہوئی لہٰذا یہ کفر ہوگیا۔ میں نے اسی وقت جواب دیا تھا کہ یہ آپ کی خوش فہمی ہے اور کفر دوستی کہ آپ مثال کو قیاس سمجھ رہے ہیں اور اس پر زور شور سے کفر کا حکم لگا رہے ہیں ورنہ مثال اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہے۔ چونکہ اس پر بھی میں پہلے کافی روشنی ڈال چکا ہوں اور آپکے اس مغالطہ کا اچھی طرح قلعی کھول چکا ہوں۔ اس لئے یہاں آپکے جواب میں صرف اتنا ہی عرض کرنا کافی سمجھتا ہوں کہ۔

۲۰:۔ " میری مثال بالکل واضح ہے فہم عالی کا قصور ہے "

آپ نے پہلے بھی کہا اور اب بھی کہا ہے کہ نبوت کی تقسیم بالذات اور بالعرض کی طرف باطل ہے اور اس کے ثبوت میں ختم النبوت فی الآثار کی ایک عبارت پیش کی تھی۔ میں پہلے ہی اس کا مفصل جواب عرض کر چکا ہوں اور بتلا چکا ہوں کہ یہ بھی سراسر آپ کی خوش فہمی کا کرشمہ ہے ورنہ ختم النبوت فی الآثار اور تحذیر الناس کے مضمون میں کوئی تضاد اور تناقض نہیں۔ ختم النبوت میں جس مرزائی عقیدہ کا ابطال کیا گیا ہے اس کا تحذیر الناس میں نام ونشان بھی نہیں۔ اور تحذیر الناس میں جو تحقیق کی گئی ہے اس سے ختم النبوت میں کہیں تعرض نہیں۔ اصل یہ ہے کہ ابھی تک آپ نے نبوت بالذات اور نبوت بالعرض کے معنی ہی نہیں سمجھے ہیں۔ چنانچہ میں نے یہاں صرف یہی عرض کیا ہے کہ۔

۲۱:۔ " آپ نے نبوت بالذات اور بالعرض کو شاید ابھی سمجھا ہی نہیں تحذیر الناس دیکھئے اور سمجھئے "

اور ہاں میں تو اپنے بیان میں یہ بھی بتلا چکا ہوں کہ اس بارے میں مولانا نانوتوی مرحوم کی جو تحقیق ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت بالذات ہے اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی بالعرض۔ اس سے خود آپ بھی انکار نہیں کرسکتے۔ کیوں کہ آپ کے اعلیٰ حضرت نے اس چیز کو تسلیم کیا ہے۔ اور میں " جزاء اللہ عدوہ " کے حوالہ سے ان کی وہ عبارت بھی کل پڑھ کر سنا چکا ہوں۔ اللہ کی شان ہے آپ کہتے تھے کہ اس تقسیم کو مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے غلط اور باطل

قرار دیا ہے ۔ اور میں نے ثابت کیا کہ آپ کے اعلیٰ حضرت خود اس تحقیق سے متفق ہیں ۔ جزاہ اللہ عدوہ کی عبارت کے متعلق آپ کا یہ ادعا کہ اس میں نبوت کے علاوہ دوسری نعمتوں کا ذکر ہے، محض باطل ہے، اس میں تو صاف یہ الفاظ ہیں ۔

"ہر نعمت قلیل ہو یا کثیر، صغیر ہو یا کبیر، جسمانی ہو یا روحانی، دینی ہو یا دنیوی الخ"

ان عمومات در عمومات کے بعد کس طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس میں نبوت داخل نہیں ہے ۔ ؟

آپ نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں بار بار اس چیز پر زور دیا تھا کہ تحذیر الناس کے جو متفرق فقرے حسام الحرمین میں نقل کئے گئے ہیں وہ بالکل مستقل جملے ہیں، جن کا مطلب سمجھنے کے لئے ماقبل و مابعد کی عبارت دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں اور ان میں سے ہر فقرہ مستقل طور پر موجب کفر ہے ۔ اس کے جواب میں میں نے ایک بات یہ بھی کہی تھی کہ اگر آپ کی یہ چیز صحیح تسلیم کر لی جائے تو آپ کے اعلیٰ حضرت بھی کافر ٹھہریں گے ۔ کیوں کہ تحذیر الناس صفحہ ۱۴ کا جو فقرہ حسام الحرمین میں منقول ہے اس کے مضمون کے وہ خود بھی قائل ہیں ۔ اور اس کے ثبوت میں میں نے ان کے ملفوظات کا حوالہ پیش کیا تھا ۔ اس کے جواب میں آپ نے پہلے بھی کہا تھا اور اس مرتبہ بھی اسی کو دہرایا ہے ۔ کہ صفحہ ۱۴ کے اس فقرے سے پہلے یہ عبارت ہے کہ "آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا الخ" ——— تو اس پہلے جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کے جملے میں "نبی ہونے" سے جدید نبی کا مبعوث ہونا مراد ہے" اور ملفوظات میں جن چار نبیوں کا وجود اس دور میں بھی تسلیم کیا گیا ہے وہ سب حضور سے پہلے مبعوث ہو چکے ہیں ۔ اس لئے ملفوظ کے کلام اور تحذیر الناس کے مضمون میں فرق ہو گیا ۔

میں آپ کی اس بات کا جواب پہلے ہی دے چکا ہوں کہ یہ تو جواب نہیں ہوا بلکہ میرے دعوے کو تسلیم کر لیا گیا، میرا دعویٰ تو شروع ہی سے یہ ہے کہ حسام الحرمین میں جو فقرے تحذیر الناس کے نقل کئے گئے ہیں وہ ناتمام ہیں اور جب تک کہ ان کا ماقبل و مابعد نہ دیکھ لیا جائے ان کا پورا مطلب سمجھ میں نہیں آ سکتا اور نہ ان پر کوئی حکم لگایا جا سکتا ہے ——— اب آپ نے اپنے اعلیٰ حضرت کو کفر سے بچانے کے لئے خود ہی تسلیم کر لیا کہ ہاں صفحہ ۱۴ کے فقرے کا صحیح مطلب معلوم ہونا اس سے پہلی عبارت کے دیکھنے پر موقوف ہے ورنہ ظاہر ہے کہ جتنا فقرہ حسام الحرمین میں نقل کیا گیا ہے اس میں نبی کے ساتھ جدید یا قدیم کی کوئی قید نہیں ۔ پس اگر اس کو ماقبل سے قطع نظر کر کے دیکھا جائے اور اسی پر حکم کفر لگایا جائے ۔ تو آپ کے اعلیٰ حضرت ضرور کافر ٹھہریں گے اسی لئے میں نے جواب میں عرض کیا ہے کہ ۔

۲۲ :- "جیسا کہ عرض کر چکا ہوں صفحہ ۱۴ کا جو فقرہ حسام میں نقل کیا گیا ہے اس کی رو سے مولوی احمد رضا خان صاحب

ضرور کافر ٹھہریں گے "

آپ نے کہا تھا کہ قادیانی بقاء نبوت پر تحذیر الناس کی عبارات سے استدلال کرتے ہیں، میں نے اس کا جواب دیا کہ ہاں وہ مخذولین جس طرح قرآن وحدیث اور بہت سے اکابر امت (حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رح و امام عبد الوہاب شعرانی رح و حضرت شیخ اکبر رح و ملا علی قاری رح و حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہم) کے کلام سے غلط طور پر اجراء نبوت پر استدلال کرتے ہیں۔ اسی طرح آپ کے اعلیٰ حضرت سے سیکھ کر تحذیر الناس کی عبارات سے بھی وہ بقاء نبوت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے جواب میں آپ نے کہا کہ ان حضرات اکابر سے ان کا استدلال محض افتراء باطل ہے۔ میں نے پہلے بھی کہا اور پھر کہتا ہوں کہ ایسے ہی تحذیر الناس کی عبارات سے بھی ان کا استدلال محض افتراء باطل ہے کیوں کہ ان کا استدلال ان ہی عبارات سے ہے جن پر میری آپ کی بحث ہو رہی ہے اور میں بعون اللہ بدلائل قاہرہ ثابت کر چکا ہوں کہ ان میں انکار ختم نبوت کی بو بھی نہیں ہے بہرحال مرزائیوں کے استدلال کے متعلق میرا جواب پھر یہی ہے کہ۔

——— ۱۲۳۔ " قادیانیوں کا استدلال تحذیر الناس سے پہلے اور بزرگان دین کے اقوال سے ہے "

آپ قادیانی لٹریچر کو دیکھیں اس میں جہاں کہیں اس بحث پر کلام ہوگا۔ وہاں پہلے آیات قرآنی، احادیث نبوی، آثار صحابہ، اقوال سلف سے استدلال کیا گیا ہوگا اور سب سے آخر میں تحذیر الناس کا ذکر ہوگا۔

" اس کے علاوہ جو چیزیں آپ نے فرمائی ہیں بحمد اللہ ان سب کا جواب میری تحریروں میں موجود ہے "

میں وقت کی تنگی کی وجہ سے فرداً فرداً ہر ایک کے متعلق اپنی اس تحریر میں مختصر اشارات بھی نہ کر سکا۔ اور زبانی تفصیل کے لئے بھی وقت کم رہ گیا ہے اس لئے محض سرسری طور پر آپ کے بیان کے باقی اجزاء کے متعلق کچھ اشارات کرتا ہوں۔ تحذیر کے لفظ عوام کا مصداق میں خود مصنف کی تصریح کی روشنی میں متعین کر چکا ہوں اور اس سلسلہ میں آپ کے جو شبہات تھے ان کا مفصل جواب اپنے گزشتہ بیانات میں دے چکا ہوں البتہ ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔

میں عارف رومی کے وہ اشعار پیش کر چکا ہوں جن میں انہوں نے خاتم کے معنی قریب قریب وہی کئے ہیں جس کو تحذیر الناس میں " نبی بالذات " کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے آپ مثنوی کی شروح دیکھ کر اطمینان کر سکتے ہیں۔ میں ختم النبوۃ فی الآثار اور شفاء کی عبارات پر مفصل کلام کر چکا ہوں اور مدلل طور پر بتلا چکا ہوں کہ ان میں وہ حصر نہیں جس کے آپ مدعی ہیں شفاء کی عبارت کا سیاق وسباق اس پر شاہد ہے اور ختم النبوت کے مصنف زندہ ہیں ان سے دریافت کیا جا سکتا ہے۔

نبوت بالذات کے لئے ختم زمانی کے لزوم پر آپ نے جو اعتراض کیا ہے وہ بالکل مہمل ہے۔ آپ بتلائیں کہ کیا آپ کو یہ لزوم تسلیم نہیں ہے ؟ ——— ہاں بے شک تحذیر الناس میں یہی کہا گیا ہے کہ اگر خاتم النبیین کے معنی صرف خاتم زمانی لئے جائیں گے اور اس کو اسی پر منحصر کیا جائے گا تو وہ خرابیاں لازم آئیں گی جو تحذیر میں مفصلاً مذکور ہیں۔ لیکن اگر اس کو ختم زمانی اور نبوت بالذات سے عام رکھا جائے گا (جیسا کہ مصنف تحذیر کا مدعا ہے) تو ان میں سے کوئی خرابی بھی لازم نہیں آئے گی۔ نہ معلوم اس میں کیا بات قابل اعتراض آپ کو نظر آتی ہے۔

ختم کے جو معنی لغت میں ہیں یعنی "انتہاء" وہ جس طرح ختم زمانی پر صادق آتے ہیں اسی طرح موصوف بالذات پر بھی۔ کیوں کہ ہر ما بالعرض کا سلسلہ ما بالذات پر منتہی ہوتا ہے۔ پس خاتم دونوں سے عام ہوگا۔ اور یہ دونوں اس کے تحت میں مندرج ہوں گے۔ اور تحذیر الناس کی عبارت میں جو نوع کا لفظ آیا ہے اس سے اسی قدر مراد ہے۔

ختم النبوت میں مجاز کی نفی کی گئی نہ کہ اس عموم مجازی کی جو حقیقی معنی پر بھی حاوی ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں عموم مجازی کی صورت کو بطور احتمال نقل کیا گیا ہے نہ یہ کہ وہ مصنف تحذیر الناس کا مختار ہے۔ ایسے ہی دلالت التزامی کی صورت بھی احتمال ہی کے طور پر لکھی گئی ہے اور لزوم کی تقریر خود تحذیر ہی میں موجود ہے وہیں دیکھ لیجئے۔ اور سمجھ میں نہ آئے تو دریافت کر لیجئے۔ دلالت التزامی میں جو لزوم معتبر ہے وہ کتب فن میں بتلا دیا گیا ہے اگر آپ یہ اقرار کریں کہ مجھے معلوم نہیں ہے تو میں ہی بتلا دوں گا۔

آپ نے نماز روزہ کی جو مثالیں سوال کی شکل میں پیش کی ہیں۔ ان کو مسئلہ زیر بحث سے کوئی تعلق نہیں، کیونکہ ان کی بنیاد اس پر ہے کہ نماز روزے کی فرضیت کے قرآن سے ثابت ہونے کا انکار کیا جائے۔ اور تحذیر الناس میں ختم زمانی کے قرآن سے ثابت ہونے کا انکار نہیں کیا گیا، بلکہ اس کو چند طریقوں سے قرآن سے ثابت ماننے ہونے تواتر اور اجماع سے بھی ثابت کیا گیا ہے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ یہ واقعی حقیقت اور عین ایمان ہے۔

اب تحذیر الناس کی بحث کے متعلق آپ کے بیان کا کوئی جزء ایسا باقی نہیں رہا جس کا جواب نہ ہو چکا ہو۔ اگرچہ مجھے اس کا افسوس ہے کہ وقت کی تنگی کی وجہ سے بعض چیزوں کی ضروری تفصیل بھی رہ گئی لیکن اگر ضرورت داعی ہوئی تو انشاء اللہ کسی آئندہ نوبت میں ان کی بھی تفصیل کر دی جائے گی۔

خواب والی بحث اصل موضوع سے خارج ہے۔ تاہم میں اس کا کافی جواب اپنی پہلی تقریر میں دے چکا ہوں اور ضرورت پڑی تو آئندہ اس کے متعلق کچھ اور عرض کروں گا۔ اس وقت تو صرف یہی عرض ہے کہ۔

" وہ بحث خارج از مبحث ہے تاہم اس کا جواب سیف یمانی کے صفحات میں ملاحظہ فرمالیجئے "
اس میں اس مبحث کی کافی سے زیادہ تفصیل کردی گئی ہے جس کے بعد کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہتی ۔

" پھر آخر میں بطور تلخیص مدعا عرض ہے کہ تحذیر الناس کے زیر بحث تینوں فقروں میں سے کسی ایک سے بھی ختم نبوت کا انکار ہرگز نہیں نکلتا —— صفحہ ۳ کے فقرے میں مصنف تحذیر الناس رحمۃ اللہ علیہ نے حضورؐ کی خاتمیت زمانی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے ورنہ خاتمیت زمانی مع خاتمیت ذاتی خود ان کے نزدیک آیت " خاتم النبیین " کا مدلول ہے ۔ جیسا کہ تحذیر الناس صفحہ ۸ و ۹ پر پورے شرح و بسط کے ساتھ مذکور ہے ، نیز میں نے اپنے سب سے پہلے بیان میں تحذیر صفحہ ۱۰ سے جو عبارت نقل کی ہے اس کے ان الفاظ پر غور فرمایئے —— " ادھر تصریحات نبوی مثل انت منی بمنزلۃ ہارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی او کما قال جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ " خاتم النبیین " سے ماخوذ ہے ۔ اس باب میں کافی ہے ۔ اس عبارت سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ مصنف تحذیر الناس کے نزدیک ختم نبوت زمانی بھی لفظ خاتم النبیین سے نکلتی ہے ۔ پس صرف شوق تکفیر پورا کرنے کے لئے خود مصنف کی تصریحات کے خلاف اس کی عبارت کا مطلب بیان کرنا سخت ظلم و بددیانتی ہے "

اور آپ کے اعلیٰ حضرت نے حسام الحرمین میں اس فقرے سے یہی نتیجہ نکالا ہے کہ مصنف تحذیر الناس خاتمیت زمانی یعنی حضورؐ کے آخری نبی ہونے کے بالکل منکر ہیں اور ان کے نزدیک محض نا سمجھ عوام کا خیال ہے اور اسی پر انہوں نے تکفیر کی بنیاد رکھی ہے ۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ آپ نے یہ تسلیم کرلیا کہ صفحہ ۳ کی اس عبارت میں حصر ہی کا انکار ہے اور اسی کو عوام کا خیال بتلایا گیا ہے رہا آپ کا یہ ادعا کہ حصر کا انکار کفر ہے ، یہ محض غلط اور باطل ہے جس کو میں پہلے بہ تفصیل عرض کرچکا ہوں ۔

" علیٰ ہذا صفحہ ۱۴ و ۲۸ کے دونوں فقروں کا تعلق صرف خاتمیت ذاتیہ سے ہے اور ان کا مطلب بس یہی ہے کہ اگر بالفرض حضورؐ کے زمانہ اقدس میں کہیں اور کوئی نبی ہو تو آپ کی خاتمیت ذاتیہ علیٰ حالہا باقی رہے گی ۔ اور زمانہ نبوی میں یا اس کے بعد کسی اور نبی کا ہونا آپ کی شان خاتمیت ذاتیہ کے منافی ہے یا نہیں ؟ تو اگر خدا نے نظر انصاف دی ہو ، اس کا جواب بھی ان ہی فقروں کے ان حصوں سے معلوم ہو سکتا ہے جن کو مولوی احمد رضا خان صاحب نے ازراہ خیانت حذف کردیا ہے ۔ اگر آپ غور کریں تو معلوم

ہو جائے گا کہ خود مصنف تحذیر الناس کے نزدیک بھی یہ چیز ختم نبوت زمانی کے منافی ہے۔ اور اگر کوئی بدبخت اس کا قائل ہو تو وہ مصنف تحذیر الناس کی تصریحات کے مطابق یقیناً کافر اور خارج از اسلام ہے" تحذیر الناس صفحہ ۱۰ کی عبارت میں اپنے پہلے بیانات میں پیش کرچکا ہوں وہ میرے اس دعوے کے لئے شاہد عدل ہے۔ " اور کیا اس تحذیر الناس میں جابجا سدباب مدعیان نبوت کے الفاظ آپ کو نظر نہیں آتے؟"

اور پھر تحذیر الناس ہی کی خصوصیت نہیں۔ مولانا مرحوم کی دوسری تصنیفات میں بھی ختم نبوت زمانی کا اقرار واثبات اور اس کے منکروں کا انکار صراحت سے موجود ہے۔

چنانچہ آپ کی مشہور کتاب مناظرہ عجیبہ کی سب سے پہلی سطر یہ ہے، "حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی تو سب کے نزدیک مسلم ہے اور یہ بات بھی سب کے نزدیک مسلم ہے کہ آپ اول مخلوقات ہیں" نیز اسی کتاب کے صفحہ ۳۹ پر فرماتے ہیں۔ "خاتمیت زمانی اپنا دین وایمان ہے ناحق کی تہمت کا البتہ کوئی علاج نہیں، سو اگر ایسی باتیں جائز ہوں تو ہمارے منہ میں بھی زبان ہے" پھر اسی کے صفحہ ۶۹ پر فرماتے ہیں۔ "ہاں یہ مسلم کہ خاتمیت زمانی اجماعی عقیدہ ہے" پھر اسی کے صفحہ ۱۰۳ پر ہے "بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تامل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں"

کیا ان کھلی اور واضح تصریحات کے ہوتے ہوئے کسی کا یہ کہنا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور کسی نبی کا آنا مصنف تحذیر الناس جائز سمجھتے ہیں نہایت افسوسناک بہتان نہیں ہے؟ بہرحال تحذیر الناس کے تینوں فقرے بالکل بے غبار ہیں اور مصنف تحذیر الناس مرحوم ختم زمانی کے منکر کو کافر سمجھتے ہیں لیکن خدا کا خوف اور نظر انصاف چاہئے۔ ع

ہنر بچشم عداوت ــــ بزرگ تر عیب است

ہاں مصنف تحذیر الناس کا جرم صرف اس قدر ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاتمیت زمانی کے ساتھ خاتمیت ذاتی بھی ثابت کرتے ہیں۔ لیکن یہ جرم تنہا ان کا نہیں بلکہ بہت سے اکابر امت ان سے پہلے اس کی تصریحات فرما چکے ہیں۔ علامہ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ علامہ بحر العلوم کے رسالہ "فتح الرحمن" سے ناقل ہیں کہ "مقتضائے ختم رسالت دو چیز است یکے آنکہ بعد وے رسول نباشد، دیگر آنکہ شرع آں عام باشد"

(دافع الوسواس صفحہ ۲۲)

نیز حضور کا اول مخلوقات ہونا بھی اسی کی طرف مشیر ہے۔ اور جمع الفوائد میں ہے۔

عن العرباض بن ساریۃ رفعہ انی عند اللہ لخاتم النبیین و ان آدم لمنجدل فی طینتہ الخ۔

حدیث کے معنی جب ہی صحیح ہو سکتے ہیں جب کہ آپ کے لئے خاتمیت ذاتیہ بھی تسلیم کی جائے۔

چونکہ وقت ختم ہو گیا اس لئے اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں۔ اس کی توضیح و تائید میں جو کچھ عرض کرنا تھا وہ انشاء اللہ آئندہ عرض کروں گا۔

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

مولوی حشمت علی صاحب کا پانچواں بیان

مولوی صاحب موصوف نے حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ کی تقریر کے دوران ہی میں اپنا یہ تحریری بیان تیار کر لیا تھا جو تقریر شروع کرنے سے پہلے ہی حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے حوالہ کر دیا لیکن اس مرتبہ اس کی توضیح میں کوئی تقریر نہیں کی۔ حتیٰ کہ اس کو خود پڑھ کر سنایا بھی نہیں بلکہ اس سے الگ اور آزاد ہو کر تقریر کی۔ تحریری بیان بعینہ درج ذیل ہے۔ (از مرتب غفرلہٗ)

○

۱ : کا جواب مجمع کے قلوب دے رہے ہیں، آپ میرے سوالات کے نمبروار جواب دیجئے ۔ ۴۸۶/۹۲
خود ہی معلوم ہو جائے گا۔ ۲ : کا رد قاہر میں نے کر دیا۔ ۳ : کا رد بھی میری تحریر میں موجود ہے۔ ۴ : کے پرخچے بھی میں نے اڑا دیئے۔ ۵ : کا جواب بھی لاجواب ہو چکا۔ ۶ : کا جواب بھی لاجواب رہا۔ ۷ : کی دھجیاں بھی میں نے اڑا دیں۔ ۸ : اجماع کا ثبوت آپ کے مقتدا مفتی دیوبند کی کتاب سے دے چکا۔ ۹ : کا رد بھی میں نے کر دیا۔ الحمد للہ۔ ۱۰ : میں میرا ایک اعتراض آپ نے تسلیم کر لیا۔ ۱۱ : کا دندان شکن جواب دیا جا چکا۔ ۱۲ : کا جواب ختم النبوت فی الآثار ص ۶۰ سے دیا گیا۔ ۱۳ : کا رد قاہر بھی کر دیا گیا۔ ۱۴ : کا مسکت جواب ہو چکا فتاوی الحرمین پر ایک لفظ بولنے کی آپ کو ہمت نہ ہوئی۔ ۱۵ : کا جواب یہ ہے کہ اللفظ الواحد میں استغراق نہیں چونکہ ضروریات دین میں سے ہے کہ آیت کریمہ میں لفظ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں تو یہ لفظ مبارک اس مضمون سے مستثنیٰ رہے گا۔ ۱۶ : کا جواب میرے اعتراضات میں ہو چکا۔ ۱۷ : کا جواب بھی ہو چکا کہ "بلکہ" اضراب کے لئے ہے۔ ۱۸ : کا جواب ہو چکا میں نے آپ کے گھر سے اجماع ثابت کر دیا۔ ۱۹ : مثنوی شریف سے اپنا مدعائے باطل ثابت

کرنے سے اپنی عاجزی محسوس کر کے حکمیت پر ٹال دیا۔ ۲۰، آپ کی مثال میں نے باطل کر دی آپ ابطال کا جواب نہ دے سکے۔ ۲۱، نبوت کی بالذات و بالواسطہ کی طرف تقسیم کو مفتی دیوبند ختم النبوت فی الآثار ص۲۹ پر باطل کہہ چکے۔ ۲۲، کا جواب میں لکھ چکا ہو سکے تو جواب دیجئے۔ ۲۳، کا جواب میں لکھ چکا اس کا رد کرنا آپ کی طاقت سے باہر ہے۔ سیف یمانی کا رد کتاب رد سیف یمانی موجود ہے۔"

اس کے بعد آپ نے جو کچھ اپنے مدعا کی توضیح میں لکھا ہے اس سب کا رد قاہر میرے سوالات میں موجود ہے ہو سکے تو جواب لائیے۔ حدیث شریف میں ہرگز خاتم النبیین کے معنی نبی بالذات نہیں بتائے۔

فقیر ابوالفتح عبید الرضا محمد حشمت علی خاں قادری رضوی مجددی لکھنوی غفرلہٗ

الامداد کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا ہے اس کا رد میں اپنے سوالات میں کر چکا۔"

مولوی حشمت علی صاحب نے یہ بیان تحریری حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے پاس بھیج دیا اور اس کے بعد حسب ذیل تقریر کی۔ (از مرتب غفرلہٗ)

حضرات گرامی! میں نے اپنے پہلے بیان میں مولوی منظور صاحب پر پچاس سوالات قاہرہ نازل کئے تھے۔ مولوی صاحب نے ان میں سے صرف ۲۲ - ۲۳ نمبروں کا جواب دیا ہے اور وہ جواب بھی ایسا ہے جس کا جواب الجواب بھی میں اپنے اسی بیان میں لکھ چکا ہوں۔ اور باقی نمبروں کو مولوی صاحب نے چھوا تک نہیں، اور تھانوی صاحب کے کفر کے متعلق تو آپ ایک لفظ بھی نہ کہہ سکے نہ لکھ سکے اور کہہ بھی کیا سکتے ہیں۔ میں نے ان کا کفر سارے دیوبندیوں کے پیشوا مولوی گنگوہی صاحب کے فتوے سے ثابت کیا ہے۔ میں پھر اس چیز کو تفصیل کے ساتھ پیش کرتا ہوں۔

آپ حضرات بھولے نہ ہوں گے میں نے بتلایا تھا کہ تھانوی صاحب کے ایک مرید نے خواب میں ان کا کلمہ پڑھا اور پھر بیداری کی حالت میں تھانوی صاحب پر درود پڑھی جس میں تھانوی صاحب کو نبی و رسول کہا، اس نے یہ واقعہ تھانوی صاحب کو لکھ کر بھیجا انہوں نے اس خالص کفریہ واقعہ کو تسلی بخش بتایا جس کی وجہ سے وہ کافر ہو گئے کیونکہ رضا بالکفر بھی کفر ہے۔

مولوی منظور صاحب نے اپنی کسی پہلی تقریر میں اس کے جواب میں کہا تھا کہ اس شخص نے کلمہ شریف چونکہ بحالت

خواب پڑھا تھا۔ اس لئے اس پر کوئی حکم جاری نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ خواب میں انسان مرفوع القلم ہوتا ہے۔ میں اس کو تسلیم کرتا ہوں لیکن میرا اعتراض خواب والی غلطی پر نہیں ہے بلکہ حالت بیداری میں اس نے تھانوی صاحب کو نبی کہہ کر ان پر درود پڑھی اور دن بھر پڑھتا رہا۔ اس پر میرا اعتراض ہے اور میں کہتا ہوں کہ اس کی وجہ سے وہ ضرور کافر ہو گیا۔ مولوی منظور صاحب نے اس کا جواب یہ دیا تھا کہ وہ شخص حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا چاہتا تھا مگر بلا قصد اور بے اختیاری کے طور پر اس کی زبان سے حضورؐ کے اسم گرامی کی بجائے مولوی اشرف علی صاحب کا نام نکل گیا تو چونکہ یہ غلطی اس سے بے اختیاری طور پر ہو گئی اس لئے وہ کافر نہیں ہوا۔

اس کے جواب میں میں نے سارے دیوبندیوں کے پیشوا مولوی گنگوہی صاحب کا فتویٰ پیش کیا جس میں انہوں نے شفا شریف کے حوالہ سے صاف لکھا ہے کہ کلمہ کفر بکنے میں زبان کی بے اختیاری کا عذر مسموع نہیں بلکہ وہ شخص کافر ٹھہرایا جائے گا۔ اور بلا تامل قتل کیا جائے گا۔ اس کا آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس لئے میں شفا شریف کی وہ عبارت پھر فتاوی رشیدیہ سے پڑھ کر سناتا ہوں۔

(اس کے بعد مولوی حشمت علی صاحب نے کتاب الشفاء کی وہ عبارت فتاوی رشیدیہ سے پڑھ کر سنائی جو ان کے پہلے بیان کے ذیل میں درج ہو چکی ہے اور اس کی توضیح و تشریح میں دیر تک تقریر کی اور اس بات پر بہت زور دیا کہ اس میں کلمات کفر کے متعلق بے اختیاری کے عذر کو ناقابل قبول لکھا ہے لہذا تھانوی صاحب کے اس مرید کا یہ عذر کہ "میں حضور اقدس علیہ السلام پر درود شریف پڑھنا چاہتا تھا میری زبان سے بلا قصد و اختیار حضور اقدسؐ کے اسم گرامی کے بجائے مولوی اشرف علی صاحب کا نام نکل گیا" قابل پذیرائی نہیں بلکہ وہ اس کی وجہ سے ضرور کافر ہو گیا۔ اس کے بعد مولوی حشمت علی صاحب نے اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل دو چیزیں اور کہیں)۔ (مرتب غفرلہ)

میں نے آپ سے سوال کیا تھا کہ اگر کوئی شخص دن بھر کلمات کفر بکتا رہے اور پھر شام کو یہ عذر کر دے کہ میری زبان میرے اختیار میں نہ تھی میں تو چاہتا تھا کہ میں کفر نہ بکوں مگر میری زبان میرے بس میں نہ تھی تو کیا اس کا یہ عذر اس کو کفر سے بچا لے گا آپ نے اس کے جواب میں بھی کچھ نہیں کہا۔

اچھا اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دے بلکہ دن بھر طلاق دیتا رہے اور پھر کہے کہ میری زبان سے بلا اختیار طلاق کا لفظ نکل گیا ہے میرا قصد طلاق دینے کا نہ تھا تو کیا اس کی بیوی پر آپ کے نزدیک طلاق نہ

پڑے گی۔؟

اچھا ایک سوال اور سنئے۔ فرض کیجئے کہ کوئی شخص دن بھر آپ کے مولوی تھانوی صاحب کو گالیاں بکتا رہے ان کو .... کہتا رہے اور شام کو یہ عذر کرے کہ میں تو آپ کی تعریف کرنا چاہتا تھا مگر بے اختیار میرے منہ سے گالیاں نکلا گیں۔ تو کیا آپ کے تھانوی صاحب اس کے عذر کو مان لیں گے۔ اور کیا آپ بھی اس کو معاف کر دیں گے میں تو سمجھتا ہوں کہ آپ حضرات کبھی بھی اس کو معاف نہیں کریں گے تو کیا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عزت تھانوی صاحب سے بھی سستی ہوگئی؟

مولوی صاحب! میری ان تمام باتوں کا جواب آپ کے ذمہ قرض ہے بے کار باتوں میں وقت ضائع نہ کیجئے۔ میرے ان سوالات قاہرہ کا جواب دیجئے یا کفر سے توبہ کر کے مسلمان ہوجایئے۔

نوٹ از مرتب غفرلہٗ

مولوی حشمت علی صاحب اس تقریر میں نہایت جھنجھلائے ہوئے معلوم ہوتے تھے طرز بیان نہایت دل آزار تھا۔ نیز حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہٗ اور مولانا محمد منظور صاحب نعمانی زید فضلہٗ کے متعلق اس تقریر میں آپ نے نہایت اشتعال انگیز اور دل خراش سوقیانہ کلمات بکثرت اور بے حساب استعمال کئے جس سے اہلسنت کے مجمع میں بار بار برہمی پیدا ہوتی تھی اور امن و امان قائم رکھنے کے لئے ذمہ داران امن اور زعمائے اہلسنت کو غیر معمولی جد وجہد کرنی پڑتی تھی —— ہم نے بالقصد مولوی حشمت علی صاحب کے ان دل آزار اور جگر خراش الفاظ کو یہاں نقل نہیں کیا ہے۔ کہ ناظرین کو ان سے سوائے تکدر کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اس گالی بازی اور اشتعال انگیزی سے ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ کسی طرح مناظرہ کی بلا ان کے سر سے مل جائے اور اس میں شک نہیں کہ کسی حد تک وہ اس ارادہ میں کامیاب بھی ہوگئے۔

مولوی حشمت علی صاحب کی اس تقریر کے ختم پر حضرت مولانا محمد منظور صاحب نے اپنا مندرجہ ذیل تحریری جوابی بیان مولوی حشمت علی صاحب کے حوالہ کیا اور اس کے بعد تقریر کا جواب تقریر میں دیا۔

مرتب غفرلہٗ

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ کا چھٹا جوابی بیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آپ نے اپنی اس تحریر میں انہیں باتوں کو دہرایا ہے جن کا جواب نہایت کافی وشافی دیا جا چکا ہے زبانی باتوں کا جواب زبانی سنئے گا۔

آپ تحذیر الناس کی بحث چھوڑ چکے الحمدللہ حق واضح ہو گیا۔ ہر دیکھنے اور سننے والا دیکھتا اور سنتا ہے، اب سارا زور آپ کا صرف خواب والے قصہ پر صرف ہو رہا ہے۔ حالانکہ اولاً اس کو تحذیر الناس کی بحث سے تعلق نہیں، اور اگر آپ کے خیال کے مطابق کوئی تعلق بھی ہو (حالانکہ یہ غلط ہے) تو بھی اس پر سارا وقت صرف کرنا اور اصل موضوع کی نسبت کچھ نہ کہنا ایسی کھلی ہوئی عاجزی ہے جس میں اشتباہ کی کوئی گنجائش نہیں۔

اپنی اس تحریر میں آپ کا یہ لکھنا کہ حدیث میں ہرگز "خاتم النبیین" کے معنی نبی بالذات نہیں بتائے آپ کے کمال خوش فہمی کی بین دلیل ہے۔ جناب عالی! پوری حدیث پڑھ کر کچھ لکھا کیجئے۔ اگر خاتم النّبیّین کے معنی خاتم بالذات نہیں ہیں تو اس حدیث کا صحیح مفہوم لکھیے۔

نیز فتح الرحمٰن کی عبارت پر کچھ توجہ کیجئے۔ کیا علامہ بحر العلوم بھی آپ کے نزدیک کافر ہیں؟ عالمگیری وغیرہ کتب فقہ میں خاطی کی تکفیر سے جو منع کیا گیا ہے وہ آپ کے نزدیک صحیح ہے یا نہیں؟

محمد منظور النعمانی عفا اللہ عنہ

مولوی حشمت علی صاحب کے تحریری بیان کے جواب میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ نے منبر پر بالا مختصر تحریری بیان پیش کرنے کے بعد ذیل کی تقریر فرمائی۔ مرتب غفرلہ

حاضرین کرام! مولوی حشمت علی صاحب نے مجھے اور میرے احباب کو مشتعل کرنے کے لئے جو سخت اور دل آزار کلمات استعمال کئے ہیں میں ان پر کوئی نوٹس لینا نہیں چاہتا اور اپنے دوستوں سے بھی عرض کرتا ہوں کہ اگر وہ بھی صبر و تحمل سے کام لیں تو قرآن پاک میں ان کے لئے بشارت عظمیٰ ہے

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا ۚ وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ

اور بے شک تم اہل کتاب اور مشرکین سے بڑی اذیت کی باتیں سنوگے۔ اور اگر تم نے صبر و تقوے سے کام لیا تو یہ بڑے اہم کاموں میں سے ہے (آل عمران ۳/۱۸۶)

اس لئے میں اپنے مخاطب مولوی حشمت علی صاحب کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ ان کی گالیوں کے جواب میں یہاں سے ان کو گالیاں نہیں دی جائیں گی نہ ان کے کسی بزرگ کو برا کہا جائے گا ؎

وقل للئیم ان شتمت سراتنا

فلسنا بشتا مین للمتشتّم

بہر حال ان کی یہ توقع غلط ہے کہ وہ اس گالی بازی اور اشتعال انگیزی سے مناظرہ کو درہم برہم کرنے میں کامیاب ہو سکیں گے وہ اور ان کے اساتذہ بھی مجھے بارہا آزما چکے ہیں کہ میں ان کی گالیوں کا کبھی ترکی بہ ترکی جواب نہیں دیا کرتا بلکہ ان کے لئے حیاء و ہدایت اور شرافت و انسانیت کی دعا کیا کرتا ہوں۔ اس لئے اب بھی صرف یہی عرض کرتا ہوں ؎

تم شوق سے کوسو مجھے میں تم کو دعا دوں

جو میرا برا چاہے خدا اس کا بھلا کر

اس ضروری گزارش کے بعد میں اصل مقصد کی طرف متوجہ ہوتا ہوں سنیئے:

آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا ہے کہ میں نے پچاس سوال کئے تھے جن میں سے صرف ۲۲، ۲۳ کا جواب دیا گیا ہے الخ آپ کو اس بارے میں سخت غلط فہمی ہوئی میرے گزشتہ تحریری بیان میں اگرچہ صرف ۲۳ نمبر ہیں۔ لیکن ان ہی میں آپ کے تمام ان پہلے سوالات کا جواب آگیا ہے جن کا تعلق اصل موضوع سے تھا۔ کیوں کہ اس کے بعض نمبروں میں آپ کے کئی کئی سوالوں کا جواب دے دیا گیا ہے۔ مثلاً اس کے دوسرے نمبر میں آپ کے ابتدائی تین چار نمبروں کا جواب دیا گیا ہے۔ ایسے ہی تیسرے نمبر میں بھی آپ کے تین نمبروں کا جواب دے دیا گیا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس کے بعض نمبروں میں بھی آپ کے کئی کئی نمبروں کا جواب جمع

کر دیا گیا ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ تحریر میں جواب کی پوری تفصیل نہیں کی جا سکی اور نہ کی جا سکتی تھی کیوں کہ آپ نے اپنا بیان تحریری بیس گھنٹے کی فرصت میں تیار کیا تھا اور مجھے اس کے جواب کے لئے آپ نے ایک گھنٹہ کا وقت بھی نہیں دیا۔ اس لئے میں تحریر میں صرف اجمالی اشارات کر سکا لیکن پھر بھی اپنی توضیحی تقریر میں بقدر ضرورت میں نے ہر چیز کی تفصیل کر دی تھی اور آپ کی تحریر کے جن چند آخری نمبروں کا اجمالی جواب بھی تنگی وقت کی وجہ سے تحریر میں نہیں آسکا تھا ان کا جواب بھی میں تقریر میں دے چکا ہوں آپ ذرا غور کرکے بتلائیں کہ آپ کی کون سی بات جواب سے باقی ہے۔ میں انشاء اللہ آپ کو بتلا دوں گا کہ اس کا میں یہ جواب دے چکا ہوں ——— بہر حال اصل موضوع بحث (مبحث تحذیر الناس) کے متعلق آپ کی کسی بات کا جواب میرے ذمہ باقی نہیں رہا۔ اور الحمد للہ روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ مصنف تحذیر الناس رحمۃ اللہ علیہ پر آپ کے اعلیٰ حضرت کا فتوائے کفر محض غلط اور سراسر باطل ہے۔ والحمد للہ علی ذالک۔

ہاں یہ صحیح ہے کہ خواب والے قصہ کے متعلق اپنی پچھلی تقریر میں وقت ختم ہو جانے کی وجہ سے میں کچھ نہیں کہہ سکا تھا۔ اور اس سلسلہ کے آپ کے سوالات باقی رہ گئے تھے اور میں نے آئندہ اس پر بھی روشنی ڈالنے کا وعدہ کیا تھا۔ اچھا ہوا کہ اس مبحث پر آپ جو کچھ کہہ سکتے تھے وہ سب اس مرتبہ کہہ چکے۔ اب جواب سنئے! حاضرین کرام بھی بغور سنیں۔ میں واقعہ کی صحیح نوعیت پہلے بہ تفصیل بتلا چکا ہوں اور اس بارے میں خود صاحب واقعہ کا بیان پیش کر چکا ہوں جس کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ۔

وہ شخص سو رہا تھا اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنا چاہتا ہے مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کی بجائے اس کی زبان سے مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ کا نام نکل جاتا ہے۔ اس کو خواب ہی میں اس سنگین غلطی کا احساس ہوا اور اس نے اس کی تلافی کے لئے پھر صحیح کلمہ شریف پڑھنا چاہا مگر پھر مولانا اشرف علی صاحب مدظلہٗ ہی کا نام نکلا۔ چند بار خواب ہی میں ایسا ہوا۔ اس کے بعد خواب ہی میں ایسا محسوس ہوا کہ اس پر ایک خاص قسم کی رقت طاری ہوئی اور نہایت زور سے اس کی ایک چیخ نکلی اور وہ زمین پر گر گیا۔ اور اس کو محسوس ہوا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی۔ (یہاں تک یہ سب کچھ حالت خواب ہی میں ہوا) اس کے بعد اسی حال میں وہ خواب سے بیدار ہوا لیکن بدن میں بے حسی اور ناطاقتی کا اثر بدستور تھا۔ (جیسے کہ اس قسم کے وحشت انگیز اور پریشان کن خواب کے بعد کچھ دیر تک نیم خوابی کیفیت رہا کرتی ہے) اسی حالت میں اس کو کلمہ شریف کی خواب والی غلطی کا خیال آیا تو اس نے تدارک

کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا شروع کیا۔ لیکن اس میں بھی یہی غلطی ہوئی کہ حضور اقدس کے اسم گرامی کے بجائے زبان سے اشرف علی نکل گیا۔ لیکن یہ غلطی بھی اس سے بلا ارادہ اضطراری طور پر اسی حالت میں ہوئی جب کہ اس پر بے حسی اور ناطاقتی کی کیفیت طاری تھی۔ وہ خواب کی کلمہ والی غلطی کے تدارک کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود شریف پڑھنا چاہتا تھا لیکن اس بے خودی کے عالم میں اس کی زبان سے اضطراری طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کی بجائے "اشرف علی" نکل گیا"۔

کلمہ شریف میں اس سے جو غلطی بحالت خواب ہوئی اس کے متعلق میں پہلے مدلل طور پر عرض کر چکا ہوں کہ وہ شریعت میں بالکل معاف ہے۔ کیوں کہ خواب کی حالت میں انسان مرفوع القلم ہوتا ہے اور خواب کی کسی بات پر بھی شرعی احکام جاری نہیں ہوتے۔ خواب میں زنا کرنے والے کو سزا نہیں دی جاتی۔ خواب میں چوری کرنے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا۔ خواب میں طلاق دینے سے بیوی مطلقہ نہیں ہو جاتی وغیرہ وغیرہ۔

بہر حال اس بارے میں جو دلائل میں نے پیش کئے تھے الحمد للہ انہوں نے آپ کو بالکل مجبور کر دیا اور آپ کو یہ اعتراف کرنا پڑا کہ کلمہ شریف کی غلطی پر ہم کو اعتراض نہیں ہے۔ ولله الحمد وله الحجة السامية۔

درود شریف والی دوسری غلطی جو خواب سے بیدار ہونے کے بعد اسی بے حسی اور ناطاقتی کی حالت میں اس سے بلا قصد غیر اختیاری طور پر ہوئی، اس کے متعلق بھی میں نے آپ کو بہ تفصیل بتلایا تھا کہ اصطلاح فقہا میں اس کو "خطا" کہا جاتا ہے اور اس کے ثبوت میں فتاویٰ قاضی خان کی یہ عبارت بھی میں پہلے پیش کر چکا ہوں۔

"الخاطی من یجری علی لسانہ من غیر قصد کلمۃ مکان کلمۃ"

اور یہ بھی میں آپ کو بتلا چکا ہوں کہ اس طرح بلا قصد خطاءً لسانی کے طور پر اگر کسی کی زبان سے کلمۂ کفر نکل جائے تو وہ موجب کفر نہیں۔ اور اس کے ثبوت میں شامی، فتاویٰ عالمگیری، فتاویٰ قاضی خان کی واضح تصریحات میں پیش کر چکا ہوں جن کے جواب میں آپ ایک لفظ بھی نہیں کہہ سکے اور نہ آئندہ کہہ سکتے ہیں۔ اب ایک عبارت اور پیش کرتا ہوں، اصول امام فخر الاسلام کی شرح "کشف الاسرار" میں ہے۔

بالتکلم بکلمۃ الکفر فی حالۃ السکر لا یحکم بالردۃ کما لا یحکم	نشہ کی حالت میں کلمۂ کفر نکل جانے کی وجہ سے مرتد ہونے کا حکم نہیں دیا جائے گا جس طرح کہ خطا اور جنون کی حالت میں ارتداد

بها فی الخطاء و الجنون کا حکم نہیں دیا جاتا۔

اور اسی پر کیا منحصر فقہ حنفی کی تمام مبسوط کتابوں میں یہ مسئلہ مصرح ہے کہ اگر کسی کی زبان سے بلا قصد واختیار "خطاء لسانی" کے طور پر کوئی کلمۂ کفر نکل جائے تو اس کی وجہ سے وہ شخص کافر نہیں ہوگا۔ اگر آپ کو اس سے انکار ہے تو فقہ حنفی کی کسی ایک ہی معتبر کتاب میں آپ اس کے خلاف دکھلا دیجئے۔ مگر میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ آپ ہرگز نہیں دکھلا سکیں گے۔

آپ نے لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے اس موقع پر "فتاوی رشیدیہ" سے کتاب الشفاء کی جو عبارت پڑھی ہے اس میں خطا والی صورت سرے سے مذکور ہی نہیں آپ نے اس کے الفاظ وقلة مراقبة وضبط للسانه " سے شاید "خطاء لسانی" والی صورت کو سمجھ لیا ہے حالانکہ اس سے مراد "لاپرواہی اور بے باکی" ہے اور اس میں اور اصطلاحی "خطا" میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

آپ نے مجھ سے ایک سوال یہ بھی کیا ہے کہ اگر کوئی شخص دن بھر کلمات کفر بکتا رہے اور شام کو بے اختیاری کا عذر کرے تو اس کا یہ عذر مسموع و مقبول ہوگا یا نہیں ؟

اس سوال کا زیر بحث واقعہ سے کوئی تعلق نہیں کیوں کہ یہاں اس کی کوئی دلیل نہیں کہ وہ دوالی غلطی اس شخص سے ایک دفعہ سے زیادہ ہوئی ہو بلکہ یہ غلطی اس سے صرف ایک ہی دفعہ ہوئی تھی۔ اور ایک دو دفعہ خطاء لسانی کے طور پر ایسی غلطی کا ہو جانا اور وہ بھی کسی وحشت انگیز خواب سے آنکھ کھلنے کے بعد کی بے خودی اور بے حسی کی حالت میں عادۃً کچھ مستبعد نہیں —— لیکن دن بھر کسی کی زبان کا یونہی بہکنا عادۃً مستبعد ہے البتہ اگر اس پر کسی خاص مرض کا حملہ ہو اور اس کی وجہ سے وہ بہکی بہکی باتیں کرنے اور اسی حالت میں اس کی زبان سے کلمات کفر بھی نکلیں تو بے شک وہ کافر نہ ہوگا لیکن اس کو خاطی نہیں کہا جائے گا بلکہ وہ "معتوہ" اور مجنون قرار دیا جائے گا۔

آپ نے طلاق کے متعلق بھی مجھ سے سوال کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ طلاق اور کلمات کفر کے احکام میں بہت فرق ہے، طلاق تو "مکرہ" کی بھی واقع ہو جاتی ہے لیکن وہ کافر کسی کے نزدیک بھی نہیں ہوتا۔ بس ایسے ہی سمجھئے کہ طلاق اگرچہ خاطی کی بھی واقع ہو جاتی ہے لیکن ---------------- وہ کافر نہیں قرار دیا جاتا۔ مجھے تعجب ہے کہ لوگ آپ کے نام کے ساتھ "مفتی" بھی لکھتے ہیں لیکن آپ ان معمولی معمولی چیزوں سے بھی ناواقف ہیں

جو عام کتبِ فقہ میں صراحتہً مذکور ہیں۔

آپ نے ایک بات یہ بھی دریافت کی ہے کہ اگر کوئی شخص تم کو گالیاں دے اور پھر زبان کی بے اختیاری کا عذر کرے تو کیا اس کو تم معاف کر دو گے ؟

میں عرض کرتا ہوں کہ بے شک اگر قرائن اس کے عذر کی تکذیب نہ کریں گے تو ضرور ہم اس کو معاف کر دیں گے۔ مثلاً کوئی شخص نیند سے اٹھایا جائے اور وہ اسی نیم خوابی کی حالت میں ہم کو گالیاں دے اور بعد میں یہ عذر کرے کہ میں خواب میں دیکھ رہا تھا کہ آپ سے میری لڑائی ہو رہی ہے اور میں آپ کو گالیاں دے رہا ہوں اور اسی حالت میں میری آنکھ کھل گئی اور بالکل بلا قصد میری زبان سے گالی نکل گئی اور اب میں بہت پشیماں ہوں۔ تو بے شک ہم اس کا عذر قبول کر لیں گے اور اگر وہ جھوٹا نہیں ہے تو اللہ کے نزدیک بھی اس کا یہ عذر ضرور مقبول ہو گا۔

لیجئے اس بحث میں بھی اب آپ کی کوئی بات قابل جواب باقی نہیں رہی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

اس کے بعد میں اصل موضوع (مبحث تحذیر الناس) کی طرف پھر متوجہ ہوتا ہوں۔

معزز حاضرین! کل سے اس وقت تک عباراتِ تحذیر الناس کے متعلق جو بحث ہوئی ہے۔ اس میں مولوی حشمت علی صاحب نے بے کار اور غیر متعلق باتوں میں بحث کو الجھانے کی بہت زیادہ کوشش کی ہے اور مجھے بھی ان کی باتوں کا جواب دینا پڑا۔ اس لئے بہت ممکن ہے کہ بعض سامعین کو اس سے الجھن پیدا ہو گئی ہو اور اصل مبحث ان کے ذہن میں نہ رہا ہو۔ اس واسطے میں پھر اب تک کی ساری بحث کا خلاصہ منقح کر کے پیش کر دینا مناسب سمجھتا ہوں تاکہ حاضرین کرام غلط مبحث میں مبتلا نہ ہوں۔

اصل بحث یہ تھی کہ "حسام الحرمین" میں مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے مصنف تحذیر الناس حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نور اللہ مرقدہٗ پر جو کفر کا فتوے دیا ہے وہ صحیح ہے یا غلط؟ —— میرا دعوے تھا کہ وہ محض غلط اور سراسر باطل ہے کیونکہ اس کی بنیاد اس پر ہے کہ مصنف تحذیر الناس نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آخری نبی ہونے کا انکار کیا ہے۔ اور یہ خالص بہتان اور محض افترا ہے اور اس کے ثبوت کے لئے انہوں نے جو چند سطر کی ایک عبارت تحذیر الناس کے حوالہ سے نقل کی ہے وہ اس طرح تحذیر الناس میں کہیں موجود نہیں ہے بلکہ وہ فاضل بریلوی کی مجددانہ تحریف کا نتیجہ ہے۔ میں اپنے پہلے بیانات میں اس چیز کو بہ تفصیل اور الحمد للہ نہایت واضح دلائل کی روشنی میں عرض کر چکا ہوں کہ اس پوری عبارت کو تحذیر الناس کی طرف منسوب کرنا اور

اس کی بنا پر اس کے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کو ختم نبوت زمانی کا منکر قرار دینا محض فریب ہے ——— فی الحقیقت وہ عبارت تحذیر الناس کے مختلف صفحات کے متفرق فقروں میں قطع و برید کر کے اور ان کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ جوڑ کر بنائی گئی ہے اس طرح کہ پہلا فقرہ اس میں صفحہ ۱۴ کا لیا گیا ہے۔ دوسرا فقرہ صفحہ ۲۸ کا۔ پھر تیسرا فقرہ صفحہ ۳ کا۔ اور اس کا اس میں کوئی خفیف سا بھی اشارہ نہیں کیا کہ یہ عبارت اس طرح مختلف صفحات کے متفرق فقروں کو آگے پیچھے کر کے بنائی گئی ہے بلکہ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ ان سب کو ملا کر ایک مسلسل عبارت بنا دی گئی ہے ——— اور اس میں شک نہیں کہ اس طور پر جو شخص سرسری نظر سے اس عبارت کو دیکھے گا وہ یہی سمجھے گا۔ کہ اس کا لکھنے والا ختم نبوت زمانی کا قائل نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اُن فقرات کو علیحدہ علیحدہ اپنی اپنی جگہ پر دیکھے تو اس کو اس کا وہم بھی نہیں ہو سکتا۔

میں بہ تفصیل ان فقروں کا علیحدہ علیحدہ صحیح مطلب سیاق و سباق کی روشنی میں عرض کر چکا ہوں اور بتلا چکا ہوں کہ ان میں سے پہلے اور دوسرے فقروں (یعنی صفحہ ۱۴ و ۲۸ کے فقروں) کا تعلق حضور اقدس علیہ السلام کی خاتمیت ذاتیہ سے ہے اور ان کا مطلب صرف یہ ہے کہ ختم ذاتی حضور کا ایسا وصف ہے کہ آپ کے زمانہ میں اور آپ کے بعد بھی کسی نبی کا ہونا اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ بہر حال ان دونوں فقروں کا ختم زمانی سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ اور تیسرا فقرہ جو صفحہ ۳ کا ہے اس کا منشا صرف یہ ہے کہ قرآن مجید میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جو خاتم النبیین کا لفظ آیا ہے اس سے عوام صرف ایک قسم کی خاتمیت یعنی ختم زمانی ہی مراد لیتے ہیں اور اس سے حضور کی بالذات فضیلت نہیں نکلتی، حالانکہ مقام مدح کا مقتضا یہ ہے کہ فضائل ذاتیہ ضرور بیان ہوں ——— اس چیز کو مفصل اور مدلل لکھنے کے بعد حضرت مولانا مرحوم نے اپنے خاص ذوق کے مطابق آیت خاتم النبیین کی تفسیر کی ہے اور بتلایا ہے کہ اسی ایک لفظ خاتم النبیین سے حضور علیہ السلام کے لئے خاتمیت ذاتیہ بھی ثابت ہوتی ہے اور خاتمیت زمانیہ بھی (جیسا کہ اس تمام مضمون کی تفصیل میں اپنے پہلے بیانات میں پیش کر چکا ہوں)۔

الغرض صفحہ ۳ والے اس فقرے میں بھی ختم نبوت زمانی کا انکار نہیں ہے بلکہ عوام کے حصر کا انکار ہے۔ بہر حال تحذیر الناس کے یہ تینوں فقرے اگر اپنی اپنی جگہ پر سیاق و سباق کی روشنی میں دیکھے جائیں تو ان میں ختم زمانی کے انکار کے وہم کی بھی گنجائش نہیں اور مولوی احمد رضا خان صاحب نے ان کو جس طرح آگے پیچھے کر کے ایک مسلسل عبارت بنا کر "حسام الحرمین" میں لکھا ہے اس سے ضرور ظاہری نظر میں ختم نبوت زمانی کا انکار نکلتا ہے۔ لیکن عرض کیا جا چکا ہے کہ وہ صرف موصوف ہی کی تحریف اور قلم کاری کا نتیجہ ہے جس سے مصنف تحذیر الناس مرحوم کا دامن بالکل پاک ہے۔

مولوی حشمت علی صاحب نے میری اس بحث کے جواب میں ایک بات تو یہ کہی تھی کہ " تحذیر الناس کے تینوں فقرے چونکہ مستقل جملے ہیں اس لئے ان کی ترتیب بدل دینے سے مطلب نہیں بدلا " ان کی اس بات کا مفصل جواب میں دے چکا ہوں اور اپنی پچھلی تقریر میں یہ بھی عرض کر چکا ہوں کہ اس کا فیصلہ بہت آسانی کے ساتھ اس طرح ہو سکتا ہے کہ کسی تعلیم یافتہ اور معاملہ فہم صاحب کو حکم بنا لیا جائے اور تحذیر الناس اور حسام الحرمین ان کے سامنے رکھ دی جائیں اور ان سے فیصلہ کرا لیا جائے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے جس طرح ترتیب بدل کر تحذیر الناس کی عبارت لکھی ہے آیا اس سے مطلب بدل گیا یا نہیں ؟ مگر آپ اس کے لئے ابھی تک تیار نہیں ہوتے اور نہ انشاء اللہ تیار ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ خود آپ کو ضرور اپنی ہٹ دھرمی کا یقین ہے اور آپ جانتے ہیں کہ ہر منصف کا فیصلہ آپ کے خلاف اور میرے موافق ہو گا۔

ایک بات آپ نے اس سلسلہ میں یہ بھی کہی تھی کہ " فتاوی الحرمین " میں ان فقروں کو علیحدہ علیحدہ بالترتیب لکھ کر بھی علماء حرمین سے فتوائے کفر لیا جا چکا ہے۔ میں نے اس کے جواب میں عرض کیا تھا کہ اسوقت بحث " حسام الحرمین " کی ہے۔ آپ اس کی خیانت اور غلطی تسلیم کر لیجئے اس کے بعد انشاء اللہ " فتاوی الحرمین " کے متعلق بھی ثابت کر دیا جائے گا کہ اس میں آپ کے اعلیٰ حضرت مجدد ملت نے اس سے بھی زیادہ شرمناک خیانت اور افتراء پردازی سے کام لیا ہے۔

میں پھر کہتا ہوں کہ اگر فی الحقیقت آپ کو یہ خیال ہے کہ " فتاوی الحرمین " میں تحذیر الناس کی عبارات ٹھیک ٹھیک بلا کسی خیانت و تحریف کے نقل کی گئی ہیں تو آپ " حسام الحرمین " کی بحث کو یہیں ختم کر کے " فتاوی الحرمین " پر مستقل طور پر بحث کر لیجئے۔ انشاء اللہ ابھی آپ کو اور سارے حاضرین کو حقیقت حال معلوم ہو جائے گی مگر مجھے یقین ہے کہ آپ اس کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ کیونکہ آپ خود جانتے ہیں کہ " فتاوی الحرمین " میں کیسی افسوسناک خیانت اور شرمناک افتراء پردازی سے کام لیا گیا ہے[1]۔

---

[1] الحمد للہ مولانا کی یہ حقانی پیشین گوئی بالکل صحیح ثابت ہوئی اور اس کے بعد کی تقریر میں مولوی حشمت علی صاحب نے " فتاوی الحرمین " کا نام تک نہیں لیا اور اسی لئے اس کی تحریف و خیانت کا راز اس مناظرہ میں نہ کھل سکا لہٰذا ہم اب ناظرین کے سامنے اس کی حقیقت بھی کھولتے ہیں، تحذیر الناس کا مضمون ہمارے ناظرین کے ذہن نشین ہو چکا ہو گا۔ اب ذرا دیکھئے کہ فاضل بریلوی " فتاوی الحرمین " میں کیسا سفید جھوٹ بول رہے ہیں آپ اس کے صفحہ ۹۲ پر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

اسی سلسلہ میں آپ نے ایک بات یہ بھی کہی تھی کہ ان تینوں فقروں میں سے ہر فقرہ بجائے خود موجب کفر ہے اس کا بھی میں اپنی پہلی تقریروں میں پورا پورا رد کر چکا ہوں ، اور تمام فقروں کا مطلب علیحدہ علیحدہ بیان کر کے ثابت کر چکا ہوں کہ ان میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) لکھتے ہیں۔

صنف رسالۃ فی تحدید معنی ختم النبوۃ ابطل فیہا معنی کون الخاتم آخر الانبیاء وزعم انہ من مخیلات العوام وان لیست فیہ فضیلۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فان التقدم والتاخر الزمانی لیس من الفضل فی شیئ فکیف یصح المدح بہ فی قولہ تعالی ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ۔ وانما معناہ ان نبینا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نبی بالذات وسائر الانبیاء بالعرض وسلسلۃ ما بالعرض انما تنتہی علی ما بالذات قال نعلی ہذا المعنی لا تختص خاتمیتہ صلی اللہ علیہ وسلم بالنسبۃ الی الانبیاء السابقین بل ان کان فرضا فی زمنہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نبی اخر فی موضع مالکانت خاتمیتہ بحالہا قال بل ان ولد بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی فرضا لم یخل ذالک بالخاتمیۃ المحمدیۃ اصلا فکیف

اس (مولوی محمد قاسم نانوتوی) نے ایک رسالہ معنی ختم نبوت کی تحدید میں تصنیف کیا جس میں خاتم کے معنی آخر الانبیاء ہونے کو باطل کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ عوام کے مخیلات میں سے ہے اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی فضیلت نہیں ہے کیوں کہ تقدم اور تاخر زمانی کا فضیلت سے کوئی تعلق نہیں تو اللہ تعالی کے قول ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں اس سے آپ کی مدح کیوں کر صحیح ہو سکتی ہے اور اس کے معنی تو اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نبی بالذات ہیں اور باقی تمام انبیاء بالعرض ، اور ما بالعرض کا سلسلہ ما بالذات ہی پر ختم ہوتا ہے کہا ہے کہ پس اس معنی کی بنا پر حضور کی خاتمیت انبیاء سابقین ہی کی نسبت نہ ہوگی بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں (صلی اللہ علیہ وسلم) کسی جگہ کوئی اور نبی ہو تو آپ کی خاتمیت بدستور رہے گی۔ کہا ہے بلکہ اگر آپ کے بعد بھی (صلی اللہ علیہ وسلم) بالفرض کوئی نبی پیدا ہو تو اس سے خاتمیت محمدیہ میں بالکل بھی خلل نہ آئے گا چہ جائیکہ آپ کے زمانہ ہی میں کوئی دوسرا نبی زمین کے کسی اور طبقہ میں مانا جائے ۔

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

سے ہر فقرہ بالکل بے غبار ہے اور جہاں تک مجھے یاد ہے صفحہ ۱۴ اور ۲۸ کے دونوں فقروں کے متعلق جو کچھ میں نے کہا تھا اس کا کوئی جواب ابھی تک آپ کی طرف سے نہیں ہوا ہے۔ البتہ صفحہ ۳ والے فقرے کے متعلق آپ نے یہ تسلیم کر لینے کے بعد کہ اس میں حصر ہی کا انکار ہے اپنی کئی تقریروں میں اس پر زور دیا ہے کہ اس حصر کا انکار بھی کفر ہے اور اس کے ثبوت میں آپ نے صرف ـــــ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)۔ اذا جوز فی عصرہ نبی

اٰخر فی طبقۃ اخریٰ من الارض۔

ناظرین با انصاف! تحذیر الناس کی تصریحات کو پیش نظر رکھ کر غور فرمائیں کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے "فتاوی الحرمین" کی اس عبارت میں جو مضمون نقل کیا ہے کیا اس کو تحذیر الناس کا مضمون قرار دینا محض بہتان نہیں ہے؟ ناظرین کی بصیرت کے لئے ہم چند اشارات بھی کئے دیتے ہیں۔

۱:۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے اس عبارت میں لکھا ہے کہ "تحذیر الناس میں خاتم کے معنی آخر الانبیاء ہونے کو باطل کیا گیا ہے" حالانکہ تحذیر الناس میں عوام کے حصر کو باطل کیا ہے اور خاتم کے معنی کو ختم زمانی و ختم ذاتی دونوں کو حاوی بتلایا ہے جیسا کہ ناظرین کرام اسی روئداد میں مدلل طور پر ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

۲:۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے اس عبارت میں دعوے کیا ہے کہ مصنف تحذیر الناس نے لکھا ہے کہ "آخر الانبیاء ہونے میں کوئی فضیلت نہیں" حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ تحذیر الناس میں صرف یہ لکھا گیا ہے کہ "تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں" اور ان دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے جیسا کہ ناظرین روئداد مولانا کی سابقہ تحریروں اور تقریروں میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

۳:۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے اس عبارت میں لکھا ہے کہ مصنف تحذیر الناس کے نزدیک "خاتم النبیین" کے معنی صرف یہی ہیں کہ حضور نبی بالذات ہیں اور دوسرے انبیاء بالعرض اس کے سوا کچھ اور نہیں" حالانکہ یہ بالکل افترا ہے اس بارہ میں مصنف تحذیر الناس کا مسلک یہ ہے کہ "خاتم" جنس ہے اور خاتم زمانی و مرتبی اس کی دو نوعیں ہیں اور آیت "خاتم النبیین" سے دونوں قسم کی خاتمیت بیک وقت مراد ہے۔ تحذیر الناس صفحہ ۹ و ۱۰ پر یہ مضمون پورے شرح و بسط کے ساتھ مذکور ہے جس کا خلاصہ ناظرین روئداد کے گزشتہ اوراق میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

ختم النبوت فی الآثار" کے حوالہ سے شفا کی ایک عبارت پیش کی ہے میں بار بار اس کا جواب دے چکا ہوں اور سیاق وسباق کے قرائن سے ثابت کر چکا ہوں کہ اس میں اس حصر کا شائبہ بھی نہیں ہے جس کے آپ مدعی ہیں۔ آپ نے ابھی تک میری اس بات کا کوئی رد نہیں کیا ہے۔ ہاں ایک آخری بات اس کے متعلق میں نے یہ بھی کہی تھی کہ ختم النبوت فی الآثار کے مصنف مولانا محمد شفیع صاحب الحمد للہ حیات ہیں ان سے دریافت کر لیا جائے کہ آپ نے شفاء کی عبارت کیا سمجھ کر نقل کی ہے، مگر آپ اس کے لئے تیار نہیں ہوتے اور نہ تیار ہو سکتے ہیں کیوں کہ اپنی ناحق کوشش کا آپ کو خود علم ہے۔ مگر تعجب ہے آپ کی اس جسارت پر کہ اب بھی آپ ختم النبوت فی الآثار کا نام لئے چلے جاتے ہیں۔ میں نے آپ کے اس ادعا حصر کو باطل کرنے کے لئے علامہ بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت پیش کی تھی کہ۔

"مقتضا ختم رسالت دو چیز است یکے آنکہ بعد وے رسول نباشد و دیگر آنکہ شرع آں عام باشد"

اس عبارت میں صاف تصریح ہے کہ حضورؐ کی خاتمیت صرف ختم زمانی میں منحصر نہیں ہے آپ نے اس عبارت کا کوئی جواب نہیں دیا۔ کیا علامہ بحر العلوم رح بھی انکار حصر کی وجہ سے آپ کے نزدیک کافر ہیں؟

اسی سلسلہ میں میں نے عارف رومی رح کے دو شعر[1] بھی پیش کئے تھے جن میں انہوں نے حضورؐ کی خاتمیت کو قریب قریب اسی معنی پر محمول کیا ہے جس کا نام مصنف تحذیر الناس کی اصطلاح میں ختم ذاتی اور نبوت بالذات ہے آپ ابھی تک ان کا بھی کوئی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اللہ اکبر! تحذیر الناس صفحہ ۳ کے مختصر مضمون میں اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی صاحب نے یہ تین تحریفیں کیں اور اس کو مسخ کر کے ایسا بنا دیا کہ جو شخص اب اس کو دیکھے گا ناواقفی کی وجہ سے اس کے مصنف کو ختم نبوت زمانی کا منکر سمجھے گا۔

اور پھر اسی مسخ شدہ مضمون سے بلا حوالہ صفحہ ۱۴ ، ۲۸ کے فقروں کو جوڑ دیا جس سے اب ہر ناظر ان کا مطلب یہ سمجھے گا کہ مصنف تحذیر الناس چونکہ معاذ اللہ ختم نبوت زمانی کے بالکل منکر ہیں اس لئے ان کے نزدیک حضور اقدس کے زمانے میں اور آپ کے زمانے کے بعد بھی اور نبی آسکتے ہیں۔ حالانکہ مصنف تحذیر الناس نے تحذیر الناس ہی میں ایسے شخص کو کافر لکھا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا منکر ہو اور آپ کے بعد کسی نئے نبی کی آمد کو جائز قرار دے۔ شاید ان لوگوں نے قسم کھائی ہے کہ علمائے ربانی کو بدنام کرنے اور ان کو کافر بنانے کے لئے ہر ناجائز اور خلاف دیانت کارروائی کریں گے۔ اللھم اعذنا من شرورھم ۔ مرتب غفرلہ۔

[1] مثنوی مولانا رومی رح کے یہ دونوں شعر اور ان کی پوری تشریح روئداد ہذا کے صفحہ پر گزر چکی ہے ۱۲ منہ۔

جواب نہیں دے سکے ۔ کیا عارف رومی رح بھی انکار حصر کی وجہ سے آپ کے نزدیک کافر ہیں ؟

اسی سلسلہ میں میں نے اپنے پہلے بیان میں " جمع الفوائد " سے یہ حدیث بھی پیش کی تھی " انی عند الله لخاتم النبیین وان ادم لمنجدل فی طینته " یعنی میں اللہ کے یہاں اس وقت خاتم النبیین ہو چکا تھا جب کہ آدم علیہ السلام کا خمیر ہی تیار ہو رہا تھا ۔

میرا مقصد اس حدیث کے پیش کرنے سے یہ تھا کہ اس کا ظاہر اور متبادر مطلب یہی ہے کہ آدم کی تخلیق کے وقت آپ اللہ کے یہاں " خاتم النبیین " ہو چکے تھے ۔ اور ظاہر ہے کہ اس وقت ختم زمانی کا احتمال بھی نہیں ہو سکتا ۔ ہاں اگر یہ معنی لئے جائیں کہ آپ اس وقت وصف نبوت کے ساتھ بالذات موصوف یعنی خاتم ذاتی تھے تو بغیر کسی دشواری کے معنی صحیح ہو جاتے ہیں ۔

اور اگر حدیث کے معنی یہ کئے جائیں کہ آپ اس وقت علم الٰہی اور تقدیر ازلی میں " خاتم النبیین " ہو چکے تھے تو اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی خصوصیت خاصہ باقی نہیں رہتی کیوں کہ علم الٰہی اور تقدیر ازلی میں تو ساری ہی کائنات تھی ۔ بہر حال حدیث کے معنی جب ہی درست ہوں گے جب یہ مانا جائے کہ آپ اس وقت بالفعل " خاتم النبیین " تھے اور یہ بات جب ہی راست آسکتی ہے جبکہ " خاتم النبیین " کے مفہوم کو ختم زمانی میں حصر نہ کیا جائے اور اس سے " نبوت بالذات " مراد لی جائے ۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ اس پر کچھ زیادہ غور کریں گے ۔

آپ کے ادعاء حصر کے ابطال کے لئے میں نے ایک صریح حدیث یہ پیش کی تھی " لکل اٰیة منها ظهر وبطن ولکل حد مطلع " یعنی قرآن کی ہر آیت کے ایک ظاہری معنی ہوتے ہیں اور ایک باطنی ۔ الخ " ۔ اس کے جواب میں آپ نے کہا کہ " خاتم النبیین " کوئی مستقل آیت نہیں ہے بلکہ وہ آیت کا ایک جزء ہے لہٰذا وہ اس حدیث کے تحت میں نہیں آتا ۔ میں نے اس کا جواب دیا تھا کہ کسی آیت کے باطنی معنی جب ہی بن سکتے ہیں جب کہ اس کی مفردات کے بھی باطنی معنی لئے جائیں ، آپ اس کا کوئی جواب نہیں دے سکے ۔ نیز میں نے آپ کے اعلیٰ حضرت کی کتاب " الدولة المکیة " سے ایک عبارت پیش کی جس میں صراحۃً مذکور ہے کہ " فقیہ کامل وہی ہو سکتا ہے جو قرآن پاک کے ایک ایک لفظ کو چند چند معانی پر محمول کرے " ۔

اس کے جواب میں آپ نے ایک عجیب وغریب بات یہ فرمائی ہے کہ اس عبارت میں " اللفظ الواحد " میں الف لام استغراق کا نہیں ہے ۔ حالانکہ غالباً وہ عبارت آپ نے اصل کتاب میں ابھی تک دیکھی بھی نہیں ہے ورنہ آپ

ایسی لغویات نہ کہتے۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے جس مدعا کے ثبوت کے لئے وہ عبارت نقل کی ہے وہ جب ہی ثابت ہو سکتا ہے کہ الف لام کو استغراق کے لئے مانا جائے اور یہ تسلیم کیا جائے کہ تمام کلمات قرآنی کے متعدد محامل ہو سکتے ہیں۔

بہرحال آپ کے دعوائے حصر کے خلاف جو دلائل میں نے اب تک قائم کئے ہیں وہ بحمد اللہ سب صحیح و سالم ہیں اور ان کا آپ کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ پس حصر کا دعویٰ محض باطل اور آپ ہی جیسے عوام کا خیال خام ہے اور یہ کہنا تو، افسوسناک جہالت اور خطرناک جسارت پر مبنی ہے کہ یہ حصر ضروریات دین میں سے ہے اور اس کا منکر کافر ہے لاحول و لا قوۃ الا باللہ۔

میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آپ کسی ایک معتبر دینی کتاب میں بھی یہ نہیں دکھلا سکتے کہ مفہوم خاتم النبیین کا ختم زمانی میں حصر ضروریات دین میں سے ہے۔ معلوم نہیں آپ کو "ضروریات دین" کے معنی بھی معلوم ہیں یا نہیں۔

معزز حاضرین! یہ ہے کل سے اب تک کی ساری بحث کا خلاصہ اور یہی ہے اصل موضوع بحث۔ میں امید رکھتا ہوں کہ آپ ان تمام باتوں کو یاد رکھیں گے اور ایمان و انصاف سے فیصلہ کریں گے۔

مولوی حشمت علی صاحب کا چھٹا بیان اور مناظرہ کا خاتمہ

۸۶/۹۲ ۱- میں نے تحذیر الناس کی بحث ہرگز نہیں چھوڑی ، میرے ۴۳ سوالات وا عتراضات حرف تحذیر الناس پر نازل ہیں ، ان سوالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ کہنا کہ اصل بحث کو چھوڑ دیا ، کتنا سفید جھوٹ ہے ۔

خواب والا واقعہ تو محض استطراداً بطور تائید و توضیح پیش کیا گیا ، حدیث شریف " کنت عند الله خاتم النبیین وان ادم لمنجدل فی طینه " سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ حضور نبی بالذات ہیں بلکہ صرف یہ مطلب ہے کہ میرے وصف کریم ختم نبوت کا ملکوت اعلیٰ میں اعلان ہو چکا تھا اور اسوقت تک آدم علیہ السلام کے جسم مبارک کا خمیر بھی تیار نہیں ہو چکا تھا ۔

" فتح الرحمن " کی عبارت لکھ کر اس کے نیچے لکھ دیجئے کہ ہمارا یہی عقیدہ ہے پھر ہم جواب دیں گے ابھی تک تو آپ نے عبارت بھی نہیں پیش کی [۱]

عالمگیری کو آپ صحیح مانتے ہیں یا فتاویٰ رشیدیہ کو ؟

فقیر ابو الفتح عبید الرضا محمد حشمت علی خان قادری رضوی لکھنوی غفرلہ

دافع الوسواس آپ کے نزدیک بالکل حق و صحیح ہے تو صفحہ ۱۲ کو دیکھ کر یہ عبارت لکھ دیجئے کہ دافع الوسواس میں ہیں جو کچھ لکھا ہے سب حق ہے پھر ہم سے جواب لیجئے ۔ [۲] محمد حشمت علی خان غفرلہ

---

[۱] " فتح الرحمن " کی عبارت حضرت مولانا محمد منظور صاحب اپنے پانچویں تحریری بیان میں نقل فرما چکے ہیں ۔ ناظرین کرام نے بھی ملاحظہ فرمائی ہو گی ۔ لیکن مولوی حشمت علی صاحب کی حواس باختگی کا یہ عالم تھا کہ حریف کی تحریر و تقریر کی بھی خبر نہ تھی ۔۱۲

[۲] " دافع الوسواس " صفحہ ۱۲ کی عبارت کے متعلق مولانا نعمانی صاحب کا جواب روئداد ہذا کے صفحہ ۳۸۱ پر گذر چکا ہے ۔

نلینظر ثمہ ۱۲ مرتب غفرلہ

نوٹ از مرتب غفرلہٗ

مولوی حشمت علی صاحب نے یہ تحریری بیان (جو مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کی تقریر ہی کے دوران میں لکھ لیا تھا) مولانا موصوف کے حوالہ کیا اور اس کے بعد ذیل کی عجیب وغریب تقریر کی۔ مرتب

بھائیو! آپ نے دیکھ لیا کہ مولوی منظور صاحب میری باتوں کے جواب سے بالکل عاجز ہیں اور جن باتوں کا جواب میں پہلے ہی دے چکا ہوں انہیں کو رٹے جاتے ہیں۔ ارے مولوی صاحب! جو کچھ آپ نے کہا ہے اس سب کے پرخچے تو میں پہلے ہی اڑا چکا ہوں۔ آپ پر میرے پچاس سے زیادہ مطالبات سوار ہیں، پہلے ان کو اپنے اوپر سے اتاریئے۔ اور نانوتوی اور تھانوی کے کفر پر جو براہین قاہرہ میں نے قائم کئے ہیں ان کا جواب دیجئے۔

میں اپنے پہلے ہی بیان میں ثابت کر چکا ہوں کہ تحذیر الناس کے تینوں فقرے تین مستقل جملے ہیں اور ان میں تین مستقل کفر ہیں، اور وہ خواہ کسی ترتیب سے لکھے جائیں ان کے مطلب میں کوئی فرق نہیں آتا۔ آپ کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ آپ کہتے ہیں نانوتوی صاحب ختم نبوت زمانی کے قائل تھے۔ یہ ان پر آپ کا افترا ہے۔ وہ تو تحذیر الناس[1] صفحہ ۸ پر صاف لکھ چکے ہیں کہ "ختم نبوت زمانی یعنی حضورؐ کا سب سے پچھلا نبی ہونا آپ کے شایان شان ہی نہیں"۔ مولوی منظور صاحب ویسے تو آپ بہت بھولے بنتے ہیں مگر آپ سے یہ جیتے جاگتے جھوٹ بولنے خوب آتے ہیں۔

تھانوی صاحب اور ان کے مرید کو کفر سے بچانے کے لئے آپ نے کہا ہے کہ تھانوی صاحب کے مرید نے بیداری میں ان پر درود ایک ہی دو دفعہ پڑھا تھا۔ یہ بھی آپ کا سفید جھوٹ ہے وہ تو خود کہتا ہے کہ اس دن، دن بھر اس کی یہی حالت رہی اور وہ تھانوی صاحب پر درود کا وظیفہ جپتا رہا۔[2] آپ کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ اس سے بے اختیاری میں ہوا۔ کہیں دنیا میں آپ نے ایسی بے اختیاری دیکھی سنی ہے کہ آدمی جاگ رہا ہو، ہوش میں ہو اور وہ دن بھر ایک بات کہنی چاہے اور اس کے منہ سے نہ نکلے بلکہ

---

[1] مولوی حشمت علی صاحب کے اس صدی فی صدی افترا کا جواب مولانا منظور صاحب کی تیسری تقریر کے ضمن میں روئداد ہٰذا کے صفحہ ۵۴ پر گزر چکا ہے۔ ۱۲ منہ۔ [2] یہ بھی مولوی حشمت علی صاحب کا خالص جھوٹ ہے صاحب واقعہ کا بیان اس کے الفاظ میں مولانا کے چوتھے بیان کے ذیل میں روئداد ہٰذا کے صفحہ ۸۵ پر گزر چکا ہے اس میں یہ کہیں نہیں ہے کہ درود والی غلطی اس سے دن بھر ہوتی رہی بلکہ اس میں تو دوسری دفعہ کا ذکر بھی نہیں ہے۔ ۱۲ مرتب غفرلہ۔

اس کی بجائے دوسری بات نکل نکل جائے۔ گیا زبان اس کے منہ میں کوئی لگ چڑیا تھی جو بلا اختیار خود بولتی جا رہی تھی۔ اصل بات یہ ہے کہ اس کے دل میں پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عظمت نہیں تھی۔ بلکہ اس کے بجائے تھانوی کی محبت گھس کر بیٹھا ہوا تھا اس لئے اس کے منہ سے تھانوی ہی کا نام نکلتا تھا۔ اور تھانوی کے اسی مرید پر کیا منحصر ہے سب وہابیوں کا یہی حال ہوتا ہے، دیوبند کے مدرسہ میں پڑھایا ہی یہ جاتا ہے۔ خود آپ کا یہی حال ہے کل جب ہم نے مناظرہ کے بعد حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھنا شروع کیا تو آپ نے شرکت نہیں کی اور اس طرح کتابیں سنبھالنے لگے۔

اس موقعہ پر کتابیں سنبھالنے کی جو نقل مولوی حشمت علی صاحب نے کی تھی وہ فوٹو کھینچنے کے لائق تھی اور صحیح یہ ہے کہ اگر مولوی حشمت علی صاحب کے وطن لکھنؤ شریف کے نقال اس وقت وہاں ہوتے تو شاید وہ بھی اس سین کی داد دیتے مولوی حشمت علی صاحب کی اس نقالانہ حرکت پر سب ہی کو ہنسی آگئی۔ یہاں تک کہ مولانا محمد منظور صاحب بھی اپنی انتہائی اور شہرہ آفاق متانت کے باوجود ضبط نہ کر سکے اور مسکراہٹ آ ہی گئی۔ اس پر مولوی حشمت علی صاحب نے فرمایا۔

"اے مولوی منظور! دانت کیا نکالتے ہو میری طرف دیکھو میں تمہارا خصم ہوں" حاضرین اہلسنت میں سے بعض پرجوش نوجوان مولوی حشمت علی صاحب کی اس ——— کا جواب دینا چاہتے تھے اور انہوں نے حضرت مولانا نعمانی صاحب سے بہت اصرار کے ساتھ درخواست بھی کی لیکن مولانا موصوف نے ان کو بجبر روکا اور کھڑے ہو کر فرمایا کہ۔

اس قسم کے الفاظ سے آپ کا مقصد صرف یہ ہے کہ میں بھی مشتعل ہو کر اس کا ترکی بہ ترکی جواب دوں اور کہوں کہ میں آپ ہی کا نہیں بلکہ آپ کے استادوں کا بھی خصم ہوں، کیوں کہ میں نے آپ کے اساتذہ سے بھی مناظرہ کیا ہے۔ اور پھر اس کے جواب میں آپ اور سخت لفظ بولیں پھر میں اس کا اس سے زیادہ سخت جواب دوں اور عام لوگوں میں اشتعال پیدا ہو جائے

لہ یہ وہ بہتان عظیم ہے جس کا جواب انشاء اللہ مولوی حشمت علی صاحب کو مرنے کے بعد قبر میں اور حشر میں ملے گا قال اللہ تعالیٰ ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولٰئک کان عنہ مسؤلا ۔ قرآن مجید۔ مرتب

لہ کیا مولوی حشمت علی صاحب کو یہ آیت قرآنیہ یاد ہے لعنۃ اللہ علی الکاذبین " یہی ہماری طرف سے اس افترا کا بہتان کا جواب ہے۔ ۱۲۰۔ مرتب۔

اور ذمہ داران امن خطرہ محسوس کر کے مناظرہ بند کر دیں۔ لیکن یقین کیجئے کہ آپ اس ارادے میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ آپ شوق سے گالیاں دیں، سخت سے سخت لفظ بولیں مگر میں اس کے جواب میں آپ کے لئے صرف ہدایت وشرافت کی دعا کروں گا اور انشاء اللہ امن وامان قائم رہے گا اور آپ کے علی الرغم مناظرہ جاری رہے گا۔

مولوی حشمت علی صاحب نے اس کے جواب میں پھر مولانا کی شان میں ایک نہایت کریہہ لفظ استعمال کیا (جس کو یہاں ہم نقل بھی نہیں کر سکتے) اور کہا کہ میں تو مناظرہ بند کرانا نہیں چاہتا لیکن آپ اپنی ان باتوں سے مناظرہ بند کروانا ضرور چاہتے ہیں ——— مولانا محمد منظور صاحب اس کا کوئی جواب نہ دینے پائے تھے کہ جناب سب انسپکٹر صاحب پولیس نے جو وہاں انتظامی ڈیوٹی پر تھے اپنی کرسی سے کھڑے ہو کر فرمایا کہ۔

"اب میں یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوں کہ جیسے الفاظ آپ استعمال کرتے ہیں اگر آپ کے مقابل (مولانا محمد منظور صاحب) بھی ایسے ہی لفظ استعمال کریں تو ضرور ہمکو مناظرہ بند کرنا پڑے گا۔"

یہ سب انسپکٹر صاحب کا کھلا فیصلہ تھا جس کا صاف مطلب یہ تھا کہ مناظرہ بند کرانے کی روش آپ کی ہے نہ مولانا محمد منظور صاحب کی۔ جس دن یہ واقعہ پیش آیا ہے وہ مناظرہ کا دوسرا دن تھا اور گیارہ بج چکے تھے۔ سب انسپکٹر صاحب کے اس فیصلہ پر آج کا اجلاس برخاست ہو گیا اور فریقین اپنے اپنے قیام گاہ پر چلے گئے۔

بارہ بجے کے بعد ایس، ڈی، او (سٹی مجسٹریٹ صاحب) کی طرف سے فریقین کو بلایا گیا۔ اہلسنت کی طرف سے مولانا محمد منظور صاحب اور جناب انجم صاحب مدیر رسالہ "ندیم" گیا صدر مجلس مناظرہ منجانب اہلسنت تشریف لے گئے۔ ایس، ڈی، او صاحب نے فرمایا کہ مناظرہ کے متعلق ہمارے پاس جو رپورٹ پہنچی ہے وہ خطرناک ہے اور نقص امن کا اندیشہ ہے اس لئے ہمارا خیال ہے کہ یہ سلسلہ بند کر دیا جائے۔ مولانا محمد منظور صاحب اور جناب انجم صاحب نے مناظرہ کی ضرورت ظاہر کرتے ہوئے حفظ امن کی طرف سے اطمینان دلایا اور فرمایا کہ ہم اس کی پوری پوری کوشش کریں گے کہ کوئی ناخوشگوار صورت پیش نہ آئے اور عمال حکومت کو شکایت کا موقعہ نہ ملے۔ اور ہم کو قوی امید ہے کہ ہم اس کوشش میں کامیاب ہو جائیں گے۔ یہ گفتگو کچھ دیر تک رہی یہاں تک کہ ایس، ڈی، او صاحب کو حفظ امن کی طرف سے اطمینان ہو گیا۔ اور انہوں نے مناظرہ جاری رکھنے کی اجازت دے دی۔ اور یہ حضرات وہاں سے فائز المرام واپس تشریف لے آئے اور یہ کارروائی عام طور پر لوگوں کے علم میں بھی آ گئی۔

ان حضرات کے بعد فریق ثانی کی طرف سے مولوی حشمت علی صاحب اور ان کے بعض انصار و اعوان نے ایس ڈی او صاحب سے ملاقات کی۔ تفصیل کے ساتھ ہم کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ان حضرات سے کیا گفتگو ہوئی۔ قیاس چاہتا ہے کہ ایس ڈی او صاحب نے جو بات مولانا محمد منظور صاحب اور انجم صاحب سے فرمائی تھی وہی ان حضرات سے بھی کہی ہوگی اور غالباً بلکہ یقیناً ان حضرات نے ایس ڈی او صاحب کو مطمئن کرنے کی کوشش نہیں کی (بلکہ ایسی باتیں کیں جس سے ان کا خطرہ اور زیادہ بڑھ جائے اور جس کو مناظرہ سے جلن چھڑانی بھاری ہو رہی تھی اس کو چاہئے بھی یہی کرنا تھا) بہرحال یقین کے ساتھ ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہاں ان حضرات نے کیا کہا۔ لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد افواہاً یہ سنا گیا کہ ایس۔ڈی۔او صاحب نے ان لوگوں کو مناظرہ بند کر دینے کا حکم دے دیا۔ اور ان ناخدا ترسوں کی طرف سے یہ پروپیگنڈا بھی شروع کر دیا گیا کہ مولانا منظور صاحب اور انجم صاحب نے ایس ڈی او صاحب سے کہہ کر مناظرہ بند کرا دیا ہے۔

چونکہ یہ خبر صرف افواہاً سنی گئی تھی اور اس کی باضابطہ اطلاع مولانا محمد منظور صاحب کے پاس نہیں آئی تھی اس لئے مولانا موصوف نے ایس ڈی او صاحب کو ایک چٹھی لکھی جس کی نقل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

جناب عالی! جناب کے حکم کے بموجب جب میں اور انجم صاحب دوپہر جناب کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے تو جناب نے مناظرہ کے متعلق فرمایا تھا کہ مناظرہ جاری رہے اور حفظ امن کا خیال رکھا جائے۔ چنانچہ ہم لوگوں نے یہاں آکر اس کا اعلان بھی کر دیا کہ مناظرہ بدستور جاری رہے گا مگر اب شام کے وقت یہ خبر سنی گئی کہ آنجناب نے مناظرہ بند کرنے کا حکم صادر فرما دیا ہے۔ ساتھ ہی ہمارے مخالفین یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ ہم لوگوں نے ہی آنجناب سے کہہ کر مناظرہ بند کرایا ہے۔ حالانکہ ہم کو ابھی تک پورے طور پر اس کی خبر بھی نہیں۔ پس گزارش یہ ہے کہ حقیقت حال سے مطلع فرما کر ممنون فرمایا جائے تاکہ اصل بات معلوم ہو جائے اور غلط فہمیاں پیدا نہ ہوں۔"

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ ۳۶/۲/۲۴

مولانا کے اس مکتوب پر ایس، ڈی، او صاحب نے بزبان انگریزی جواب لکھا کہ۔

"پولیس کی رپورٹ کی وجہ سے مناظرہ بند کر دینا پڑا"

اور قاصد کی جو گفتگو زبانی ایس ڈی او صاحب سے ہوئی اس میں جناب موصوف نے فرمایا کہ پولیس کی رپورٹ خطرناک تھی مگر چونکہ پہلے فریق (مولانا محمد منظور صاحب و انجم صاحب) نے حفظ امن کی طرف سے اطمینان دلایا اور ان کی باتوں سے مجھے

اطمینان ہو گیا تھا اس لئے میں نے اجازت دے دی تھی۔ لیکن دوسرے فریق کے لوگ جب ملے تو ان کا رویہ قابل اطمینان نہ تھا اس لئے ہم کو مناظرہ روک دینا پڑا۔

بہر حال مولوی حشمت علی صاحب کی سخت کلامی اور اس پر افسر پولیس کی رپورٹ، پھر ایس ڈی او صاحب بہادر کے حکم سے اس طرح مناظرہ ناتمام ختم ہو گیا۔

مولانا محمد منظور صاحب نے ایس ڈی او صاحب کو چٹھی لکھنے کے ساتھ ایک خط مولوی حشمت علی صاحب کو بھی لکھا تھا جس کی نقل درج ذیل ہے۔

از بندہ ناچیز محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ۔

بگرامی خدمت جناب مولوی حشمت علی صاحب بعد ما ہو المسنون۔ ایک بجے کے قریب ایس ڈی او صاحب کی جانب سے آپ حضرات کی طرح میرے اور انجم صاحب کے نام بھی طلبی نامہ آیا اور ہم نے دو بجے سے پہلے ان سے ملاقات کی ان کا خیال حفظ امن کے لئے مناظرہ بند کر دینے کا تھا لیکن ہم نے ان کو یقین دلایا کہ حفظ امن کی ہم پوری پوری کوشش کریں گے تو وہ مناظرہ جاری رہنے پر راضی ہو گئے تھے اور ان کے آخری الفاظ اس بارہ میں یہ تھے کہ "آپ لوگ حفظ امن کا خیال رکھئے اور مناظرہ جاری رکھئے، اگر پھر ہم کو امن کی طرف سے خطرہ محسوس ہوگا تو ہم مناظرہ بند کر دیں گے" چنانچہ ہم نے وہاں سے آکر اپنے احباب میں اعلان بھی کر دیا، لیکن اسی وقت بعض احباب سے معلوم ہوا کہ شہر میں یہ خبر گشت کر رہی ہے کہ ایس، ڈی، او صاحب نے مناظرہ بند کر دیا ہے۔ صاحب موصوف سے آپ حضرات کی ملاقات میرے بعد ہوئی تھی تو کیا آپ کو اس قسم کا کوئی حکم دیا گیا ہے۔ براہ کرم بہت جلد مطلع فرمائیے کہ اس افواہ کی کیا حقیقت ہے، اس سلسلہ میں میں نے ایک چٹھی ایس ڈی او صاحب کو بھی لکھی ہے ابھی وہاں سے جواب موصول نہیں ہوا ہے۔ جناب بہت جلد جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ کے پروگرام پر غور کیا جا سکے اور اگر خدا نہ کردہ یہی صورت ہے تو اس کے تدارک کی کوشش کی جائے۔ یا بصورت مجبوری مناظرہ کی نوعیت بدل دی جائے"

محمد منظور نعمانی ۳۶/۲/۲۴

مولانا مدظلہ کے اس مکتوب کا منشا صاف یہ تھا کہ اگر مناظرہ حکومت کی طرف سے کسی خطرہ کی وجہ سے ممنوع قرار دے دیا گیا ہے تو ہم مل کر اس کا تدارک کریں یعنی اس خطرہ کی طرف سے عمال حکومت کو مطمئن کر کے اس کی پھر اجازت حاصل کریں اور

اگر وہ کسی طرح مطمئن نہ ہو سکیں تو پھر مناظرہ کی نوعیت بدل دی جائے یعنی صرف تحریری رکھا جائے جس میں کوئی خطرہ نہیں۔

لیکن مولوی حشمت علی صاحب نے اس سے جیسا بے پردہ گریز کیا وہ ان کی جوابی تحریر میں ملاحظہ فرمائیے۔ مولانا کے اس مکتوب گرامی کے جواب میں آپ لکھتے ہیں۔

" جناب مولوی منظور صاحب سنبھلی ہداہ المولیٰ تعالیٰ الی الحق الجلی وثبتنا علی الصراط السوی سلام علیکم کما علمنا القرآن العظیم۔ آپ کا خط پہنچا جواب میں گزارش ہے کہ آپ نے ایس ڈی او صاحب کو جو خط لکھا ہے اس کا جواب جو آپ کو وصول ہوا ہو اور آج کی کارروائی پر جو آرڈر دیا ہے اس کی نقل باضابطہ لے کر فقیر کے پاس بھیج دیجئے۔ ان دونوں تحریروں پر غور کر کے آپ کے اس خط کا جواب دیا جا سکتا ہے۔

فقیر ابوالفتح عبیدالرضا محمد حشمت علی خاں قادری رضوی مجیبی لکھنوی غفرلہٗ

شب سہ شنبہ یکم ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ

ناظرین کرام! غور فرمائیں کہ ایس ڈی او صاحب کے جواب یا آرڈر کی نقل (اور وہ بھی باضابطہ نقل) کو مولانا کے جواب سے کیا تعلق ہے؛ اور اس کی کیا ضرورت ہے۔ اور اگر بالفرض مولوی حشمت علی صاحب کو اس کی ضرورت بھی تھی تو ان کو وہ خود حاصل کرنی چاہئے تھی۔ مولانا کو یہ لکھنا کہ آپ حاصل کر کے بھیج دیجئے کس رشتہ کی بنا پر ہے اور کیا معنی رکھتا ہے۔ ہمارے نزدیک اس کے معنی سوائے دفع الوقتی کے اور کچھ نہیں ہو سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ اگلے روز بذریعہ اشتہار ان کو ایس ڈی او صاحب کے جواب کا علم بھی ہو گیا لیکن پھر بھی مولانا کے خط کے جواب میں وہ آج تک خاموش ہیں۔

یہ ہیں واقعات "مناظرہ گیا" کے حق و باطل اور فتح و شکست کا فیصلہ ہم ناظرین کرام پر چھوڑتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ اصل مناظرہ کی طرح اس روئداد کو بھی مسلمانوں کے لئے نفع بخش بنائے آمین بحرمۃ النبی الامین وصلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین الیٰ یوم الدین۔

خاکسار محمد عبدالقدوس بہاری غفرلہٗ

بشارتِ نبوی ؐ

"مناظرۂ گیا" کی روئداد ناظرین کرام ملاحظہ فرما چکے اسی سلسلہ میں حضرت حکیم الامت مدظلہٗ کے حق میں ایک بشارتِ نبوی ؐ کا ذکر نہایت ضروری ہے۔

اس مناظرہ سے چند روز پہلے جب کہ مولوی حشمت علی صاحب گیا پہنچ چکے تھے اور اپنی تقریروں میں اکابر علماء اہلسنت بالخصوص حضرت حکیم الامت محی السنۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب (دامت برکاتہم) کے خلاف حسب عادت بہت زیادہ زہر اگل رہے تھے اور نہایت ناپاک قسم کے بہتان ان حضرات پر لگا رہے تھے، اسی دوران میں جناب محمد اشرف صاحب گیاوی (جو خود حضرات علماء دیوبند کے مسلک پر نہیں ہیں اور جن کو پہلے سے اکابر جماعت دیوبند سے کوئی خاص عقیدت بھی نہ تھی) خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت باسعادت سے مشرف ہوئے۔ انہوں نے حضور ؐ کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ حضور! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہاں ایک صاحب مولوی حشمت علی صاحب آئے ہوئے ہیں وہ مولوی اشرف علی صاحب کو بہت برا کہتے ہیں ان میں کون حق پر ہے؟

ارشاد فرمایا "مولوی اشرف علی حق پر ہیں وہ بہت اچھے آدمی ہیں"

یہ صاحب محمد اشرف بحمد اللہ اس وقت بھی حیات ہیں بفضلہ تعالیٰ نہایت نیک اور خدا ترس مسلمان ہیں اور اب بھی مسلک کے اعتبار سے اکابر علماء دیوبند کے پورے پورے ہمنوا نہیں ہیں، لیکن اس خواب کے بعد سے اس جماعت حقہ کے اکابر بالخصوص حضرت حکیم الامت کی ذاتِ اقدس سے والہانہ عقیدت اور غیر معمولی محبت رکھتے ہیں جو حضرات چاہیں ان سے تصدیق کر سکتے ہیں۔

یہ بشارتِ عظمیٰ فی الحقیقت دربار نبوت سے "گیا" کے اس مناظرہ بلکہ اہل بدعت واہلسنت کے تمام اختلافات کا روشن فیصلہ ہے۔ حق تعالیٰ ان بدبخت گمراہوں کو ہدایت بخشے جو ایسے بزرگوں کے حق میں بدگوئی کر کے اپنا نامۂ اعمال سیاہ کرتے ہیں ان کو یقین رکھنا چاہئے کہ ایک دن سب کو اس دنیا سے جانا اور رب ذو الجلال کے قہاری دربار میں بھی پیش ہونا ہے۔

قریب ہے یارو روزِ محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر ٭ جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستین کا

والسلام آخر الکلام ناچیز محمد عبد القدوس بہاری غفرلہٗ

فتح بریلی کا دلکش نظارہ

مرتبہ
مولانا رفاقت حسین فاروقی

انجمن ارشاد المسلمین
۱۴-ا- بہاولپور روڈ، مزنگ لاہور

فہرست مشمولات

انعقادِ مناظرہ کے اسباب

کے متعلق بجائے اس کے کہ ہم اپنی طرف سے کچھ لکھیں مناسب سمجھتے ہیں کہ بانیٔ مناظرہ جناب محمد شبیر صاحب بریلوی سیکرٹری اسلامی تجارتی کمیٹی لکھنؤ کا وہ تحریری بیان نقل کردیں، جو انہوں نے انعقادِ مناظرہ کے متعلق اشتہار کی شکل میں شائع کیا تھا۔ ملاحظہ ہو وہ لکھتے ہیں۔

حضرات! میں شہر کہنہ بریلی کا باشندہ ہوں اور ایک عرصہ سے تجارتی سلسلہ سے لکھنؤ رہتا ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ میں مسلمان ہوں اور دیوبندی، بریلوی مناقشات سے مجھے کبھی کوئی دل چسپی نہیں ہوئی کچھ دن ہوئے کہ میں اپنے وطن بریلی آیا۔ میرے اہل محلہ سید اعجاز نبی صاحب، مولوی لیاقت حسین صاحب، ثناء اللہ صاحب، سید حبیب الحسن صاحب، ڈاکٹر رحمت علی صاحب اور ان کے کرایہ دار (جن کا نام اس وقت یاد نہیں) ان تمام حضرات نے جو مولوی حامد رضا خان صاحب کے ماننے والے ہیں، مجھ سے کہا کہ تمہارے بڑے بھائی وہابی ہوگئے ہیں اور وہ مولوی اشرف علی صاحب کو مانتے ہیں۔ لہٰذا ان سے سلام وکلام وغیرہ سب چھوڑ دو۔ اور اس کے متعلق بڑے مولوی صاحب (مولانا حامد رضا خان صاحب) سے فتوے دریافت کرلو۔ چنانچہ میں نے اس کے متعلق سوال[1] لکھا۔ اور مؤخرالذکر صاحب جو بڑے مولوی صاحب کے غالباً مرید بھی ہیں مجھ کو ہمراہ لے کر مولوی حامد رضا[2] خان صاحب کے پاس۔ پہنچے۔ مولوی صاحب نے سوال

---

[1] سوال کی عبارت یہ تھی۔ "کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ میرا بڑا بھائی مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کو عالم مانتا ہے اور ان کی لکھی ہوئی کتابوں پر عمل کرتا ہے اور بعض لوگ مولوی اشرف علی صاحب کو وہابی کہتے ہیں میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ در اصل مولوی اشرف علی صاحب وہابی ہیں یا نہیں؟ اور اگر وہ وہابی ہیں تو مجھ کو کیا کرنا چاہئے۔ اپنے بھائی

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

دیکھا اور زبانی جواب دیا کہ۔

"مولوی اشرف علی کافر ہیں۔ ان کے ماننے والے بھی کافر ہیں، ان سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھا جاوے۔"

میں نے عرض کیا کہ آپ اس کو لکھ دیجئے، میں دوسرے علماء صاحبان سے بھی جواب لکھاؤں گا۔ تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ ہمارے مدرسہ کے بڑے مدرس صاحب سے لکھالو۔ میں ان کے پاس حاضر ہوا، انہوں نے مجھ کو مولوی سردار احمد صاحب[1] کے پاس بھیج دیا۔ اور انہوں نے وہی جواب[2] لکھا جو مولوی حامد رضا خاں صاحب نے زبانی) فرمایا تھا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) سے ملوں یا نہ ملوں۔ اور وہابی کس کو کہتے ہیں؟ [3] فرزند اکبر مولوی احمد رضا خان صاحب۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] جو گزشتہ سالوں سے لائلپور (فیصل آباد) میں تکفیری مہم چلا کر اپنے اسلاف کی سنت کو تازہ کر رہے ہیں (ناشر)

[2] **الجواب**: اشرف علی تھانوی نے حضور اقدس سرور دو عالم نورِ مجسم شفیع معظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان اقدس و رفیع میں صریح توہین و کھلی گستاخی کے کلمات ملعونہ بکے ہیں۔ علمائے عرب وعجم نے ایسے کلمات کہنے والے کو کافر خارج از اسلام فرمایا ہے وہ کلمات یہ ہیں۔

"آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے، ایسا[1] علم تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔" (حفظ الایمان ص۶)

اشرف علی تھانوی وہابی بلکہ وہابیوں کا پیشوا ہے۔ وہابی اسے کہتے ہیں کہ جو محمد بن عبدالوہاب نجدی (جو رسول کریم رؤف رحیم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں طرح طرح کی گستاخیاں کرتا تھا) کا متبع ہو یعنی جو شخص رسول کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان رفیع میں گستاخی کرتا ہے وہابی کا لفظ اس کے لئے مشہور ہو گیا۔ صورت مذکورہ میں اگر وہ شخص اشرف علی

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

---

[1] مجیب کی چالاکی اور عیاری قابل غور ہے کہ اصل عبارت حفظ الایمان میں لفظ "ایسا علم غیب" ہے اور اس مجیب نے اس میں سے لفظِ "غیب" کو اڑا کر صرف لفظ "علم" لکھا ہے۔ اور اس طرح خلق اللہ کو دھوکے میں ڈال کر گمراہ کرنا چاہا ہے اور اپنے اسلاف محرفین کی سنت مستمرہ پر عمل کیا ہے۔ فنعوذ باللہ من شرور انفسہم۔ (مرتب)

پھر میں نے وہ فتویٰ مولانا رفاقت حسین صاحب عمروی کے سامنے پیش کیا انہوں نے اس کا رد لکھا اور کفر کے فتوے کو غلط، باطل ثابت کیا[1]۔ اس کے بعد میرے انہیں محلہ داروں نے (جو مولوی حامد رضا خان صاحب کے خاص

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کی عبارتِ مذکورہ پر مطلع نہیں ہے تو اسے مطلع کر دیا جائے۔ اطلاع پانے کے بعد اگر وہ باز نہ آئے تو اس سے قطعاً علیحدگی اختیار کی جائے۔ اس سے میل جول، سلام، کلام، کھانا، پینا سب حرام ہے۔ قال تعالیٰ وَلَا تَرْكَنُوٓا۟ إِلَى ٱلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ فَتَمَسَّكُمُ ٱلنَّارُ۔ واللہ اعلم۔ فقیر محمد سردار احمد غفرلہ الاحد گورداسپوری "

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] مرتب روئداد ہذا احقر رفاقت حسین غفرلہٗ اس لائق نہیں ہے کہ مفتیانِ دین میں اس کا شمار ہو اور فتویٰ نویسی اس کا کام ہے۔ البتہ اپنی استعداد اور استطاعت کے مطابق حسب توفیق وہ حق کی حمایت اور باطل کے خلاف جہاد کا جذبہ اپنے اندر ضرور رکھتا ہے۔ چونکہ مولوی سردار احمد صاحب نے اپنے اس فتوائے کفر میں نہایت بیدردی کیساتھ حق و صداقت کا خون کیا ہے اس لئے اظہار اللصواب جناب محمد شبیر صاحب سائل کے اصرار پر ناچیز نے اس کفری فتوے کا مختصر جواب لکھ دیا۔ جس کا نام بھی بعض احباب کی خواہش پر "بطش شدید بر مفتری عنید" رکھ دیا گیا۔ ناظرین کی آگاہی کے لئے وہ جواب بعینہٖ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

بطش شدید بر مفتری عنید

حامداً ومصلیاً۔ اما بعد! معلوم ہونا چاہئے کہ مجیب نے اس جواب میں اپنے مجددِ ملت محدث فی الدین مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کا اتباع کرتے ہوئے نہایت سخت خیانت اور شرمناک بددیانتی سے کام لیا ہے۔ خانصاحب بریلوی نے بھی حفظ الایمان کی یہی عبارت اسی طرح ناقص نقل کر کے اور اس میں تحریفات کر کے علماءِ حرمین کے سامنے پیش کی تھی اور ان حضرات کو دھوکہ دے کر اپنے فتویٰ کفر کی ان سے تصدیق کرائی تھی اور یہی وجہ ہوئی کہ جب اس عبارت کا صحیح مطلب علماءِ حرمین شریفین کے سامنے رکھا گیا تو ان حضرات نے اس کو بالکل بے غبار اور ناقابلِ اعتراض بتلایا اور صاف لکھ دیا کہ ایسا لکھنے والا صحیح العقیدہ سنی ہے۔ علماءِ حرمین کا یہ آخری فتویٰ "التصدیقات" کے نام سے اب سے تقریباً بیس سال پہلے شائع ہو چکا ہے۔ بہرحال بریلوی صاحب نے بھی اس عبارت کے متعلق یہ خلافِ دیانت کاروائی کی تھی اور انہیں کی اقتداء میں اس مجیب نے بھی وہی خیانت کی ہے اور عبارت کو ناقص نقل کیا ہے۔ ورنہ اگر اس کا ماسبق اور مالحق پورا لکھ دیا

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

آدمی تھے) مجھ سے کہا کہ ان جھگڑوں کا ٹھیک فیصلہ مناظرہ سے ہو سکتا ہے۔ لہٰذا تم مولوی منظور احمد صاحب مدیر الفرقان اور مولوی سردار احمد صاحب کے درمیان مناظرہ کراؤ۔ دونوں جماعتوں اور دونوں عالموں کی ہر قسم کی ذمہ داری ہم لیں گے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) جاتا تو کسی کو کوئی شبہ نہ ہوتا۔ چونکہ حفظ الایمان کی اس عبارت کی توضیح علمائے اہلسنت نہایت شرح و بسط کے ساتھ کر چکے ہیں۔ اور خود حضرت علامہ تھانوی مدظلہ بھی "بسط البنان" میں اس بہتان کا کافی شافی جواب دے چکے ہیں اس لئے اب کسی مزید تفصیل کی تو حاجت نہیں۔ ہاں مختصراً اتنا سمجھ لینا چاہئے کہ حضرت تھانوی زید مجدہم اس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کی مقدار میں کلام نہیں فرما رہے ہیں بلکہ آپ کا مطمح نظر صرف لفظ "عالم الغیب" کے اطلاق کا جواز و عدم جواز ہے اور آپ صرف یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لفظ "عالم الغیب" سے یاد کرنا درست نہیں۔ اور اس دعوے کی ایک دلیل مولانا اس عبارت سے پہلے بیان فرما چکے ہیں۔ یہ عبارت دوسری دلیل کی ہے۔ جس کا حاصل صرف یہ ہے کہ جو گمراہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو "عالم الغیب" کہتے ہیں ان سے دریافت کیا جاوے کہ تم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہتے ہو تو کس بنا پر۔ آیا اس وجہ سے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے نزدیک تمام غیوب غیر متناہیہ کا علم ہے یا اس وجہ سے کہتے ہو کہ آپ کو بعض غیوب کا علم ہے پہلی بات تو بالکل ہی باطل ہے (اور مولوی احمد رضا خان صاحب بھی اس کو "خالص الاعتقاد" میں باطل کہتے ہیں)۔ رہی دوسری بات یعنی یہ کہ آپ کو بعض غیوب کے معلوم ہونے کی وجہ سے عالم الغیب کہا جاوے تو اس صورت میں تمہارا قاعدہ یہ ٹھہرا کہ جس کو بھی بعض غیب کا علم ہو گا اس کو تم عالم الغیب کہہ دیا کرو گے، تو پھر اس میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا امتیازی شان رہے گی۔ کیونکہ غیب کی بعض باتوں کا علم تو ہر شخص کو کسی نہ کسی طرح سے ہو جاتا ہے۔ بلکہ یہ بات تو انسان کے علاوہ اور چیزوں میں بھی پائی جاتی ہے[1]۔ پس تمہارے اس قاعدہ پر لازم آئے گا کہ دنیا کی حقیر سے حقیر چیزوں کو بھی عالم الغیب کہو

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

---

[1] اس کا ثبوت قرآنی آیات بلکہ مولوی احمد رضا خان صاحب کی تصریحات سے بھی روئداد ہذا میں آئندہ آئیگا۔

---

[1] جو فیصلہ کن مناظرہ کے نام سے اس مجموعہ میں شامل ہے۔

چنانچہ ان لوگوں کی طرف سے حامد یار خان صاحب، لعل محمد صاحب اس کام کے انجام دینے کے لئے منتخب ہوئے اور میں بھی تیار ہو گیا۔ اور ہم لوگوں نے ایک تحریر لکھی جس میں مولانا محمد منظور صاحب سے یہ درخواست کی گئی کہ ہم لوگ مولوی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) پس اگر تم جواب دو کہ ہاں ہم تو سب کو عالم الغیب کہیں گے تو پھر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنے میں آپ کی کیا خاص تعریف ہوئی جب کہ تمہارے نزدیک غیر انسان کو بھی عالم الغیب کہا جا سکتا ہے۔

یہ ہے حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی مدظلہٗ کی اس عبارت کا مختصر خلاصہ، اگر تفصیل مطلوب ہو تو "بسط البنان" اور "توضیح البیان" اور "معرکۃ القلم" کی چوتھی بحث ملاحظہ فرمائی جاوے۔ بہر حال حضرت مولانا کی اس عبارت کے متعلق یہ کہنا کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین یا آپ کی شانِ اقدس میں گستاخی ہے، تو سخت بد دیانتی اور اعلیٰ درجہ کی بیحیائی ہے۔ بالخصوص جب کہ حضرت مولانا مدظلہٗ "بسط البنان" میں مفتریوں کے اس ناپاک افتراء سے اپنی برات اور بیزاری کا اعلان فرما چکے ہیں۔

یہاں تک تو اس جواب پر تنقید تھی۔ اب اصل سوال کا صحیح جواب ملاحظہ ہو: "کہ جو شخص حضرت تھانوی کو عالم مانتا ہے اور ان کی لکھی ہوئی کتابوں پر عمل کرتا ہے وہ سراسر حق پر ہے، بے شک حضرت ممدوح اس وقت کے اکابر علماء حقانی میں سے ہیں اور آپ کی کتابوں نے ہندوستان کی سرزمین میں رشد و ہدایت کے دریا بلکہ بیرون ہند میں بھی فیوض و برکات کے چشمے بہا دیئے ہیں۔ بہت سے گمراہ لوگ صرف حضرت ممدوح کی تالیفات کا مطالعہ کر کے راہ راست پر آ گئے۔ آج بحمد اللہ حضرت کے متوسلین میں ہزاروں سے اوپر ذاکر اور شاغل ہیں جن کی زندگی ایمان و عرفان کا صحیح نمونہ ہے۔ ہم دیانۃً کہتے ہیں اور شہادت دے سکتے ہیں کہ بفضلہٖ تعالیٰ حضرت والا ان نفوسِ قدسیہ میں سے ہیں جن کو دیکھ کر اللہ اور یوم آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے جس کو اس میں شک ہو اس سے ہم صرف اتنا عرض کریں گے کہ وہ باطل کی آلائشوں

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

سردار احمد صاحب اور آپ کے درمیان مناظرہ کرانا چاہتے ہیں۔ کیا آپ اس کے لئے تیار ہیں ؟ یہ تحریر لے کر میں خود مولانا محمد منظور صاحب کے پاس حاضر ہوا، انہوں نے جواب دیا کہ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) سے اپنے باطن کو پاک کر کے ایک دفعہ حضرت ممدوح کی خدمت اقدس میں حاضر ہو، اور ہماری ان معروضات کی تصدیق کرے۔ رہا کسی شخص کا حضرت مولانا تھانوی مدظلہم کو وہابی کہنا سو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ

ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں

جب کہ صدیق و فاروق اور عثمان و مرتضیٰ رضی اللہ عنہم اجمعین کو کافر اور منافق کہنے والے بھی اسی دنیا میں رہتے ہیں تو پھر یہ کون سے تعجب کا مقام ہے کہ کسی عالم حقانی کو برا بھلا کہا جائے۔

ہندوستان کے عام جاہل ہر متبع سنت اور پابند شریعت کو وہابی کہتے ہیں۔ تعزیہ پرستوں کے نزدیک ہر وہ شخص وہابی ہے جو تعزیہ داری کی مشرکانہ رسوم سے منع کرے۔ اسی طرح قبر پرست ہر اس خدا پرست کو وہابی کہتے ہیں جو قبر پرستی کے خلاف جہاد کرے۔ سجدۂ قبر، بوسۂ قبر، اور طوافِ قبر وغیرہ وغیرہ بدعات و منکرات کو منع کرے اور اور بعض علاقوں میں اس کو وہابی کہا جاتا ہے جو سود اور قمار بازی کے حرام ہونے کا وعظ کہے۔

پس اگر وہابیت اسی کا نام ہے تو بے شک حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی مدفیوضہم اور ان کے خدام سخت سے سخت اور کٹر سے کٹر وہابی ہیں اور اس وہابیت پر وہ جس قدر بھی ناز کریں تھوڑا ہے ؎

خدا گواہ کہ جرم ما ہمیں عشق است   گناہ گبر و مسلماں بجرم ما بخشند

اور اگر وہابیت رسول خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی عداوت یا معاذ اللہ آپ کی شانِ اقدس میں اہانت اور گستاخی کا نام ہے تو حضرت تھانوی اور آپ کے متوسلین اس سے اسی طرح بری اور بیزار ہیں جس طرح کہ دوسرے موجبات کفر سے۔ ہمارے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن یا آپ کی شان میں گستاخی کرنے والا خدا کا دشمن اور ابد الآباد کے لئے جہنم کا سزاوار ہے، وہ دنیا میں واجب القتل ہے اور خدا کی زمین کو اس کے ناپاک وجود سے پاک کر دینا چاہیئے۔ واللہ علیٰ ما نقول شہید۔

پس سائل کا بڑا بھائی جو حضرت مولانا تھانوی کی کتابیں دیکھتا ہے اس سے تعلقات منقطع کرنا حرام اور

←

" میرا اور مولوی حامد رضا خان صاحب کا تحریری مناظرہ جاری ہے۔ اس سے فائدہ اٹھائیے مولانا حامد رضا خاں صاحب سے میرے مناظرانہ مضامین کا جواب اصالتاً یا وکالتاً دلوائیے اور اگر مولوی سردار احمد صاحب ہی سے مناظرہ کرانا ہے تو میری تخصیص بلا وجہ ہے ...."

اور تقریباً یہی جواب مولانا نے اپنے قلم سے لکھ بھی دیا۔ لیکن جب میں نے اس پر اصرار کیا ہے کہ آپ خود ہی اس کو منظور فرمالیجئے۔ تو آپ نے ازراہِ عنایت میری درخواست کو منظور فرمالیا۔ اور پہلے جو چند سطریں آپ نے لکھی تھیں ان کو قلم زد فرما کر (اسی درخواست کے ذیل میں) مندرجہ ذیل تحریر لکھ دی۔

" باسمہ تعالیٰ حمداً و سلاماً۔ مندرجہ بالا تحریر میرے سامنے پیش کر کے مجھ سے تیاری و عدم تیاری کے متعلق سوال کیا گیا ہے۔ میں متوکلاً علی اللہ تعالیٰ عرض کرتا ہوں کہ تمام نزاعی امور میں بترتیب الاہم فالاہم (جو خاں صاحب کا مسلّمہ ہے) مولوی سردار احمد صاحب سے مناظرہ کرنے کو تیار ہوں۔ جلسہ کی انتظامی صدارت مولوی حامد رضا خان صاحب فرمائیں گے[۱] والحمد للہ اولاً و آخراً "

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

۱۳، محرم الحرام ۱۳۵۴ھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) بدترین گناہ ہے اور ایسے شخص سے قطع تعلق کی رائے دینے والا اس خائب و خاسر جماعت میں سے ہے جس کے متعلق قرآن عزیز کا بیان ہے۔

وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ۔ (بقرہ ۲۷)

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ العبد الراجی الی رحمۃ رب الکونین محمد

المدعو برفاقت حسین غفرلہ رب المشرقین

والمغربین العمروی وطناً والعمری نسباً والحنفی مذہباً یوم عاشوراء محرم الحرام ۱۳۵۴ھ

[۱] حاشیہ برصفحہ آئندہ

مولانا کی یہ تحریر مولوی حامد رضا خاں صاحب کے ان مریدین و معتقدین نے مجھ سے لی اور مولوی سردار احمد صاحب کے پاس لے گئے۔ انہوں نے تحریر فرمایا۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) لہ درحقیقت مولانا محمد منظور صاحب کی یہ انتہائی فراخ حوصلگی تھی کہ انہوں نے مولوی حامد رضا خاں صاحب کو فریقین کے لئے جلسہ مناظرہ کا انتظامی صدر تجویز کیا۔ مخالف اور حریف کے ساتھ اس سے زیادہ کوئی رعایت نہیں ہوسکتی لیکن نہ معلوم کن وجوہ سے مولوی حامد رضا خاں صاحب کو مولانا سے اس قدر گریز ہے کہ وہ اس صدارت کے لئے بھی تیار نہ ہوئے۔ سچ ہے۔ یعاف الورد والموت الشراب (مرتب)

(حاشیہ صفحہ نمبر) لہ ہم حیران تھے کہ مولوی سردار احمد صاحب کے فتوے کا رد تو لکھا اس ناچیز نے اور مناظرہ کے لئے نامزد کیا گیا مولانا محمد منظور صاحب کو۔ اور غالباً ہمارے ناظرین کو بھی یہ خلجان ہوگا۔ لیکن تحقیق اور تفتیش سے معلوم ہوا کہ یہ کاروائی درحقیقت مولوی حامد رضا خاں صاحب کی تھی۔ کیونکہ مولانا محمد منظور صاحب نے "الفرقان" میں مولوی حامد رضا خاں صاحب سے ایک فیصلہ کن تحریری مناظرہ شروع کر رکھا ہے اور حسام الحرمین کی چاروں بحثوں کے متعلق مولانا موصوف اپنا دعویٰ نہایت مدلل طور پر پیش فرما چکے ہیں جس نے مولوی احمد رضا خاں کی خیانت اور افترا۔ پردازی کو طشت از بام کر دیا ہے۔ اور باوجود شدید مطالبہ کے مولوی حامد رضا خاں ابھی تک اس کے جواب میں خاموش ہیں۔ اب جناب مدیر الفرقان نے تین مہینہ کی آخری مہلت دی ہے بہرحال مولانا موصوف کی اس سخت گرفت سے نجات حاصل کرنے کے لئے مولوی حامد رضا خاں صاحب نے یہ چال چلی تھی اور مصلحت اس میں یہ سوچی تھی کہ مولانا محمد منظور صاحب مولوی سردار احمد صاحب سے مخاطبہ گوارہ نہ فرمائیں گے کیونکہ وہ ان کے قرین نہیں ہیں اور بس ہم فوراً یہ اعلان کر دیں گے کہ مولانا محمد منظور صاحب ہمارے مدرسہ کے مدرس صاحب سے مناظرہ کرنے کو آمادہ نہ ہوتے اور بھاگ گئے اور ہماری فتح ہوگئی۔ بہرحال اس مصلحت سے مولانا محمد منظور صاحب کو نامزد کر کے یہ تحریک اٹھائی گئی تھی اور درحقیقت سُجھانے والے نے خوب سُجھائی تھی۔ مگر قسمت بری تھی کہ مولانا موصوف نے محمد شبیر صاحب کے اصرار پر بلا لحاظ کفارت مولوی سردار احمد صاحب

←

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔ فقیر کے سامنے ایک تحریر پیش کی گئی جس میں مولوی منظور صاحب نے فقیر کے ساتھ مناظرہ کی تیاری کا اظہار کیا ہے ۔ فقیر کو ہرگز مناظرہ سے انکار نہیں ۔ مولوی منظور صاحب کا چیلنج مناظرہ فقیر کو بغیر نظر وفکر منظور ہے ۔ جن امور میں وہ مناظرہ کرنا چاہیں فقیر بھی بحمدہ تعالےٰ ان امور میں مناظرہ کے لئے تیار ہے اور انتظامی امور سے فقیر کو کوئی تعلق نہیں "

فقیر سردار احمد غفرلہ الاحد

۱۴، محرم الحرام ۱۳۵۴ھ گورداسپوری

یہ تھے انعقادِ مناظرہ کے وہ اسباب جو بانیٔ مناظرہ نے خود اپنے قلم سے لکھے ہیں ۔

(ماخوذ از اشتہار جناب محمد شبیر صاحب بانی مناظرہ مشتہرہ ۲۴، اپریل ۱۹۳۵ء)

آغاز مناظرہ سے پہلے جو امور رضا خانی حضرات کی طرف سے پیش آئے وہ بجائے خود اگرچہ کچھ کم دلچسپ نہیں لیکن ہم بقصدِ اختصار ان کو چھوڑ کر اب ناظرین کو مجلسِ مناظرہ کی سیر کراتے ہیں ۔

○

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) سے مناظرہ کرنا منظور فرمالیا ۔ اور مولوی حامد رضا خان صاحب کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا۔ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی کَیْدَ الْخَائِنِیْنَ وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ ۔ ۱۲ مرتب

مناظرہ کا پہلا دن

۲۰، محرم الحرام ۱۳۵۴ھ یوم پنجشنبہ

مناظرہ کا وقت رضا خانی صاحبان نے بلا ہمارے مشورہ کے دس بجے سے مقرر کیا تھا اور مولانا محمد منظور صاحب مع اپنے احباب کے تقریباً ساڑھے نو بجے مدرسہ اشفاقیہ میں (جو جامعہ رضویہ کے قریب ہی واقع ہے) پہنچ بھی گئے تھے اور آپ نے اس کی اطلاع بھی بانی مناظرہ کو کرادی تھی۔ لیکن چونکہ منتظمین مناظرہ ضابطہ کی کسی کاروائی کے لئے تھانہ میں بلائے گئے تھے اور وہ گیارہ بجے تک وہاں سے فارغ ہوئے اور اس کے بعد مولانا کو لینے کے لئے آئے اس لئے آج کے دن کی کاروائی بارہ بجے کے قریب شروع ہوئی۔ اہلسنت کی طرف سے جناب مولانا رونق علی صاحب اول مدرس مدرسہ اشفاقیہ صدر منتخب ہوئے۔ اور رضا خانی صاحبان کی طرف سے مولوی حبیب الرحمٰن صاحب بہاری۔

اس کے بعد موضوع مناظرہ کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ یہ مناظرہ چونکہ آپ کے مرکز میں ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ یہی فیصلہ کن مناظرہ ہو۔ اور تمام اختلافی مسائل پر اس میں بحث ہو۔ اسی لئے میں نے اپنی پہلی تحریر میں تمام نزاعی امور کا لفظ لکھا ہے اور آپ نے بھی اس کو منظور کر لیا ہے چنانچہ آپ کی تحریر میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ "وہ (یعنی محمد منظور) جن امور میں مناظرہ کرنا چاہیں فقیر بھی بحمدہ تعالےٰ ان امور میں مناظرہ کے لئے تیار ہے" پس میں چاہتا ہوں کہ یہ مناظرہ تمام مسائل مختلف فیہا پر ہو۔

مولوی سردار احمد صاحب نے فرمایا کہ اس مناظرہ کی بنیاد میرے اس فتوے پر ہے جس میں میں نے حفظ الایمان کے مصنف مولوی اشرف علی صاحب کی تکفیر کی ہے لہٰذا یہ مناظرہ محض حفظ الایمان کی عبارت پر ہوگا۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ جب کہ آپ خود لکھ چکے ہیں کہ میں ان تمام امور میں مناظرہ کو تیار ہوں جن پر محمد منظور چاہے۔ تو پھر اب جب کہ مناظرہ کا وقت آگیا تو آپ دوسرے مباحث سے کیوں گریز کرتے ہیں

(وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ) (آلِ عمران ۳ - ۱۴۳)

اس کے بعد مولانا نے ثابت کیا کہ اگرچہ اس فتوے میں آپ نے صرف حفظ الایمان ہی کی عبارت لکھی ہے لیکن آپ حضرات کی تکفیر صرف اسی ایک عبارت پر مبنی نہیں ہے اس لئے فقط حفظ الایمان کے فیصلہ سے تو صرف مسئلہ تکفیر کا بھی فیصلہ نہیں ہوتا چہ جائیکہ دوسرے مسائل۔ لہٰذا اس صورت میں مناظرہ بالکل بے سود رہیگا۔

پھر مولانا نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ آج مجھے اہل بریلی پر پورے طریقہ سے اتمام حجت کرنا ہے۔ حق تعالےٰ نے صرف اپنی عنایت سے مجھے آج یہ موقع دیا ہے کہ بریلی کی وہ سادہ لوح پبلک جو حامیانِ کفر اور علمبردارانِ تکفیر کے غلط پروپیگنڈے کی وجہ سے ہماری بات سننا حرام سمجھتی ہے۔ آج وہ میرا مناظرہ سننے کے لئے آئی ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اسی صحبت میں پورے طور پر صداقت کا پیغام سنا دوں۔ اور ہر اختلافی مسئلہ کے متعلق قرآن وحدیث کی روشنی میں اپنا اور اپنے اکابر کا نقطۂ نظر واضح کر دوں۔

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ) (الانفال ۸، ۴۲)

مجھے معلوم نہیں کہ پھر کبھی یہ موقع مجھ کو میسر ہو یا نہیں ؎

امیرؔ جمع ہیں احباب، حالِ دل کہہ لے

پھر التفاتِ دلِ دوستاں رہے نہ رہے

بہت دیر تک اسی پر گفتگو ہوتی رہی۔ مولوی سردار احمد صاحب چاہتے تھے کہ صرف عبارت حفظ الایمان پر مناظرہ ہو، اور مولانا محمد منظور صاحب کا اصرار تھا کہ تمام مسائل پر بحث ہو۔ بالآخر ایک بار مولوی سردار احمد صاحب کی زبان سے نکلا کہ۔ جناب محمد شبیر صاحب بانئ مناظرہ یہاں موجود ہیں ان سے دریافت کرلیا جاوے کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ چنانچہ محمد شبیر صاحب نے فرمایا کہ میں تمام مسائل پر مناظرہ کرانا چاہتا ہوں تاکہ پورے طور پر حقانیت روشن ہو جائے۔ بانی مناظرہ کے اس فیصلہ کے بعد مولوی سردار احمد صاحب کو کوئی چارہ نہ تھا۔

جبراً قہراً ان کو ماننا پڑا کہ مناظرہ تمام مختلف فیہ مسائل میں ہوگا۔

اس کے بعد مباحث کی ترتیب کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اگر میں اپنی طرف سے کوئی ترتیب پیش کروں تو ممکن ہے آپ کو اس سے اختلاف ہو، اس لئے بہتر یہ ہے کہ مباحث کی ترتیب وہی رہے جو مولوی احمد رضا خان صاحب نے اپنے تکفیری فتوے "حسام الحرمین" میں قائم کی ہے۔ یعنی اول عبارات تحذیر الناس پر گفتگو ہو۔ اس کے بعد اس جعلی فتوے پر جو حضرت گنگوہی مرحوم کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ بعد ازاں عبارات براہین قاطعہ پر۔ اس کے بعد عبارت حفظ الایمان پر۔ یہی ترتیب مولوی احمد رضا خان صاحب کی قائم کردہ ہے امید ہے کہ اس سے آپ کو کوئی اختلاف نہ ہوگا۔ تکفیر کی ان چاروں بحثوں کے بعد دوسرے اختلافی مسائل پر بھی الاہم فالاہم کی ترتیب سے گفتگو ہوگی جو مولوی احمد رضا خان صاحب کا مسلّمہ اصول ہے۔

مولوی سردار احمد صاحب نے فرمایا کہ مجھ کو یہ ترتیب منظور نہیں ہے بلکہ سب سے پہلے حفظ الایمان پر گفتگو ہوگی دوسرے مباحث کے متعلق اس کے بعد دیکھا جائے گا۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ میں نے جو ترتیب پیش کی ہے وہ میری ایجاد کردہ نہیں ہے بلکہ آپ کے امام مذہب مولوی احمد رضا خان صاحب کی قائم کردہ ترتیب ہے۔ اگر آپ کے نزدیک اس میں کوئی نقصان ہے تو بیان کیجئے لیکن بلا کسی وجہ کے صرف میری ضد میں مولوی احمد رضا خان صاحب کی ترتیب کو چھوڑنا بالکل بے جا ہے۔ دوسرے یہ کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کوئی جاہل تو نہیں تھے اور آپ سے تو یقیناً زیادہ علم رکھتے تھے۔ انہوں نے جو ترتیب قائم کی آخر کچھ سوچ سمجھ کر ہی تو قائم کی ہوگی، آپ کو اس سے کیوں اختلاف ہے ؟ جب کہ خود انہوں نے حفظ الایمان کی بحث کو سب سے آخر میں رکھا ہے۔ تو آپ اس کو سب سے پہلے رکھنے پر کیوں مُصر ہیں ؟ ابھی تو مناظرہ شروع بھی نہیں ہوا ابھی سے آپ اپنے اعلیٰ حضرت کا دامن چھوڑنے لگے ؏

سحر ہے دور تمہارا رنگ فق ابھی سے ہے۔

غرض مباحث کی اس ترتیب کے متعلق بھی بہت دیر تک گفتگو جاری رہی اور مولوی سردار احمد صاحب کی برابر یہی ضد رہی کہ پہلے حفظ الایمان کی عبارت پر گفتگو ہوگی۔ مولانا محمد منظور صاحب نے بار بار دلائل سے سمجھایا لیکن مولوی سردار احمد صاحب زمین پکڑ گئے اور اپنی اس ہٹھ سے نہ ٹلے۔ بالآخر بعض منتظمین مناظرہ نے

مولانا محمد منظور صاحب سے عرض کیا کہ جب آپ کو تمام مباحث پر گفتگو کرنی ہے تو اس میں کیا حرج ہے کہ پہلے حفظ الایمان کے متعلق بحث ہو۔

مولانا نے فرمایا درحقیقت میرا اس میں کوئی حرج نہیں مگر واقعہ یہ ہے کہ مولوی سردار احمد صاحب کی پہلی گفتگو سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ وہ دوسرے مباحث پر گفتگو کرنے کے لئے بالکل تیار نہیں ہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ حفظ الایمان پر تھوڑی سی گفتگو کرنے کے بعد وہ کسی حیلہ سے مناظرہ ختم کر دیں گے[1] اس لئے میں چاہتا ہوں کہ دوسرے مباحث پر پہلے گفتگو ہو اور بعد میں حفظ الایمان پر تاکہ مناظرہ ناتمام ختم نہ ہو۔

اس کے جواب میں رضاخانیوں کے صدر مولوی حبیب الرحمٰن صاحب بہاری نے کہا کہ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ حفظ الایمان کے بعد دوسرے مباحث پر بھی گفتگو ہو گی آپ صرف اس کو مان لیجئے کہ پہلے بحث حفظ الایمان پر ہو۔

مولانا محمد منظور صاحب نے فرمایا کہ اچھا آپ اپنے مناظر صاحب سے مجھ کو اس کی تحریر دلوا دیجئے کہ حفظ الایمان کی بحث کے بعد دوسرے مباحث پر بھی وہ ضرور گفتگو کریں گے۔

مولوی سردار احمد صاحب نے اس موقع پر ایک عجیب و غریب شاخسانہ نکالا فرمانے لگے کہ نہیں جناب جب میں حفظ الایمان کی عبارت کا کفر ہونا ثابت کر دوں اور آپ مجمع عام میں توبہ کر لیں تو میں دوسرے مباحث پر گفتگو کروں[2] گا اور جب تک آپ حفظ الایمان کے کفر سے توبہ نہیں کریں گے میں ہرگز اس وقت تک دوسرے مسائل پر مناظرہ نہیں

---

[1] اللہ کی عجیب شان ہے کہ مولانا کا یہ خیال حرف بحرف صحیح ہوا جیسا کہ ناظرین کو روئداد ہذا کے مطالعہ سے معلوم ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله۔ ۱۲ مرتب

[2] ناظرین اس احمقانہ شرط کی داد دیں اور رضاخانیوں کی معقولیت کا ماتم کریں۔ یہ ہے رضاخانیوں کے مایۂ ناز مدرس (موجودہ شیخ الحدیث۔ ناشر) اور مناظر کی قابلیت۔ اس پر ان بزرگوار کو منطق دانی کا بھی دعوےٰ ہے۔ کہو عقل بڑی یا بھینس؟ بے شک ان منطقی صاحب کی عقل سے تو یقیناً بھینس ہی بڑی ہے۔

(مرتب)

کروں گا۔

مولانا منظور صاحب نے فرمایا کہ جناب مجھے تو معلوم ہے کہ آپ کسی حال میں بھی دوسرے مسائل میں گفتگو نہیں کریں گے۔ اور چونکہ آپ کا دل جانتا ہے کہ حفظ الایمان کی عبارت خالص اسلامی عبارت ہے اور کوئی کفر کا حامی قیامت تک اس کا کفر ہونا ثابت نہیں کر سکتا۔ اسی لئے آپ یہ لغو شرط لگا رہے ہیں، کہ نہ اس عبارت کا کفر ہونا ثابت ہوگا نہ توبہ کی نوبت آئے گی، نہ آپ دوسرے مباحث پر مناظرہ کو تیار ہوں گے، مثل مشہور ہے، نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی۔

آپ کی یہ شرط بالکل ایسی ہے کہ کسی سناتن دھرمی سے مسئلہ توحید و مسئلہ رسالت و تناسخ و حدوث روح و مادہ پر میرا مناظرہ طے ہوا، اور جب مباحث کی ترتیب کا سوال اٹھے تو وہ آپ کی طرح یہ مہمل شرط لگا دے کہ نہیں جناب جب میں (معاذ اللہ) توحید کو باطل ثابت کر دوں اور آپ اس سے توبہ کر کے بت[1] پرستی کا اقرار کر لیں تو میں دوسرے مباحث پر گفتگو کروں گا ورنہ ہرگز نہیں۔ آپ ہی بتلائیں کہ اس سناتن دھرمی کی یہ شرط قابل قبول ہوگی؟

غرض مولوی سردار احمد صاحب کی اس لایعنی شرط پر بھی گھنٹوں گفتگو رہی اور بہت دیر کے بعد مولوی سردار احمد صاحب اپنی اس بے جا ہٹ سے باز آئے اور انہوں نے دوسرے مباحث پر بھی مناظرہ کی تحریر دے دی۔

اور آج کا پورا دن صرف انہیں دو باتوں میں ختم ہو گیا جس سے حاضرین کو بہت زیادہ کوفت رہی اور ہم کو بھی اضاعتِ وقت کا بہت زیادہ ملال ہوا۔

○

---

[1] بہت سے اہل بدعت بجائے بت پرستی کے قبر پرستی کرتے ہیں۔ تشابہت قلوبہم ۱۲ مرتب

مناظرہ کا دوسرا دن

۲۱ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ یوم جمعہ مبارکہ

آج عمدۃ المقررین زبدۃ الواعظین حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب سنبھلی مدظلہ العالی بھی مراد آباد سے تشریف لے آئے اور اہلسنت کی طرف سے صدارت کے لئے آپ ہی کا انتخاب ہوا۔ مگر چونکہ آپ کی ذات سے حامیان باطل کو غیر معمولی صدمات پہنچے ہیں اور بہت سے مقامات پر آپ کی مجاہدانہ سرگرمیوں اور موحدانہ تقریروں نے شرک و بدعت کے مرکزوں کو ویران کر دیا ہے اور لاہور وغیرہ میں اس کا کافی تجربہ ہو چکا ہے کہ آپ کی صدارت میں رضا خانیوں کو کسی بے ضابطہ کارروائی کا موقعہ نہیں ملتا، اس لئے بہت دیر تک رضاخانیوں کی طرف سے اس پر اصرار ہوا کہ مولانا ممدوح صدر نہ ہوں۔ حالانکہ یہ بات طے شدہ تھی کہ ہر فریق جس کو چاہے گا اپنا صدر منتخب کرلے گا۔ لیکن اس کے باوجود رضاخانی حضرات بالخصوص ان کے صدر صاحب بہت دیر تک اس پر اڑے رہے کہ مولانا محمد اسماعیل صاحب صدر نہ ہوں۔ بالآخر ان کی اس بے جا ہٹ کو رائے عامہ نے ٹھکرا دیا۔ اور مولانا کی صدارت میں مناظرہ کی کارروائی اس طرح شروع ہوئی۔

مولوی سردار احمد صاحب کی پہلی اعتراضی تقریر

(بعد خطبہ) اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ؁

حضرات! اللہ تعالےٰ نے اٹھارہ ہزار عالم پیدا کئے اور حضرت انسان کو ان سب میں افضل بنایا۔ پھر ان انسانوں میں ایک گروہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا پیدا کیا، جن کا کام ہدایت کرنا ہے۔ اور اس گروہ کو سب سے زیادہ مقرب اور معزز بنایا۔ یہاں تک کہ ان کے غلاموں کا مرتبہ یہ بتایا کہ ان کے نورانی چہرے قیامت میں

چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔ حدیث شریف میں ہے کَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ۔

پھر ان انبیاء علیہم السلام کے گروہ میں سے ایک ہستی کو سب سے زیادہ برگزیدہ بنایا، وہ ہستی ہمارے آقائے نامدار سرکار ابد قرار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے انہیں کی شان پاک میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے جو میں نے اس وقت تلاوت کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ۔ اے محبوب ہم نے تم کو شاہد اور بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ اس کے سوا بھی بہت سی آیتیں قرآن پاک میں حضورؐ کی مدح میں نازل ہوئی ہیں۔ اللہ اکبر! خود خدا جس کا مداح ہو بھلا اس کی عظمت اور رفعت کا کیا کہنا۔ مگر افسوس ہے کہ آج بہت سے لوگ خدا کے اس برگزیدہ محبوب کی توہین کرتے ہیں اور پھر بھی ان کو مسلمان بلکہ مسلمانوں کا پیشوا مانا جاتا ہے۔ چنانچہ مولوی اشرف علی صاحب جو تمام دیوبندیوں کے سرگروہ سمجھے جاتے ہیں انہوں نے اپنی کتاب حفظ الایمان میں حضور کی شان میں یہ گستاخی کی ہے کہ جیسا علم ان کو ہے ایسا تو بچوں پاگلوں اور جانوروں یعنی گدھوں گھوڑوں کو بھی حاصل ہے۔ دیکھئے ان کی اصل عبارت یہ ہے لکھتے ہیں۔

> "پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضورؐ کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔"

دیکھئے اس عبارت میں حضورؐ کی کتنی بڑی توہین کی گئی ہے اور آپ کو کیسی سخت گالی دی گئی ہے کہ معاذ اللہ جیسا علم آپؐ کو ہے ایسا جانوروں اور پاگلوں کو بھی ہے۔ توبہ توبہ!

ان کی اسی گستاخی کی وجہ سے میں نے اپنے فتوے میں ان کو کافر لکھا ہے۔ اور میرا ایمان ہے کہ جو بھی حضورؐ کی توہین کرے خواہ وہ میرا باپ ہی کیوں نہ ہو وہ کافر ہے اور میں اس کے منہ پر کہہ دوں گا کہ تو کافر ہے۔ ہم کو حضورؐ سے زیادہ کوئی پیارا نہیں۔

(خطبہ مسنونہ کے بعد)

مولانا محمد منظور صاحب کی پہلی جوابی تقریر

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ يَا مُعِينُ بِكَ نَسْتَعِينُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

حاضرین کرام ! آپ حضرات نے میرے فاضل مخاطب مولوی سردار احمد صاحب کی تقریر سنی۔ آپ نے پہلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کچھ فضائل بیان کئے ہیں جن سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہو سکتا، بلکہ جو کچھ آپ نے بیان فرمایا ہے وہ تو آپ کے حقیقی فضائل و کمالات کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں اس کو آپؐ کی شان عالی سے وہ نسبت بھی نہیں جو ذرہ کو آفتاب سے ہے۔ درحقیقت آپ ساری مخلوق حتیٰ کہ کل انبیاءؑ کے بھی سردار ہیں۔ اور ایک حیثیت سے سب نبی آپ کے امتی ہیں۔ آپؐ خود ارشاد فرماتے ہیں۔

انا سیّد ولد آدم ولا فخر وبیدی لواء الحمد ولا فخر وما من نبی یومئذ آدم فمن سواہ الا تحت لوائی ولا فخر۔[1]

اور ایک دوسری روایت میں ہے۔

اذا کان یوم القیامۃ کنت امام المرسلین وصاحب شفاعتھم۔[2]

اور ایک روایت میں ہے۔

انا امیرھم اذا وفدوا وانا خطیبھم اذا انصتوا وانا مبشرھم اذا یئسوا[3]

---

[1] میں کل بنی آدم کا سردار ہوں اور مجھے اس پر ناز نہیں، اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور سارے نبی حتیٰ کہ حضرت آدمؑ اور ان کے علاوہ سب کے سب میرے ہی جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور مجھے اس پر بھی ناز نہیں۔ مرتب

[2] قیامت کے دن میں سارے رسولوں کا امام ہوں گا اور ان کا شفیع۔ مرتب

[3] جب سارے نبی خدا کے حضور میں حاضر ہوں گے تو میں ان کا امیر وفد ہوں گا، اور جب وہ خاموش ہوں گے تو میں ان کا خطیب ہوں گا، اور جب وہ مایوس ہوں گے تو میں ان کو خوشخبری سناؤں گا، اور حمد کا جھنڈا اس دن میرے ہی ہاتھ میں ہوگا، اور مجھے اس پر بھی ناز نہیں۔ ۱۲ مرتب

ولواء الحمد یومئذ بیدی ولا فخر۔

اور مستدرک حاکم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت جبرئیل علیہ السلام نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ۔ میں نے تمام عالم کا چکر لگایا ہے، مشرق سے مغرب اور جنوب سے شمال تک زمین کا چپہ چپہ میں نے دیکھا ہے، آسمانوں کی بھی سیر کی ہے، لیکن میں نے کسی مخلوق کو آپ کے ہم رتبہ نہیں پایا، اور نہ خدا کے نزدیک کسی شخص کی وہ قدر و منزلت ہے جو آپ کی ہے۔ اسی حدیث کا ترجمہ کسی شاعر نے اس طرح کیا ہے ؎

آفاقہا گردیدہ ام مہر تباں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

بہرحال ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے آقا و مولا ارواحنا و قلوبنا فداہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق میں سب سے زیادہ بلند مرتبہ ہیں۔ بلکہ دوسری مخلوقات کو آپ سے وہ نسبت بھی نہیں جو ستاروں کو آفتاب سے ہے بلکہ ہمارے اکابر نے تو یہاں تک تصریح کی ہے کہ روضۂ اقدس کی وہ پاک اور خوش نصیب مٹی جو جسدِ اطہر سے ملی ہوئی ہے وہ بھی عرشِ اعظم سے افضل ہے۔ اور یہ بھی جو کچھ عرض کیا گیا ان کے مراتبِ رفیعہ کے اعتبار سے بہت کم ہے۔ درحقیقت ان کی شانِ اقدس اس سے اعلیٰ و بالا ہے کہ کما حقہٗ، اس کو بیان کیا جا سکے ہمارا ایمان ہے ؎

لایمکن الثناء کما کان حقہٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

پس حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو فضائل آپ نے بیان فرمائے وہ بلکہ اس سے بہت زیادہ ہم کو تسلیم ہیں بلکہ ہمارے نزدیک ان پر ایمان کا مدار ہے۔ علیٰ ہذا القیاس آپ کا یہ فرمانا کہ جو شخص حضورؐ کی توہین کرے وہ کافر ہے، یہ بھی بالکل صحیح ہے۔ بے شک جو بدنصیب حضورؐ کی شانِ پاک میں گستاخی کرے، وہ ملعون ہے خارج

؎ مذکورہ بالا حدیث اور فارسی کے اس شعر کو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی دامت برکاتہم نے بھی اپنی مقبولِ عام کتاب "نشر الطیب" میں نقل فرمایا ہے۔ ۱۲ مرتب

از اسلام ہے۔ دنیا میں واجب القتل اور آخرت میں ابد الآباد کے لئے جہنمی ہے۔ بلکہ حضورؐ کی شان تو بہت زیادہ اعلیٰ وارفع ہے میں تو کہتا ہوں کہ اگر کوئی بدنصیب حضورؐ کے غلام بلال حبشی رضؓ کی توہین بھی حضورؐ کی غلامی کی حیثیت سے کرے تو وہ بھی کافر ہے۔ بلکہ میرے عقیدے میں تو وہ شخص بھی مومن نہیں جو مدینہ طیبہ کی اس مقدس خاک کی توہین کرے جس کو حضورؐ کی قدم بوسی کا فخر حاصل ہوا ہے ؎

ومن عادتی حب الدیار لاھلھا

وللناس فیما یعشقون مذاھب

رہا حضرت مولانا تھانوی مدظلہٗ پر آپ کا یہ بہتان کہ معاذ اللہ انہوں نے حضورؐ کے علم شریف کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر تبلایا ہے، مجھے آپ حضرات کی اس دیدہ دلیری پر حیرت ہے کہ جب کہ خود مولانا مدظلہٗ اس ناپاک خیال سے اپنی براءت اور بیزاری ظاہر فرما چکے ہیں، اور بارہا دلائل قاہرہ سے اس بہتان کا افتراء محض ہونا ثابت کیا جا چکا ہے تو کیوں کر آپ حضرات کو اس کے زبان پر لانے کی جرأت ہوتی ہے ؟

یہ ایک عجیب بات ہے کہ ایک شخص کی طرف آپ ایک عقیدہ منسوب کرتے ہیں وہ اس سے بیزاری اور تحاشی کرتا ہے اور اس کی عبارت میں اس ملعون عقیدہ کی بو بھی نہیں آتی، مگر پھر بھی آپ یہی کہے جاتے ہیں کہ اس کا عقیدہ وہی ہے جو ہم کہہ رہے ہیں۔ اس سے بڑھ کر ہٹ دھرمی اور باطل کوشی کی کوئی نظیر نہیں مل سکتی۔

آپ نے حفظ الایمان کی عبارت پڑھی لیکن چونکہ آپ کو خود یقین تھا کہ اس میں حضورؐ کی توہین وتنقیص کا شائبہ بھی نہیں ہے اس لئے اس عبارت کے پڑھنے کے ساتھ ہی آپ نے اپنی طرف سے لوگوں کو یہ بھی تبلایا کہ۔

"حفظ الایمان میں حضورؐ کی شان میں یہ گستاخی کی ہے کہ جیسا علم حضورؐ کو ہے ایسا تو بچوں اور پاگلوں اور جانوروں کو یعنی گدھوں گھوڑوں کو بھی حاصل ہے"

حالانکہ یہ محض آپ کا بہتان ہے۔ حفظ الایمان میں کہیں یہ موجود نہیں کہ جیسا علم حضورؐ کو ہے ایسا کسی دوسرے کو حاصل ہے۔ یہ " جیسا " کا لفظ آپ نے خود اپنی طرف سے بڑھایا ہے۔ اور یہ صرف آپ ہی کا قصور نہیں بلکہ آپ کے اعلیٰ حضرت صاحب نے بھی " حسام الحرمین " میں یہی حرکت کی ہے، آپ تو صرف ان کے مقتدی ہیں۔ بہرحال یہ محض آپ کا افتراء ہے۔ (وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰی) -

(حضرت مولانا محمد منظور صاحب کی تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ جناب صدر (حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب نے اطلاع دی کہ آپ کے وقت میں صرف ۲ دو منٹ باقی ہیں لہذا حفظ الایمان کی عبارت کا صحیح مطلب بیان کیا جاوے چنانچہ اپنی تقریر کا رُخ مولانا نے اسی طرف پھیر دیا - اور فرمایا)

حفظ الایمان کی اس عبارت میں درحقیقت یہ بحث ہی نہیں ہے کہ حضورؐ کو غیب کا کس قدر علم تھا اور آیا اس میں کوئی دوسرا آپ کے برابر ہے یا نہیں بلکہ یہاں حضرت مولانا اشرف علی صاحب اس میں کلام فرما رہے ہیں کہ حضورؐ کو عالم الغیب کہا جاوے یا نہیں۔ مولانا کا مسلک یہ ہے کہ جس طرح حضورؐ کو رازق اور خالق نہیں کہا جا سکتا اسی طرح آپ کو عالم الغیب بھی نہیں کہا جا سکتا - اور حفظ الایمان میں مولانا نے اپنے اس دعویٰ پر دو دلیلیں قائم فرمائی ہیں- دلیل اوّل اس عبارت سے پہلے مذکور ہے جس پر اس وقت بحث ہو رہی ہے - اور یہ عبارت دوسری دلیل کی ہے - اور اس کا حاصل صرف اس قدر ہے کہ جو لوگ حضورؐ کو عالم الغیب کہتے ہیں ان سے دریافت کیا جاوے کہ وہ کل غیب کی وجہ سے کہتے ہیں یا بعض غیب کی وجہ سے ؟ اگر کل کی وجہ سے کہتے ہیں تو غلط ہے۔ اس لئے کہ حضورؐ کو کل غیب کا علم نہ ہونا دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ظاہر ہے - اور اگر بعض کی وجہ سے کہتے ہوں تو اس بعض میں حضورؐ کی کیا تخصیص ہے ، کیونکہ مطلق بعض غیوب کا علم تو ہر انسان بلکہ حیوانات تک کو حاصل ہو جاتا ہے - تو (ان عالم الغیب کہنے والوں کے) اس غلط اصول پر لازم آئے گا کہ ہر انسان بلکہ ہر حیوان کو عالم الغیب کہا جاوے ، تو پھر اس عالم الغیب کہنے میں حضورؐ کی کوئی مدح نہ ہوئی- غور کیا جاوے کیا اس میں حضورؐ کے علم شریف کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلایا گیا ہے ؟ یا اس برابری سے بچایا گیا ہے جو ان عالم الغیب کہنے والوں کے اصول پر لازم آتی ہے۔

لیکن بات یہ ہے کہ جب پہلے ہی سے آنکھوں پر کفر کی عینک لگا کر کسی کلام کو دیکھا جاوے گا تو لامحالہ اس میں کفر ہی نظر آئے گا۔

ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیب است

میرا وقت ختم ہو گیا - اس لئے تقریر کو ناتمام ختم کرتا ہوں ابھی اس کے متعلق مجھے کچھ اور عرض کرنا ہے - جو انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ تقریر میں عرض کر دوں گا۔

مولوی سردار احمد صاحب

حضرات! آپ نے دیکھا مولوی منظور صاحب نے ایک لمبا سا وعظ کہہ دیا اور میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے حفظ الایمان کی وہ عبارت بعینہ پڑھ کر سنائی تھی جس میں حضورؐ کی شان میں گستاخی کی گئی ہے۔ اور حضورؐ کے علم اقدس کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلایا گیا ہے۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ اس میں "جیسا" کا لفظ نہیں ہے، میں بھی کہتا ہوں کہ بے شک اس میں "جیسا" کا لفظ مذکور نہیں ہے لیکن محذوف ہے اور حرف تشبیہ کثرت سے محذوف ہوتا ہے جیسے محاورہ میں کہتے ہیں کہ "زید شیر ہے" تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ زید شیر جیسا ہے۔ تو دیکھئے یہاں جیسا کا لفظ محذوف ہے۔ ایسے ہی حفظ الایمان کی عبارت میں بھی لفظ "جیسا" محذوف ہے۔ اس کے بعد میں حفظ الایمان کی اس عبارت کی ایک مثال پیش کرتا ہوں اس کو ذرا ٹھنڈے دل سے سنئے اور جواب دیجئے۔

اگر میں یوں کہوں کہ مولوی اشرف علی صاحب کو جو لوگ عالم کہتے ہیں تو کیوں آیا کل علم کی وجہ سے یا بعض علم کی وجہ سے۔ کل علوم تو ان کو یقیناً حاصل نہیں، اور اگر بعض کی وجہ سے کہا جاوے تو اس میں مولوی اشرف علی صاحب کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم تو گدھے کو بھی ہے، کتے کو بھی ہے، سور کو بھی ہے۔

کہئے اس سے آپ ناراض تو نہیں ہوں گے؟ میں سمجھتا ہوں کہ آپ یقیناً ناراض ہوں گے کہ ہمارے مولانا کو ایسا ویسا کہہ دیا۔ تو جب اس عبارت سے آپ کے مولوی اشرف علی صاحب کی توہین ہوتی ہے حالانکہ اس میں جیسا کا لفظ نہیں ہے، تو حفظ الایمان کی عبارت سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کیوں نہ ہوگی؟ اس میں بھی تو یہی کہا گیا ہے۔ مولوی صاحب یہاں وعظ کہنے سے کام نہیں چل سکتا۔ آپ کو میری بات کا جواب دینا ہوگا۔ میں بغیر جواب کے آپ کا پیچھا نہ چھوڑوں گا۔ جدھر کو آپ جائیں گے میں آپ کو ادھر سے ہٹا کر اپنے سامنے لاؤں گا۔ [1]

مولانا محمد منظور صاحب

میرے لائق اور مہذب مخاطب مولوی سردار احمد صاحب کو شکایت ہے کہ میں وعظ کہتا ہوں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی

---

[1] ناظرین کرام! یہ ہے رضاخانی مولویوں کا طرز کلام اور طریقہ گفتگو جس سے لکھنؤ کے ہیجڑے بھی شرمائیں۔ یہ اس باب تہذیب کی ابتداء ہے ع آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔ ۱۲ مرتب۔

تقریر کے آغاز میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک کے متعلق کچھ بیان کیا تھا اس لئے مجھے بھی کچھ اس سلسلہ میں عرض کرنا پڑا. اگر یہ آپ کو ناگوار ہے تو میرے پاس اس کا کیا علاج ہے ؟

افسوس عشق نبوی کا دعویٰ تو اس قدر بلند اور دل کی یہ حالت کہ ان کے فضائل و کمالات کا سننا بھی گراں گزرتا ہے. بحمد اللہ اپنا حال تو یہ ہے ؎

ہمارا شغل ہے راتوں کو رونا یادِ دلبر میں

ہماری نیند ہے محوِ خیالِ یار ہو جانا

اس کے بعد میں اصل بحث کی طرف متوجہ ہوتا ہوں - میں نے اپنی پہلی تقریر میں عرض کیا تھا کہ مولانا تھانوی مدظلہٗ کی عبارت میں "جیسا" کا لفظ نہیں ہے - اور مولوی سردار احمد صاحب بار بار "جیسا" کا لفظ اپنی طرف سے بڑھا رہے ہیں - خدا کا شکر ہے کہ مولوی سردار احمد صاحب نے اس کو تسلیم کر لیا. کہ واقعی اس میں لفظ جیسا نہیں ہے لیکن اسی کے ساتھ آپ نے یہ بات نہایت پر لطف فرمائی ہے - کہ "جیسا" کا لفظ یہاں سے محذوف ہے - اللہ رے شوقِ تکفیر کہ اگر الفاظ موجودہ سے کفر ثابت نہ ہو تو ایک مسلمان کو کافر بنانے کے لئے لفظ جیسا محذوف مان لو کیوں ؟ اس لئے کہ کافر تو کسی نہ کسی طرح اس کو ضرور ہی بنانا ہے - لیکن کسی کو یہ پوچھنے کا حق نہیں کہ اس لفظ کے محذوف اور مقدر ہونے کی کیا دلیل ہے ؟ کیوں کہ مولوی سردار احمد صاحب فرما رہے ہیں -

جناب مولانا ! اگر اسی طرح من مانے الفاظ محذوف اور مقدر مان کر کفر ثابت کیا جائے گا تو پھر تو اسلام اور مسلمانوں کا خدا ہی حافظ ہے - مثلاً کوئی مسلمان کہے گا کہ اللہ ایک ہے ، آپ فرمائیں گے کہ تو کافر ہو گیا. کیوں کہ تیرا مطلب یہ ہے کہ اللہ ایک نہیں ہے - اور "نہیں" کا لفظ اگرچہ تو نے بولا نہیں مگر تیرے کلام میں محذوف ہے - انا للہ و انا الیہ راجعون -

بہر حال یہ لفظ "جیسا" کے محذوف ہونے کی آپ نے ایک ہی کہی - لیکن آپ کی اس بات سے اتنا تو معلوم ہو گیا کہ حفظ الایمان کی موجودہ عبارت آپ کے نزدیک بھی موجب کفر نہیں ہے - ہاں اگر اس میں ایک "جیسا" کا لفظ اور مان لیا جاوے تو کفر ہو گا - پس حفظ الایمان کی موجودہ عبارت کا غیر موجب کفر ہونا تو آپ نے بھی تسلیم کر لیا. اور یہی میرا مقصد تھا - فللہ الحمد -

اس کے بعد میں اپنے وعدے کے مطابق حفظ الایمان کی عبارت کی توضیح کرتا ہوں - یہ میں پہلے عرض کرچکا ہوں کہ حفظ الایمان کی اس عبارت میں یہ بحث نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر علوم غیبیہ عطا فرمائے گئے تھے - اور کوئی دوسرا ان میں آپ کا شریک ہے یا نہیں - بلکہ مولانا تھانوی مدظلہ کا مدعا یہاں صرف یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا درست نہیں - اسی پر مولانا نے یہ دلیل قائم کی ہے اور حاصل اس کا صرف یہ ہے کہ جو شخص حضورؐ کو عالم الغیب کہتا ہے، وہ یا تو اس وجہ سے کہتا ہے کہ اس کے نزدیک حضورؐ کو غیب کی بعض باتوں کا علم ہے - یا اس وجہ سے کہ آپ کو غیب کی کل باتیں معلوم ہیں - یہ دوسری شق تو اس لئے باطل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیب کا علم نہ ہونا دلائل نقلیہ وعقلیہ سے ثابت ہے - اور پہلی شق - یعنی بعض علم غیب کی وجہ سے حضورؐ کو عالم الغیب کہنا اس لئے باطل ہے کہ اس صورت میں لازم آئے گا کہ ہر انسان بلکہ حیوانات تک کو عالم الغیب کہا جاوے - کیونکہ غیب کی کوئی نہ کوئی بات تو سب ہی کو معلوم ہو جاتی ہے - پس اس شق میں چونکہ سب انسانوں حتیٰ کہ حیوانوں کو بھی عالم الغیب کہنا لازم آتا ہے - اور یہ عقلاً نقلاً عرفاً غرض ہر حیثیت سے باطل ہے - لہٰذا یہ شق یعنی زید کا بعض علوم غیبیہ کی وجہ سے عالم الغیب کہنا بھی باطل ہو گی - یہ ہے مولانا کی اس عبارت کا خلاصہ -

اب میں خود حفظ الایمان کے الفاظ آپ کے سامنے مختصر شرح کے ساتھ پیش کرتا ہوں بغور سنئے -

مولانا فرماتے ہیں -

آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا اور آپ کی ذات قدسی صفات پر عالم الغیب کا اطلاق کرنا) اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب (اسی زید سے) یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد (یعنی اس غیب سے جس کی وجہ سے وہ عالم الغیب کہتا ہے مراد) بعض غیب ہے یا کل غیب - (یہاں حضرت مولانا مدظلہٗ اس عالم الغیب کہنے والے شخص سے یہ دریافت فرما رہے ہیں کہ تم جو حضورؐ کو عالم الغیب کہتے ہو تو کس اعتبار سے - آیا اس لحاظ سے کہ حضورؐ کو بعض غیب کا علم ہے یا اس وجہ سے کہ آپ کو کل غیوب کا علم ہے) اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں (یعنی اگر تم حضورؐ کو بعض علوم غیب کی وجہ سے عالم الغیب کہتے ہو) تو اس میں (یعنی اس مطلق بعض غیب کے علم میں اور اس کی وجہ سے عالم الغیب کہنے میں) حضورؐ کی کیا تخصیص ہے - ایسا (بعض) علم غیب (کہ جو عالم الغیب کہنے کے لئے تمہارے اس اصول پر کافی ہو یعنی کچھ نہ کچھ غیب کا علم) تو زید وعمر (بلکہ ہر صبی

ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے۔ تو چاہئے کہ (تمہارے اس غلط اصول کی بناء پر) سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔

یہ ہے حضرت مولانا تھانوی کی عبارت، اور یہ ہے اس کا صحیح مطلب جو میں نے عرض کیا۔ افسوس ہے کہ آپ، حفظ الایمان کی عبارت پڑھتے ہیں لیکن اس کا وہ آخری فقرہ چھوڑ جاتے ہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے زید وعمرو وغیرہ کے لئے صرف غیب کی کچھ نہ کچھ باتوں کا علم یعنی مطلق بعض علم غیب تسلیم کیا ہے۔ نہ کہ وہ علم جو واقع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔

اس کے بعد میں آپ کی مثال کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ آپ نے مولانا تھانوی مدظلہ کے متعلق جو مثال پیش کی تھی اس میں اور حفظ الایمان کی عبارت میں بہت بڑا فرق ہے۔ کیونکہ عُرف میں مولانا اشرف علی صاحب کو عالم کہا جاتا ہے اور ہر عالمِ دین کو شرعاً عالم کہنا جائز ہے، بخلاف عالم الغیب کے کہ اس کا اطلاق خدا کے سوا کسی اور پر درست نہیں۔ لہٰذا حفظ الایمان کی عبارت کی صحیح مثال وہ بن سکتی ہے جس میں کسی مخلوق پر ایسے لفظ کے اطلاق کے متعلق کلام کیا جاوے جو عُرف شرع میں خدا کے سوا کسی اور کے لئے نہ بولا جاتا ہو۔ چنانچہ اس کی صحیح مثال "رازق" کا لفظ ہے۔ فرض کیجئے کہ کسی ملک کا بادشاہ بہت بڑا فیاض ہے۔ اس کے یہاں لنگر خانہ جاری ہے اور وہ ہر روز ہزاروں محتاجوں اور مسکینوں کو کھانا کھلاتا ہے۔ اب کوئی احمق مثلاً زید کہنے لگے کہ میں تو اس بادشاہ کو رازق کہوں گا۔ اس پر کوئی دوسرا شخص کہے کہ تم جو اس بادشاہ کو رازق کہتے ہو تو کس اعتبار سے؟ آیا اس لحاظ سے کہ ساری مخلوق کو رزق دیتا ہے یا اس وجہ سے کہ وہ بعض آدمیوں کو کھانا کھلاتا ہے۔ پہلی شق تو یقیناً باطل ہے۔ اب رہی دوسری شق یعنی یہ کہ اس بادشاہ کو صرف اس وجہ سے رازق کہا جاوے کہ وہ بعض انسانوں کو کھانا کھلاتا ہے، تو اس میں اس بادشاہ کی کیا تخصیص ہے

لہ مولوی سردار احمد صاحب نے کل مناظرہ میں حفظ الایمان کی عبارت غالباً سو دفعہ سے کم نہ پڑھی ہوگی، کیونکہ وہ ایک ایک تقریر میں کئی کئی دفعہ اس کو پڑھتے تھے۔ جس کی شہادت بریلی کی عام پبلک سے لی جا سکتی ہے۔ لیکن ہر دفعہ آپ نے یہ عبارت ناقص ہی پڑھی اور کبھی بھول کر بھی یہ آخری فقرہ نہیں پڑھا۔ جس سے ان کے بہتان کی سب قلعی کھل جاتی ہے۔ ۱۲ مرتب

ایک غریب سے غریب انسان اور معمولی درجہ کا مزدور بھی اپنے بچوں کو کھانا کھلاتا ہے ، اور انسان تو انسان چھوٹی چھوٹی چڑیاں اپنے بچوں کو دانہ دیتی ہیں ، تو پھر تمہارے اس اصول پر چاہیئے کہ ان سب کو رازق کہا جاوے ۔ غور فرمایا جاوے کہ کیا اس میں فیاض بادشاہ کی توہین ہے یا زید کی حماقت اور جہالت کا اظہار ہے ۔ جو اپنے غلط اصول کی وجہ سے اس بادشاہ کو خواہ مخواہ رازق کہہ کر ایک شرک کا دروازہ کھول رہا تھا ۔ اور کیا کوئی صاحب عقل انسان اس تقریر سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ اس میں ہر غریب مزدور بلکہ ہر چرند پرند کو اس فیاض بادشاہ کے برابر کر دیا ۔ ؟

چونکہ وقت ختم ہو گیا اس لئے میں اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں ۔ انشاء اللہ آئندہ بھی اس کے متعلق کچھ اور عرض کروں گا ۔

مولوی سردار احمد صاحب

حضرات ! آپ نے دیکھ لیا ، مولوی منظور صاحب اِدھر اُدھر کی باتوں میں وقت گزارتے ہیں ۔ اور میری بات کا کوئی جواب نہیں دیتے ۔ مولوی صاحب ! یاد رکھئے میں آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا ۔ آپ جدھر کو جائیں گے میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے اُدھر ہی کو جاؤں گا ۔ اور جب تک آپ سے جواب نہیں لے لوں گا یا توبہ نہیں کرا لوں گا اس وقت تک سامنے سے ہٹنے نہیں دوں گا ۔ میں پنجابی ہوں پنجابی ۔ آپ کا کسی پنجابی سے واسطہ نہیں پڑا ہے ۔ پنجابی بڑا کڑا ہوتا ہے[1] ۔

مسلمانو ! پھر سن لو حفظ الایمان کی وہ کفری عبارت یہ ہے ۔ اس کے بعد حفظ الایمان کی وہی عبارت پڑھ دی ۔ اس کے بعد اس طرح تقریر شروع کی) دیکھئے اس عبارت کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ جیسا علم غیب ، حضور اقدس ؐ کو ہے ایسا ہر بچہ کو ہر پاگل کو اور ہر چوپائے کو حاصل ہے ۔ اس سے بڑھ کر حضور ؐ کی اور کیا توہین ہو سکتی ہے ۔ آپ کہتے ہیں کہ اس عبارت میں " جیسا " کا لفظ نہیں ہے ۔ میں مانتا ہوں کہ ہاں نہیں ہے ۔ مگر " ایسا " کا لفظ تو ہے ۔ وہ بھی تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے ۔ دیکھئے اگر میں کہوں کہ مولوی منظور صاحب کا علم گدھے ایسا ہے ، کہئے ایسا ہے تو کیا تشبیہ نہ ہوگی ؟ ضرور ہوگی ۔ اور آپ لازمی طور پر اس سے ناراض ہوں گے حالانکہ

---

[1] ملاحظہ ہو رضا خانی شیخ الحدیث کا طرزِ کلام ۔ ناشر

میں "جیسا" کا لفظ نہیں ہے۔ بلکہ صرف "ایسا" ہے۔ پس حفظ الایمان کی عبارت میں چونکہ "ایسا" موجود ہے اس لئے اس میں ضرور حضورؐ کے علم کو جانوروں اور پاگلوں کے علم سے تشبیہ دی گئی ہے اور آپ کے علم شریف کو ان کے برابر بتلایا گیا ہے۔

میں نے آپ کے سامنے مولوی اشرف علی صاحب کی ایک مثال پیش کی تھی کہ ان کو عالم کیوں کہا جاتا ہے۔ کل علم کی وجہ سے یا بعض علم کی وجہ سے۔ اگر بعض کی وجہ سے کہا جاتا ہے تو اس میں مولوی اشرف علی صاحب کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو کتے کو بھی ہے گدھے کو بھی سور اور بندر کو بھی ہے۔ اور میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ اس سے مولوی اشرف علی کی توہین ہوگی یا نہیں۔ آپ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ رازق کی مثال بیان کر دی۔ مولوی صاحب! میں نے رازق کو آپ سے تھوڑا ہی پوچھا تھا۔ آپ اِدھر اُدھر کی باتوں میں وقت ضائع نہ کیجئے۔ جو میں پوچھوں اس کا جواب دیجئے۔

لیجئے اب میں ایک اور مثال پیش کرتا ہوں۔

اگر کوئی شخص آپ کے مولوی تھانوی صاحب سے سبق حاصل کر کے خدا کے متعلق یوں کہے کہ خدا کو "قادر" کیوں کہا جاتا ہے۔ آیا اس وجہ سے کہ وہ کل چیزوں پر قدرت رکھتا ہے یا اس لئے کہ اس کو بعض چیزوں پر قدرت ہے۔ کل کی وجہ سے کہنا تو اس لئے غلط ہے کہ خدا ممتنعات پر قادر نہیں ہے۔ چنانچہ وہ اپنے جیسا ایک اور خدا نہیں بنا سکتا۔ اور اگر بعض چیزوں پر قدرت رکھنے کی وجہ سے اس کو "قادر" کہا جاتا ہے تو اس میں اللہ تعالے ہی کی کیا خصوصیت ہے ایسی قدرت تو ہر جوڑھے چمار بلکہ کتے بلے کو بھی حاصل ہے۔ بتلایئے کیا اس میں خدا کی توہین نہیں ہوئی؟ ہوئی اور ضرور ہوئی پس جب کہ حفظ الایمان میں بھی حضورؐ کے متعلق بالکل ایسی ہی عبارت لکھی گئی ہے تو اس سے بھی ضرور حضورؐ کی توہین ہوگی۔

مولوی صاحب! آپ دو رنگی چال کو چھوڑ دیجئے۔ ایک طرف تو آپ کہتے ہیں کہ مدینہ شریف کی مٹی کی توہین کرنے والا بھی کافر ہے۔ اور ایک طرف مولوی تھانوی صاحب کو آپ اپنا پیشوا اور بزرگ مانتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے حضورؐ کی شان میں نہایت سخت گستاخیاں کی ہیں۔

مولوی صاحب! آپ کو جتنی محبت مولوی اشرف علی صاحب سے ہے اگر اتنی بھی حضورؐ سے ہوتی تو کبھی مولوی

اشرف علی کو آپ اپنا پیشوا نہ مانتے ۔ جو شخص آپ کو یا آپ کے کسی بزرگ کو کبھی ایک دفعہ بھی گالی دے گا آپ کبھی اس سے بات کرنا بھی گوارا نہ کریں گے ، مگر مولوی تھانوی صاحب نے حضور کو اتنی گندی گالیاں دیں اور پھر بھی آپ ان کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ۔

مولانا محمد منظور صاحب

آپ نے اپنی اس تقریر میں مجھے سخت ایذا پہنچائی ۔ اور واللہ العظیم میرا بہت زیادہ دل دکھا ۔ میں آپ کی اور سب گالیاں برداشت کر سکتا ہوں ، اور حاضرین دیکھ رہے ہیں کہ کل سے برابر برداشت کر رہا ہوں ۔ اور انتقام لینا تو درکنار میں ان پر نوٹس بھی نہیں لیتا ۔ لیکن یہ گالی میری برداشت سے باہر ہے کہ میرے متعلق یہ کہا جاوے کہ آقائے کونین سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مجھے کسی اور شخص سے محبت ہے ۔ میرے نزدیک ایک مسلمان کے لئے اس سے زیادہ تکلیف دہ بات اور کوئی نہیں ہو سکتی ۔ مجھے اگر حضرت مولانا اشرف علی صاحب سے کچھ محبت ہے تو وہ صرف اس لئے کہ میں ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمانبردار امتی اور متبع سنت سمجھتا ہوں

خدا کی قسم اگر آج مجھے معلوم ہو جائے کہ مولانا اشرف علی صاحب بھی مولوی احمد رضا خان کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باغی ہیں ، اور وہ میرے آقا کی سنتوں کی جگہ اپنی یا اپنے باپ دادا کی ایجاد کردہ بدعات و رسوم کو رواج دینا چاہتے ہیں تو میرا جو زبانی اور قلمی جہاد آپ لوگوں کے ساتھ جاری ہے ، وہی بلکہ اس سے زیادہ سخت مولانا اشرف علی صاحب سے ہو گا ۔ آپ تو اپنے گھر کی چار دیواری میں بیٹھ کر عورتوں کی طرح مولانا کو کوستے ہیں ، مگر منظور جس طرح سنن نبویہ کو سربلند اور بدعات کے جھنڈے کو سرنگوں کرنے کے لئے بریلی آگیا ہے اور بحمد اللہ اس کی گفتار اور اس کی قلم کی رفتار نے جس طرح بریلی کے حامیانِ باطل کا قافیہ تنگ کر رکھا ہے ، اسی طرح وہ تھانہ بھون بھی جائے گا اور وہ مولانا تھانوی سے بھی حق کی حمایت کے لئے بے دریغ جنگ کرے گا ۔ منظور کا کوئی رشتہ مولانا تھانوی سے نہیں ہے وہ صرف اس وجہ سے ان کی حمایت کرتا ہے کہ ان کو ایک خدا پرست مومن اور متبع سنت بزرگ جانتا ہے ۔ مجھ پر آپ کا یہ نہایت ناپاک بہتان اور ناقابل برداشت حملہ ہے کہ مجھ کو معاذ اللہ آقائے کائنات روحی و قلبی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مولانا اشرف علی صاحب سے محبت ہے ۔

مالکِ عرش کی قسم ! ایک مولانا اشرف علی صاحب نہیں بلکہ ایسے ایسے کروڑوں اشرف علی قربان ہوں ان

کی خاک پا پر - میرے آقا و مولا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس ناقہ مبارک پر ایکدفعہ سوار ہوئے اس کی ٹھوکر سے جو گرد اڑے واللہ العظیم اس کے ذرات کی جو محبت اور عظمت منظور کے قلب میں ہے وہ نہ اپنے باپ کی ہے نہ ماں کی، نہ استاد کی، نہ پیر کی، نہ مولانا اشرف علی صاحب کی، اور نہ کسی دوسرے بزرگ کی۔ میرا ایمان ہے کہ جب تک ایک شخص کو اپنے ماں باپ حتیٰ کہ اپنی جان سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہ ہو، اس وقت تک وہ مومن کہلانے کا مستحق نہیں - قرآن عزیز کا کھلا اعلان ہے -

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۣاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ [1] - (التوبہ: ۲۴)

بہر حال آپ براہ کرم اور جو چاہیں گالی دیں اور جی بھر کر دیں میں برداشت کروں گا۔ لیکن یہ الفاظ ہرگز زبان سے نہ نکالیں کہ تجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ فلاں شخص سے محبت ہے - اس گزارش کے بعد میں آپ کی تقریر کی طرف متوجہ ہوتا ہوں -

آپ فرماتے ہیں کہ منظور میری کسی بات کا جواب نہیں دیتا۔ اس کے جواب میں میں اس کے سوا اور کیا عرض کروں کہ اللہ آپ کو وہ کان دے جس سے آپ میری بات سن سکیں -

بحمد اللہ یہ ہزاروں کا مجمع ہے جس کی موجودگی میں متعدد بار جواب پا کر آپ کا یہ کہنا کچھ زیبا نہیں معلوم ہوتا - اور میں تو سمجھتا ہوں کہ اگر آپ کا ضمیر انسانیت اور شرافت سے محروم نہیں ہے تو وہ بھی آپ کی اس بات پر نفرین کرتا

---

[1] ترجمہ :- (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کہہ دیجئے کہ (اے لوگو) اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور کنبے والے اور جو مال کہ تم نے جمع کیا ہے اور وہ تجارت کہ جس کے نقصان سے تم ڈرتے ہو اور اپنے پسندیدہ مکان (یہ سب چیزیں اگر) تمہارے نزدیک اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کے راستہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو (عذاب الٰہی کے) منتظر رہو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ (اس کی نسبت) اپنا حکم نافذ کرے۔ ۱۲

ہوگا۔ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِہٖ بَصِیْرَۃٌ ۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں تمہارا پیچھا نہ چھوڑوں گا"۔ میں نہ اس قسم کی باتیں کرنے کا عادی ہوں اور نہ ایسی باتوں کے جواب دینے کا۔ لیکن اب مجھے مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ آپ کو شرمانا چاہیئے، پیچھے آپ پڑے ہیں یا آپ کے اور آپ کے بڑوں کے پیچھے میں پڑا ہوا ہوں۔ جو اپنا گھر بار چھوڑ کر خود آپ کے مرکز بریلی میں ایک سال سے نازل ہوں۔ اور برابر للکار رہا ہوں، مگر جواب میں زبانیں بند ہیں اور قلم شکستہ اور دواتیں خشک۔ اور آج الحمدللہ! اللہ کا نام لے کر میں نے آپ کے خاص قلعہ پر حملہ کیا ہے اور خدا کا شکر ہے کہ جامعہ رضویہ میں کھڑا ہو کر دامنِ باطل کی دھجیاں اڑا رہا ہوں۔ پھر اس پر آپ کہتے ہیں کہ میں پیچھا نہ چھوڑوں گا۔ شرم! شرم! شرم!

معاف کیجئے گا اس وقت آپ کی مثال بالکل اس بےغیرت شخص[1] کی سی ہے جس کو کسی شیخ صاحب نے بازار میں پکڑ لیا تھا، شیخ صاحب کا ہنٹر اس پر چل رہا تھا اور وہ برابر یہی کہے جاتا تھا کہ سیک جی میں چھوڑوں گا ناہی۔ سیک جی میں چھوڑوں گا ناہی۔

ہاں اس مرتبہ آپ نے بڑے فخر سے یہ بھی فرمایا ہے کہ "میں پنجابی ہوں پنجابی" بےشک میں خوب جانتا ہوں کہ آپ پنجابی ہیں۔ اور اسی ضلع گورداسپور کے رہنے والے ہیں جہاں کا غلام احمد قادیانی تھا۔ فرق اتنا ہے کہ وہ اپنے کو غلام احمد کہتا تھا اور اس کے باوجود بغاوت کر کے شریکِ نبوت ہونے کا مدعی بن بیٹھا۔ اور آپ اپنے کو سردار احمد کہتے ہیں۔ اللہ خیر کرے آپ نہ معلوم کہاں تک اڑیں گے۔

خیر یہ تو آپ کی لغویات کا جواب تھا۔ اب اصل مبحث کے متعلق سنئے۔

میں نے عرض کیا تھا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں "جیسا" کا لفظ نہیں ہے لہٰذا اس میں تشبیہ نہیں ہے۔ اس کے جواب میں پہلے تو آپ نے یہ فرمایا کہ "جیسا" اگرچہ لفظوں میں موجود نہیں لیکن یہاں محذوف ہے لیکن جب میں نے آپ کی اس لغو اور لچر بات کا رد کیا اور آپ اس کا کوئی جواب نہ دے سکے تو اس مرتبہ اس حذف

---

[1] یہ مثال حقیقت میں کسی چمار کی مشہور ہے۔ مولانا نے ازراہِ شرافت کسی چمار کا نام نہیں لیا، مگر مولوی سردار احمد صاحب کا معذبانہ کلام تو اس سے زیادہ کو چاہتا تھا۔ ۱۲ مرتب

کے قصہ کو آپ نے بھی حذف کر دیا۔ اور اب آپ فرماتے ہیں کہ اگرچہ "جیسا" کا لفظ وہاں نہیں ہے مگر "ایسا" کا لفظ تو ہے۔ لہذا پھر بھی تشبیہ ضرور ہے۔

درحقیقت یہ بھی آپ کا مغالطہ ہے۔ سنئے! لفظ "ایسا" اگر لفظ "جیسا" کے ساتھ ہو جب تو وہ تشبیہ ہی کے لئے ہوتا ہے۔ لیکن اگر "ایسا" بغیر "جیسا" کے ہو تو تشبیہ کے لئے ہونا ضروری نہیں۔ دیکھئے محاورات میں کہتے ہیں کہ "خدا ایسا قادر مطلق ہے" اب اس فقرہ میں لفظ "ایسا" بغیر "جیسا" کے ہے۔ اور تشبیہ نہیں ہے۔ پس حفظ الایمان کی اس عبارت میں بھی "ایسا" تشبیہ کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ وہ یہاں بدول تشبیہ کے "اتنا" کے معنی میں ہے[1]۔ اور اس سے مراد وہی مطلق بعض غیوب کا علم ہے، جس کو زید اطلاق عالم الغیب کی علت قرار دے رہا ہے۔

اس قدر سمجھ لینے کے بعد حفظ الایمان کی اس عبارت کا مطلب بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ میں اپنی پہلی تقریر میں حفظ الایمان کی عبارت کی پوری توضیح کر چکا ہوں۔ اب بار بار اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں سمجھتا۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ، کے متعلق آپ نے جو مثال پیش کی تھی کہ ان کو کل علوم کی وجہ سے عالم کہا جاتا ہے یا بعض علوم کی وجہ سے۔ اس کا جواب میں پہلے عرض کر چکا ہوں اور اسی کو کچھ زیادہ تفصیل سے پھر عرض کرتا ہوں بغور سنئے۔

عرف عام میں ہر اس شخص کو عالم کہتے ہیں جس کو معتدبہ (یعنی کافی اور اچھی خاصی) مقدار میں دینی علوم حاصل ہوں۔ ہم اسی لحاظ سے مولانا اشرف علی صاحب اور دوسرے علماء کو عالم کہتے ہیں۔ نہ کل علوم کی وجہ سے اور نہ مطلق بعض علوم کی وجہ سے۔ بخلاف عالم الغیب کے کہ اس کا اطلاق عرف شریعت یا عرف عام میں خدا کے سوا کسی دوسری ہستی پر کسی حیثیت سے بھی نہیں ہوتا۔ لہذا عبارت حفظ الایمان کا صحیح فوٹو وہ نہیں جو آپ نے پیش کیا بلکہ اس کی

---

[1] واضح رہے کہ لفظ "ایسا" کی طرح لفظ "اتنا" بھی کبھی تشبیہ کے لئے آتا ہے اور کبھی بلا تشبیہ کے صرف مقدار کے لئے۔ مثلاً کہتے ہیں کہ زید اتنا مالدار ہے جتنا عمرو۔ اس مثال میں "اتنا" تشبیہ کے لئے ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ زید اتنا مالدار ہے جس کی حد نہیں۔ یہاں لفظ "اتنا" تشبیہ کے لئے نہیں بلکہ مقدار کے لئے ہے۔ ناظرین ہمارے اس نوٹ کو یاد رکھیں۔ ۱۲ مرتب

صحیح مثال وہی (رازق والی) بن سکتی ہے جو میں عرض کر چکا ہوں۔

اپنی اس تقریر میں آپ نے ایک نئی مثال لفظ "قادر" کے اطلاق کی پیش کی ہے وہ بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ عرف عام اور عرف شریعت میں اللہ تعالیٰ کو قادر کہتے ہیں۔ لہذا اس میں اگر اس قسم کی تشقیق کی جاوے گی تو استخفاف لازم آئے گا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہ عرف عام میں کہا جاتا ہے نہ عرف شرع میں۔ لہذا اگر اس کے متعلق یہ تشقیق کی جاوے تو مضائقہ نہیں۔ پس آپ کی یہ دوسری مثال بھی بے موقع ہے۔ علاوہ ازیں یہ کہ لفظ "قادر" میں حفظ الایمان کی یہ تقریر جاری بھی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ حق تعالیٰ کو قادر اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ بلا استثناء تمام ممکنات پر قدرت تامہ رکھتا ہے۔ اور جو احمق قدرت عامہ کا یہ مطلب سمجھتا ہے کہ ممتنعات اور محالات پر بھی قدرت ہو وہ اعلیٰ درجہ کا جاہل ہے۔ نیز خدا کی قدرت ذاتی ہے اور دوسروں کی عرضی اور عطائی سمجھنے والوں کے لئے یہ بھی بہت بڑا فرق ہے۔ افسوس کہ آپ خالق اور مخلوق کے معاملات میں کوئی فرق نہیں سمجھتے اور ایک کو دوسرے پر قیاس کرنے لگتے ہیں۔ درحقیقت یہی آپ کی بنیادی گمراہی ہے۔

یہاں تک تو میں نے آپ کی تقریر کا مختصر مگر بحمد اللہ کافی اور شافی جواب دے دیا۔ اس کے بعد نفس مبحث کے متعلق ایک چیز اور عرض کرتا ہوں۔

یہ تو حضرات حاضرین کو اس وقت تک کی گفتگو سے معلوم ہو چکا ہوگا کہ میرے اور مولوی سردار احمد صاحب کے درمیان اصول اور مسئلہ کا اختلاف نہیں ہے کیونکہ اس پر ہم سب متفق ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور آپ کی شان میں ادنیٰ گستاخی کفر بلکہ اشد کفر ہے۔ بلکہ اس وقت اختلاف صرف یہ ہے کہ حفظ الایمان کی اس عبارت کا مطلب کیا ہے۔ اگر بالفرض اس عبارت کا وہ مطلب ہو جو مولوی سردار احمد صاحب بیان کر رہے ہیں (اور جو مولوی مولوی احمد رضا خان صاحب نے حسام الحرمین میں لکھا ہے) جب تو ہمارے نزدیک بھی وہ موجب کفر ہے۔ اور اگر اس کا مطلب وہ ہو جو میں عرض کر رہا ہوں تو مولوی سردار احمد صاحب کے نزدیک بھی اس سے کفر ثابت نہیں ہوتا بہر حال اختلاف صرف اس عبارت کے مطلب میں ہے۔ اور دنیا بھر کے عقلمندوں کا مسلمہ اصول ہے کہ مصنف ہی اپنی تصنیف کا مطلب سب سے زیادہ صحیح سمجھ سکتا ہے۔ غالب کے اشعار کا جو مطلب خود غالب نے سمجھا دوسرے لوگ یقیناً ایسا نہیں سمجھ سکتے ع تصنیف را مصنف نیکو کند بیاں

اسی اصول کے ماتحت میرے اور مولوی سردار احمد صاحب کے اختلاف کا فیصلہ بہت آسانی سے ہو سکتا ہے۔ حفظ الایمان کے مصنف حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ بحمد اللہ حیات ہیں ان سے دریافت کیا جا سکتا ہے[1]۔ کہ اس عبارت کا مطلب ان کے نزدیک کیا ہے۔ اور کس مقصد کے لیے انہوں نے یہ عبارت لکھی ہے؟ اور اگر اتنی بھی تکلیف گوارا نہ کی جا سکے تو ان کا مطبوعہ رسالہ "بسط البنان" دیکھ لیا جائے۔ اس میں مولانا ممدوح نے خود اپنی اس عبارت کا مطلب بیان کیا ہے۔ اور بحمد اللہ وہ وہی ہے جو میں عرض کر رہا ہوں۔ اگر دیانت اور خدا کا خوف ہو تو اس نزاع کا فیصلہ اس طرح بہت آسانی سے ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد میں اسی بسط البنان کی ابتدائی چند سطریں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

یہ بسط البنان حضرت مولانا نے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمائی ہے۔ سوال یہ تھا کہ۔

"مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی "حسام الحرمین" میں آپ کی نسبت لکھتے ہیں کہ آپ نے "حفظ الایمان" میں اس کی تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا علم جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا ہر بچہ کو اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چوپائے کو حاصل ہے۔

۱: کیا آپ نے حفظ الایمان میں یا کسی کتاب میں ایسی تصریح کی ہے؟

۲: اگر تصریح نہیں تو بطریق لزوم بھی یہ مضمون آپ کی کسی عبارت سے نکل سکتا ہے؟

۳: یا ایسا مضمون آپ کی مراد ہے۔ اگر آپ نے نہ ایسے مضمون کی تصریح فرمائی نہ اشارۃً مفاد عبارت ہے

۴: تو ایسے شخص کو جو یہ اعتقاد رکھے یا صراحۃً یا اشارۃً کہے اسے آپ مسلمان کہتے ہیں یا کافر؟

مولانا کا جواب ملاحظہ ہو۔

۱: میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی کبھی اس مضمون کا خطرہ نہیں گزرا۔

۲: میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا۔

---

[1] یہ مناظرہ حکیم الامت اشرف الملۃ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کی حیات میں ہوا تھا۔ (ناشر)

۳ : جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں اور میرے دل میں بھی کبھی اس کا خطرہ نہیں گزرا جیسا کہ اوپر معروض ہوا، تو میری مراد کیسے ہو سکتا ہے۔

۴ : جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرورِ عالم فخرِ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی ۔ (بسط البنان : ص ۲)

اس کے بعد حضرت مولانا نے کسی قدر تفصیل کے ساتھ حفظ الایمان کی عبارت کا مطلب بھی لکھا ہے اور وہ بحمد اللہ وہی ہے جو میں عرض کر چکا ہوں۔ آپ غور فرمائیں کہ حضرت مولانا مدظلہٗ کی ان تصریحات کے بعد کیا گنجائش باقی رہتی ہے فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ ۔ پس اس کے بعد کس بات پر ایمان لاؤ گے۔

اس کے بعد بھی اگر کسی مریض قلب کی شفا نہ ہو اور وہ شفا کا طالب ہو تو میں اس سے اخیر یہ اور عرض کروں گا کہ وہ ایک دو دن کے لئے خود تھانہ بھون چلا جائے اور حق پرستی کی آنکھ سے حضرت مولانا کے حالات کا مطالعہ کرے اور دیکھے کہ آقائے کونین سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثار غلام، اور اطاعت شعار امتی ایسے ہوتے ہیں۔ میں بحمد اللہ یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر خدا نے دل پر مہر نہ لگا دی ہوگی تو انشاء اللہ ضرور بالضرور عارف جامی کی زبان میں یہی کہتا ہوا آئے گا ؎

چنیں کہ دمد ز خلقے در تماشا ہمیں گفتند حاشا ثم حاشا

کزیں روئے نکو بد کاری آید وزیں دل دار دل آزاری آید

مولوی سردار احمد صاحب

حضرات! آپ نے دیکھ لیا، اس مرتبہ بھی مولوی منظور صاحب نے وعظ میں اور ادھر ادھر کی باتوں میں وقت گزار دیا اور میری باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا۔ مولوی صاحب! میں کتا ہوں حضرت غوث پاک کا۔ میں آپ کا پیچھا نہیں چھوڑ سکتا۔ آپ جدھر کو دوڑیں گے میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ادھر ہی کو دوڑوں گا۔

آپ کہتے ہیں کہ "ایسا" اگر بغیر "جیسا" کے ہو تو تشبیہ کے لئے نہیں آتا۔ اچھا بتلائیے اگر ہم یوں کہیں کہ مولوی منظور صاحب کا علم کتے ایسا ہے۔ یا مولوی اشرف علی صاحب کا علم گدھے ایسا ہے، تو اس میں تشبیہ ہوگی یا نہیں؟

آپ کے کہنے کے مطابق تو اس میں تشبیہ نہ ہوگی تو کیا آپ اس کو گوارا کریں گے ؟ میں تو سمجھتا ہوں کہ آپ کبھی بھی گوارا نہیں کریں گے۔ اور ابھی شور مچادیں گے کہ سردار احمد نے ہم کو گالی دے دی ، اور ہمارے علم کو کتے اور گدھے کے برابر بتلادیا ، پھر جب حفظ الایمان میں بھی یہی "ایسا" کا لفظ موجود ہے تو آپ اس میں کیوں تاویلیں کرتے ہیں ؟ اور صاف صاف مولوی تھانوی صاحب کے کفر کا اقرار کیوں نہیں کر لیتے ؟ کیا حضور ؐ کی عزت اتنی بھی نہیں ہے جتنی کہ آپ کی ؟ یا آپ کے تھانوی صاحب کی ؟

اس تقریر میں آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ لفظ "ایسا" ، بلا تشبیہ کے "اتنا" کے معنی میں بھی آتا ہے۔ آپ اس کو محاورات اور لغت سے ثابت کیجئے۔ مولوی صاحب ! حفظ الایمان اردو زبان میں ہے وہ ایرانی یا تورانی میں نہیں ہے۔ اس میں آپ کی یہ تاویلیں نہیں چل سکتیں۔

میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ اگر کوئی شخص مولوی تھانوی صاحب کی نسبت یوں کہے کہ ان کو عالم کیوں کہا جاتا ہے ؟ کل علوم کی وجہ سے یا بعض علوم کی وجہ سے ، تھانوی صاحب کو کل علوم کا حاصل ہونا تو دلائل عقلیہ ونقلیہ سے باطل ہے۔ اور اگر بعض کی وجہ سے کہا جاوے تو اس میں تھانوی صاحب کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا بعض علم تو گدھے کو بھی ہے ، کتے کو بھی ہے ، سؤر اور بندر کو بھی ہے۔ تو اس میں تھانوی صاحب کی توہین ہوگی یا نہیں ؟ آپ نے ابھی تک اس کا کوئی صاف جواب نہیں دیا۔ جو کچھ آپ کے دل میں ہے آپ صاف کیوں نہیں کہہ دیتے ، آپ چھپاتے کیوں ہیں ؟

مولوی صاحب ! یہاں آپ کی چالاکیوں سے کام نہیں چلے گا ، میں بڑا ٹیڑھا پنجابی ہوں۔ یاد رکھئے جب تک میں آپ سے تھانوی صاحب کے کفر کا اقرار نہیں کرالوں گا ، اور توبہ نہیں کرالوں گا ، اس وقت تک آپ کا پیچھا چھوڑ نہیں سکتا۔

آپ نے اس مرتبہ تھانوی صاحب کی بسط البنان کی بھی عبارت پڑھی ہے بس اسی سے ہمارا آپ کا فیصلہ ہو گیا۔ دیکھئے انہوں نے خود لکھ دیا کہ جو شخص حضور ؐ کی شان میں ایسا کفر بکے کہ غیب کا علم جیسا حضور ؐ کو ہے ، ایسا ہر بچہ ہر پاگل اور ہر جانور کو حاصل ہے ، تو وہ خارج از اسلام ہے۔ ہم بھی بس یہی کہتے ہیں۔ دیکھئے حق کی طاقت یہ ہے حضرت غوث پاک کی کرامت یہ ہے۔ کہ خود تھانوی صاحب ہی کے منہ سے ان کا کفر قبول کروالیا۔ میں ثابت کر چکا ہوں

کہ حفظ الایمان میں ایسا لکھا گیا ہے۔ اور تھانوی صاحب اقرار کرتے ہیں کہ ایسا لکھنے والا خارج از اسلام ہے۔ تو نتیجہ صاف یہ نکلا کہ تھانوی صاحب خارج از اسلام ہیں۔ اور ہم بھی یہی کہتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ خارج از اسلام کا لفظ بول رہے ہیں اور ہم ٹھیٹ کافر کہہ رہے ہیں۔ مطلب دونوں کا ایک ہی ہے سہ

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

مولوی منظور صاحب نے اپنی اس تقریر میں تھانوی صاحب کی بڑی بڑی تعریفیں کی ہیں۔ یہ مولوی صاحب کی دورنگی چال ہے۔ ایک طرف تو کہتے ہیں کہ حضورؐ کی شان میں ادنیٰ گستاخی کرنے والا کافر ہے، ملعون ہے، واجب القتل ہے اور دوسری طرف تھانوی صاحب کو اپنا سرتاج مانتے ہیں اور لوگوں کو ان کے مرید بننے کی دعوت دیتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے حضورؐ کی شان میں نہایت گندی گالیاں لکھی ہیں، جیسا کہ میں ثابت کر چکا ہوں۔ اور دربار رسالت میں ان کی گالی ایک ہی نہیں ہے اس کے علاوہ بھی ان کے بہت سے کفریات ہیں۔ وہ تو اپنا کلمہ بھی پڑھواتے ہیں۔ دیکھئے ان کے رسالہ "الامداد" میں ایک واقعہ چھپا ہے۔ کہ ان کا ایک مرید دن بھر لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ رٹتا رہا۔ اور مولوی تھانوی صاحب نے اس کو کچھ بھی تنبیہ نہیں کی بلکہ اس کی خوش اعتقادی کی اور داد دی، اور صاف لکھ دیا کہ

"اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے"

اور سنئے خود تھانوی صاحب نے اپنا ایک واقعہ لکھا ہے کہ۔ خواب میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کے گھر میں تشریف لائیں۔ اور اس کی تعبیر انہوں نے یہ نکالی۔ کہ کسی کم سن لڑکی سے میرا نکاح ہوگا۔

مسلمان اپنے کلیجہ پر ہاتھ رکھ کر سوچیں، اس سے بڑھ کر گستاخی اور کیا ہو سکتی ہے۔ کوئی شریف آدمی بھی خواب میں ماں کو دیکھ کر جورو کی تعبیر نہیں نکالے گا۔

مولوی صاحب آپ کہاں تک جواب دیں گے۔ ابھی تو میں نے آپ کے تھانوی صاحب کے تین ہی کفر گنائے ہیں اور ابھی سینکڑوں باقی ہیں۔

آپ سے ابھی تک حفظ الایمان کا کفر ہی نہیں اٹھ سکا۔ اب یہ دو کفر آپ پر اور سوار ہو گئے۔ مگر یاد رکھئے کہ

ان کا جواب بھی آپ قیامت تک نہیں دے سکیں گے ؎

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے

یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

مولانا محمد منظور صاحب

معلوم ہوتا ہے کہ مولوی سردار احمد صاحب گھر سے قسم کھا کر آئے ہیں کہ اپنی ہر تقریر میں یہ ضرور فرمایا کریں گے کہ منظور نے میری کسی بات کا جواب نہیں دیا۔ مسلمانانِ بریلی کو یاد ہوگا کہ اب سے کئی ماہ پیشتر پنڈت گوپی چند صاحب سے بریلی ہی میں میرا مناظرہ ہوا تھا۔ وہ اعتراضات پیش کرتے تھے اور میں بعونہ تعالیٰ جواب دیتا تھا۔ لیکن اپنی ہر تقریر میں وہ یہ ضرور فرما دیتے تھے کہ مولوی صاحب نے میری کسی بات کا جواب نہیں دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص بھی حق کے مقابلہ کے لئے آتا ہے وہ ایسا ہی سخن پرور ہٹ دھرم ہوتا ہے۔ تشابہت قلوبہم۔

اس تقریر میں آپ نے پھر فرمایا۔ کہ میں پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ اس کا صحیح مگر دندان شکن جواب پالینے کے بعد پھر اسی کو منہ پر لانا آپ ہی کی جرأت اور غیرت ہے۔ آپ کے ساتھیوں کو چاہئے کہ اس دیدہ دلیری پر آپ کی خوب کمر ٹھونکیں۔

اس مرتبہ آپ نے پھر حضرت مولانا تھانوی کے متعلق وہی مثال پیش کی ہے۔ میں دو بار اس کا مفصل جواب دے چکا ہوں۔ اور اس میں ، اور حفظ الایمان کی عبارت میں فرق بیان کر چکا ہوں۔ بار بار جواب پالینے کے بعد پھر اسی کو ذکر کرنا ترش چھاچھ کا بلونا ہے۔ اور اگر واقعی آپ کی سمجھ میں وہ فرق نہیں آیا ، تو آپ کے مدرسہ کے شیخ الحدیث مولوی عبدالعزیز صاحب آپ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں ، میں ان کو جانتا ہوں ، اور میرا خیال ہے کہ انہوں نے ضرور اس فرق کو سمجھ لیا ہوگا۔ آپ ان سے دریافت کیجئے ، اور اگر پھر بھی سمجھ میں نہ آوے تو اپنی عقل پر ماتم کیجئے۔

لفظ " ایسا " کے متعلق میرا یہ دعوےٰ نہیں ہے کہ وہ بغیر " جیسا " کے تشبیہ کے لئے آتا ہی نہیں۔ بلکہ میرا مدعا یہ ہے کہ اگر " ایسا " بغیر " جیسا " کے ہو تو تشبیہ کے لئے ہونا ضروری نہیں ، بلکہ اس صورت میں وہ تشبیہ کے علاوہ دوسرے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔

میرے متعلق جو مثال آپ نے پیش کی ہے اس میں لفظ " ایسا " بے شک تشبیہ ہی کے لئے ہے۔ اور میری یا مولانا تھانوی کی ہی خصوصیت نہیں ، بلکہ آپ سے سیکھ کر اگر کوئی بدتمیز اور بدتہذیب مولوی احمد رضا خان صاحب کے متعلق یہ

کہ ان کا علم سؤر ایسا تھا گدھے ایسا تھا تو بے شک اس نے مولوی احمد رضا خان صاحب کی سخت توہین کی۔ کیوں کہ از روئے محاورات ایسے موقع پر لفظ "ایسا" تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ لفظ "ایسا" ہر جگہ تشبیہ ہی کے لئے ہو، بلکہ جس طرح کہ میں عرض کر چکا ہوں۔ وہ بعض اوقات بغیر تشبیہ کے بھی مستعمل ہوتا ہے۔ اور حفظ الایمان کی عبارت میں بھی جیسا کہ میں بدلائل قاہرہ ثابت کر چکا ہوں، وہ بغیر تشبیہ کے "اتنا" کے معنی میں ہے۔ اور اس سے مطلق بعض علوم غیبیہ مراد ہیں۔ آپ نے مجھ سے "ایسا" بمعنی اتنا مستعمل ہونے کا ثبوت لغت اور محاورات سے طلب کیا ہے۔ یہ مطالبہ آپ کا بے شک صحیح ہے۔ سنئے!

امیر مینائی مرحوم نے امیر اللغات جلد دوم صفحہ ۳۰۲ - پر لفظ "ایسا" کی کامل تحقیق کی ہے اور اس کے چند معنی بیان کئے ہیں۔ منجملہ ان کے ایک معنی یہ بھی بیان کئے ہیں جو میں نے عرض کئے۔

اس موقع پر ان کی عبارت یہ ہے۔

ایسا (معنی) اتنا۔ اس قدر۔ **فقرہ** ایسا مارا کہ ادھ مؤا کر دیا۔ **شعر** ؎

اس بادہ کش کا جسم ہے ایسا لطیف و صاف
زنار پر گمان ہے موج شراب کا (برق)

لیجئے اب تو میں نے لغت سے ثابت کر دیا کہ "ایسا" بلا تشبیہ کے اتنا کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اور اردو کے نظم و نثر کے محاورات میں ان معنی میں اس کا استعمال شائع ہوا ہے۔

میں نے عرض کیا تھا کہ مصنف حفظ الایمان حضرت مولانا اشرف علی صاحب خود ایسے شخص کو کافر سمجھتے ہیں جو حضور کے علم شریف کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلائے۔ اور اس کے ثبوت میں میں نے بسط البنان کی عبارت پڑھی تھی اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں کہ مولوی اشرف علی صاحب نے خود اپنے کفر کا اقرار کر لیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ کوئی شریر آدمی مولوی حامد رضا خان صاحب سے کہے کہ آپ سود لیتے ہیں اور حرام کھاتے ہیں۔ وہ اس کے جواب میں فرمائیں کہ یہ بالکل غلط ہے میں نے آج تک کبھی ایک پائی بھی کسی سے سود نہیں لی۔ میں تو سود کو حرام اور سود خوار کو جہنمی سمجھتا ہوں۔ اس پر وہ کمینہ شریر اعلان کر دے کہ مولوی حامد رضا خان نے خود اپنے حرام خور اور جہنمی ہونے کا اقرار کر لیا۔ تو کیا یہ اس کا پاجی پن نہ ہوگا۔ مہربان من! یہ مناظرہ کا پلیٹ فارم

ہے۔ یہاں کچھ سوچ سمجھ کر بات کہا کیجئے۔

اس مرتبہ آپ نے عاجز آکر حفظ الایمان کی بحث سے گریز کرکے دوسری دو بحثیں چھیڑی ہیں۔ چونکہ میرا وقت قریب الختم ہے۔ اس لئے اس وقت نہایت مختصر جواب پر اکتفا کرتا ہوں۔

افسوس ہے کہ اس موقع پر بھی آپ نے نہایت شرمناک افتراء پردازی سے کام لیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ۔ مولوی اشرف علی صاحب کا ایک مرید دن بھر " لاالٰہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ " رٹتا رہا۔ (معاذاللہ تعالیٰ)

یہ محض آپ کا افتراء اور نہایت حیا سوز افتراء ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص نے جو آپ کے پنجاب ہی کا رہنے والا تھا خواب دیکھا کہ وہ کلمہ اس طرح پڑھ رہا ہے۔ اور یہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ خواب کی بات پر کوئی حکم شرعی عائد نہیں ہوتا۔ اگر کوئی کافر خواب میں اسلام لے آئے تو اس کا اسلام معتبر نہیں۔ اور اسی طرح اگر کسی مسلمان سے خواب میں کلمات کفر سرزد ہو جائیں تو وہ ان کی وجہ سے کافر نہیں ہوتا۔ حدیث شریف میں ہے " لا تفريط فى النوم "۔ نیند میں جرم جرم نہیں[1] - آپ ہی بتلائیے کہ اگر کوئی شخص خواب میں زنا کرے کیا آپ اس پر حد جاری کرائیں گے ؟

بہرحال یہ کلمات اس شخص سے صرف حالت خواب میں سرزد ہوئے تھے، لہٰذا اس پر کفر عائد نہیں ہوتا۔ نیز ان کے علاوہ جو دوسرے کلمات خواب کے بعد اضطراری حالت میں اس شخص کی زبان سے نکلے تھے (جن کا ابھی آپ نے ذکر نہیں کیا)، ان کی وجہ سے بھی اس کی تکفیر نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ بلا اختیار خطاً جو کلمات کفر کسی کی زبان سے سرزد ہو جائیں وہ بھی شریعت میں موجب کفر نہیں[2]۔

---

[1] فقہ حنفی کی مشہور و متداول کتاب شامی میں امام ابن الہمام کی تحریرالاصول کے حوالہ سے منقول ہے کہ تبطل عبارات من الاسلام والردة والطلاق ولم توصف بخبر ولا انشاء وصدق وكذب كالحان الطيور سونے والے کا کلام (مثلاً) اسلام لانا یا مرتد ہوجانا، یا طلاق دینا، یہ سب لغو اور بیکار ہے۔ نہ اس کو خبر کہا جاسکتا ہے نہ انشاء اور نہ سچ نہ جھوٹ، مثل پرندوں کی آواز کے۔ مرتب

[2] حدیث شریف میں ہے رفع عن امتى الخطأ والنسيان یعنی خطاء اور نسیان پر میری امت سے مواخذہ نہ ہوگا۔ اور شامی میں ہے ومن تكلم بها مخطأ او مكرها لا يكفر عند الكل جس نے کلمہ کفر خطاً (یعنی بلا قصد و

علیٰ ہذا جو دوسرا خواب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق آپ نے ذکر کیا ہے۔ اس میں بھی نہایت شرمناک غلط بیانیوں سے کام لیا ہے۔ ایک جھوٹ تو آپ نے یہ بولا کہ خود مولانا اشرف علی صاحب نے وہ خواب دیکھا، حالانکہ یہ آپ کا خالص جھوٹ ہے۔ وہ خواب کسی دوسرے شخص کا ہے۔ پھر آپ نے جو توہین آمیز اور بازاری الفاظ ادا کئے وہ بھی محض آپ کے تصنیف کردہ ہیں۔ حضرت مولانا تھانوی ان سے بری ہیں۔ رہا آپ کا یہ اعتراض کہ خواب میں ام المومنین کی تشریف آوری سے جدید نکاح کی تعبیر کیوں اور کس طرح نکالی گئی، سو یہ فن تعبیر سے آپ کی جہالت اور ناواقفیت ہے جس کی کوئی شکایت نہیں۔

علامہ عبد الغنی نابلسی رح اپنی کتاب "تعطیر الانام بتعبیر المنام" میں ارقام فرماتے ہیں کہ "اگر کوئی شخص خواب دیکھے کہ ازواج مطہرات امہات المومنین رض میں سے کوئی اس کے گھر میں تشریف لائی ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ کسی نیک عورت سے اس کا نکاح ہوگا"۔

اب فرمائیے کہ ان علامہ کے متعلق کیا فتوے ہے۔ جو صرف حضرت عائشہ صدیقہ رض کے متعلق ہی نہیں بلکہ تمام امہات المومنین کی تشریف آوری کی یہی تعبیر لکھ رہے ہیں۔ واضح رہے کہ یہ وہی عبد الغنی نابلسی ہیں، جن کو آپ کے اعلیٰ حضرت اپنی تصانیف میں کہیں "امام" "علامہ" "عارف باللہ" اور کسی جگہ "علامہ جلیل القدر، عظیم الفخر امام ظاہر و باطن رحمہ اللہ وغیرہ وغیرہ اعلیٰ خطابات سے یاد فرماتے ہیں[1]۔

پس اگر واقعی آپ کے نزدیک مولانا تھانوی مدظلہ اس تعبیر کی وجہ سے کافر ہیں تو اب ان علامہ کو ڈبل کافر کہئے اور چونکہ آپ کے اعلیٰ حضرت ان کے مداح ہیں اور ان کو اپنا امام ظاہر و باطن تسلیم کر رہے ہیں لہذا ان کو بھی کافر کہئے۔

سچ خواہی گفت قربانت شوم تا من ہماں گویم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) واختیار) سرزد ہو جائے یا کوئی زبردستی کہلوائے تو ایسی صورت میں کسی کے نزدیک بھی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ شامی صفحہ ۲۸۵: اس بحث کی مکمل اور لاجواب تحقیق جس کے بعد کسی معاند کو بھی شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے "سیف یمانی" میں تقریباً ۳۰، ۳۵ صفحات پر کی گئی ہے ناظرین اس کو ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲ مرتب۔

[1] ملاحظہ ہو خان صاحب کا رسالہ "بریق المنار" صفحہ ۶، ۷۔ ۱۲ مرتب

دوسرے دن کا مناظرہ ختم ہوا

واضح رہے کہ ہم نے ہر دو مناظروں کی بعض وہ تقریریں جن میں مضامین کی محض تکرار تھی ذکر کرنے سے چھوڑ دی ہیں اور درحقیقت ان کو نقل کرنے میں بے کار طوالت کے سوا کوئی فائدہ بھی نہ تھا۔ نیز ناظرین کو بھی یہ خیال ہوگا، کہ مولوی سردار احمد صاحب کی تقریریں مولانا محمد منظور صاحب کے مقابلہ میں عموماً مختصر ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہوئی کہ مولوی سردار احمد صاحب بعض اوقات اپنے وقت سے بہت پہلے تقریر ختم فرما دیتے تھے۔ چنانچہ ان کی بعض تقریریں صرف تین منٹ اور چار منٹ کی بھی ہوئیں، بخلاف مولانا محمد منظور صاحب کے کہ آپ کی ہر تقریر پورے وقت میں ہوتی تھی اور پھر بھی آپ کو وقت کی تنگی کی شکایت رہتی تھی۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مولوی سردار احمد صاحب اکثر و بیشتر ایک ہی تقریر میں ایک بات کو تین تین اور چار چار دفعہ دوہراتے تھے جس کی شہادت خود ان کی جماعت بھی دے سکتی ہے۔ ہم نے ان کی اس بے کار تکرار کو، قلم بند کرنا غیر ضروری سمجھا۔

اور تیسری وجہ یہ ہے کہ مولانا محمد منظور صاحب مولوی سردار احمد صاحب کے مقابلہ میں بولتے بھی بہت تیزی سے تھے۔ اس کی شہادت بھی موافق و مخالف پبلک سے لی جا سکتی ہے۔ بہر حال ہر دو صاحبان کی تقریروں کی مقدار میں جو تفاوت ہے وہ ان وجوہات سے ہے۔

○

مناظرہ

کا ــــ تیسرا ــــ دن

۲۲ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ یوم شنبہ

مولوی سردار احمد صاحب (بعد خطبہ) اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۔ الآیۃ

حضرات ! کل سے مولوی منظور احمد صاحب پر میرا مطالبہ قائم ہے اور وہ ابھی تک اس کا کوئی جواب نہیں دے سکے ۔ میرا دعوٰے ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب نے حفظ الایمان میں حضور سیدِ عالم نورِ مجسم شفیع اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے اور آپ کے علم اقدس کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلایا ہے ۔ میں کل سے برابر اس کو ثابت کر رہا ہوں ۔ اور مولوی منظور صاحب نہ اس کو رد ہی کرتے ہیں اور نہ حفظ الایمان کے اس کفری مضمون سے توبہ ہی کرتے ہیں ۔ لیجئے اب میں پھر اس عبارت کو پڑھ کر سناتا ہوں ۔

(اس کے بعد مولوی سردار احمد صاحب نے حفظ الایمان کی عبارت پڑھ کر سنائی اور اس کے بعد فرمایا)

دیکھئے ! اس میں صاف " ایسا " کا لفظ موجود ہے لہذا ضرور اس میں تشبیہ ہے ۔ اور بے شک حضور کے علم شریف کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلایا گیا ہے ۔ مولوی منظور صاحب نے کل فرمایا تھا کہ یہاں لفظ " ایسا " " اتنا " کے معنی میں ہے ۔ لیجئے اب تو میرا اعتراض اور زیادہ واضح ہو گیا ۔ آپ کے اس قول پر تو حفظ الایمان کی عبارت کا صاف مطلب یہ ہو گا کہ ۔

" غیب کی باتوں کا جتنا علم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اتنا ہر بچہ کو اور ہر جانور اور ہر پاگل کو ہے "

لیجئے مولوی صاحب اب تو آپ نے خود میرے دعوے کو ثابت کر دیا۔

جادو وہ ہے جو سر پہ چڑھ کے بولے

مولوی صاحب ! یہ آپ کی کمزوری نہیں ہے یہ حضرت غوث پاک کی کرامت ہے ، یہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی برکت ہے۔ دیکھئے جو انہوں نے حسام الحرمین میں لکھا تھا۔ اب خود آپ نے اپنی زبان سے اس کا اقرار کر لیا۔ اعلیٰ حضرت کا دعوےٰ بھی تو یہی تھا کہ حفظ الایمان میں حضورؐ کے علم شریف کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلایا ہے۔ کل آپ نے خود تسلیم کر لیا کہ حفظ الایمان میں "ایسا" کا لفظ "اتنا" اور "اس قدر" کے معنی میں ہے۔ تو اب حفظ الایمان کی عبارت کا مطلب صاف ہو گیا کہ۔

"غیب کی باتوں کا جتنا علم حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے "ایسا" یعنی بقول آپ کے "اتنا" اور "اس قدر" ہر بچے اور ہر پاگل اور ہر جانور کو حاصل ہے" اب تو آپ نے خود اقرار کر لیا ، اب تو توبہ کر کے مسلمان ہو جائیے۔

مولوی صاحب ! آپ اسی قابلیت پر اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خان صاحب سے مخاطبہ کرتے تھے ، آج ان کے ایک ادنیٰ غلام نے آپ کی زبان سے اقرار کرا لیا ، کہ حفظ الایمان کی عبارت کا وہی مطلب ہے جو اعلیٰ حضرت نے حسام الحرمین میں لکھا ہے۔ اور جس کی وجہ سے تکفیر کی ہے۔ آپ نے کل مولوی اشرف علی کی بسط البنان کی عبارت پڑھی تھی جس میں صاف اقرار تھا کہ "جو شخص حضورؐ کے علم غیب کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلائے وہ خارج از اسلام ہے" اور آپ نے مان لیا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں لفظ "ایسا" "اتنا" اور "اس قدر" کے معنی میں ہے۔ جس سے یہ بات بالکل ثابت ہو گئی کہ حفظ الایمان میں حضورؐ کے علم شریف کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلایا گیا ہے۔ لہٰذا اب مولوی اشرف علی صاحب خود اپنے اور آپ کے اقرار سے کافر ٹھہرے۔ ایسے ہی کافروں کے حق میں قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ یکفرون بافواھھم یعنی وہ خود اپنے منہ سے کافر بنتے ہیں۔ ؎

؎ جو قرآن حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور جو مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے اس میں کہیں یہ آیت موجود نہیں۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد پھنس گیا

مولوی منظور صاحب نے پہلے یہ بھی کہا تھا کہ چونکہ حفظ الایمان کی عبارت میں "ایسا" بغیر "جیسا" کے ہے لہذا تشبیہ کے لئے نہیں۔ مگر جب میں نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص آپ کے یا آپ کے مولوی تھانوی صاحب کے متعلق کہے کہ "ان کا علم گدھے ایسا ہے" تو اس میں تشبیہ اور آپ کی توہین ہو گی یا نہیں؟ تو بہت دیر تک مولوی صاحب اس کے جواب میں ٹال مٹول کرتے رہے۔ لیکن جب مولوی صاحب نے سمجھا کہ سردار احمد پنجابی ہے وہ جواب لئے بغیر پیچھا نہیں چھوڑے گا تو آپ نے کل آخر میں اس کا جواب دیا اور تسلیم کر لیا کہ اس میں تشبیہ اور توہین ہے۔ آپ سب لوگوں کو مولوی صاحب کی یہ بات یاد ہو گی۔

بس مسلمانو! اب خود فیصلہ کر لو۔ وہی "ایسا" بغیر "جیسا" کے اگر مولوی منظور صاحب یا مولوی تھانوی صاحب کی شان میں بولا جائے تو اس سے ان صاحبوں کی توہین ہو جائے۔ اور وہی لفظ جب حضورؐ کے متعلق مولوی تھانوی صاحب لکھ دیں تو اس میں حضورؐ کی کچھ توہین نہ ہو۔

اللہ اکبر۔ مولوی منظور صاحب اور تھانوی صاحب کی عزت حضورؐ سے بھی زیادہ ہوئی۔ کیوں مولوی صاحب یہی ہے آپ کا دھرم۔

مولانا محمد منظور صاحب

(بعد خطبہ ماثورہ) اللھم رب جبرئیل و میکائیل منزل التوراۃ والانجیل والقرآن الجلیل فاطر السموت والارض انت تحکم بین عبادك فیما ھم فیہ یختلفون اھدنا لما اختلف فیہ من الحق باذنك انك تھدی من تشآء الی صراط مستقیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میرا خیال تھا کہ اس ۲۰ بیس گھنٹے کی فرصت میں مولوی سردار احمد صاحب نے کوئی خاص تیاری کی ہو گی۔ اور وہ کچھ نئی نئی باتیں سوچ کر لائے ہوں گے، مگر

غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

مولوی صاحب کی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ آپ آج بھی اسی منزل میں ہیں جس میں آپ کل تھے۔ بلکہ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ جن باتوں کا آپ بار بار جواب پا چکے پھر کس طرح ان کو زبان پر لاتے ہیں۔ اور غضب یہ ہے کہ ہر بار آپ یہ فرماتے ہیں کہ میری کسی بات کا جواب نہیں دیا گیا۔ صحیح بخاری شریف اور دوسری کتب حدیث میں ایک روایت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری مرض میں وفات شریف سے تین چار روز قبل ایک دن فرمایا کہ ایک کاغذ لاؤ میں تم کو ایک ایسا نوشتہ لکھ دوں کہ تم اس کے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے اس کے بعد صحیح بخاری کے الفاظ یہ ہیں " قَالُوْا هَجَرَ اَسْتَفْهِمُوْهُ " یعنی حاضرین نے (یا حاضرین میں سے کسی نے) کہا " آپ سے پوچھو تو سہی کیا آپ نے ہم کو چھوڑ دیا ؟ "

کہنے والے کا مطلب یہ تھا کہ کیا حضور ہمیشہ کے لئے ہم سے مفارقت اختیار فرما رہے ہیں جو اس قسم کا وصیت نامہ لکھنا چاہتے ہیں "

اس روایت میں یہ بھی ذکر ہے کہ وہاں حاضرین میں حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ بھی تھے۔ اب شیعہ صاحبان جو بزرگان دین کی تکفیر میں آپ تک بھی استاد ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معاذاللہ کافر ثابت کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ یہ قول (هَجَرَ استفهموه) انہی کا ہے اور اس میں جو " هجر " کا لفظ ہے وہ " هجر " سے مشتق ہے جس کے معنی " بیہودہ بکواس " کے ہیں۔ اور معاذاللہ اس قول کا مطلب یہ ہے کہ " حضور نے ہذیان بکا " (نعوذ باللہ من مثل هذه الكلمة الخبيثة)۔

شیعہ صاحبان کو یہ اعتراض پیش کئے سینکڑوں برس ہو گئے اور اس وقت سے اب تک اہلسنت نے ہزارہا مرتبہ تحریروں اور تقریروں میں ان کے اس ناپاک افتراء کے نہایت معقول اور دندان شکن جوابات دیئے جو آج تک لاجواب ہیں۔ مگر شیعہ صاحبان آج تک یہی گاتے جاتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے (معاذاللہ) ضرور توہین کی۔ اور آپ کو " ہذیان گو " بتلایا۔ ان کو بار بار بتلایا گیا کہ یہ لفظ " هَجَرَ " " هجر " بمعنی ہذیان گوئی سے مشتق نہیں ہے بلکہ " ہجر " بمعنی جدائی سے مشتق ہے۔ اور بعد میں " استفهموه " کا لفظ اس کا قرینہ بھی موجود ہے۔ کیونکہ ہذیان والے سے استفہام ممکن نہیں۔ لہٰذا یہ هَجَرَ " ہجر " اور " ہجران " سے مشتق ہے جو وصال کے مقابلہ میں آتا ہے۔ اور اس قول کا صحیح اور واقعی مطلب وہی ہے کہ کیا حضورؐ کا ارادہ ہم کو داغ مفارقت دینے کا ہے ذرا

آپ سے دریافت تو کر و !

لیکن شیعہ صاحبان بقول شخصے "مرغی کی ایک ٹانگ" یہی کہے جاتے ہیں کہ نہیں صاحب! ہجر کے معنی تو "بیہودہ بکواس" ہی کے ہیں اور اس میں ضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ لہٰذا معاذ اللہ (حضرت عمرؓ یقیناً کافر اور خارج از اسلام ہیں۔

بہر حال شیعہ صاحبان بھی آپ کی طرح صدہا مرتبہ جواب پانے کے بعد یہی کہے جاتے ہیں۔ زبان ہم سے نہ ان کی پکڑی گئی نہ آپ کی پکڑی جا سکتی ہے لیکن یہ خود آپ کا ضمیر جانتا ہو گا کہ آپ کی ہر ہر بات کا کیسا لاجواب جواب دیا جا رہا ہے۔ میں کل لغت اور محاورات سے ثابت کر چکا[1] کہ "ایسا" تشبیہ کے علاوہ دوسرے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ اور حفظ الایمان کی عبارت میں بھی وہ تشبیہ کے لئے نہیں ہے۔ لیکن آپ اپنے شیعہ بھائیوں کی طرح یہی کہے جاتے ہیں[2] کہ نہیں "ایسا" تو تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے۔ اور حفظ الایمان کی عبارت میں ضرور توہین ہے۔ اب اس ضد اور ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ منظور نے اقرار کر لیا کہ حفظ الایمان میں حضورؐ کے علم شریف کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلایا گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس سے زیادہ سفید جھوٹ اور کیا ہو سکتا ہے کہ جس چیز کو میں کل سے بار بار رد کر رہا ہوں۔ آج آپ اسی کو میرے ذمہ رکھ رہے ہیں۔

میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ حفظ الایمان میں "جیسا" کا لفظ نہیں ہے۔ اگر اس میں "جیسا" ہوتا تو "ایسا" کا تشبیہ کے لئے ہونا ضروری ہوتا۔ اس کے جواب میں پہلے تو آپ نے فرمایا کہ "جیسا" یہاں محذوف ہے لیکن جب میں نے آپ کی اس لغو بات کو رد کیا تو آپ نے فرمایا کہ "ایسا" اگر بغیر "جیسا" کے ہو جب بھی تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے۔ پھر جب میں نے آپ کی اس بات کی تردید کی اور ثابت کیا کہ "ایسا" تشبیہ کے علاوہ دوسرے معنوں میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ اور حفظ الایمان کی عبارت میں وہ بلا تشبیہ کے "اتنا" کے معنی میں مستعمل ہے تو آپ نے مجھ سے اس کا ثبوت طلب کیا کہ "ایسا" بلا تشبیہ کے "اتنا" کے معنی میں کہاں آتا ہے؟ چنانچہ میں نے اس کو

---

[1] ملاحظہ ہو صفحہ ۳۷

[2] کند ہم جنس با ہم جنس پرواز۔

لغت اور نظم و نثر کے محاورات سے ثابت کر دیا جس کا آپ کوئی جواب نہ دے سکے۔ اب اس تقریر میں آپ نے یہ جدت اختیار کی۔ کہ "ایسا" کو "اتنا" کے معنی میں لینے کے بعد ہمارا دعوٰے ثابت ہو جاتا ہے اور حفظ الایمان کی عبارت کا یہ مطلب ہو جاتا ہے کہ غیب کا جتنا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا اتنا ہر زید و عمرو اور جانوروں اور پاگلوں کو بھی حاصل ہے۔

مجھے حیرت ہے کہ کیا واقعی آپ ایسا ہی سمجھ رہے ہیں یا دیدہ و دانستہ دوسرے لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے یہ باتیں کر رہے ہیں ؎

ان کنت لا تدری فتلك مصیبة

وان کنت تدری فالمصیبة أعظم

بہرحال اگر آپ میری اس بات کو ابھی تک نہیں سمجھے ہیں تو اب سمجھ لیجئے کہ "حفظ الایمان" میں "ایسا" "اتنا" کے معنی میں ہے۔ اور اس سے مراد مطلق بعض علوم غیبیہ ہیں۔ اور عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر حضورؐ کو عالم الغیب کہنے والے مطلق بعض علوم غیبیہ کی وجہ سے حضورؐ کو عالم الغیب کہتے ہیں۔ اور اگر ان کا یہی اصول ہے کہ جس کو بھی غیب کی کچھ باتیں معلوم ہوں گی اسی کو عالم الغیب کہا جاوے گا تو لازم آئے گا کہ ہر زید و عمرو بلکہ حیوانات وبہائم کو بھی عالم الغیب کہا جاوے۔ کیونکہ ایسا علم غیب، یعنی اتنا علم غیب جو ان لوگوں کے نزدیک کسی کو عالم الغیب کہنے کے لئے کافی ہے۔ یعنی مطلق بعض غیوب کا علم تو ہر ایک کو حاصل ہے۔ بہرحال اس عبارت میں لفظ "ایسا" "اتنا" کے معنے میں ہے۔ اور اس سے مطلق بعض علوم غیبیہ مراد ہیں نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف۔

اگر اب بھی اس عبارت کا مطلب آپ نہ سمجھے ہوں تو دوسرے طور پر یوں سمجھئے کہ یہاں لفظ "ایسا" "یہ" کے معنی میں ہے۔ اور اس سے مطلق بعض علوم غیبیہ کی طرف اشارہ مقصود ہے۔ اور "ایسا" کا استعمال "یہ" کے معنے میں اردو محاورات میں شائع و ذائع ہے۔ مثلاً کوئی شخص کہے کہ "میں زید کو ماروں گا" دوسرا کہے "ایسا کام ہرگز نہ کرنا" تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ "یہ کام ہرگز نہ کرنا" [1] پس یوں سمجھئے کہ حفظ الایمان کی زیر بحث عبارت میں بھی یہ "ایسا" کا لفظ "یہ" کی جگہ مستعمل ہے اور اس صورت میں عبارت کی شرح یوں ہوگی۔

[1] حاشیہ بر صفحہ آئندہ۔

"پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا (یعنی حضور کو عالم الغیب کہنا) اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب (اسی زید سے جو حضور کو عالم الغیب کہتا ہے اور اس اطلاق کو جائز سمجھتا ہے) یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں (یعنی مطلق بعض غیوب کے علم میں) حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب (یعنی یہ علم غیب جو اوپر مذکور ہوا، یعنی مطلق بعض غیب کا علم) تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے۔ تو (اس زید کے اصول پر) چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔"

میں امید کرتا ہوں کہ اس شرح کے بعد ایک جاہل سے جاہل شخص کو بھی اس عبارت میں کوئی شبہ نہیں رہے گا۔ بہرحال حفظ الایمان کے لفظ "ایسا" کو "اتنا" کے معنی میں لیا جاوے جب بھی مطلب صاف ہے۔ اور "یہ" کے معنی میں لیا جاوے جب بھی مطلب صاف ہے۔ اور دونوں صورتوں میں اس سے مطلق بعض غیوب کا علم مراد ہوگا۔ اور فرق صرف تعبیر اور عنوان کا ہوگا حاصل دونوں کا ایک ہی ہے۔ لیکن اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف کسی طرح بھی مراد نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد مزید توضیح کے لئے اس عبارت کی میں ایک مثال اور پیش کرتا ہوں۔

فرض کیجئے کہ کسی ملک کا بادشاہ بہت زیادہ رعیت نواز ہو اور رعایا کی بہت زیادہ خبر گیری کرتا ہو، ہزاروں غریبوں اور مسکینوں کو کھانا کھلاتا ہو۔ اب اگر کوئی احمق شخص جس کا نام "زید" فرض کر لیجئے۔ کہے کہ میں اس بادشاہ کو "رب العالمین" کہوں گا۔ اس پر کوئی دوسرا شخص مولوی اشرف علی صاحب کی طرح یوں الزام کرے کہ "تم جو اس بادشاہ کو رب العالمین کہتے ہو تو بعض کی تربیت کی وجہ سے یا کل کی تربیت کی وجہ سے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ وہ بادشاہ کل مخلوقات

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) ۱؎ چنانچہ اسی محاورہ کے مطابق شاعر کہتا ہے ؎

وصل بت خود سر کی تمنا نہ کرینگے
ہاں ہاں نہ کریں گے کبھی "ایسا" نہ کرینگے

کی تربیت نہیں کرتا۔ اور اگر بعض کی وجہ سے کہتے ہو تو اس میں بادشاہ کی کیا تخصیص؟ ایسی تربیت یعنی مطلق بعض کی تربیت تو سب ہی کرتے ہیں، ہر شخص کم از کم اپنی اولاد کو پالتا ہے، جانور بھی اپنے بچوں کا پیٹ بھرتے ہیں۔ تو چاہئے کہ تمہارے اس اصول پر ہر شخص کو بلکہ ہر حیوان کو رب العلمین کہا جاوے۔ ذرا غور فرمایا جائے کیا اس میں اس بادشاہ کی توہین ہوتی، اور کیا اس کا یہی مطلب ہوا کہ اس شخص نے اس بادشاہ کو ہر معمولی انسان بلکہ جانوروں کے برابر کردیا، میں تو سمجھتا ہوں کہ کوئی معمولی سمجھ کا انسان بھی اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالے گا۔

اس وقت تک میں نے حفظ الایمان کی عبارت کی توضیح میں جو کچھ کہا ہے اگر میں کسی اعلیٰ درجہ کے جاہل کے سامنے بھی یہ باتیں پیش کرتا تو وہ بھی مطمئن ہوجاتا اور صداقت کا اعتراف کرتا۔ مگر آپ ماشاء اللہ مولوی ہیں اور وہ بھی بقول خود بڑے کرّے پنجابی مولوی۔ اور اس پر طرہ یہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی جیسے ہٹ دھرم کے ہم وطن۔ اس لئے آپ سے یہ توقع رکھنا دشوار ہے

ملّا آں باشد کہ چپ نشود

لیکن چونکہ میں آج آپ حضرات پر پورے طریقہ سے اتمام حجت کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے اس سلسلہ میں ایک بات اور عرض کرتا ہوں۔ بغور سنئے۔

حفظ الایمان کی جس عبارت میں بحث ہو رہی ہے اس میں مولانا عالم الغیب کہنے والوں کو ان کے اصول پر الزام دے رہے ہیں کہ تمہارے اس لغو اور غلط اصول پر لازم آتا ہے کہ حضورؐ کی طرح زید و عمرو بلکہ حیوانات و بہائم کو بھی عالم الغیب کہا جاوے۔ بہرحال یہاں مولانا کا کلام بطور الزام ہے۔ اس عبارت کے کسی فقرے میں مولانا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کے متعلق اپنا عقیدہ نہیں بیان فرمایا ہے۔ البتہ اسی حفظ الایمان میں زیر بحث عبارت سے چند سطر کے بعد مولانا نے اس کے متعلق اپنا ذاتی عقیدہ بھی لکھا۔

ملاحظہ فرمایئے اس کی عبارت یہ ہے۔

"کہ نبوت کے لئے جو علوم لازم و ضروری ہیں وہ آپ کو بتمامہا حاصل ہو گئے تھے"

غور فرمایا جاوے، جو شخص حضورؐ کے لئے تمام علوم لازمۂ نبوت حاصل مانے کیا وہ اس کا قائل ہو سکتا ہے۔ کہ حضورؐ کا سا علم حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے۔ انصاف شرط ہے۔ خدا کا خوف کیجئے۔ اور اس کے سخت محاسبہ سے ڈریئے:

مولوی سردار احمد صاحب

حضرات ! میرا بھی خیال تھا کہ مولوی منظور صاحب رات بھر کی محنت کے بعد حفظ الایمان کی عبارت کا کوئی ٹھیک جواب سوچ کر لائے ہونگے، مگر مولوی صاحب کی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اب بھی ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ اور لاجواب بات کا جواب ہی کیا ہو سکتا ہے۔

میں نے کہا تھا کہ اگر کوئی شخص آپ کے متعلق یوں کہے کہ "آپ کا علم گدھے ایسا ہے" تو اس میں لفظ "ایسا" تشبیہ کے لئے ہوگا یا نہیں ؟ اور اس سے آپ کی توہین ہوگی یا نہیں ؟ اس کے جواب میں آپنے تسلیم کر لیا کہ ہاں یہ "ایسا" تشبیہ کے لئے ہوگا اور اس میں توہین ہوگی۔ پھر جب میں کہتا ہوں کہ یہی "ایسا" کا لفظ حفظ الایمان کی عبارت میں بھی ہے لہذا اس میں بھی توہین ہوگی تو مولوی صاحب اس کا کچھ جواب نہیں دیتے۔

مولوی صاحب ! میں نے تو آپ کی بڑی شہرت سنی تھی کہ آپ نے بڑے بڑے مناظرے کئے ہیں مگر مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید آپ نے کوئی مناظرہ دیکھا بھی نہیں۔

آپ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی مثال پیش کرتے ہیں وہ تو اگر آج دنیا میں ہوتے تو سارے توہین کرنے والوں کا خاتمہ ہی کر دیتے۔ حضور کے زمانہ میں ایک منافق اور ایک یہودی میں جھگڑا تھا۔ جب معاملہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش ہوا تو آپ نے یہودی کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا۔ اس کے بعد وہ منافق دوبارہ فیصلہ کرانے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا جب آپ کو معلوم ہوا کہ حضور سید یوم النشور پہلے اس کا فیصلہ فرما چکے ہیں اور اس بدبخت منافق نے اس فیصلہ کو تسلیم نہیں کیا ہے تو آپ گھر میں سے تلوار لائے اور فرمایا کہ جو شخص حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی نہ ہو اس کا فیصلہ یہ تلوار کرے گی۔

مولوی صاحب حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شان تو یہ تھی، آپ ان کو تھانوی صاحب کی مثال میں پیش کرتے ہیں ؏ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

آپ نے اپنی اس تقریر میں حفظ الایمان کی ایک اور عبارت بھی پڑھ کر سنائی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حضور کو وہ تمام علوم حاصل تھے جو نبوت کے لئے لازم و ضروری ہیں۔ مولوی صاحب آپ نے قرآن مجید میں یہ آیت نہیں دیکھی

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ

لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ؕ

ترجمہ ! اے ہمارے محبوب جب یہ منافق لوگ آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ خدا کے سچے رسول ہیں، اور خدا جانتا ہے کہ بے شک آپ اس کے رسول ہیں اور خدا گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق جھوٹے ہیں (صرف آپ کو خوش کرنے کے لئے زبان سے ایسا کہتے ہیں، درحقیقت ان کا عقیدہ یہ نہیں ہے) ؕ

پس اسی طرح تھانوی صاحب نے بھی صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے لکھ دیا کہ حضور کو تمام علوم لازمہ نبوت حاصل تھے۔ ورنہ درحقیقت ان کا عقیدہ یہ نہیں ہے۔ عقیدہ ان کا وہی ہے جو وہ حفظ الایمان میں پہلے لکھ چکے ہیں۔ کہ حضور کا علم جانوروں اور پاگلوں کے برابر ہے ؕ پھر سن لیجئے ان کی عبارت یہ ہے۔

"پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر الخ" (مولوی سردار احمد صاحب نے حفظ الایمان کی وہی عبارت پھر پڑھی اور اس کے متعلق وہی تقریر اس مرتبہ بھی فرمائی جو اس سے پہلے بارہا فرما چکے تھے۔ پھر اخیر میں فرمایا کہ۔

مولوی صاحب ! آپ بے کار باتوں میں وقت ضائع نہ کیجئے، میری باتوں کا جواب دیجئے یا بس توبہ کر لیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب

میں نے عرض کیا تھا کہ مسلمانان بریلی اُس مناظرہ کو نہ بھولے ہوں گے جو نومبر میں میرے اور پنڈت گوپی چند کے درمیان ہوا تھا۔ وہ بھی اپنی ہر تقریر میں یہ ضرور کہہ دیا کرتے تھے کہ مولوی صاحب نے میری کسی بات کا جواب نہیں دیا۔ حالانکہ ان کی ایک ایک بات کا جواب کئی کئی دفعہ دیا جاتا تھا۔ میں دیکھتا ہوں کہ مولوی سردار احمد صاحب کا بھی بالکل وہی ڈھنگ ہے۔ معلوم نہیں پنڈت جی کا اثر آپ پر پڑا ہے، یا پنڈت جی پر آپ کا۔

آپ کی ہر ہر بات کا جواب مکرر سہ کرر دیا جا چکا مگر بایں ہمہ آپ پنڈت گوپی چند کی طرح ہر مرتبہ یہ ضرور فرما دیتے ہیں کہ میری بات کا جواب نہیں دیا گیا۔ مجھے آپ کی اس بوالعجبی پر ہنسی بھی آتی ہے، اور افسوس بھی ہوتا ہے۔ کہ اللہ کی مخلوق میں ایسے ایسے محرومانِ عقل و حیا بھی موجود ہیں۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ آپ بھی معذور ہیں۔ اس موضوع کے متعلق جو کچھ دو چار باتیں آپ کو یاد تھیں، آپ پہلی ہی دو تین تقریروں میں ان کو ختم کر چکے اب اگر ہر بار پھر آپ اُنہی کو نہ دہرائیں تو اور کیا کریں۔ طوطی بے چاری اتنا ہی بول سکتی ہے جتنا اس کو یاد کرا دیا جائے۔ مگر مجھے اس مناظرہ میں

بریلی والوں کو بہت کچھ سنانا ہے۔ لہذا اب آئندہ سے میں آپ کی مکرر باتوں کے جواب میں صرف اپنی سابقہ تقریروں کا حوالہ دوں گا۔ اور اپنے باقی وقت میں نئی چیزیں پیش کروں گا۔ میرے نزدیک اس مناظرہ کا وقت بہت قیمتی ہے جو بعد میں کسی قیمت پر نہیں خریدا جاسکے گا۔ اور یہ امید بھی نہیں کہ اس مناظرہ کے تلخ تجربہ کے بعد آپ کبھی پھر ہم کو اس طرح احقاق حق کا موقع دیں۔ اس لئے میرے دل کا مجبور سے تقاضا ہے کہ ؎

میسر جمع ہیں احباب حالِ دل کہہ لے
پھر التفات دل دوستاں رہے نہ رہے

میں کئی بار عرض کرچکا ہوں اور اب پھر عرض کرتا ہوں کہ لفظ " ایسا " تشبیہ کے لئے بھی آتا ہے اور تشبیہ کے علاوہ دوسرے معنی میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔ اور میں لغت اور محاورات سے اس کا ثبوت بھی پیش کرچکا۔ اور یہ بھی ثابت کرچکا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں وہ تشبیہ کے لئے نہیں ہے۔ اور میرا یہ دعویٰ ایسا ہی ہے جیسا کہ شیعہ حضرات کے مقابلے میں علماء اہلسنت کا یہ دعوےٰ کہ " ہجر " بے ہودہ گوئی کے معنی میں بھی آتا ہے اور جدائی کے معنی میں بھی۔ لیکن حدیث قرطاس میں وہ جدائی ہی کے معنی میں مستعمل ہے نہ کہ بیہودہ گوئی کے معنی میں۔ لیکن جس طرح شیعہ صاحبان محض ازراہ ہٹ دھرمی یہی کہے جاتے ہیں کہ " ہجر " کے معنی بیہودہ بکواس ہی کے ہیں اور وہ اسی معنی میں صحیح بخاری کی اس حدیث میں مستعمل ہے، اور ضرور اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ (معاذاللہ) اس کی وجہ سے ضرور کافر ہیں "

اسی طرح آپ بھی یہی کہے جاتے ہیں کہ لفظ " ایسا " تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے۔ اور وہ حفظ الایمان کی عبارت میں تشبیہ ہی کے لئے ہے۔ اور ضرور اس میں معاذاللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی توہین ہے لہذا مصنف حفظ الایمان مولانا اشرف علی صاحب ضرور اس کی وجہ سے کافر ہیں۔ اب بتلایا جائے کہ شیعہ صاحبان کی اور آپ کی ہٹ دھرمی کا کیا علاج ہے ؟

رہا آپ کا یہ فرمانا کہ مولانا تھانوی (مدظلہ) کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا نسبت ؟ سو یہ آپ کی خوش فہمی ہے۔ میں تو آپ کی مثال شیعوں سے دے رہا ہوں نہ کہ حضرت تھانوی کی مثال حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے۔ اور اگر بفرض میں یوں بھی کہوں کہ جس طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر توہینِ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا جھوٹا

بہتان رکھا گیا ہے، اسی طرح حضرت مولانا تھانوی پر بھی۔ جب بھی یہ مثال صحیح ہوگی۔ اور اس میں ایک خاص مناسبت یہ بھی ہے کہ حضرت مولانا تھانوی مدظلہٗ حضرت فاروق اعظم رضہ ہی کی نسل سے ہیں۔ فنعم الوفاق۔

آپ نے اس مرتبہ بالکل بے موقعہ اور بے جوڑ حضرت فاروق اعظم رضہ کے اس منافق کو قتل کرنے کا واقعہ بھی ذکر فرمایا ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر آج دنیا میں آپ ہوتے تو سب توہین کرنے والوں کا خاتمہ کر دیتے" بے شک میرا بھی یہی ایمان ہے۔ اور حضرت فاروق اعظم رضہ کی تو بڑی شان ہے، یہ کیفیت تو ہر مومن کی ہونی چاہئے۔ میں تو کہتا ہوں کہ اگر آج کوئی بدبخت میرے سامنے حضور م کی شانِ پاک میں گستاخی کرے تو میں بھی اس کے ساتھ انشاء اللہ وہی معاملہ کروں گا جو حضرت فاروق اعظم رضہ نے اس بدنصیب کے ساتھ کیا تھا۔ اور اگر کسی کو اس میں شک ہو تو تجربہ کرکے دیکھ لے یا دنیا میں وہ نہیں ہوگا یا میں نہیں ہوں گا، یا دونوں نہیں ہوں گے۔

حضرت امام مالک رح کا ارشاد ہے۔ ما بقاء امة بعد سب نبیها "
پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کو گالیاں دیئے جانے کے بعد امت کی کیا زندگی ہے ؟

میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت مولانا تھانوی مدظلہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کے متعلق اپنا عقیدہ اسی حفظ الایمان میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ۔

" نبوت کے لئے جو علوم لازم و ضروری ہیں وہ سب آپ کو تماماً حاصل تھے "

اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں کہ۔ یہ صرف مسلمانوں کے خوش کرنے کے لئے لکھ دیا گیا ہے، جیسا کہ منافقین حضور م کے سامنے زبانی اسلام کا دعوٰے کیا کرتے تھے۔ (استغفر اللہ العظیم)

آپ بھی عجیب آدمی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو وحی الٰہی نے بتلایا کہ منافقین جو کچھ آپ کے سامنے کہتے ہیں اپنے ضمیر کے خلاف کہتے ہیں۔ لیکن آپ کو کس نے بتلایا۔ کہ مولانا تھانوی کا عقیدہ وہ نہیں جو انہوں نے لکھا ہے۔ کیا آپ کے ہم وطن مرزا غلام احمد کی طرح آپ پر بھی وحی ہونے لگی۔ اللہ خیر کرے۔ یہ عجیب الٹی منطق ہے کہ جو چیز مولانا کی عبارت میں نہ صراحتہً پائی جائے نہ اشارۃً وہ تو ان کا عقیدہ ہے۔ اور جو انہوں نے صاف صریح طور پر لکھا ہے وہ عقیدہ نہیں۔ اس سے بڑھ کر ہٹ دھرمی اور کیا ہو سکتی ہے۔

اس مرتبہ آپ نے پھر حفظ الایمان کی عبارت پڑھی ہے اور اس کے متعلق وہی دعوٰی کیا ہے جو کل سے آپ فرما

رہے ہیں۔ میں اس کا نہایت مفصل اور شافی جواب دے چکا آپ اس کو یاد کیجئے۔ اس وقت اس کے متعلق ایک مختصر بات اور عرض کرتا ہوں۔ بغور سنئے!

یہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ حفظ الایمان کی اس عبارت میں حضور ﷺ کے علم شریف کی مقدار پر گفتگو نہیں ہے بلکہ اصل بحث یہاں حضور ﷺ کو عالم الغیب کہنے کی ہے اور اس بحث کے دو فریق ہیں۔ ایک " زید " فرض کر لیجئے کہ وہ آپ کے مولوی احمد رضا خان صاحب ہیں۔ دوسرے مولانا اشرف علی صاحب۔ فریق اول (یعنی مولوی احمد رضا خان صاحب مثلاً) حضور ﷺ کو عالم الغیب کہتے ہیں اور کہنا جائز سمجھتے ہیں۔ فریق دوم مولانا اشرف علی صاحب اس کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ اور اس پر اس طرح دلیل قائم فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو عالم الغیب کہنے والے (فریق اول) کل غیوب کے علم کی وجہ سے حضور ﷺ کو عالم الغیب کہتے ہیں یا بعض غیوب کے علم کی وجہ سے؟

اگر کل کی وجہ سے کہتے ہیں تو اس لئے صحیح نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم نہ ہونا دلائل نقلیہ وعقلیہ سے ثابت ہے۔

اور اگر بعض غیب کے علم کی وجہ سے کہیں تو لازم آتا ہے کہ زید و عمرو بلکہ حیوانات و بہائم کو بھی عالم الغیب کہا جاوے۔ کیوں کہ غیب کی کسی نہ کسی بات کا علم سب کو ہے۔

اب غور فرمایا جائے کہ یہ برابری عالم الغیب کہنے میں فریق اول یعنی مولوی احمد رضا خان صاحب کے اصول پر لازم آئی۔ یا فریق دوم مولانا اشرف علی صاحب کے اصول پر۔ ظاہر ہے کہ یہ انہیں کے اصول پر لازم آئے گی جو حضور ﷺ کو بعض علوم غیب کی وجہ سے عالم الغیب کہے گا۔ مولانا تھانوی تو آپ لوگوں کو اس پر متنبہ فرما رہے ہیں کہ آپ حضرات کے اس اصول پر ایسا لازم آتا ہے۔ نہ یہ کہ معاذ اللہ وہ خود اس کے قائل ہیں کہ حضور ﷺ کی طرح ہر زید و عمرو وغیرہ کو عالم الغیب کہا جائے۔ آپ ان کی عبارت کو بغور دیکھئے، وہ تو آپ لوگوں کو بھی اس گمراہی سے بچا رہے ہیں۔ خدا کرے کہ آپ میری اس بات کو سمجھ گئے ہوں۔

آپ نے اس تقریر میں یہ بھی فرمایا تھا کہ " تو نے کبھی مناظرہ دیکھا بھی نہیں "۔

میں بحمد اللہ نہ خود ستائی کا عادی ہوں اور نہ اس کو اچھا سمجھتا ہوں۔ مگر آپ کی اس بات کے جواب میں مجھے عرض کرنا پڑتا ہے کہ بفضلہ تعالیٰ اس تھوڑی سی عمر میں جتنے مناظرے اس ناچیز نے کئے ہیں اتنے آپ کی جماعت کے کسی بڑے

بوڑھے نے بھی نہیں کئے۔ بلکہ اگر یوں عرض کروں تو انشاء اللہ مبالغہ نہ ہوگا کہ آپ کی ساری جماعت کے مناظروں کی مجموعی تعداد بھی اتنی نہ ہوگی جتنی میرے مناظروں کی ہے اور مجھے اس پر فخر نہیں، حق تعالےٰ کا احسان ہے کہ وہ اپنے دین کی خدمت لیتا ہے ؎

منّت منہ کہ خدمت سلطان ہمے کنی
منّت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

مولوی سردار احمد صاحب حضرات! آپ کل سے دیکھ رہے ہیں کہ میں بار بار حفظ الایمان کی عبارت پڑھ پڑھ کر سنا رہا ہوں اور ثابت کر رہا ہوں کہ اس میں حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین ہے اور آپ کے علم شریف کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر بتلایا گیا ہے۔ مولوی منظور صاحب اِدھر اُدھر کی لمبی لمبی تقریریں کرتے ہیں۔ کبھی وعظ شروع کر دیتے ہیں۔ کبھی شیعوں کا قصہ چھیڑتے ہیں، کبھی اپنی تعریفیں کرتے ہیں اور اپنے مناظرے گناتے ہیں، اور میری اصل بات کا کوئی جواب نہیں دیتے۔ اور جب میں شکایت کرتا ہوں کہ صاحب آپ! جواب کیوں نہیں دیتے۔ تو آپ ناراض ہوتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ سردار احمد پنڈت گوپی چند کی سی باتیں کرتا ہے۔ وہ بھی ہر تقریر میں کہا کرتے تھے کہ میری بات کا جواب نہیں دیا گیا۔ تو مولوی صاحب! بات یہ ہے کہ جو شخص بھی آپ سے مناظرہ کرے گا وہ ضرور یہ شکایت کرے گا۔ کیوں کہ آپ جواب دیتے ہی نہیں۔ اگر پنڈت گوپی چند یہ شکایت کرتے تھے تو بجا کرتے تھے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ نہایت معقول اعتراضات کرتے تھے۔ اور آپ ادھر ادھر کی باتوں میں وقت گزارتے تھے۔[1] تو جناب قصور میرا یا پنڈت گوپی چند کا نہیں، قصور خود آپ کا ہے۔ اگر آپ ٹھیک ٹھیک جواب دیں تو کسی کو بھی جواب نہ دینے کی شکایت نہ ہو خیر اب تک آپ نے جواب نہیں دیا تو اب دے دیجئے۔ میرا اعتراض یہ ہے (اس کے بعد مولوی سردار احمد صاحب نے،

---

[1] کیا اسلام کے دعوے کے ساتھ اسلام دشمنی کا اس سے بدترین کوئی مظاہرہ ہو سکتا ہے کہ اسلام پر آریہ سماجی کے اعتراضات کو معقول بلکہ نہایت معقول بتلایا جا رہا ہے۔ افسوس صد افسوس! یہ ہیں چودھویں صدی کے مسلمان بلکہ اسلام کے ٹھیکیدار۔ ع عار دارد کفر از اسلام تو۔ مرتب

حفظ الایمان کی اسی عبارت کو پڑھ کر پھر وہی تقریر فرمائی جو پہلے بار بار فرما چکے تھے۔ پھر اخیر تقریر میں فرمایا کہ
اب میں ایک فیصلہ کی بات کہتا ہوں۔ ہمارا اور آپ کا جھگڑا صرف یہ ہے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں توہین ہے یا
نہیں۔ اگر آپ کے نزدیک اس عبارت میں توہین نہیں ہے۔ تو لیجئے آپ ایسی ہی عبارت مولوی اشرف علی صاحب کے حق
میں لکھ دیجئے۔ اور ایسا کے معنیٰ "اتنا" اور "اس قدر" جو آپ بتلا رہے ہیں وہ بھی اس میں لکھ دیجئے۔ بلکہ آپ کی
سہولت کے لئے عبارت میں خود لکھے دیتا ہوں۔ آپ صرف دستخط کر دیجئے۔

(چنانچہ مولوی سردار احمد صاحب نے ایک پرچہ پر مندرجہ ذیل عبارت لکھ بھیجی [1])

"مولوی اشرف علی صاحب کی ذات پر عالم ہونے کا حکم کیا جانا اگر بقول مولوی منظور صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس علم سے مراد بعض علم ہے یا کل علم۔ اگر بعض علم مراد ہے تو اس میں مولوی اشرف علی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا یعنی اس قدر اور اتنا علم تو ہر چار پوڑھے بلکہ ہر بچے اور ہر پاگل بلکہ ہر گدھے، سور، بندر، الو، بچھیا، بچھڑے، کتیا، کٹرے کو بھی حاصل ہے۔ اور اگر تمام علوم مراد ہے تو اس کا بطلان دلیل عقلی و نقلی سے ثابت ہے۔"

(یہ تحریر مولوی سردار احمد صاحب نے مولانا محمد منظور صاحب کے پاس اس فرمائش کے ساتھ بھیجی کہ اس پر دستخط کر دیجئے۔)

مولانا محمد منظور صاحب

آپ نے اپنی اس تقریر میں ایک ایسی بات کہی ہے جو یقیناً کسی مسلمان کی زبان سے نہیں نکل سکتی اور چونکہ وہ میرے متعلق یا میرے کسی بزرگ کے متعلق نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق براہ راست اسلام اور آقائے کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک سے ہے۔
اس لئے اس کو معاف بھی نہیں کیا جا سکتا۔ آپ نے صاف الفاظ میں کہا ہے کہ۔

---

[1] مولوی سردار احمد صاحب نے اسی طرح لکھا ہے۔ مگر کوئی شکایت نہیں۔ کیونکہ آپ پنجابی ہیں اور وہ بھی مرزا غلام احمد کے ہم وطن۔ مرتب۔

"پنڈت گوپی چند کے اعتراضات نہایت معقول تھے، اور منظور اس کا جواب نہیں دے سکا"

استغفر اللہ ربی - اس بغض وعناد کی کوئی انتہا ہے - کہ آپ صرف میری عداوت کی وجہ سے پنڈت گوپی چند کے ان اعتراضات کو معقول بلکہ نہایت معقول بتلا رہے ہیں - جو انہوں نے اسلام اور تعلیمات رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کئے تھے - پنڈت گوپی چند کے وہ اعتراضات منظور پر نہ تھے، مولانا اشرف علی صاحب کی ذات پر نہ تھے بلکہ براہِ راست اسلام اور قرآن کریم پر تھے - آقائے کائنات سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور آپ کے لائے ہوئے دین پر تھے - آپ ان نجس اور ناپاک اعتراضات کو نہایت معقول کہہ رہے ہیں - انا للہ وانا الیہ راجعون - یہ آپ کا نہایت سنگین جرم ہے، بلکہ صریح کلمۂ کفر ہے - آپ بہت جلد اس سے توبہ کیجئے -

رہا آپ کا یہ کہنا کہ منظورؔ ان اعتراضات کے جواب نہ دے سکا - اس کے جواب میں میں آپ کو کھلا چیلنج کرتا ہوں کہ اگر وہ اعتراضات آپ کو یاد ہوں تو ابھی اس مناظرہ کے ختم ہونے کے بعد اسی پلیٹ فارم پر ان کو بھی پیش کیجئے اور جواب لیجئے - اور اگر یاد نہ ہوں تو پنڈت گوپی چند کو بلکہ ہندوستان بھر کے آریہ سماجی مناظروں کو بلا لیجئے - اور وہی اعتراضات جن کو آپ معقول کہہ رہے ہیں بلکہ ان کے علاوہ اور بھی جو اعتراضات اسلام پر ہوں، ان سب کو آریہ سماج کے وکیل بن کر آپ پیش کیجئے - اور دیکھئے کہ بعون اللہ تعالیٰ منظور کیسے تشفی بخش جوابات دیتا ہے -

دسمبر ۱۹۳۲ء میں میرا جو مناظرہ اسی بریلی میں "صداقتِ قرآن" کے موضوع پر آریہ سماج سے ہوا تھا جو چار دن تک جاری رہا تھا - اور جس میں آریہ سماج کی طرف سے قرآن پاک پر اعتراضات پیش کئے جاتے تھے اور میں جوابات دیتا تھا - اس وقت مجھ سے بریلی ہی کے بعض لوگوں نے بیان کیا تھا کہ آریہ سماج نے آپ کو جو مناظرہ کا چیلنج دیا ہے درحقیقت اس میں آپ کے دوسرے مخالفین[1] کا ہاتھ ہے - نیز اسی وقت یہ بھی مجھے معلوم ہوا تھا کہ آپ حضرات کی طرف سے آریہ سماج کو میرے خلاف امداد بھی پہنچائی گئی - اور ان کو اعتراضات بھی لکھ کر دیئے گئے تاکہ کسی طرح منظور بریلی میں ذلیل ہو جائے - لیکن مجھے کبھی ان باتوں پر پورا یقین نہیں ہوا - اور میں ان کو صرف افواہ سمجھتا رہا - لیکن آج آپ کی اس بات نے ان تمام چیزوں کی بڑی حد تک تصدیق کر دی، جب آپ میری عداوت کی وجہ سے ہزاروں کے مجمع میں کھلے طور پر پنڈت

---

[1] یعنی رضا خانی صاحبان - مرتب

گوپی چند کے ان ناپاک اعتراضات کو معقول تبلا رہے ہیں جو انہوں نے براہِ راست اسلام اور تعلیمات حضور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کئے تھے تو کیا بعید ہے کہ میرے ذلیل کرنے کے لئے آپ لوگوں نے کوئی سازش آریہ سماج سے کی ہو۔

بہرحال وہ پرانا قصہ تھا جو رفت وگزشت ہوگیا۔ اب آپ نے کھلے لفظوں میں جو کفر کی حمایت کی ہے اس سے کھلے طور پر توبہ کیجئے۔ اور یقین کیجئے کہ توبہ کرنے سے عزت جاتی نہیں بلکہ عزت ملتی ہے۔ گناہ کے بعد توبہ حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے۔ اور تمرّد وسرکشی شیطان کی خصلت۔

آپ نے حفظ الایمان کی عبارت کے متعلق جو کچھ کہا ہے اس کا جواب پہلے دیا جاچکا ہے یاد کرلیجئے۔ آپ نے، دریافت فرمایا ہے کہ اگر حفظ الایمان کی عبارت میں توہین نہیں ہے تو کیا وہی عبارت مولانا اشرف علی صاحب کے حق میں لکھی جاسکتی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نہ صرف مولانا اشرف علی صاحب بلکہ میں اپنے تمام بزرگوں کے حق میں لکھ سکتا ہوں لیکن جو عبارت آپ نے لکھ کر بھیجی ہے وہ حفظ الایمان کی نہیں ہے بلکہ آپ کی تصنیف ہے اور ہمارا آپ کا نزاع حفظ الایمان کی عبارت میں ہے۔ اب لیجئے میں اتماماً للحجہ حفظ الایمان کی عبارت لفظ بلفظ مولانا اشرف علی صاحب کے حق میں جاری کرتا ہوں۔ سنئے۔

"پھر یہ کہ آپ کی (یعنی مولوی اشرف علی صاحب کی) ذات پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد کل غیب ہے یا بعض غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہوں تو اس میں مولانا اشرف علی صاحب کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر ایک کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسروں سے مخفی ہو۔ تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے"۔

دیکھئے یہ بعینہٖ حفظ الایمان کے الفاظ ہیں۔ انہیں کے متعلق یہ بحث ہورہی ہے کہ ان میں توہین ہے یا نہیں؟ آپ نے آخری فیصلہ اسی پر رکھا تھا کہ اگر توہین نہیں ہے تو یہی عبارت مولانا اشرف علی صاحب کے حق میں بھی لکھ دی جاوے۔ میں نے بعینہٖ وہی الفاظ مولانا کے حق میں بھی کہہ دیئے۔ اور آپ فرمائیں تو لکھنے کو بھی

تیار ہوں ۔ اب تو مان لیجئے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں توہین نہیں ہے ۔ اس کے بعد میں اصل موضوع یعنی حفظ الایمان کی عبارت کے متعلق اتنا اور عرض کرتا ہوں کہ اس کی بنیاد دو باتوں پر ہے ۔ اور اگر ان کا فیصلہ ہو جائے تو ہمارے آپ کے اس جھگڑے کا فیصلہ بھی آسانی سے ہو سکتا ہے اور وہ دو باتیں یہ ہیں ۔

ایک یہ کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم نہ ہونا دلائل نقلیہ وعقلیہ سے ثابت ہے ۔

اور دوسرے یہ کہ مطلق بعض غیوب کا علم ہر انسان بلکہ حیوانات کو بھی ہے ۔

پہلے مقدمہ پر ابھی تک آپ نے کوئی اعتراض نہیں کیا اور اگر آپ اس کا بھی ثبوت طلب کریں تو میں ابھی اس کو بھی عرض کردوں گا ۔ اس وقت کی ساری بحث دوسرے مقدمہ پر ہے اب میں اس کو آپ کے اعلیٰحضرت مولوی احمد رضا خان کے کلام سے ثابت کرتا ہوں ۔ سنئے ۔

اس سے غالباً آپ کو انکار نہ ہوگا کہ حق تعالیٰ اور اس کی صفات مقدسہ غیب کی چیزیں ہیں ۔ اور آپ کے اعلیٰحضرت تصریح فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کی وحدت بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا علم بھی کائنات کی ہر چیز حتی کہ جمادات وحیوانات کو بھی حاصل ہے ۔ ان کی اصل عبارت یہ ہے ۔

" ہر شے مکلف ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور خدا کی تسبیح کے ساتھ "

(ملفوظات ؛ حصہ چہارم ؛ صفحہ ")

چند سطر کے بعد اسی صفحہ پر فرماتے ہیں ۔

" ایک ایک روحانیت تو ہر ہر نبات ہر ہر جماد سے متعلق ہے ۔ اسے خواہ اس کی روح کہا جائے یا کچھ اور ۔ اور وہی مکلف ہے ایمان وتسبیح کے ساتھ ۔ حدیث میں ہے ما من شئ الا ویعلم انی رسول اللہ الا مردۃ الجن و الانس کوئی شے ایسی نہیں جو مجھ کو خدا کا رسول نہ جانتی ہو سوا سرکش جن اور انسانوں کے "

خان صاحب کی ان دونوں عبارتوں میں تصریح ہے کہ کائنات کی ہر چیز خدا اور اس کے رسول پر ایمان رکھتی ہے ، اور تسبیح وتقدیس کرتی ہے ۔ اور بغیر علم کے نہ ایمان ہو سکتا ہے نہ تسبیح ۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ ہر چیز حتی کہ جمادات ونباتات کو بھی کم از کم خدا کا علم ہے ، اس کی وحدانیت کا علم ہے ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا علم ہے اور یہ سب چیزیں

غیب کی ہیں ۔ لہذا معلوم ہوا کہ کائنات کی ہر چیز کو غیب کی کچھ نہ کچھ باتیں ضرور معلوم ہیں ۔ اور یہی مولانا اشرف علی صاحب کا دعویٰ ہے جس کو مولوی احمد رضا خان صاحب کی اس کھلی شہادت نے ثابت کر دیا ۔ ؎

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہِ کنعاں کا

مولوی سردار احمد صاحب

حضرات ! آپ نے دیکھ لیا ، میں نے ایک فیصلہ کی بات کہی تھی کہ اگر حفظ الایمان کی عبارت میں توہین نہیں ہے تو آپ مولوی تھانوی صاحب کے لئے ایسی ہی عبارت لکھ دیجئے ۔ بلکہ میں نے عبارت خود لکھ کر دے دی ۔ اور کہا تھا کہ ، آپ اس پر بس دستخط کر دیجئے ۔ مولوی منظور صاحب اس پر دستخط کرنے کے لئے تیار نہیں اور انہوں نے ابھی تک اس تحریر پر دستخط نہیں کئے ۔ بس معلوم ہو گیا کہ دیو بندی دھرم میں مولوی اشرف علی صاحب کی توہین تو جائز نہیں اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینا بالکل جائز ہے ۔ اور اس پر ایمان کا دعویٰ ہے ۔ بس یہ ایمان کا دعویٰ ایسا ہی ہے جیسا کہ منافق کیا کرتے تھے ۔

مسلمانو ! کیا اب بھی تم کو اس میں شبہ رہا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں حضور ؐ کی توہین ہے ۔ مولوی اشرف علی حضور ؐ کے علم شریف کو گدھے ، کتے ، سؤر ، بندر ، کے برابر بتلا دیں جب بھی حضور ؐ کی توہین نہ ہو اور ہم تھانوی صاحب کے علم کو کتے ، سؤر ، بلی ، بندر ، بچھیا[1] ، بچھا ، کٹیا ، کٹا ، کے برابر کہیں تو مولوی اشرف علی کی توہین ہو جائے ۔ مسلمانو ! یہ ہے دیو بندی دھرم ۔

مولوی صاحب ! اب یا تو آپ صاف اقرار کیجئے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں توہین ہے اور حضور ؐ کے علم شریف کو گدھے ، کتے ، سؤر ، بندر کے برابر کہا گیا ہے ۔ اور اگر اس میں توہین نہیں ہے تو پھر مولوی اشرف علی صاحب کے لئے بھی ایسے ہی الفاظ لکھ دیجئے ۔ اس کے بغیر میں آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا ۔ میں کہتا ہوں حضرت غوث پاک کا آپ مجھ سے بچ کر نہیں جا سکتے ۔

---

[1] یہ بچھا اور کٹا پنجابی اردو ہے اور وہ بھی خاص ضلع گورداسپور کی ۔ جہاں کا مرزا قادیانی تھا ۔ (مرتب)

آپ نے اس دفعہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا کلام بھی پیش کیا ہے ۔ بھلا اس سے اور حفظ الایمان کے کفری مضمون سے کیا تعلق ۔ اُس میں یہ ملعون عبارت کہاں ہے کہ ” ایسا علم غیب تو ہر زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے “ بلکہ اس میں تو سرے سے غیب کا لفظ ہی نہیں ۔ آپ محض مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے اعلیٰ حضرت کا نام مبارک لیتے ہیں ، بھلا وہ ایسی کفری بات کہہ سکتے ہیں ۔ ارے وہ تو ایسے عاشق رسول تھے کہ حضور کے عشق میں کھانا پینا بھی چھوڑ دیا تھا ۔ آپ تھانوی صاحب کی مثال ان سے دیتے ہیں ؎

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

آپ بتلائیے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ملفوظات شریف میں یہ کہاں لکھا ہے کہ ” غیب کا جیسا علم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا ہر چوڑھے چمار ، ہر گدھے ، کتے ، ہر بندر ، سور ، اور ہر چھپا ، بچا ، کٹیا ، کٹے کو حاصل ہے “ اور اگر آپ اتنا نہ دکھلا سکیں تو جائیے اس میں صرف ” ایسا “ کا لفظ ہی دکھلا دیجئے میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آپ اعلیٰ حضرت کے کلام میں ” ایسا “ کا لفظ نہیں دکھا سکتے ؎

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار تم سے
یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

آپ اپنی باری میں اس کا جواب ضرور دیں کہ اعلیٰ حضرت کے ملفوظ شریف میں ” ایسا “ کا لفظ ہے یا نہیں ؟

مولانا محمد منظور صاحب

مناظرہ درحقیقت بہت مشکل کام ہے اور اس کے لئے علم اور قابلیت کی ضرورت ہے لیکن اگر کوئی شخص بے حیائی اور ڈھٹائی پر کمر باندھ لے تو اس کے لئے نہایت آسان ہے ۔ کسی بے حیا عورت کا مقولہ مشہور ہے کہ ۔

” اس نے مجھے بہت ہرایا میں ہاری ہی نا “

اگر آپ کا مناظرہ بھی اسی اصول پر ہے تو یقیناً آپ کو قیامت تک بھی نہیں ہرایا جا سکتا ۔

بندۂ خدا میں نے حفظ الایمان کی عبارت لفظ بہ لفظ مولانا تھانوی کے حق میں جاری کر دی اور یہ بھی کہہ دیا کہ اگر آپ تحریر چاہیں تو میں لکھ بھی دوں ۔ بلکہ نہ صرف مولانا اشرف علی صاحب کے حق میں بلکہ اپنے تمام بزرگوں کے حق میں ۔ اس پر بھی آپ وہی کہے جاتے ہیں کہ منظور تحریر دینے کے لئے تیار نہیں ۔ صحیح ہے ؏ بیحیا ۔ باش و ہرچہ خواہی کن ۔

رہی وہ عبارت جو آپ نے لکھ کر بھیجی ہے اس کے متعلق تو میں پہلے ہی عرض کر چکا کہ وہ حفظ الایمان کی عبارت نہیں ہے بلکہ آپ کی تصنیف ہے اور بحث حفظ الایمان کے الفاظ میں ہے نہ کہ آپ کے الفاظ میں ۔ یہ عجیب منطق ہے کہ گفتگو تو ہے حفظ الایمان کی عبارت میں اور دستخط کرانا چاہتے ہیں آپ اپنی عبارت پر جس کا حفظ الایمان میں پتہ نشان بھی نہیں ۔ آپ کے اس مطالبہ کی معقولیت کی داد کچھ اہل بریلی ہی دے سکتے ہیں ۔

بہر حال حفظ الایمان میں جو عبارت ہے اس کے متعلق میرا دعوےٰ ہے کہ اس میں توہین کا شائبہ بھی نہیں اور آپ نے خود اس کا آخری فیصلہ یہ تجویز کیا ہے کہ میں وہی عبارت مولانا اشرف علی صاحب کے حق میں بھی لکھ دوں چنانچہ اب آخری اتمام حجت کے لئے میں بعینہ وہی عبارت مولانا اشرف علی صاحب کے متعلق لکھتا ہوں ۔

(اس کے بعد مولانا نے بعینہ حفظ الایمان کی عبارت مولوی اشرف علی صاحب کے حق میں لکھی اور دستخط کر کے مولوی سردار احمد صاحب کے حوالہ کی جس کی نقل یہ ہے)

"پھر یہ کہ آپ کی (یعنی مولوی اشرف علی صاحب کی) ذات پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس سے مراد کل غیب ہے یا بعض غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں مولانا اشرف علی صاحب کی کیا تخصیص ہے ، ایسا علم غیب تو ہر زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے ۔ کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے سے مخفی ہے ۔ تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے "

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ ۲۲، محرم الحرام ۱۳۵۴ھ

یہ تحریر مولانا محمد منظور صاحب نے مولوی سردار احمد صاحب کے پاس بھیج دی جس کا مجمع پر بہترین اثر ہوا اور اس کے بعد مولوی سردار احمد صاحب کو مخاطب کر کے مولانا نے فرمایا کہ آپ نے اس پر آخری فیصلہ رکھا تھا کہ جیسی عبارت حفظ الایمان کی ہے ویسی ہی مولانا اشرف علی صاحب کے حق میں لکھ دی جائے ۔ میں نے بحمد اللہ ویسی ہی بلکہ بعینہ انہی الفاظ میں لکھ دی ۔ اب اگر آپ کے اندر کچھ بھی صداقت اور شرافت ہے تو اپنے قول کے بموجب اسی پر فیصلہ کر لیجئے اور اب مجھ کو تحریر دے دیجئے کہ بے شک حفظ الایمان کی عبارت میں توہین نہیں ہے ۔

میں نے عرض کیا تھا کہ "حفظ الایمان" کی زیر بحث عبارت کی بنیاد دو مقدموں پر ہے ۔ ایک یہ کہ دلائل نقلیہ

وعقلیہ سے حضور کو کل غیوب کا علم نہ ہونا ثابت ہے۔ دوسرے یہ کہ غیب کی کسی نہ کسی بات کا علم ہر انسان بلکہ غیر انسانوں کو بھی ہو سکتا ہے۔ پھر میں نے اس آخری بات کے ثبوت میں مولوی احمد رضا خان صاحب کے ملفوظات کی دو عبارتیں پیش کی تھیں۔ اور عرض کیا تھا کہ خان صاحب کی ان عبارات سے معلوم ہوا کہ کائنات کی ہر چیز کو غیب کی کچھ نہ کچھ باتیں ضرور معلوم ہیں۔ اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں کہ اس میں حفظ الایمان کے الفاظ کہاں ہیں، اور اس میں تو غیب کا لفظ بھی نہیں۔ اور اس میں "ایسا" کا لفظ نہیں۔

آپ تو مجھ سے فرما رہے تھے کہ تو نے کبھی کوئی مناظرہ نہیں دیکھا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ شاید آپ کو کبھی اہلِ علم بلکہ اہلِ عقل کی صحبت بھی نصیب نہیں ہوئی۔

میرا یہ دعوے ہی نہیں کہ ملفوظات میں حفظ الایمان کی عبارت لکھی ہوئی ہے نہ میں نے یہ کہا ہے کہ اس میں "ایسا" کا لفظ موجود ہے۔ میرا مدعا تو صرف یہ ہے کہ اس میں یہ بات ثابت ہے کہ مطلق بعض غیب کا علم کائنات کی ہر چیز حتیٰ کہ نباتات و جمادات تک کو حاصل ہے۔

کیونکہ اس میں یہ تصریح ہے کہ دنیا کی ہر چیز ایمان اور تسبیح خداوندی کے ساتھ مکلف ہے اور یہ ظاہر ہے کہ، حق تعالے اور اس کی صفات، غیب میں سے ہیں اور ایمان اور تسبیح بغیر علم کے ممکن نہیں، تو صاف نتیجہ یہ نکلا کہ دنیا کی ہر چیز کو بعض غیب کا علم ہے۔ اور اگر آپ اس کے متعلق بھی خان صاحب کی تصریح چاہتے ہیں کہ حق تعالےٰ اور اس کی صفات غیب میں سے ہیں تو لیجیے وہ بھی حاضر ہے۔ خان صاحب موصوف "الدولۃ المکیہ ص ۱۳" پر حق تعالے اور اس کی صفاتِ اصلیہ اور قیامت اور جنت و دوزخ کا ذکر فرما کر لکھتے ہیں۔

کل ذالك غیب وقد علمناكلا	یہ سب کچھ غیب ہے اور ہم کو اس کا علم تفصیلی حاصل
بجباله ممتازا عن غیره فوجب	ہے اس طور پر کہ ان میں سے ہر ایک ہمارے علم میں
حصول مطلق العلم التفصیلی	ممتاز ہے پس غیب کے مطلق علم تفصیلی کا حصول ہر
بالغیوب لکل مومن	مومن کے لئے واجب ہوا۔

لیجیے یہ خان صاحب ہی کی عبارت ہے۔ اس میں یہ بھی تصریح ہے کہ حق تعالےٰ اور جنت و دوزخ وغیرہ یہ سب غیب کی چیزیں ہیں۔ اور یہ بھی تصریح ہے کہ ہم کو ان تمام چیزوں کا علم ہے۔ اور یہ بھی تصریح ہے کہ ہر مومن کو،

مطلق بعض غیوب کا علم تفصیلی حاصل ہے بلکہ حاصل ہونا واجب ہے۔

اس کے بعد مجھے خان صاحب کی ایک اور عبارت یاد آگئی جس میں آپ نے گدھے کے لئے بھی بعض مخفی باتوں کا علم تسلیم کیا ہے اور چونکہ آپ کو گدھے سے بہت شوق ہے کہ ہر بار آپ کی زبان پر اس کا نام آتا ہے۔ اس لئے میں اس عبارت کو ضرور پیش کروں گا۔ سنئے خان صاحب نے مصر کے ایک صاحب کشف گدھے کی حکایت اس طرح نقل کی ہے کہ۔

"ایک گدھا ہے اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی ہے۔ ایک چیز ایک شخص کی دوسرے کے پاس رکھ دی جاتی ہے۔ اس گدھے سے پوچھا جاتا ہے، گدھا ساری مجلس میں دورہ کرتا ہے، جس کے پاس ہوتی ہے سامنے جاکر سر ٹیک دیتا ہے"

خان صاحب نے اس قصہ کو نقل کرکے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اس گدھے کو کشف تھا۔

(ملاحظہ ہو۔ ملفوظات، حصہ چہارم، ص ۱۱)

لیجئے اب تو خان صاحب کی تصریح سے گدھے کو بھی مطلق بعض غیب کا علم ثابت ہو گیا۔ یہ تو گدھے کے متعلق تھا اس کے بعد اگر آپ چاہیں گے تو خان صاحب ہی کے کلام سے سؤر اور بندر کے متعلق اور ثبوت دوں گا۔ کیونکہ یہ دونوں چیزیں بھی شاید کسی وجہ سے آپ کو محبوب ہیں کہ آپ اپنی ہر تقریر میں ان کا بھی نام لیتے ہیں۔

آپ نے اس مرتبہ خان صاحب کے متعلق یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ تو ایسے عاشق رسول تھے کہ کھانا پینا بھی چھوڑ دیا تھا۔ (جل جلالہ) کاش یہ باتیں آپ کسی ناواقف کے سامنے کرتے۔ آپ اس سے یہ باتیں کر رہے ہیں جو خان صاحب کی ہسٹری سے آپ سے بھی زیادہ واقف ہے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ وہ کیسے عاشق رسول تھے۔ اور انہوں نے کیسا کھانا پینا چھوڑ دیا تھا ان سے زیادہ تارک الدنیا کون ہوگا کہ مرتے وقت بھی مرغن کھانے ہی یاد کرتے رہے۔ ذرا خان صاحب کا تحریری وصیت نامہ کا بارہواں نمبر ملاحظہ ہو لکھتے ہیں۔

"اعزا سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔ دودھ کا برف خانہ ساز اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو۔ مرغ کی بریانی۔ مرغ پلاؤ۔ بکری کا شامی کباب۔ پراٹھے اور بالائی۔ فیرینی۔ اردکی پھریری دال مع ادرک و لوازم۔ گوشت بھری کچوریاں سیب کا پانی۔ انار کا پانی۔ سوڈے کی بوتل۔ دودھ کا برف"

(وصایا شریف : ص ۹ ، ۱۰ - مطبوعہ حسنی پریس بریلی)

سنا آپ نے یہ ہیں وہ بزرگ وار عاشق رسول جنہوں نے عشق رسول میں کھانا پینا یک چھوڑ دیا تھا اور صرف یہی ایک درجن کھانے چکھ لیا کرتے تھے۔

اس کے بعد اب بعونہ تعالیٰ میں وہ طریقہ اختیار کرتا ہوں کہ آپ اپنی زبان سے اقرار کریں کہ بے شک حفظ الایمان کی عبارت میں توہین نہیں ہے۔ آپ پہلے صفائی کے ساتھ ان چند سوالوں کا جواب دیجئے۔

۱ : حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی باعث ایجاد عالم ہونے کی حیثیت سے "خالق" کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

۲ : قاسم نعم الٰہیہ ہونے کی حیثیت سے "رازق" کہہ سکتے ہیں یا نہیں ؟

۳ : واسطہ فی التربیت ہونے کی وجہ سے "رب العالمین" کہہ سکتے ہیں یا نہیں ؟

۴ : حضورؐ کی شان میں اگر کوئی شخص یہ آیت کریمہ پڑھے "عالم الغیب والشہادۃ ہو الرحمٰن الرحیم" تو اس کا یہ فعل جائز ہوگا یا نہیں ؟

۵ : اگر ناجائز ہوگا تو مکروہ یا حرام ؟

۶ : جو شخص مطلق بعض علوم غیبیہ کی وجہ سے حضورؐ کو عالم الغیب کہتا ہے اگر اس پر اس طرح الزام قائم کیا جائے کہ "مطلق بعض غیب کا علم ہر انسان بلکہ حیوانات تک کو ہے لہٰذا تمہارے اصول پر لازم آئے گا کہ ان سب کو عالم الغیب کہا جاوے"

تو کیا اس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوگی اور یہ الزام قائم کرنے والا شخص کافر ہو جائے گا ؟

۷ : مطلق بعض غیب کا علم عام انسانوں بلکہ حیوانات بلکہ نباتات وجمادات کیلئے ہونا آپ کو تسلیم ہے یا نہیں ؟

۸ : حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آپ کل غیوب غیر متناہیہ کا علم مانتے ہیں یا بعض کا ؟

۹ : قرآن وحدیث کے محاورات میں غیب کس کو کہتے ہیں ؟

۱۰ : حق تعالیٰ اور اس کی واحدانیت غیب میں ہے یا شہادت میں ؟

۱۱ : مولوی احمد رضا خان صاحب نے "الدولۃ المکیہ" میں تسلیم کیا ہے کہ ہر مومن کو بعض غیوب کا علم تفصیلی حاصل ہے۔ اور ملفوظات سے میں مصر کے اس گدھے کا قصہ نقل کر چکا جو مولوی احمد رضا خان صاحب کے نزدیک

مخفی باتوں کا کشف ہوتا تھا۔ اب بتلایئے کہ مطلق بعض غیب کے علم کی وجہ سے ہر مومن کو اور مصر کے اس صاحب کشف گدھے کو "عالم الغیب" کہنا جائز ہے یا نہیں ؟

۱۲ : کہیں قرآن پاک میں یا حدیث شریف میں حضورؐ کو "عالم الغیب" کہا گیا ہے یا نہیں ؟ یا کسی صحابی یا کسی تابعی یا امت کے کسی مسلّم امام نے کہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ پر "عالم الغیب" کا اطلاق کیا ہے یا نہیں ؟

سردست یہ صرف ایک درجن سوال ہیں اگر آپ نے ان کا صاف صاف جواب دے دیا تو انشاءاللہ بہت آسانی سے ہمارے آپ کے اس نزاع کا فیصلہ ہو جائے گا۔ اور فیصلہ بھی آپ ہی کی زبان سے ہوگا۔ بس ضرورت اس کی ہے کہ آپ ان سوالوں کے صاف صاف جواب دے دیں اور تقیہ سے کام نہ لیں۔

اس کے بعد میں آپ کے اس سنگین جرم کی طرف آپ کو پھر توجہ دلاتا ہوں۔ جو آپ نے پنڈت گوپی چند کے اعتراضات کو معقول بتلا کر کیا ہے۔ آپ یا کھلے لفظوں میں اس سے توبہ کیجئے یا ان اعتراضات پر مستقل مناظرہ کرنے کے لئے ابھی وقت مقرر کیجئے۔ میں آپ کے اس جرم کو کبھی ہرگز معاف نہیں کر سکتا کیوں کہ آپ کا وہ حملہ مجھ پر نہیں تھا بلکہ براہِ راست اسلام پر تھا۔ آقائے کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تھا۔ اس لئے کہ پنڈت گوپی چند کے اعتراضات نہ مجھ پر تھے نہ میرے کسی بزرگ پر تھے بلکہ اسلام اور تعلیماتِ جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تھے۔ آپ نے ان ناپاک اعتراضات کو معقول بتلا کر تمام مسلمانوں کا دل دکھایا ہے اس لئے مسلمان آپ کے اس جرم کو ہرگز معاف نہیں کر سکتے۔ آپ اگر میری ذات پر حملہ کریں تو میں برداشت کر سکتا ہوں، میرے ماں باپ، میرے اکابر یا اساتذہ پر حملے کریں میں ان کو بھی ایک حد تک برداشت کر سکتا ہوں، آپ مجھ کو جسمانی تکلیف پہنچائیں میں اس پر بھی صبر کر سکتا ہوں۔ لیکن دین مقدس اور حضورؐ سرورِ عالمؐ کی ذاتِ اقدس پر کوئی حملہ ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ دنیا بھر کے دشمنانِ اسلام کو ہمارا کھلا اعلان ہے ؎

جو جان چاہو تو جان لے لو جو مال مانگو تو مال دیں گے

مگر یہ ہم سے نہ ہو سکے گا کہ نبیؐ کا جاہ و جلال دیں گے

لہٰذا میں پھر مکرر آپ سے کہتا ہوں کہ آپ یا اپنے اس سنگین جرم سے توبہ کیجئے یا ابھی اس کے لئے مناظرہ کا وقت مقرر کیجئے۔ اور جو اعتراضات مذہب مقدس پر پنڈت گوپی چند نے کئے تھے جن کو آپ نے "نہایت معقول" کہا ہے ان

کی نامعقولیت بھی دیکھ لیجیے:

مولوی سردار احمد صاحب

حضرات! پہلے زمانہ میں کافر بھی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور آپ کی تعظیم کیا کرتے تھے۔ کبھی کسی غیر مسلم کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ حضورؐ کی ذاتِ پاک پر کوئی حملہ کرتا۔ مگر جب سے دیوبندی پیشواؤں نے حضورؐ کی شان میں گستاخیاں کیں تو دوسروں کو بھی اس کی جرأت ہو گئی۔ اگر پنڈت گوپی چند نے حضورؐ پر اعتراضات کئے تو اس کی ذمہ داری بھی دیوبندیوں ہی پر ہے۔ راجپال اور نتھو رام نے جو کچھ کیا وہ بھی دیوبندیوں ہی کی دیکھا دیکھی کیا۔ آپ ہی لوگوں نے اس سے حضورؐ کو گالیاں دلوائیں، ورنہ وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ حضور اقدسؐ کی شان میں گستاخیاں کرنے کا دروازہ، ہندوستان میں سب سے پہلے آپ کے امام طائفہ اسمٰعیل دہلوی نے کھولا ہے۔ یہ راجپال، اور نتھو رام، اور پنڈت گوپی چند سب انہیں کے مقلد اور آپ کے بھائی بند ہیں۔ دیکھئے انہوں نے حضورؐ کی شانِ اقدس و رفیع میں کس قدر شنیع گالیاں بکی ہیں۔

——— تقویۃ الایمان کے صفحہ ۴۷ پر ہے "جن کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کے مختار نہیں"

——— اسی تقویۃ الایمان کے صفحہ ۶۶ پر ہے۔ "پر رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا"

——— اسی کے صفحہ ۲، پر ہے۔ "جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار سو ان معنی کو ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے"

——— اور اسی کے صفحہ ۶۳ پر ہے۔ "سب انبیاء و اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں"

——— اسی کے صفحہ ۱۶ پر لکھا ہے۔ "ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل ہے"

——— اسی کے صفحہ ۲۹، پر لکھا ہے۔ "ان باتوں میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں عاجز اور بے اختیار"

——— پھر اسی صفحہ پر لکھا ہے۔ "ان باتوں میں بھی سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے سب یکساں بے خبر ہیں اور نادان"

——— اسی کے صفحہ ۲۵، پر انبیاء کرام وغیرہ کے متعلق لکھا ہے۔ "ان کی خواہش کچھ نہیں چلتی"

——— اسی کے صفحہ ۶۸ پر ہے۔ "انسان آپس میں سب بھائی ہیں، جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے۔ سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے"

اور اسی صفحہ پر ہے " اولیاء، و انبیاء، و امام زادہ پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی "

اسی کے صفحہ ۹۶ پر لکھا ہے " میں بھی ایک دن مرکر مٹی میں ملنے والا ہوں "

اسی کے صفحہ ۴۳ پر حضرات انبیائے کرام کی شان میں لکھا ہے۔ " اس کے دربار میں ان کا تو یہ حال ہے کہ جب وہ حکم فرماتا ہے وہ سب رعب میں آکر بے حواس ہوجاتے ہیں "

اسی کے صفحہ ۳۵ پر ہے " اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک کلمہ کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن و فرشتے جبرائیل و محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے "

حضرات ! یہ ہیں امام الوہابیہ کی گستاخیاں انبیائے کرام اور اولیائے عظام کی جناب میں۔ درحقیقت ان ہی کی وجہ سے راجپال، اور نتھورام اور دوسرے گستاخوں کو یہ جرأت ہوئی۔ اور میں تو کہوں گا کہ جو آریہ یا عیسائی بھی حضور کی ذات پاک پر حملہ کرتا ہے اس کی ذمہ داری دیو بندیوں پر ہی ہے۔ لہذا آریوں سے اگر سازش ہو سکتی ہے تو آپ کی نہ کہ ہماری۔ آپ الٹا ہم پر الزام رکھتے ہیں۔

آپ نے اس تقریر میں بھی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کچھ عبارتیں پڑھی ہیں۔ بتلائیے ان میں " ایسا " کا لفظ کہاں ہے ؟ ان کی زبان مبارک سے کبھی ایسی ناپاک بات نہیں نکل سکتی۔ وہ تو عشق رسول میں فنا تھے۔

آپ نے اپنی اس تقریر میں اعلیٰ حضرت کے وصیت نامہ شریف کا بھی ذکر کیا ہے وہ بالکل شریعت کے مطابق ہے اس میں فاتحہ ہی کی تو وصیت ہے اس میں کیا حرج ہے ؟ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ وصیت اپنے سنی بھائیوں کو کی ہے آپ کا تو معاملہ یہ ہے " مرگئے مردود فاتحہ نہ درود " اور اصل بات یہ ہے کہ آپ کو یہ نفیس کھانے ملتے نہیں اس لئے آپ ان کے ذکر سے بھی چڑتے ہیں۔

آپ نے اس مرتبہ جو بارہ سوال کئے ہیں وہ بحث سے غیر متعلق ہیں لہذا ان کا کوئی جواب نہیں دیا جائے گا۔

آپ نے یہ تحریر لکھ کر بھیجی ہے میں نے اس کا مطالبہ نہیں کیا تھا آپ کو وہ تحریر دینی ہوگی جس کا میں مطالبہ کیا ہے آپ یا میری تحریر پر دستخط کیجئے یا اقرار کیجئے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں توہین ہے اور توبہ کیجئے۔ میں اس کے بغیر آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ آپ بہت ادھر ادھر بھاگتے ہیں مگر میں آپ کو آگے سے ہلنے نہیں دوں گا۔ میں کہتا ہوں

حضور پر نور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا جن کے نام سے دنیائے وہابیت میں آگ لگتی ہے۔

مولانا محمد منظور صاحب

آپ یہ پیچھا چھوڑنے کا لفظ کئی دفعہ کہہ چکے ہیں، اور اس کا دندان شکن دہان دوز جواب بھی پا چکے ہیں۔ اگر آپ کی جگہ کوئی غیرت مند انسان ہوتا تو اس جواب کے سن لینے کے بعد کبھی زبان پر یہ لفظ نہ لاتا۔ آپ تو بقول خود کہتے ہیں مولوی احمد رضا خان صاحب کے۔ میں نے تو ان کے فرزند اکبر اور آپ کے آقائے نعمت (مولوی حامد رضا خان صاحب) کا ناطقہ بند کر رکھا ہے، میری رجسٹریاں ان کے پاس جاتی ہیں وہ وصول کر لیتے ہیں مگر جواب دیتے ہوئے بخار چڑھتا ہے۔ آپ ذرا ان کے دل کو تو پوچھئے کہ منظور کے مناظرانہ واروں نے کیا حال کر رکھا ہے؟

آج بحمد اللہ منظور کے حقانی نعروں سے بریلی کی فضا گونج رہی ہے، حامیان باطل کے دل لرز رہے ہیں اور جو کفرو تکفیر کے علمبردار اس دنیا سے گزر گئے اگر دیدۂ بصیرت ہو تو دیکھو کہ اس وقت جب کہ میں آپ کے مرکز جامعہ رضویہ میں حق کا جھنڈا لئے کھڑا ہوں اور رضا خانیت کی دھجیاں اڑا رہا ہوں، ان کی قبروں میں کیسی واویلا مچ رہی ہے، اور اس پر آپ کہتے ہیں کہ میں پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ درحقیقت یہ صرف آپ ہی کی غیرت ہے۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

میں نے مولوی احمد رضا خان صاحب کی کتاب "الدولۃ المکیہ" اور ان کے ملفوظات سے ان کی چند عبارتیں پیش کی تھیں اور ثابت کیا تھا کہ خان صاحب کے عقیدہ میں "ہر مومن بلکہ ہر انسان بلکہ گدھے جیسے حیوانات بلکہ تمام نباتات اور جمادات کو بھی مطلق بعض غیب کا علم ہوتا ہے" اس کے جواب میں آپ نے پھر فرمایا ہے کہ خان صاحب کی ان عبارات میں "ایسا" کا لفظ نہیں ہے۔ حالانکہ میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ میرا دعوٰے صرف یہ ہے کہ ان عبارات سے یہ مضمون ثابت ہوتا ہے، الفاظ کے متعلق میرا دعوٰی نہیں اور نہ صرف لفظوں سے بحث ہے۔ اصل چیز تو مضمون ہے۔ ہاں اگر آپ اس کا اقرار کر لیں کہ حفظ الایمان کا مضمون صحیح ہے اور صرف اس کے الفاظ پر ہم کو اعتراض ہے تو پھر انشاء اللہ خاص ان الفاظ کا ثبوت بھی دیا جائے گا۔

میں نے اپنی تقریر میں بارہ سوال پیش کئے تھے اور عرض کیا تھا کہ اگر آپ ان کا ٹھیک ٹھیک جواب دے دیں تو انشاء اللہ بہت جلد میں خود آپ کی زبان سے اقرار کرا لوں گا کہ حفظ الایمان کی عبارت صحیح اور بے غبار ہے مگر آپ نے یہ

کہہ کر ٹال دیا کہ یہ سوالات مبحث سے خارج ہیں۔ درحقیقت یہ نہایت آسان جواب ہے کہ جس بات کا جواب نہ آئے یا نہ دینا ہو اس کو یہ کہہ دیا کہ خارج از بحث ہے، بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ آپ نے بلا وجہ اس بحث کو طول دیا اور خواہ مخواہ آپ تین دن سے الجھن میں پڑے ہوئے ہیں، میں نے اس وقت تک جتنی باتیں بھی کہی ہیں آپ ان سب کے جواب میں یہی فرما دیتے کہ یہ خارج از بحث ہیں۔ پھر تو بڑی آسانی سے اور بہت جلد آپ کی چھٹی ہو جاتی، فیصلہ حاضرین خود کرتے رہتے۔

خدا کے بندے کچھ تو سوچ سمجھ کر بات کہا کرو، یا یہ کچھ ضروری ہے کہ ہر بات بے تکی ہی کہی جائے، کیا ان بارہ سوالوں میں سے کوئی ایک بھی ایسا ہے جس کو مبحث سے بے تعلق کہا جا سکے؟

آپ نے اس تقریر میں پھر مجھ سے تحریر کا مطالبہ کیا ہے۔ مجھے رہ رہ کر آپ کی اس دیدہ دلیری پر حیرت ہوتی ہے میں ابھی ابھی اس مجمع کے سامنے بعینہ حفظ الایمان کے الفاظ میں تحریر پیش کر چکا۔ اور یہ بھی عرض کر چکا کہ آپ جس تحریر پر دستخط کرانا چاہتے ہیں اس کے الفاظ خود آپ کے تصنیف کردہ ہیں حفظ الایمان میں وہ الفاظ نہیں ہیں۔ مگر اس کے باوجود آپ پھر اسی کا مجھ سے مطالبہ کر رہے ہیں۔

اچھا اب میں کہتا ہوں کہ پہلے آپ یہ تسلیم کر لیجئے کہ حفظ الایمان کے الفاظ میں توہین نہیں ہے۔ کیوں کہ وہی الفاظ بعینہ میں نے مولوی اشرف علی صاحب کے حق میں لکھ دیئے ہیں اور انہی پر اصل بحث ہے۔ اس کے بعد میں آپ کی پیش کردہ تحریر کے متعلق بھی عرض کروں گا۔

آپ نے اپنی پہلی تقریر میں مولانا احمد رضا خان صاحب کا حال بیان کیا تھا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں کھانا پینا بھی چھوڑ دیا تھا۔ میں نے لوگوں کو یہ بتلانے کے لئے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق تھے یا مرغن کھانوں کے؟ ان کے "وصایا" میں سے فاتحہ نامہ پڑھ کر سنایا۔ کہ وہ مرغ بریانی، مرغ پلاؤ، بکری کے شامی کباب، اور کی پھریری دال، پراٹھے، بکری کا قورمہ، سوڈے کی بوتل، سیب اور انار کا پانی وغیرہ وغیرہ یاد کرتے ہوئے اس دنیا سے گئے۔ اس فاتحہ نامہ کا پڑھ دینا کوئی گالی نہیں تھی۔ لیکن نہ معلوم کہ آپ کے کیوں اس سے آگ لگ گئی اور آپ نے نہایت غصہ سے فرمایا کہ "مر گئے مردود نہ فاتحہ نہ درود" میں اس قسم کی لغو باتوں کا عادی نہیں ہوں۔ لیکن اگر آپ سننا چاہیں تو اس کے جواب میں عرض کر سکتا ہوں کہ۔

"مر گئے مردود از فاتحہ چہ سود"

آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ چونکہ منظور کو یہ نفیس کھانے نہیں ملتے اس لئے وہ ان کے نام سے چڑتا ہے۔ یہ پہلے کی بات تو غلط ہے لیکن یہ آپ نے بالکل صحیح فرمایا کہ منظور کو یہ کھانے نہیں ملتے " واقعی ان میں سے بعض کھانے تو شاید میں نے عمر بھر دیکھے بھی نہ ہوں گے۔ میں تو نہایت تنگی اور عسرت کے ساتھ روکھی پھیکی کھا کے گزارا کرتا ہوں، اور اگر کسی وقت بالکل نہ ملے جب بھی خدا کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اور اس فاقہ کشی پر نازاں ہوں، کیونکہ یہ میرے آقا کی سنت ہے۔ حضور خود ارشاد فرماتے ہیں۔

الفقر فخری " فقیری میں میرے لئے فخر ہے "

جو چیز ہمارے آقا و مولا کے لئے باعث فخر ہو وہ ہمارے لئے صد ہزار بار مایۂ فخر و ناز ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں۔

ما شبع ال محمد صلی اللہ علیہ وسلم من خبز الشعیر مذ یومین متتابعین -

(حضور کے اہلبیت کبھی جو کی روٹی سے بھی دو دن متواتر شکم سیر نہ ہوئے)

تو جناب! ہم تو ان آقا کے غلام ہیں جو کبھی عمر میں دو دن جو کی روٹی سے بھی شکم سیر نہ ہوئے، جو بھوک میں شکم مبارک پر دو دو پتھر باندھا کرتے تھے، جو ریشمی قالینوں یا مخملی گدوں پر نہیں بلکہ بطحا کی کنکریوں پر بیٹھا کرتے تھے۔ جو اونچی اونچی مسہریوں پر نہیں، بلکہ ٹوٹی پھوٹی چٹائی پر رات گزارا کرتے تھے کہ بعض اوقات جسد اطہر پر بوریے کے نشان پڑ جاتے تھے۔ ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ فقیرانہ زندگی ہم کو مبارک، اور آپ کے اعلیٰ حضرت کے انڈے پراٹھے، مرغ پلاؤ، بکری کا قورمہ، اور شامی کباب، آلس کریم اور فیرنی، ارد کی پھریری دال مع گرم مصالحہ و ادرک، اور گوشت بھری کچوریاں، اور پھر ان سب کے ہضم کرنے کے لئے سوڈے کی بوتل، یہ تمام چیزیں آپ کو مبارک!

آپ نے پنڈت گوپی چند کے اعتراضات کو معقول بتلا کر جو کفر کی حمایت کی تھی جس سے مسلمانوں کے دل دکھے، اور جس پر میں نے احتجاج کیا اور آپ کو توبہ کی طرف توجہ دلائی۔ بجائے اس کے کہ آپ اس سے توبہ کرتے آپ نے اس کے جواب میں راجپال اور نتھو رام جیسے خبیث باطنوں کی حمایت شروع کر دی۔ آپ ان کی طرف سے صفائی پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے جو کچھ کیا دیوبندیوں کی دیکھا دیکھی اور ان ناپاک روحوں کو اس درجہ بے قصور ثابت کرتے ہیں کہ ان

ان کی ملعون گستاخیوں کی ذمہ داری بھی ان پر نہیں بلکہ دیوبندیوں پر رکھتے ہیں ؟ آپ کو خدا کے غضب سے ڈرنا چاہیئے۔

اللہ ! اللہ ! ایک غازی علم الدین شہید اور غازی عبدالقیوم تھے جنہوں نے ان دریدہ دہن گستاخوں کو جہنم میں پہنچایا اور خود اپنے آقا و مولاء پر قربان ہوگئے۔ اور ایک آپ ہیں کہ ان بدکرداروں کو بے قصور ثابت کر رہے ہیں اور اس پر دعوے ہے عشقِ رسول ص کا ؟ پھر یہ کس قدر شرمناک بہتان ہے کہ دیوبندی حضرات نے حضور اقدس ص کی شان پاک میں یہ گستاخیاں کرائیں۔ آپ کا یہ افتراء ایسا ہی ہے جیسے کہ آج کوئی رافضی کہنے لگے کہ جس قدر عیسائی یا پنڈت حضور ص کی توہین کرتے ہیں ان سب کے ذمہ دار (معاذ اللہ تعالٰے) حضرت عمر رض ہیں کہ انہوں نے سب سے پہلے حضور ص کی شان میں گستاخی کی ، اور آپ کو ہذیان گو بتلایا۔

میں آپ سے پوچھتا ہوں آپ عشقِ نبوی کے مدعی ہیں ، بتلایئے کہ راجپال ایجی ٹیشن میں آپ نے کیا حصہ لیا[1] ؟ اور کیا قربانی پیش کی ؟ کون اس سلسلہ میں جیل خانوں میں گیا ؟ آپ گھر بیٹھے آرام سے گوشت بھری کچوریاں اور بکری کے شامی کباب کھاتے رہے ، فیرنی اور سوڈا واٹر اڑاتے رہے ، اور جیل خانوں کو آباد کیا دیوبندیوں نے۔ میں آپ کو بتلاتا ہوں کہ خاص راجپال ہی کے معاملہ میں ہماری جماعت کے محترم بزرگ امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رح کو تین سال کی قید ہوئی۔ لیکن کیا آپ حضرات میں سے بھی کوئی صاحب اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و حرمت کی حفاظت کے لئے کبھی دو چار منٹ ہی کے واسطے جیل خانے گئے ، یا آپ صرف حلوے پراٹھے کھانے کے لئے عاشقِ رسول ہیں ؟

آپ نے تقویۃ الایمان کے حوالہ سے جو چند عبارتیں پیش کی ہیں ان میں نہایت شرمناک خیانت سے کام لیا ہے تفصیلی اور تحقیقی جواب تو انشاءاللہ ان کا اس وقت عرض کروں گا جب ان کی بحث آئے گی۔ اور حسام الحرمین کی چار بحثوں کے بعد انشاءاللہ تقویۃ الایمان کی انہی عبارات پر بحث ہوگی اس وقت بعونہ تعالٰے ان عبارتوں کے متعلق میں

---

[1] یہ تو ماضی کا ذکر تھا دورِ حاضر کی تحریک ختم نبوت سنہ ۱۹۵۳ء میں ان کی عدم شرکت اور لاتعلقی کسی تعارف کی محتاج نہیں ، جب کہ پوری کی پوری امت مسلمہ علمائے کرام و پیرانِ عظام سے لے کر عوام الناس تک دور ابتلا میں گزر رہی تھی لیکن مولوی صاحب موصوف راجپال ایجی ٹیشن کی طرح ان دنوں بھی حسین و جمیل حجروں میں خلوت نشیں رہے۔ (ناشر)

آپ کی چوری دکھاؤں گا اور ثابت کر دوں گا کہ تقویۃ الایمان کی وہ تمام عبارات جن میں قطع و برید کر کے آپ نے یہ حوالے دیئے ہیں وہ سب کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہیں بلکہ ان میں قرآن وحدیث کی ترجمانی کی گئی ہے۔[1]

سر دست تو ان تمام عبارات کے متعلق صرف ایک مختصر بات عرض کرتا ہوں۔ لیکن ایسی فیصلہ کن کہ آپ بھی یاد ہی کریں۔ سنئے۔

آپ کا دعویٰ ہے کہ ان عبارتوں میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین ہے۔ بلکہ آپ کے نزدیک انہی عبارات نے راجپال اور نتھو رام جیسے دریدہ دہنوں کو گستاخی کی جرأت دلائی۔ اور یہ ایک مسلّمہ مسئلہ ہے کہ جس طرح حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والا کافر ہے اسی طرح جو اس بدبخت کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ اگر ثبوت درکار ہو تو سنئے۔

آپ کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب اپنی مشہور کتاب "تمہید ایمان" میں لکھتے ہیں کہ۔

"تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک میں گستاخی کرے وہ کافر ہے۔ اور جو اس کے معذب یا کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے"

اور آپ کے یہ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کو (ان کی تمام کتابیں بالخصوص تقویۃ الایمان کا لفظ بہ لفظ دیکھنے کے باوجود) کافر نہیں کہتے۔ شہید مرحوم کے متعلق اسی تمہید ایمان صفحہ ۴۳ پر ان کا فیصلہ یہ ہے۔

---

[1] افسوس ہے کہ رضاخانیوں نے اپنی کشتی ڈوبتی دیکھ کر حفظ الایمان کی عبارت ہی پر مناظرہ کو ختم کر دیا اور عبارات تقویۃ الایمان پر بحث کی نوبت نہ آئی۔ اگر ناظرین روداد ان عبارتوں کا صحیح مطلب اور ان میں مولوی سردار احمد صاحب کی خیانت معلوم کرنا چاہیں تو وہ خود تقویۃ الایمان ملاحظہ فرمائیں وہیں ان کو وہ آیات واحادیث بھی مل جائیں گی جن کی ترجمانی ان عبارات میں کی گئی ہے ۱۲ ——— شاہ شہیدؒ کی تکفیر اور اعتراضات کے جواب کے لئے (۱) حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور معاندین اہل بدعت کے الزامات: از افادات حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہٗ۔ (۲) شہیدؒ کی سچی باتیں: از مولانا نور محمد کنز العلوم ٹانڈہ۔ (۳) تذکار شہیدؒ: ماہنامہ الفرقان لکھنؤ کا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نمبر ملاحظہ ہو۔

" اور امام طائفہ (اسمٰعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل لا الٰہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے "

اور اسی تمہید ایمان صفحہ ۲۲ پر حضرت شہید مرحوم ہی کے متعلق لکھتے ہیں ۔

" علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی جواب ہے ۔ وھو الجواب وبہ یفتی وعلیہ الفتوٰی وھو المذھب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ وفیہ السداد

یعنی یہی جواب ہے اور اسی پر فتوےٰ ہو اور اسی پر فتوےٰ ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامتی ہے اور اسی میں استقامت "

پس جو عبارتیں آپ نے تقویۃ الایمان کے حوالہ سے پیش کی ہیں اگر آپ کے نزدیک ان میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے تو مولوی احمد رضا خاں صاحب ، شہید مرحوم کو کافر نہ کہنے کی وجہ سے کافر ہوئے ۔ اور اگر توہین نہیں ہے تو آپ جھوٹے ہوئے ۔ اب آپ کے لئے صرف دو راستے ہیں ۔ ایک یہ کہ کھلے لفظوں میں آپ اقرار کریں کہ تقویۃ الایمان کی ان عبارات میں درحقیقت توہین نہیں ہے ۔ اور میں نے صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے ان میں خیانت اور ناجائز قطع و برید کی تھی ۔ اور اگر آپ یہ اقرار نہ کریں اور ان عبارات میں توہین ہی بتلائیں تو پھر آپ کو اپنے اعلیٰحضرت کے کفر کا اقرار کرنا ہوگا ۔

بہر حال جو شخص حضرت شہید مرحوم کو کافر کہے اس کو مولوی احمد رضا خاں صاحب کے کفر کا بھی اقرار کرنا پڑے گا ۔

خوش نوایان چمن کو غیب سے مژدہ ملا

صیاد اپنے دام میں خود مبتلا ہونے کو ہے

دیکھی آپ حضرات نے شہید رحمۃ اللہ علیہ کی زندہ کرامت ، جیسے ہی آپ نے ان کی عبارات میں خیانت کی اور ان کے متعلق لب کشائی کی ، خدا نے آپ کے اعلیٰ حضرت کو صفائی کا گواہ بنا کر پیش کر دیا ۔ وہ فرما رہے ہیں کہ " میں ان کو کافر نہیں کہتا ، اور علمائے محتاطین کو چاہئے کہ وہ بھی ان کو کافر نہ کہیں اسی میں سلامتی ہے " اب فرمائیے کہ ان اعلیٰ حضرت کے متعلق کیا رائے ہے ؟ اب یا ان کو بھی کافر کہئے یا حضرت شہید مرحوم کی عبارات کو بے غبار مان کر اپنی خیانت اور فریب کاری کا اعتراف کیجئے ۔ اس کے بغیر آپ کو چارہ نہیں ۔

عجب مشکل میں آیا سینے والا جیب و داماں کا
جو یہ ٹانکا تو وہ اُدھڑا جو وہ ٹانکا تو یہ اُدھڑا

مولوی سردار احمد صاحب

مولوی صاحب ! یہ آپ نے بالکل غلط کہا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسمٰعیل دہلوی کو کافر نہیں کہتے۔ اعلیٰ حضرت نے اسمٰعیل کے کفر پر مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام " الکوکبۃ الشہابیہ فی کفریات ابی الوہابیہ " ہے۔ اس میں دہلوی صاحب کے سینکڑوں کفریات لکھے ہیں ، اور صاف لفظوں میں ان کو کافر لکھا ہے۔ آپ بالکل جھوٹ کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے اسمٰعیل دہلوی کو کافر نہیں لکھا۔

اور تمہید ایمان شریف کی جو عبارتیں آپ نے پڑھی ہیں ان کا مطلب آپ نے نہیں سمجھا۔ آپ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ کتاب دیکھئے جس میں ان عبارتوں کا مطلب خود اعلیٰ حضرت نے لکھا ہے۔ اس کتاب کا نام " الموت الاحمر " ہے جس کے معنے ہیں " سرخ موت " اور درحقیقت دیوبندیوں کے لئے وہ سرخ موت ہی ہے۔ اس کتاب نے دیوبندیت کو ذبح کر ڈالا ہے۔ اس میں آپ کی اس سب خرافات کا جواب موجود ہے۔

آپ کہتے ہیں کہ تقویۃ الایمان کی ان عبارتوں میں ترجمانی ہے قرآن وحدیث کی۔ توبہ توبہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ ! بھلا قرآن وحدیث میں ایسی گستاخیاں ہو سکتی ہیں۔ قرآن تو بھرا پڑا ہے حضور کی مدح سے۔ اس میں ہر ہر سورت بلکہ ہر ہر آیت میں تعریف ہے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ وہ جا بجا خطبہ پڑھتا ہے حضور کی مدح کا۔ اس میں کس طرح حضور کی توہین ہو سکتی ہے ؟

خیر تقویۃ الایمان کی ان عبارتوں کی تو اس وقت بقول آپ کے بحث نہیں۔ آپ حفظ الایمان ہی کی عبارت کو کسی ایک آیت سے ثابت کر دیجئے اور بتلائیے کہ وہ کس آیت کا ترجمہ ہے ؟ لیجئے میں پھر اس عبارت کو پڑھتا ہوں

(اس کے بعد مولوی سردار احمد صاحب نے حفظ الایمان کی وہی عبارت پھر پڑھ دی اور اس کے متعلق پھر وہی تقریر کی جو وہ پہلے بارہا کر چکے تھے اور مولانا محمد منظور صاحب سے مطالبہ کیا کہ اس عبارت کو آپ قرآن کریم سے ثابت کر کے دکھلائیے اسکے بعد فرمایا کہ) آپ نے پہلے دعویٰ کیا تھا کہ حفظ الایمان کا مضمون اعلیٰ حضرت کی کتابوں سے ثابت کروں گا مگر آپ ابھی تک ثابت نہ کر سکے۔ بلکہ اس دفعہ تو آپ نے کھلے لفظوں میں اقرار کر لیا کہ اعلیٰ حضرت کی عبارات میں " ایسا " کا

لفظ نہیں ہے۔ خدا نے خود آپ کے منہ سے حق بات نکلوا دی۔ ایسے ہی انشاءاللہ تعالیٰ وشار رسول آپ قرآن شریف کے متعلق بھی اقرار کریں گے اور میں آپ سے اقرار کرا کے چھوڑوں گا۔ میں ادنیٰ غلام ہوں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔

آپ کہتے ہیں کہ حضرت حجۃ الاسلام قبلہ (مولانا حامد رضا خان صاحب) آپ کو جواب نہیں دیتے، تو وہ آپ کو کیوں جواب دیں، آپ کو ان سے مخاطبہ کا کیا حق ہے وہ تو ہمارے آقا اور سردار ہیں، وہ ہماری جماعت میں سب سے بڑے بزرگ ہیں، آپ کے لئے ان کے خدام کافی ہیں۔ میں ان کا ایک ادنیٰ خادم بلکہ ادنیٰ غلام ہوں، میرے سامنے تو آپ کا یہ حال ہے، سب لوگ دیکھ رہے ہیں کہ آپ کس طرح میرے پنجہ میں پھنسے ہوئے ہیں۔ آپ بہت بھاگنا چاہتے ہیں مگر بھاگ نہیں سکتے اور نہ میں بھاگنے دوں گا۔ بڑی مشکل سے تو آپ پھنسے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ میں تمہارے گھر آیا ہوں آپ یہ غلط کہتے ہیں، ہم نے آپ کو زبردستی بلایا ہے۔ جس طرح آپ نے اپنے جلسہ میں پنڈت گوپی چند کو بلایا تھا تو اس میں فخر کی کیا بات ہے؟

آپ تو اپنے گھر سے بس یہاں تک آئے ہیں مگر مجھے دیکھئے کہ میں پنجاب سے چل کر آپ سے مناظرہ کرنے کے لئے آیا ہوں اور اس طرح پیچھے پڑا ہوا ہوں کہ میں آپ کی فکر میں پنجاب سے چلا، راستہ میں مراد آباد پڑتا ہے اسی کے قریب کہیں سنبھل ہے میں وہاں آپ کی فکر میں پہنچا تو پتہ چلا کہ وہ یہاں سے بریلی بھاگ گئے ہیں تو میں وہاں سے آپ کے پیچھے پیچھے یہاں آیا ہوں۔ اور میں نے یہاں آکر آپ کو پکڑ لیا ہے اب میں آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا اور یہاں سے جہاں بھی آپ جائیں گے وہیں میں جاؤں گا اب آپ میرے پنجے سے نہیں نکل سکتے۔

مولانا محمد منظور صاحب اس سے پہلے بھی بہت سے بے غیرتوں سے مناظرہ کا اتفاق ہوا مگر اس فن میں جو کمال آپ نے پیدا کیا ہے وہ کسی میں نہیں دیکھا گیا۔

اور شاید آپ کی اسی خصوصیت کی وجہ سے آپ کے آقا صاحب (یعنی مولوی حامد رضا خان صاحب) نے آپ کو اس ڈیوٹی کے لئے منتخب کیا ہے۔ یہاں کی تمام پبلک جانتی ہے کہ آپ مولوی حامد رضا خان صاحب کے مدرسہ میں نوکر ہیں اور یہیں رہتے ہیں مگر اس کے باوجود آپ کس قدر دلیری سے فرما رہے ہیں کہ میں تم سے مناظرہ کرنے کے لئے پنجاب سے آیا ہوں اور اس پر صریح اور سفید جھوٹ کہ میں سنبھل گیا تھا وہاں سے بریلی آیا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹ بولنے میں آپ اپنے ہموطن مرزا قادیانی سے بھی زیادہ بہادر ہیں۔ شاباش! پنجاب کے جوان شاباش!!

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

آپ فرماتے ہیں کہ ہم نے تجھ کو زبردستی بلایا ہے " دروغ گویم بروئے تو " اسی کا نام ہے۔ میرے پاس آپ کی یہ تحریر موجود ہے، جس میں آپ نے لکھا ہے کہ " میں منظور کا چیلنج قبول کرتا ہوں[1] " اب فرمایئے کہ کس نے مناظرہ کے لئے منظور کیا؟

آپ فرماتے ہیں کہ تجھ کو مولوی حامد رضا خان صاحب سے مخاطبہ کا حق نہیں وہ ہماری جماعت میں سب سے بڑے بزرگ ہیں "یہ عذر جب کیا جا سکتا تھا جب کہ لاہور میں وہ مجھ کو اپنا مخاطب نہ تسلیم کر چکے ہوتے۔ وہاں انہوں نے مجھ کو، حضرت حکیم الامت کا وکیل ہونے کی حیثیت سے اپنا مخاطب تسلیم کر لیا۔ اور مجھ سے مناظرہ کرنے کے لئے مولوی حشمت علی صاحب کو اپنی طرف سے وکیل بھی نامزد کر دیا اور مجھ کو اس کی تحریر بھی دے دی جو میرے پاس بحمد اللہ محفوظ ہے۔ لہذا یہ عذر تو ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔

رہا یہ کہ وہ آپ کی جماعت کے سب سے بڑے بزرگ ہیں تو ہوا کریں میں اپنی جماعت کا ایک ادنیٰ خادم ہوں اور سب سے چھوٹا ہوں مگر میری جماعت نے آپ کے سب سے بزرگ کے مقابلہ کے لئے میرا انتخاب کیا ہے اس لئے مجھ کو ان سے مخاطبہ کا جائز حق حاصل ہے۔ پھر جیسے کچھ وہ بزرگ ہیں میں خوب جانتا ہوں۔ میں ان کی ہسٹری سے اچھی طرح واقف ہوں۔ مجھے بدایوں کے رنگین واقعات بھی معلوم ہیں ؎ من خوب مے شناسم پیران پارسا را "

مگر افسوس یہ ہے کہ مقابلہ میں وہ خود موجود نہیں ہیں ان کی عدم موجودگی میں ان کی رنگین زندگی کا تذکرہ میں کچھ اچھا نہیں سمجھتا ؎

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز
ورنہ در مجلس رنداں خبرے نیست کہ نیست

آپ نے گوپی چند کے اعتراضات کو معقول بتلا کر جو کفر کی حمایت کی تھی اس کی دار و گیر سے بچنے اور خلط مبحث کرنے کے لئے تقویۃ الایمان کے حوالے سے چند عبارتیں نہایت شرمناک خیانت اور ناجائز قطع و برید کر کے آپ نے پیش

---

[1] ملاحظہ ہو صفحہ

پیش کیں، لیکن جب میں نے حضرت شہید رح کی طرف سے خود آپ کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان صاحب کو گواہی میں پیش کر دیا اور حضرت شہید مرحوم کے کافر نہ ہونے کے متعلق "تمہید ایمان" سے خان صاحب کا فیصلہ پڑھ کر سنا دیا تو کمال حیاداری کے ساتھ آپ فرماتے ہیں کہ "یہ بالکل جھوٹ ہے کہ اعلیٰ حضرت اسمٰعیل دہلوی کو کافر نہیں کہتے تھے" انا للہ وانا الیہ راجعون۔ سچ ہے۔ ۔۔۔۔ "بے حیا باش وہر چہ خواہی کن"۔

حاضرین کرام! پھر شہید مرحوم کے متعلق مولوی احمد رضا خان صاحب کا فیصلہ سنیں اور مولوی سردار احمد صاحب کی حیاداری کی داد دیں۔ (اس کے بعد مولانا نے تمہید صفحہ ۴۴ و صفحہ ۴۳ سے پھر وہی دونوں عبارتیں، پڑھ کر سنائیں جو اس سے پہلے مولانا سنا چکے تھے۔ جن میں صاف تصریح ہے کہ "میں امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی کے کفر پر حکم نہیں کرتا" اور علماء محتاطین ان کو کافر نہ کہیں، یہی ٹھیک ہے اور اسی میں سلامتی ہے" ان دونوں عبارتوں کو پڑھنے کے بعد مولانا نے فرمایا کہ) حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مولوی احمد رضا خان صاحب کا یہ کھلا فیصلہ ہے اور سیدھی سادی اردو زبان میں ہے۔ مگر مولوی سردار احمد صاحب فرماتے ہیں کہ ان عبارتوں کا تو نے مطلب نہیں سمجھا۔ ان کا صحیح مطلب اعلیٰ حضرت نے "الموت الاحمر" میں لکھا ہے۔

ماشاء اللہ یہ بھی آپ کی ایک نئی ادا ہے۔ جس بات کا جواب نہ آیا بس اس کے متعلق کہہ دیا کہ اس کا جواب فلاں کتاب میں دیکھ لو ہمارے اعلیٰ حضرت نے اس کے جواب میں ایڈی ایڈی موٹی کتابیں لکھ دی ہیں۔ حضرت! اگر ایسا ہی مناظرہ کرنا تھا تو یہاں تشریف ہی کیوں لائے تھے گھر ہی سے کہلا بھیجا ہوتا کہ ہمارے اعلیٰ حضرت کے فلانے فلانے رسالے دیکھ لو ان میں تمہاری سب باتوں کے جواب لکھے ہوئے ہیں۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ آپ سمجھے تھے کہ مناظرہ کرنا بھی تعویذ گنڈے کرنا یا مولود پڑھنا ہے۔ منظور ہے مناظرہ کر کے ہم بھی مناظر مشہور ہو جائیں گے یہ خبر نہ تھی کہ وہاں جا کر آیا اولیا بھی بھول جائے گا۔

اب تو آپ جی جی میں مولوی حامد رضا خان صاحب کو خوب کوس رہے ہوں گے کہ مجھے کس مصیبت میں ڈال دیا۔

اس کشمکشِ دام سے کیا کام تھا مجھے

اے الفتِ چمن ترا خانہ خراب ہو!

مگر بات یہ ہے کہ آپ ان کے ملازم ہیں نوکری کے پیسے حلال کرتے ہیں۔ آپ نے بڑے زور کے ساتھ یہ بھی فرمایا

ہے کہ اعلیٰ حضرت نے "الکوکبتہ الشہابیہ" میں مولانا شہید رح کو کافر لکھا ہے"۔ اگر یہ بات آپ کسی ایسے شخص کے سامنے کہتے جس نے "کوکبہ شہابیہ" نہ دیکھی ہوتی تو وہ شاید آپ کے دھوکہ میں آ جاتا۔ لیکن آپ اس کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں جس نے آپ سے زیادہ آپ کے اعلیٰ حضرت کی کتابوں کو کھنگالا ہے ؎

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں

کیں جا ہمیشہ باد بدست است دام را

سنئے! اسی کوکبۂ شہابیہ کے آخر میں مولوی احمد رضا خان صاحب نے صاف لکھ دیا ہے کہ مذہب مختار یہی ہے کہ شہید مرحوم کو کافر کہا جائے۔ اس کے آخری صفحہ پر خان صاحب کی یہ عبارت ملاحظہ ہو۔

"ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار سے کفِّ لسان (یعنی کافر کہنے سے زبان روکنا) ماخوذ و مختار و مرضی و مناسب" واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم"

انہی الفاظ پر "الکوکبتہ الشہابیہ" ختم ہے۔

دیکھی آپ نے حضرت شہید مرحوم کی زندہ کرامت۔ کہ جس کتاب کو آپ نے ان کے کفر کی دستاویز سمجھا تھا اسی سے ان کا اسلام ثابت ہو گیا۔ بہرحال حضرت شہید مرحوم تو فی الحقیقت اور آپ کے اعلیٰ حضرت کے بیانات سے مسلمان رہے لیکن اب ذرا اپنے اعلیٰ حضرت کی خبر لیجئے وہ کہاں پہنچے؟

یہ تو نہایت صفائی کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب "شہید مرحوم کو کافر نہیں کہتے" اور یہ بھی میں خان صاحب ہی کی تصریحات سے ثابت کر چکا ہوں کہ جو شخص حضورؐ کی توہین کرے اس کو کافر نہ کہنے والا بھی باجماع مسلمین کافر ہے: اور آپ کے نزدیک مولانا شہید علیہ الرحمۃ نے معاذ اللہ حضورؐ کی توہین کی بلکہ انہوں نے ہی توہین نبوی کا دروازہ کھولا، لہٰذا مولوی احمد رضا خان صاحب کسی دوسرے کے نزدیک کافر ہوں یا نہ ہوں لیکن آپ کے نزدیک حضرت مرحوم شہید کو کافر نہ کہنے کی وجہ سے ضرور بالضرور کافر ہوئے اور اگر آپ ان کو کافر نہ مانیں تو انہیں کے

ؔ بلکہ خود مولوی احمد رضا خان صاحب نے بھی کوکبہ ص ۳۱ و ۴۳ پر اس کی تصریح کی ہے۔ لہٰذا وہ خود اپنے اقرار سے کافر ہوئے۔ اس بحث کی پوری تفصیل "آئینۂ رضاخانیت" میں ملاحظہ ہو۔

اصول سے آپ بھی کافر ہوئے۔

دیکھی آپ نے حضرت شہید ملت اور حضرت حکیم الامت کی کرامت۔ آپ ان کو کافر ثابت کرنا چاہتے تھے اور خود مع اپنے اعلیٰ حضرت کے اقراری کفر کی دل دل میں پھنس گئے۔ دیکھا آپ نے مجرم یوں اپنے اقرار سے پکڑے جاتے ہیں۔ اصلی کافروں کا کفر اس طرح ثابت ہوتا ہے۔ مناظرہ اس کو کہتے ہیں کہ "جو وار ہو جگر سے پار ہو"

کیا ہے کوئی بدعت کا فرزند کہ حضرت شہید رح کو کافر کہنے کے ساتھ مولوی احمد رضا خان صاحب کو ادنیٰ درجہ کا مسلمان ثابت کر سکے؟ "اذن عام ہے آئے جس کا جی چاہے"

آپ نے اس مرتبہ مجھ سے حفظ الایمان کے مضمون کا ثبوت قرآن عزیز سے مانگا ہے۔ جزاک اللہ۔ اب ذرا حاضر حواس ہو کر قرآن عزیز سے ثبوت سنئے۔ یہ میں پہلے بتلا چکا ہوں کہ حفظ الایمان کے اس مضمون کی بنیاد دو چیزوں پر ہے اور وہی درحقیقت حضرت مولانا تھانوی کی اس دلیل کے دو اہم جزو ہیں۔

۱: ایک یہ کہ مطلق بعض غیوب کا علم عام انسانوں بلکہ حیوانوں کو بھی ہے۔

۲: اور دوسرے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم نہیں تھا۔

۱ پہلی بات کا ثبوت قرآن عزیز سے سنئے۔

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ   "تمام چیزیں اللہ کی تسبیح اور اس کی حمد کرتی ہیں۔ مگر
وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ۔ بنی اسرائیل ع ۵   تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور اس کی تسبیح و تقدیس کرتی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کی حمد وثنا اور تسبیح و تقدیس بغیر خدا کی معرفت کے ممکن نہیں۔ لہٰذا اس آیت سے ضمناً یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کائنات کی ہر چیز کو خدا تعالےٰ اور اس کی صفات قدسیہ کا علم ہے۔ اور یہ میں آپ کے اعلیٰ حضرت کی تصریح سے ثابت کر چکا ہوں کہ حق تعالےٰ عزاسمہ اور اس کی صفات غیب سے ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ تمام کائنات حتیٰ کہ نباتات و جمادات کو بھی مطلق بعض غیوب کا علم حاصل ہے۔ اور یہی حفظ الایمان کی عبارت کا پہلا اہم جزو ہے۔

دوسرا جزو یہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم نہ ہونا دلائل نقلیہ و عقلیہ سے ثابت ہے۔ اس کا ثبوت بھی قرآن کریم سے سنئے۔

پہلی آیت۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ ؕ (سورۃ انعام رکوع ۵)

(اے ہمارے رسولؐ) آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدائے تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ میں تمام غیبوں کو جانتا ہوں، اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔"

دوسری آیت۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ۔ (اعراف، ع ۲۳)

آپ فرما دیجئے کہ میں اپنی ذات خاص کے لئے بھی کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا۔ لیکن جو خدا چاہے، اور اگر میں تمام غیبوں کو جانتا تو میں بہت سے منافع حاصل کرلیتا اور کوئی برائی مجھے نہ چھوتی۔"

تیسری آیت۔

قُلْ اِنَّمَا الْغَیْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ ۔ (یونس ع ۲)

آپ فرما دیجئے کہ سب غیب (کا علم) خدا ہی کے لئے ہے سو تم منتظر رہو، میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔"

چوتھی آیت۔

وَلِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَیْهِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ ۔ (پ ۱۲ - ہود)

اور آسمان و زمین کے سب غیوب کا علم بس خدا ہی کو ہے، اور تمام امور اسی کی طرف لوٹیں گے۔"

پانچویں آیت۔

لَهٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ۔ (کہف ع ۴)

صرف اسی کو ہے آسمان و زمین کے کل غیب کا علم، وہ کس قدر بصیر اور کتنا سمیع ہے۔

چھٹی آیت۔

وَلِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اور آسمان و زمین کی تمام پوشیدہ باتیں اللہ ہی کو

وَمَا اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ۔ (سورہ نحل ع ۱۱) معلوم ہیں۔ اور قیامت کا معاملہ بس ایسا ہو گا جیسے آنکھ جھپکنا، بلکہ اس سے بھی جلدی "

یہ چھ آیتیں ہیں جو بیانگ دہل اعلان کر رہی ہیں کہ کل غیوب کا علم صرف حق تبارک وتعالےٰ کو ہے مخلوق میں کسی کو حاصل نہیں۔

وقت کے ختم ہو جانے کی وجہ سے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ بعد میں انشاء اللہ اور آیات بھی پیش کروں گا۔ آپ نے قرآن کریم سے ثبوت طلب کرکے حق وصداقت کے ساز کے اس تار کو چھیڑ دیا ہے جواب کم از کم ایک سو آیات پیش کرکے دم لے گا۔ واللہ ولی التوفیق۔

مولوی سردار احمد صاحب

مولوی صاحب! آپ آیتیں پڑھ پڑھ کر لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ یہاں کوئی آپ کے دھوکہ میں نہیں آئے گا۔

قادیانی بھی جب جواب سے عاجز آتے ہیں تو آیتیں ہی پڑھا کرتے ہیں۔ رام چندر آریہ بھی مناظرہ میں قرآن شریف پڑھا کرتا ہے۔ ایسے ہی آپ بھی قرآن شریف پڑھ پڑھ کر مسلمانوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ تبلائیے کہ ان آیتوں میں سے کس آیت کا ترجمہ ہے حفظ الایمان کی عبارت۔ آپ کے پاس مولوی اشرف علی کے ترجمہ کا قرآن شریف ہوگا۔ آپ اسی میں دکھلا دیجئے کہ انہوں نے کسی آیت کے ترجمہ میں حفظ الایمان والی عبارت لکھی ہو۔ بھلا قرآن مجید میں یہ گستاخانہ مضمون ہو سکتا ہے؟ وہ تو بھرا پڑا ہے حضورؐ کی مدح سے۔ اس میں تو جا بجا حضور اقدس کی تعریفیں ہیں۔ حضور کے علم غیب کے متعلق اس کا بیان یہ ہے

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۔

اور اے محبوب ہم نے تم کو وہ تمام غیب کی باتیں سکھلائیں جو تم نہیں جانتے تھے "

دیکھئے اس سے حضورؐ کا علم غیب کیسا صاف ثابت ہوتا ہے۔ اور یہی ایک کیا ایسی ایسی سینکڑوں ہزاروں آیتیں حضورؐ کی مدح میں موجود ہیں، وہ تو حضورؐ کے کمالات کا خطبہ دیتا ہے پھر آپ تھانوی صاحب کی گالیوں کا ثبوت بھلا قرآن پاک سے کس طرح دے سکتے ہیں۔ کیا دیوبندی دھرم میں قرآن بھی حضورؐ کی توہین کرتا ہے۔

مولوی صاحب! آپ قرآن کی آیتیں پڑھ پڑھ کر میرے پنجے سے چھوٹ نہیں سکتے، میں کڑا کڑا پنجابی ہوں۔

آپ کو یا تو حفظ الایمان کے کفری مضمون سے توبہ کرنی ہوگی یا اس کا ثبوت دینا ہوگا۔ آپ ایسی بے محل بے موقع آیتیں مت پڑھئے۔ آپ سو نہیں ایک ہی آیت ایسی پیش کر دیجئے جس سے حفظ الایمان کا مضمون ثابت ہوتا ہو۔ اور بس تھانوی صاحب ہی کے ترجمہ میں دکھلا دیجئے میں اسی کو مان لوں گا۔ آپ ادھر ادھر مت بھاگئے قاعدہ میں مناظرہ کیجئے، میں نے تو سنا تھا کہ آپ بہت بڑے مناظر ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اصول مناظرہ کی ایک کتاب بھی نہیں پڑھی ہے۔

مولوی صاحب! یہاں وعظ کہنے اور آیتیں پڑھنے سے کام نہیں چلے گا، آپ کو حفظ الایمان کے ملعون مضمون کا ثبوت قرآن سے دینا ہوگا یا توبہ کرنی ہوگی، اس کے بغیر آپ کو نہیں چھوڑا جائے گا۔ حاضرین حفظ الایمان کی اس ملعون کفری عبارت کو پھر سن لیں وہ یہ ہے۔

(اس کے بعد مولوی سردار احمد صاحب نے پھر حفظ الایمان کی عبارت پڑھی اور اس کے متعلق تقریباً وہی تقریر کی جو اس سے پہلے بارہا کر چکے تھے۔ مرتب)

مولانا محمد منظور صاحب

معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت شرافت اور غیرت کا جوہر تقسیم ہو رہا تھا اس وقت آپ کہیں سو رہے تھے۔ حاضرین دیکھ رہے ہیں، اور آپ کا دل جانتا ہے کہ اس وقت آپ کس مصیبت میں ہیں۔ لیکن اس کے باوجود آپ بار بار مجھ سے فرماتے ہیں کہ "میں آپ کو چھوڑوں گا نہیں، آپ میرے پنجے سے نکل نہیں سکتے"

اس وقت آپ کی مثال بالکل اس مچھلی کی سی ہے جو کسی شکاری کے جال میں پھنس گئی تھی۔ پہلے بہت کچھ تڑپی پھڑکی مگر جب رہائی سے مایوس ہوگئی تو نہایت شوخ چشمی سے شکاری سے کہنے لگی کہ "تو ہزار کوشش کر مگر میں تیرے جال کو چھوڑ نہیں سکتی، تو اب میرے قبضہ سے نکل نہیں سکتا، میں اب تیرے گھر تک جاؤں گی اور تیرا پیچھا نہیں چھوڑوں گی"، شکاری اس کی ان باتوں پر ہنستا تھا۔ اسی طرح مجھے بھی آپ کی ان باتوں پر ہنسی آتی ہے۔

اس مرتبہ آپ نے پھر حفظ الایمان کی عبارت پڑھی ہے اور اس کے متعلق وہی گہر افشانی فرمائی ہے جس کا جواب میں بارہا دے چکا، میرے پاس اتنا بے کار وقت نہیں کہ میں ایک ہی بات کو بار بار دہراتے جاؤں۔ آپ کو اگر کچھ اور یاد نہیں ہے تو آپ مجبور ہیں۔

میں نے حفظ الایمان کے مضمون کی تائید میں اب تک سات آیتیں پیش کی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ بتلاؤ کہ حفظ الایمان کی عبارت کس آیت کا ترجمہ ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کسی علمی حلقہ میں بیٹھنا بھی نصیب نہیں ہوا ہے۔ میرا یہ دعویٰ نہیں کہ حفظ الایمان کی عبارت کسی آیت کا بعینہ ترجمہ ہے۔ بلکہ میرا مدعا صرف یہ ہے کہ اس کا مضمون نص قرآن کریم سے ثابت ہے۔ میں ثابت کر رہا ہوں سات آیتیں پیش کر چکا اور اب اور پیش کروں گا۔ آپ سے ہو سکے تو رد کیجئے۔ اور ثابت کیجئے کہ ان سے حفظ الایمان کا مضمون ثابت نہیں ہوتا۔

میں نے عرض کیا تھا کہ حفظ الایمان کے زیر بحث مضمون کے دو اہم عنصر ہیں۔ ایک یہ کہ مطلق بعض غیوب کا علم (یعنی کسی دکسی غیب کی چیز کا علم) عام انسانوں بلکہ حیوانات بلکہ نباتات اور جمادات کو بھی ہے۔ اور دوسرا یہ کہ، جمیع غیوب کا علم حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں تھا۔ پہلے جُز کے ثبوت میں ایک آیت اور دوسرے کے ثبوت میں چھ صاف صریح آیتیں میں پیش کر چکا ہوں۔ اب اس سلسلہ کی دوسری آیتیں سنئے۔

ساتویں آیت۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ۔ (سورۂ انعام ۶، ۵۹) — اسی کے علم میں ہیں مفاتح الغیب، نہیں جانتا ان کو اس کے سوا کوئی۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مفاتح الغیب" جن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ پانچ چیزیں ہیں جو سورۂ لقمان کی آخری آیت میں مذکور ہیں۔ یعنی (۱) قیامت کا وقت مخصوص۔ (۲) بارش کا ٹھیک وقت کہ کب نازل ہوگی۔ (۳) مافی الارحام۔ (۴) مستقبل کے واقعات۔ (۵) موت کا صحیح مقام۔ اس کے بعد سورۂ لقمان کی وہ آیت بھی سنئے۔

آٹھویں آیت۔

إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللّٰهَ — بتحقیق اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم، اور وہی نازل کرتا ہے بارش کو (یعنی یہ بھی اسی کے علم میں ہوتا ہے کہ بارش کب ہوگی) اور وہی جانتا ہے جو کچھ مادہ کے رحم میں ہوتا ہے، اور کوئی نہیں جانتا کہ کل وہ کیا

عَلِيۡمٌ خَبِيۡرٌ ۔ (لقمان رکوع آخر) کیا کرے گا، اور کسی کو خبر نہیں کہ وہ کہاں مرے گا۔ بتحقیق اللہ تعالیٰ ہی جاننے والا اور خبردار ہے"

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

خمس من الغیب استاثر بھن اللہ فلم یطلع علیھن ملکا مقربا ولا نبیًّا مرسلاً۔ (تفسیر ابن کثیر)

"یہ پانچ چیزیں غیب کی وہ ہیں کہ ان کو حق تعالیٰ علام الغیوب نے اپنے لئے خاص کر لیا ہے۔ ان کی اطلاع نہ کسی مقرب فرشتہ کو دی ہے نہ کسی نبی و رسول کو"

نویں آیت۔

قُلۡ لَّا يَعۡلَمُ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ الۡغَيۡبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشۡعُرُوۡنَ اَيَّانَ يُبۡعَثُوۡنَ ۔ (نمل۔ ع ۵)

(اے ہمارے رسول) آپ فرما دیجئے کہ جتنی مخلوقات بھی زمین و آسمان میں موجود ہے (یعنی جن و انس اور فرشتے) کوئی بھی تمام غیب کو نہیں جانتا مگر اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اس زمین و آسمان کی مخلوقات کو خبر نہیں کہ وہ کب دوبارہ زندہ کئے جائیں گے یعنی کسی مخلوق کو قیامت کا وقت معلوم نہیں"

دسویں آیت۔

وَعِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ۔ (زخرف ع ۶)

بس اللہ ہی کو ہے قیامت کا علم اور تم سب اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے"

"تِلۡكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ" یہ دس آیتیں ہیں جن سے نہایت صفائی کے ساتھ معلوم ہو رہا ہے کہ کل غیوب کا علم حق تعالےٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ نہ حضور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ کسی دوسری مخلوق کو۔ اور یہی حفظ الایمان کے مضمون کا دوسرا عنصر تھا۔

رہا آپ کا یہ فرمانا کہ قرآن عزیز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح ہے یہ بالکل ٹھیک ہے بے شک قرآن عزیز نے بہت سے مقامات پر کمالات بیان فرمائے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ لیکن ساتھ ہی وہ یہ بھی بتلاتا

ہے کہ نہ آپ خدا ہیں نہ صفاتِ خداوندی میں شریک ، نہ خزائن قدرت کے مالک و مختار ، نہ آپ کو تمام غیوب کا علم ہے۔ لیکن چونکہ ایسا کہنا آپ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و تنقیص ہے اس لئے آپ کے اصول پر قرآن پاک میں (معاذاللہ) ضرور حضور کی توہین ہے۔

آپ نے اس تقریر میں ایک آیت بھی پیش کی ہے اس آیت بلکہ قرآنِ پاک کی ہر ہر آیت پر ہمارا ایمان ہے لیکن کل غیب کے علم کا ثبوت اس سے قیامت تک نہیں نکل سکتا ، اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ " ہم نے آپ کو وہ علوم دیئے جو آپ نہیں جانتے تھے "۔

سو بے شک حق تعالیٰ نے لاکھوں بلکہ کروڑوں علوم عالیہ کاملہ حضور کو ایسے عطا فرمائیے جو آپ کو پہلے سے معلوم نہ تھے بلکہ حضور کے تمام علوم شریفہ ایسے ہی تھے۔ آپ کے متعلق قرآن عزیز کا بیان ہے -

مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتٰبُ — اے محبوب تم تو پہلے یہ بھی نہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے

وَلَا الْاِيْمَانُ (الشوریٰ، ۵۲) — اور ایمان کیا چیز ہے۔

بہر حال حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہمارے آقا و مولاہ کو بے حد وشمار علوم عطا فرمائے لیکن اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ اب خدا کے خزانہ غیب میں کچھ بھی باقی نہیں رہا ، نہ اس آیت میں یہ مذکور ہے۔ بہر حال اس آیت اور ایسی تمام آیتوں پر ہمارا ایمان ہے لیکن ان سے کل غیب کا علم قیامت تک بھی ثابت نہیں ہو سکتا اور حفظ الایمان میں کل غیب کے علم کو ہی دلائل نقلیہ وعقلیہ سے باطل کہا گیا ہے۔

آپ نے ایک آیت پیش کی تھی اس کا جواب میں عرض کر چکا۔ میں نے اس وقت تک گیارہ آیتیں پیش کی ہیں ان کا جواب دیجئے، صرف یہ کہہ دینے سے کام نہیں چلتا کہ قرآن قادیانی بھی پڑھا کرتے ہیں اور آریہ بھی۔

اور جناب آپ نے اپنے اعلیٰ حضرت کے کفر کو تو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ ذرا سنئے ! خان صاحب کی روح اپنی قبر میں سے آواز دے رہی ہے کہ مجھے اس کفر کی دلدل سے نکالو ! خدارا اس کی کچھ تو سنو، کچھ تو ان کے نمک کا حق ادا کرو۔

اور غضب یہ ہے کہ میں ان کو کافر نہیں کہہ رہا وہ خود آپ کے اصول پر کافر ٹھہرتے ہیں۔

مسلمانانِ بریلی ذرا اس پہلو پر بھی غور فرمائیں کہ اس مناظرہ میں حضرت حکیم الامت پر کفر کا دعویٰ کیا گیا مگر الحمد للہ ان کے وکیل نے ان کو بری کر کے دکھلایا۔ اور ثابت کر دیا کہ ان کی عبارت بے داغ ہے۔ اور اس کی تائید

قرآن کریم کر رہا ہے۔ مگر اسی سلسلہ میں جب مولوی احمد رضا خان صاحب اپنے ہی تیار کیے ہوئے کفر کے جال میں پھنس گئے تو اب کوئی ان کا روحانی یا صلبی فرزند ان کے نکالنے کے لئے تیار نہیں "کردنی خویش آمدنی پیش" اسی کو کہتے ہیں۔

مولوی سردار احمد صاحب

حضرات! آپ دیکھ رہے ہیں کہ مولوی منظور صاحب میری باتوں کا جواب نہیں دیتے۔ بس مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے آیتیں پڑھے جاتے ہیں۔ مولوی صاحب! یہاں کوئی مسلمان آپ کی ان چالوں میں نہیں آسکتا۔ آپ تھانوی صاحب کی گستاخیوں اور سڑی گالیوں کا ثبوت قرآن سے دینا چاہتے ہیں ہم سب مسلمانوں کا ایمان ہے کہ قرآن میں کہیں حضور اقدس ﷺ کی توہین نہیں۔ قرآن تو ہر ہر صفحہ میں خطبہ پڑھ رہا ہے حضور سراپا نور ﷺ کے مدائح کریمہ کا۔ قادیانیوں کی طرح آیتیں پڑھنے سے آپ کا پیچھا نہیں چھوٹ سکتا۔ آپ تھانوی صاحب کے کفر کا جواب دیجئے یا کھلے لفظوں میں توہین کا اقرار کرکے توبہ کیجئے میں آپکو اپنے آگے سے ہٹنے نہیں دوں گا۔ آپ بڑے چالاک ہیں لیکن کسی پنجابی سے آپ کا واسطہ نہیں پڑا۔ آپ بتلایئے کہ تھانوی صاحب کی کفری عبارت کس آیت کا ترجمہ ہے، آپ تھانوی صاحب ہی کے ترجمہ سے ثابت کر دیجئے مگر میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آپ قیامت ثابت نہیں کر سکیں گے ؎

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

مولوی صاحب! آپ کو بتلانا پڑے گا کہ تھانوی صاحب کی یہ کفری عبارت کہ

"اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو ہر زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے"

کس آیت کا ترجمہ ہے؟ آپ بتلایئے کہ قرآن شریف کی کس آیت میں کہا گیا ہے کہ حضور ﷺ کا سا علم، ہر گدھے، کتے، ہر سور، بندر، ہر چوہے، بلی ہر مچھر، پسو ہر کیڑے مکوڑے اور ہر کتیا کتا اور ہر بچھیا، بچھا کو حاصل ہے۔ آپ ذرا ایک آیت سے تو اس کو ثابت کر دیجئے؟

اس کے بعد میں حضور ﷺ کے علم غیب کے ثبوت میں ایک آیت کریمہ اور پڑھ کر سناتا ہوں۔ قرآن شریف میں

ارشاد ہوتا ہے ۔ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ اور اے محبوب ہم نے تم پر ایک ایسی کتاب مبین نازل کی ہے جس میں ہر چیز کا کھلا بیان ہے "

دیکھئے اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک میں غیب و شہادت کی ہر چیز کا بیان ہے اور جب حضور ؐ پر وہ نازل ہوا تو اس کے ذریعے سے حضور ؐ کو بھی تمام باتوں کا علم ہو گیا ۔ دیکھا آپ نے قرآن شریف کس طرح حضور ؐ کے علم غیب کا ثبوت دے رہا ہے ۔ مگر دیکھنے کے لئے ایمان کی آنکھ چاہئے اور وہ دیوبندیوں وہابیوں کو کہاں نصیب "

○

مولوی سردار احمد صاحب کی اس تقریر پر مجلس مناظرہ ختم ہو گئی ۔ آج کے مناظرہ کی کیفیت خصوصیت کیساتھ قابل دید تھی جو احاطۂ تحریر میں نہیں آسکتی ، حق کا غلبہ بہت نمایاں تھا اور پبلک اس کو محسوس کر رہی تھی کہ فریقین میں شیر و بکری کا بھی تناسب نہیں ہے ۔ حتیٰ کہ مولوی سردار احمد صاحب اور ان کے ساتھ کے تمام مقامی و بیرونی علماء کے چہروں بشروں سے بھی یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ ان کے دل کس قدر پژمردہ ہیں ۔ پھر اسی نحوست زدہ اور افسردہ منہ سے مولوی سردار صاحب کی تعلیاں اور بھی زیادہ لطف پیدا کر رہی تھیں اور درحقیقت اسی چیز نے ان کو اس پر مجبور کیا کہ کسی حیلہ بہانے سے مناظرہ درہم برہم کیا جائے چنانچہ اگلے دن انہوں نے کر ہی دیا ۔

○

مُناظرہ، کا چوتھا دِن

مولانا محمد منظور صاحب

(بعد خطبہ مسنونہ) رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي

حضرات گرامی! حفظ الایمان کی عبارت پر اس مناظرہ کا آغاز ہوا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس وقت تک جو کارروائی ہوئی ہے آپ حضرات اس پر ایک سرسری نظر ڈال لیں۔

مولوی سردار احمد صاحب کا اعتراض یہ تھا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے اور حضور ؐ کے علم شریف کو جانوروں اور پاگلوں کے برابر تبلایا گیا ہے۔ اور اس اعتراض کی بنیاد "ایسا" کے لفظ پر تھی۔

میں نے آپ کے اس اعتراض کا بحمد اللہ کافی شافی جواب دیا۔ اور ثابت کر دیا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں توہین کا شائبہ بھی نہیں، اور اس میں زید و عمرو اور صبیان و مجانین اور حیوانات و بہائم کے لئے مطلق بعض غیب کا علم تسلیم کیا گیا ہے نہ کہ وہ علم جو واقع میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے "

——— ۱: مولوی سردار احمد صاحب بار بار حفظ الایمان کی عبارت کا مطلب بیان کرتے ہوئے "جیسا" کا لفظ بولتے تھے کہ "جیسا" علم غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا علم غیب تو ہر زید و عمر وغیرہ کو حاصل ہے۔

میں نے ان سے مطالبہ کیا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں یہ "جیسا" کا لفظ کہاں ہے؟ تو اس کے جواب میں انھوں نے فرمایا کہ لفظوں میں مذکور تو نہیں مگر محذوف اور مقدر ہے۔" مگر جب میں نے ان کی اس لغوبات کا زبردست رَدّ کیا تو وہ اس کا کوئی جواب نہ دے سکے۔

—— ۲ : اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ " ایسا " اگر بغیر جیسا کے ہو جب بھی وہ تشبیہ ہی کے لئے آتا ہے۔ میں نے ان کی اس بات کا بھی مدلل رد کیا۔ اور بحمد اللہ محاورات اور لغت سے ثابت کر دکھایا کہ " ایسا " بغیر جیسا کے تشبیہ کے علاوہ دوسرے معانی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ پھر اس کا وہ کوئی جواب نہ دے سکے۔

—— ۳ : میں نے ثابت کیا کہ حفظ الایمان میں لفظ " ایسا " سے مطلق بعض علوم غیبیہ مراد ہیں۔ اور اس کی دو صورتیں بیان کیں۔ ایک یہ کہ " ایسا " کو بلا تشبیہ کے " اتنا " کے معنی میں لیا جاوے، جیسا کہ شاعر کے اس شعر میں ہے ؎

اُس بادہ کش کا جسم ہے ایسا لطیف و صاف
زنار پر گمان ہے موج شراب کا

یا اُس کو " یہ " کے معنے میں لیا جاوے۔ اور ثابت کیا کہ " ایسا " یہ کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ مگر مولوی سردار احمد صاحب ان میں سے کسی بات کو رد نہ کر سکے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

—— ۴ : مولوی سردار احمد صاحب نے مولانا تھانوی کے متعلق ایک مثال پیش کی کہ " ان کو عالم کیوں کہا جاتا ہے، کل علم کی وجہ سے یا بعض علم کی وجہ سے الخ " میں نے اُس میں اور حفظ الایمان کی عبارت میں کھلا فرق دکھلایا کہ کسی ذی علم شخص کو عرفاً اور شرعاً عالم کہنا درست ہے۔ اور " عالم الغیب " کہنا نادرست۔ لہذا عالم الغیب کی مثال عالم سے نہیں دی جاسکتی۔ مولوی سردار صاحب اس کو بھی رد نہ کر سکے۔

—— ۵ : پھر میں نے بتلایا کہ اس کی صحیح مثال رازق، اور رب العالمین کا لفظ ہے، ان کا اطلاق بھی مخلوق پر نہیں ہوتا اور اگر ان الفاظ میں حفظ الایمان کی تقریر کی جائے تو توہین نہیں لازم آتی۔ اسی طرح " عالم الغیب " کے متعلق جب " ایسا " کلام کیا جاوے گا تو توہین نہیں ہوگی۔

—— ۶ : اس کے بعد آپ نے " قادر " کی مثال پیش کی، اس کا جواب بھی نہایت شافی دے دیا گیا اور بتلا دیا گیا

ؔ چنانچہ شاعر کہتا ہے ؎

وصل بت خود سر کی تمنا نہ کریں گے ❊ ہاں ہاں نہ کریں گے کبھی ایسا نہ کریں گے

کو چونکہ حق تعالیٰ کو "قادر" کہا جاتا ہے۔ اس لئے اگر اس میں یہ تقریر جاری کی جائے تو استخفاف لازم آئے گا۔ اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو "عالم الغیب" نہیں کہا جاتا۔ اس لئے اگر اس میں یہ تقریر کی جائے تو کوئی قباحت نہیں۔ آپ اس کا بھی کوئی جواب نہ دے سکے۔

——۷ ، ۸ : پھر آپ نے خلط مبحث کرنے کے لئے حضرت مولانا تھانوی مدظلہٗ کے متعلق دو خوابوں کا ذکر چھیڑا۔ لیکن جب میں نے اس میں آپ کی خیانت پکڑی اور آپ کے افتراء کا پرزور رَد کیا تو آپ اس کو بالکل ہی بھول گئے۔ اور اس کے بعد آپ نے ان خوابوں کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

——۹ : لغایت۔

——۲۰ : پھر میں نے حفظ الایمان کی اس عبارت کے متعلق آپ سے بارہ سوال کئے، آپ نے قسم کھانے کو بھی ان کا جواب نہیں دیا۔

——۲۱ : پھر میں نے بتلایا کہ حفظ الایمان کی عبارت کے جس حصہ پر آپ کو اعتراض ہے اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ مطلق بعض غیوب کا علم عام انسانوں بلکہ حیوانوں کو بھی حاصل ہے اور اس کا اعتراف خود آپ کے اعلیٰ حضرت کو بھی ہے۔ پھر میں نے اس کے ثبوت میں ان کی مشہور کتاب "الدولۃ المکیہ" اور "ملفوظات" سے کئی عبارتیں پیش کیں ان کا بھی آپ کوئی جواب نہ دے سکے۔

——۲۲ : پھر آپ نے خلط مبحث کرنے کے لئے حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کچھ عبارتوں کے حوالے دیئے۔ لیکن جب میں نے بتلایا کہ آپ کے اعلیٰ حضرت، شہید مرحوم کو کافر نہیں کہتے، اور اس کے ثبوت میں "تمہیدِ ایمان" کی عبارات پیش کیں تو آپ اس کے سوا کچھ نہ کہہ سکے کہ "اعلیٰ حضرت نے "الکوکبۃ الشہابیہ" میں مولانا شہید کو کافر لکھا ہے۔ اور "تمہیدِ ایمان" کی عبارتوں کا مطلب اعلحضرت نے "الموت الاحمر" میں لکھ دیا" لیکن جب میں نے ثابت کیا کہ "کوکبہ شہابیہ" ہی میں آپ کے اعلیٰ حضرت نے آخری فیصلہ شہید مرحوم کے متعلق یہ لکھا ہے کہ "ان کو کافر نہ کہنا ہی مذہب مختار اور مرضی و مناسب ہے" اور بتلایا کہ تمہیدِ ایمان کی عبارتوں کا مطلب صاف ہے وہ کسی شرح کا محتاج نہیں کہ الموت الاحمر میں ان کا مطلب دیکھا جائے، اور نہ مناظرہ کا یہ اصول ہے کہ فریق مقابل کی کسی بات کے جواب میں کہا جائے کہ اس کا جواب فلاں کتاب میں لکھا ہوا ہے تم اس کو دیکھ لینا۔ تو آپ ان باتوں کا بھی کوئی جواب نہ دے سکے۔

۳۳ : آپ نے پنڈت گوپی چند کے کافرانہ اعتراضات کو معقول بتلا کر اسلام پر سخت ترین حملہ کیا ۔ اور جب میں نے آپ کو توبہ کی طرف توجہ دلائی تو اس کے جواب میں آپ نے راجپال اور نتھورام جیسے دریدہ دہن اور ننگ انسانیت گستاخوں کو بے قصور بتلایا اور ان کی گستاخیوں کا ذمہ دار ان کو نہیں بلکہ دیوبندیوں کو ٹھہرایا ، گویا اس پہلے جرم سے توبہ کرنے کی بجائے آپ نے یہ دوسرا سنگین جرم کیا اور ان دشمنانِ اسلام کی حمایت کر کے مسلمانوں کے دل دکھلائے لیکن میرے بار بار توجہ دلانے کے باوجود نہ ابھی تک آپ نے ان سنگین جرموں سے توبہ کی ، نہ گوپی چند کے اعتراضات پر مناظرہ کرنے کے لئے کوئی وقت ہی مقرر کیا ۔ لہٰذا میرا یہ مطالبہ بھی ابھی تک علیٰ حالہ قائم ہے ۔

۲۴ : لغایت ۔

۳۴ : آپ نے کل حفظ الایمان کے مضمون کا ثبوت قرآن عزیز سے طلب کیا ۔ چنانچہ میں نے اس کے مضمون کی تائید میں گیارہ آیتیں پیش کیں جن میں سے آپ نے کسی ایک کا بھی جواب نہیں دیا ۔

۳۵ : پھر آپ نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کل غیوب کا علم ثابت کرنے کے واسطے آیت کریمہ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ پیش کی ۔ میں نے اس کا صحیح مطلب بیان کیا اور ثابت کر دیا کہ اس سے کل غیب کا علم قیامت تک بھی ثابت نہیں ہو سکتا ۔ آپ اس کا بھی کوئی جواب نہ دے سکے ، گویا کل تک میرے پینتیس مطالبے آپ کے ذمہ قرض رہے ۔

۳۶ : آپ نے کل اپنی آخری تقریر میں علم غیب کے ثبوت میں آیۃ کریمہ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ بھی تلاوت فرمائی تھی ۔ اس سے بھی آپ کا مدعا ثابت نہیں ہوتا ، کیونکہ یہاں "کل شیٔ" سے صرف وہی چیزیں مراد ہیں جو دین سے متعلق ہوں اور انسان کو نجاتِ اخروی کے لئے جن کی ضرورت ہو ۔ اور اس آیت کا مطلب صرف یہ ہے کہ دین کی تمام ضروری باتیں قرآن کریم میں بیان کر دی گئی ہیں ، یہ مطلب ہرگز نہیں کہ معاذ اللہ قرآن عزیز میں ہر مکھی ، مچھر اور پھلی مینڈک کی سوانح عمری بھی درج ہے ۔ (معاذ اللہ تعالیٰ) ۔ اور میں یہ اپنی طرف سے نہیں کہتا ، بلکہ عام مفسرین نے یہی لکھا ہے ۔ اگر ضرورت ہوئی تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کے متعلق مفسرین کی وہ عبارات بھی پیش کروں گا ۔[1]

[1] (حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

۳۷ : اس کے بعد میری طرف سے ایک نئی دلیل اور سنئے۔ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ "
" اور خدا کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا "

مع اس آیت کے اب آپ کے ذمہ میرے سینتیس مطالبے ہیں۔ اگر آپ ان سب کا جواب نہ دے سکیں۔ تو میں اوپر کے سات معاف کرتا ہوں آپ صرف تیس کا جواب دے دیجئے۔ اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کم از کم اپنے اعلحضرت کے کفر کو ضرور اٹھائیں۔ آپ ان کے مدرسہ میں نوکر ہیں، ان کا نمک کھاتے ہیں، کچھ تو ان کے نمک کا حق ادا کیجئے۔ آپ نے شہید مرحوم اور حضرت حکیم الامت کیلئے جو کفر کا جال بچھایا تھا وہ بے چارے اس میں پھنس گئے اُن کو کسی طرح نکالئے میں بھی اس معاملہ میں آپ کی مدد کروں گا۔

اور ہاں گوپی چند کے اعتراضات کے معاملہ کو بھی ضرور صاف کیجئے۔ یا اپنے کلمات سے توبہ کیجئے۔ یا ان اعتراضات پر مناظرہ کرنے کے لئے وقت مقرر کیجئے۔

مولوی سردار احمد صاحب

حضرات! آپ پرسوں سے برابر دیکھ رہے ہیں کہ مولوی منظور صاحب میرے اصل اعتراض کا کوئی جواب نہیں دیتے، بے کار اِدھر اُدھر کی باتوں میں وقت گزارتے ہیں، کبھی اپنے بارہ سوالوں کا ذکر کرتے ہیں جن کو اصل مبحث سے کوئی تعلق نہیں کبھی مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے قادیانیوں کی طرح آیتیں پڑھتے ہیں۔ میں بھی اگر چاہوں تو اِدھر سے کسی حافظ کو کھڑا کر دوں وہ مولوی منظور صاحب سے بھی زیادہ آیتیں پڑھ دے گا، مگر میں بے کار باتوں میں وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ آپ نے آیتیں تو بہت سی پڑھ دیں مگر یہ آپ ابھی تک نہیں بتلا سکے کہ حفظ الایمان کی عبارت ان میں سے کس آیت کا ترجمہ ہے؟

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) ؎ چنانچہ علامہ نسفی حنفیؒ کی مشہور و مستند تفسیر مدارک التنزیل میں ہے: "تبیاناً لکل شیئ من امور الدین" یعنی قرآن عزیز میں دین کی ساری باتوں کا بیان ہے" اس کے علاوہ تفسیر جلالین ص ۲۲۲، تفسیر معالم التنزیل ص ۱۷۷، تفسیر ابو السعود ص ۳۶۴، تفسیر خازن ص ۱۲۹، تفسیر جامع البیان ص ۲۲۲، تفسیر بیضاوی ص ۲۲۲، تفسیر کبیر ص ۳۴۴ میں بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی لکھا ہے۔ اصل عبارات "صاعقہ آسمانی حصہ دوم میں درج ہیں۔ مرتب

میں پھر آپ کو چیلنج دیتا ہوں آپ بتلائیے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں جو یہ الفاظ ہیں کہ "اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ایسا علم غیب تو ہر زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے" آپ بتلائیے کہ یہ گستاخانہ الفاظ کس آیت کریمہ کا ترجمہ ہیں۔ میں آپ سے کل کہہ چکا ہوں کہ آپ تھانوی صاحب ہی کے ترجمہ قرآن میں دکھلا دیجئے۔

مولوی صاحب! قرآن شریف پڑھنے کے لئے کوئی موقعہ محل ہوتا ہے، دیکھئے فقہ کی کتابوں میں "سجدہ میں قرآن شریف پڑھنے سے منع لکھا ہے۔

آپ اپنے مطالبات گناتے ہیں بتیس ہو گئے، چھتیس ہو گئے، آپ کو معلوم نہیں کہ حفظ الایمان کی اس کفری عبارت کے متعلق اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے تین سو سوالات کتابوں میں چھپے ہوئے ہیں تین سو۔ آپ پہلے ان کا تو جواب دے دیجئے۔

آپ بار بار گوپی چند کا ذکر کرتے ہیں، میں کہہ چکا ہوں کہ گوپی چند نے یا دوسرے پنڈتوں، پادریوں نے جو حملے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر کئے ہیں ان کے ذمہ دار آپ ہی لوگ ہیں، آپ ہی لوگوں نے ان کو یہ جرأت دلائی۔ میں نے کل آپ کے امام الطائفہ دہلوی صاحب کی بہت سی عبارتیں نمونہ کے طور پر پیش کی تھیں۔ آپ سے ان کا تو کوئی جواب نہیں دیا گیا، اور اس کے بجائے آپ نے اعلیٰحضرت کے متعلق بحث شروع کر دی۔ میں کل ہی جواب دے چکا ہوں کہ اعلیٰحضرت نے خاص اسی موضوع میں "الموت الاحمر" تصنیف فرما دیا ہے۔ آپ ان سب باتوں کا جواب اس میں دیکھ لیجئے۔ آج میں آپ کے مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کی ایک توہین اور پیش کرتا ہوں۔

تذکرۃ الرشید صفحہ ۷۶ پر حاجی امداد اللہ صاحب رح کے متعلق لکھا ہے۔

> "اعلیٰحضرت نے خواب دیکھا کہ آپ کی بھاوج آپ کے مہمانوں کا کھانا پکا رہی ہیں کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کی بھاوج سے فرمایا کہ اٹھ تو اس قابل نہیں کہ امداد اللہ کے مہمانوں کا کھانا پکائے، اس کے مہمان علماء ہیں اس کے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا"

اور یہ سب کو معلوم ہے کہ حاجی امداد اللہ کے مرید بھی دیو بندی مولوی تھے، تو گویا معاذ اللہ حضور دیو بندیوں کے باورچی اور بھٹیار بن گئے۔ توبہ توبہ لاحول ولاقوۃ۔ بھلا اس سے زیادہ حضور کی اور کیا توہین ہو سکتی ہے کہ حضور

(۱) حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

کو بھٹیارہ بنا دیا گیا۔ مولوی صاحب! آپ کے پیشواؤں کی ان ہی گستاخیوں نے آریہ پنڈتوں اور عیسائیوں کو توہین کی جرأت دلائی ہے۔ مولوی صاحب میں آپ سے پھر کہتا ہوں کہ آپ بے کار باتوں کو چھوڑئیے میری اصل بات کا جواب دیجئے۔ میں آپ کو سامنے سے ہٹنے نہیں دوں گا۔ اور آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔

مولانا محمد منظور صاحب

خدا کا شکر ہے اس نے مجھے اعلاء کلمۃ الحق کی ایسی توفیق بخشی ہے کہ آپ کے ہم وطن مرزا غلام احمد قادیانی۔ بانی مرزائیت کی کفریات کا رد میں نے خاص قادیان میں پہنچ کر کیا۔ اور مولوی احمد رضا خان صاحب موجد رضاخانیت کی خرافات کا رد ان کے وطن بلکہ اس وقت خاص ان کے گھر (جامعہ رضویہ) میں گھس کے کر رہا ہوں۔ مگر کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ آپ پھر بھی یہ کہتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے کہ میں آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ سامنے سے ہٹنے نہیں دوں گا۔ درحقیقت بے حیائی بھی بڑی کرامت ہے۔

آپ مجھ سے فرماتے ہیں کہ تو نے اعلیٰ حضرت کے متعلق بحث شروع کر دی۔ حالانکہ واقعہ صرف یہ ہے کہ آپ نے غلط مبحث کرنے کے لئے حضرت شہید مرحوم کی کچھ عبارتیں پڑھیں اور دعوے کیا کہ ان میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے لہٰذا اسمٰعیل دہلوی کافر۔ میں نے حضرت شہید رح کی طرف سے بطورِ گواہ صفائی آپ کے اعلیٰ حضرت کو پیش کر دیا اور یہ بھی ثابت کر دیا کہ جو شخص حضرت شہید مرحوم کو کافر کہے اسکو آپکے اعلیٰ حضرت کے کفر کا پہلے اقرار کرنا پڑے گا۔ آپ خود ہی انصاف کیجئے کہ یہ بحث میں نے شروع کی یا آپ نے شروع کرائی؟ نہ آپ شہید مرحوم کے متعلق بحث چھیڑتے نہ مولوی احمد رضا خان صاحب کا کفر ثابت ہوتا ہے

گل و گلچیں کا گلہ بلبلِ ناشاد نہ کر
تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث

بہرحال مولوی احمد رضا خان صاحب کو اس کفر کی دلدل میں خود آپ نے پھنسایا ہے اور پھر یہ کہتے بڑے افسوس

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) ۱؎ حضرت قطب العالم حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ مہاجر مکی کو طائفہ بریلی کے مشہور مولوی عبدالسمیع صاحب رامپوری اور بریلوی مکتبِ فکر کے اکثر لوگ بھی اپنا پیشوا تسلیم کرتے ہیں جس کی تائید انکی تصانیف سے ہو سکتی ہے۔ ناشر

کی بات ہے کہ اب آپ ان کو نکالنے کی فکر بھی نہیں کرتے۔ بس یہ فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے "الموت الاحمر" میں اس کا جواب دے دیا ہے۔

جناب! اگر یہی جواب کافی ہے تو پھر اس تکلیف فرمائی اور مناظرہ کی دردسری کی کیا ضرورت تھی۔ گھر ہی سے ایک پرچہ پر لکھ کر بھیج دیا ہوتا کہ آپ کی تمام باتوں کے جواب اعلیٰ حضرت نے فلاں فلاں کتابوں میں لکھ دیئے ہیں اور اگر درحقیقت آپ کے نزدیک اعلیٰ حضرت کے وہ جوابات صحیح ہیں تو پھر میں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ آپ اس کتاب کو ہاتھ میں لے کر ایک طرف سے پڑھنا شروع کر دیجئے۔ اور جواب سنتے جایئے۔ تاکہ لوگ آپ کے اعلیٰ حضرت کی قابلیت بھی دیکھ لیں۔ بہرحال صرف یہ کہہ دینے سے کام نہیں چل سکتا کہ اس کا جواب فلاں کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

آپ نے اس مرتبہ تذکرۃ الرشید کے حوالہ سے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ کا ایک خواب بھی نقل کیا ہے، اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ معاذ اللہ اس میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو باورچی اور بھٹیارہ کہا گیا ہے (استغفر اللہ العلی العظیم)

گندی ذہنیت پر خدا کی لعنت، اس خواب سے یہ ناپاک نتیجہ تو قیامت تک بھی نہیں نکل سکتا۔ اس کی کھلی ہوئی تعبیر یہ ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین علمائے کرام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کرم ہے اور ان پر حضور ﷺ کی بارگاہ سے فیوض وبرکات اور علوم ومعارف کا فیضان ہوتا ہے۔ اور درحقیقت سارے علماء صالحین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے دسترخوانِ کرم کے خوشہ چین ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دودھ نوش فرمایا۔ اور بچا ہوا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پلا دیا۔ اور پھر خود ہی اس کی تعبیر علم سے دی۔ پس جس طرح اس خواب میں دودھ پلانے کی تعبیر علم سے دی گئی، اسی طرح حضرت حاجی صاحب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خواب میں بھی کھانے سے روحانی غذا یعنی علوم ومعارف کی تعبیر نکالی جائے گی۔ اور اشارہ اس طرف ہوگا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں جو طالبانِ معرفت آتے ہیں ان کو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے روحانی فیض پہنچتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ کہ کسی کو کھانا تیار کرنے کی وجہ سے "باورچی" یا "بھٹیارہ" کہہ دینا آپ ہی کی گندی ذہنیت ہے۔

(لہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

آپ نے اگر حدیث کی سب سے پہلی کتاب "مشکوٰۃ شریف" پڑھی ہوگی تو اس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وہ روایت بھی دیکھی ہوگی جس میں انہوں نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ حمیدہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ کان یخصف نعلہ ویحلب شاتہ یعنی میرے آقا خود ہی اپنی پاپوش مبارک کو ٹانک لیا کرتے تھے اور خود ہی اپنی بکری دودھ لیا کرتے تھے"

میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ کی یہی ذہنیت ہے تو اس حدیث کی وجہ سے آپ حضور کو نہ معلوم کیا کیا کہیں گے، کیوں کہ آپ کے اس گندے اصول پر ہر جوتے سینے والے کو موچی (یا چمار) اور ہر دودھ دوہنے والے کو گھوسی کہا جاوے گا، ایسی گندی ذہنیت پر خدا کی لعنت۔ مولوی صاحب! اعتراض کرنے کے لئے بھی سلیقہ چاہئے، یہ مجلس مناظرہ ہے خالہ جی کا گھر نہیں ے

ہزار نکتہ باریک تر ز مو اینجاست
نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

یہاں تک تو آپ کی خارجی باتوں کا جواب تھا۔ اس کے بعد میں اصلی بحث کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ آپ کا مطالبہ تھا کہ "حفظ الایمان" کے مضمون کو قرآن کریم سے ثابت کیا جائے۔ میں اس سلسلہ میں گیارہ آیتیں پیش کر چکا ہوں، اب دو آیتیں اور پیش کرتا ہوں۔

سورۂ احزاب کے آخری رکوع میں ہے۔

يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ۔ (الاحزاب ۳۳، ۶۳)

لے ہمارے رسولؐ۔ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں (یعنی یہ کہ کب آئے گی) آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم بس اللہ کو ہے"

پچیسویں پارہ کی سب سے پہلی آیت ہے۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) لے رضا خانی مولوی صاحبان کے گھروں میں جوان کی عورتیں کھانا پکانے کا کام کرتی ہیں شاید یہ حضرات اپنی ان بہو بیٹیوں کو بھٹیاری ہی کہتے ہوں گے۔ ایسی گندی ذہنیت پر خدا کی لعنت۔ ۱۲ مرتب۔

اِلَیۡہِ یُرَدُّ عِلۡمُ السَّاعَةِ ۔ اللہ ہی کی طرف لوٹایا جاتا ہے قیامت کا علم۔

ان دونوں آیتوں سے بھی معلوم ہوا کہ قیامت کے وقتِ خاص کا علم صرف حق تعالیٰ کو ہے۔ اس کے سوا کسی کو نہیں ، اور وہ بھی غیب میں سے ہے ۔ تو ثابت ہوا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام غیوب کا علم حاصل نہ تھا اور یہی حفظ الایمان کے مضمون کا دوسرا اہم جزو ہے ۔ اور پہلے جز کے متعلق بھی ایک آیت میں پیش کر چکا ہوں ۔ اور ساتھ ہی خود آپ کے اعلیٰ حضرت کے اقوال سے بھی اس کو ثابت کر چکا ہوں ۔

آپ نے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خواب پیش کر کے اور اس سے ایک گندہ نتیجہ نکال کر اپنی مخصوص ذہنیت کا ثبوت دیا تھا۔ اس کا تحقیقی جواب تو آپ سن چکے ۔ اب ذرا اپنے گھر کا بھی ایک خواب ملاحظہ فرمایئے اور اس پر بھی فتوے لگایئے ۔

آپ کے قبلہ وکعبہ اعلیٰ حضرت اپنے پیر بھائی " مولوی برکات احمد صاحب " کے انتقال کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

" ان کے انتقال کے دن مولوی سید امیر احمد صاحب مرحوم خواب میں زیارت اقدس حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لئے جاتے ہیں۔ عرض کی ، یا رسول اللہ ؟ کہاں تشریف لئے جاتے ہیں ، فرمایا برکات احمد کے جنازہ کی نماز پڑھنے "

اس خواب کو نقل فرمانے کے بعد آپ کے اعلیٰ حضرت بڑے فخر کے ساتھ فرماتے ہیں " الحمد للہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا " (ملفوظات حصہ دوم ص ۲۵)

اس خواب میں دو باتوں کی تصریح ہے ۔ ایک یہ کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بقول خان صاحب مولوی برکات احمد کے جنازہ کی نماز پڑھنے کے لئے تشریف لاتے ۔ اور دوسری یہ کہ اس نماز کی امامت خود بدولت اعلیٰحضرت نے فرمائی ۔ نتیجہ صاف یہ نکلا کہ آپ کے اعلیٰ حضرت نے بقول خود امامت کی ۔ امام المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ۔

اللہ رے خان صاحب کا دل گردہ ، حالانکہ بہترینِ امت اور افضل البشر بعد الانبیاء ۔ بالتحقیق سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ۔

"ماكان لابن ابي قحافة ان يوم الناس ورسول الله صلى الله عليه وسلم فيهم"

یعنی ابوقحافہ کے بیٹے ابوبکر سے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ لوگوں کی امامت کرے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں موجود ہوں"

لیکن آپ کے اعلیٰ حضرت بڑے فخر سے فرماتے ہیں کہ "الحمد للہ یہ جنازۂ مبارکہ میں نے پڑھایا" اب ذرا اپنے ان بزرگوار کے متعلق بھی فتویٰ ارشاد ہو۔

سینتیس (۳۷) مطالبے میرے آپ کے ذمہ پہلے ہیں اور دو آیتیں اس تقریر میں اور پیش کی گئی ہیں۔ اور ایک آپ کے اعلیٰ حضرت کا یہ دعویٰ امامت ہوا۔ اس کا جواب بھی آپ کو دینا ہے۔ اب یہ کل چالیس ہو گئے۔ اگر آپ ان سب کا جواب نہ دے سکیں تو صرف ان میں سے بیس (۲۰) کا جواب دے دیں، بیس میں معاف کرتا ہوں۔ دیکھئے! آپ کے اعلیٰ حضرت نے تو بہت سے حیلوں سے سود بھی جائز کر دیا ہے کہیں نوٹ اور روپیہ کے تبادلہ کی صورت میں کہیں دوسرے حیلوں سے، لیکن مجھ کو دیکھئے میں اپنے اصل مطالبہ میں سے بھی نصف چھوڑ رہا ہوں۔ اس زمانہ میں ایسا قرض خواہ بھی آپکو نہ ملے گا۔

مولوی سردار احمد صاحب

مولوی صاحب! آپ نے بالکل جھوٹ کہا کہ اعلیٰ حضرت نے امامت کا دعویٰ کیا ہے۔ آپ کو مسئلہ معلوم نہیں کہ جس نماز میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شریک ہوں اس میں حضور ہی امام اول ہوتے ہیں اور جماعت کا امام حضور کا مقتدی ہوتا ہے، اور باقی جماعت اس امام کی مقتدی ہوتی ہے۔ تو اعلیٰ حضرت کا مطلب بھی یہی ہے کہ اس جنازے کی نماز کے امام اول حضور ﷺ تھے اور میں حضور کا مقتدی تھا اور میں نے باقی جماعت کو نماز پڑھائی۔ مولوی صاحب! اعلیٰ حضرت سے کبھی بھول کر بھی حضور ﷺ کی شان میں ایسی گستاخی نہیں ہو سکتی، وہ تو فنا ہو گئے تھے عشق رسول ﷺ میں۔

آپ نے اس تقریر میں دو آیتیں اور پڑھ دیں۔ مولوی صاحب! قادیانی بھی آپ ہی کی طرح آیتیں پڑھا کرتے ہیں۔ اس طرح بے محل آیتیں پڑھنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ قرآن شریف پڑھنے کا بھی ایک موقع ہوتا ہے

میں نے عرض کیا تھا کہ فقہائے کرام سجدہ میں قرآن شریف پڑھنے کو ناجائز لکھتے ہیں۔ کیا یہ صحیح نہیں ہے ؟ آپ یہ بتلایئے کہ حفظ الایمان کی وہ ملعون عبارت کس آیت کا ترجمہ ہے ، میں تو یہ بھی کہتا ہوں کہ آپ تھانوی صاحب ہی کے ترجمہ قرآن میں دکھلا دیجئے ، میں اُنہی کے ترجمہ کو مان لوں گا ، اور اگر آپ یہ نہ دکھلا سکیں اور کبھی نہ دکھلا سکیں گے ، تو پھر آپ آیتیں پڑھ پڑھ کر مسلمانوں کو دھوکہ نہ دیں۔

حاضرین خیال رکھیں میرا یہ اٹل مطالبہ ہے۔ مولوی صاحب ! اب جب تک آپ قرآن شریف کے ترجمہ میں کہیں حفظ الایمان کی عبارت نہ دکھلا دیں گے میں آپ کو چلنے نہیں دونگا، لیجئے اب میں بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے ثبوت میں آیتیں پڑھتا ہوں۔

١ : عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔ "یعنی خدا غیب کا جاننے والا ہے وہ نہیں مطلع کرتا اپنے غیب پر کسی کو سوا، برگزیدہ رسول کے "

دیکھئے اس آیت سے معلوم ہوا کہ خدا اپنے برگزیدہ رسولوں کو علم غیب دیتا ہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ برگزیدہ تھے تو آپ کو بھی ضرور خدا نے علم غیب دیا۔

٢ : تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَآ اِلَیْكَ ۔ (سورہ ھود ۱۱ ، ۴۹) "یہ غیب کی خبروں میں سے ہے لئے محبوب ہم اس کو تمہاری طرف وحی کرتے ہیں "

دیکھئے اس آیت کریمہ سے بھی حضور کو علم غیب ثابت ہوتا ہے۔

٣ : خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ۔ اللہ تعالٰے نے انسان کو یعنی حضور اقدس ﷺ کو پیدا کیا اور ان کو تمام چیزوں کا بیان سکھایا۔

٤ : فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی۔ خدا نے اپنے محبوب پر وحی بھیجی جس قدر کہ بھیجی۔

٥ : مَا هُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ۔ حضور اقدس ﷺ غیب پر بخیل نہیں ہیں۔

یہ پانچ آیتیں ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور کو علم غیب تھا۔

خیر یہ تو میں نے آپ کی آیتوں کے جواب میں آیتیں پڑھ دیں۔ اصل بحث تو حفظ الایمان کی گستاخی کیسے آپ اس کو قرآن شریف سے ثابت کیجئے۔ لیجئے میں اس کا ایک فوٹو اور پیش کرتا ہوں۔ اگر کوئی شخص آپ کے ،

مولوی تھانوی صاحب کے متعلق کہے کہ ان کے چہرے کو حسین کیوں کہا جاتا ہے۔ کل حسن کی وجہ سے یا بعض حسن کی وجہ سے۔ کل حسن تو ان کو یقیناً نہیں ملا۔ اور اگر بعض کی وجہ سے کہا جائے تو اس میں ان کے چہرے کی کیا تخصیص ہے جیسا ان کا چہرہ ہے ایسا تو گدھے کا بھی ہے، سؤر کا بھی ہے، بندر کا بھی ہے" تو بتلائیے کہ اس میں مولوی تھانوی صاحب کی توہین ہوگی یا نہیں؟ آپ اس کا جواب ضرور دیجئے۔

آپ نے اپنی تقریر میں قادیان جانے کا بھی ذکر کیا تھا۔ آپ گئے ہوں گے مگر قادیانیوں کی تردید کے لئے نہیں بلکہ ان کی تصدیق کے لئے۔ کیوں کہ ان کی طرح آپ بھی ختم نبوت کے منکر ہیں۔ آپ کے مولوی قاسم صاحب نانوتوی دیوبندی نے "تحذیر الناس" میں صاف لکھا ہے کہ "حضورؐ کے بعد اور نبیوں کے آنے میں کوئی حرج نہیں" حضورؐ کو آخری نبی سمجھنا عوام کا خیال ہے۔ جب خود آپ کا عقیدہ یہ ہے تو آپ قادیانیوں کی کیا تردید کریں گے۔

مولانا محمد منظور صاحب

قادیانیت کے فنا کرنے کے لئے جو کام اس وقت تک ہماری جماعت نے کیا ہے اور کر رہی ہے اس سے ہندوستان کا ہر واقف حال باخبر ہے۔ بہاولپور کا تاریخی مقدمہ، احرار کی یلغار، اور ردّ قادیانیت ہی کے سلسلہ میں ہمارے محترم بزرگ سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کی سزایابی جس کی اپیل اس وقت زیر سماعت ہے۔ یہ وہ واقعات ہیں جس سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف[1] ہے۔ ان حالات میں آپ کا یہ فرمانا کہ تم مرزا کی تصدیق کے لئے قادیان گئے تھے، ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی بدبخت کہنے لگے کہ صحابۂ کرامؓ کا جو لشکر روم یا ایران جہاد کرنے کے لئے گیا تھا وہ درحقیقت اسلام کے خلاف قیصر و کسریٰ سے سازش کرنے کے لئے گیا تھا۔

تحذیر الناس کی بحث چھیڑ کے آپ نے اپنے لئے ایک نئی مصیبت خریدی ہے۔ اب میں بتلاؤں گا کہ آپ کے اعلیٰ حضرت نے اُس کی عبارات میں کیسی شرمناک خیانت کی ہے کہ مختلف صفحات کے متفرق فقروں کو جوڑ کر ایک

---

[1] مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "علمائے ربانی کے بیانات" حصہ اول، دوم، سوم، مسمّٰی بہ (مقدمۂ فیصلۂ بہاولپور) و "سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ" از جناب شورش کاشمیری مدیر چٹان لاہور۔ (ناشر)

مسلسل مضمون بنایا، اور اس کو تحذیر الناس کی طرف منسوب کر دیا۔ اور اس سے نتیجہ یہ نکالا کہ تحذیر الناس میں ختم نبوت کا انکار کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس کا مصنف کافر۔ درحقیقت جیسی کھلی بد دیانتی انہوں نے تحذیر الناس کے معاملہ میں کی ہے ایسی کوئی کھلا کافر بھی مشکل سے کرے گا۔ اب حفظ الایمان کی بحث عنقریب ختم ہوا چاہتی ہے۔ اس کے بعد میں ان شاء اللہ تحذیر الناس کے مضمون پر مفصل روشنی ڈالوں گا۔ اور آپ کی اور آپ کے اعلیٰ حضرت کی دیانت اور امانت دکھلاؤں گا[1]۔

میں نے آپ کے اعلیٰ حضرت کا ایک ملفوظ پیش کیا تھا اور ثابت کیا تھا کہ اس میں انہوں نے حضورؐ کی امامت کا دعویٰ کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ "نماز حضورؐ نے پڑھائی اور میں نے حضورؐ کے پیچھے پڑھی اور میرے پیچھے باقی جماعت نے پڑھی" اگر عبارت کا مطلب اسی طرح نکالا جاتا ہے، تو پھر جس عبارت کا جو چاہا مطلب بیان کر دیا۔ جناب من! اس ملفوظ کو غور سے دیکھئے آپ کے اعلیٰ حضرت نے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نماز پڑھنے کا لفظ استعمال کیا ہے اور اپنے متعلق پڑھانے کا۔ لہٰذا اس میں آپ کی یہ تاویل نہیں چل سکتی ع

ولن یصلح العطار ما افسد الدھر

آپ کئی دفعہ فرما چکے ہیں کہ تم بے موقع آیتیں پڑھتے ہو۔ اور دلیل یہ ہے کہ سجدہ میں قرآن شریف پڑھنا ناجائز ہے" اگر آج دنیا میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہوتے تو آپ کے اس اجتہاد کی داد دیتے۔ معلوم نہیں مناظرہ اور سجدہ میں آپ نے کیا مشابہت سمجھی ہے۔ اور پھر غضب یہ ہے کہ آپ خود بھی کبھی کبھی آیتیں پڑھ دیتے ہیں۔ چنانچہ اس دفعہ بھی آپ نے پانچ آیتیں پڑھی ہیں، جن کو آپ کے مدعا سے اتنا ہی تعلق ہے جتنا آپ کو فن مناظرہ سے۔ کیونکہ بحث کل علم غیب کی ہے اور اسی کو حفظ الایمان میں دلائل نقلیہ و عقلیہ سے باطل کہا گیا ہے اور اسی کی تائید میں میں نے اس وقت تک بارہ آیتیں پیش کی ہیں۔ لیکن آپ کی پیش کردہ پانچ آیتوں میں سے کسی ایک میں بھی کل غیب کا ذکر نہیں۔

---

[1] افسوس کہ اس وقت کے آنے سے پہلے ہی رضا خانیوں نے مناظرہ ختم کر دیا۔ شائقین "تحذیر الناس" کے متعلق مفصل بحث "معرکۃ القلم" اور صاعقہ آسمانی حصہ اول میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ ۱۲۔ مرتب

کیونکہ پہلی آیت کا حاصل صرف یہ ہے کہ حق تعالےٰ عالم الغیب ہے اور اپنے برگزیدہ رسولوں کو غیب کی اطلاع دیتا ہے ۔ اس سے کل غیب کا علم ثابت نہیں ہوتا ۔ بلکہ مطلق غیب کی اطلاع ثابت ہوتی ہے ۔ جس سے کسی کو انکار نہیں ۔

اور دوسری آیت میں ایک خاص واقعہ کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ " یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جن کی اطلاع ہم بذریعہ وحی آپ کو دیتے ہیں "

اس آیت سے بھی غیب کے بعض واقعات ہی کی اطلاع ثابت ہوتی ہے ۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ حضور م کو غیب کی لاکھوں ، کروڑوں باتوں کی اطلاع تھی لیکن کل کی نہیں ، وہ صرف حق تعالےٰ کے ساتھ خاص ہے ۔ بہر حال یہ آیت بھی ہمارے مخالف نہیں

تیسری آیت کا مطلب صرف یہ ہے کہ " ہم نے انسان کو پیدا کیا اور اس کو گویائی سکھائی " اس کو تو آپ کے مدعا سے کوئی دور کا بھی لگاؤ نہیں ۔

چوتھی آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے بندہ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف وحی فرمائی جو وحی فرمائی ۔ اس کو کل غیب کے دعوے سے کیا واسطہ ؟

پانچویں آیت کا مطلب یہ ہے کہ " آپ کو غیب کی جن باتوں کی اطلاع دی گئی ہے آپ ان کے بتلانے میں بخیل نہیں " اس سے بھی کل غیب کا علم ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس سے تو میری تائید ہوتی ہے ، کیوں کہ میں اب تک کئی ایسی آیتیں پیش کرچکا ہوں کہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے تھے اور حضور م فرما دیتے تھے کہ اس کا علم بس اللہ کو ہے ۔ اور کبھی ایک دفعہ بھی حضور م نے قیامت کا وقت نہیں بتلایا ، تو ماننا پڑے گا کہ حضور م کو اس کی اطلاع نہ تھی ، اور اگر یہ کہا جائے کہ آپ کو اطلاع تو تھی لیکن اوروں کو نہیں بتلاتے تھے تو بخل لازم آئے گا ۔ اور آپ کی پیش کردہ یہ آیت بتلا رہی ہے کہ آپ غیب پر بخیل نہیں ۔

مولوی صاحب ! دیکھا مناظرہ اس کا نام ہے کہ مخالف کی دلیل سے اپنا دعوےٰ ثابت کر دیا جائے ۔ ابھی کسی مناظر سے کچھ دنوں مناظرہ سیکھئے ؎

بہ بستاں رو کہ از بلبل طریقۂ عشق گیری یاد ٭ بہ محفل آ کہ از ناصح سخن گفتن بیاموزی

آپ کی پانچوں دلیلوں کا جواب میں دے چکا - میری طرف سے سارا حساب بے باق ہے - حفظ الایمان کے دوسرے دوسرے جزو کی تائید میں بارہ آیتیں میں پہلے پیش کر چکا اب دو آیتیں اور سنئے ، سورۂ انبیاء کے تیسرے رکوع میں ارشاد ہے -

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۔ قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِندَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ (الملک ۶۷، ۲۵، ۲۶)

یہ کفار (آپ سے) کہتے ہیں بتلادو یہ وعدہ (یعنی قیامت) کب ہوگا اگر سچے ہو ، آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم بس اللہ ہی کو ہے اور میں تو بس ڈرانے والا ہوں صاف صاف بیان کرنے والا ہوں "

سورۂ اعراف کے تیئیسویں رکوع میں ارشاد ہے -

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ اللَّهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

(اے ہمارے رسولؐ) یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ کب آئے گی ؟ فرمادیجئے اس کا علم بس میرے رب ہی کو ہے ، نہیں ظاہر کرے گا اس کو اس کے وقت پہ مگر اللہ تعالیٰ - بھاری ہے وہ آسمانوں اور زمینوں میں وہ اچانک بے خبری ہی میں آئے گی وہ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا کہ آپ اس کو جانتے ہیں - کہہ دیجئے کہ اس کا علم میرے اللہ ہی کو ہے لیکن بہت سے لوگ اس راز سے ناواقف ہیں "

ان دونوں آیتوں سے بھی معلوم ہوا کہ قیامت کے وقت خاص کا علم صرف حق تعالیٰ ہی کو ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت نہیں فرمایا گیا ، حالانکہ وہ بھی غیب میں سے ہے تو ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم حاصل نہیں تھا - اور یہی حفظ الایمان کے مضمون کا دوسرا جزو ہے - اور میرا دعوے صرف یہی ہے کہ حفظ الایمان کے دونوں جز قرآن کریم سے ثابت ہیں -

آپ مجھ سے فرماتے ہیں کہ "حفظ الایمان" کی عبارت بعینہ کسی ترجمۂ قرآن میں لکھی ہوئی دکھلادو ، کیا

کسی عبارت کے صحیح اور موافق قرآن و حدیث ثابت کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ بعینہٖ ترجمہ ہو قرآن و حدیث کا۔ اگر آپ کا یہی اصول ہے تو پہلے اپنے اعلیٰ حضرت کے فاتحہ نامہ کو اسی معیار پر قرآن و حدیث کے موافق ثابت کر دیجئے۔

بتلایئے ''دودھ کا برف خانہ ساز'' قرآن وحدیث کے کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ ''مرغ پلاؤ'' اور ''مرغ کی بریانی'' ''بکری کا شامی کباب'' اور ''قورمہ'' کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ ''پراٹھے'' ''اردی کی پھریری دال مع ادرک وگرم مصالحہ'' یہ کس آیت میں ہے؟ اور ہاں ''گوشت بھری چٹاخے دار کچوریاں'' اور ''سوڈا واٹر کی بوتل'' یہ کس آیت کا ترجمہ ہے؟ اور خان صاحب کی قبر پر جو ''ترحلوا چڑھتا ہے'' اور ''جو گاگر چڑھائی جاتی ہے'' وہ کس آیت کا ترجمہ ہے؟

آپ پہلے ان چیزوں کو قرآن وحدیث کے ترجموں میں دکھلا دیجئے اس کے بعد مجھ سے حفظ الایمان کی عبارت کا مطالبہ کیجئے۔

اس مرتبہ آپ نے حسین کی ایک مثال اور پیش کی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہٗ تو ایک عالم باعمل اور اللہ تعالیٰ کے صالح بندے ہیں۔ اگر کوئی بے تمیز اور بدتہذیب آپ سے سیکھ کر مولوی احمد رضا خان صاحب کے متعلق بھی یہ کہے کہ جیسا چہرہ ان کا تھا ایسا ہر بندر کا ہے، اور جیسی آنکھیں ان کی تھیں ایسی ہر الو کی ہیں، اور جیسے کان ان کے تھے ایسے ہر گدھے کے ہیں۔ اور جیسے دانت ان کے تھے ایسے ہر کتے کے ہیں اور جیسی ناک ان کی تھی ایسی ہر سور کی ہے۔ تو میرے نزدیک تو اس میں مولوی احمد رضا خان صاحب کی بھی سخت توہین ہوگی۔ اور یہ بدتہذیب شخص جو آپ سے سیکھ کر ایسے بیہودہ کلمات بکتا ہے، میری رائے میں اس قابل ہے کہ اس کو بریلی کے پاگل خانہ میں داخل کرا دیا جائے۔ میرے نزدیک یہ بدنصیب شخص انسان کہلانے کا بھی مستحق نہیں، بلکہ وہ اپنی بداخلاقی کی وجہ سے حیوانوں سے بدتر ہے، لیکن حقیقت سے جس قدر دوری اس شخص کی اس بکواس کو ہے اس سے کہیں زیادہ آپ کی گندی مثال کو حفظ الایمان کی عبارت سے ہے۔ اگر آپ کو میرا یہ تلخ جواب ناگوار ہوا ہو تو معذرت کے طور پر میں صرف اتنا عرض کروں گا ؎

بدنہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے ٭ یہ صدا گنبد کی ہے جیسی کہے ویسی سنے

مولوی سردار احمد صاحب

حضرات ! آپ نے دیکھ لیا مولوی منظور صاحب کسی آیت کے ترجمہ میں حفظ الایمان کی عبارت نہیں دکھلا سکے۔ حتیٰ کہ خود تھانوی صاحب کے ترجمہ میں بھی نہیں دکھلا سکے۔ اور بھلا وہ گستاخانہ عبارت کس طرح قرآن شریف میں نکل سکتی ہے۔ وہ تو نازل ہوا ہے حضور ؐ کی شان بڑھانے کے لئے ، وہ جا بجا خطبے دیتا ہے حضور ؐ کی مدح و ثنا کے۔ مولوی صاحب آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی میں آیتیں پڑھتے ہیں اور قرآن شریف تو حضور ؐ کے علم غیب کے منکروں کو کافر کہتا ہے۔ کسی منافق نے حضور ؐ کی شان میں کہہ دیا تھا کہ " ان کو غیب کی کیا خبر " تو اس پر قرآن پاک کی یہ آیت نازل ہوئی۔

قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ " تم ایمان کے بعد کافر ہو گئے "

بھلا جس قرآن میں منکرین علم غیب کو صاف صاف کافر کہا گیا ہو اس میں حضور ؐ کے علم غیب کی نفی کس طرح ہو سکتی ہے ؟

آپ نے مجھ سے اعلیٰ حضرت کی فاتحہ اور حلوے کا ثبوت بھی طلب کیا ہے۔ اور اپنے مخصوص انداز میں اس پر تمسخر بھی کیا ہے۔ آپ تو تمسخر کریں گے ہی ، فاتحہ تو ایمان والوں کے لئے ہے ، بے ایمانوں کے لئے کچھ نہیں " مرگئے مردود نہ فاتحہ نہ درود " اور اصل بات یہ بھی ہے کہ آپ کو حلوا نصیب ہی نہیں ہوتا ، اس لئے ہمارے حلوے دیکھ کر آپ کے پیٹ میں آگ لگتی ہے۔ اچھا لیجئے اب فاتحہ اور حلوے کا ثبوت سنئے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ کا انتقال ہو گیا تو وہ حضور ؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ! ام سعد ؓ کا انتقال ہو گیا اور میں کوئی ایسا کام کرنا چاہتا ہوں جس سے انکو ثواب پہنچے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کے لئے کنواں بنوا دو " چنانچہ حضرت سعد ؓ نے اپنی والدہ کی طرف سے کنواں بنوا دیا " اس سے ثابت ہو گیا کہ ہم کوئی نیک کام کر کے اس کا ثواب اموات کو پہنچا سکتے ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت کی وصیت کا مطلب بھی یہی ہے کہ ان نفیس اور عمدہ کھانوں کا ثواب مجھ کو پہنچایا جائے۔ اور بزرگوں کی قبروں پر جو حلوا وغیرہ جاتا ہے وہ بھی اسی غرض سے۔ دیکھئے کیسا صاف ثبوت نکل آیا۔ اب آپ بھی ایسے ہی حفظ الایمان کی عبارت قرآن شریف کے کھلے ترجمہ میں دکھلا دیجئے۔

مولانا محمد منظور صاحب

آپ نے مجھ سے مطالبہ کیا تھا کہ حفظ الایمان کی عبارت بعینہٖ کس آیت کا ترجمہ ہے؟ میں نے اس کا جواب دیتے ہوئے آپ سے دریافت کیا کہ " خان صاحب کے چٹ پٹے مصالحہ دار وصیت نامہ میں گوشت بھری کچوریاں اور اُرد کی پھریری دال، اور سوڈا واٹر کی بوتل وغیرہ یہ چیزیں کس آیت یا حدیث کا ترجمہ ہیں؟

اس کے جواب میں آپ نے حضرت سعد رضؓ کے کنوئیں کی روایت نقل کر دی۔ جس میں خان صاحب کے تحریر کردہ ایک درجن کھانوں میں سے کسی ایک کا بھی ذکر نہیں بلکہ اس میں تو سرے سے فاتحہ کا بھی ذکر نہیں یا آپ نے کسی روایت میں دیکھا ہے کہ کنواں بنوانے کے بعد حضرت سعد رضؓ نے اس پر بیٹھ کر دونوں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ بھی پڑھی تھی جس طرح آپ لوگ حلوے اور مالیدے پر پڑھتے ہیں۔ بہرحال اس روایت سے تو صرف مطلق ایصال ثواب ثابت ہوتا ہے[1] نہ کہ فاتحہ مروجہ، اور بالخصوص آپ کے اعلیٰ حضرت کا چٹا خے دار فاتحہ۔ لیکن اس وقت مجھے اس سے بحث نہیں، مجھے تو یہ عرض کرنا ہے کہ خان صاحب کے فاتحہ نامہ کے ثبوت میں حضرت سعد رضؓ کی روایت پیش کر کے آپ نے خود ثابت کر دیا کہ کسی عبارت کو قرآن وحدیث سے ثابت کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ بعینہٖ ترجمہ ہو کسی آیت یا حدیث کا پس اسی طرح حفظ الایمان کی عبارت کے صحیح اور موافق قرآن وحدیث ہونے کے لئے بھی اس کی ضرورت نہیں۔ بلکہ صرف اس کا مضمون آیات واحادیث سے کسی طرح ثابت ہونا چاہیئے چنانچہ میں بحمد اللہ اس وقت تک پندرہ آیتیں اس سلسلہ میں پیش کر چکا ہوں۔ جن میں سے ایک آیت سے حفظ الایمان کے مضمون کا پہلا جزو ثابت ہوتا ہے۔ اور چودہ آیتوں سے اس کا دوسرا جزو۔

اب ایک آیت اور سنئے۔ " سورۂ طٰہٰ " میں قیامت کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا۔ بتحقیق قیامت آنے والی ہے میں ارادہ کرتا ہوں کہ اس کو چھپا دوں "

اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما فرماتے ہیں۔

---

[1] اور اس سے کسی کو انکار نہیں۔ ۱۲ مرتب

يقول لا اظهر عليها احدا غيری ۔ (رواه ابن ابی حاتم درمنثور)

یعنی حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے سوا اس قیامت پر کسی دوسرے کو مطلع نہیں کروں گا۔

اور اس آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہؓ سے ابن منذر اور ابن ابی حاتم نقل کرتے ہیں ۔

لعمری لقد اخفاها الله من الملٰئکة المقربین ومن الانبیاء المرسلین ۔

بخدا قیامت کو چھپا لیا ہے اللہ تعالےٰ نے مقرب فرشتوں اور نبیوں اور رسولوں سے ۔

اس کے بعد ایک حدیث اور پیش کرتا ہوں ۔ مُسند احمد اور مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

لقیتُ[1] لیلةَ اسری بی ابراهیم وموسیٰ وعیسیٰ فتذاکروا امر الساعة فردوا امرهم الی ابراهیم فقال لا علم لی بها فردوا امرهم الی موسیٰ فقال لا علم لی بها فردوا امرهم الی عیسیٰ فقال اما وجبتها فلا یعلمها احد الا الله ۔

شب معراج میں (حضرت) ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ (علیہم السلام) سے میری ملاقات ہوئی ۔ پس انہوں نے آپس میں قیامت کے وقت کا ذکر کیا ۔ پس پہلے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے سوال کیا گیا ۔ انہوں نے فرمایا مجھے اس کا علم نہیں ۔ پھر حضرت موسیٰ سے سوال کیا گیا ، انہوں نے بھی فرمایا کہ مجھے علم نہیں ۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے پیش کیا گیا ، انہوں نے فرمایا کہ اس کے وقوع کے وقت کا علم خدا کے سوا کسی کو بھی نہیں ۔

یہ خدا کے چار اولو العزم پیغمبر ہیں ۔ اور اس پر متفق ہیں کہ قیامت کے وقت کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں ۔ اور یہ اصول ہے کہ امت کے چاروں امام اگر کسی مسئلہ پر اتفاق کر لیں تو پھر کسی کو اس سے اختلاف کرنے کی گنجائش نہیں

---

[1] مولانا محمد منظور صاحب نے اس حدیث کا محض مطلب بیان کیا تھا ہم نے تکمیل فائدہ کے لئے اس کے اصل الفاظ بھی مولانا ہی سے حاصل کر کے لکھ دیئے ہیں ۔ ۱۲ مرتب ۔

رہتی اور یہاں خدا کے چار عظیم المرتبہ پیغمبر اتفاق کر رہے ہیں اور آپ لوگ پھر بھی اس سے اختلاف کرتے ہیں ؟

آپ نے اپنی اس تقریر میں یہ بھی فرمایا ہے کہ "قرآن عزیز منکرین علم غیب کو کافر کہتا ہے" استغفر اللہ آپ بھی کس قدر تلبیس سے کام لیتے ہیں ۔ واقعہ یہ ہے کہ منافقین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہی کے منکر تھے اور وہ کہتے تھے کہ حضورؐ کو غیب کی ایک بات کی بھی اطلاع نہیں اور آپ کا وحی کا دعوٰے (معاذ اللہ) غلط ہے۔ اس وجہ سے قرآن نے ان کو کافر قرار دیا ، اور ایسے شخص کو ہم بھی کافر سمجھتے ہیں جو یہ کہے کہ معاذ اللہ حضورؐ کو وحی کے ذریعے بھی غیب کی کسی بات کی اطلاع نہیں ہوئی ۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم نہ ہونا یہ تو خود قرآن کریم سے ثابت ہے ۔ جس کا ثبوت کافی دیا جا چکا ہے اور ابھی بہت کچھ باقی ہے ۔ اگر آپ نے ہمت کی اور یہ مناظرہ جاری رہا تو انشاء اللہ تعالےٰ ایک سو آیتیں اور ایک سو حدیثیں اس موضوع پر پیش کروں گا ۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ اس مناظرہ میں مجھے پورے طور پر حجت حق تمام کر دینی ہے ۔

اس مرتبہ آپ نے پھر مجھ کو طعنہ دیا ہے کہ تجھ کو حلوا نصیب نہیں ہوتا ۔ درحقیقت میں ایسا ہی کم بخت ہوں ہوں ، آپ حلوے کو کہتے ہیں مجھ کو تو اگر جو کی روٹی بھی مل جائے تو وہ محض اللہ کا کرم ہے ۔ ہاں اگر میں بھی خدانخواستہ کسی قبر کا مجاور بن کر بیٹھ جاتا تو شاید مجھ کو بھی روز حلوا مل جایا کرتا ۔ مگر کیا کروں کہ میرا مذہب ان چیزوں کی اجازت نہیں دیتا ، یہ پیشہ اور یہ حلوا آپ لوگوں کو مبارک ۔

مولوی سردار احمد صاحب

الحمد للہ ثم الحمد للہ ! آپ حضرات نے دیکھ لیا کہ مولوی منظور صاحب نے اقرار کر لیا کہ چونکہ مجھ کو فاتحہ کا حلوا نہیں ملتا اس لئے میں کم بخت ہوں ۔ معلوم ہوا کہ جس کو فاتحہ کا حلوا نہ ملے وہ کم بخت ہوتا ہے ۔ اب تو مولوی منظور صاحب نے خود اپنے کم بخت ہونے کا اقرار کر لیا ۔ درحقیقت جو فاتحہ کے حلوے سے محروم ہیں وہ سب کم بخت ہیں ۔

آپ نے اس مرتبہ پھر آیتیں پڑھی ہیں ۔ میں پھر آپ سے کہتا ہوں کہ قادیانیوں کی طرح آیتیں پڑھ پڑھ کر مسلمانوں کو دھوکا مت دیجئے ۔ آپ یہ بتلائیے کہ "حفظ الایمان" کی وہ ملعون عبارت کس آیت کا ترجمہ ہے ؟ لیجئے سنئے ! میں حفظ الایمان کی عبارت پھر پڑھتا ہوں (اس کے بعد مولوی سردار احمد صاحب نے پھر حفظ الایمان کی عبارت پڑھی اور اس کے متعلق وہی تقریر کی جو اس سے پہلے بار ہا کر چکے تھے ۔ مرتب)

مولانا محمد منظور صاحب

حفظ الایمان کی عبارت کا مطلب میں کئی بار بیان کر چکا ہوں اور آپ کے اعتراض کا نہایت شافی جواب بحمد اللہ دے چکا ہوں

اسی کو یاد کر لیجئے۔ حفظ الایمان کی عبارت کسی آیت کا ترجمہ ہے یا نہیں، اس کا جواب بھی میں کئی بار دے چکا ہوں چونکہ آپ کو اس کے سوا کچھ اور یاد ہی نہیں اس لئے آپ بار بار وہی بات کہے جاتے ہیں۔ میرا دعویٰ صرف یہ ہے کہ، حفظ الایمان کی عبارت کے دونوں جزو قرآن عزیز سے ثابت ہیں۔ پہلے جز کے ثبوت میں ایک آیت کریمہ اور دوسرے جز کے ثبوت میں پندرہ آیتیں میں اس وقت تک پیش کر چکا ہوں۔ اب سولہویں آیت سنئے۔

سورۂ مائدہ میں ارشاد ہے۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ أُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ÷

(المائدہ ۵ ، ۱۰۹)

جس دن کہ جمع کرے گا اللہ تعالےٰ رسولوں کو۔ پس فرمائے گا (ان سے) تم کو (امتوں کی طرف سے) کیا جواب ملا؟ وہ عرض کریں گے کہ ہم کو علم نہیں آپ ہی غیب کی باتوں کے جاننے والے ہیں۔

اس کی تفسیر میں سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما فرماتے ہیں کہ "انبیاء علیہم السلام جو یہ فرمائیں گے کہ "ہم کو علم نہیں" تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اے خداوندا! ہم کو ان کے باطن کا علم نہیں (اور ایمان و کفر کا تعلق باطن ہی سے ہے)۔

اس سے پہلی تقریر میں میں نے ایک حدیث پیش کی تھی جس سے معلوم ہوا تھا کہ اللہ تعالےٰ کے چار اولو العزم پیغمبر جو جماعت انبیاء کے سردار ہیں اس پر متفق ہیں کہ قیامت کے وقت خاص کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں۔ اور "سورۂ مائدہ" کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن تمام پیغمبر خدا کے دربار میں ایک زبان ہو کر عرض کریں گے کہ ہم کو اپنی قوموں اور اپنی امتوں کے باطن کا حال معلوم نہیں صرف آپ ہی تمام غیوب کے جاننے والے ہیں" تو گویا تمام انبیاء علیہم السلام کا اجماع ہے کہ کل غیب کا علم حق تعالےٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ اگر ایسے روشن دلائل سے بھی آپ کی آنکھیں نہیں کھلتیں تو یقین کیجئے کہ یہ خدا کا عذاب ہے ؎

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

آپ نے اس مرتبہ یہ بھی فرمایا کہ جن لوگوں کو فاتحہ کا حلوا نہیں ملتا وہ سب کم بخت ہیں اور تو اپنے اقرار سے کم بخت ہے۔ بے شک مجھ کو چڑھاوے کا حلوا نہیں ملتا، اور آپ کے اصول پر میں کم بخت ہی ہوں اور اسی حیثیت سے میں نے پہلے اپنے کو کم بخت کہا تھا۔ خوش بخت اور خوش نصیب تو آپ کے نزدیک فرعون تھا، ہامان اور قارون تھا، شداد اور نمرود تھا اور آج کل کے موٹے موٹے مُلّا خوش نصیب ہیں جن کو آپ سے بھی زیادہ حلوا اور مرغ کھانے ملتے ہیں۔

میں کیسے خوش بخت اور خوش نصیب ہو سکتا ہوں مجھ کو تو پیٹ بھر کے روٹی بھی مشکل سے ملتی ہے، مگر خدا کی قسم جس قدر آپ کو اپنے حلوے پراٹھے پر، بالائی اور فیرنی پر، گوشت بھری کچوڑیوں اور سوڈے کی بوتل پر ناز ہے اس سے بدرجہا زیادہ مجھے اپنی فاقہ کشی پر ناز ہے کیوں کہ وہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ میں بھی بھوکا رہتا ہوں میرے آقا بھی بھوکے رہتے تھے، خدا میرا حشر بھی ان ہی کے ساتھ کرے۔

حضرت مولانا غیر معمولی ایمانی جوش کے ساتھ یہ تقریر فرما رہے تھے۔ اور آپ کی تقریر یہیں تک پہنچی تھی کہ رضاخانیوں کے صدر مولوی حبیب الرحمٰن کھڑے ہو گئے اور شور مچانا شروع کر دیا کہ توبہ کرو، توبہ کرو حضور کو بھوکا کہہ دیا، تم مرتد ہو گئے[1]، تم واجب القتل ہو۔

حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب صدر اہلسنت نے مولوی حبیب الرحمٰن کا یہ فساد انگیز رویہ دیکھ کر ان کو متنبہ کیا اور فرمایا کہ آپ صدر ہیں اپنی ذمہ داریاں محسوس کریں۔ ورنہ اگر کوئی ہنگامہ ہو گیا تو اس کی ذمہ داری محض آپ پر عائد ہوگی۔ لیکن معلوم ہوتا تھا کہ مولوی حبیب الرحمٰن کی یہ کارروائی وقتی نہیں تھی بلکہ کسی خاص مشورہ اور سازش کے ماتحت تھی۔ کہ حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب کے اس انتباہ کے بعد بھی وہ باز نہیں آئے۔ بلکہ اب ان کے ساتھ ان کا سارا پلیٹ فارم کھڑا ہو گیا اور سب نے یہی شور مچانا شروع کر دیا کہ تم نے حضور کو بھوکا کہہ دیا، تم مرتد ہو گئے۔ تم واجب القتل ہو، ابھی توبہ کرو۔ جب رضاخانی پلیٹ فارم سے سب نے یہی آواز بلند کی تو،

---

[1] اس جاہل سے کوئی پوچھے کہ تمہارے نزدیک تو مولانا مسلمان ہی نہیں تھے، پھر اب یہ ارتداد کیسا؟ کیونکہ صرف مناظرہ سے جان بچانے کا ایک حیلہ تھا۔ مرتب۔

رضاخانی غنڈوں کے ایک جتھے نے حضرت مولانا محمد منظور صاحب اور آپ کے رفقاء پر حملہ کرنا چاہا۔ لیکن اہلسنت کی ایک کثیر جماعت نے جیسے ہی صورتِ حال کو نازک ہوتے دیکھا اپنے علماءِ کرام کو ایک زبردست حصار میں لے لیا۔ اور اسی حفاظت کے ساتھ مقامِ مناظرہ سے باہر لایا گیا۔ اور رضاخانیوں نے اس طرح ہنگامۂ فساد برپا کرکے مناظرہ ختم کردیا۔

اگرچہ مناظرہ کے اس ناخوشگوار طریقہ پر درہم برہم ہونے کا ہم کو بےحد افسوس ہے مگر اس سے اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ رضاخانی علماء اور عوام کی شرافت وانسانیت بے نقاب ہوگئی۔ اور برأی العین سب مسلمانوں نے مشاہدہ کرلیا کہ یہ لوگ جب جواب سے عاجز آتے ہیں تو کس طرح شرارت اور بدتمیزی کی عریاں تصویر بن جاتے ہیں۔

جس وقت اس فساد کی ابتداء ہوئی ہے تو یہ دیکھا گیا کہ کچھ رضاخانیوں نے اندر سے لاٹھیاں اور چھریاں وغیرہ نکالیں جس سے اس خیال کی اور تائید ہوئی کہ یہ ہنگامہ وقتی نہیں تھا بلکہ پہلے سے اس کے متعلق کوئی مشورہ ہوچکا تھا۔ اور ان لوگوں کے ارادے بہت زیادہ خطرناک تھے مگر حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے ان کے شر سے محفوظ رکھا اور اس وقت اس آیت کا مصداق اپنی آنکھ سے دیکھ لیا گیا۔

لَنْ یُّصِیْبَنَآ اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلٰنَا وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ (التوبہ ۵۱۰۹)

ہم کو صرف وہی تکلیف پہنچ سکتی ہے جو حق تعالیٰ نے ہماری تقدیر میں لکھ دی ہے۔ وہی ہمارا مالک ہے اور اسی پر ایمان والوں کو بھروسہ کرنا چاہئے۔

مناظرہ کے اس طرح درہم برہم ہوجانے کے بعد اسی وقت مدرسہ اشفاقیہ کی وسیع مسجد میں (جو جامعہ رضویہ کے قریب ہی واقع ہے) اہلسنت کا ایک جلسہ ہوا جس میں حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب اور مولانا محمد منظور صاحب نے تقریریں فرمائیں اور واقعاتِ مناظرہ پر تبصرہ کرنے کے ساتھ اہلسنت کو نہایت مؤثر انداز میں امن وامان کے ساتھ رہنے کی تلقین کی اور فرمایا کہ اگر کوئی تم کو گالیاں دے تو تم اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اس کے حق میں دعائے خیر کرو۔ اگر کوئی تمہارے ساتھ بدی سے پیش آئے تو اس کا جواب نیکی سے دو۔ اگر ایسا کروگے تو قرآن کا وعدہ ہے کہ یہ دشمن بھی ایک دن تمہارے دوست بن جائیں گے۔

نیز مولانا محمد منظور صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے جو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہا تھا

کہ آپ بھوکے رہتے تھے یہ میرا ذاتی خیال نہیں ہے بلکہ کتب حدیث وسیر میں اس کے متعلق صدہا روایات موجود ہیں چنانچہ مولانا نے چند حدیثیں حضورؐ کی معاشرت کے متعلق بیان فرمائیں۔ لیکن چونکہ اس کے متعلق ہم مولانا کا ایک مکتوب بھی اس روداد میں درج کر رہے ہیں اس لئے بقصدِ اختصار یہاں ان احادیث کو ذکر نہیں کرتے۔

یہاں تک مناظرہ کے واقعات تھے۔ ہم نے بہت کوشش کی ہے کہ اس میں کوئی کمی بیشی نہ ہو ممکن ہے کہ رضاخانی صاحبان بھی اس مناظرہ کی کوئی روداد شائع کریں۔ اور ہمارا تجربہ ہے کہ ان کی روداد ایک مستقل تصنیف ہوا کرتی ہے جس کو مناظرہ کے اصل واقعات سے کوئی تعلق نہیں ہوا کرتا۔ اس لئے ہماری پیشین گوئی ہے کہ اس مناظرہ کی روداد بھی ایسی ہی گھڑی جائے گی۔ اگر ایسا ہی ہوا تو اس پر ایک مستقل رسالے میں ہم تنقید کریں گے اور دنیا دیکھے گی کہ انجام کار انشاء اللہ صداقت ہی غالب آئے گی۔ والعاقبۃ للمتقین۔

○

بانیٔ مُناظرہ کا فیصلہ

مناظرہ ختم ہو جانے کے بعد جناب محمد شبیر صاحب بریلوی سیکرٹری اسلامی تجارتی کمیٹی لکھنؤ نے اپنا فیصلہ دیا جو بعض مقامی اخبارات میں بھی شائع ہوا ہے۔ اس فیصلہ کی تمہید میں جناب موصوف نے مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگی بالخصوص دیوبندی بریلوی مناقشات سے اپنی کامل بیزاری ظاہر فرمانے کے بعد اجمالاً وہ اسباب لکھے ہیں جن کی وجہ سے باوجود خلافِ مذاق ہونے کے وہ اس مناظرہ میں حصہ لینے بلکہ اس کا باعث اور بانی بننے پر مجبور ہوئے۔ مگر چونکہ ان اسباب کے متعلق جناب موصوف کا مفصل بیان ہم اس روداد کے ابتدائی اوراق میں درج کر چکے ہیں اس لئے فیصلہ کے اس تمہیدی حصہ کو حذف کر کے صرف وہ حصہ نقل کرتے ہیں جس میں انہوں نے مناظرہ کے متعلق اپنی رائے ظاہر کی ہے۔ چنانچہ تمہید ختم کرنے کے بعد آپ لکھتے ہیں۔

"یہ مناظرہ چار یوم تک مرزائی مسجد[1] میں ہوا۔ اور میں نے پورے اطمینان اور توجہ کے ساتھ پورا مناظرہ سنا اور فریقین کی تقریریں سننے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ مولوی اشرف علی صاحب اور ان کے ماننے والوں کے متعلق کفر کا فتوےٰ غلط ہے اور مجھ کو پورا الیقین ہو گیا کہ وہ سنّی مسلمان ہیں اور ان کو کافر اور وہابی بتانے والے غلطی پر ہیں"

---

[1] جامعہ رضویہ اس مسجد میں واقع ہے۔

یہ فیصلہ میرے دل نے مندرجہ ذیل وجوہات سے کیا

۱ : مولوی سردار احمد صاحب مدرس مدرسہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے جو اعتراض حفظ الایمان کی عبارت پر کیا تھا، مولوی اشرف علی صاحب کے وکیل مولوی محمد منظور صاحب نے اس کا جواب نہایت کافی دے دیا جس کی وجہ سے میری تسلی اور تشفی ہوگئی۔

۲ : مولوی منظور صاحب نے بار بار صاف طریقہ سے فرمایا کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ گستاخی کرنے والا ... مدینہ طیبہ کی خاک پاک کی توہین کرنے والا بھی کافر اور جہنمی ہے۔

۳ : مولوی محمد منظور صاحب نے خود مولوی اشرف علی صاحب کی کتاب "بسط البنان" سے دکھایا کہ مولانا اشرف علی صاحب خود ایسے شخص کو کافر کہتے ہیں جو حضورؐ کی توہین کرے اور آپ کے علم شریف کی تنقیص کرے۔

۴ : مولوی محمد منظور صاحب نے نہایت مدلل طریقہ سے ثابت کیا کہ حفظ الایمان کی اس عبارت میں صرف دو باتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ غیب کی کچھ باتیں تمام انسانوں بلکہ حیوانات تک کو معلوم ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ کل غیب کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت نہیں فرمایا گیا تھا۔ پھر مولانا نے پہلی بات کے ثبوت میں ایک قرآنی آیت اور مولوی احمد رضا خان صاحب کے چند اقوال پیش کئے۔ اور دوسری بات کے ثبوت میں قرآن پاک کی سولہ آیتیں اور چند حدیثیں اور کچھ صحابۂ کرام رض کے ارشادات پیش کئے تھے۔ جن کا مولوی سردار احمد صاحب نے کوئی بھی جواب نہیں دیا۔

۵ : حفظ الایمان کی عبارت کا کافی جواب پالینے کے بعد بھی وہ بار بار اسی عبارت کو پڑھتے رہے۔ جس کی وجہ سے میں یہ سمجھا کہ مولوی سردار احمد صاحب محض وقت گزاری کے لئے ایک ہی بات کو باوجود متعدد بار جواب مل جانے کے بلا وجہ دہراتے ہیں۔

۶ : دیوبندی جماعت کے صدر مولانا محمد اسماعیل صاحب مراد آبادی نے نہایت خوبی کے ساتھ صدارت کے

فرائض انجام دیئے۔ اور اپنی جماعت کو قابو میں رکھا۔ اور کسی وقت بھی مشتعل ہونے نہ دیا۔ بخلاف رضائی جماعت کے صدر مولوی حبیب الرحمٰن صاحب بہاری کے کہ وہ بار بار مجمع کو مشتعل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ چنانچہ انہیں کی اشتعال انگیزی نے بالآخر مناظرہ کو درہم برہم کر دیا۔ میرے نزدیک یہ خلاف اصول کاروائی جو صدر بھی کرتا اسی کی شکست ہوتی۔ کیونکہ شورش اور فساد عاجزی کی دلیل ہے۔ مثل مشہور ہے کہ

تنگ آمد بجنگ آمد

یہ وہ خاص خاص باتیں ہیں جن کی وجہ سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ مولوی منظور صاحب حق پر ہیں"

ایک افترا کی تردید

مجھے معلوم ہوا ہے کہ رضوی جماعت نے مولانا محمد منظور صاحب کو بدنام کرنے اور اپنی کمزوری پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ شہرت دی ہے کہ مولانا محمد منظور صاحب نے یہ فرمایا کہ۔

" میں بھی بھوکا مرتا ہوں اور میرے آقا بھی بھوکے مرتے تھے "

میں دیانت کے ساتھ کہتا ہوں کہ میں نے یہ الفاظ نہیں سنے بلکہ بعض تعلیم یافتہ حاضرین سے جب میں نے اس کی تحقیق کی تو انہوں نے مجھ کو بتلایا کہ مولانا محمد منظور صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ

" میں بھی بھوکا رہتا ہوں میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم بھی بھوکے رہتے تھے خدائے تعالےٰ میرا حشر بھی ان کے ساتھ کرے "

مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ کسی فریق کے دھوکہ میں نہ آئیں۔ اور صرف سچائی کی پیروی کریں اور دونوں فریق میں سے جو غلط پروپگنڈا کرے اس کی شکست سمجھیں فتح مند کو جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

علاوہ اس کے یہ کہ مولانا محمد منظور صاحب بریلی میں موجود ہیں۔ ان سے خود دریافت کیا جا سکتا ہے کہ ان کے کیا الفاظ تھے۔ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو نیک توفیق دے۔

ایک افسوسناک انکشاف

مولوی سردار احمد صاحب کے فریق کے بعض آدمیوں نے بہت سے ناقابلِ ذکر حیلوں سے مجھ سے اس قسم کی تحریر لینا چاہی۔[1] کہ "مولوی محمد منظور صاحب ٹھیک جواب نہیں دیتے اس لئے مناظرہ بند کر دیا جائے"۔ اس سے ان کا جو مقصد تھا وہ ظاہر ہے مگر میں ان کی چالوں میں نہ آیا۔ انہوں نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ تم صرف سادہ کاغذ پر دستخط کر دو مضمون ہم خود لکھ لیں گے مگر میں اس ضمیر فروشی کے لئے کسی طرح تیار نہ ہوا۔ بلکہ ان باتوں نے مجھے اس فریق سے زیادہ بدظن کر دیا۔ اور میں نے سمجھ لیا کہ یہ لوگ مکر و فریب سے کام لیتے ہیں۔ حالانکہ مذہب تو سچائی کا نام ہے۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ اس

---

[1] افسوس ہے کہ جناب محمد شبیر صاحب نے اس واقعہ کو یہاں نہایت مجمل لکھا حتیٰ کہ ان صاحب کا نام بھی ظاہر نہیں کیا جو ان سے یہ تحریر لینا چاہتے تھے۔ لیکن بعد میں زبانی طور پر آپ سے اس کی تفصیل اس طرح معلوم ہوئی کہ شنبہ اور یکشنبہ کی درمیانی شب میں "حامد یار" نے (جو رضاخانیوں کی طرف سے مناظرہ کے منتظم تھے) جناب محمد شبیر صاحب سے کہا کہ آپ کل صبح کو اس مضمون کی ایک تحریر مناظرہ شروع ہوتے وقت پیش کر دیجئے کہ

"مولوی منظور صاحب، مولوی سردار احمد صاحب کی بات کا ٹھیک جواب نہیں دیتے لہٰذا اب مناظرہ بند کر دیا جائے"۔

جناب محمد شبیر صاحب نے فرمایا کہ اوّل تو یہ بات واقعہ کے خلاف ہے۔ دوسرے یہ کہ ابھی مناظرہ جاری ہے جب مناظرہ ختم ہو جائے گا تو میں اپنی رائے ظاہر کر دوں گا، ابھی آپ مناظرہ کو کیوں ختم کراتے ہیں؟۔ اس کے بعد اگلے دن جس دن کہ مناظرہ ختم ہوا ہے، صبح کے آٹھ بجے کے بعد "حامد یار" جناب محمد شبیر صاحب کو پھر اپنے گھر لے گئے اور بہت منت و سماجت کی اور کہا کہ آپ صرف دستخط کر دیجئے مضمون ہم خود لکھ دیں گے، اور قرآن شریف اپنے ہاتھ میں لے کر کہنے لگے کہ میں آپ کو اس کا واسطہ دیتا ہوں آپ ہماری یہ بات مان لیجئے۔ اور یہ بھی کہا کہ ہم اور آپ ایک جگہ اور ایک محلہ کے رہنے والے ہیں اور ایک ہی جگہ رہنا ہے مولوی منظور سے آپ کا کوئی واسطہ نہیں۔ لیکن جناب محمد شبیر صاحب نے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں اپنے اور آپ کے تعلق کی وجہ سے ایسی خلافِ انصاف بات نہیں کر سکتا"۔

یہ واقعہ خود جناب محمد شبیر صاحب نے ہم سے بیان کیا جس کی تصدیق خود ان سے کی جا سکتی ہے۔

اعلانِ حق کے بعد شاید ان لوگوں کی طرف سے مجھے تکلیفیں پہنچیں گی اور گالیاں دی جائیں گی۔ اور ممکن ہے کہ کوئی اور خطرناک کاروائی بھی کی جاوے، مگر میں ان خطرات کی وجہ سے حق کے اظہار سے باز نہیں رہ سکتا۔ اللہ تعالے میرا مددگار ہے۔

میں نے جو کچھ لکھا ہے سچائی کے ساتھ لکھا ہے اور میں حلف کیساتھ ان واقعات کا اظہار کرتا ہوں۔

یہ میری طرف سے اس مناظرہ کے متعلق مختصر بیان ہے اگر ضرورت پڑی تو اس کے بعد ایک اور مفصل بیان شائع کروں گا۔

آخر میں مسلمانانِ بریلی سے خصوصاً اور مسلمانان ہند سے عموماً میری گزارش ہے کہ وہ فتنہ وفساد کی باتوں سے بچیں اور سب اتفاق واتحاد پیدا کر کے خدا اور اس کے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے کی فکر کریں کہ دنیا وآخرت کی بھلائی اسی میں ہے۔

خادمِ قوم وملت

محمد شبیر بریلوی - بانیٔ مناظرہ

سیکرٹری اسلامی تجارتی کمیٹی لکھنؤ۔ ۳۰ اپریل

۱۹۳۵ء

مناظرہ کے اثرات

اس مناظرہ میں حق کی جو شاندار فتح اور باطل کی جو شرمناک شکست ہوئی اس کا کچھ اندازہ ہمارے ناظرین کو روئداد ہذا کے ملاحظہ سے ہو چکا ہوگا پھر بانیٔ مناظرہ کے حق پرور فیصلہ نے اور بھی اس کو زیادہ نمایاں اور روشن کر دیا اور بریلی میں رضاخانیت کے اقتدار کو غیر معمولی صدمہ پہنچا۔ اور رضاخانی حضرات باآنکہ جھوٹی اشتہار بازی میں بہت کچھ مہارت رکھتے ہیں اور مناظرہ کے ختم ہونے سے پہلے ہی فتح کا اشتہار بھی چھپوا لیتے ہیں۔ مگر اس مناظرہ نے اس طرح ان کو سرنگوں کیا کہ بیس۲۰ دن تک بالکل خاموش رہے۔ بلکہ اس عرصہ میں ان کے بعض سرغنے اس کا اعتراف کرتے تھے کہ میدان مناظرہ مولانا محمد منظور صاحب کے ہاتھ رہا۔ لیکن خود ہی اس کا سبب وہ مولوی سردار احمد صاحب کی ناقابلیت اور ناتجربہ کاری کو بتلاتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر ہمارا مناظر بھی کوئی تجربہ کار ہوتا تو فتح ہماری ہوتی۔

بہرحال مناظرہ کے بعد تقریباً بیس۲۰ روز تک رضاخانی بالکل خاموش تھے۔ بلکہ پرائیویٹ گفتگوؤں میں، اپنی شکست کا اعتراف کرتے تھے۔ لیکن بانیٔ مناظرہ جناب محمد شبیر صاحب کا فیصلہ چونکہ مقامی اخبارات کے علاوہ بعض بیرونی اخبارات میں بھی شائع ہو گیا اور اس نے ملک کے گوشہ گوشہ میں یہ غلغلہ بلند کر دیا کہ رضاخانیوں کے خاص مرکز میں رضاخانیت کو شکست ہو گئی اور ملک اس آواز سے گونج اٹھا۔ اور اطراف وجوانب سے عمائدِ رضاخانیت کے پاس بہت سے خطوط آئے تو رضاخانی کمیٹی نے بھی ایک لمبا چوڑا اشتہار "مناظرہ بریلی کی مختصر روئداد" کے عنوان سے مرتب کیا اور چھاپ چھاپ کر بیرونجات میں بھیجا گیا۔ مگر بریلی میں اس کی عام اشاعت نہیں کی گئی بلکہ صرف اپنے خاص خاص مریدوں کو بھیجا گیا۔

یوں تو رضاخانی مولوی صاحبان کو دروغ بیانی اور غلط گوئی کے فن میں خصوصی مہارت ہے۔ لیکن اس ناپاک فن کی جیسی مشق اور مہارت اس اشتہار میں دکھلائی گئی ہے اس کی نظیر مشکل سے ملے گی۔ جو حضرات بریلی کے مناظرہ میں شریک تھے ان سے پرزور درخواست ہے کہ وہ اس کو ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ اور رضاخانی پیروں اور سجادہ نشینوں کی صداقت شعاری اور راست بازی کی داد دیں۔ ہم نے اس اشتہار پر ایک مختصر تبصرہ بھی لکھا ہے جو انشاء اللہ عنقریب "الفرقان" کے کسی نمبر میں ہدیۂ ناظرین ہوگا۔[1]

---

[1] موجودہ ایڈیشن میں اسے بھی شامل کر دیا گیا ہے۔ آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔ (ناشر)

تذییل — بریلی کے اس مناظرہ میں جس شرح وبسط کے ساتھ حفظ الایمان کی عبارت پر روشنی پڑی ہے اور جیسی جامع اور مکمل بحث اس پر اس مناظرہ میں ہوئی ہے، ایسی اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی ہوگی۔

مگر پھر بھی مناظرہ کے قبل از وقت ختم ہو جانے کی وجہ سے ایک آخری چیز باقی رہ گئی ہے اور مولانا موصوف اس کو اپنی اسی تقریر میں پیش کرنے کا ارادہ رکھتے تھے جس تقریر کے اثناء میں رضاخانیوں نے ہڑبونگ مچا کر مناظرہ درہم برہم کر دیا، اب ہم مولانا کے حکم سے اس کو یہاں درج کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ

" حفظ الایمان کی جس عبارت پر یہ مناظرہ ہوا اگرچہ وہ بحمد اللہ بالکل بے غبار ہے اور اس میں اس مطلب کا شائبہ بھی نہیں جو رضاخانی حضرات لیتے ہیں۔ جیسا کہ روئداد ہذا کے مطالعہ سے بھی ناظرین کو معلوم ہوا ہوگا۔ لیکن حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ نے برعایت عوام قطع نزاع کے لئے اس عبارت کا بھی عنوان بدل دیا ہے۔ چنانچہ ۱۳۴۲ھ سے اس وقت تک جتنے ایڈیشن حفظ الایمان کے شائع ہوئے ہیں ان سب میں اس پہلی عبارت کی جگہ یہ عبارت ہے۔

" پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے "

اگر رضاخانیوں کی نیتوں میں کچھ بھی اخلاص ہوتا تو چاہیے تھا کہ مولانا کی اس ترمیم پر وہ خاموش ہو جاتے اور اس جنگ کو ہمیشہ کے واسطے ختم کر دیتے۔ لیکن چونکہ ان کی روزی مسلمانوں کی اسی خانہ جنگی سے وابستہ ہے اس لئے ان کی تکفیر میں ابھی وہی دم خم ہیں۔

صدق اللہ عزوجل وَمَا تُغْنِي الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُونَ۔

○

رضاخانیت کا آخری سہارا

اب رضاخانیوں نے ہر طرف سے عاجز آکر یہ پروپیگنڈا شروع کیا ہے کہ مناظرہ میں مولانا محمد منظور صاحب نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو "بھوکا" کہا جس سے حضور کی سخت توہین ہوئی، کیوں کہ آپ زمین و آسمان کے خزانوں کے مالک اور بادشاہ کونین تھے"۔ اور افسوس ہے کہ بعض نیک بخت سادہ لوح بھی ان کے اس فریب میں آجاتے ہیں۔ اس لئے بعض احباب نے خود مولانا محمد منظور صاحب سے درخواست کی کہ آپ اس کے متعلق "الفرقان" میں چند سطریں تحریر فرمادیں۔ چنانچہ مولانا ممدوح نے ایک مختصر سا مضمون اسی درخواست پر ارقام فرمایا جو تکمیلاً للفائدہ اس جگہ درج کیا جاتا ہے۔ مرتب

میرے آقا بھوکے رہتے تھے

یہ وہ حقیقت ہے جو تاریخ و حدیث کی متواتر شہادتوں سے ثابت ہے اور اس کا انکار صرف وہی کرسکتا ہے جو علم اور حیا دونوں سے عاری ہو۔ لیکن چونکہ آج کل بریلی کے بعض حیا باختہ شدت سے اس کا انکار کر رہے ہیں۔ اور اس کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین بتلا رہے ہیں اس لئے بعض احباب کے توجہ دلانے پر آقائے کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی تنگی معاشرت کے متعلق چند روایتیں نقل کی جاتی ہیں۔

جامع ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ۔

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يبيت الليالي المتتابعة واهله طاويا لا يجدون عشاءً (الحديث)	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل وعیال پے در پے کئی کئی راتیں بھوکے رہ کر گزار دیتے تھے رات کا کھانا نہیں ملتا تھا۔

مسلم شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں۔

لقد رأيت النبي صلى الله عليه وسلم يظل اليوم يلتوي ما يجد من الدقل ما يملأ به بطنه .	میں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو اس حال میں دیکھا ہے کہ آپ دن بھر بھوکے رہتے تھے معمولی کھجوریں بھی اتنی نہ ملتی تھیں جن سے آپ اپنا پیٹ بھریں۔

نیز ترمذی شریف میں حضرت ابو طلحہ رضہ سے مروی ہے کہ۔

شکونا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الجوع ورفعنا ثیابنا عن حجر حجر علی بطوننا فرفع صلی اللہ علیہ وسلم عن حجرین۔

ہم لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھوک کی شکایت کی اور ہمارے پیٹوں پر ایک ایک پتھر بندھا ہوا تھا جس کو ہم نے کپڑے اٹھا کر دکھایا، تو حضور ص نے کپڑے اٹھا کر دو پتھر بندھے دکھائے۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، انہوں نے اپنے بھانجے عروہ بن الزبیر رضہ سے فرمایا۔

یا ابن اختی انا کنا لننظر الی الھلال ثم الھلال ثم الھلال ثلاثۃ اھلۃ فی شہرین وما اوقد فی ابیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم نار قال قلت یا خالۃ فما کان یعیشکم قالت الاسود ان التمر والماء۔ (الحدیث)

اے بھانجے ہم یکے بعد دیگرے تین تین چاند دو مہینے میں دیکھ لیتے تھے اور اس عرصہ میں حضور ص کے گھروں میں آگ بھی نہ جلتی تھی۔ حضرت عروہ رضہ نے دریافت کیا کہ خالہ جان پھر کس چیز سے آپ لوگوں کی زندگی قائم رہتی تھی؟ فرمایا کہ بس کھجوریں اور پانی۔

اور صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

توفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ودرعہ مرھونۃ عند یھودی فی ثلثین صاعا من شعیر۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں وفات پائی کہ آپ کی زرہ مبارک تیس ۳۰ صاع جو کے بدلے میں ایک یہودی کے یہاں گروی رکھی ہوئی تھی۔

نظر بر اختصار یہاں صرف یہ پانچ روایتیں حضور آقائے کونین ص کی معاشرت کے متعلق نقل کر دی گئی ہیں ورنہ حدیث و سیر کے دفتر میں اس قسم کی صدہا روایات موجود ہیں۔

رہا یہ وسوسہ کہ جب حضور ص خدا کے محبوب اور مقرب ترین بندے تھے تو آپ کا یہ حال کیوں تھا؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے خود ہی اپنے لئے دنیا کے عیش و آرام کو پسند نہیں فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ ایک دن حضور ص کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ کے گھر میں کھانے پینے کا کوئی سامان

نہیں ہے۔ اور آپ ایک بوریے پر استراحت فرما رہے ہیں، اور کھجور کی چھال کا تکیہ سر مبارک کے نیچے ہے۔ اور جسدِ اطہر پر بوریے کے نشانات پڑ گئے ہیں۔ تو حضور ؐ کی یہ حالت دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو آگئے۔ حضور ؐ نے دریافت فرمایا۔ عمر! کیوں روتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ یہ قیصر و کسریٰ خدا کے باغی ہیں اور عیش و راحت کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور حضور خدا کے رسول ہیں اور اس قدر تکلیف میں ہیں۔

ارشاد ہوا، اے ابن الخطاب! تم کو یہ وسوسہ۔

اولئك قوم عجلت لهم طيباتهم في الحيوة الدنيا وما لهم في الآخرة من خلاق۔ — وہ ایسے لوگ ہیں جن کو ان کے مرغوبات دنیا ہی میں دے دیئے گئے ہیں اور آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت عمر رض سے ارشاد فرمایا۔ کہ تم اس سے راضی نہیں کہ قیصر و کسریٰ کے لئے دنیا کی لذتیں ہوں اور ہمارے لئے دارِ آخرت۔ بہر حال دنیاوی عیش و راحت کو حضور ؐ نے نہ اپنے لئے پسند فرمایا نہ اپنی ذریت کے لئے نہ اپنے محبین کے لئے۔ چنانچہ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

ان الفقر اسرع الى من يحبني من السيل الى منتهاه۔ — سیلاب جس تیزی سے اپنے منتہا پر پہنچتا ہے اس سے زیادہ تیزی کے ساتھ فقر اس شخص کی طرف دوڑتا ہے جو مجھ سے محبت کرے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی ۔ محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

۱۴ صفر ۔ ۵۴ ھ ۱۳

دعا ہے کہ حق تعالےٰ نے جس طرح اس مناظرہ کو حاضرین کے لئے باعث ہدایت بنایا اسی طرح اس روئداد کو بھی ناظرین کے لئے نافع بنائے۔ وما هو على الله بعزيز ولله الحمد وعلى رسوله الصلوة والسلام۔

خاکسار

محمد رفاقت حسین فاروقی عمروی غفرلہٗ

صفر ۵۴ھ ۱۳

ضمیمہ رُوداد مُناظرۂ بریلی ۱؎

"مختصر رُوداد پر مختصر تنقید"

(جناب مولانا رفاقت حسین صاحب فاروقی)

ہم مناظرۂ بریلی کی مفصل روداد (**فتح بریلی کا دلکش نظارہ**) کے خاتمہ میں جناب محمد شبیر صاحب بانی مناظرہ کا فیصلہ بجنسہٖ درج کر چکے ہیں اور یہ بھی بتلا چکے ہیں کہ جناب موصوف نے مناظرہ کے ختم ہونے کے بعد متصلاً ہی اپنا یہ فیصلہ شائع کر دیا تھا اور مقامی اخبارات کے علاوہ بعض بیرونی اخبارات نے بھی اس کو شائع کیا جس کی وجہ سے دور دراز تک یہ غلغلہ بلند ہو گیا کہ رضاخانیت کو اپنے مرکز میں شکست ہو گئی۔ خود بریلی کے رضاخانی صاحبان بھی اپنی اس کھلی شکست اور بانی مناظرہ کے اس فیصلہ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ خلافِ عادت بیس دن تک بالکل خاموش رہے۔ مگر اللہ بھلا کرے ان بیرونی رضاخانیوں کا جنہوں نے بریلی کے قبلوں کعبوں کو خط پر خط لکھ کر جھنجوڑا اور لکھا کہ اگر شبیری فیصلہ کے خلاف کوئی بیان آپ کی طرف سے شائع نہ ہوا تو ساری برادری کی سخت ذلت اور رسوائی ہو گی اور اس سے جو جماعتی نقصان پہنچے گا وہ ناقابل تلافی ہو گا۔ ان چیزوں سے مجبور ہو کر یہاں کے عمائد رضاخانیت نے بھی ایک اشتہار "مناظرۂ بریلی کی مختصر روداد" کے عنوان سے مرتب کیا اور بیرونجات میں کثرت کے ساتھ بھیجا۔ لیکن بریلی میں صرف اپنے خاص خاص آدمیوں کو دیا گیا۔ اس اشتہار پر تاریخ اگرچہ ۱۷ مئی لکھی گئی ہے لیکن ہم کو بڑی تلاش و جستجو کے بعد اس کی ایک کاپی مئی کی آخری تاریخوں میں مل سکی۔ اس اشتہار میں دروغ بیانی اور غلط گوئی کا جو حیرت انگیز کمال دکھلایا گیا ہے درحقیقت اس کی نظیر کسی مذہبی لٹریچر میں نہیں مل سکتی۔

جو حضرات اس مناظرہ میں شریک تھے ان سے تو ہماری صرف یہ درخواست ہے کہ وہ علماءِ رضاخانیت

کے اس اعمال نامہ کو دیکھیں اور ان کی صداقت شعاری اور راست بازی کی داد دیں۔ اور جو حضرات وہاں موجود نہیں تھے ان کے لئے اگرچہ اصل حقیقت کا پتہ چلانا دشوار ہے لیکن ہم انشاءاللہ ایسے پختہ اصولوں پر تنقید کریں گے کہ غائبین بھی حقیقتِ حال معلوم کرسکیں۔ وماتوفیقی الا باللہ۔

رضاخانیوں کا یہ طویل وعریض اشتہار "حامد یار" کے نام سے شائع کیا گیا ہے گویا مناظرہ کے متعلق یہ اس بے چارہ کا تحریری بیان ہے۔ لیکن جو لوگ اس شخص سے واقف ہیں ان کو معلوم ہوگا کہ وہ غریب تو دو سطریں بھی نہیں لکھ سکتا اور جو واقف نہیں ہیں وہ اس سے گفتگو کرکے اور اسی اشتہار کی دو چار سطریں بطور املا لکھا کے معلوم کرسکتے ہیں کہ آیا یہ اسی بے چارہ کا لکھا ہوا ہے یا کسی دوسرے حامد کا ؎

چرخ کو کب یہ سلیقہ ہے ستم گاری میں
کوئی .... ہے اس پردۂ زنگاری میں

اس تمہید کے بعد ہم نمبروار تنقید شروع کرتے ہیں۔

۱ : اشتہار نویس صاحب (حامد) اپنے اس اشتہار میں لکھتے ہیں کہ۔

"میں جو کچھ بھی اپنے اس اشتہار کے اندر مناظرۂ بریلی کے متعلق مختصراً لکھوں گا اس کا عہد کرتا ہوں کہ اپنے اللہ کو سمیع و بصیر جانتے ہوئے امانت و دیانت کے ساتھ صحیح لکھوں گا کہ قرآن کریم کا یہ ارشاد کہ "لعنة الله على الكذبين" میرے پیش نظر ہے مجھے کسی فریق کی جانب داری سے کوئی علاقہ نہ ہوگا"

لیکن اس عہد پر وہ کہاں تک قائم رہے اس کی تفصیل آگے ملاحظہ ہو۔

۲ : اس کے بعد ہی متصلاً لکھتے ہیں کہ "میں وہ شخص ہوں جس نے فریقین کے علماء کو مناظرہ کی دعوت دی، انہیں مناظرہ پر آمادہ کیا" حالانکہ انعقاد مناظرہ سے پہلے کبھی ایک مرتبہ بھی مولانا محمد منظور صاحب نے ان کی صورت نہیں دیکھی۔ البتہ جناب محمد شبیر صاحب اس مناظرہ کے سلسلہ میں کئی بار مولانا کے پاس آئے گئے، نیز اسی اشتہار میں آگے یہ بھی مذکور ہے کہ مولانا محمد منظور صاحب نے مولوی سردار احمد صاحب کو مناظرہ کا چیلنج دے دیا جس کو نہایت اولوالعزمی کے ساتھ مولوی سردار احمد صاحب نے منظور کرلیا۔

پھر فریقین کو مناظرہ پر آمادہ کرنے کے کیا معنے؟ سچ ہے "دروغ گو را حافظہ نباشد"۔

۳ : اس کے بعد یہی حامد میاں انعقاد مناظرہ کے اسباب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔

"ماہ محرم الحرام کے دوسرے عشرہ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی کتاب "حفظ الایمان" کی ایک عبارت کے متعلق شہر کہنہ بریلی سے جناب مولانا مولوی سردار احمد صاحب گورداسپوری مدرس دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے پاس ایک سوال آیا الخ"

اس میں ایک صاف صریح جھوٹ تو یہ ہے کہ "جناب محمد شبیر صاحب" کے جس سوال کا یہ ذکر ہے اس میں کہیں "حفظ الایمان" کا تذکرہ نہیں۔ اور دوسرا فریب یہ ہے کہ سوال کرنے والے "جناب محمد شبیر صاحب" کا نام نہیں لکھا گیا تاکہ کہیں لوگوں کو یہ معلوم نہ ہو جائے کہ محمد شبیر صاحب ہی درحقیقت اس مناظرہ کے بانی مبانی تھے اور وہ دیوبندی نہیں تھے بلکہ رضاخانی علماء سے ایسی عقیدت رکھتے تھے کہ ایک اہم مسئلہ میں ان سے فتویٰ لینے گئے تھے۔

اور تیسرا جھوٹ یہ ہے کہ "یہ سوال شہر کہنہ سے مولوی سردار احمد صاحب کے پاس آیا۔ ہم نے اپنی روئداد کے ابتدائی اوراق میں جہاں محمد شبیر صاحب کا سوال اور مولوی سردار احمد صاحب کا جواب نقل کیا ہے وہیں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ جناب محمد شبیر صاحب نے اپنا سوال جناب مولوی حامد رضا خان صاحب کے سامنے پیش کیا تھا لیکن (شاید ساٹھ سالہ تجربہ کی وجہ سے ان کو اس سوال ہی میں مناظرہ کی بو آگئی اس لئے) انہوں نے خود جواب نہیں لکھا اور اس طرح وہ بلا بے چارے مولوی سردار احمد کے سر پڑ گئی۔

یہ تین سطروں میں صرف تین جھوٹ اس راست باز کے ہیں جو خدا کو سمیع و بصیر مان کر "لعنۃ اللہ علی الکذبین" پڑھ کر ابھی یہ عہد کر چکا ہے کہ "میں جو کچھ لکھوں گا صحیح لکھوں گا" معلوم ہوتا ہے کہ نئے مجدد کے نئے دین و مذہب میں شاید غلط اور صحیح، سچ اور جھوٹ کے معنے بھی بدل گئے ہیں ۔

صحیح کا نام غلط رکھ دیا اور غلط کا صحیح
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

۴ : پھر یہی راست باز (واقعی یا فرضی حامد) مناظرہ کے پہلے دن کے متعلق لکھتے ہیں۔

"وہ ساعت آگئی جس کے تصور سے وہابی جماعت کا دل لرز رہا تھا یعنی دس بج گئے اور وہابی جماعت کے مناظر مولوی منظور صاحب میدان مناظرہ سے اس طرح غائب ہیں جیسے گدھے کے سر سے سینگ"

۵ : پھر اسی سلسلہ میں چند سطر کے بعد لکھتے ہیں۔

"جب وہابیوں کے مناظر مولوی منظور صاحب کو "پا بدست دگرے دست بدست دگرے" میدان مناظرہ میں لایا گیا" الخ "

قطع نظر اس سے کہ اس میں کیسا صدی فی صدی جھوٹ بولا گیا ہے ہم اپنے ناظرین کو یہاں صرف اس طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ یہ ناپاک الفاظ اس شخص کے ہیں جو ابھی ابھی خدا کو "سمیع و بصیر" جان کر اور "لعنۃ اللہ علی الکاذبین" کی تلاوت کر کے لکھ چکا ہے کہ " مجھے کسی فریق کی جانب داری سے کوئی علاقہ نہ ہوگا" ہم بھی کہتے ہیں کہ ایسے جھوٹوں پر خدا کی ایک نہیں بلکہ ہزار بلکہ بے شمار لعنتیں، کہو آمین۔

۶ : پھر اسی اشتہار میں لکھا گیا ہے کہ۔

"اس مناظرہ کا انعقاد دونوں فریقوں کے اتفاق سے اس لئے ہوا تھا کہ مولانا مولوی سردار احمد صاحب نے مولوی اشرف علی صاحب کی حفظ الایمان کی عبارت پر جو فتویٰ دیا ہے اس عبارت پر کلام ہوگا"

اس سے زیادہ سفید جھوٹ اور کیا ہو سکتا ہے۔ مولانا محمد منظور صاحب اور مولوی سردار احمد صاحب کی تحریریں ہم اپنی روئداد کے شروع میں نقل کر چکے ہیں۔ مولانا محمد منظور صاحب کی تحریر میں یہ تصریح ہے کہ۔

"میں تمام نزاعی امور میں مولوی سردار احمد صاحب سے مناظرہ کرنے کو تیار ہوں"

اور مولوی سردار احمد صاحب کے الفاظ یہ ہیں کہ۔

"مولوی منظور صاحب کا چیلنج مناظرہ فقیر کو بغیر نظر و فکر منظور ہے جن امور میں وہ مناظرہ کرنا

ل خدا جھوٹے کو دنیا اور آخرت میں رو سیاہ کرے۔

چاہیں فقیر بھی بحمدہ تعالیٰ ان امور میں مناظرہ کے لئے تیار ہے "۔ ناظرین کرام فریقین کی تحریروں میں موضوع مناظرہ کی تعمیم دیکھیں اور اس اشتہار نویس کے اس بہادرانہ جھوٹ کی داد دیں۔

۷ : اس کے بعد اشتہار میں لکھا ہے کہ۔

" مولوی منظور صاحب نے اس عبارت (یعنی عبارت حفظ الایمان) کو چھوڑ کر دوسرے مسائل پر کلام کئے جانے کی شرط کو پیش کیا اور اس پر نہایت سختی کے ساتھ اصرار کیا "۔

جو حضرات مناظرہ میں موجود تھے وہ خاص طور پر اس سفید بلکہ سیاہ جھوٹ کو ملاحظہ فرمائیں۔ اور حامد میاں کی اس راست بازی کی داد دیں، اور جو حضرات وہاں نہیں تھے ان کو تفصیلی روئداد کے مطالعہ سے معلوم ہو چکا ہوگا کہ موضوع مناظرہ کے متعلق نزاع یہ تھا کہ مولوی سردار احمد صاحب کہتے تھے کہ مناظرہ صرف "حفظ الایمان" کی عبارت پر ہوگا اور مولانا محمد منظور صاحب کا اصرار تھا کہ حسام الحرمین کے تمام مباحث پر بالترتیب اور دوسرے اختلافی مسائل پر بھی مناظرہ ہوگا۔ اور مولانا کا یہ اصرار بالکل بجا تھا جس کے سامنے بالآخر مولوی سردار احمد صاحب کو بھی جھکنا پڑا اور ان کو اس کی تحریر بھی دینی پڑی اگرچہ عمل کے وقت وہ اس سے گریز کر گئے۔

۸ : اس اشتہار میں مولانا محمد منظور صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ۔

" آپ نے ایک موقع پر " تعلیق بالمحال " کا لفظ بولا اور تحریر میں لکھا جب ان سے مولانا سردار احمد صاحب نے مطالبہ کیا کہ بتاؤ تعلیق بالمحال کسے کہتے ہیں اور اس کا کیا مطلب ہے تو حیران و ششدر ہو کر اور سر پکڑ کر بیٹھ گئے اور جواب[۱] نہ دے سکے "۔

جو لوگ مجلس مناظرہ میں موجود تھے وہ تو اس جھوٹ پر لعنت بھیجیں گے ہی لیکن جو وہاں موجود نہ تھے وہ

---

[۱] ان عقل کے دشمنوں کے نزدیک شاید تعلیق بالمحال کا لفظ بھی کوئی ایسا دقیق اور غامض لفظ ہے جس کے لئے رازی اور غزالی کے آنے کی ضرورت ہے۔ مگر ہم بتا دینا چاہتے ہیں کہ ہمارے یہاں اس قسم کے جوابات دینے کے لئے صغریٰ کبریٰ پڑھنے والے طلباء تیار ہیں۔ مدرسہ میں آکر ان سے استفادہ کیجئے۔

بھی مولانا محمد منظور صاحب کی علمی جلالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے غالباً بلا تامل کہیں گے "ان ھذا الا اختلاق"

اصل واقعہ یہ تھا کہ جب مولوی سردار احمد صاحب نے یہ پوچھا کہ تعلیق بالمحال کس کو کہتے ہیں ؟ تو مولانا نے یہ فرمایا کہ یہ بات مجلس مناظرہ میں پوچھنے کی نہیں ہے بلکہ مدرسہ میں پوچھنے کی ہے۔ اس وقت میں مناظرہ کے لئے کھڑا ہوں سبق پڑھانے کے لئے نہیں بیٹھا ہوں۔ لیکن اس کے بعد بھی مولوی سردار احمد صاحب اپنی کج بحثی سے باز نہیں آئے تو مولانا نے فرمایا کہ اگر میری منطق دانی کا امتحان لینا ہے تو پھر اچھا یہ ہے کہ آپ حضرات میں جو سب سے بہتر منطق جانتا ہو اس کو کھڑا کر دیجئے اور ایک گھنٹہ خالص علمی گفتگو کے لئے مقرر کر لیجئے خدا نے چاہا تو چند منٹ میں معلوم ہو جائے گا کہ آپ حضرات کو منطق کی ہوا بھی نہیں لگی۔ لیکن اگر صرف خلط مبحث کرنے اور وقت ضائع کرنے کے لئے آپ اس قسم کی کج بحثیاں کریں گے تو میں ہرگز جواب نہیں دوں گا۔ میرے نزدیک یہ وقت نہایت قیمتی ہے اور مجھے اسی وقت میں لوگوں کو آپ حضرات کی مذہبی گمراہیوں پر مطلع کرنا ہے۔ مولوی سردار احمد صاحب نے کہا کہ اگر آپ جواب نہیں دیتے تو پھر اپنی تحریر میں سے تعلیق بالمحال کا لفظ نکال دیجئے۔ مولانا نے فرمایا کہ اگر آپ تعلیق بالمحال کا لفظ نہیں سمجھ سکتے تو مجھ کو اس کے نکال دینے میں کوئی عذر نہیں۔ اس کے بعد مولانا نے اپنی تحریر سے وہ لفظ نکال دیا۔"

۹ ، اس اشتہار میں یہ بھی لکھا ہے کہ۔

"مولانا سردار احمد صاحب جس قدر علمی سوالات کرتے تھے جواب دینا تو درکنار مولوی منظور احمد صاحب اور نہ صرف مولوی منظور احمد صاحب بلکہ تمام دیوبندی جماعت انہیں سن کر حیران و ششدر ہو جاتی تھی"

شرکاء مناظرہ غور فرمائیں کہ یہ بریلی کے مناظرہ ہی کا واقعہ ہے یا کسی خواب کے مناظرہ کا۔ کیا مولوی سردار احمد صاحب نے کوئی ایک بھی ایسا سوال کیا تھا جس کو علمی کہا جا سکے، معلوم ہوتا ہے کہ رضاخانی ٹکسال میں روئداد کے پر کرنے کے لئے کچھ سوالات ڈھالے جا رہے ہیں۔ یہ انہیں کی پیش بندی ہے بہت اچھا ہم بھی کہیں نہیں گئے ہیں [1]۔

---

[1] بریلی میں ہی ڈیرہ ڈال رکھا ہے گھبرائیے نہیں ہر طرح خدمت کو حاضر ہیں ۱۲ مرتب

۱۰ :- اس اشتہار میں مولانا محمد منظور صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ وہ۔

" اس عبارت (یعنی عبارت حفظ الایمان) کا کوئی مطلب ایسا نہ بتا سکے جس سے اس عبارت سے توہین و گستاخی ہونے کا حکم اٹھ جاتا۔"

جو حضرات مناظرہ میں شریک تھے وہ حضرات تو مولانا کی ان رضاخانیت شکن تقریروں کو یاد کریں جنہوں نے روز روشن کی طرح واضح کر دیا تھا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں توہین کا شائبہ بھی نہیں اس پر کفر کا فتوے دینے والے یا مفتری کذاب ہیں یا جاہل نا قابل خطاب۔ اور جو وہاں مناظرہ میں موجود نہ تھے وہ حضرات مولانا کی وہ تقریریں تفصیلی روئداد میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۱ : مولانا محمد منظور صاحب نے حفظ الایمان کے مضمون کی تائید میں قرآن کریم سے سولہ[۱۶] بلکہ سترہ[۱۷] آیتیں پیش کی تھیں ان کے متعلق اس اشتہار میں لکھا گیا ہے کہ۔

" مولوی منظور صاحب نے عوام کو دھوکہ دینے کے لئے قرآن حکیم کی سولہ آیتیں تلاوت کیں مگر کسی ایک کے ترجمہ یا مطلب سے بھی حفظ الایمان کی اس عبارت کو ثابت نہ کر سکے "

یہ آیتیں اپنے موقعہ پر تفصیلی روداد میں آچکی ہیں۔ ناظرین فیصلہ فرمائیں کہ ان سے حفظ الایمان کا مضمون ثابت ہوتا ہے یا نہیں ؟

۱۲ : مولوی سردار احمد صاحب نے اپنے نزدیک حفظ الایمان کی عبارت کے دو فوٹو بنا کر پیش کئے تھے، ایک یہ کہ۔

" مولوی اشرف علی صاحب کی ذات پر عالم ہونے کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو الخ"

اور دوسرا فوٹو یہ کہ۔

" مولوی اشرف علی صاحب کے چہرہ پر حسین ہونے کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو۔ الخ"

مولانا محمد منظور صاحب نے ان فوٹوؤں کو غلط اور عبارت حفظ الایمان کے غیر مطابق ثابت کرنے کے بعد ان کا جو دندان شکن دہان دوز جواب دیا تھا کہ جس سے مولوی احمد رضا خان صاحب کی روح بھی تھوڑی دیر کے لئے تڑپ گئی ہوگی اور جن زندہ رضاخانیوں نے بھی اس کو سنا تھا یقین ہے کہ وہ بھی تا زیست اس کو نہ بھولیں گے

اُس کا اس اشتہار میں کوئی ذکر نہیں کیا بلکہ اس کے متعلق یہ صریح جھوٹ بولا گیا کہ۔

"نہ صرف مولوی منظور صاحب بلکہ وہابیان بریلی کی وہ قلیل جماعت جو میدانِ مناظرہ میں موجود تھی ان دونوں فوٹوؤں کی عبارت کو سن کر کرب و بے چینی سے تلملا اٹھی" (اور جواب کا ذکر ندارد)۔

مولانا کا وہ دندان شکن جواب اپنے موقع پر تفصیلی روداد میں نقل کیا جا چکا ہے۔ ناظرین کرام ملاحظہ فرما کر اس اشتہار نویس کی راستبازی کا اندازہ کریں۔

۱۳:۔ رضاخانیوں نے حضرت مولانا محمد منظور صاحب کے رضاخانیت شکن بے پناہ واروں سے تنگ آ کر مجلس مناظرہ کو درہم برہم کرنے کے لئے جو شرمناک اور انسانیت سوز طریقہ اختیار کیا انسانیت و شرافت ہمیشہ ہمیشہ اس پر لعنت کرے گی۔ بالخصوص رضاخانیوں کے صدر مولوی حبیب الرحمٰن کا شور و شغب اور ان کے اشارہ پر رضاخانی غنڈوں کی وحشیانہ یورش یہ وہ چیزیں ہیں جن پر بعض ان رضاخانیوں نے بھی نفرت کی جو تہذیب و انسانیت سے بالکل محروم نہیں تھے۔ لیکن اس اشتہار میں ان چیزوں پر پردہ ڈالنے کے لئے وہ سفید جھوٹ بولا گیا ہے جس کی نظیر رضاخانی لٹریچر کے سوا اور کہیں نہیں مل سکتی اور نہ چشم دید واقعات میں فرزندانِ رضاخانیت کے علاوہ کوئی دوسرا اس دلیری کے ساتھ جھوٹ بول سکتا ہے ہم اختتامِ مناظرہ کے صحیح واقعات تفصیلی روداد میں لکھ چکے ہیں ناظرین ملاحظہ فرمالیں۔

۱۴:۔ جناب محمد شبیر صاحب بانیٔ مناظرہ کے فیصلہ کو بے اثر کرنے کے لئے اس اشتہار میں ان بیچاروں کو بھی دیوبندی لکھا گیا ہے ہم تو اس سے بہت خوش ہیں کہ ہماری جماعت میں ایک آدمی کا اضافہ ہوا۔ اللّٰھم زد فزد۔

لیکن یہ چیز واقع کے بالکل خلاف اور نہایت سفید جھوٹ ہے۔ اگر جناب محمد شبیر صاحب پہلے سے دیوبندی ہوتے تو مولانا اشرف علی صاحب کے متعلق فتوے لینے کے لئے مولوی حامد رضا خان صاحب کے پاس نہ جاتے اور ان سے یہ نہ پوچھتے کہ میرا بھائی مولوی اشرف علی صاحب کو مانتا ہے میں اس سے ملوں یا نہ ملوں، کیا کسی دیوبندی کو بھی یہ وسوسہ ہو سکتا ہے؟ پس جناب محمد شبیر صاحب کا فتویٰ لینے کے لئے مولوی

حامد رضاخان صاحب کے پاس جانا اوران کا زبانی ، اور مولوی سردار احمد صاحب کا تحریری یہ فتوے دینا کہ "اگر تمہارا بھائی مولوی اشرف علی صاحب کی عقیدت سے باز نہ آئے تو اس سے ترک تعلق کر دیا جائے ، اس سے میل جول ، سلام کلام ، کھانا پینا ، سب حرام ہے ۔" یہ صریح دلیل اس کی ہے کہ جناب محمد شبیر صاحب دیوبندی نہیں تھے بلکہ مولوی حامد رضاخان صاحب سے علمی اور مذہبی عقیدت رکھتے تھے اور مولوی صاحب موصوف بھی ان کو اپنا برادر مذہبی جانتے تھے جب ہی تو ان کو یہ ترک موالاتی فتوٰی دیا۔

علاوہ اس کے مسلمانان بریلی کو یہ بھی یاد ہوگا کہ اب سے کئی سال پہلے جب کہ جناب محمد شبیر صاحب بریلی ہی میں مقیم تھے انہوں نے مسلمانوں کے سود و بہبود کے لئے ایک انجمن قائم کی تھی اور اس کا ایک جلسہ بھی کیا تھا جس میں صرف رضاخانی علماء کو بلایا تھا اور اسی سلسلہ میں جناب مولوی حامد رضاخان صاحب نے مولوی نعیم الدین صاحب مرادآبادی کے بلانے کے لئے ایک خط بھی لکھ کر جناب محمد شبیر صاحب کو دیا تھا ، مولوی حامد رضاخان صاحب سے بحلف اس کی تصدیق کی جا سکتی ہے ۔

نیز بعض انجمنوں میں جناب محمد شبیر صاحب اور مولوی حسنین رضاخان صاحب خلیفہ خاص و داماد جناب مولوی احمد رضاخان صاحب نے مل کر دوش بدوش کام کیا ہے ۔ ان انجمنوں کے رجسٹر اگر تلف نہ ہو گئے ہوں تو وہ اس حقیقت کی شہادت دیں گے ۔

بہر حال جناب محمد شبیر صاحب کو صرف منصفانہ فیصلہ دے دینے کی وجہ سے دیوبندی کہہ دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ یہودِ مدینہ حضرت عبد اللہ بن سلام کو " خیرنا و ابن خیرنا " کہتے تھے (یعنی قوم یہود کا افضل ترین فرد) لیکن جیسے ہی انہوں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت و رسالت کی شہادت دی اور اسلام قبول کیا تو وہی کذاب یہودی کہنے لگے " شرنا وابن شرنا " (یعنی یہ تو ہم میں بدترین شخص ہے اور اس کا باپ بھی ایسا ہی خراب تھا)۔

۱۵ : بعض رضاخانی ایجنٹ جناب محمد شبیر صاحب بانیٔ مناظرہ سے جو خلاف دیانت تحریر مناظرہ کے متعلق لینا چاہتے تھے اس کا ذکر روئداد میں کیا جا چکا ہے لیکن اشتہار میں اس سے صاف انکار کیا گیا ہے مگر ارباب بصیرت کے لئے اسی انکار میں اس گندے جرم کا صریح اقرار موجود ہے اس موقع پر اس اشتہار کی عبارت

یہ ہے کہ

"بعض اہلسنت جن پر یہ افترا کیا جاتا ہے کہ انہوں نے محمد شبیر صاحب سے تحریر لینی چاہی، ان افراد نے جو زبردست احسان دیوبندی علماء اور دیوبندی مناظر مولوی منظور صاحب پر کیا تم سب تمام عمر ان کے ذمہ شکر سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے کہ چار دن تک برابر آپ کے مناظر نے ہر قسم کے گندے حملے علماء اہلسنت پر کئے مگر ان افراد نے اثناء مناظرہ میں کسی قسم کی کوئی ذلت یا تکلیف نہیں پہنچنے دی۔"

جن لوگوں کے دماغ جو ہر لطیف سے خالی نہیں ہیں وہ ان سطروں کو غور سے پڑھیں جناب محمد شبیر صاحب نے اپنے فیصلہ میں ان لوگوں کا نام نہیں لکھا تھا جو ان سے وہ تحریر حاصل کرنا چاہتے تھے۔ بلکہ انہوں نے صرف یہ لکھا تھا کہ۔

"مولوی سردار احمد صاحب کے فریق کے بعض آدمیوں نے بہت سے ناقابلِ ذکر حیلوں سے مجھ سے اس قسم کی تحریر لینا چاہی۔"

بہرحال محمد شبیر صاحب کے اس فیصلہ میں کوئی ہلکا اشارہ بھی ایسا نہیں تھا جس سے یہ معلوم ہو سکتا کہ وہ کون لوگ تھے لیکن مثل مشہور ہے کہ "چور کی داڑھی میں تنکا" اس اشتہار میں ان لوگوں کو متعین کر دیا گیا کہ وہ وہی تھے جو اثناء مناظرہ میں امن قائم رکھنا چاہتے تھے اور وہ بھی "حامد یار تھے"، جو پولیس میں حفظِ امن کی ذمہ داری دے کر آئے تھے اور اسی ذمہ داری کی وجہ سے وہ امن قائم رکھنے کی کوشش کرتے تھے، دیکھو چور یوں اپنے اقرار سے پکڑا جاتا ہے ؎

دغا ہوتی ہے جس دل میں وہی چھاتی دھڑکتی ہے
فساد بلغمی سے آنکھ رہ رہ کر پھڑکتی ہے

اگر واقعی حامد یار صاحب نے ایسی حرکت نہیں کی تھی تو ان کو چاہیئے تھا کہ انکار کرنے سے پہلے جناب محمد شبیر صاحب سے دریافت کرتے کہ کس شخص نے آپ سے ایسی تحریر لینی چاہی تھی؟ لیکن پہلے ہی سے یہ شور مچا دینا کہ میں نہیں تھا میں نہیں تھا اصولِ تفتیش کی بنا پر الزام کو اور قوی کر دیتا ہے حقانیت کا معجزہ دیکھو کہ قدرت انکار کرنے

والوں سے اقرار کراتی ہے ؎

کیا لطف کہ غیر پردہ کھولے

جادو وہ ہے جو سر پہ چڑھ کے بولے

رہا یہ بہتان کہ مولانا محمد منظور صاحب نے رضاخانی علماء پر گندے حملے کئے یہ بھی نہایت سفید جھوٹ ہے جو مسلمان مناظرہ میں موجود تھے ان کو یاد ہوگا کہ بعض اوقات مولوی سردار احمد صاحب نہایت ناپاک اور گندے الفاظ مولانا اور آپ کے اکابر کے متعلق استعمال کر جاتے تھے جس سے سننے والوں کو بھی اشتعال ہوتا تھا اور ان کا پیمانہ صبر چھلک جاتا تھا مگر مولانا محمد منظور صاحب اپنے خداداد تحمل سے اس کو برداشت کرتے تھے اور اہلسنت کے مشتعل جذبات کو بھی فرو کرتے تھے البتہ کبھی کبھی مولانا نے ایسا ضرور کیا ہے کہ مولوی سردار احمد صاحب نے خود مولانا یا ان کے کسی بزرگ کے متعلق سخت کلمات کہے تو مولانا نے بعینہ وہی کلمات مولوی احمد رضاخان صاحب پر لوٹا دیئے۔ گویا عطائے تو بہ لقائے تو پر عمل کرتے ہوئے ان کا ہدیہ انہیں کو واپس کر دیا۔ مگر وہ بھی ہر دفعہ نہیں بلکہ بعض دفعہ مجبور ہو کر۔ ہم نے مناسب نہیں سمجھا کہ مولوی سردار احمد صاحب کی وہ گندی گالیاں نقل کر کے روئداد کو گندگی سے ملوث اور ناظرین کی طبیعت کو مکدر کریں۔ چنانچہ اسی وجہ سے ہم نے روئداد میں ان کی وہ گالیاں نقل کرنے سے چھوڑ دیں۔ مگر رضاخانیوں کے اس اشتہار نے ہم کو مجبور کیا کہ ہم ناظرین کو رضاخانی گالیوں کی بھی سیر کرائیں۔ لیکن اب اگر ہم مولوی سردار احمد صاحب کی وہ گالیاں نقل کریں جن سے انہوں نے حاضرین مجلس مناظرہ کی طبیعتوں کو منقبض کیا تھا اور جن کے بیان کرنے میں انہوں نے مسجد جیسی مقدس جگہ کا احترام بھی بالائے طاق رکھ دیا تھا۔ تو اندیشہ بلکہ یقین ہے کہ مناظرہ کے دوسرے واقعات کی طرح ان کا بھی صاف انکار کر دیا جائے گا۔ اس لئے ہم ان کے قبلہ وکعبہ خان صاحب بریلوی کی گندہ تہذیب کے چند نمونے ان کی بعض مطبوعہ کتابوں سے پیش کرتے ہیں۔ بس ناظرین سمجھ لیں کہ یہی گندی گالیاں مولوی سردار احمد صاحب کی زبان پر چڑھی ہوئی تھیں، جن کو وہ مختلف الفاظ اور نئے نئے انداز سے بیان کرتے تھے الفاظ مختلف اور مضمون سب کا ایک ہوتا تھا۔

اس وقت ہمارے سامنے خان صاحب کی مشہور اور مایۂ ناز کتاب "وقعات السنان" ہے جو اب سے چوبیس برس پہلے اسی حفظ الایمان کی عبارت کے متعلق حضرت مولانا اشرف علی صاحب کے رسالہ بسط البنان کے

جواب میں لکھی گئی ہے۔ ہم اس وقت صرف اسی ایک کتاب سے چند نمونے پیش کرتے ہیں۔

رضاخانی تہذیب کی عُریاں تصویر

۱ :۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

"یہ اپنی دوشتی میں وہ تیسرا داخل کرکے۔" "وقعات السنان" ص ۲۵

۲ :۔ اس کے چند سطر بعد اسی صفحہ پر مکرر ارشاد ہے۔

"اس کی دوشتی میں اس تیسرے کا دخول۔" ——— ص ۲۵

۳ :۔ ایک جگہ ارقام فرماتے ہیں۔ "مسماۃ یہ تیسرا بھی کیسا ہضم کر گئی" ——— ص ۴۵

۴ :۔ "ریلیا والا کیا یاد کرے گا کسی کڑے سے پالا پڑا تھا" ——— ص ۴۹

۵ :۔ "اب وہ کھولوں جس سے مخالف بچو ندھیا کر چٹ ہو جائے اور آنکھ کھولے تو چوپٹ ہو جائے"

ص ——— ۴۹

۶ :۔ ریلیا کہتی ہے میں یوں نہیں مانتی میری مٹھیرائی پر اترو" ——— ص ——— ۵۲

۷ :۔ دیکھوں تو اس میں تم میری ڈیرھ گرہ کیسے کھولے لیتے ہو" ایضاً ——— ص ——— ۵۲

۸ :۔ ریلیا کی کلا بازیاں ملاحظہ ہوں، خصم کے کرے دار کی گھبراہٹ میں سب کچھ تو ان کہی بول گئی"

ص ——— ۶۶

۹ :۔ حضرت مولانا تھانوی مدظلہ کے متعلق صفحہ ۶۸ پر لکھا ہے۔

"اب جو مسلمانوں نے آڑے ہاتھوں لیا چھکے چھوٹ گئے سینے ٹوٹ گئے پتور پھٹ گئے دم الٹ گئے معاف کیجئے معاف کیجئے آپ جیتے میں ہارا ع لب نازک سے آنے لگی صدا البس لبس کی" ص ——— ۶۸

۱۰ :۔ ریلیا کی چک پھیریاں تو گو ہر کو بھی مات کر گئیں اب مسلمانوں کے چھلنے کو پھر کا دا کاٹتی ہے" ص ۶۹

تلك عشرة كاملة : یہ پورے دس نمبر ہوئے۔ مگر چونکہ رضاخانی امت کو گیارہویں سے بہت زیادہ محبت ہے اس لئے ہم ایک گیارواں نمبر اور بڑھاتے ہیں۔ دور جانے کی ضرورت نہیں اسی "وقعات السنان" صفحہ ۶۰ پر لبط البنان ہی کے متعلق ارشاد ہوتا ہے اور کس قدر پاکیزہ ارشاد ہے کہ کنٹیاں بھی شرما جائیں۔

۱۱:- اف ری ریلیا تیرا بھولا پن خون پونچھتی جا اور کہہ خدا جھوٹ کرے " ص ۶۰

مسلمانو! مسلمانو!! اے شمع محمدی کے پروانو!!! تمہیں اخلاق محمدی کا واسطہ، اپنے دین و ایمان کا واسطہ اللہ کی دی ہوئی شرافت و انسانیت کا واسطہ، خدارا غور کرو کیا کوئی مہذب انسان ایسی مغلظات بک سکتا ہے! کیا تم نے کنٹیوں کنجریوں کے سوا کسی کافر سے بھی یہ ناپاک گالیاں سنی ہیں، آہ ان ناپاک اور گندی باتوں سے حیا و شرم کی ناک کٹ جاتی ہے جبین انسانیت عرق انفعال سے تر بتر ہو جاتی ہے مگر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ یہ گندے کلمات یہ ناپاک گالیاں اس شخص کے قلم سے نکل رہی ہیں جو چودہویں صدی کی مجددیتؑ کا مدعی ہے اور جس کی ذریت اس کو حضور پر نور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت صاحب حجت قاہرہ، مجدد مایۂ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وعلیہ وسلم کے موٹے موٹے خطابات سے یاد کرتی ہے اور جن کو شفیع محشر ساقی کوثرؑ وغیرہ وغیرہ سمجھتی ہے۔

لہ اگرچہ خان صاحب نے اس کتاب کو اپنے صاحب زادے بلند اقبال کے نام سے شائع کیا ہے لیکن دنیا جانتی ہے کہ یہ لب ولہجہ خان صاحب کے سوا کسی اور کو نصیب ہی نہیں ہوا۔ علاوہ ازیں یہ کہ صاحب زادے صاحب کی پوزیشن بھی رضاخانیوں میں کوئی معمولی نہیں ہے وہ خان صاحب کے سچے جانشین اور رضاخانیت کے قبلہ و کعبہ سمجھے جاتے ہیں۔ اور ان کے نام کے ساتھ، "محی الدین جیلانی" اور آل الرحمٰن (یعنی خدا کی اولاد) جیسے موٹے موٹے الفاظ لکھے جاتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ، رضاخانی حضرت شیخ عبد القادر محی الدین جیلانی رح کو بھی اسی کیرکٹر کا سمجھتے ہیں۔ لا حول و لا قوۃ الا باللہ ۱۲ مرتب۔

بہ مسلمان غور کریں کہ خان صاحب اپنے صاحب زادے کو آل الرحمٰن لکھ کر خود کیا بننا چاہتے ہیں۔ مرزا قادیانی کو یہ دوسرے بھائی اور خلیفہ محمود کو نئے چچا مبارک ہوں ۱۲

تہ دیکھو مدائح اعلیٰ حضرت ؛ مطبوعہ حسنی پریس بریلی ۱۲

بہرحال مولوی سردار احمد صاحب مناظرہ میں ایسی ہی گندی ذہنیت کی نمائش بار بار کرتے تھے جس سے سب حاضرین کو بھی سخت کوفت ہوتی تھی اور مولانا محمد منظور صاحب بڑی حد تک برداشت کرتے تھے لیکن اس اشتہار میں مولانا محمد منظور صاحب کی سخت گفتاری کی شکایت کی گئی ہے ؎

تم وہ نازک کہ خموشی کو فغاں کہتے ہو

ہم وہ عاجز کہ تغافل بھی ستم ہے ہم کو

۱۶:- اس اشتہار کے اخیر میں اس بہادر اشتہار نویس نے مسلمانان بریلی سے اپیل کی ہے کہ "ہمارا اشتہار اور دیوبندی جماعت کا وہ اشتہار جو شائع ہو چکا ہے (یعنی جناب محمد شبیر صاحب کا فیصلہ) غور سے پڑھیں اور جس فریق کے اشتہار میں کذب بیانی سے کام لیا گیا ہو اس پر لعنتوں کی پیہم بوچھاڑ کریں"

ہم بھی اس اپیل پر صاد کرتے ہیں لعنة الله والملٰئكة والناس اجمعين على الكذابين الدجالين الذين يفترون الكذب وهم يعلمون۔ آمين۔

رضاخانی اشتہار پر صرف سولہ[۱۶] نمبروں میں سرسری تنقید کر دی گئی ہے۔ ان حضرات کو گیارہویں بارہویں بہت محبوب ہے مگر ہم اس پر چند گنتیوں کا اور اضافہ کر کے یہ سولہویں شریف کا ہدیہ اور پیش کرتے ہیں۔ ؏

گر قبول افتد زہے عز و شرف

احقر

رفاقت حسین فاروقی عمروی

یکم ربیع الاول ۱۳۵۴ھ

روداد مناظرہ سلانوالی (ضلع سرگودھا)

هو الظفر المبين

۱۳۵۵ھ

مناظرہ علمِ غیب

مرتبہ

مولانا محمد عطاء اللہ قاسمی

انجمن ارشاد المسلمین

۱۴- بہاولپور روڈ، مزنگ لاہور

عرضِ ناشر

انگریز نے ہندوستان میں اپنی حکومت کی بقا کے لئے لڑاؤ اور حکومت کرو کے اصول کو بنیاد بنایا اور جب تک وہ برصغیر میں رہا اسی پر عمل کرتا رہا۔ کبھی ہندؤں اور مسلمانوں کو محرم اور دیوالی کے سہارے لڑاتا رہا، کبھی شیعہ سنی جھگڑے کرواتا رہا، اسی سلسلہ میں اس نے چند نام نہاد علماء کو آلۂ کار بنا کر ایسے مسائل کو جو امت کے لئے کبھی نزاع اور اختلاف کا باعث نہ بنے تھے اور ہمیشہ سے تمام امت کے نزدیک وہ مسائل مسلّم اور متفق علیہ تھے ایسے علماء کے ذریعہ ان کو ہوا دی اور ایسی خلیج پیدا کر دی جو دن بدن وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی گئی۔ علماء حق اور امت کے درد مند حضرات نے ہر چند کوشش کی کہ ایسے اختلافات جن کو انگریزوں نے محض اپنی سیاسی مصالح کے پیش نظر ہوا دی اور بڑھایا کسی نہ کسی طرح ختم ہو جائیں اور اس کے لئے انہوں نے ہر قسم کے مساعی جمیلہ کیں، کتابیں لکھیں، اور مناظرے بھی کئے۔

اگرچہ ایسی چیزیں ہمارے اکابر کو نہ پہلے پسند تھیں اور نہ آج پسند ہیں بلکہ ان کا مسلک ہمیشہ یہی رہا کہ صحیح عقائد پر پوری امت کو جمع کیا جائے۔ مگر اغیار کی سازشوں اور اپنوں کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے وہ کامیاب نہ ہو سکے جس کا انہیں ہمیشہ دکھ اور قلق رہا۔ اختلافات مٹانے کے لئے انہوں نے ہمیشہ مصالحت کا رویہ اپنایا اور کوئی ایسی بات جو اختلاف کا ذریعہ بنے ہمیشہ گریز کرتے رہے۔ اسلام میں عقیدے کو ایک بنیادی حیثیت حاصل ہے اس کے بغیر دین کی عمارت استوار اور مکمل نہیں ہو سکتی اس لئے عقیدہ صحیح کی حفاظت کا اہم فریضہ بحمد للہ ہمارے اکابر نے پوری ہمت سے ادا کیا۔

یہ کتاب ہو المظفر المبین یعنی مناظرہ علم غیب جو آپ کے ہاتھ میں ہے اسی مقصد کے لئے شائع کی گئی تھی۔

کچھ عرصہ سے "نیا جال لائے پرانے شکاری" کے مصداق بدخواہانِ ملت نے پھر وہی فرسودہ اور غلط باتیں دہرانی شروع کردی ہیں جس سے عوام کے گمراہ ہونے کا خطرہ تھا صرف اسی مقصد کے لئے کہ صحیح عقائد امت کو معلوم ہوجائیں اور صحیح الفطرت ناواقف لوگ اپنی کم علمی کی وجہ سے کسی غلط طرف نہ چل دیں۔ یہ کتاب دوبارہ چھاپ رہے ہیں حق تعالیٰ اس کو امت میں اتفاق کا ذریعہ بنائے۔ آمین ثم آمین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَمْدًا وَّ سَلَامًا

تمہید

یوں تو ہندوستان کے مسلمانوں میں عام طور پر قبر پرستی اور پیر پرستی بہت زیادہ رواج پا چکی ہے لیکن خصوصیت کے ساتھ صوبہ پنجاب اس معاملہ میں دوسرے صوبوں سے بہت زیادہ ممتاز ہے اس میں شک نہیں کہ اس سرزمین سے پہلے بڑے بڑے اکابر اولیاء اللہ اٹھے جو آج اس کے تحتانی طبقہ میں آرام فرما رہے ہیں۔ لیکن فی زمانا اس کے سجادوں پر جو لوگ قابض ہیں ان میں اکثر نااہل اور محض دنیا دار ہیں اور یہی لوگ عوام میں شرک و بدعت پھیلنے کے ذمہ دار ہیں اور چونکہ ان کی عیش پرستانہ زندگی کا مدار مریدوں کے نذرانوں اور چڑھاووں پر ہے اس لئے یہ ان تمام گمراہیوں کے حامی اور مبلغ ہیں اور یہی وجہ ہے کہ پنجاب میں حامیانِ توحید و سنت کے لئے نسبتہً زمین زیادہ سخت ہے۔

لیکن حق تعالیٰ نے اپنی سنتِ قدیمہ کے مطابق وہیں چند ہستیاں ایسی بھی پیدا کر دی ہیں کہ جنہوں نے اپنی زندگیاں توحید و سنت کی تبلیغ و اشاعت کے لئے وقف کر رکھی ہیں۔ ان ہی بزرگوں میں سے حامی توحید و سنت ماحی شرک و بدعت عارف باللہ حضرت مولانا مولوی شاہ حسین علی صاحب دامت برکاتہم وفیوضہم کی ذات بابرکات بھی ہے آپ کو توحید و سنت سے جس قدر گہرا عشق ہے، شرک و بدعت سے اتنی ہی شدید عداوت بھی ہے اور آپ کے متوسلین و متبعین کا حلقہ بھی اسی رنگ میں رنگا ہوا ہے وہ حضرت سے فیض پا کر اس تبلیغ کو قرآن و سنت کی روشنی میں عوام میں وضاحت و تفصیل سے پھیلاتے ہیں[1]۔

---

[1] آپ کے خلفاء میں ایک پرجوش اور مجاہد عالم مولانا منور الدین صاحب بھی ہیں آپ نے تو اپنے آپ کو تبلیغ توحید اور اعلاءِ کلمۃ الحق کے لئے بالکل ہی وقف کر رکھا ہے اور آپ کا وطن ضلع سرگودھا کے ایک گاؤں چک منگلیانوالا ۱۶۹ میں ہے آپ ہر ماہ خاص

بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ

اور جن لوگوں کی طبائع کو شرک و بدعت سے کچھ انس تھا وہ توحید و سنت کی اس تبلیغ کو ٹھنڈی نظروں سے نہ دیکھ سکے اور انہوں نے ان داعیان توحید و سنت کے خلاف وہابیت اور اہانت رسولؐ وغیرہ اتہامات کے اوچھے ہتھیار استعمال کرنا شروع کر دیئے اور بڑے زور و شور کے ساتھ پرستاران توحید کی اس جماعت کے خلاف یہ ناپاک پروپیگنڈا شروع کر دیا گیا کہ یہ بددین ہیں، دشمن رسولؐ ہیں، آئمہ و اولیاء کی عظمت کے منکر ہیں (والعیاذ باللہ)

یہاں تک کہ اسی سلسلہ میں سیال شریف کے سجادہ نشین قمر الدین صاحب نے اپنے چند آدمیوں کے ساتھ ۲۱ ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ کو ایک موحد عالم کے ساتھ مسئلہ علم غیب پر گفتگو شروع کر دی۔ موحد عالم نے اپنے عقیدہ کے ثبوت میں سورۂ انعام کی یہ آیت پیش کی۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ (الانعام ۶ = ۵۰)

اور ترجمہ یہ کیا "کہ اے رسولؐ آپ کہہ دیجئے کہ میں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں"

اس پر سجادہ نشین نے کہا کہ آیت کا یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس طرح ہے کہ۔

"اے نبیؐ آپ کہہ دیجئے کہ میں تم کو نہیں کہتا کہ میرے پاس خزانے اللہ کے ہیں اور میں تم کو نہیں کہتا کہ میں غیب نہیں جانتا ہوں"

موحد عالم نے کہا کہ یہ ترجمہ غلط ہے اور کسی معتبر مفسر نے ایسا نہیں لکھا، مگر سجادہ نشین اپنی بات پر قائم رہے پھر موحد عالم نے قراء صحابہؓ کا واقعہ پیش کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر جلیل القدر صحابیوں کو تبلیغ و تعلیم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اہتمام کیساتھ تبلیغی دورہ فرماتے ہیں اس دورہ میں آپ کی متوسلین کی جماعت ساتھ ہوتی ہے جن کی تعداد بعض اوقات تیس چالیس تک پہنچ جاتی ہے کھانے پینے وغیرہ ضروریات کا کل سامان آپکے ساتھ اونٹوں پر لدا ہوتا ہے یہ قافلہ کسی بستی میں جا کر قیام کرتا ہے اور محض خالصاً لوجہ اللہ تبلیغ حق کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ مواعظ کا زیادہ تر حصہ دعوت توحید و سنت پر مشتمل ہوتا ہے کیونکہ وہاں کے حالات کا تقاضا یہی ہے۔ اس نیک کام کے آغاز کو قریباً دو سال کا عرصہ ہو چکا ہے اللہ کے سینکڑوں بندوں کو اس کے ذریعہ سے بحمد اللہ ہدایت ہوئی اور وہ شرک و بدعت سے تائب ہو کر توحید و سنت پر قائم ہو گئے۔ نوٹ: روئیداد مناظرہ میں بعض جگہ ایک موحد عالم کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اس سے مراد حضرت مولانا منور الدین صاحب کی ذات والا صفات ہے۔

کے لیئے ایک دفعہ بھیجا اور بعض قبائل کے لوگوں نے دھوکہ دیکر انکو نہایت بے دردی سے شہید کر ڈالا جس پر حضرت کو سخت رنج ہوا۔ پس اگر حضرتؐ کو یہ انجام پہلے سے معلوم ہوتا تو کبھی آپ نہ بھیجتے۔

سجادہ نشین نے اس کے جواب میں فرمایا کہ حضورؐ کو پہلے سے علم تھا کہ یہ سب شہید کر دیئے جائیں گے لیکن اس کے باوجود آپ نے ان کو بھیج دیا تھا۔ غرض کچھ دیر اسی طرح گفتگو ہوئی۔ اخیر میں سجادہ نشین صاحب نے باضابطہ مباحثہ اور مناظرہ کے لئے زور دیا اور فرمایا کہ میں اور علماء کو بھی اپنے ساتھ لاؤں گا۔ موحد عالم نے ابتداءً اس تجویز سے انکار کیا اور فرمایا کہ مناظرہ کے بارے میں ہمارا تجربہ اچھا نہیں ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہمارے مخالفین مناظرہ طے کر لیتے ہیں اور پھر وقت پر نہیں پہنچتے اور کبھی حیلہ حوالہ کر کے ٹال دیتے ہیں اور کبھی اپنی کمزوری محسوس کر کے فساد کرا دیتے ہیں، ہمارے علماء کو ناحق تکلیف ہوتی ہے اور بلا نتیجہ خرچ کی زیر باری بھی ہوتی ہے۔ (جیسا کہ لاہور و گجرات میں وغیرہ میں ہو چکا ہے)۔

مگر سجادہ نشین صاحب نے مناظرہ پر بہت زیادہ اصرار کیا اور فرمایا کہ ۱۵ ذی الحجہ کو میں اپنی جماعت کے دیگر علماء کے ساتھ یہاں ضرور پہنچوں گا۔ موحد عالم نے فرمایا کہ اگر آپ کو مناظرہ کا اتنا ہی شوق ہے تو پھر یہ اچھا ہو کہ کوئی آزاد جگہ مقرر کی جائے جو نہ میرا وطن ہو نہ آپ کا۔ چنانچہ اس کے لئے ضلع سرگودھا کا مشہور مقام "سلانوالی" مقرر ہوا۔

بنیاد مناظرہ کے طور پر فریقین نے اپنا اپنا عقیدہ بھی قلم بند کر دیا۔ پہلے موحد عالم نے اپنا عقیدہ ان الفاظ میں لکھا۔

"ہر چیز کا علم ہر وقت اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اگر کوئی کہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر وقت ہر چیز کو جانتے تھے تو وہ مسلمان نہیں ہے وہ کافر ہے"

(نام موحّد عالم)

اس کے بعد سجادہ نشین صاحب نے اپنا عقیدہ لکھا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آغاز آفرینش عالم سے تا قیامت کا علم محیط ثابت کیا تھا۔ موحّد عالم نے فرمایا کہ آپ کی گفتگو علم کلی میں تھی اور جو آپ نے لکھا ہے وہ کلی نہیں بلکہ محدود ہے لہذا جو آپ کا اصلی عقیدہ ہو صاف صاف لکھئے! اس پر سجادہ نشین صاحب نے اپنا عقیدہ ذیل کے الفاظ میں لکھا۔

"اللہ کریم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مغیبات کا علم دیا ہے اور حضورؐ علم کلی جانتے ہیں جو

شخص اس عقیدہ والے کو کافر کہے وہ خود کافر ہے ۔" (فقیر قمر الدین)

ان تمام چیزوں کے طے ہو جانے کے بعد موحد عالم نے مناظرہ کے لئے حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدیر الفرقان بریلی کو مفصل حالات لکھ کر دعوت دی۔ نیز حضرت مولانا شاہ حسین علی صاحب اور حضرت مولانا احمد علی صاحب امیر انجمن خدام الدین لاہور نے بھی مولانا ممدوح کو تحریر فرمایا کہ اس مناظرہ نے غیر معمولی اہمیت اختیار کر لی ہے لہذا آپ کی شرکت لابدی اور نہایت ضروری ہے۔

اگرچہ الفرقان کے اختتام سال کی وجہ سے یہ وقت مولانا کے لئے بہت زیادہ مصروفیت کا تھا مگر حضرات مذکورین کے اصرار نے مجبور کر دیا اور آپ نے شرکت منظور فرمالی اور ۱۳ ذی الحجہ کو بریلی سے روانہ ہو کر ۱۴ کی شام کو آپ سلانوالی پہنچ گئے۔

مجدد العصر حضرت مولانا شاہ حسین علی صاحب و حضرت مولانا فضل کریم صاحب بندیالی و مولانا قاضی شمس الدین صاحب کیملپوری (حال مہتمم و بانی مدرسہ صدیقیہ مجاہد پورہ گوجرانوالہ و شیخ الحدیث والتفسیر) پہلے ہی سے وہاں پہنچ چکے تھے۔ پھر ۱۵ ذی الحجہ کی صبح کو حضرت مولانا احمد علی صاحب امیر انجمن خدام الدین لاہور و حضرت مولانا شہاب الدین صاحب خطیب جامع مسجد چوبرجی کوارٹر لاہور و حضرت مولانا عبد الحنان صاحب خطیب جامع مسجد آسٹریلیا لاہور و حضرت مولانا کریم بخش صاحب پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور۔ نیز بعض دیگر علماء کرام بھی پہنچ گئے مناظرہ کے لیے صبح کا وقت مقرر تھا لیکن فریق ثانی کے مناظرین وقت موعود پر نہ پہنچ سکے اس لئے بارہ بجے کے بعد کاروائی شروع ہو سکی پہلے فریقین کی طرف سے صدر کا انتخاب ہوا۔ اہلسنت نے اپنی جانب سے حضرت مولانا عبد الحنان صاحب خطیب جامع مسجد آسٹریلیا لاہور کو منتخب کیا۔ اور فریق ثانی نے مولوی کرم الدین صاحب ساکن بھیں ضلع جہلم کو اپنا صدر منتخب کیا۔ سب سے پہلے شرائط کے متعلق گفتگو ہوئی۔ اور خدا کا شکر ہے کہ خلاف توقع بہت تھوڑی دیر بس ضروری شرائط طے ہو گئے۔ طے شدہ شرائط یہ تھے۔

۱۔ مناظرہ مولوی منور الدین صاحب و صاحبزادہ قمر الدین صاحب کے ان تحریری عقیدوں پر ہو گا جو انہوں نے لکھے ہیں پہلے مولوی منور الدین صاحب کی تحریر پر بحث ہو گی جس میں ان کے فریق کی حیثیت مدعی کی ہو گی۔ اس کے بعد صاحبزادہ کی تحریر پر بحث ہو گی اور اس میں ان کے فریق کی حیثیت مدعی کی ہو گی۔

۲ : ہر بحث میں مدعی کی تقریر اوّل و آخر ہوگی۔

۳ : ہر بحث کے لیے چار چار گھنٹے وقت ہوگا۔

۴ : ہر بحث میں ہر فریق کی پہلی پہلی تقریر ۱۵-۱۵ منٹ کی ہوگی اس کے بعد دس دس منٹ کی۔

اس کے بعد مناظرین کی تعیین ہوئی۔ مولوی عبدالحنان صاحب نے بحیثیت صدر منجانب اہلسنت اعلان کیا کہ ہماری طرف سے حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی "مدیر الفرقان" مناظر ہوں گے۔ اور فریق ثانی کی طرف سے مولوی کرم الدین صاحب نے اعلان کیا کہ ہماری طرف سے مولوی حشمت علی صاحب مناظر ہوں گے۔

ان تمام شرائط کے بسہولت طے ہوجانے کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اس ساری گفتگو میں مولوی حشمت علی صاحب اور ان کے خاص رفقاء کو دخل اندازی کا کوئی موقعہ نہ ملا۔ کیونکہ یہ حضرات اسی وقت ریل سے اترے تھے اور کوئی مشورہ اس بارہ میں پہلے سے نہ ہوسکا تھا۔ اور شرائط کی گفتگو مولوی کرم الدین صاحب نے خود کی۔ یہ تمام چیزیں طے ہو جانے کے بعد نماز ظہر کے لئے وقفہ کا اعلان کردیا گیا۔ اہلسنت نے وہیں میدان مناظرہ میں نماز باجماعت ادا کی اور اتنی ہی دیر میں مولوی حشمت علی صاحب نے مولوی کرم الدین صاحب وغیرہ کو کوئی خاص پٹی پڑھائی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعد فراغت نماز جب کاروائی شروع ہوئی تو فریق ثانی کی طرف سے طے شدہ شرائط میں ترمیم بازی شروع ہوگئی اور بہت زیادہ وقت اسی کی نذر ہوگیا لیکن اہلسنت کی طرف سے ان کی ترمیمات کو تسلیم نہیں کیا گیا اور انجام کار مندرجہ بالا شرائط ہی پر مناظرہ شروع ہوگیا جس کی کیفیت صفحات مابعد میں درج کی جاتی ہے۔ اس کیفیت کی ترتیب میں ہم نے اس کا پورا لحاظ رکھا ہے کہ کسی فریق کی کوئی دلیل بلکہ کوئی بات بھی ذکر سے نہ رہ جائے بلکہ جہاں تک ممکن ہوسکا الفاظ اور طرز ادا کی بھی رعایت کی ہے اور اس لحاظ سے یہ روئداد اتنی مکمل ہے کہ شاید کسی مناظرہ کی روئداد اب تک اتنی مکمل شائع نہ ہوئی ہو۔ اس بارہ میں ہم کو جو غیر معمولی کامیابی ہوئی اس کے لئے ہم اپنے عنایت فرما دوست جناب عنایت الٰہی صاحب بی اے گوجرانوالا کے شکر گزار ہیں۔ آپ ایک اعلیٰ درجہ کے زود نویس ہیں۔ اور تقریروں کے قلم بند کرنے میں آپ کو خاص مہارت ہے آپ اس مناظرہ میں شریک تھے اور آپ نے فریقین کی پوری پوری تقریریں قلم بند کی تھیں ان کی اس یادداشت سے ہم کو بڑی مدد ملی۔ جو حضرات اس روئداد سے فائدہ اٹھائیں وہ راقم الحروف کے ساتھ موصوف کے لئے دعائے خیر فرمائیں۔

روئداد ہذا کے متعلق دو ضروری نوٹ

۱: کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ فریقین کی بعض تقریروں میں کوئی نئی بات نہیں ہوتی تھی اور صرف پہلی ہی باتوں کی تکرار یا توضیح وتشریح ہوتی تھی۔ ہم نے ہر فریق کی ایسی تقریروں کو نظر انداز کر دیا ہے اس کے علاوہ اور تقریروں سے بھی ہم نے بلا فائدہ تکرار کو حذف کر دیا ہے۔ یہاں یہ بتلا دینا ہمارا فرض ہے کہ غیر ضروری تکرار زیادہ تر مولوی حشمت علی صاحب کی تقریروں میں ہوتی تھی اور اسی وجہ سے ان کی تقریریں کہیں کہیں حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہٗ کی تقریروں کے مقابلہ میں زیادہ مختصر نظر آئیں گی۔

۲: - نیز مولوی حشمت علی صاحب کی تقریروں میں بعض اوقات اس قدر سوقیت (بازاری پن) ہوتا تھا اور اتنی غلیظ اور متعفن گالیاں ہوتی تھیں کہ جن کو انسانی شرافت کسی طرح برداشت نہیں کر سکتی ہم نے ان کو بھی بالقصد اس روئداد سے حذف کر دیا ہے اور جو بعض سخت اور دل آزار کلمات ان کی تقریروں میں ہم نے نقل کئے ہیں وہ صرف اس لئے کہ ہمارے ناظرین کو ان کی ذہنیت اور تہذیب وشرافت کا کچھ اندازہ ہو سکے۔

محترم ناظرین کرام! یقین فرمائیں کہ ان کی جو گالیاں ہم نے نقل کرنے سے چھوڑ دی ہیں وہ منقولہ سے بدرجہا زیادہ سخت اور غلیظ تر تھیں جن کو ہمارا قلم نقل کرنے پر بھی آمادہ نہیں ہوا۔

جن حضرات نے مولوی حشمت علی صاحب کا کوئی مناظرہ اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا (اور خود راقم الحروف بھی ان ہی میں سے ہے) وہ حیران تھے کہ ایک شخص "مولوی" "عالم" اور ایک جماعت کا مذہبی نمایندہ بلکہ وکیل اور نقیب ہو کر تہذیب ومتانت اور علمی وقار سے کس درجہ عاری ہے۔ درحقیقت یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے کردار سے علماء کرام کو بدنام کیا ہے اور حاملین مذہب کے خلاف قوم کے آزاد رو نوجوانوں میں ایک عام بغاوت پھیلا دی ہے خدا ان کو ہدایت دے اور قوم کو وہ بصیرت عطاء فرمائے جس سے وہ علماء اور عالم نما رہزنانِ دین میں تمیز کر سکیں۔

اس مختصر تمہید کے بعد ملاحظہ فرمائیے اصل مناظرہ!۔

ناچیز محمد عطاء اللہ قاسمی کان اللہ لہ

ربیع الاول ۱۳۵۶ھ

مناظرہ

پہلا دن

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی (بعد از خطبہ مسنونہ)

فاضل محترم مخاطب و محترم حضرات! اس وقت علم غیب کی بحث ہے اور مجھے یہ ثابت کرنا ہے کہ تمام اشیاء کا علم کلی تفصیلی محیط ہر وقت حاصل ہونا یہ حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ یہ وہ مسئلہ ہے جس کو قرآن کریم نے بلا مبالغہ سینکڑوں جگہ بیان فرمایا ہے علیٰ ہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار احادیث اس کی شہادت دے رہی ہیں اور اس پر امت کا اجماع بھی ہے اور آج تک امت کے کسی ایک عالم نے بھی اس چیز سے اختلاف نہیں کیا حتیٰ کہ ہمارے فاضل مخاطب مولوی حشمت علی صاحب کے پیر و مرشد فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب جن کو اس قسم کے مسائل میں بہت زیادہ غلو ہے وہ بھی اس کے قائل نہیں چنانچہ وہ اپنی مشہور کتاب "الدولة المكية ص۲۳" میں ارقام فرماتے ہیں۔

وَلَا نُثْبِتُ بِعَطَآءِ اللهِ تَعَالٰى أَيْضًا إِلَّا الْبَعْضَ — یعنی ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ کا عطا کیا ہوا بعض ہی علم ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع"۔

بہر حال میرے دعوے کے اس جز سے فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب کو بھی اتفاق ہے اور اب سے پہلے مولوی حشمت علی صاحب سے اس ناچیز کے جس قدر مناظرے ہوئے ان سب میں انہوں نے بھی اپنا عقیدہ یہی بیان فرمایا تھا جس کا میرے پاس تحریری ثبوت بھی موجود ہے مگر معلوم نہیں کہ یہاں مولوی حشمت علی صاحب اپنے

اسی عقیدہ کے ماتحت گفتگو کریں گے یا یہاں کے ماحول اور اپنے بلانے والوں کی رعایت کرتے ہوئے علم کلی کی حمایت کریں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ وقت مولوی حشمت علی صاحب کے لئے بڑی آزمائش کا ہے میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مشکل کو آسان کرے۔

اس کے بعد میں اصل مسئلہ پر کلام شروع کرتا ہوں، حاضرین کرام توجہ سے سنیں۔

حق تعالیٰ سورۂ طٰہٰ میں ارشاد فرماتا ہے۔

إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا لِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَىٰ ۔ آیت ۱۵

قرآن مجید کے پہلے مترجم حضرت سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ اس کے ترجمہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"بدرستیکہ قیامت آئندہ است میخواہم کہ پنہاں دارم آں وقت را تا جزا دہند ہر تنے را بآنچہ می کند"

اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ترجمۂ قرآن فتح الرحمٰن میں فرماتے ہیں۔

"ہر آئینہ قیامت آمدنی است میخواہم پنہاں دارم وقت آں را تا جزا دادہ شود ہر شخصے بمقابلہ آنچہ می کند"

ان دونوں ترجموں کا حاصل یہ ہے کہ قانون جزا و سزا کے بروئے کار لانے کے لئے قیامت ایک وقت ضرور آنی ہے اور ہم اس کے وقت کو مخفی رکھنا چاہتے ہیں۔

سید المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنہوں نے علم قرآن براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا تھا اور جن کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر فہم قرآن کی دعا فرمائی تھی وہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا يَقُولُ لَا أُظْهِرُ عَلَيْهَا أَحَدًا غَيْرِي۔ (تفسیر ابن جریر ج ۱۶ ص ۹۸ و تفسیر ابن کثیر ج ۶ ص ۲۲۹)

یعنی آیت ہذا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے سوا کسی کو اس وقت قیامت کی اطلاع نہ دوں گا۔"

اور حضرت قتادہ رحمۃ جو طبقہ تابعین میں امام تفسیر ہیں اسی آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

لَعَمْرِیْ لَقَدْ اَخْفَاهَا اللّٰهُ مِنَ الْمَلٰٓئِکَةِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَمِنَ الْاَنْبِیَآءِ الْمُرْسَلِیْنَ۔ (ابن جریر وابن کثیر)

یعنی میری جان کے مالک کی قسم اللہ تعالٰے نے قیامت کے وقت کو ملائکہ مقربین اور انبیا مرسلین سے مخفی ہی رکھا ہے"

اور سدی کبیر رضی اللہ عنہ کہ وہ بھی آئمہ تابعین مفسرین میں سے ہیں اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں

لَیْسَ مِنْ اَهْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَحَدٌ اِلَّا وَقَدْ اَخْفَى اللّٰهُ عَنْهُ عِلْمَ السَّاعَةِ (تفسیر ابن کثیر ج ۶ ص ۲۲۹)

یعنی زمین و آسمان میں جس قدر بھی مخلوق ہے (یعنی جن والنس اور فرشتے) ان سب سے اللہ تعالٰے نے قیامت کا علم مخفی رکھا ہے"

یہاں تک اس آیت کریمہ کے متعلق میں نے صرف بعض صحابہ و تابعین کے ارشادات پیش کئے ہیں۔ ان کے علاوہ بعد کے ائمہ تفسیر مثلاً امام ابن جریر طبری و حافظ ابن کثیر دمشقی و علامہ بغوی و خازن و خطیب شربینی و علامہ معین بن صفی اور دیگر حضرات نے بھی اس آیت کی تفسیر میں اسی مضمون کو ادا کیا ہے جس کی تفصیل آپ میری کتاب "بوارق الغیب" میں (جو دو سال سے قسط وار الفرقان میں شائع ہو رہی ہے) ملاحظہ فرما چکے ہوں گے۔ یہ تمام حضرات اس آیت کی تفسیر میں اس بات پر متفق ہیں کہ اس میں حق تعالٰی نے اپنے اس ارادے کو ظاہر فرمایا ہے کہ میں قیامت کی خاص گھڑی کو اپنے ماسوا سب سے مخفی رکھنا چاہتا ہوں یعنی کسی کو بتلانا نہیں چاہتا۔ اور اللہ تعالٰے فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ہے وہ جو ارادہ کرتا ہے وہ ضرور پورا ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کا یہ ارادہ بھی پورا ہوا اور اس نے کسی مقرب سے مقرب مخلوق کو بھی اس کا علم عطا نہیں فرمایا۔ قرآن مجید میں تقریباً پندرہ جگہ اس حقیقت کا اعلان کیا گیا ہے کہ قیامت کا علم صرف خدا ہی کو ہے اس کے سوا کسی کو نہیں۔ ان میں سے ایک آیت میں اس وقت اور پیش کرتا ہوں۔ سورۂ اعراف میں ارشاد ہے۔

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ

لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا تَاْتِیْکُمْ اِلَّا بَغْتَةً یَسْئَلُوْنَکَ کَاَنَّکَ حَفِیٌّ عَنْهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ - (الاعراف ۱۸۷)

اس آیت کا ترجمہ بجائے اس کے کہ میں اپنی طرف سے کروں حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ پیش کرتا ہوں جو اردو کا مستند ترین ترجمہ سمجھا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

"تجھ سے پوچھتے ہیں کیا قیامت کس وقت ہے، تو کہہ اس کی خبر تو ہے میرے رب ہی پاس وہی کھول دکھاوے گا اس کو اپنے وقت، بھاری بات ہے آسمان وزمین میں تم پر آوے گی تو بے خبر آوے گی تجھ سے پوچھنے لگتے ہیں گویا کہ تو اس کا متلاشی ہے تو کہہ اس کی خبر ہے خاص اللہ پاس، لیکن اکثر لوگ سمجھ نہیں رکھتے"

بظاہر تو یہ ایک آیت ہے لیکن اس کا ہر ٹکڑا مستقل طور پر اعلان کر رہا ہے کہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ اگرچہ یہ آیت اپنے مضمون کے لحاظ سے بہت واضح ہے مگر تاہم مزید توثیق کے لئے میں اس کی تفسیر میں چند اکابر مفسرین کے ارشادات پیش کرتا ہوں۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَهٗ یَسْتَاْثِرُ بِعِلْمِهَا فَلَمْ یُطْلِعْ عَلَیْهَا مَلَکًا وَّلَا رَسُوْلًا -

(تفسیر ابن جریر ج ۹ : ص ۸۸ و تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۶۵)

"یعنی وقت قیامت کا علم بس خدا ہی کو ہے اس نے اپنے ہی لئے اس کو خاص کر لیا ہے پس اسی واسطے نہ کسی فرشتے کو اس کی اطلاع دی ہے نہ کسی رسول کو"

اور حضرت قتادہ رحمہ تابعی اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ کی تفسیر میں فرماتے ہیں

یَقُوْلُ عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَا لَا یَعْلَمُ ذٰلِکَ اِلَّا اللّٰهُ -

(تفسیر ابن جریر ج ۹ ص ۸۷)

اور حضرت سدی تابعی رحمہ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

يَقُولُ خَفِيَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَلَمْ يَعْلَمْ قِيَامَهَا مَتٰى تَقُوْمُ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ۔ (تفسیر ابن جریر ج ۹ ص ۸۸)

یعنی وقت قیامت کو نہ کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے نہ کوئی فرستادہ پیغمبر، وہ تمام زمین و آسمان کی مخلوق سے مخفی ہے۔

اور امام ابن جریر طبری قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

اِنَّهٗ اَمْرٌ مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰى نَبِيَّهٗ مُحَمَّدًا بِاَنْ يُّجِيْبَ سَائِلِيْهِ عَنِ السَّاعَةِ بِاَنَّهٗ لَا يَعْلَمُ وَقْتَ قِيَامِهَآ اِلَّا اللّٰهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ الْغَيْبَ وَاَنَّهٗ لَا يُظْهِرُ لِوَقْتِهَا وَلَا يَعْلَمُهَا غَيْرُهٗ جَلَّ ذِكْرُهٗ۔

(تفسیر ابن جریر ج ۹ ص ۸۸)

یعنی اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے اپنے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ جو لوگ آپ سے قیامت کے وقت کا سوال کرنے والے ہیں ان کو آپ یہ جواب دیں کہ اس کے وقت خاص کا علم اللہ عالم الغیب کے سوا کسی کو نہیں اور وہی اس کو اس کے وقت پر ظاہر کرے گا دوسروں کو اس کی کچھ خبر نہیں۔

پھر آیت ہذا کے آخری حصہ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ کی تفسیر میں یہی امام ممدوح فرماتے ہیں کہ۔ مَعْنَاهُ قُلْ يَا مُحَمَّدُ لِسَائِلِيْكَ عَنْ وَقْتِ السَّاعَةِ وَحِيْنَ مَجِيْئِهَا لَا عِلْمَ لِيْ بِذٰلِكَ وَلَا يَعْلَمُ بِهٖ اِلَّا اللّٰهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ ذٰلِكَ لَا يَعْلَمُهٗ اِلَّا اللّٰهُ بَلْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّ عِلْمَ ذٰلِكَ يُوْجَدُ عِنْدَ بَعْضِ خَلْقِهٖ۔ (ابن جریر ج ۹ ص ۸۸)

یعنی حق تعالےٰ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ وقت قیامت کے متعلق سوال کرنے والی اس جماعت سے فرما دیجئے کہ مجھ کو اس کا علم نہیں اور اس کو خدائے علیم وخبیر کے سوا کوئی

نہیں جانتا جو آسمان و زمین کے تمام غیوب کا جاننے والا ہے لیکن بہت سے لوگ اس حقیقت سے ناواقف ہیں کہ اس کا علم صرف خدا ہی کو ہے اور وہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ کی بعض مخلوق کو بھی قیامت کے وقت خاص کی خبر ہے"۔

اس سلسلہ میں بعض مفسرین کی تصریحات مجھے اور بھی پیش کرنی تھیں لیکن اب وقت ہو جانے کی وجہ سے آئندہ کے لئے چھوڑتا ہوں۔ جتنی چیزیں میں نے اب تک پیش کی ہیں ان سے قطعی اور یقینی طور پر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ قیامت کے وقت خاص کا علم صرف حق تعالےٰ ہی کو ہے اور اس نے اپنی کسی مخلوق کو اس کا علم نہیں دیا۔

مولوی حشمت علی صاحب

ایک طویل خطبہ کے بعد جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں رَازِقُنَا وَمَالِکُنَا وَمَالِکُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَالِکُ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ وَمَالِکُ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ وَمَالِکُ رِقَابِ الْاُمَمِ اور ان جیسے بہت سے کلمات تھے۔ نیز حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں بھی قریب قریب اسی قسم کے توحید سوز الفاظ تھے۔

پیارے سنی بھائیو! اسلام زندہ دین ہے اسی طرح ہمارا خدا بھی زندہ ہے، ہمارا پیغمبر بھی زندہ ہے اور اس کے معجزات بھی زندہ ہیں۔ آپ نے دیکھا اس مجمع میں ہمارے حضور خدا کے محبوب علام الغیوب کا کیسا روشن معجزہ ظاہر ہوا۔ مولوی منظور صاحب ایک موحد عالم کی طرف سے یہ ثابت کرنے کے لئے کھڑے کئے گئے تھے کہ سیال شریف کے صاحبزادے حضرت مولانا حافظ قمر الدین صاحب مدظلہ العالی اور ان کے تمام مریدین بلکہ سیال شریف کی گدی کے تمام وابستگان سب کے سب کافر ہیں۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اور حضرت صاحبزادے صاحب کی کرامت دیکھو کہ موحد مولوی کے وکیل مولوی منظور صاحب نے کفر کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں کہا اور کسی کو بھی کافر ثابت نہیں کیا۔ مثل مشہور ہے "مدعی سست گواہ چست" مگر یہاں اس کا الٹا ہوا "مدعی چست گواہ سست"

ارے مولوی صاحب! آپ سجادہ نشین صاحب کو اور دوسرے مسلمانوں کو کافر ثابت کرنے کے لئے اتنی دور کا سفر کرکے آئے مگر آپ نے بے نمازیوں سے نہیں کہا کہ نماز پڑھو، سود خوروں سے نہیں کہا کہ سود مت لو،

آپ آریوں کو مسلمان کرنے کے لئے نہیں گئے بتلائیے آپ نے کتنے کافروں کو مسلمان بنایا ہے ، آپ یہاں مسلمانوں کو کافر بنانے کے لئے آ گئے ؟ لیجئے آپ تو کسی کو کافر نہیں کہہ سکے ، مگر میں کہتا ہوں کہ آپ کافر ہیں ، آپ کے بلانے والے کافر ہیں ، جو آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں وہ بھی کافر ہیں ۔ اگر ہمت ہو تو اسکا مجھ سے ثبوت مانگئے میں ابھی اس کا ثبوت دینے کو تیار ہوں مگر چونکہ میں آپ کا پرانا خصم ہوں اور آپ مجھے خوب جانتے ہیں اس لئے آپ کبھی بھی اس بحث کے لئے تیار نہ ہوں گے ۔ آپ کہتے ہیں کہ "حضور کو قیامت کا علم نہیں تھا اور معاذ اللہ حضور جاہل تھے اور پھر آپ مسلمانی کا دعویٰ کرتے ہیں ۔

سنی بھائیو ! آپ نے دیکھ لیا ، مولوی منظور یہ ثابت کرنے کے لئے کھڑے ہوئے ہیں کہ حضور آقائے نعمتاں جاہل تھے ۔ کیا اس کے بعد بھی وہ مسلمانی کا دعویٰ کر سکتے ہیں ؟ آپ نے علم قیامت کے متعلق جو آیتیں پڑھی ہیں میں سنبھل اور ادری کے مناظروں میں ان سب کے جوابات آپ کو دے چکا ہوں ۔ میں نے سنبھل ہی کے مناظرہ میں آپ سے پوچھا تھا کہ اَكَادُ اُخْفِيْهَا میں انتفائے مطلق ہے یا مطلق اخفاء ۔ آپ وہاں اس کا کوئی جواب نہیں دے سکے ۔ پھر یہی میں نے آپ سے ادری میں پوچھا وہاں بھی آپ اس کا کوئی جواب نہیں دے سکے ۔ اب بھی میں آپ سے یہی پوچھتا ہوں ۔ آپ پہلے میرے اس سوال کا جواب دے دیجئے اس کے بعد آیت سے استدلال کیجئے ۔ دوسری بات یہ بتلائیے کہ اس آیت میں حضور کا ذکر کہاں ہے ؟

ارے مولوی صاحب ! آپ کو کچھ خبر بھی ہے ؟ مفسرین نے لکھا ہے کہ وقت قیامت کے اخفاء میں یہ حکمت ہے کہ لوگ معاصی پر دلیر نہ ہو جائیں ، اور انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں ۔ اس لئے ان کے متعلق یہ خطرہ نہیں ہو سکتا ۔ لہٰذا ان سے اخفاء کی کوئی وجہ نہیں ۔ دوسری آیت جو آپ نے سورۂ اعراف کی پیش کی ہے اس میں اللہ تعالےٰ کے ساتھ جس علم کو خاص بتایا گیا ہے وہ صرف علم ذاتی ہے کیوں کہ علم عطائی تو اس کی جناب میں محال ہے لہٰذا وہ آیت آپ کے دعویٰ سے بالکل غیر متعلق ہے ۔ علاوہ ازیں اس میں یہ کہاں ہے کہ بعد میں بھی حضور کو یہ علم نہیں دیا جائے گا اور ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ دنیا سے تشریف لے جانے سے پہلے پہلے حضور کو تمام علوم عطاء فرما دیئے گئے تھے ۔ پس اگر پہلے کسی وقت میں کسی خاص علم کی حضور سے نفی بھی کی گئی ہو تو وہ ہمارے لئے مضر نہیں ہے ۔

مولوی صاحب! میں آپ کی ان تمام باتوں کا جواب پہلے مناظروں میں دے چکا ہوں مگر ہر دفعہ آپ یہی پرانی باتیں پیش کر دیتے ہیں اگر ہمت ہو تو نئے دلائل پیش کیجئے اور ہمت ہو تو اپنا اسلام ثابت کیجئے یا مجھ سے کفر کا ثبوت لیجئے۔ گیارہ کے بعد ابھی تو موقعہ ملا ہے۔ آپ چاہتے ہیں کہ یہ وقت یونہی بے کار باتوں میں ضائع ہو جائے میں اس مرتبہ آپ کو نہیں چھوڑوں گا اور آپ سے کفر کا اقرار کرا کے ہٹوں گا ؎

پڑا فلک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے خاک نہ کردوں تو داغ نام نہیں

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی

(بعد حمد وصلوٰۃ) حاضرین کرام! آپ حضرات نے میرے مخاطب مولوی حشمت علی صاحب کی جوابی تقریر سنی۔ انہوں اسوقت میرے متعلق جو سخت سے سخت کلمات کہے ہیں اعتراف کرتا ہوں کہ ان کا ترکی بہ ترکی جواب دینے سے میں بالکل عاجز ہوں۔ یہ فن مولوی صاحب ہی کو آتا ہے اور انہی کے لئے زیبا ہے۔ میرا جواب حافظ شیرازی کی زبان میں صرف یہ ہے ؎

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی
جواب تلخ مے زیبد لب لعل شکر خارا

بہر حال میں نے آپ کی وہ ساری گالیاں معاف کیں۔ البتہ آپ نے یہ جو سخت ترین بلکہ ناپاک ترین حملہ مجھ پر کیا ہے کہ معاذ اللہ "میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جاہل کہتا یا جاہل جانتا ہوں" اس کو میں معاف نہیں کر سکتا اور آپ کو صاف صاف بتلا دینا چاہتا ہوں کہ اگر اس کے بعد یہ خبیث کلمہ آپ نے منہ سے نکالا تو انجام وہ ہوگا جس کو آپ دیکھیں گے اور اس کی تمام تر ذمہ داری صرف آپ پر ہوگی۔ آپ کو اگر گالیاں دینے کا شوق ہے تو آپ مجھ کو گالیاں دے لیجئے۔ اس پر بھی پیاس نہ بجھے تو میرے اساتذہ و مشائخ کو دے لیجئے، اس پر بھی پیاس نہ بجھے تو میرے آباء و اجداد کو دے لیجئے میرے دوسرے بزرگوں کو دے لیجئے، ممکن ہے کہ اس پر میں کسی حد تک صبر کر سکوں لیکن اس قسم کے ناپاک کلمے کہ معاذ اللہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ویسا سمجھتا ہوں، میں ایک لمحے کے لئے بھی سننے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ ہمارے لئے دنیا میں عزیز ترین متاع حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کا ناموس مقدس ہی ہے۔

آپ کہتے ہیں کہ معاذ اللہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسے ناپاک خیالات رکھتے ہیں، اور بحمد اللہ ہمارا حال یہ ہے کہ اگر کوئی بدنصیب ہمارے سامنے ایسے گستاخانہ کلمات زبان سے نکالے تو ہم ایک لمحہ کے لئے بھی اس کو دنیا میں زندہ نہ رہنے دیں گے خواہ اس راہ میں خود ہی فنا ہو جائیں، ناموس نبوی کے تمام دشمنوں کو ہمارا چیلنج ہے ؎

جو جاں چاہو تو جاں لے لو جو مال مانگو تو مال دیں گے

مگر یہ ہم سے نہ ہو سکے گا نبی کا جاہ و جلال دیں گے

بہر حال میں ایک دفعہ پھر آپ کو خبردار کرتا ہوں کہ اب کے بعد یہ ناپاک کلمہ زبان سے نہ نکلے، ورنہ انجام خطرناک ہوگا۔

آپ نے مجھے اور موحد عالم صاحب کو کافر کہہ کر اشتعال انگیزی کی بھی پوری کوشش کی ہے جس سے آپ کا مقصد صرف یہ ہے کہ یا تو مناظرہ درہم برہم ہو جائے یا میں علم غیب کی اصولی بحث کو چھوڑ کر دوسری شخصی بحثیں شروع کروں اور آپ کی بلکہ آپ کے سارے طائفہ کی گمراہیاں طشت از بام نہ ہونے پائیں۔ لیکن یقین کیجئے کہ انشاء اللہ آپ کی کوئی آرزو بھی پوری نہ ہوگی۔ البتہ اگر فی الواقع آپ کو میرے یا موحد عالم کے متعلق کوئی بحث کرنی ہے تو اسی وقت اس کے لئے بھی وقت طے کر لیجئے۔ "علم غیب" کی اس بحث سے فارغ ہونے کے بعد اس پر بھی گفتگو ہو جائے گی اور کافروں کا کفر اور مومنوں کا ایمان سب سامنے آجائے گا، لیکن آپ یہ چاہیں کہ خلطِ مبحث ہو جائے اور علم غیب کی طے شدہ اصولی بحث سے آپ کی جان چھوٹ جائے سو انشاء اللہ ایسا نہیں ہو سکتا اور آپ کی یہ کوشش بالکل بے کار ہی رہے گی۔ آپ کے سامنے وہ ہے جس کو بارہا آپ کے اساتذہ بھی آزما چکے ہیں ؎

عنقا شکار کس نہ شود دام باز چیں

کیں جا ہمیشہ باد بدست است دام را

ہاں آپ نے ایک عجیب و غریب بات یہ بھی کہی ہے کہ "منظور" صاحبزادہ صاحب اور ان کی تمام جماعت کو کافر ثابت کرنے کے لئے آیا تھا مگر اس نے کفر کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں کہا، یہ بھی آپ کا محض افتراء ہے۔ میری بحث کسی خاص شخص یا کسی جماعت سے متعلق نہیں ہے اور موحد عالم نے بھی جو کچھ اپنی تحریر میں لکھا ہے وہ بھی محض ایک اصولی مسئلہ ہے کہ "جو شخص یہ کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت ہر چیز کو جانتے تھے وہ مسلمان نہیں ہے"

اور صاحبزادہ صاحب کے متعلق بلکہ کسی مسلمان کے متعلق بھی میں گمان نہیں کرتا کہ اس کا ایسا عقیدہ ہو۔ صاحبزادے صاحب کی جو تحریر میرے سامنے ہے میرے نزدیک یقینی طور پر اس سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ وہ ایسا عقیدہ رکھتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حق تعالے کے برابر علم کلی اور وہ بھی ہر وقت مانتے ہیں بلکہ میرے نزدیک اس تحریر کے، اس کے علاوہ دوسرے محمل بھی ہیں۔ پس تاوقتیکہ وہ خود یہ نہ بتلائیں کہ میرا عقیدہ فی الواقع یہی ہے اور اس تحریر سے میرا مطلب وہی ہے جس کو موحد عالم نے کفر لکھا ہے اُس وقت تک میں ان کو مسلمان ہی سمجھوں گا اور سمجھتا ہوں اور مجھے تو آپ کے متعلق بھی ابھی تک یہی معلوم ہے کہ آپ بھی اس کے قائل نہیں ہیں اور اگر آپ قائل ہیں تو براہ کرم مجھے تحریر دیجئے۔ مگر میں پیش گوئی کرتا ہوں کہ آپ کبھی مجھے اس عقیدہ کی تحریر نہیں دیں گے۔ کیونکہ آپ کے پیر و مرشد فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان صاحب خود اس کے خلاف ہیں اور انہوں نے اس عقیدہ (علم کلی محیط تفصیلی) کو خلاف نصوص اور عقلاً بھی باطل لکھا ہے۔

بہر حال میں ہرگز گمان نہیں کرتا کہ صاحبزادہ صاحب کا عقیدہ وہی ہو جس کو موحد عالم نے کفر لکھا ہے اور نہ صرف انہوں نے بلکہ بہت سے فقہاء حنفیہ نے اس کے کفر ہونے کی تصریح کی ہے۔ بلکہ علامہ علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس کے کفر پر اجماع نقل کیا ہے جیسا کہ انشاء اللہ تعالی آئندہ میں ان کی وہ عبارت بھی پیش کرونگا۔

الغرض یہ آپ کا مجھ پر افتراء ہے کہ میں صاحبزادہ صاحب کو کافر کہتا ہوں اور ان کا کفر ثابت کرنے کے لئے ہی میں یہاں آیا ہوں۔ ہاں اسی کے ساتھ آپ نے عجیب وغریب انداز میں اس پر بھی ماتم کیا تھا کہ میں ان مسلمانوں کا کفر ثابت کرنے کے لئے تو آگیا مگر کافروں کو مسلمان کرنے کے لئے کوئی کوشش نہیں کی۔ اللہ اللہ!! آج آپ کی سمجھ میں یہ بات آئی اور ساری دنیا کو کافر بنانے کے بعد آج آپ کو محسوس ہوا کہ یہ بھی کوئی گناہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بعض اہل کوفہ نے پوچھا تھا کہ مُحرم اگر مکھی مار دے تو اس کا کیا فدیہ ہے؟ اس پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔

مَالِاَهْلِ الْعِرَاقِ يَسْأَلُوْنَنِيْ عَنْ قَتْلِ الذُّبَابِ وَقَدْ قَتَلُوا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا سَأَلُوْنِيْ ؛

یعنی عراق والوں کی ذہنیت تو دیکھو کہ آج مجھ سے مکھی مارنے کا مسئلہ پوچھنے آتے ہیں اور کربلا کے میدان

میں کل جب انہوں نے نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا تو مجھ سے کوئی بھی پوچھنے نہ آیا "۔

مولوی صاحب! پہلے ذرا اپنے پیر و مرشد اعلیٰ حضرت کے کارناموں پر تو نظر ڈالئے اور دیکھئے کہ انہوں نے کتنے مسلمانوں کو کفر کے گھاٹ اتارا ہے اور ہاں ذرا خود اپنے گریبان میں تو منہ ڈال کر دیکھئے کہ آپ مسلمانوں کو کافر کہنے میں کس قدر بے باک ہیں اور آپ نے اسی تقریر میں کیا کمی کی ہے؟ ع

چہ دلاور است دزدے بکف چراغ دارد

خیر یہ تو آپ کی خارجی باتوں کا جواب تھا اور مجھے افسوس ہے کہ اس میں میرا بہت کافی وقت ضائع ہوگیا۔ اس کے بعد میں اصل موضوع کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ میں نے اپنے مدعا کے ثبوت میں دو آئتیں پیش کی تھیں اور ان کی تفسیر میں بعض صحابۂ کرام و تابعین عظام اور دیگر ائمہ مفسرین کی تصریحات بھی پیش کی تھیں۔ آپنے ان سب سے اغماض کرتے ہوئے دونوں آیتوں کے متعلق وہی پرانی اور فرسودہ باتیں کہی ہیں جن کا جواب بارہا میں ہی آپ کو دے چکا ہوں۔ اور اب پھر عرض کرتا ہوں۔

آپ نے شاید حاضرین پر اپنی علمیت کا سکہ بٹھانے کے لئے مجھ سے پوچھا ہے کہ سورۂ طٰہٰ کی آیت میں اخفاء سے مطلق اخفاء مراد ہے یا اخفائے مطلق؟ سنئے میں ادری کے مناظرہ میں آپ کو بتلا چکا ہوں کہ یہاں اخفاء مطلق ہے بایں معنے کہ تمام ماسوی اللہ سے اخفاء مقصود ہے لیکن صرف الی یوم القیامۃ۔

دوسری بات آپ نے اسی آیت کے متعلق یہ بھی کہی ہے کہ یہ اخفاء صرف گنہگاروں اور سیہ کاروں سے ہے نہ کہ انبیاء علیہم السلام سے جو معصوم ہوتے ہیں" آپ کا یہ خیال بھی محض غلط اور سراسر باطل ہے۔ اس کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضؓ کا جو ارشاد میں نے اپنی پچھلی تقریر میں پیش کیا تھا اس میں صاف ملائکہ مقربین اور انبیاء مرسلین کے لفظ موجود ہیں اور صراحۃً مذکور ہے کہ حق تعالیٰ نے ان سے بھی قیامت کا وقت خاص مخفی رکھا ہے۔

علیٰ ہٰذا دوسری آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک ارشاد میں اپنی پہلی تقریر میں پیش کر چکا ہوں جس میں لَمْ يُطْلِعْ عَلَيْهَا مَلَكًا وَلَا رَسُولًا کے الفاظ موجود ہیں۔ پس یہ کتنا محض ادعائے باطل ہے کہ قیامت کے وقت کو صرف گنہگاروں اور بدکاروں سے چھپایا گیا ہے۔

دوسری آیت کے متعلق آپ نے ایک بات تو یہ کہی ہے کہ اس میں صرف علم ذاتی کی نفی ہے اس کا جواب تو اتنا ہی کافی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما قرآن کریم آپ سے بہت بہتر سمجھتے تھے اور انہوں نے علم قرآن براہ راست صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا تھا جب انہوں نے اس آیت سے غیراللہ سے قیامت کے علم عطائی کی بھی نفی نکالی جیسا کہ ان کے اُس ارشاد سے ظاہر ہے جو میں بحوالہ تفسیر ابن جریر پہلی تقریر میں پیش کر چکا ہوں تو آپ کو یا کسی کو یہ کہنے کا حق نہیں کہ اس میں صرف علم ذاتی کی نفی ہے —— علاوہ ازیں علم ذاتی تو حضورؐ کو بلکہ کسی مخلوق کو ایک ذرہ کا بھی نہیں، پھر قیامت ہی کی کیا خصوصیت ہے جو اسی کے علم کو حق تعالےٰ کے لئے خاص کیا گیا ہے۔ بہرحال یہ تاویل کہ اس آیت میں صرف علم ذاتی کی غیراللہ سے نفی کی گئی ہے نہایت مہمل ہے۔

ایک بات آپ نے یہ بھی کہی ہے کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد بھی آپ کو یہ علم عطا نہیں فرمایا گیا، ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد حضورؐ کو قیامت کا وقت خاص بتلا دیا گیا ہو ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ سورۂ اعراف کی اس آیت و نیز قرآن پاک کی بہت سی دوسری آیات میں علم قیامت کے ساتھ حق تعالےٰ کا تفرد بیان کیا گیا ہے۔ پس اگر یہ مان لیا جائے کہ بعد میں کسی مخلوق کو اس کا علم عطاء فرما دیا گیا، تو پھر یہ تفرد باطل ہوتا ہے۔ لہٰذا اسی آیت میں غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ قیامت کا وقت خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ کسی مخلوق کو اس آیت کے نزول کے بعد بھی نہیں بتلایا گیا۔ یہاں تک تو آپ کی تقریر کا جواب تھا۔ اب میں اپنے بقیہ دلائل پیش کرتا ہوں۔

سورۂ اعراف والی آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضؓ، حضرت سدی کبیرؒ، حضرت امام ابن جریر طبریؒ کے ارشادات میں پہلے پیش کر چکا ہوں، اب آگے سنئے۔

علامہ علی ابن محمد خازنؒ اسی آیت کے ماتحت اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ کی تفسیر میں فرماتے ہیں

اَیْ لَا یَعْلَمُ الْوَقْتَ الَّذِیْ تَقُوْمُ فِیْهِ اِلَّا اللّٰهُ اسْتَأْثَرَ اللّٰهُ بِعِلْمِهَا فَلَمْ یُطْلِعْ عَلَیْهِ اَحَدًا ۔ (تفسیر خازن ج ۲ ۔ ص ۲۶۵)

یعنی اس قیامت کے وقتِ خاص کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس نے اس کے علم کو اپنے ہی لئے خاص کر لیا ہے اسی واسطے کسی کو اس کی اطلاع نہیں دی ہے "

اور اس موقعہ پر بھی قریب قریب یہی مضمون امام بغوی رح نے تفسیر معالم التنزیل میں اور خطیب شربینی نے سراج منیر میں اور علامہ نسفی نے مدارک التنزیل میں اور قاضی بیضاوی نے انوار التنزیل میں وغیرہ دیگر مفسرین کرام نے لکھا ہے۔

اس کے بعد میں ایک حدیث اور پیش کرتا ہوں جس سے اس مسئلہ پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ قریباً تمام کتب حدیث میں متعدد سندوں کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبریل ع حضور اقدس ص کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ سے ایمان ، اسلام ، احسان کے متعلق کچھ سوالات کئے جن کے آنحضرت ص نے جوابات ارشاد فرما دیئے۔ اخیر میں انہوں نے سوال کیا کہ مَتَى السَّاعَةُ يَا رَسُولَ اللهِ ؟ کہ حضرت ! قیامت کب آئے گی ؟ حضور ص نے ارشاد فرمایا مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ یعنی کہ جس سے یہ سوال کیا جا رہا ہے وہ سوال کرنے والے سے اس بارے میں زیادہ علم نہیں رکھتا (یعنی اس کا علم جس طرح تم کو نہیں ہے اسی طرح مجھ کو بھی نہیں ہے) پھر حضور ص نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم صرف اللہ ہی کو ہے اور حضور ص نے استشہاد میں سورۂ لقمان کی یہ آخری آیت پڑھی۔ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ الآیۃ

اس حدیث سے صاف معلوم ہو گیا کہ قیامت کے وقت خاص کا علم سید المرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی عطا نہیں ہوا تھا اور سید الملائکۃ المقربین حضرت جبرئیل ع کو بھی۔ اور بعض صحیح روایات میں یہ بھی تصریح ہے کہ یہ واقعہ حضور ص کی عمر شریف کے آخری حصہ کا ہے۔ (کما فی فتح الباری وعمدۃ القاری)

پس یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضور ص کے آخر عمر تک یہی حال رہا۔ (دیکھو مشکوٰۃ ص ۸۰۴)

مولوی حشمت علی صاحب

گرامی حضرات ! آپ نے دیکھا مولوی منظور صاحب نے بڑا جوش دکھایا بہت اچھلے کودے مگر کفر کے ثبوت میں ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ نہ اپنے یا اپنے داعی کے کفر کا کوئی جواب دیا۔ میں پھر کہتا ہوں مولوی منظور صاحب تم کافر ہو آپ کا داعی بھی کافر ہے۔ اگر ہمت ہو تو مجھ سے ثبوت مانگو میں ابھی ثبوت دینے کو تیار ہوں۔ ہمیں میدان ہمیں چوگان ہمیں گو ہمیں گو ئیے۔

میں نے کہا تھا کہ مولوی منظور صاحب یہ ثابت کرنے کے لئے آئے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ،

جاہل تھے اس پر مولوی منظور صاحب بہت زیادہ چراغ پا ہوئے۔

مولوی صاحب! اس میں غصہ کی کیا بات ہے سب حاضرین دیکھ رہے ہیں آپ نے اپنی دونوں تقریروں میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیامت کا علم نہیں تھا اس کا مطلب یہی تو ہوا کہ حضور معاذ اللہ اس سے جاہل تھے۔ آخر نہ جاننے اور جاہل ہونے میں کیا فرق ہے۔ ناک ادھر سے پکڑی جائے یا ادھر سے ایک ہی بات ہے۔ لیکن اگر آپ کو ناگوار ہوتی ہے تو لیجئے میں اب نہیں کہوں گا۔

میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ اَكَادُ اُخْفِيْهَا میں اخفاء مطلق ہے یا مطلق اخفاء؟ آپ نے اس کا جواب دیا کہ اخفاء مطلق ہے اور ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ صرف قیامت تک محدود ہو۔ تو اخفاء مطلق کہاں ہو گیا۔ اخفاء مطلق کا تو یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ کسی کو کبھی بھی نہ بتلایا جائے۔ خیر یہ تو آپ کی علمیت تھی کہ آپ اخفاء مطلق بھی کہتے ہیں اور پھر قیامت تک کی قید بھی لگاتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ کہاں لکھا ہوا ہے کہ یہ اخفاء قیامت تک رہے گا آپ اپنی طرف سے قرآن کریم میں پیوند لگاتے ہیں اور اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے۔

مَنْ فَسَّرَ الْقُرْاٰنَ بِرَأْيِهٖ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ

جو قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرے وہ جہنم میں اپنا ٹھکانا بنائے۔

بہرحال میرا ایک مطالبہ تو آپ پر یہ ہے کہ آپ بتلائیں کہ یہ قیامت تک اخفاء باقی رہنا کہاں سے معلوم ہوا۔ دوسرے یہ کہ جو دو آیتیں آپ نے اب تک پیش کی ہیں ان میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کہاں ہے؟ آپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کر کے جو عبارت پڑھی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں لَمْ يُطْلِعْ عَلَيْهَا مَلَكًا مُقَرَّبًا وَّلَا نَبِيًّا مُّرْسَلًا اور یہ ضروری نہیں کہ اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی داخل ہوں۔ دیکھئے حدیث شریف میں آیا لِيْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا يَسَعُ فِيْهِ مَلَكٌ مُّقَرَّبٌ وَّلَا نَبِيٌّ مُّرْسَلٌ۔ یعنی میرے لئے اللہ کے ساتھ ایک ایسا خاص وقت ہے کہ اس میں کسی مقرب فرشتے اور نبی و رسول کی بھی گنجائش نہیں۔

اب دیکھئے اس میں وہی نبی مرسل کے الفاظ ہیں مگر اس میں حضور کے علاوہ دوسرے پیغمبر ہی مراد ہیں۔

بس ایسے ہی سمجھ لیجئے کہ جتنی تفسیری عبارتیں آپ نے پڑھی ہیں جن میں ملک مقرب و نبی مرسل کے الفاظ ہیں ان میں حضور ؐ کے علاوہ دوسرے پیغمبر ہی مراد ہیں الیسی آپ کوئی کتاب نہیں دکھلا سکتے جس میں صراحت کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ مذکور ہو کہ آپ کو قیامت کا علم عطا نہیں فرمایا گیا تھا۔

میں نے تبلایا تھا کہ سورۂ اعراف کی جو آیت آپ نے پیش کی ہے اس میں صرف علم ذاتی کا بیان ہے اور اسی کو حق تعالےٰ سے خاص بیان کیا گیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ کسی مخلوق کو ذاتی طور پر قیامت کے وقت کا علم نہیں ہے یہ قرآن پاک میں کہیں نہیں ہے کہ حضور ؐ کو خدا تعالےٰ کے تبلانے سے بھی قیامت کا علم نہیں تھا میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ حضرات مفسرین نے ایسا ہی لکھا ہے ۔ چنانچہ امام صاوی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کے ذیل میں تفسیر صاوی میں لکھتے ہیں ۔

اِنَّهَا مِنَ الْاَمْرِ الْمَكْتُوْمِ الَّذِیْ اسْتَأْثَرَ اللّٰهُ بِعِلْمِهٖ فَلَمْ يُطْلِعْ عَلَيْهِ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنَ الرُّسُلِ ؀

یعنی وقت قیامت ایسے پوشیدہ امر سے ہے کہ اللہ تعالےٰ اس کے علم کے ساتھ مختص ہے تو اللہ نے وقت قیامت پر کسی کو مطلع نہیں فرمایا مگر جس کو رسولوں میں سے پسند فرمالیا ‘‘

دیکھئے ! امام صاوی رحمہ اللہ نے کس صفائی سے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے پسندیدہ اور برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت قیامت کی خبر دے دی تھی ۔ الغرض جو آیتیں آپ نے پیش کی ہیں اول تو خاص حضور ؐ کا ذکر نہیں اور پھر علم عطائی سے ان کا کوئی تعلق نہیں ۔

آپ نے آخر میں جو حدیث جبریل ؑ پیش کی ہے اس کے ترجمہ اور مطلب بیان کرنے میں آپ نے مسلمانوں کو سخت دھوکہ دیا ہے اس میں الفاظ یہ ہیں مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اے جبرئیل ؑ وقت قیامت کے بارے میں میرا علم تم سے زیادہ نہیں یعنی ہم اور تم دونوں ہی کو معلوم ہے کہ وہ کس وقت آئے گی ۔ تم پھر کیوں پوچھتے ہو ۔

اور چونکہ حضرت جبرئیل ؑ کا یہ سوال ایک عام مجلس میں ہوا تھا اس لئے حضور ؐ نے صاف صاف جواب نہیں دیا کیونکہ آپ کو یہ حکم تھا کہ قیامت کا وقت اپنے عام امتیوں کو نہ تبلائیں ۔

الغرض اس حدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس سے معلوم ہو کہ خود حضور کو وقت قیامت کا علم عطاء نہیں فرمایا گیا تھا۔ اور اس حدیث کے آخر میں خود حضور کا ارشاد ہے فِیْ خَمْسٍ لَا یَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ کہ یہ وقتِ قیامت ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ بغیر خدا کے بتلائے کوئی نہیں جان سکتا۔ لیکن خدا کے بتلانے سے رسول کو اور پھر رسول کے بتلانے سے دوسروں کو بھی اطلاع ہو سکتی، چنانچہ حضرت امام بدرالدین عینی جو حنفیوں کے مسلم امام ہیں اور جنہوں نے بخاری کی شرح عمدۃ القاری اور دوسری مفید کتابیں لکھ کر حنفی دنیا پر بہت بڑا احسان کیا ہے وہ اسی حدیث کی شرح میں فِیْ خَمْسٍ لَا یَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فَمَنِ ادَّعٰی عِلْمَ شَیْءٍ مِّنْهَا غَیْرَ مُسْنِدٍ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ کَاذِبًا فِیْ دَعْوَاهُ ؎

جو کوئی ان پانچوں چیزوں وقتِ قیامت اور مافی الارحام وغیرہ کے علم کا دعویٰ کرے اور اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف نسبت نہ کرے یعنی یہ نہ کہے کہ حضور کے بتلانے سے مجھے یہ علم حاصل ہوا ہے تو وہ مدعی اپنے دعوی میں جھوٹا ہے۔؎

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص حضور کیطرف نسبت کر کے ان پانچوں چیزوں کے علم کا دعوےٰ کرے تو وہ جھوٹا نہیں کہا جائے گا، اس سے روشن ہو گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پانچوں چیزوں کا علم تھا اور آپ جس کو چاہتے بتلا سکتے تھے اور بتلاتے تھے اس موقعہ پر بعینہٖ یہی مضمون امام احمد قسطلانی رحمہ اللہ نے ارشاد الساری شرح بخاری میں بھی لکھا ہے۔

مولانا محمد منظور نعمانی

(بعد حمد و صلوٰۃ) حاضرین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا مولوی حشمت علی صاحب نے اس مرتبہ پھر کوشش کی ہے کہ بحث مقررشدہ اصولی موضوع سے ہٹ کر شخصی چیزوں پر آجائے میں پہلے بھی بتلا چکا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ آپ اس کوشش میں ناکام ہی رہیں گے۔ ہاں اس کی صرف ایک صورت ہے اور وہ یہ کہ آپ اتنا لکھ دیں کہ میں طے شدہ مبحث (علم غیب) پر گفتگو نہیں کر سکتا بلکہ محمد منظور اور اس کے داعی کے متعلق بحث کرنا چاہتا ہوں۔ یقین کیجئے کہ میں فوراً

اس بحث کو چھوڑ دوں گا، لیکن آپ یہ چاہیں کہ آپ کے اشتعال انگیز کلمات سے متأثر ہو کر میں دوسری بحث شروع کر دوں اور مسئلہ علم غیب سے آپ کی جان چھوٹ جائے اور آپ کی گمراہیاں طشت از بام نہ ہوں تو ایسا نہیں ہو سکتا ہے

برو این دام بر مرغ دگر نہ
کہ عنقا را بلند است آشیانہ

اس مرتبہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہنا کہ حق تعالیٰ نے آپ کو فلاں خاص چیز کا علم عطا نہیں فرمایا تھا اور یہ کہنا کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ آپ جاہل تھے دونوں برابر ہیں۔ فی الحقیقت جب کوئی شخص تعلیمات الٰہیہ اور سنن نبویہ سے بغاوت کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کی عقل بھی سلب کر لیتا ہے۔ ورنہ دنیا کا کوئی معمولی سمجھ والا انسان بھی ایسی لغو بات منہ سے نہیں نکال سکتا۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں اگر کوئی شخص آپ کے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے متعلق یہ کہے کہ ان کو انگریزی اور سنسکرت کا علم نہیں تھا اور دوسرا یہ کہے کہ وہ جاہل تھے تو کیا آپ کے نزدیک یہ دونوں باتیں ہم وزن ہوں گی؟

علامہ قاضی عیاض کتاب الشفاء میں فرماتے ہیں۔

وَاِذَا تَکَلَّمَ عَلَی الْعِلْمِ قَالَ هَلْ یَجُوْزُ اَنْ لَّا یَعْلَمَ اِلَّا مَا عُلِّمَ .... وَلَا یَقُوْلُ بِجَهْلٍ لِقُبْحِ اللَّفْظِ وَ بَشَاعَتِهٖ۔

یعنی حضورؐ کی شان اقدس کے متعلق یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ آپ کو فلاں چیز کا علم تھا یا نہیں لیکن یہ نہیں کہا جائے گا کہ معاذ اللہ آپ فلاں چیز سے جاہل تھے کیونکہ یہ لفظ بُرا اور بدتمیزی کا ہے۔

(شرح الشفاء۔ لملا علی القاری ج ۲ ص ۴۶۹)

خیر مولانا! میں نے تو جواب دے دیا لیکن اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ جب آپ کے نزدیک یہ دونوں باتیں ایک ہی حیثیت رکھتی ہیں، اور ادھر آپ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ماکان وما یکون کا علم آخر زمانہ حیات میں عطا فرمایا گیا تھا اور اس سے پہلے آپ کو یہ علم حاصل نہ تھا، تو کیا معاذ اللہ آپ اس ابتدائے زمانۂ نبوت کے لحاظ سے حضرتؐ کی شان اقدس میں جہل کا لفظ بولا کرتے ہیں۔ اور جب کہ آپ کے خیال میں کسی چیز کا

علم نہ ہونا اور جاہل ہونا برابر حیثیت رکھتا ہے تو ضرور آپ بولا کرتے ہوں گے (معاذ اللہ معاذاللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ) خیر یہ چند لفظ تو آپ کی خارجی چیزوں کے متعلق عرض کر دیئے گئے ہیں۔ اب اصل موضوع کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ میں نے آپ کے سوال کے جواب میں عرض کیا تھا کہ سورۂ طٰہٰ کی آیت میں جس اخفاء کا ذکر ہے وہ اخفاء مطلق ہے بایں معنی کہ تمام ہی مخلوق سے اخفاء مقصود ہے اور یہ اخفاء قیامت تک رہے گا۔

آپ نے مجھ سے دریافت کیا ہے کہ اخفاء مطلق کے ساتھ یہ قیامت تک کی قید کیسی ہے، اخفاء مطلق کا تقاضا تو یہ ہے کہ کسی وقت اظہار نہ ہو؟

میرا جواب یہ ہے کہ یہاں اطلاق زمانہ کے لحاظ سے نہیں ہے بلکہ مخفی عنہم کے لحاظ سے اطلاق ہے ورنہ یہ تو بالکل ظاہر ہے کہ جب قیامت قائم ہو جائے گی تو تمام مخلوق کو اس کا علم ہو جائے گا۔ ہاں آپ نے یہ بھی دریافت کیا ہے کہ اخفاء کا قیامت تک باقی رہنا کہاں سے معلوم ہوا؟ سنئے!

سورۂ اعراف کی جو آیت میں نے پیش کی ہے اس میں لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ کا لفظ واضح طور پر بتلا رہا ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ خود حق تعالیٰ قیامت کو اس کے وقت پر ہی ظاہر فرمائے گا اس سے معلوم ہوا کہ قیامت تک یہ اخفاء باقی رہے گا۔ چنانچہ قاضی بیضاوی رح اسی کلمہ لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

اَلْمَعْنٰی اَنَّ الْخِفَاءَ بِهَا مُسْتَمِرٌّ عَلٰی غَيْرِهٖ اِلٰی وَقْتِ وُقُوْعِهَا۔

یعنی ان کلمات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں پر وقت قیامت کا پوشیدہ رہنا اس کے آنے تک مستمر رہے گا۔ (تفسیر بیضاوی ج ۱۔ ص ۲۶۷)

اور علامہ معین بن صفی انہیں کلمات قرآنی کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

اَیْ لَا يُظْهِرُ اَمْرَهَا فِیْ وَقْتِهَا اِلَّا هُوَ اَیِ الْخِفَاءُ بِهٖ مُسْتَمِرٌّ اِلٰی وَقْتِ الْوُقُوْعِ۔ (جامع البیان ص ۱۴۳)

یعنی قیامت کے وقت خاص کی پوشیدگی اس کے آنے تک مستمر رہے گی۔

نیز اسی آیت میں لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً کے الفاظ بھی یہ بتلا رہے ہیں کہ قیامت کے آنے کے

وقت تک تمام مخلوق اس سے بے خبر رہے گی۔ بہر حال میں نے جو کچھ کہا بحمد اللہ قرآن کریم ہی کی روشنی میں کہا ہے اس کو تفسیر بالرائے کہنا محض جہالت کا کرشمہ ہے۔

آپ نے عجیب و غریب بات یہ فرمائی تھی کہ وقت قیامت کا انخفار صرف گنہگاروں اور سیہ کاروں سے ہے میں نے جواب دیا کہ یہ محض بے دلیل ادعا ہے باطل ہے اور ساتھ ہی حضرت عبد اللہ بن عباس رض کا ارشاد پیش کیا کہ۔ لَمْ يُطْلِعْ عَلَيْهَا مَلَكًا مُّقَرَّبًا وَّلَا نَبِيًّا مُّرْسَلًا اس کے جواب میں آپ نے فرمایا ہے کہ اس میں نبی مرسل کے لفظ سے حضور ص کے علاوہ دوسرے پیغمبر مراد ہیں۔ اور مثال میں لِيْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ والی حدیث پیش کی ہے، خدا کا شکر ہے، آپ نے اتنا تسلیم کر لیا کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام سے وقت قیامت مخفی رکھا گیا ہے، ورنہ پہلی تقریر میں تو آپ نے فرمایا تھا کہ یہ انخفار صرف گنہگاروں اور سیہ کاروں کے لحاظ سے ہے۔ صبح کا بھولا اگر شام کو واپس آجائے تو غنیمت ہے۔ اب میں امید رکھتا ہوں کہ آپ جلد ہی یہ بھی تسلیم فرمالیں گے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رض و دیگر مفسرین کی عبارات میں اس موقعہ پر نبیا مرسلا کا جو لفظ آیا ہے اس کے عموم میں آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں۔

سنئے! لِيْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ والی حدیث میں نَبِيٌّ مُّرْسَلٌ کے لفظ سے آنحضرت ص بقرینۂ مقام خارج ہیں کیونکہ ایسے مواقع میں متکلم مستثنیٰ ہوتا ہے۔

بخلاف حضرت عبد اللہ بن عباس رض و دیگر مفسرین کے ارشادات کے کہ وہاں ایسا کوئی قرینہ موجود نہیں ہے بلکہ اس کے خلاف قرینہ موجود ہے کیونکہ جس آیت کی تفسیر میں یہ الفاظ فرمائے گئے ہیں اس کے مخاطب اول براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اس لئے آپ سب سے پہلے اس کے مصداق ہوں گے۔ آپ نے مجھ کو چیلنج کیا ہے کہ میں اس موقع پر کسی تفسیر میں خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کی تصریح نہیں دکھلا سکتا، حالانکہ تفسیر ابن جریر کی عبارت میں پہلے پیش کر چکا ہوں۔ اس میں قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ کی تفسیر میں مرقوم ہے اِنَّ مَعْنَاهُ قُلْ يَا مُحَمَّدُ لِسَائِلِيْكَ عَنْ وَقْتِ السَّاعَةِ وَحِيْنَ مَجِيْئِهَا لَا عِلْمَ لِيْ بِذٰلِكَ الخ۔

یعنی اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان لوگوں سے فرما دیجئے جو آپ سے

وقتِ قیامت کے متعلق سوال کر رہے ہیں کہ مجھ کو اس کا علم نہیں۔

لیجئے اس عبارت میں تو خاص آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح موجود ہے۔ کیا اب آپ اپنی غلطی تسلیم کر کے اپنی صداقت پرستی کا ثبوت دیں گے ؟

آپ نے سورۂ اعراف کی آیت کے متعلق پھر یہ فرمایا ہے کہ اس میں غیر اللہ سے قیامت کے صرف علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے اور اپنی تائید میں اس مرتبہ آپ نے احمد صاوی کی ایک عبارت پیش کی ہے۔ خدا کی شان ہے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ جیسے جلیل القدر صحابی اور حضرت قتادہ رحؒ جیسے عظیم المرتبت تابعی کے ارشادات پیش کر رہا ہوں جن میں انہوں نے اسی آیت سے علم عطائی کی نفی بھی ثابت کی ہے اور آپ اسکے مقابلہ میں تیرہویں صدی کے ایک عالم احمد صاوی کو پیش کر رہے ہیں جن کا شمار علماء معتبرین میں بھی نہیں ہے۔

بہر حال صاوی کا قول مجھ پر حجت نہیں۔

میں نے اپنی اس سے پہلی تقریر میں حدیث جبرئیل پیش کی تھی۔ آپ فرماتے ہیں کہ تو نے اس کا مطلب غلط بیان کیا۔ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ کا مطلب یہ ہے کہ اے جبرئیل! ہم اور تم دونوں وقت قیامت کو جانتے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

آپ کسی معتبر عالم کو نہیں بتلا سکتے کہ انہوں نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان کیا ہو، تمام شارحین حدیث اس پر متفق ہیں کہ حضور ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب یہی ہے کہ اے سائل! ہم تم دونوں ہی قیامت کے وقت خاص سے بے خبر ہیں۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ "اشعۃ اللمعات" میں اس جملہ کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" یعنی من و تو برابریم در نا دانستن آں بلکہ ہر سائل و مسئول ہمیں حکم دارد کہ آں راجز خداوند تعالیٰ کسے نداند و وے تعالیٰ ہیچ کس را از انبیاء و رسل بران اطلاع نہ دادہ "

ایسے ہی دوسرے شارحین حدیث نے بھی لکھا ہے چنانچہ علامہ قسطلانی رحؒ جن کا ابھی ابھی آپ نے نام لیا تھا وہ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ کی شرح میں فرماتے ہیں اَلْمُرَادُ نَفْیُ عِلْمِ وَقْتِهَا کہ اس سے وقت قیامت کے علم کی نفی مراد ہے۔

(ارشاد الساری شرح بخاری ج ۱ ص ۲۸۰)

اور شیخ الاسلام زکریا تحفۃ الباری شرح بخاری میں فرماتے ہیں ۔ اِنَّمَا الْمُرَادُ التَّسَاوِیُ فِی نَفْیِ الْعِلْمِ بِہٖ ۔ یہ تمام شارحین اس پر متفق ہیں کہ حضور ؐ کے اس ارشاد گرامی کا مطلب یہ ہے کہ اے سائل! ہم اور تم دونوں وقت قیامت کے نامعلوم ہونے میں برابر ہیں ، اس بارہ میں میرا علم تم سے زیادہ نہیں اور پھر آخر میں حضور ؐ کا یہ ارشاد فِیْ خَمْسٍ لَا یَعْلَمُھُنَّ اِلَّا اللّٰہُ یعنی قیامت ان پانچ چیزوں میں داخل ہے جن کو بجز خدا کے کوئی نہیں جانتا ۔ اس کی صریح دلیل ہے کہ حضور ؐ کا مقصد عدم علم قیامت میں برابری بیان کرنا ہے اور آپ کا مطلب یہی ہے کہ ہم کو اور تم کو ، دونوں کو ہی اس کی خبر نہیں ہے کہ قیامت کب اور کس دن اور کس وقت آئے گی " نیز یہ معنی عربی محاورے کے مطابق ہے جیسے مشکوٰۃ ص ۱۱ سے معلوم ہوتا ہے ۔ (نیلوے ؒ) "

آپ نے اپنی اس تقریر میں علامہ عینیؒ اور علامہ قسطلانی ؒ کے حوالے سے بھی ایک عبارت پیش کی تھی اور اس سے آپ نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ حضور ؐ کو قیامت وغیرہ امور خمسہ کا علم بھی بعطائے خداوندی حاصل تھا ، اور آپ دوسروں کو بھی بتلا سکتے تھے بلکہ بتلاتے تھے حالانکہ اس عبارت سے یہ مدعا کسی طرح ثابت نہیں ہوتا بلکہ ان دونوں مصنفوں علامہ عینیؒ و علامہ قسطلانی ؒ کی تصریحات اس کے صریح خلاف موجود ہیں ۔ اسی حدیث جبرئیل ؑ کے ذیل میں علامہ عینی ؒ قیامت کے متعلق فرماتے ہیں

اَلْاِعْتِقَادُ بِوُجُوْدِھَا وَبِعَدَمِ الْعِلْمِ بِوَقْتِھَا لِغَیْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی مِنَ الدِّیْنِ ۔ (ج ۱ ۔ ص ۳۲۸)

یعنی قیامت کے آنے کا یقین رکھنا اور ساتھ ہی یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کے وقت خاص کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے اجزاء دین میں سے ہے ۔ اور بعینہٖ یہی مضمون اس موقعہ پر علامہ قسطلانی ؒ نے بھی لکھا ہے ، ملاحظہ ہو قسطلانی ج ۱ ص ۱۲۷

نوٹ از مرتب حضرت مولانا کی تقریر یہیں تک پہنچی تھی کہ مولوی حشمت علی صاحب نے فرمایا کہ عینی کی عبارت آپ کہاں سے پڑھ رہے ہیں ؟ مولانا ممدوح نے فرمایا کہ میں اپنی یادداشت سے پڑھ رہا ہوں اگر آپ کو شک ہو تو آپ کے پاس عینی موجود ہے دیکھ لیجئے یا میرے پاس بھیج دیجئے میں خود ہی عبارت نکال دوں ۔ مولوی حشمت علی صاحب نے کہا کہ آپ کتاب سے پڑھئے ، مولانا نے فرمایا

کہ اس وقت میرے ساتھ عینی نہیں ہے اور نہ ساری کتابیں ساتھ رکھی جا سکتی ہیں۔ ہاں جو چیز میں پیش کروں گا اس کے لفظ لفظ کی ذمہ داری لوں گا، اور اگر میرا کوئی حوالہ غلط نکلے گا تو میں اپنی شکست تسلیم کر لوں گا۔ لیکن مولوی حشمت علی صاحب اسی پر اصرار کرتے رہے کہ صرف اسی کتاب کا حوالہ دیا جائے جو یہاں آپ کے پاس موجود ہو۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ کوئی اصول نہیں ہے، ہاں البتہ میرے جس حوالہ میں آپ کو شک ہو اس کی صحت ثابت کرنی میرے ذمہ ہوگی۔

پھر مولانا نے فرمایا کہ اس وقت یہ بحث فضول ہے کیونکہ جو عبارت میں نے اپنی یادداشت سے پیش کی ہے عینی کی ہے اور عینی آپ کے پاس موجود ہے ابھی اس کو دیکھ لیجئے۔ مولوی حشمت علی صاحب نے کہا میرے پاس جو عینی ہے اس سے آپ کا کوئی تعلق نہیں آپ اپنی کتاب پیش کیجئے میں اپنی کتاب آپ کو نہیں دوں گا۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ عاجزی کی اس سے زیادہ روشن دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ آپ میرے پیش کردہ حوالہ کو بھی نہیں مانتے اور کتاب سے اس کی تصدیق بھی کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور پھر اپنی اس حرکت پر شرماتے بھی نہیں۔ اس گفتگو میں مولانا کا وقت ختم ہو گیا۔

مولوی حشمت علی صاحب

حضرات گرامی! آپ نے دیکھ لیا مولوی منظور صاحب اپنا اور اپنے مؤکل کا کفر اٹھانے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ ارے مولوی صاحب! آپ پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم عظیم گھٹانے کے لئے آیتیں حدیثیں اور بزرگوں کی عبارتیں توڑتے جاتے ہیں مگر اپنا اسلام ثابت کرنے کے لئے ایک لفظ منہ سے نہیں نکلتا جب تک آپ اپنا مسلمان ہونا ثابت نہ کر لیں آپ کو آیتیں، حدیثیں اور بزرگان دین کے اقوال کے پیش کرنے کا کیا حق ہے۔ آپ مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے حضرت ابن عباس رضؓ اور حضرت قتادہ رحؒ اور دوسرے بزرگان دین کا نام لیتے ہیں مگر اب تک جتنے اقوال بھی پیش کئے ہیں ان میں سے کسی میں صراحت کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر نہیں ہے۔ آپ نے اس مرتبہ ایک بڑا جھوٹ یہ بولا ہے کہ حضورؐ کو یہ خبر نہ تھی کہ قیامت کس تاریخ یا کس دن اور کس وقت قائم ہوگی۔

میں آپ کو بتلاتا ہوں میرے آقا اللہ کے محبوب مطلع علی الغیوب صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تمام باتیں معلوم تھیں اور آپ نے اپنے امتیوں کو بھی بتلائیں۔ سنو! حدیث میں آتا ہے کہ قیامت محرم کے مہینہ میں آئے گی تاریخ دسویں

ہوگی، دن جمعہ کا ہوگا۔ کیا اب بھی وہابی یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور کو قیامت کے دن اور اس کی تاریخ کا علم نہ تھا؟ حضور کو ضرور اس کا علم تھا اور آپ کے مولیٰ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو سب کچھ بتلا دیا تھا۔

آپ نے سورۂ اعراف کی جو آیت پڑھی ہے اس میں لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے بتانے سے اس کے محبوبوں کو بھی اس کا علم ہوگا اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا وقت ظاہر کر دیا تھا۔

آپ نے اس مرتبہ پھر کہا ہے کہ أَكَادُ أُخْفِيهَا میں اخفاء مطلق ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ یہ اخفاء بس قیامت تک رہے گا۔ ارے جب الیٰ یوم القیامۃ کے ساتھ مقید ہوا تو پھر مطلق کہاں رہا، آپ کو ان جاہلانہ باتوں سے شرم نہیں آتی؟ کیا ابھی آپ کو مطلق اور مقید کے معنے بھی معلوم نہیں؟

علامہ احمد صاوی رحمۃ اللہ کے متعلق آپ نے کہا ہے کہ وہ تیرہویں صدی کے عالم ہیں لہٰذا معتبر نہیں۔ آپ نے ابھی شاہ عبد القادر دہلویؒ کا ترجمہ پیش کیا تھا حالانکہ وہ بھی تیرہویں صدی کے ہیں تو اس کے کیا معنی کہ شاہ عبد القادر تو معتبر ہوں اور احمد صاوی معتبر نہ ہوں، جب آپ شاہ عبد القادر صاحب کے کلام سے استناد کر سکتے ہیں تو میں بھی احمد صاوی سے استدلال کرنے کا حق رکھتا ہوں، اور آپ صرف یہ کہہ کر نہیں چھوٹ سکتے کہ وہ ہمارے نزدیک معتبر نہیں۔ لہٰذا جو عبارت میں نے ان کی پیش کی ہے اس کا جواب دیجئے۔ اور ایک اور عبارت انہیں کی سنئے زیر آیت إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ فرماتے ہیں۔

المعنى لا يفيد علمه غيره تعالى فلا ينافى ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يخرج من الدنيا حتى اطلع على ما كان وما يكون وما هو كائن ومن جملته وقت الساعة۔

یعنی علم قیامت کے اللہ کے ساتھ خاص ہونے کے معنے یہ ہیں کہ وقتِ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور عطا نہیں کرتا پس یہ اس کے مخالف نہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف نہیں لے گئے یہاں تک کہ جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا اور جو کچھ ہو رہا ہے سب پر حضور کو مطلع فرمایا گیا اور اس میں سے وقتِ قیامت بھی ہے۔"

دیکھئے ! اس میں کیسی صاف تصریح ہے کہ حضور اقدس کو تمام ماکان وما یکون وما ہو کائن کا علم بشمول وقتِ قیامت اسی حیاتِ دنیا میں عطا فرما دیا گیا تھا - پھر علامہ نے یہ بھی بتلا دیا کہ یہ عقیدہ ان آیات کے خلاف نہیں جن میں وقتِ قیامت کے علم کو اللہ عزوجل کے ساتھ خاص بتلایا گیا ہے - کیونکہ ان کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالے کے سوا کوئی اور قیامت کا علم عطا نہیں کرسکتا - پس وقت قیامت کے متعلق جو آیتیں آپ نے اب تک پیش کیں یا آئندہ آپ پیش کریں گے ان سب کے لئے میرا یہی جواب کافی ہے - وللہ الحمد -

یہاں تک تو میں نے آپ کی تقریر کا جواب دیا - اب میرے دلائل سنئے - قرآن پاک میں ارشاد ہے -

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ : یعنی اے محبوب ! ہم نے تم پر کتاب نازل فرمائی جو ہر شے کا روشن بیان ہے - (النحل [16] ، ۸۹)

دوسری جگہ اسی کتابِ عزیز کے متعلق ارشاد فرمایا مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ یعنی ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز اٹھا نہ رکھی ، ہر چیز کو بیان کر دیا ہے - الانعام [6] ، ۳۸

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک میں ہر چیز کا بیان بلکہ روشن بیان ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں ، جس کا واضح بیان قرآن میں نہ ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم کا پورا پورا علم تھا کیونکہ خود اللہ عزوجل نے آپ کو قرآن کی تعلیم دی تھی جیسا کہ سورۃ رحمٰن میں ارشاد ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ پس جب کہ قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے اور حضور ؐ اس کے پورے عالم ہیں تو نتیجہ یہ نکلا کہ بتعلیم الٰہی حضور ؐ کو ہر چیز معلوم ہو - مولوی منظور صاحب ! دیکھا آپ نے ؟ قرآن سے اس طرح دعویٰ ثابت کیا جاتا ہے -

اس کے بعد ایک حدیث بھی سنئے - مشکوٰۃ شریف باب آداب المساجد ص ۶۹ - پر ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں -

رَاَیْتُ رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ قَالَ فِیْمَ یَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰی قُلْتُ اَنْتَ اَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ کَفَّهٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ - الحدیث

یعنی میں نے اپنے رب عزوجل کو نہایت اچھی تجلی میں دیکھا اس نے پوچھا فرشتے کس بات میں باہم

بحث کر رہے ہیں - میں نے عرض کی تو ہی جاننے والا ہے - فرمایا کہ پھر میرے رب عز وجل نے اپنا دست رحمت میرے دونوں شانوں کے بیچ میں رکھا تو میں نے اس کے فیض کی ٹھنڈک اپنے پستانوں کے درمیان پائی تو جان لیا میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے -

دیکھئے اس حدیث پاک سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو زمین و آسمان کی تمام چیزوں کا علم کلی محیط حاصل ہے - وللہ الحمد -

میرے پاس حضور اقدس ﷺ کا علم غیب ثابت کرنے کے لئے بحمد اللہ سینکڑوں دلائل موجود ہیں - مگر میں چاہتا تھا کہ کسی طرح آپ اپنے اور اپنے بڑوں کے کفر و اسلام پر بحث کرنے کے لئے تیار ہو جاتے -

حضرت مولانا محمد منظور صاحب

(بعد حمد و صلوٰۃ) اب تک میرے لائق مخاطب مولوی حشمت علی صاحب نے جو تقریریں کی تھیں ان میں موضوع سے خارج اور بیکار باتیں زیادہ ہوتی تھیں خدا کا شکر ہے کہ اس تقریر میں تناسب بدل گیا ہے اور خارجی باتیں نسبتاً کم رہیں - ایں ہم غنیمت است -

تاہم میں نے یہ طے کر لیا ہے کہ اب مولوی صاحب کی کسی خارجی بات کا جواب نہ دیا جائے اس لئے آخری مرتبہ میں ان سے پھر کہتا ہوں کہ یہ وقت علم غیب پر بحث کے لئے مقرر ہے اس میں دوسری بحثیں چھیڑنے کی کوشش کرنا کمزوری اور عاجزی کی دلیل ہے اگر آپ کو فی الحقیقت کسی دوسرے موضوع پر گفتگو کرنا ہے تو بندہ بعون اللہ اس کے لئے بھی ہر طرح تیار ہے آپ جس بحث کے لئے چاہیں اسی وقت مستقل وقت طے کر لیں لیکن خلط مبحث کی پالیسی میں آپ کامیاب نہیں ہو سکتے - یہ آپ کو میرا آخری انتباہ ہے - اس کے بعد میں آپ کی کسی خارجی بات کا جواب دینے کی کوشش نہیں کروں گا - ہاں صرف حاضرین کرام سے یہ عرض کروں گا کہ وہ آپ کے اس خلطِ مبحث سے صحیح نتیجہ نکالنے کی کوشش کریں - اس کے بعد میں آپ کی تقریر کے جواب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں سنئے -

اس مرتبہ پھر آپ نے یہ کہا ہے کہ علم قیامت کی نفی کے متعلق جتنی چیزیں اب تک پیش کی گئیں ان میں بصراحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ذکر نہیں ، حالانکہ میں ابن جریر کی صریح عبارت پیش کر چکا ہوں جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صاف طور پر لَا عِلْمَ لِي بِذَالِكَ کا جملہ مذکور ہے اس سے زیادہ تخصیص اور

تصریح اور کیا ہو سکتی ہے ؟ علاوہ ازیں میں آپ سے پوچھتا ہوں اگر کوئی غالی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجسم خدا اور معبود کہنے لگے اور کوئی موحد مسلمان اس کے مقابلہ میں قرآن پاک سے توحید کی وہ آیتیں پیش کرے جن میں بتلایا گیا ہے کہ ایک اکیلے خدا کے سوا کوئی معبود نہیں تو کیا اس کے جواب میں اس غالی شخص کا یہ کہنا درست ہوگا کہ تم جو آیتیں پیش کرتے ہو ان میں سے کسی میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک مذکور نہیں اور کسی میں بھی صراحتہ یہ نہیں بتلایا گیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا اور معبود نہیں ہیں ؟ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے نزدیک بھی اس کا یہ جواب کسی طرح درست نہ ہوگا۔

پس اسی طرح سمجھ لیجئے کہ جب قرآن پکار پکار کے یہ کہتا ہے کہ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وقت قیامت کا علم بس خدا ہی کو ہے۔ اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان کراتا ہے اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ کہ میرے رب کے سوا کسی کو اس کا علم نہیں۔ اور عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ یعنی صرف اسی کو قیامت کا علم ہے تو ان صاف صریح اعلانات کے بعد آپ کا یہ کہنا کہ چونکہ ان آیتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی نہیں آیا اور آپ کا نام مبارک لے کر علم ساعۃ کی نفی نہیں کی گئی اس لئے ان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ کو بھی وقت قیامت کا خاص معلوم نہ تھا، نہایت ہی لغو اور مضحکہ خیز ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ بلا سوچے سمجھے آپ کی زبان سے یہ نکل گیا ہے۔

آپ نے اس مرتبہ میرے دعوے کی تکذیب کرتے ہوئے بڑے زور سے فرمایا ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوۃ و السلام کو قیامت کا مہینہ، تاریخ، دن اور وقت تک معلوم تھا۔ اور اس کے ثبوت میں آپ فرماتے ہیں کہ حدیثوں میں وارد ہے کہ قیامت محرم کے مہینہ میں دسویں تاریخ کو آئے گی، دن جمعہ کا ہوگا اور وقت صبح کا۔ کاش! آپ ذرا وہ حدیثیں بھی پیش کر دیتے تو میں کچھ تفصیل سے عرض کرتا۔ اس وقت اجمالاً صرف اتنا بتلاتا ہوں کہ وہ حدیثیں کمزور قسم کی ہیں اور ان کی بنیاد پر یہ تعینات نہیں کئے جا سکتے۔ اور اگر بفرض ان کو صحیح بھی مان لیا جائے تو بھی میرے مدعا کے خلاف نہیں کیونکہ صرف اتنی چیز سے تعیین نہیں ہو جاتی جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ کس سنہ کے محرم کے مہینہ میں اور کون سے جمعہ کو آوے گی ؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارکہ سے لے کر اب تک قریباً ساڑھے تیرہ سو دفعہ محرم کا مہینہ اور

لاکھوں دفعہ جمعہ کا دن آچکا ہے اور معلوم نہیں کہ ختم دنیا تک کتنی مرتبہ یہ چکر اور آئے گا پس جب تک یہ متعین نہ ہو کہ کون سے جمعہ کو اور کون سے محرم کے مہینہ میں قیامت آئے گی اس وقت تک آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور یہ تعیین آپ کسی ضعیف سے ضعیف بلکہ منکر روایت سے بھی ثابت نہیں کر سکتے۔

اس دفعہ پھر آپ نے اخفاء مطلق اور الیٰ یوم القیامہ کی قید کے متعلق اظہار خیال کیا ہے اور اس کو جاہلانہ بات بتلایا ہے۔ اس کے جواب میں میں صرف یہی کہہ سکتا ہوں کہ اگر یہ علمی باتیں کوئی جاہل نہیں سمجھ سکتا تو وہ اپنی جہالت کا ماتم کرے۔

آپ نے احمد صاوی کی ایک عبارت پہلے بھی پیش کی تھی اور اس مرتبہ بھی پیش کی ہے میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ وہ میرے نزدیک علمائے معتبرین میں سے نہیں جن کا قول قابل حجت ہو۔ آپ نے فرمایا ہے کہ شاہ عبد القادر رحمہ اللہ بھی تیرہویں صدی کے ہیں۔ اس کے جواب میں گزارش ہے کہ میں نے شاہ عبد القادر رحمہ اللہ کا صرف ترجمہ قرآن پیش کیا ہے۔ اگر آپ کے نزدیک ان کا ترجمہ بھی قابل اعتبار نہ ہو تو آپ اس کا اظہار کر دیں میں انشاء اللہ نہیں پیش کروں گا۔

آپنے اس مرتبہ معارضے کے طور پر دو آیتیں بھی پیش کی ہیں، حالانکہ اس سے پہلے مناظروں میں ان کا صحیح مطلب میں آپ کو بتلا چکا ہوں۔ اب پھر سن لیجئے۔

آپ کی پہلی پیش کردہ آیت وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ کی تفسیر جلالین شریف میں اس طرح کی گئی ہے تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ يُحْتَاجُ إِلَيْهِ مِنْ أَمْرِ الشَّرِيعَةِ یعنی قرآن پاک میں ان تمام چیزوں کا بیان ہے جن کی ضرورت لوگوں کو شریعت کے بارے میں پڑتی ہے "

اور تفسیر بیضاوی میں ہے تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ مِنْ أُمُورِ الدِّينِ۔ اور بعینہٖ یہی عبارت تفسیر مدارک میں ہے اور اس کے قریب قریب دوسرے مفسرین کرام نے بھی لکھا ہے، غرض عامہ مفسرین کے نزدیک اس آیت کا مطلب یہی ہے کہ قرآن پاک میں دینی اور شرعی باتوں کا پورا بیان ہے۔ پس اس سے علم کلی پر استدلال کسی طرح درست نہیں۔

اسی طرح جو دوسری آیت آپ نے مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ پیش کی ہے اس کی

تفسیر میں حضراتِ مفسرین نے یہ تصریح فرمادی ہے کہ یہاں شیئ سے وہی اشیاء مہمہ مراد ہیں جن کی معرفت ضروری ہوتی ہے۔ چنانچہ امام رازی رح تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ، يَجِبُ اَنْ يَكُوْنَ مَخْصُوْصًا بِبَيَانِ الْاَشْيَاءِ الَّتِيْ يَجِبُ مَعْرِفَتُهَا۔

یعنی آیت میں جو شیئ کا لفظ ہے اسے عام نہیں رکھا جاسکتا بلکہ اس کا ان اشیاء کے ساتھ خاص کرنا ضروری ہے جن کی معرفت ضروری اور جن کا علم لابدی ہو، اسی طرح ابی السعود کی تفسیر میں ہے

ای ما ترکنا فی القرآن شیئًا من الاشیاء المهمة۔

یعنی ہم نے قرآن میں کوئی چیز بھی ضروریات میں سے نہیں چھوڑی۔

بہرحال حضراتِ مفسرین کی ان تصریحات کے مطابق اس آیت کا مطلب بھی صرف یہی ہے کہ قرآن پاک میں تمام وہ چیزیں بیان کردی گئی ہیں جن کو جاننا لازمی ہے اور ان میں سے کوئی چیز نہیں چھوڑی گئی۔ الغرض ان دونوں آیتوں سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ قرآن پاک میں سب دینی اور ضروری باتیں بیان کردی گئی ہیں اور بےشک اس پر ہمارا ایمان ہے اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ قرآن ان تمام دینی باتوں کا علم تھا، بلکہ ہمارے نزدیک آپ کو بہت سے ایسے علوم بھی عطا ہوئے تھے جو قرآن پاک میں نہیں ہیں۔ بحضور موخود ارشاد فرماتے ہیں۔ اَلَا اِنِّیْ اُوْتِیْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ یعنی مجھ کو قرآن بھی عطا فرمایا گیا اور اس جیسے اور علوم بھی۔

بہرحال آپ کی پیش کردہ دونوں آیتوں میں سے کوئی بھی مثبت مدعٰی نہیں۔

آپ نے اس مرتبہ ایک حدیث بھی پیش کی ہے۔ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ وہ حدیث مضطرب ہے۔ اور امام بیہقی رح نے اس کے تمام طرق کو ضعیف کہا ہے۔ چنانچہ علامہ علی بن محمد خازن رح اسی حدیث پر کلام کرتے ہوئے، لکھتے ہیں۔

قال البخاری عبد الرحمن بن عائش الحضرمی له حدیث واحد الا انهم یضطربون فیه وهو حدیث الرؤیة قال البیهقی وقد روی من طرق

وكلها ضعاف وفى ثبوته نظر ۔ ۷۵۰

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں اضطراب ہے اور اس کے تمام طرق ضعیف ہیں۔ اور وہ ثابت نہیں۔

علاوہ ازیں اس حدیث میں جس واقعہ کا ذکر ہے وہ ایک کشف شہودی ہے جس کے لئے مشہود چیزوں کا بھی تفصیلی علم لازم نہیں اور اس کو علم غیب کلی سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں۔

سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ نے اس مسئلہ علم غیب کلی کو ایک واقعہ کے رنگ میں خوب سمجھایا ہے، فرماتے ہیں ؎

یکے پرسید ازاں گم کردہ فرزند | کہ اے روشن دل و پیرِ خردمند
زمصرش بوئے پیراہن شنیدی | چرا در چاہِ کنعانش نہ دیدی
بگفت احوال ما برق جہان است | دمے پیدا و دیگر دم نہان است
گہے بر طارم اعلیٰ نشینم | گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

ان اشعار کا مطلب یہ ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کی قمیص لے کر ان کے بھائی مصر سے کنعان کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے کنعان میں بیٹھے بیٹھے فرمایا کہ مجھے یوسفؑ کی پاکیزہ بو محسوس ہوتی ہے۔ تو بعض لوگوں نے حضرت یعقوبؑ سے دریافت کیا کہ یہ کیا فلسفہ ہے کہ مصر سے چلے ہوئے کرتے کی خوشبو تو آپ کو محسوس ہو گئی لیکن جب یوسفؑ یہیں کنعان کے کنوئیں میں تھے تو آپ کو پتہ نہ چلا؟ آپ نے جواب دیا کہ ہمارے علم وادراک کا حال بجلی سا ہے کہ اک دم ظاہر اور اک دم غائب۔"

مطلب یہ ہے کہ جب اللہ چاہتا ہے تو ہمیں مصر کی خوشبو یہاں محسوس ہوتی ہے اور جب وہ نہیں چاہتا تو خود اپنی بستی کنعان کے کنوئیں کی چیز بھی نظر نہیں آتی۔

پس زیرِ بحث حدیث میں جس واقعہ کا ذکر ہے اس کی حقیقت یہی ہے کہ اس خاص عالم میں ایک خاص تجلی ظاہر ہوئی اور اس وقت زمین و آسمان میں جو چیزیں تھیں ان کا علم حضورؐ کو حاصل ہو گیا، لیکن اس علم کے لئے تفصیل ضروری نہیں، بالکل اسی طرح کہ ایک شخص ہر وقت اپنے ہاتھ کو دیکھتا ہے مگر اس کی رگوں کے متعلق تفصیلی معلومات نہیں رکھتا، یا رات کے وقت آسمان کے ستارے دیکھے جاتے ہیں لیکن ان کے صحیح شمار اور ان کے طول وعرض وغیرہ کے متعلق صحیح معلومات نہیں ہوتیں۔

بہرحال یہ حدیث اول تو ضعیف ہونے کی وجہ سے قابل استناد نہیں، علاوہ ازیں علم غیب کلی تفصیلی محیط

پر اس کی دلالت بھی نہیں۔

یہاں تک آپ کی تقریر کا جواب ہوا۔ اس کے بعد میں اپنے دلائل کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اور چونکہ اب میرا وقت قریب الختم ہے اس لئے صرف ایک آیت اور پیش کر کے تقریر ختم کرتا ہوں۔ سورۂ احزاب میں ارشاد ہے۔

يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ

یعنی (اے نبیؐ) لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم بس اللہ ہی کو ہے۔ (الاحزاب ۳۳ - ۶۳)

اس آیت کا مضمون بھی بالکل وہی ہے جو اس سے پہلی اعراف والی آیت کا تھا تاہم اس کی مزید تشریح اور اپنے استدلال کی توضیح کے لئے کچھ اور بھی عرض کرنا ہے جو انشاء اللہ آئندہ عرض کروں گا۔

مولوی حشمت علی صاحب

حضرات گرامی! آپ نے دیکھ لیا کہ مولوی منظور صاحب اپنا اور اپنے موکل کا اسلام ثابت کرنے سے کیسے عاجز ہیں کہ میں بار بار مطالبہ کر رہا ہوں اور اب تک وہ اس کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ اور اس مرتبہ تو انھوں نے صاف اعلان بھی کر دیا کہ اس وقت ہم کوئی اور بحث کرنا ہی نہیں چاہتے، بس علم غیب ہی پر بحث کریں گے۔ بہت اچھا لیجئے ہم بھی علم غیب ہی پر بحث کرتے ہیں۔

آپ نے اب تک علم غیب علم قیامت کے متعلق کئی آیتیں اور حدیثیں پڑھی ہیں جن کے میں جوابات دے چکا ہوں اب ایک آخری اور فیصلہ کی بات کہتا ہوں۔ آپ دس بیس بلکہ دو چار بھی نہیں صرف ایک ہی ایسی آیت یا حدیث پیش کر دیجئے جس میں صراحۃً یہ مذکور ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے وقت کا علم عطا نہیں فرمایا گیا تھا۔ اب تک جو آیتیں یا حدیثیں آپ نے پیش کی ہیں ان میں سے کسی میں بھی نہ تو تخصیص کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے اور نہ صاف طور پر علم عطائی کی نفی ہے۔

آپ نے جو میرے مطالبہ کے جواب میں امام ابن جریر طبریؒ کی عبارت "لَا عِلْمَ لِي بِذٰلِكَ" پیش کی ہے اس میں بھی علم عطائی کی نفی نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہی ہے کہ مجھ کو اس کا ذاتی علم نہیں۔ اور جو آیات و احادیث بھی علم قیامت کے متعلق آپ نے پیش کی ہیں یا آئندہ پیش کریں گے ان سب میں بھی علم ذاتی

ہی کی نفی ہے۔ میں چیلنج کرتا ہوں، آپ بلکہ دنیا بھر کے وہابی مل کر بھی ایسی ایک آیت یا حدیث نہیں پیش کر سکتے جس میں صاف مذکور ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیامت کا علم عطا بھی نہیں فرمایا گیا تھا۔

آپ نے علامہ صاوی احمد رحمۃ کے متعلق پھر فرمایا ہے کہ وہ قابل اعتبار نہیں، یہ آپ کی عاجزی کی نہایت روشن دلیل ہے۔ جب جواب نہیں بنا تو کہہ دیا کہ یہ قابل اعتبار ہی نہیں۔ آپ جن مفسرین کی عبارتیں پیش کرتے ہیں، میں بھی کہہ سکتا ہوں کہ وہ قابل اعتبار نہیں۔ میں نے آیت کریمہ تبیاناً لکل شیءٍ اور مافرطنا فی الکتاب من شیءٍ پیش کی تھیں، آپ کہتے ہیں کہ ان آیتوں میں شیءٍ سے صرف دینی اور ضروری باتیں مراد ہیں۔ اور آپ نے بعض تفسیروں کی عبارتیں بھی پیش کی ہیں کل شیءٍ کی تفسیر میں یتعلق بامور الدین اور اس معنی میں دوسرے الفاظ ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ دنیا کی اور آخرت کی کون سی چیز ہے جس کا تعلق دین سے نہیں۔ کم سے کم یہ کہ کائنات کی ہر چیز اپنے خالق جل وعلا کا پتہ دیتی ہے اور اس کے وجود وحدانیت پر دلالت کرتی ہے۔ شاعر کہتا ہے۔ ؎

وَفِی کُلِّ شَیءٍ لَہٗ اٰیۃ
تَدُلُّ عَلٰی اَنَّہٗ وَاحِد

دوسرا فارسی شاعر کہتا ہے۔ ؎

ہر گیاہے کہ از زمیں روید
وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ گوید

تو دنیا کی ہر چیز، زمین کے تمام ذرے، درختوں کے پتے، آسمان کے تارے، سمندر کے قطرے، غرض ساری چیزیں خدا کی معرفت کا سبق دیتی ہیں۔ تو اس لئے تمام ہی چیزوں کا تعلق دین سے ہوا اور آپ تسلیم کرتے ہیں کہ جن چیزوں کا تعلق دین سے ہو ان سب کا روشن بیان قرآن پاک میں موجود ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہر چیز کا مفصل بیان قرآن میں موجود ہے۔

اور جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآن پاک کے عالم بلکہ معلم ہیں تو آپ کو تمام چیزوں کا تفصیلی علم ہونا بھی آپ کے اقرار سے ثابت ہو گیا۔ وللہ الحمد۔

میں نے مشکوٰۃ شریف سے جو حدیث پیش کی تھی اس کے متعلق آپ نے کہا کہ تفسیر خازن میں اس کی بابت لکھا ہے کہ روی بطرق عدیدۃ کلہا ضعاف مگر آپ کو یہ بھی خبر نہیں یا جان بوجھ کر آپ اس بات سے غافل بن رہے ہیں کہ باب فضائل میں ضعیف حدیثیں بھی مقبول ہیں اور یہ بحث علم غیب فضائل ہی کا تو ایک مسئلہ ہے اور ہم اس کے ذریعے سے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ایک فضیلت ہی تو ثابت کرنا چاہتے ہیں لہٰذا اس کے لئے ضعیف حدیث بھی کافی ہے۔ پھر کیا آپ کو اصول حدیث کا یہ مسئلہ معلوم نہیں کہ اگر کوئی حدیث چند ضعیف طریقوں سے مروی ہو تو اُس تعدد طرق کی وجہ سے وہ صحیح لغیرہ یا حسن کے درجے کو پہنچ جاتی ہے۔ تو گویا علامہ خازن نے یہ جملہ لکھ کر بتا دیا کہ یہ حدیث کم سے کم حسن کے درجے کی ہے مگر افسوس ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کی دشمنی کی وجہ سے آپ کی سمجھ میں یہ باتیں نہیں آتیں۔

دوسری بات آپ نے اس حدیث کے متعلق یہ کہی ہے کہ اس سے علم تفصیلی ثابت نہیں ہوتا بلکہ صرف صرف علم اجمالی مفہوم ہوتا ہے جیسے آسمان پر نظر ڈالنے والوں کو ستاروں کا اور ہاتھ دیکھنے والوں کو ہاتھ کی رگوں وغیرہ کا اجمالی علم ہوتا ہے۔"

یہ آپ کا صرف اختراع ہے حدیث کی مراد کے متعلق حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق دہلوی رح اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں۔

" عبارت است از حصول تمامہ علوم جزوی و کلی و احاطہ آں " یعنی اس فرمان (فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ حضور کو تمام جزوی و کلی علوم حاصل ہو گئے اور حضور نے ان سب کا احاطہ فرما لیا۔

کہئے کیا اس کے بعد بھی یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ اس سے علم تفصیلی ثابت نہیں ہوتا۔ اس کے بعد میں ایک آیت اور ایک حدیث پیش کرتا ہوں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

مَا كَانَ حَدِيثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَىْءٍ ۔ یعنی یہ کتاب (قرآن) کوئی گھڑی ہوئی چیز نہیں بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق اور ہر چیز کی تفصیل ہے۔ (سورۃ الرعد آخری آیت)

اس آیت سے بھی صاف معلوم ہوا کہ قرآن پاک میں ہر چیز کی تفصیل ہے اور حبیب حضور ؐ کو اس کا پورا علم ہے تو بے شک حضور ؐ کو ہر چیز کا تفصیلی علم ہوگا اور یہی ہمارا دعویٰ ہے۔

اس کے بعد حدیث سنئے! مواہب لدنیہ میں خطیب قسطلانی ناقل ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ان اللہ رفع لی الدنیا فانا انظر الیها والی ما ھو کائن فیها الی یوم القیامة کانما انظر الی کفی ھذہ۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا کو اٹھا کر سامنے کر دیا پس میں دیکھتا ہوں اس کو اور ان باتوں کو جو اس میں ہونے والی ہیں قیامت تک، جس طرح کہ دیکھتا ہوں میں اپنے اس ہاتھ کو۔

دیکھئے! اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ ساری دنیا حضور اقدس علیہ السلام کے سامنے مثل کف دست پیش کر دی گئی اور آپ نے اس کو اور اس ساری کائنات کو ملاحظہ فرمایا۔ اس سے بڑھ کر حضور ؐ کے علم غیب کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے؟

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی

(بعد حمد وصلوٰۃ) میرے مخاطب مولوی حشمت علی صاحب نے بہت کوشش کی اور بہت ہاتھ پیر مارے کہ کسی طرح مبحث علم غیب سے ان کا چھٹکارا ہو جائے لیکن وہ اتنی سخت گرفت میں تھے کہ کامیاب نہ ہو سکے اور چار و ناچار ان کو وہ پیالہ منہ سے لگانا پڑا جس کے لئے وہ کسی طرح تیار نہ تھے

میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں اور پھر ببانگ دہل کہتا ہوں کہ اگر فی الحقیقت مولوی حشمت علی صاحب مسئلہ غیب کے علاوہ کسی دوسرے موضوع پر بحث کرنا چاہتے ہیں تو وہ اسی وقت اس کے لئے مستقل وقت طے کر سکتے ہیں، لیکن مجھے یقین ہے کہ ان کے یہ بلند بانگ دعوے صرف خلط مبحث کے لئے تھے جس میں ناکام رہے اور اس قسم کی فریب آمیز چالوں کے انجام میں ناکامی ہی ہوتی ہے۔ اس کے بعد میں آپ کی ان نئی دلیلوں کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جو آپ نے اسی تقریر میں پیش کی ہیں۔

آپ نے جو آیت کریمہ اس مرتبہ پیش کی ہے اس کے آخری لفظ کل شیء کی تفسیر میں علامہ سیوطیؒ

جلالین شریف میں لکھتے ہیں۔

کل شیٔ یحتاج الیہ فی الدین - یعنی قرآن پاک میں ہر اس چیز کی تفصیل ہے کہ

دین کے بارہ میں جس کی احتیاج ہو "

اور علامہ نسفی رحہ نے مدارک التنزیل میں - اور امام رازی رحہ نے تفسیر کبیر میں اور دیگر مفسرین نے بھی اس آیت کی تفسیر میں قریب قریب یہی لکھا ہے - بہرحال اس آیت کا مطلب بھی وہی ہے جو آپ کی پہلی پیش کردہ آیتوں کا حضرات مفسرین نے لکھا ہے - اور اس بنا پر ان تمام آیات سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ قرآن پاک میں دین کی ضروری باتوں کا روشن بیان ہے نہ یہ کہ اس میں ہر زمانہ کی مردم شماری، تمام چھوٹے بڑے انسانوں، کافروں، اور مسلمانوں بلکہ تمام حیوانوں، چرندوں، پرندوں حتیٰ کہ دریا کی مچھلیوں، مینڈکوں اور زمین کے کیڑے مکوڑوں کی تفصیلی تعداد اور ان کے مکمل حالات بھی درج ہیں کہ وہ کیا کھاتے پیتے ہیں ؟ کتنی دفعہ پیشاب اور کتنی مرتبہ پاخانہ کرتے ہیں ؟ بہرحال حسب تصریحات مفسرین ان تمام آیات میں کل شیٔ سے وہی چیزیں مراد ہیں جن سے دین کا کوئی تعلق ہو اور جن کی معرفت دینی حیثیت سے ضروری ہو۔

آپ نے پچھلی تقریر میں فرمایا تھا کہ "دنیا میں کوئی چیز ایسی ہے نہیں جس کا تعلق دین سے نہ ہو"۔ مجھے حیرت ہے کہ آیا آپ دین کے تعلق کے معنی ہی نہیں سمجھے یا دیدہ دانستہ لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ اگر آپ کی یہ بات مان لی جائے تو حضرات مفسرین کو اس قید لگانے کی ضرورت ہی کیا تھی ؟ کل شیٔ کے ساتھ یتعلق بامور الدین اور یحتاج الیہ فی امر الشریعۃ اور اس قسم کی جو اور قیود مفسرین نے لگائی ہیں ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بعض چیزیں دنیا میں وہ ہیں جن کا تعلق دین سے نہیں ہے اور بعض وہ ہیں جن کا تعلق دین سے ہے اور ان کی معرفت دینی حیثیت سے ضروری ہے اور انہی کا قرآن پاک میں بیان ہے۔ ورنہ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا آسمان کے ستاروں، اور زمین کے ذروں کی تعداد معلوم کرنا بھی دینی حیثیت سے ضروری ہے؟ اور کیا زمین کے کیڑے مکوڑوں کی نقل و حرکت اور ان کے پاخانہ، پیشاب کے حالات کی معرفت کو بھی دین سے کوئی خاص تعلق ہے ؟ اور کیا ایمان داری کے ساتھ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تمام باتیں قرآن مجید میں لکھی ہوئی ہیں ؟ بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ آپ کا ضمیر بھی اس کے خلاف ہوگا۔

اس کے بعد گزارش ہے کہ خدا کے واسطے قرآن پاک کے معاملہ میں ایسی بیجا جرأت نہ کیجئے ، یہاں غیر مسلم بھی موجود ہیں وہ آپ کی باتوں کو سن کر کیا رائے قائم کریں گے ۔

آپ نے اس مرتبہ مواہب لدنیہ کے حوالہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی جو روایت پیش کی ہے اس کے متعلق پہلی گزارش تو یہ ہے کہ وہ حدیث طبقہ رابعہ کی ہے اور اصول حدیث میں یہ طے ہو چکا ہے کہ جس حدیث کو صرف طبقہ رابعہ یا اس کے بعد والے محدثین روایت کریں وہ قابل استناد نہیں تاوقتیکہ کسی ناقد بصیر محدث سے اس کی تصحیح منقول نہ ہو اور آپ کسی محدث سے اس کی تصحیح ثابت نہیں کر سکتے ۔ بلکہ اس کے برعکس میں آپ کو بتلاتا ہوں کہ محدثین نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے ۔ چنانچہ حافظ علی متقی " کنز العمال جلد ششم ص ۹۵ " پر اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں " سندہ ضعیف " یعنی اس حدیث کی سند ضعیف ہے ۔

علاوہ ازیں اس حدیث سے بھی جمیع اشیاء کا علم تفصیلی محیط ثابت نہیں ہوتا بلکہ ایک اجمالی مشاہدہ ثابت ہوتا ہے کیونکہ خود اسی حدیث میں اس مشاہدہ کی مثال ہتھیلی کے مشاہدہ سے دی گئی ہے ۔ اور ظاہر ہے کہ جب کوئی شخص اپنی ہتھیلی کو دیکھتا ہے تو تفصیلاً اس کے رگ و ریشہ کا علم عام طور پر نہیں ہوتا ، آپ نے ہزار ہا بار اپنے ہاتھ کو دیکھا ہوگا مگر میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آپ نہیں بتلا سکتے کہ آپ کے ہاتھ میں کتنی رگیں ہیں ۔ خیر یہ بحث تو معنوی ہے اور بعد کی ہے ۔ اصل جواب میرا یہی ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے لہٰذا قابل استناد ہے نہیں ۔

آپ نے ابھی یہ بھی فرمایا ہے کہ چونکہ مسئلہ علم غیب باب فضائل کا ایک مسئلہ ہے اس لئے اس میں ضعیف حدیثوں سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے ۔ فی الحقیقت یہ غلطی آپ ہی کی نہیں بلکہ آپ کی جماعت کے استاذ العلماء مولوی نعیم الدین صاحب مرادآبادی نے بھی اپنے رسالہ " الکلمۃ العلیا " میں یہی لکھا ہے ۔ حالانکہ یہ علمی اصطلاحوں سے جہالت کا افسوسناک مظاہرہ ہے ۔ آپ لوگ شاید یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ فضیلت خواہ کسی قسم کی اور کسی درجہ میں ثابت کی جائے اس کے لئے ضعیف حدیث بھی کافی ہے ۔ حالانکہ اصول یہ ہے کہ فضیلت اگر فضیلت ہی کے درجہ میں ثابت کی جائے اور اس کو عقیدہ نہ بنایا جائے تو اس کے لئے ضعیف حدیث کافی ہے ۔ اور علم غیب کا مسئلہ آپ کے نزدیک عقیدہ کا درجہ اختیار کر چکا ہے ۔ لہٰذا اب وہ باب عقائد کا مسئلہ ہے نہ باب فضائل کا ۔

میں نے آپ کی پیش کردہ پہلی حدیث کے متعلق تفسیر خازن کے حوالہ سے امام بیہقی رح کی عبارت پیش کی تھی

قد روی بطرق عدیدۃ کلہا ضعاف وفی ثبوتہ نظر۔ اس کے جواب میں آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس عبارت کا منشا یہ ہے کہ تعدد طرق کی وجہ سے یہ حدیث صحیح لغیرہ اور حسن کے درجہ کو پہنچ گئی ہے۔ لہذا قابلِ احتجاج ہے۔ بندہ خدا کچھ تو سوچ سمجھ کر کہا کرو۔ امام بیہقی رح کے آخری الفاظ یہ ہیں۔ وفی ثبوتہ نظر کہ تعدد طرق کے باوجود اس حدیث کے ثبوت میں کلام ہے۔ گویا امام ممدوح کے نزدیک اس حدیث کے طریقوں میں جو ضعف ہے وہ اس درجہ کا ہے کہ تعدد طرق سے بھی اس کی تلافی نہیں ہوتی اور اس لئے وہ لائق احتجاج نہیں۔

پھر اس حدیث کے متعلق میں تفصیل بتلا چکا ہوں کہ اس سے علمِ محیط تفصیلی ثابت نہیں ہوتا۔ اس کے جواب میں آپ نے حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رح کی جو عبارت اشعۃ اللمعات سے پیش کی ہے اس میں بھی استغراقِ حقیقی مراد نہیں ہے اور اس کا قرینہ وہی اشعۃ اللمعات کی وہ عبارت ہے جو میں حدیث جبرئیل کی شرح کے ذیل میں اپنی پچھلی بعض تقریروں میں پیش کر چکا ہوں۔ وہاں شیخ رح نے علمِ قیامت کے متعلق صاف الفاظ میں لکھا ہے "کہ وے تعالیٰ ہیچ کس را از ملائکہ و رسل برآں اطلاع نہ دادہ" یعنی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور رسولوں میں سے کسی کو وقتِ قیامت کی اطلاع نہیں دی ہے۔

اس کے علاوہ بھی حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی میرے پاس ایسی عبارات موجود ہیں جن میں بعض چیزوں کے متعلق صراحۃً حضرت شیخ رح نے لکھا ہے کہ ان کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہیں ہوا اور آپ پر یہ چیزیں مبہم رہیں۔ بہر حال حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی اس قسم کی تصریحات اس بات کا زبردست قرینہ ہیں کہ آپ کی پیش کردہ عبارت میں استغراقِ حقیقی مراد نہیں بلکہ استغراقِ عرفی مراد ہے (جیسا کہ مصنفین کی عبارتوں میں بکثرت ہوتا ہے) تو اس بنا پر شیخ رح کی اس عبارت کا مطلب صرف یہ ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام وہ جزئی وکلی علوم حاصل ہو گئے تھے جو حق تعالیٰ کے نزدیک آپ کی شان کے مناسب تھے، یا دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ آپ کو بہت سے جزئی وکلی علوم حاصل ہو گئے تھے اور اس سے کسی کو انکار نہیں۔

یہاں تک تو آپ کے پیش کردہ معارضات پر کلام تھا۔ اس کے بعد میں اپنے دلائل کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ میں نے اپنی پچھلی تقریر میں سورۂ احزاب کی آیت يَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ

پیش کی تھی اور وقت ختم ہو جانے کی وجہ سے اس کے متعلق کچھ اور عرض نہیں کر سکا تھا۔ اب اس کی تفسیر میں حضرات مفسرین کرام کے اقوال پیش کرتا ہوں۔

عمدۃ المفسرین حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

یقول تعالیٰ مخبر الرسولہ صلوٰت اللہ وسلامہ علیہ انہ لا علم لہ بالساعۃ وان سالہ الناس عن ذالک وارشدہ ان یرد علمہا الی اللہ عزوجل کما قال تعالیٰ فی سورۃ الاعراف وھی مکیۃ وھذہ مدنیۃ فاستمر الحال فی ردّ علمہا الی الذی یقیمہا۔

یعنی اس آیت میں حق تعالیٰ نے اپنے رسول صلوات اللہ وسلامہ علیہ کو بتلایا ہے کہ آپ کو وقت قیامت کا علم نہیں ہے اگرچہ لوگ پوچھا کریں اور آپ کو ہدایت کی ہے کہ اس کے علم کو خدا ہی کے سپرد کریں جیسا کہ سورۃ اعراف والی آیت میں بھی یہی حکم دیا ہے (جس کو میں پہلے پیش کر چکا ہوں) اور وہ آیت مکی ہے اور یہ مدنی۔ پس علم قیامت کو خدا ہی کے حوالہ کرنا مستمر رہا۔

دیکھئے اس عبارت میں مفسر علیہ الرحمۃ نے آیت کا مطلب صاف یہی بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کو وقت قیامت کا علم نہیں تھا اور پھر یہ بھی تصریح کر دی کہ حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں یہی حال دائم و مستمر رہا۔

اور علامہ خازن رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے لفظ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

یعنی ان اللہ تعالیٰ قد استاثر بہ ولم یطلع علیہ نبیًا ولا ملکا۔

(خازن، ج ۵، ص ۲۲۸)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی لئے وقت قیامت کے علم کو خاص کر لیا اور کسی نبی اور فرشتے کو بھی اس کی اطلاع نہیں دی ہے۔

اور امام بغوی رحمہ تفسیر معالم التنزیل میں اس آیت کے لفظ وما یدریک کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

ای انت لا تعرفہ (معالم ص ۲۲۸) یعنی اے رسول! تم اس کو (یعنی وقت قیامت کو) نہیں جانتے۔

علیٰ ہذا تفسیر جلالین میں بھی اسی لفظ وما یدریک کی تفسیر میں لکھا ہے ای انت لا تعلمہا،

یعنی مطلب یہ ہے کہ آپ کو اس کا علم نہیں ۔

کیا ان تصریحات کے بعد بھی آپ کو یہ کہنے کی گنجائش رہتی ہے کہ آیات و احادیث اور عبارات مفسرین میں خاص حضورؐ کا ذکر کہیں نہیں ہے یا یہ تو صرف علمِ ذاتی کی نفی کی گئی ہے ؟ معاذ اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ۔

اچھا میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ سے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معبود نہ ہونا بھی آپ کے نزدیک ثابت ہوتا ہے یا نہیں ؟ حالانکہ اس میں بھی حضورؐ کا اسم مبارک صراحۃً مذکور نہیں ہے اور پھر آپ کی طرح ایک ہٹ دھرم جو حضورؐ کو معبود باذن اللہ مانے ، یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ اس میں صرف ذاتی الوہیت کی نفی ہے نہ کہ عطائی کی اور میں حضورؐ کو بالذات معبود نہیں مانتا ، بلکہ یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو قابل عبادت بنا دیا ہے ۔ گویا آپ معبود بالعطاء ہیں ۔ فرمایئے کہ آپ اس ہٹ دھرم کا منہ کس طرح بند کریں گے ؟

اس کے بعد میں اپنے جدید دلائل پیش کرتا ہوں ۔ چوتھی آیت سنئے ! سورۃ ملک میں ارشاد ہے ۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۞ قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِندَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۞ آیت ۲۶،۲۵

یعنی ، اور یہ لوگ کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ (یعنی قیامت) اگر تم سچے ہو ، اے رسولؐ ! آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم بس اللہ ہی کو ہے اور میں تو بس صاف صاف ڈر سنانے والا ہوں ۔"

اس کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ای لا یعلم وقت ذالک علی التعیین الا اللہ یعنی قیامت کے وقت کو تعیین کے ساتھ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ۔

اور علامہ ابو السعود رحمہ اللہ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ای العلم بوقت مجیء الساعۃ عندہ عزّ وجل لا یطلع علیہ غیرہ یعنی قیامت کے آنے کے وقتِ خاص کا علم بس اللہ عز وجل ہی کو ہے اس کے سوا کسی کو اس کی اطلاع نہیں ۔

پانچویں آیت سنئے ! سورۃ انبیاء میں ارشاد ہے ۔ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُلْ آذَنتُكُمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ وَإِنْ أَدْرِي أَقَرِيبٌ أَم بَعِيدٌ مَّا تُوعَدُونَ ۞ یعنی اگر یہ لوگ نہ مانیں تو اے رسولؐ ! آپ ان سے فرما دیجئے کہ میں تم کو خبردار کرتا ہوں مساوات پر ، میں نہیں جانتا کہ آیا قریب ہے یا دور جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے

(یعنی قیامت) ۔ (الانبیاء ۲۱ - ۱۰۹)

علامہ نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہے ای لا ادری متی یوم القیامۃ لان اللہ تعالٰی لم یطلعنی علیہ ، مجھے معلوم نہیں کہ قیامت کا دن کب ہوگا کیونکہ اللہ تعالٰی نے مجھے اس پر مطلع نہیں کیا ۔

افسوس ہے کہ وقت میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے میں ہر آیت کی تشریح میں ایک دو ہی تفسیری عبارات پیش کر رہا ہوں ورنہ قریب قریب تمام ہی معتبر تفاسیر میں ان آیات کی یہی تفسیر کی گئی ہے ۔ کیا یہ تمام مفسرین عظام آپ برابر بھی قرآن کا مطلب نہیں سمجھے تھے ؟ یا معاذ اللہ ! یہ سب بزرگان امت بھی آپ کے نزدیک وہابی اور دشمن رسول ہو تھے ؟

مولوی حشمت علی صاحب سنی بھائیو ! آپ نے دیکھ لیا ۔ میں نے مولوی منظور صاحب سے کہا تھا کہ آپ علم قیامت پر اتنا زور لگا رہے ہیں ، زیادہ نہیں ایک آیت یا حدیث ایسی پیش کر دیجئے جس میں صراحۃً حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام لے کر یہ بتلایا گیا ہو کہ آپ کو قیامت کا علم بعطائے خداوندی بھی نہیں تھا ۔ مولوی صاحب نے آپ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے کئی آیتیں پڑھیں اور کئی ایک تفسیری عبارتیں بھی پیش کیں ، لیکن ان میں سے کسی میں بھی بصراحت حضور آقائے کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں ہے بلکہ ان سب میں صرف علم قیامت کا حصر حق تعالٰی کی ذات عالی میں بیان کیا گیا ہے اور وہ صرف علم ذاتی ہی ہو سکتا ہے کیونکہ علم عطائی اس کی جناب میں محال ہے ۔

الغرض جو آیتیں آپ نے اب تک علم قیامت کے متعلق پیش کیں یا آئندہ آپ پیش کریں گے ان سب میں وقت قیامت کے علم ذاتی ہی کا اختصاص حق تعالٰی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم اللہ کے بتلانے سے بھی نہ ہو ۔

حضرت علامہ اسمٰعیل حقی آفندی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح البیان شریف جلد سوم کے صفحہ ۲۹۳ میں فرماتے ہیں ۔

قَدْ ذَهَبَ بَعْضُ الْمَشَايِخِ اِلٰى اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْرِفُ وَقْتَ السَّاعَةِ بِاِعْلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَهُوَ لَا يُنَافِي الْحَصْرَ فِي الْاٰيَةِ

كَمَا لَا يَخْفٰى۔

یعنی بعض مشائخ کرام اس طرف گئے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بتانے سے قیامت کے وقت کو جانتے تھے اور قرآنی آیات میں علم قیامت کا جو حصر حق تعالیٰ کی ذات میں کیا گیا ہے یہ اس کے منافی نہیں ہے۔

دیکھئے! علامہ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے کیسی صاف تصریح فرمائی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بعطاءِ خداوندی وقتِ قیامت کا علم ماننا آیاتِ حصر کے خلاف نہیں اور یہ اسی واسطے ہے کہ آیاتِ حصر میں صرف علم ذاتی اور علم استقلالی مراد ہے۔ علم عطائی سے وہ آیات بالکل ساکت ہیں۔ لیجئے یہ آپ کی پیش کردہ تمام آیات کا جواب ہو گیا۔ میں اس کے بعد اپنے دلائل کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ میں نے تین آیتیں اب تک پیش کی تھیں جن میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ قرآن پاک میں تمام اشیاء کا بیان ہے "سب چیزوں کی تفصیل ہے" اور اس میں کوئی بات نہیں چھوڑی گئی ہے۔ ان آیتوں کے جواب میں مولوی منظور صاحب کہتے ہیں کہ "کل شیٔ" سے صرف وہ چیزیں مراد ہیں جو دین سے متعلق ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ اول تو یہ تخصیص بے دلیل ہے قرآن پاک میں "کل شیٔ" کے ساتھ کوئی قید نہیں لگائی گئی۔ پھر آپ پیوند لگانے والے کون ہوتے ہیں۔ دیکھئے قرآن مجید میں دوسری جگہ ہے اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ، ایک اور جگہ ہے وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ تو کیا یہاں بھی آپ "کل شیٔ" کی تخصیص کریں گے؟ اور یہاں یہ بھی کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ سب چیزوں پر نہیں بلکہ فلاں قسم کی خاص خاص چیزوں پر قادر ہے، اور اس کو تمام باتوں کا نہیں بلکہ فلاں فلاں خاص قسم کی باتوں کا علم ہے۔ الغرض میرا پہلا جواب تو یہ ہے کہ آپ کی یہ تخصیص بے دلیل ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں کہہ چکا ہوں کہ دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جس کا دین سے تعلق نہ ہو۔

میں نے اپنی پہلی تقریر میں مشکوٰۃ شریف سے جو حدیث پیش کی تھی اس کے متعلق آپ نے اس مرتبہ پھر یہ کہا ہے کہ اس حدیث کے تمام طریقے ضعیف ہیں حالانکہ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ جو حدیث چند طریقوں سے مروی ہو وہ صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے لہٰذا وہ قابل حجت ہے۔ دوسری بات آپ نے یہ کہی تھی کہ اس سے صرف علم اجمالی ثابت ہوتا ہے۔ میں کہہ چکا ہوں کہ یہ بالکل غلط ہے۔ حضرت شیخ محقق محدث دہلوی رح فرماتے ہیں کہ "عبارت است

از حصول تمام علم کلی و جزوی و احاطہ آں " شیخ تو کہتے ہیں کہ تمام علوم جزوی و کلی حضور ؐ کو حاصل ہو گئے اور آپ نے ان کا احاطہ فرمالیا اور تم کہتے ہو کہ حضور ؐ کو صرف اجمالی علم حاصل ہوا تھا۔

میں نے دوسری حدیث مواہب لدنیہ سے پیش کی تھی۔ آپ کہتے ہیں کہ یہ حدیث طبقہ ثالثہ یا رابعہ کی ہے اور جب تک کہ کوئی محدث اس کی تصحیح نہ کرے وہ قابل حجت نہیں۔

ارے مولوی صاحب! آپ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ جب علامہ قسطلانی محدث نے اپنی کتاب میں اس کو نقل کر دیا تو گویا اس کو صحیح مان لیا کیونکہ اگر وہ اس کو صحیح نہ سمجھتے تو اپنی کتاب میں نقل ہی کیوں کرتے۔ الغرض اس حدیث کا، مواہب لدنیہ میں منقول ہونا خود اس کی دلیل ہے کہ اس کے محدث مصنف نے اس حدیث کو صحیح مانا۔ لہٰذا وہ قابل حجت ہے۔

یہاں تک آپ کی تقریر کا جواب ہوا۔ اب میری نئی دلیلیں سنئے! قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا یعنی ہم نے ہر چیز کو قرآن پاک میں پوری پوری تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔ اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں ہر چیز کی تفصیل ہے۔ اور جب حضور ؐ قرآن پاک کے عالم بلکہ معلم ہیں تو حضور ؐ کو تمام چیزوں کا تفصیلی علم ہوگا اور یہی ہمارا دعوٰے ہے۔

اس کے بعد ایک حدیث بھی سنئے! بخاری شریف اور مسلم شریف میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

قَامَ فِينَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَكَ شَيْئًا يَكُونُ فِي مَقَامِهِ ذَالِكَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا حَدَّثَ بِهِ حَفِظَهُ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ۔

یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار ہم میں کھڑے ہوئے تو کوئی چیز آپ نے ایسی نہیں چھوڑی جو قیامت تک ہونے والی تھی مگر یہ کہ آپ نے اس کو بیان فرما دیا، جس نے یاد رکھا اسے یاد رہا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا"

دیکھئے اس میں صاف تصریح ہے کہ قیامت تک ہونے والی ساری چیزیں آپ نے بیان فرما دیں اور ان میں سے کوئی بات بھی آپ نے نہیں چھوڑی۔ کیا ان آیتوں اور حدیثوں پر آپ کا ایمان نہیں ہے؟ کیا دیوبند کے مدرسہ میں یہ حدیثیں

نہیں پڑھائی جاتیں ؟

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی

(بعد حمد و صلوۃ) میں طے کر چکا ہوں کہ اپنے مخاطب صاحب کی کسی فضول اور خارج از بحث بات کا جواب نہیں دوں گا اس لئے ان کی لغو تعلیوں اور ناروا طعنہ زنیوں سے اعراض کرتے ہوئے اصل مبحث کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

میرے دلائل کے معارضہ میں جو آیتیں اور حدیثیں مولوی صاحب نے اپنی پہلی تقریروں میں پیش کی تھیں میں بحمد اللہ ان سب کے جوابات دے چکا ہوں۔ اور اس کے جواب الجواب میں جو کچھ بعد میں کہا گیا ہے اس کی حقیقت انشاء اللہ ابھی عرض کر دونگا۔ پہلے ان کی ان نئی دلیلوں کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جو انہوں نے اپنی اس تقریر میں پیش کی ہیں۔

آیت کریمہ كُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلاً کے متعلق میرا پہلا مختصر جواب یہی ہے کہ یہاں بھی "کل شیٔ" سے صرف وہی چیزیں مراد ہیں جن کی معرفت ہمارے لئے ضروری ہے۔ چنانچہ تفسیر جلالین میں اس کی تفسیر اس طرح کی گئی ہے وَكُلَّ شَيْءٍ يُحْتَاجُ إِلَيْهِ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلاً (جلالین، ص ۲۲۹) یعنی مطلب آیت کا یہ ہے کہ ہم نے ہر ضروری چیز کی تفصیل کر دی ہے۔"

اسی طرح امام رازی علیہ الرحمۃ نے تفسیر کبیر میں اس موقعہ پر لکھا ہے وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلاً ای کل شیء بکم الیہ حاجۃ الخ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۰۰) یعنی ہم نے ان تمام چیزوں کی پوری تفصیل کر دی جن کی تم کو ضرورت ہے۔"

یہاں بقصد اختصار صرف دو تفسیروں کی عبارتیں میں نے پیش کی ہیں ورنہ دیگر حضرات مفسرین نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

الغرض حسب تصریحات مفسرین اس آیت کا مطلب بھی یہی ہے کہ جن باتوں کا معلوم ہونا ضروری تھا وہ قرآن مجید میں تفصیل سے بیان کر دی گئیں نہ یہ کہ اس میں ساری کائنات ارضی و سماوی کے تمام احوال و کیفیات کی تفصیل کی گئی ہے اور حشرات الارض (زمین کے کیڑے مکوڑوں) دریا کی مچھلیوں اور مینڈکوں، جنوں اور بھوتوں کی سوانح عمریاں بھی اس میں درج ہیں۔ (نعوذ باللہ)

آپ نے اس تقریر میں فرمایا ہے کہ " کل شی " کی یہ تخصیص بے دلیل ہے۔ معلوم نہیں کہ یہ اعتراض آپ کا مجھ پر ہے یا ان ائمہ مفسرین پر جنہوں نے یہ تفسیر کی ہے (اور یہ تخصیص کی ہے) آپ نے اس سلسلہ میں بطور نظیر کے اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ کو پیش کیا ہے حالانکہ اس کی صحیح نظیر قرآن مجید کی وہ آیتیں ہیں جن میں خدا کی دوسری کتاب " تورات " کے متعلق قریب قریب یہی الفاظ آئے ہیں۔ چنانچہ سورۃ انعام میں ہے

ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ آیت ۱۴۵ اور دوسری جگہ ارشاد ہے وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِن كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ۔ (الاعراف ۷: ۱۴۵)

ان دونوں آیتوں میں تورات مقدس کے متعلق یہ فرمایا گیا ہے کہ اس میں ہر چیز کی تفصیل کی گئی ہے۔ اور بعینہ یہ الفاظ قرآن مجید خود اپنے متعلق کہتا ہے۔ اب اگر آپ کے نزدیک " کل شی " میں کوئی تخصیص نہیں کی جاسکتی تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ تورات و قرآن دونوں میں صغیر و کبیر، عظیم و حقیر، ارضی و سماوی، دینی و دنیوی ہر چیز کا پورا پورا مفصل بیان ہو۔ اور اس صورت میں لازم آئے گا قرآن کے علوم تورات کے برابر ہوں اور اس میں کوئی بات بھی تورات سے زیادہ نہ ہو۔

فرمائیے! کیا آپ کا یہی خیال ہے۔ اور اگر آپ کا عقیدہ یہ نہیں ہے تو مہربانی کر کے تبلائیے کہ تورات کے متعلق جو آیتیں میں نے پیش کی ہیں ان میں لفظ " کل شی " سے کیا مراد ہے؟

آپ نے اس مرتبہ پھر یہ مہمل بات کہی ہے کہ دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جس کا تعلق دین سے نہ ہو۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں میرے اور آپکے سر کے بالوں کی تعداد کو دین سے کیا تعلق ہے؟ اسی طرح اس بات کا معلوم کرنا کہ آج کتنی مکھیاں پیدا ہوئیں اور کتنی مریں۔ کتنے مچھر مرے اور کتنے پیدا ہوئے، آج ان معلومات کا دین سے کیا تعلق ہے؟ اور آپ کے نزدیک یہ قرآن پاک کے کس سپارے کی کون سی آیت میں لکھا ہوا ہے؟

یہاں تک آپ کی پیش کردہ آیات کے متعلق بحث تھی۔ اب احادیث کے متعلق سنئے۔

آپ نے پہلی حدیث جو مشکوۃ شریف سے پیش کی تھی۔ اس کے متعلق میں نے کہا تھا کہ چونکہ اس کے تمام طرق ضعیف

ہیں اور اس کے ثبوت میں محدثین کو کلام ہے اسی لئے وہ قابلِ استدلال نہیں۔ اس کے جواب میں آپ نے جو کچھ کہا ہے اس کا جواب الجواب میں اپنی پہلی تقریر میں دے چکا ہوں اعادہ کی ضرورت نہیں علیٰ ہذا آپ نے اسی حدیث کی شرح میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی جو عبارت پیش کی ہے اس کا مطلب بھی خود حضرت شیخ رح ہی کی تصریحات کی روشنی میں پہلے بیان کر چکا ہوں جس کے جواب میں آپ کچھ نہیں کہہ سکے۔

دوسری حدیث جو آپ نے مواہب لدنیہ سے پیش کی تھی اس کے متعلق میں نے عرض کیا تھا کہ جس طبقہ کے محدثین نے اس کو روایت کیا ہے صرف اس کی روایت کردہ احادیث اس وقت تک لائقِ استدلال نہیں جب تک کہ کوئی ناقد بصیر ان کی تصحیح نہ کرے۔ اس کے جواب میں آپ نے بڑے زور سے فرمایا ہے کہ علامہ قسطلانی رح نے جب اپنی کتاب مواہب لدنیہ میں نقل کر دیا تو بس اس کی تصحیح ہو گئی۔

مجھے افسوس ہے کہ فن کی ناواقفیت کی وجہ سے آپ کیسی مہمل اور مضحکہ خیز باتیں کہہ دیتے ہیں۔ میرے مہربان! مواہب لدنیہ ان کتابوں میں سے نہیں ہے جن میں صرف احادیث صحیحہ کی نقل کا التزام کیا گیا ہے، نہ اس کے مصنف نے اس کا دعویٰ کیا ہے۔ پس اس میں کسی حدیث کا درج ہو جانا کسی طرح اس کی ضمانت نہیں کہ وہ صحیح ہی ہو، یہ شان تو صحیح بخاری صحیح مسلم وغیرہ صحاح کی ہے جن کے مؤلفین نے اس کا التزام کیا ہے کہ وہ صرف وہی حدیثیں درج کریں گے جو ان کے نزدیک صحیح ہوں گی۔ اور پھر میں تو حافظ علی متقی رح کی تصریح پیش کر چکا کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ پس آپ کی ان اٹکل پچو باتوں سے کیونکر صحیح ہو سکتی ہے۔

بہر حال جو دو حدیثیں آپ نے پہلے پیش کی تھیں وہ ضعیف ہونے کی وجہ سے قابلِ استدلال نہیں۔

اس مرتبہ حضرت حذیفہ رض کی جو روایت آپ نے پیش کی ہے وہ بے شک صحیح ہے۔ لیکن کاش اس کے پیش کرنے سے پہلے آپ شروح حدیث میں یہ بھی دیکھ لیتے کہ علمائے حدیث نے اس کا کیا مطلب بیان کیا ہے۔

علامہ علی قاری حنفی رح "شرح شفا" میں اس حدیث کے لفظ فَمَا تَرَكَ شَيْئًا کی شرح میں فرماتے ہیں "اى مُهِمًّا"۔ تو گویا حضرت ملا علی رح کی تصریح کے مطابق اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں تمام مہتم بالشان اور ضروری چیزیں بیان فرمائیں اور یہی قرین قیاس بھی ہے۔ یہ کسی طرح سمجھ میں نہیں آسکتا کہ حضور ﷺ نے منبرِ اقدس پر کھڑے ہو کر یہ بیان کیا ہو کہ فلاں دن اتنی مکھیاں مریں گی، اتنے

اور امام رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اِلَیْہِ یُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَۃِ ھٰذِہِ الْکَلِمَۃُ تُفِیْدُ الْحَصْرَ اَیْ لَا یَعْلَمُ وَقْتَ السَّاعَۃِ بِعَیْنِہٖ اِلَّا اللّٰہُ الخ یعنی کریمہ اِلَیْہِ یُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَۃِ مفید حصر ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ قیامت کے وقت معین کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

آٹھویں آیت اسی مضمون کی اور سنئے! سورۂ زخرف میں ارشاد ہے

وَعِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ۝ یعنی اور اسی کے پاس ہے قیامت کی خبر اور اس کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے"۔ الزخرف ۲۵ ع ۸۵)

علامہ معین بن صفی رح اس کی تفسیر میں "جامع البیان" میں لکھتے ہیں (عِنْدَہٗ) لَا عِنْدَ غَیْرِہٖ (عِلْمُ السَّاعَۃِ) خدا ہی کے پاس ہے قیامت کا علم نہ اس کے سوا کسی کے پاس۔

ان تمام آیات میں بھی نہایت صراحت کے ساتھ اعلان فرمایا گیا ہے کہ وقت قیامت کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں اور اس عموم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں جس طرح کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے عموم میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مقربین و مرسلین علیہم السلام بھی داخل ہیں۔ اب تک آٹھ آیتیں میں پیش کر چکا ہوں جن میں سے ایک بھی مومن کے لئے کافی ہے۔ اور جن کے دلوں میں ایمان اور قرآن کی عظمت نہ ہو ان کے لئے قرآن پاک کے تیسوں پارے بھی کوئی وزن نہیں رکھتے ؎

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

مولوی حشمت علی صاحب

مسلمان بھائیو! مولوی منظور صاحب نے اپنی تقریر میں ایک نہایت شرمناک خیانت کی ہے اور وہ خیانت بھی کسی اور کتاب میں نہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب مقدس قرآن مجید میں کی ہے۔ مولوی صاحب نے سورۂ جن کی آیت قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَہٗ رَبِّیْٓ اَمَدًا ۝ اس مرتبہ پیش کی ہے، لیکن بس آدھی آیت پڑھ کر چھوڑ دی۔ کیونکہ اس کے اگلے حصہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بلکہ تمام رسولوں کے لئے علم غیب اور خاص کر قیامت کا علم ثابت کیا گیا ہے، اس لئے مولوی صاحب اس کو ہضم کر گئے۔

مولوی منظور صاحب! ویسے تو آپ بڑے سیدھے بنتے ہیں مگر اللہ کے پیارے رسول ؐ کا علم گھٹانے کے لئے آپ کو ایسی خیانتیں کرنی خوب آتی ہیں آپ نے لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ تو پڑھ دیا وَ اَنْتُمْ سُکَارٰی چھوڑ دیا اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ۔

مسلمانو! بس اسی سے مولوی صاحب کی عاجزی کا اندازہ کرلو کہ اب جب کہ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں رہی تو انھوں نے قرآن میں خیانتیں کرنی شروع کر دیں۔

سنئے! مولوی صاحب نے جو آیت چھوڑ دی وہ یہ ہے۔

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ

یعنی اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا بجز پسندیدہ اور برگزیدہ رسولوں کے۔

اس سے صاف ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ رسولوں کو علم غیب دیتا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں اور رسولوں میں زیادہ پسندیدہ ہیں۔ لہذا آپ کو ضرور علم غیب عطا ہوا۔ اس سے بڑھ کر حضور ؐ کے علم غیب کی اور کیا دلیل ہوگی؟ اور بعض مفسرین نے اس آیت میں غیب کے لفظ سے خاص قیامت ہی کو مراد لیا ہے تو اس صورت میں اس آیت سے خاص وقت قیامت کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہو جاتا ہے جس کی نفی کے لئے آپ صبح سے زور لگا رہے ہیں۔ سید المفسرین امام المتکلمین مفسر اہلسنت حضرت امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۳۳۰ میں اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اى وَقْتُ وُقُوْعِ الْقِيَامَةِ مِنَ الْغَيْبِ الَّذِىْ لَا يُظْهِرُهُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِاَحَدٍ فَاِنْ قِيْلَ فَاِذَا حَمَلْتُمْ ذَالِكَ عَلَى الْقِيَامَةِ فَكَيْفَ قَالَ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ مَعَ اَنَّهٗ لَا يُظْهِرُ هٰذَا الْغَيْبَ لِاَحَدٍ مِنْ رُسُلِهٖ قُلْنَا بَلْ يُظْهِرُهٗ عِنْدَ الْقُرْبِ مِنْ اِقَامَةِ الْقِيَامَةِ

یعنی آیت کے معنی یہ ہیں کہ وقتِ قیامت ان غیبوں میں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ کسی کے لئے ظاہر نہیں کرتا بجز اپنے پسندیدہ رسولوں کے اس پر جو شبہ ہے اس کا جواب امام رازیؒ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے قریب اس کی اطلاع دے گا اور اس کے وقت کو ظاہر کر دے گا۔

دیکھئے! جس آیت میں خیانت کر کے آپ نے علم قیامت کی نفی ثابت کی تھی اسی سے امام رازی رحنے حضور ص کے لئے بلکہ تمام رسولوں کے لئے قیامت کا علم ثابت کر دیا۔ کہئے! آپ کے نزدیک امام رازی رح معتبر ہیں یا نہیں؟

اور سنئے! حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر عزیزی میں ۲۰۵ پر وقتِ وقوعِ قیامت اور احکامِ تکوینیہ وتشریعیہ اور معارفِ ذات وصفاتِ ربانیہ کو غیبِ مطلق میں داخل فرمایا۔ اس کے بعد اسی آیت کریمہ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ کی تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں۔

"پس مطلع نمی کند بر غیب خاص خود ہیچ کس را بوجہے کہ رفع تلبیس واشتباہ خطا بکلی دراں حاصل شود واحتمالِ خطا واشتباہ اصلاً نماند مگر کسے را کہ پسند می کند و آں کس رسول می باشد خواہ از جنس ملک باشد مثل حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام وخواہ از جنس بشر مثل حضرت محمدؐ وموسیٰ وعیسیٰ (علیہم الصلوٰت والتسلیمات) کہ اورا اظہار بر بعضے از غیوبِ خاصہ خود می فرماید"

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے غیبِ خاص پر کسی کو اس طرح مطلع نہیں فرماتا کہ اس اطلاع میں خطا اور غلطی کا بالکل ازالہ ہو جائے اور خطا واشتباہ کا احتمال بالکل نہ رہے مگر ایسے شخص کو جس کو اللہ تعالیٰ پسند فرمائے خواہ وہ فرشتوں میں سے ہو جیسے حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام یا انسانوں میں سے ہو جیسے حضرت محمد ص و موسیٰ وعیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کہ ان کو اپنے خاص غیبوں پر مطلع فرما دیتا ہے۔

دیکھئے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسولوں کو غیوبِ خاصہ کی بھی اطلاع دیتا ہے اور اس طرح دیتا ہے کہ اس میں کسی قسم کی غلطی اور خطا کا احتمال ہی نہیں رہتا

اور وقت قیامت بھی غیوب خاصہ ہی میں سے ہے۔ پس ثابت ہوا کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی اطلاع بھی خدا کے برگزیدہ رسولوں کو دی جاتی ہے۔

اب کہئے کیا شاہ صاحب بھی آپ کے نزدیک نامعتبر ہیں؟

بھائیو! یہ ہے حق کا معجزہ، جو آیت مولوی صاحب نے خیانت کرکے پیش کی تھی اور جس سے یہ ثابت کرنا چاہا تھا کہ میرے حضورؐ کو وقت قیامت کا علم نہیں تھا، اسی سے ثابت ہو گیا اور میں نے نہیں بلکہ حضرت امام فخر الدین رازی رح اور حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رح نے ثابت کر دکھایا کہ اللہ تعالے نہ صرف حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ و السلام کو بلکہ تمام برگزیدہ نبیوں اور رسولوں کو وقت قیامت کی اطلاع دیتا ہے۔ وللہ الحمد۔

اور جب ایک آیت سے یہ بات ثابت ہو گئی تو تمام ان آیتوں کو جن میں علم قیامت کا حصر اللہ تعالیٰ میں کیا گیا ہے علم ذاتی پر محمول کرنا پڑے گا تاکہ آیات قرآنیہ میں تعارض نہ ہو۔

اسی واسطے علامہ احمد صاوی اور علامہ اسمٰعیل آفندی نے لکھا ہے کہ یہ حصر صرف علم ذاتی اور علم استقلالی کے اعتبار سے ہے مگر آپ نے پہلے صاوی کو اور اب اسمٰعیل جیسے جلیل القدر علامہ کو بھی غیر معتبر ٹھہرا دیا۔ حالانکہ تمام علماء ان کو معتبر مانتے ہوتے آئے ہیں۔ خیر اب میں ایسے ہی حضرات کی عبارتیں پیش کروں گا جن کو آپ غیر معتبر نہ کہہ سکیں۔ امام رازی رح اور حضرت شاہ عبد العزیز رح کی عبارتیں میں ابھی پیش کر چکا ہوں۔ حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت میں نے پہلے پیش کی تھی جس کا آپ کوئی جواب نہیں دے سکے۔ اب حضرت شیخ رح کی دوسری کتاب "مدارج النبوت" سے ایک عبارت اور پیش کرتا ہوں۔

شیخ علیہ الرحمۃ مدارج النبوت شریف جلد اول صفحہ ۳ پر وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ کی تفسیر اس طرح فرماتے ہیں۔

"وے صلی اللہ علیہ وسلم دانا است بر ہمہ چیز از شیونات ذات وصفات حق واسماء و افعال وآثار وبجمیع علوم ظاہر وباطن واول وآخر احاطہ نمودہ ومصداق فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ شدہ"

یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی شانوں اور اس کے اسماء وافعال

اور اس کی نشانیوں کو سب کو جانتے ہیں۔ اور حضورؐ نے ظاہر و باطن اوّل و آخر تمام علوم کا احاطہ فرمالیا ہے اور حضورؐ فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ کے مصداق ہیں۔"

کہئے کیا حضرت شیخ بھی آپ کے نزدیک غیر معتبر ہیں؟ آخر میں ایک عبارت حضرت ملا علی قاری رح کی اور پیش کرتا ہوں۔ مرقات شریف شرح مشکوٰۃ شریف جلد اول صفحہ ۵۴ میں تحریر فرماتے ہیں۔

اذا تنورت الروح القدسية وازداد نورانيتها واشراقها بالاعراض عن ظلمة عالم الحدث وبتجلية القلب عن صداء الطبيعية والمواظبة على العلم والعمل وفيضان الانوار الالهية حتى يتقوى النور وينبسط فى فضاء قلبه وتنعكس فيه النقوش المرتسمة فى اللوح المحفوظ ويطلع على المغيبات الخ

یعنی جب روح قدسی منور ہوتی ہے اور تزکیۂ قلب و علم و عمل وغیرہ کی مداومت سے اس کی نورانیت میں ترقی ہوتی ہے تو اس کے دل کی فضا میں نور ہی نور پھیل جاتا ہے اور پھر لوح محفوظ کے نقوش اس میں منعکس ہوتے ہیں اور اس صاحب روح قدسی کو مغیبات پر اطلاع ہو جاتی ہے۔"

اجی مولوی منظور صاحب! آپ تو خدا کے محبوب سید الاولین والآخرینؐ کے علم غیب کے منکر ہیں اور حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ تمام ارواح قدسیہ والوں کے دلوں میں لوح محفوظ کا عکس پڑتا ہے اور وہ سب غیب پر مطلع ہوتے ہیں۔ کہئے! کیا حضرت ملا علی قاری رح بھی آپ کے نزدیک نامعتبر ہیں۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی (بعد حمد و صلوٰۃ) آپ نے اپنی تقریر میں مجھ پر ایک سنگین الزام یہ لگایا ہے کہ میں نے آیت قرآنی پیش کرنے میں خیانت کی ہے اور صرف آدھی آیت پڑھی۔ مجھے تعجب ہے کہ آپ مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے کیسی صریح غلط بیانی سے کام لیتے ہیں۔ میں نے جو آیت سورۂ جن کی پڑھی تھی وہ اسی قدر ہے۔ اس کے بعد کی جو آپ نے پیش کی ہے وہ پہلی آیت کا ٹکڑا نہیں بلکہ مستقل آیت ہے۔ اگر واقعی آپ کو اس معاملہ میں غلط فہمی ہے تو قرآن مجید دیکھ لیجئے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ میری پیش کردہ آیت کے آخری لفظ أَمْ يَجْعَلُ لَهُ رَبِّي أَمَدًا پر آیت ختم ہے۔

بہرحال یہ آپ کا محض بہتان ہے کہ میں نے پوری آیت نہیں پڑھی۔ اور معاف کیجئے چونکہ آپ خود اس قسم کی مجرمانہ خیانتوں کے عادی ہیں اس لئے دوسروں کو بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ میں انشاءاللہ ابھی بتلاؤں گا کہ آپ نے اپنی تقریر میں کیسی کیسی افسوسناک خیانتیں کی ہیں۔ پہلے میں اس آیت کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں جو آپ نے اس مرتبہ پیش کی ہے اور جس کو میری پیش کردہ آیت کا ٹکڑا بتلایا ہے۔ وہ آیت یہ ہے۔

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ

علامہ نسفی رہ اس کی تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں

اى رَسُوْلاً قَدِ ارْتَضَاهُ لِعِلْمِ بَعْضِ الْغَيْبِ (تفسیر مدارک التنزیل ج ۴ ص ۲۲۷)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اس آیت کا مطلب صرف یہ ہے کہ اللہ تعالے عالم الغیب ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا البتہ اپنے برگزیدہ رسولوں کو بعض غیبوں کی اطلاع دے دیتا ہے اور یہ میرے دعوے کے خلاف نہیں اور آپ کے موافق نہیں کیونکہ آپ کا دعویٰ کُل کا ہے۔

دیگر ائمہ مفسرین نے بھی اس آیت کے ذیل میں قریب قریب یہی لکھا ہے میں صرف ایک عبارت علامہ ابوالسعود رہ کی پیش کرنا چاہتا ہوں اور إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

اى رَسُوْلاً ارْتَضَاهُ لِاِظْهَارِهِ عَلٰى بَعْضِ غُيُوْبِهِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِرِسَالَتِهِ ..... تَعَلُّقًا تَامًّا اِمَّا لِكَوْنِهِ من مَبَادِیْ رِسَالَتِهِ .... وَاِمَّا لِكَوْنِهِ مِنْ اَرْكَانِهَا وَاَحْكَامِهَا كَعَامَّةِ التَّكَالِيْفِ الشَّرْعِيَّةِ .... وَاَمَّا مَالَا يَتَعَلَّقُ بِهَا عَلٰى اَحَدِ الْوَجْهَيْنِ مِنَ الْغُيُوْبِ الَّتِىْ مِنْ جُمْلَتِهَا وَقْتُ قِيَامِ السَّاعَةِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَيْهِ اَحَدًا اَبَدًا (تفسیر ابوالسعود ج ۸ ص ۳۴۳)

دیکھئے اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ آپ کی پیش کردہ آیت میں جن غیبوں پر رسولوں کو مطلع کئے جانے کا ذکر ہے وہ صرف وہی بعض غیوب ہیں جن کا رسالت سے خاص تعلق ہو اور جن غیوب کا تعلق رسالت سے نہ ہو جیسے کہ علامہ ابوالسعود رہ کی تصریح کے مطابق "علم قیامت" تو ان پر کبھی کسی کو مطلع نہیں کیا جاتا۔

بہرحال حضرات مفسرین کی اس قسم کی تصریحات سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ اس آیت سے انبیاء علیہم السلام

کے لئے کُل غیب کی اطلاع ثابت نہیں ہوتی۔ علیٰ ہذا آپ کا یہ دعویٰ بھی بالکل غلط ہے کہ اس آیت سے خاص وقتِ قیامت کی اطلاع ثابت ہوتی ہے اور اس کی تائید میں آپ نے امام رازی رحمہ کی جو عبارت پیش کی ہے اس میں تو صرف یہ ہے کہ قیامت کے بالکل قریب حق تعالیٰ اس کو ظاہر کرے گا۔ اور میری آپ کی بحث اس حیاتِ دنیا کے متعلق ہے اور آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام غیوب حتیٰ کہ قیامت کے وقتِ خاص کا علم بھی اس دنیا میں حاصل ہو گیا تھا پھر آپ کی یہ کتنی بڑی خیانت ہے کہ امام رازی رحمہ کی اسی عبارت کا وہ حصہ آپ نے چھوڑ دیا جس سے اصل بحث کے متعلق ان کی رائے معلوم ہوتی ہے۔ آپ کی پیش کردہ عبارت سے صرف ایک سطر پہلے اِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں یعنی لَا اَدْرِیْ وَقْتَ وُقُوْعِ الْقِیَامَۃِ یعنی اے رسولؐ! فرما دیجئے کہ قیامت کے آنے کے وقت کو میں نہیں جانتا۔

مولوی صاحب! آپ ایسی صریح خیانت کرتے ہوئے دوسروں پر خیانت کا الزام لگاتے ہو ؎

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

اسی طرح حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے بھی آپ نے لوگوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے اس کے آخری الفاظ یہ تھے۔ "اظہار بر بعضے از غیوب خاصۂ خود می فرماید" آپ نے مطلب بیان کرتے ہوئے "بعض" کے لفظ کو بالکل اڑا دیا۔ اور علم غیب کلی ثابت کر ڈالا، پھر اس سے بڑھ کر دلیری آپ نے یہ کی کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ کی اسی عبارت سے وقتِ قیامت کا علم بھی آپ نے ثابت کر دیا حالانکہ اس عبارت میں اس کا خفیف سا بھی نشان نہیں۔ بلکہ آپ کی پیش کردہ عبارت سے چند سطر پہلی عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ کے نزدیک وقتِ قیامت کا علم حق تعالیٰ نے کسی کو نہیں عطا فرمایا۔ اور پھر اسی ایک جگہ نہیں بلکہ تفسیر عزیزی میں متعدد جگہ اس کی تصریح موجود ہے۔ چنانچہ تفسیر عزیزی پارہ تبارک الذی سورۂ ملک کی تفسیر میں زیر آیت

وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی ھٰذَا الْوَعْدُ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ؁ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰہِ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ؁

اور پھر عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ سورۂ والنازعات کی تفسیر میں آیت کریمہ

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَۃِ اَیَّانَ مُرْسٰھَا فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِکْرٰھَا اِلٰی رَبِّکَ مُنْتَھٰھَا۔

کے ذیل میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت صراحت کے ساتھ اس مسئلہ پر کلام کیا ہے اور پوری وضاحت کے ساتھ بتلایا ہے کہ وقتِ قیامت کا علم حق تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ کسی مخلوق کو نہیں عطا فرمایا۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ انہوں نے وقتِ قیامت کے علم کو آپؐ کے لئے ثابت کیا ہے۔ حیرت ہے آپ کی دیدہ دلیری پر۔

آپ نے اس مرتبہ حضرت شیخ عبدالحق رہ کی مدارج النبوت کے دیباچہ کی ایک عبارت بھی پیش کی ہے میری طرف سے اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے جن جمیع علوم کا حصول تسلیم کیا گیا ہے وہ وہی ہیں جو حضورؐ کی شانِ نبوت کے مناسب تھے۔ اور بالفاظ دیگر یوں سمجھئے کہ اس میں استغراق عرفی ہے جو ایسے مواقع پر محاورات میں عام طور پر مستعمل ہوتا ہے اور اس کا قرینہ وہی ہے جو میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ یہی حضرت شیخ رہ دوسرے مواقع پر بعض خاص چیزوں کے متعلق تصریح فرماتے ہیں کہ اُن کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا نہیں فرمایا گیا۔ مثلاً وقتِ قیامت ہی کے متعلق میں اُن کی تصریح "اشعۃ اللمعات" سے پیش کر چکا ہوں کہ۔

"وے تعالےٰ ہیچ کس را از ملائکہ و رسل بر آں اطلاع نہ دادہ"

اس کے علاوہ بھی ان کی اس قسم کی تصریحات بکثرت پیش کی جا سکتی ہیں اور اگر مجھے موقعہ ملا تو انشاءاللہ میں آئندہ تقریروں میں ان میں سے کچھ پیش بھی کروں گا۔ پس حضرت شیخ رہ کی ان تمام عبارتوں میں تطبیق اسی طرح ہو سکتی ہے کہ جہاں جہاں انہوں نے عموم و استغراق کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں ان کو استغراق عرفی پر حمل کیا جائے اور اگر آپ کو یہ بات تسلیم نہیں ہے تو پھر براہ کرم "مدارج" کی اس عبارت کو حضرۃ شیخ کی ان عبارات سے منطبق کر کے دکھلایئے۔

آخر میں آپ نے علامہ قاری رہ کی عبارت بھی پیش کی ہے اور افسوس ہے کہ اس میں آپ نے نہایت افسوسناک خیانت سے کام لیا ہے اور اس عبارت کا وہ ابتدائی حصہ جس میں آپ کے دعویٰ کے صریح خلاف موجود ہے اس کو آپ نے چھوڑ دیا۔ دراصل عبارت یہاں سے شروع ہوتی ہے۔

إِنَّ لِلْغَيْبِ مَبَادِئَ وَلَوَاحِقَ فَمَبَادِيْهَا لَا يَطَّلِعُ عَلَيْهِ مَلَكٌ مُّقَرَّبٌ وَّلَا نَبِيٌّ مُّرْسَلٌ، وَاَمَّا اللَّوَاحِقُ فَهُوَ مَا اَظْهَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى بَعْضِ اَحْبَابِهٖ لَوْحَةَ عِلْمِهٖ وَخَرَجَ بِذٰلِكَ عَنِ الْغَيْبِ الْمُطْلَقِ وَصَارَ غَيْبًا اِضَافِيًّا وَّ ذٰلِكَ اِذَا تَنَوَّرَتِ الرُّوْحُ الْقُدُسِيَّةُ الخ

اس کا مطلب یہ ہوا کہ غیب کے لئے کچھ مبادی ہیں کچھ لواحق، پس مبادیِ غیب پر تو کسی فرشتۂ مقرب اور فرستادہ رسول کو بھی اطلاع نہیں ہوتی، البتہ لواحق غیب کی اطلاع بعض محبوبانِ خدا کو دے دی جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ عبارت ہے جو آپ نے پیش کی۔ پس اس ابتدائی حصہ میں تصریح ہے کہ مبادیِ غیب کی اطلاع کسی ملک مقرب اور نبی مرسل کو بھی نہیں ہوتی۔ تو اس ابتدائی حصہ کو چھوڑ کر باقی عبارت کو پیش کر دینا اور اس سے حضرت مصنف رہ کے خلاف علمِ غیب کلی ثابت کرنا صریح خیانت اور افسوسناک بددیانتی ہے۔ حضرت علامہ قاری رہ نے تو ایسے لوگوں کی تکفیر کی جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کلی کے قائل ہیں۔ یہ میرے پاس علامہ رہ کی مشہور کتاب "شرح شفاء" ہے اس کے صفحہ ۴۶۹ پر مسئلہ علم نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی پر کلام کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

وَالْحَاصِلُ اَنَّ الْاَنْبِیَاءَ لَمْ یَعْلَمُوا الْمُغَیَّبَاتِ مِنَ الْاَشْیَاءِ اِلَّا بِمَا اَعْلَمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَحْیَانًا وَقَدْ صَرَّحَ عُلَمَاؤُنَا الْحَنَفِیَّةُ بِتَکْفِیْرِ مَنِ اعْتَقَدَ اَنَّ النَّبِیَّ یَعْلَمُ الْغَیْبَ لِمُعَارَضَةِ قَوْلِهٖ تَعَالٰی قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ کَذَا فِی الْمُسَایَرَةِ لِابْنِ الْهُمَامِ۔

یعنی انبیاء علیہم السلام کو غیوب کا علم نہیں بجز ان چیزوں کے جو اللہ تعالےٰ نے "وقتاً فوقتاً" ان کو بتلائیں اور ہمارے علماءِ حنفیہ نے اس شخص کے کفر کی تصریح کی ہے جو یہ اعتقاد رکھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیب ہے، کیونکہ یہ عقیدہ حق تعالےٰ کے ارشاد قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ کے خلاف ہے"۔

مولوی حشمت علی صاحب! سنا آپ نے حضرت ملّا علی قاری رہ کی زبان سے علماءِ حنفیہ کا فتویٰ؟ آپ کا مجھ سے یہ بھی مطالبہ تھا کہ عقیدہ علمِ غیب کلی کا کفر ہونا ثابت کرو۔ لیجئے آپ کا وہ مطالبہ بھی پورا ہو گیا۔

اس کے بعد میں اپنے دلائل کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ آٹھ صاف صریح آیتیں پہلے پیش کر چکا ہوں۔ نویں آیت وہی سنئے جو حضرت ملّا علی قاری رہ نے اپنے فتویٰ کفر میں نقل فرمائی ہے۔ یعنی

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ۔ (النمل ۲۷، ۶۵)

یعنی اے رسولؐ! فرما دیجئے کہ زمین اور آسمانوں کے رہنے والوں میں سے کوئی غیب کو نہیں جانتا سوائے اللہ تعالےٰ کے۔ اور ان کو معلوم نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے"۔

علامہ علی بن محمد خازن رحؒ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

اَلْمَعْنٰی اَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الَّذِیْ یَعْلَمُ الْغَیْبَ وَحْدَہٗ وَیَعْلَمُ مَتٰی تَقُوْمُ السَّاعَۃُ (وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ) یَعْنِیْ اَنَّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ ھُمُ الْمَلٰئِکَۃُ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَھُمْ بَنُوْ اٰدَمَ لَا یَعْلَمُوْنَ مَتٰی یُبْعَثُوْنَ وَاللّٰہُ تَعَالٰی تَفَرَّدَ بِعِلْمِ ذٰلِکَ۔

مطلب یہ ہوا کہ بس اللہ تعالیٰ ہی کل غیب کا علم رکھتا ہے اور اسی کو معلوم ہے کہ قیامت کب آئے گی اور آسمانوں میں رہنے والے فرشتے اور زمین میں بسنے والے بنی آدم اس کو نہیں جانتے اور بس تنہا اللہ تعالےٰ ہی کو اس کا علم ہے"۔

اس آیت سے بیک وقت دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ غیب کا علم کلی حق تعالےٰ کے سوا کسی کو نہیں اور دوسرے یہ کہ وقتِ قیامت کی خبر کسی فرشتے اور کسی فرزندِ آدمؑ کو نہیں۔

اس کے بعد دسویں آیت اور سنئے۔

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَۃِ اَیَّانَ مُرْسٰھَا فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِکْرٰھَا اِلٰی رَبِّکَ مُنْتَھٰھَا۔ یعنی اے رسولؐ! آپ سے یہ لوگ سوال کرتے ہیں قیامت کے متعلق کہ کب ہے اس کا آنا۔ آپ کو اس کے ذکر سے کیا سروکار، آپ کے پروردگار ہی کی طرف ہے اس کی انتہا۔ نازعات ۴۴

اس کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَیْ لَیْسَ عِلْمُھَا اِلَیْکَ وَلَا اِلٰی اَحَدٍ مِّنَ الْخَلْقِ۔ یعنی اس کا علم اے رسولؐ نہ آپ کو ہے اور ہماری کسی اور مخلوق کو۔

اور علامہ بغوی رحؒ معالم التنزیل میں فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِکْرٰھَا کی تفسیر میں فرماتے ہیں اَیْ لَا تَعْلَمُھَا یعنی اے ہمارے رسولؐ آپ اس کو نہیں جانتے۔

آٹھ پہلی اور دو یہ ان دسوں آیتوں سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وقتِ قیامت کا علم حق تعالےٰ نے کسی کو

نہیں عطا فرمایا اور صرف اپنے لئے خاص کر رکھا ہے۔ پھر ائمہ مفسرین کی عبارات میں نے آپ تک ان آیات کی تفسیر و تشریح میں پیش کی ہیں ان سب نے بھی اُن کا یہی مطلب سمجھا ہے۔ پس میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان تمام چیزوں کے معلوم ہو جانے کے بعد ایک باایمان شخص کس طرح اس کے خلاف عقیدہ رکھ سکتا ہے۔

مولوی حشمت علی صاحب

حضرات گرامی! آپ نے دیکھا مولوی منظور صاحب نے سورۂ جن کی ایک آیت پیش کی اور اس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو وقتِ قیامت کا علم نہیں تھا مگر اس کے ساتھ کی دوسری آیت جس میں صاف مذکور تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو علمِ غیب دیتا ہے، اس کو آپ اڑا گئے، جب میں نے مولوی صاحب کی گرفت کی اور ان کی خیانت ثابت کی تو وہ کہتے ہیں کہ چونکہ یہاں سے دوسری آیت شروع ہوتی ہے اس لئے خیانت نہیں ہوئی۔

ارے مولوی صاحب! دوسری آیت شروع ہوتی ہو یا تیسری آیت۔ جب مضمون مسلسل ہے اور پھر آپ نے اس میں سے آدھا پیش کیا اور آدھے کو اپنے خلاف دیکھ کر ہضم کر لیا تو خیانت ہو گئی۔ اور خیانت کس کا نام ہے؟

آپ کہتے ہیں کہ عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا میں بعض غیب مراد ہے اس کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ قرآن میں اپنی رائے سے پیوند لگاتے ہو، کیا یہ حدیث نہیں پڑھی مَنْ فَسَّرَ الْقُرْاٰنَ بِالرَّاْیِ فَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ جو اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔

اور اگر بفرض اس سے بعض ہی غیب مراد لئے جائیں تو بھی چونکہ اس سے پہلی آیت میں وقتِ قیامت کا ذکر ہے اس لئے اس سے یہی خاص غیب یعنی وقتِ قیامت مراد ہو گا اور اس صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ اس خاص غیب یعنی وقتِ قیامت کا جاننے والا ہے اور وہ اپنے برگزیدہ اور پسندیدہ رسولوں کے سوا کسی اور کو اس کی اطلاع نہیں دیتا۔ تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ رسولوں کو اس کی اطلاع دی جاتی ہے اور اس صورت میں بھی یہ آیت آپ کے خلاف ہو گی۔

الغرض اگر آیت میں غیب سے کل غیب مراد لیا جائے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علمِ غیب کلی ثابت ہو گا۔ اور اگر بعض غیب مراد لیا جائے تو چونکہ پہلی آیت میں وقتِ قیامت کا ذکر تھا اس لئے وہی مراد ہو گا اور اس صورت میں اس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وقتِ قیامت کا علم ثابت ہو گا۔ غرض یہ آیت ہر حال میں آپ کے خلاف حجۃ قاطعہ ہے اور قریب قریب اسی مضمون کی ایک اور آیت یہ ہے۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ - آل عمران ۳، ۱۷۹)

یعنی اللہ اس لئے نہیں کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب پر مطلع کرے لیکن وہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس بات کے لئے چن لیتا ہے تو اسے غیب پر مطلع فرماتا ہے)۔

اس آیت سے بھی صاف معلوم ہوا کہ حق تعالےٰ اپنے پسندیدہ اور چیدہ رسولوں کو غیب پر مطلع کرتا ہے۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے مقرب اور سب سے زیادہ پسندیدہ رسول ہیں تو ضرور آپ کو علم غیب دیا گیا حضور کے علم غیب کے لئے اس سے زیادہ صاف اور روشن دلیل اور کیا ہو سکتی ہے لیکن محبت کی آنکھ چاہیئے، دشمنوں کو تو ہر کمال بھی عیب نظر آتا ہے۔

میں نے حضرت شیخ محقق (محدث) دہلوی رح کی عبارت مدارج شریف سے پیش کی تھی، آپ فرماتے ہیں کہ اس میں استغراق عرفی ہے۔ بہت خوب! حضرت شیخ رح تو صاف فرماتے ہیں کہ "بجمیع علوم ظاہر و باطن و اول و آخر احاطہ نمودہ" اور آپ فرماتے ہیں کہ یہ استغراق حقیقی نہیں بلکہ عرفی ہے۔ اگر ایسا ہی جواب دینا ہے تو میری سب پیش کردہ آیتوں اور حدیثوں کے متعلق یہی کہہ دیجئے کہ ان میں استغراق عرفی ہے۔

لیجئے میں حضرت شیخ محقق رح کی ایک عبارت اور اسی مدارج سے پیش کرتا ہوں۔ اس کے صفحہ ۱۶۵ پر ہے۔

" ہر چہ در دنیا است از زمان آدم تا نفخہ اولیٰ بروے صلی اللہ علیہ وسلم منکشف ساختند تا احوال ہمہ را از اول تا آخر معلوم کرد "

یعنی آدم علیہ السلام کے زمانہ سے نفخ صور تک جو کچھ ہے سب حضور رح پر منکشف فرما دیا یہاں تک کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام مخلوق کے حالات معلوم ہو گئے "

دیکھئے حضرت شیخ رح نے کیسے کھلے لفظوں میں حضور رح کے لئے جمیع ماکان و مایکون کا علم ثابت کیا ہے کیا اس کو بھی آپ استغراق عرفی کہیں گے؟

آپ نے اس مرتبہ شرح شفا شریف سے حضرت ملا علی قاری رح کی ایک عبارت پیش کی ہے اور اس سے آپ نے لوگوں کو یہ دھوکا دینا چاہا ہے کہ علامہ علی قاری کے نزدیک وہ لوگ (معاذ اللہ) کافر ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق

علم غیب کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

ارے مولوی صاحب ! یہ مولویت اور یہ دھوکہ بازی ! آپ کو شرم نہیں آتی ۔ علامہ علی قاری نے تو اس عبارت میں ان لوگوں کی تکفیر کی ہے جو حضورؐ کے لئے بلا تعلیم خداوندی یعنی ذاتی طور پر علم غیب مانتے ہیں ۔ دیکھئے اس کا پہلا ہی جملہ یہ ہے اِنَّ الْاَنْبِیَاءَ لَمْ یَعْلَمُوْا الْمُغَیَّبَاتِ اِلَّا بِمَا اَعْلَمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی یعنی انبیاءؑ غیب نہیں جانتے ، مگر وہ جو انہیں اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا ۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ خود ملا علی قاری رہ کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے انبیاء علیہم السلام کو علم غیب ہوتا ہے تو کیا اس عقیدہ کو کفر کہہ کے ملا علی قاری رہ نے خود اپنی تکفیر کی ہے ۔ ذرا کچھ سوچ سمجھ کر تو بات کہا کرو ۔ بہر حال ملا علی قاری رہ کی اس عبارت میں علم غیب ذاتی کا عقیدہ رکھنے والوں کی تکفیر کی گئی ہے اور بے شک ہم بھی اس کو کفر سمجھتے ہیں الغرض آپ نے یہ عبارت پیش کر کے مسلمانوں کو صریح دھوکا دیا ۔

لیجئے اسی شرح شفا شریف کی ایک عبارت میں پیش کرتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ حضرت ملا علی قاری کا عقیدہ اس بارے میں کیا ہے ۔ ص ۱۱۷ جلد دوم میں تحریر فرماتے ہیں ۔

لِاَنَّ رُوْحَهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ حَاضِرَةٌ فِیْ بُیُوْتِ اَهْلِ الْاِسْلَامِ ؞

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر مسلمان کے گھر میں تشریف فرما ہیں "

مولوی صاحب ! دیکھا آپ نے یہ ہے حضورؐ کے متعلق حضرت ملا علی قاری رہ کا عقیدہ ۔ بتلائیے جب حضورؐ ہر جگہ اور ہر گھر میں ہوں گے تو آپ کو سب کچھ معلوم ہوگا یا نہیں ؟ اور آپ عالم کل ہوں گے یا نہیں ؟ مولوی صاحب ! آپ کو شرح شفا شریف میں یہ عبارت نظر نہیں آتی ؟

(اس کے بعد مولوی حشمت علی صاحب نے مولانا نعمانی کی پیش کردہ نویں اور دسویں آیت کے متعلق وہی ذاتی اور عطائی کی بحث کی جو اس سے پہلے تقریروں میں مکرر سہ کرر آچکی ہے ۔ ہم اس کا اعادہ فضول سمجھتے ہیں اور اسی پر مولوی حشمت علی صاحب کی تقریر ختم ہو گئی ۔ مرتب عفرلہ)

مولانا محمد منظور صاحب نعمانی

آپ نے اپنی پچھلی تقریر میں مجھ پر آیت قرآنی میں خیانت کرنے کا جو الزام لگایا تھا الحمد للہ بین دلائل کی روشنی میں اس کا افتراء محض اور بہتان خالص

ہونا ثابت کر چکا ہوں۔ آپ نے اس سلسلے میں میری کسی دلیل کو ہاتھ نہیں لگایا۔ اور آپ نے اسی غلط الزام کو اس تقریر میں پھر دہرا دیا ہے۔ میں حاضرین کرام سے یہ درخواست کروں گا کہ وہ غور و فکر سے کام لیں اور انصاف کریں۔ چونکہ مجھے ابھی بہت سی باتیں عرض کرنی ہیں اس لئے اب میں کسی مضمون کو بار بار بیان نہیں کر سکتا۔

آپ نے جو آیت کریمہ سورۂ جن کی پیش کی تھی (یعنی لَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا الآیۃ) میں نے علامہ نسفی رح اور علامہ ابو السعود رح کی تصریحات سے ثابت کیا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسولوں کو بھی بعض غیوب کی اطلاع دیتا ہے۔ اور اس لئے اس آیت سے علم غیب کلی پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

اس کے جواب میں آپ نے فرمایا ہے کہ یہ تفسیر بالرائے ہے اور اپنی طرف سے قرآن میں پیوند لگانا ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ آپ کا یہ اعتراض مجھ پر ہے یا ان ائمہ مفسرین پر جنہوں نے اس آیت کا مطلب یہ بیان کیا۔ اگر آپ علامہ نسفی رح اور علامہ ابو السعود رح کی تفسیروں کو تفسیر بالرائے سمجھتے ہیں اور ان کو

مَنْ فَسَّرَ الْقُرْاٰنَ بِالرَّاْیِ فَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ ۔

کا مصداق ٹھہراتے ہیں تو پھر جرأت کر کے صاف صاف کہئے تاکہ آپ کے بلانے والوں کو بھی آپ کا مسلک اور عندیہ معلوم ہو جائے۔

آپ نے اپنی اس تقریر میں اسی مضمون کی ایک دوسری آیت وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ بھی پیش کی ہے۔ حالانکہ حضرات مفسرین نے اس کی تفسیر میں بھی "بعض غیب" کی تصریح فرمائی ہے۔ علامہ بغوی رح اپنی تفسیر معالم التنزیل میں ارقام فرماتے ہیں۔

(وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ) فَیُطْلِعُهٗ عَلٰی بَعْضِ عِلْمِ الْغَیْبِ ۔ اور قاضی بیضاوی رح اسی موقعہ پر لکھتے ہیں لٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ لِرِسَالَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ فَیُوْحِیْ اِلَیْهِ وَیُخْبِرُهٗ بِبَعْضِ الْمُغَیَّبَاتِ ۔

ان تصریحات کے مطابق آیت سے صرف یہ ثابت ہوا کہ حق تعالیٰ اپنے رسولوں کو بعض مغیبات کی اطلاع دیتا ہے اور اس پر ہمارا ایمان ہے، بے شک حق تعالیٰ نے اپنے تمام انبیاء کو بالخصوص سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو لاکھوں کروڑوں غیب کی چیزیں بذریعہ وحی بتلائی تھیں لیکن یہ غلط ہے کہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام غیوب غیر متناہیہ

کا علم عطا فرمایا ہو۔

بہرحال آپ کی پیش کردہ یہ آیت بھی پہلی آیتوں کی طرح آپ کے دعویٰ کی دلیل نہیں بن سکتی۔ دیکھئے پہلے کی طرح یہ نہ کہہ دیجئے گا کہ یہ " بعض " کا پیوند تو نے کہاں سے لگا دیا ؟ اور یہ تفسیر بالرائے ہے کیونکہ میں نے جو مطلب بیان کیا ہے وہ علامہ بغوی رح اور قاضی بیضاوی رح کا بیان کردہ ہے اور ان کی تفاسیر کے معتبر ہونے سے آپ بھی انکار نہیں کر سکتے۔ پھر یہی مطلب دوسرے مفسرین نے بھی بیان کیا۔ میں نے بقصد اختصار ان دو کا حوالہ دیا ہے۔

آپ نے اپنی اس تقریر میں مدارج النبوت کی جو نئی عبارت پیش کی ہے بے شک اس کے متعلق بھی میرا جواب یہی ہے کہ اس میں بھی استغراق عرفی ہی مراد ہے۔ میں تو عرض کر چکا کہ حضرت شیخ دہلوی رح کی اس قسم کی تمام عبارتوں میں استغراق عرفی ہی ہے کیونکہ بعض خاص خاص اشیاء کے متعلق وہ اپنی کتابوں میں تصریح فرماتے ہیں کہ ان کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا نہیں ہوا۔ چنانچہ وقت قیامت کے متعلق ان کی ایک تصریح میں اپنی پہلی تقریروں میں پیش بھی کر چکا ہوں۔ اب ایک اور فیصلہ کن عبارت " اشعۃ اللمعات " ہی سے اور پیش کرتا ہوں۔ حضرت شیخ رح ابن صیاد کے بارے میں اپنا قول فیصل یہ لکھتے ہیں۔

" بالجملہ حال وے مبہم است و دریں باب بر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی نہ شدہ و حال وے مبہم داشتند "

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت شیخ رح کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن صیاد کے معاملہ میں وحی نہیں ہوئی اور اس کا حال مبہم رکھا گیا۔ حضرت شیخ رح کی اس صاف اور واضح تصریح کے ہوتے ہوئے اس کا احتمال بھی نہیں رہتا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کلی کے قائل ہوں۔ پس یہ اور اس جیسی ان کی دوسری عبارات اس بات کا زبردست قرینہ ہیں کہ حضرت شیخ رح نے جہاں کہیں اس بارے میں عموم و استغراق کے لفظ لکھے ہیں وہاں ان کی مراد استغراق عرفی ہے جو ایسے مواقع میں عام طور پر استعمال ہوتا ہے۔

میں نے اپنی پچھلی تقریر میں علامہ ملا علی قاری رح کی شرح شفاء سے جو عبارت پیش کی تھی جس میں انہوں نے ایسے لوگوں کی تکفیر فقہاء حنفیہ سے نقل کی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جمیع مغیبات کا علم مانتے ہیں۔ اس کے

جواب میں بھی آپ نے وہی عجیب بات فرمائی کہ وہ تکفیر صرف ذاتی علم ماننے والوں کی ہے حالانکہ اس میں اس کا کوئی ہلکا سا اشارہ بھی نہیں ہے۔ پھر آپ نے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ اس علم غیب کلی کے عقیدہ میں علامہ علی قاری رح بھی آپ کے ہمنوا ہیں۔ شرح شفاء سے ایک محرف عبارت بھی پیش کی۔ میں اس کے متعلق تحقیقی جواب "ادرہی" کے مناظرہ میں دے چکا ہوں۔ لیکن اس وقت بحث کو مختصر کرنے کے لئے اس عبارت کو صحیح فرض کر کے میں کہتا ہوں کہ اس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ ہر مسلمان کے گھر میں حضور کی روح اقدس ہے اور اس سے زیادہ سے زیادہ یہی نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ حضور کو مسلمانوں کی خانگی باتوں کا علم ہوتا ہے۔ اور آپ کا دعویٰ اس سے بہت زیادہ عام ہے۔ آپ تو اس کے مدعی ہیں کہ حضور کو تمام انسانوں بلکہ تمام حیوانوں حتیٰ کہ زمین کے کیڑوں مکوڑوں، سمندر کی مچھلیوں اور پرندوں، فضائی ذروں بارش کے قطروں اور درختوں کے پتوں تک غرض عالم علوی و سفلی بلکہ تمام عالمین کے متعلق علم تفصیلی کلی محیط حاصل ہے اور گویا مقداری حیثیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم، علم باری تعالیٰ کے مساوی ہے۔ تو شرح شفاء کی اس عبارت سے آپ کا یہ طویل و عریض دعویٰ کیسے ثابت ہو سکتا ہے۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ اگر غور کیا جائے تو روح مقدس کے اسلامی گھرانوں میں موجود ہونے سے تمام مسلمانوں کے تمام حالات کا معلوم ہونا بھی لازم نہیں آتا۔ بس زیادہ سے زیادہ ان واقعات کا علم ثابت ہو سکتا ہے جو گھروں کے اندر پیش آئیں، اور کجا یہ محدود دائرہ اور کہاں وہ غیر متناہی وسعت۔

الغرض اگر آپ کی پیش کردہ شرح شفاء کی عبارت کو صحیح بھی مان لیا جائے تو اس سے آپ کے دعویٰ کا دسواں، بیسواں بلکہ ہزارواں اور لاکھواں جزء بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔

میرا یہ جواب تو بر بنا تسلیم ہے۔ اور اصل حقیقت وہی ہے جو میں آپ کو "ادرہی" کے مناظرہ میں بتلا چکا ہوں کہ در حقیقت یہاں مطبوعہ نسخہ کی غلطی ہے ورنہ اصل عبارت غالباً اس طرح ہو گی۔ لَا لِاَنَّ رُوْحَہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ حَاضِرَۃٌ فِیْ بُیُوْتِ اَھْلِ الْاِسْلَامِ اس کے بعد بحث ہی ختم ہو جاتی ہے۔

یہ تو آپ کی پیش کردہ عبارت کا جواب ہوا۔ اب ذرا انہی علامہ علی القاری رح کی ایک بصیرت افروز اور فیصلہ کن عبارت اور بھی سن لیجئے جس میں انہوں نے نہایت صفائی کے ساتھ ایسے لوگوں کے کفر پر امت کا اجماع نقل کیا ہے جو حضور کے لئے علم کلی کے قائل ہوں اور علم نبوی اور علم الٰہی کو کمیت اور مقدار کے لحاظ سے برابر مانتے ہوں جیسا کہ اس وقت آپ کا دعویٰ ہے۔

سنئے علامہ ممدوح رح اپنی مشہور کتاب موضوعات کبیر میں اسی مسئلہ پر کلام کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

وَمَنِ اعْتَقَدَ تَسْوِيَةَ عِلْمِ اللهِ وَرَسُوْلِهٖ يَكْفُرُ اِجْمَاعًا كَمَا لَا يَخْفٰى

یعنی جو شخص علم الٰہی اور علم نبوی کی برابری کا عقیدہ رکھے وہ بالاجماع کافر ہے "

کہئے مولوی صاحب! کیا یہی علامہ علی قاری رح عقیدہ علم غیب کے بارے میں آپ کے موافق ہیں؟

لیجئے آپ فتویٰ کفر کا بھی مطالبہ کر رہے تھے، علامہ علی قاری رح نے آپ سب لوگوں پر اجماعی کفر کا حکم لگا کر آپ کی اس خواہش کو بھی پورا کر دیا۔ یہاں تک تو آپ کی تقریر کا جواب تھا اب میں پھر اپنے دلائل کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

پچھلی تقریروں میں میں دس آیتیں اپنے دعوی کے ثبوت میں پیش کر چکا ہوں، ان سب سے قطعی اور صریحی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت قیامت کا علم عطا نہیں فرمایا گیا تھا۔ ان تمام آیات کی تفسیر میں ائمہ مفسرین رح سے پیش کر چکا ہوں اور جو کچھ تاویلیں آپ نے ان کی کیں ان سب کے جوابات بھی بحمد اللہ دے چکا ہوں جن کے اعادہ کی حاجت نہیں۔

اب میں مزید تائید کے لئے چند حدیثیں بھی اس مضمون کی پیش کرتا ہوں۔

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتَ بِشَهْرٍ تَسْئَلُوْنِيْ عَنِ السَّاعَةِ وَاِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللهِ الحدیث

یعنی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات شریف سے صرف ایک مہینہ پیشتر فرماتے ہوئے سنا کہ تم مجھ سے وقت قیامت کے متعلق سوال کرتے ہو حالانکہ اس کا علم صرف اللہ تعالٰے کو ہے "

حضرت شیخ عبدالحق دہلوی رح اس حدیث کی شرح فرماتے ہوئے "اشعۃ اللمعات" میں ارقام فرماتے ہیں۔

"یعنی از وقت وقوع قیامت کبریٰ می پرسید آں خود معلوم من نیست وآں را جز خدائے تعالیٰ نداند " (اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۳۰۰)

یعنی حضور رح کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ لوگو! تم مجھ سے قیامت کبریٰ کا وقت پوچھتے ہو، پوچھنا چاہتے ہو حالانکہ وہ خود مجھے معلوم نہیں اور اس کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا "

ایک اور حدیث سنئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ عِلْمُھَا عِنْدَ رَبِّیْ لَا یُجَلِّیْھَا لِوَقْتِھَا اِلَّا ھُوَ۔

یعنی حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے وقتِ قیامت کا سوال کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کا علم میرے خدا کو ہے الخ

اس حدیث کو امام احمدؒ کی روایت سے ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں نقل کیا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۷۴)

اس مضمون کی اور بھی بکثرت احادیث ملتی ہیں لیکن وقت میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے میں ان کو اس وقت پیش نہیں کر سکتا۔ صرف ایک حدیث پاک اور پیش کرتا ہوں۔ اور وہ اس مسئلہ میں میری آخری حجت ہے۔

"مسند احمد" وغیرہ کتب حدیث میں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ شبِ معراج میں میری ملاقات حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور حضرت عیسیٰ روح اللہ (علیہم الصلوٰۃ والسلام) سے ہوئی۔ اور ہم سب ایک جگہ جمع ہو گئے اور قیامت کا ذکر چھڑ گیا۔ پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا گیا، آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کے وقت کا علم نہیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا گیا، آپ نے بھی فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں۔ اس کے بعد جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی باری آئی تو آپ نے فرمایا اَمَّا وَجْبَتُھَا فَلَا یَعْلَمُھَا اَحَدٌ اِلَّا اللّٰہ یعنی قیامت کے آنے کے وقت کی خبر تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی نہیں۔ (مسند احمد ص ۳۷۵ ج ۱)

حضرت مسیح علیہ السلام کے اس فیصلہ کن جواب کی کسی نے تردید نہیں کی بلکہ اسی پر اجماع اور اتفاق ہو گیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ وقتِ قیامت کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہ ہونا خدا کے تمام اولو العزم اور مقدس رسولوں کا اجماعی مسئلہ ہے اور اس سے اختلاف کرنا گویا اللہ کے ان تمام جلیل القدر اور اولو العزم رسولوں سے اختلاف کرنا ہے وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُوْرًا فَمَا لَہٗ مِنْ نُّوْرٍ۔

آیات قرآنی، احادیث نبوی اور پھر بعض صحابہؓ و تابعینؒ اور ائمہ مفسرینؒ کے ارشادات تو بحمد اللہ بقدر کافی پیش کر چکا۔ اب آخر میں ایک ایسی ہستی کا ارشاد آپ کے سامنے رکھتا ہوں جس سے عقیدت کے آپ حضرات بہت زیادہ مدعی ہیں۔ اور وہ ہستی سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ سنئے! اور بگوش ہوش سنئے!

حضرت ممدوح اپنی مبارک تصنیف غنیۃ الطالبین میں ارشاد فرماتے ہیں۔

كُلُّ مَا فِي الْقُرْاٰنِ وَمَا اَدْرٰىكَ فَقَدْ اَعْلَمَهُ اللّٰهُ اِيَّاهُ وَمَا فِيهِ وَمَا يُدْرِيكَ فَلَمْ يَدْرِهِ وَلَمْ يُطْلِعْهُ عَلَيْهِ كَقَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا وَمَا يَتَبَيَّنُ لَهُ وَقْتُهَا۔

(غنیۃ الطالبین مطبوعہ لاہور ص ۲/۷۴)

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جن چیزوں کے متعلق قرآن پاک میں حق تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے وَمَا اَدْرٰىكَ فرمایا ہے اس کا علم آپ کو دے دیا ہے اور جن چیزوں کے متعلق وَمَا يُدْرِيكَ فرمایا ہے ان کی اطلاع حضور م کو نہیں دی ہے جیسے کہ قیامت کے متعلق فرمایا وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا وقت معلوم نہیں ہوا ۔"

حضرت شیخ جیلانی علیہ الرحمۃ وقدس سرہٗ کی یہ صاف وصریح عبارت پیش کرنے کے بعد میں آپ سے کہتا ہوں کہ اگر قرآنی آیات اور احادیث نبویہ سے آپ کی تشفی نہیں ہو سکتی تو حضرت غوث اعظم رہ کے ارشاد سے ہدایت حاصل کیجئے۔

اگرچہ اس کے بعد ضرورت باقی نہیں رہتی مگر میں اتمام حجت کو آخری حد تک پہنچانے کے لئے ایک چیز اور پیش کرتا ہوں - پیر مہر علی شاہ صاحب پنجاب کے موجودہ مشائخ میں ایک امتیازی شان رکھتے ہیں۔ اور میں نے سنا ہے کہ جن حضرات نے آپ کو یہاں مناظرہ کے لئے بلایا ہے وہ بھی ان کو اپنا مقتدا مانتے ہیں اور غالباً آپ بھی ان کی جلالت قدر سے اس وقت انکار نہیں کر سکتے ہیں وہ اپنی کتاب " شمس الہدایۃ " میں مرزا قادیانی کے اس دعوے کو رد کرتے ہوئے کہ " قیامت سات ہزار سال پر آوے گی " ارقام فرماتے ہیں۔

" اور یہ جو لکھا ہے کہ قیامت سات ہزار سال سے پہلے نہیں آسکتی، میں کہتا ہوں کہ یہ سات ہزار سال کی تحدید جو آپ نے لگائی ہے یہ منافی ہے لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ کے اور ان احادیث کے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لاعلمی بیان فرمائی "

(رسالہ شمس الہدایۃ ص ۱۹)

آپ اپنی جوابی تقریر میں اب ذرا یہ بھی فرمادیں کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور پیر مہر علی شاہ صاحب کی ان تصریحات کے بعد ان کے متعلق کیا فتوٰی ہے ۔ بیّنوا و توجروا ۔ ؟

مولوی حشمت علی صاحب

آپ نے اس مرتبہ بڑے ناز کے ساتھ حضرت شیخ محقق دہلوی رح کی عبارت ایک اور پیش کی ہے ۔ مگر فی الحقیقت آپ نے حضرت شیخ کا نام لے کر مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہا ہے ۔ اس عبارت میں یہ کہاں ہے کہ ابن صیّاد کا حال حضورؐ کو معلوم نہیں تھا۔ حضرت شیخ رح کا مطلب تو صرف یہ ہے کہ ہم مسلمانوں پر اس کا حال مبہم ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اس کے بارے میں وحی نہیں ہوئی لیکن اس سے تو صرف علم بالوحی کی نفی ہوتی ہے نہ کہ مطلق علم کی ۔ حضورؐ کو اللہ تعالےٰ نے وحی کے علاوہ اور جو ذرائع علم عطا فرمائے تھے مثلاً مشاہدہ وغیرہ ان کے ذریعہ سے حضورؐ کو ابن صیاد کا حال بھی معلوم تھا ۔ ہاں اس کے بارے میں آپ پر وحی نہیں ہوئی ۔ تو وحی نہ ہونے سے علم نہ ہونا کیسے ثابت ہو سکتا ہے کیا جن لوگوں کو وحی نہیں ہوتی ان کو کسی بات کا علم ہی نہیں ہوتا ؟

بہرحال یہ آپ کا حضرت شیخ پر افتراء ہے کہ ان کے نزدیک حضورؐ کو ابن صیّاد کا حال معلوم نہ تھا وہ ایسا کیسے لکھ سکتے ہیں وہ تو خود اسی اشعۃ اللمعات میں عَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ والی حدیث کے تحت میں فرما چکے ہیں « پس دانستم ہرچہ بود در آسمانہا و زمینہا » تو کیا ابن صیاد زمین و آسمان سے باہر کی چیز ہے ؟ اور پھر زمین و آسمان کا کیا ذکر حضرت شیخ رح کا عقیدہ تو یہ ہے کہ

« ہرچہ در دنیا است از زمان آدمؑ تا نفخۂ اولےٰ بروے صلی اللہ علیہ وسلم منکشف ساختند تا احوال ہمہ را از اوّل تا آخر معلوم کرد »

یعنی زمانۂ آفرینش آدمؑ سے قیامت تک جو کچھ ہوگا وہ سب اللہ تعالےٰ نے حضورؐ پر کھول دیا اور حضورؐ نے اوّل سے آخر تک اس سب کو جان لیا »

بتلائیے کیا ابن صیاد زمانۂ آدمؑ سے قیامت تک کے درمیان ہی کی ایک مخلوق نہیں ہے ؟ اگر ہے اور ضرور ہے تو حضرت شیخ کی ان عبارات سے حضور کے لئے اس کا علم بھی ثابت ہوتا ہے ۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ شیخ ممدوح رح حضورؐ کے لئے اس کے علم کے حصول سے انکار کریں ۔ لہٰذا حضرت شیخ کی عبارت کا مطلب وہی ہو سکتا ہے جو میں نے بتلایا یعنی یہ کہ

اگرچہ حضور ؐ کو وحی سے ابن صیاد کا حال نہیں معلوم ہوا لیکن دوسرے ذرائع سے معلوم ہو گیا تھا اگر یہ مطلب نہ لیا جائے تو پھر حضرت شیخ ؒ کی عبارات میں تخالف و تناقض ہو جائے گا۔

میں نے شرح شفاء کی جو عبارت اپنے استدلال میں پیش کی تھی جس میں حضرت ملا علی قاری ؒ نے حضور ؐ کے حاضر و ناظر ہونے کی تصریح فرمائی ہے اس کے متعلق یہاں بھی آپ نے وہی لغو اور مضحکہ خیز بات کہی ہے کہ یہ چھپے ہوئے نسخہ کی غلطی ہے اور اصل عبارت میں لَا لِاَنَّ رُوْحَہٗ ہے حالانکہ میں ادرمی ہی میں آپ کے اس جواب کو مردود کر چکا تھا۔ میں نے وہاں کہا تھا اور اب پھر کہتا ہوں کہ اس طرح تو ہر نفی کو مثبت اور ہر مثبت کو منفی بنایا جا سکتا ہے آپ کی یہ بات جب قابل سماعت ہو سکتی ہے کہ آپ کسی نسخہ میں لَا کا ہونا ثابت کر دیں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ شرح شفاء کے کسی نسخے میں بھی اس جگہ لَا نہیں ہے اور عبارت کا سیاق بھی یہی بتلاتا ہے کہ اس جگہ لَا کا لفظ نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر بفرض وہاں لَا ہوتا تو بَلْ ہونا ضروری تھا اور عبارت اس طرح ہونی چاہیے تھی کہ لَا لِاَنَّ رُوْحَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَاضِرَۃٌ فِیْ بُیُوْتِ اَھْلِ الْاِسْلَامِ بَلْ لِاَنَّ الخ پس جب کہ آخر میں "بَلْ" نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ شروع میں لَا بھی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ جو آپ نے یہ کہا کہ اس سے پورا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا تو جتنا ثابت ہوتا ہے پہلے آپ اتنے کا اقرار کر لیجئے، باقی ہم دوسرے دلائل سے ثابت کر دیں گے۔

آپ نے اس مرتبہ بڑے زور کے ساتھ موضوعات کبیر کی عبارت پیش کی ہے۔ مولوی صاحب! ایسی بے خبری سے مناظرہ کرتے ہو؟ یہ بھی خبر نہیں کہ وہ عبارت خود ملا علی قاری ؒ کی یا انہوں نے اور کسی کی نقل کی ہے۔ وہ عبارت درحقیقت ابن قیم ؒ بدمذہب[1] کی ہے۔ اس موقع پر حضرت ملا علی قاری ؒ نے اس کا طویل کلام نقل کیا ہے اور اس کا قول ہم پر حجت نہیں وہ نہایت بدمذہب تھا خَذَلَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاَضَلَّہٗ عَلٰی عِلْمٍ کیا اسی گمراہ بدمذہب کے قول سے آپ ہم پر حجت قائم کرتے ہیں[2]؟

دوسری بات یہ ہے کہ اس میں ان لوگوں کی تکفیر کی گئی ہے جو اللہ اور رسول ؐ کے علم میں مساوات کا عقیدہ رکھیں

---

[1] علامہ ابن قیم ؒ کے متعلق مولوی حشمت علی صاحب کے بعینہٖ یہی الفاظ تھے۔ اللہ تیری پناہ ۱۲ نیلوی

[2] جبکہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ ابن قیمؒ کو متبحر عالم اور خادم اسلام ...

اور مساوات جب ہو سکتی ہے کہ جب دونوں کے لئے ایک سا علم مانا جائے۔ اور ہم اللہ کے علم کو ذاتی مانتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو عطائی کہتے ہیں تو مساوات کہاں رہی؟ [1]

آپ نے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے اس مرتبہ سیدنا حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام بھی لیا ہے آپ ان مقدس اکابرین کے ارشادات کو کیا سمجھ سکتے ہیں۔ حضرت غوث پاک نے یہ کہاں لکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو وقتِ قیامت کا علم عطا بھی نہیں ہوا۔ جو عبارت آپ نے پڑھ کر سنائی ہے اس میں آپ نے خود ہی یہ لفظ پڑھے ہیں کہ لَمْ یَتَبَیَّنْ لَهٗ وَقْتُهَا کہ حضورؐ کے لئے اس کا وقت ظاہر نہیں ہوا۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ کو خود بخود معلوم نہیں ہوا لیکن ان کے مولیٰ تعالیٰ نے ان کو بتلا دیا تھا [2]

ایسے ہی پیر مہر علی شاہ صاحب کی جو عبارت آپ نے پیش کی ہے اس میں بھی یہ کہیں نہیں کہ حضورؐ کو اس کا علم عطا نہیں فرمایا گیا تھا بلکہ اس میں صرف بعض آیتوں اور حدیثوں کا حوالہ ہے جن کے متعلق میں پہلے ہی آپ کو بتلا چکا ہوں کہ ان میں صرف علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے۔ پھر یہ بھی آپ نے غلط کہا کہ وہ ہم لوگوں کے مقتدا ہیں۔ حضرت صاحبزادے صاحب قبلہ فرماتے ہیں کہ وہ تو خود ہمارے یہاں کی گدی کے مرید ہیں۔

اس مرتبہ آپ نے جو تین حدیثیں علم قیامت کے متعلق اور پیش کی ہیں ان میں سے بھی کسی ایک میں یہ مذکور نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم عطا نہیں فرمایا بلکہ ان کا منشا صرف اتنا ہے کہ اس کا علم بالذات صرف خدا کو ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بالکل علم نہ ہونے پر ان حدیثوں کی کوئی دلالت نہیں۔

مولوی صاحب! آپ نے ملا علی قاریؒ کی طرف جھوٹی نسبت کر کے کہا تھا کہ انہوں نے موضوعاتِ کبیر میں ان لوگوں کو کافر کہا ہے جو اللہ و رسول (جل جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم) کے علوم میں مساوات کے قائل ہوں۔ اس کا جواب تو میں دے چکا کہ یہ آپ کا سفید جھوٹ ہے۔ وہ عبارت ملا علی قاری کی اپنی نہیں بلکہ ابن قیم بدمذہب سے انہوں نے نقل کی ہے۔ اب میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اکابر علماء امت نے ایسے لوگوں کو عرفاء کاملین میں شمار کیا ہے جو حضورؐ کے لئے تمام معلوماتِ الٰہیہ کا علم مانتے ہیں۔ سنئے!

---

[1] بیچارے مساوات کے معنی نہیں جانتے ۱۲۔ [2] واہ! کیا عالمانہ بات کہی ہے۔ ۱۲ نیلوی

حضرت شیخ محقق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج شریف ج ا۔ص ۱۷۵ میں فرماتے ہیں۔

"از بعضے صلحاء از اہل فضل شنیدہ شد کہ بعضے از عرفاء کتابے نوشتہ ودراں اثبات کردہ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم را تمامۂ علوم الٰہی معلوم ساختہ بودند"

یعنی بعض صالحین اہل فضل سے سنا گیا ہے کہ بعض عارفین نے ایک کتاب لکھی تھی اور اس میں ثابت کیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام معلوماتِ الٰہیہ کا علم عطا فرمایا گیا تھا۔

دیکھئے! حضرت شیخ محقق دہلوی رضی اللہ عنہ نے اولیائے کرام کا یہی مذہب نقل فرمایا اور ان کو عارف بتلایا۔ اور آپ کے فتوے سے معاذ اللہ یہ حضرات عرفاء کافر ہوئے۔ اور چونکہ حضرت شیخ رح نے ان کو عرفاء لکھا ہے لہٰذا وہ بھی کافر ہوئے اور پھر چونکہ آپ حضرت شیخ کو مسلمان بلکہ مسلمانوں کا پیشوا مانتے ہیں اس لئے آپ بھی اپنے ہی فتوے سے کافر ہو گئے ؎

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صیاد پھنس گیا

مولوی منظور صاحب! دیکھا؟ علم غیب ماننے والوں کو کافر کہنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی خود کافر ہو جاتا ہے اب میں قرآن سے ثابت کر کے دکھاتا ہوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے منکر کافر ہیں۔ تفسیر ابن جریر میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی شخص کی اونٹنی گم ہو گئی تھی، اس کی تلاش تھی۔ خدا کے محبوب علام الغیوب صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ جاؤ، اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ ہے اس پر ایک منافق بولا۔

يُحَدِّثُنَا مُحَمَّدٌ اَنَّ نَاقَةَ فُلَانٍ بِوَادِ كَذَا وَكَذَا وَمَا يُدْرِيهِ بِالْغَيْبِ.

یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں جگہ ہے، وہ غیب کیا جانیں"

اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۞ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ = یعنی یہ گستاخ اس گستاخی کی وجہ سے کافر ہو گئے اور اب ان کا

کوئی عذر مسموع نہ ہوگا۔

اس سے صاف ظاہر ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے منکر کافر ہیں۔ وللہ الحمد۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی (بعد حمد و صلوٰۃ) مجھے حیرت بھی ہوتی ہے اور افسوس بھی۔ کہ آپ، لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے نصوص شرعیہ میں کس قدر سخت تحریفیں کرتے ہیں۔ آپ نے ابھی تفسیر ابن جریر کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے اس میں ایک منافق کا یہ گستاخانہ قول ہے يُحَدِّثُنَا مُحَمَّدٌ اَنَّ نَاقَةَ فُلَانٍ بِوَادٍ كَذَا وَكَذَا وَمَا يُدْرِيهِ بِالْغَيْبِ۔ اور اس کی اسی گستاخی پر قرآن نے اس کو کافر کہا ہے۔ ایک معمولی عربی جاننے والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ اس منافق کے اس ناپاک قول کا مطلب یہ تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بوحی الٰہی غیب کی باتوں کی بالکل خبر نہیں اور گویا آپ کا وحی کا دعویٰ (معاذ اللہ) بالکل جھوٹ ہے۔" اور ظاہر ہے کہ ایسا کہنا یا اس قسم کے ناپاک خیال رکھنا یقیناً کفر ہے۔ بے شک جو بدبخت حضور علیہ السلام کے متعلق یہ کہے کہ معاذ اللہ آپ کو امور غیب کی بالکل بھی اطلاع نہیں تھی، اور وحی سے آپ کو غیب کی کوئی بات بھی معلوم نہیں ہوتی وہ یقیناً اور قطعاً کافر ہے۔ لیکن یہاں تو بحث علم غیب کلی میں ہے تو اگر آپ کے نزدیک علم غیب کلی کا انکار بھی کفر ہے اور آپ کا خیال یہی ہے کہ اس منافق نے وَمَا يُدْرِيهِ بِالْغَيْبِ کہہ کر حضورؐ کے صرف علم غیب کلی کی نفی کی تھی جس کے آپ مدعی ہیں اور اسی کے انکار کی وجہ سے قرآن نے اس پر کفر کا فتوےٰ لگایا تو پھر یہ تکفیر صرف ہم ہی تک نہیں پہنچے گی بلکہ اس صورت میں تو معاذ اللہ تمام وہ اکابر ملت صحابہ و تابعین و ائمہ مفسرین بھی کافر ٹھہریں گے جن کے ارشادات اور جن کی عبارات میں آپ کے سامنے اب تک پیش کر چکا ہوں۔ اور غضب یہ ہے کہ سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے اس فتوےٰ کفر کی زد میں آجائیں گے کیوں کہ وہ بھی ہرگز علم غیب کلی کے قائل نہیں ہیں۔ چنانچہ وقت قیامت کے متعلق میں ان کی تصریح ابھی ابھی ان کی مبارک کتاب "غنیۃ الطالبین" سے پیش کر چکا ہوں اور اس میں جو تاویل آپ نے کی ہے کہ حضرت شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب صرف علم ذاتی کی نفی کرنا ہے وہ اس قدر مہمل ہے کہ صرف ایسا ہی شخص اس کو پیش کر سکتا ہے جس کو عربی زبان سے مس نہ ہو، اس میں صاف الفاظ میں مذکور ہے۔

وَمَافِيهِ وَمَا يُدْرِيكَ فَلَمْ يَدْرِهِ وَلَمْ يُطْلِعْهُ عَلَيْهِ كَقَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا ۞

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالٰی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وقتِ قیامت کی اطلاع نہیں دی۔ کیا لَمْ یَدْرِہٖ اور لَمْ یُطْلِعْہُ عَلَیْہِ کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ حضرت شیخ رح صرف علم ذاتی کی نفی کر رہے ہیں انتہائی جہالت نہیں ہے؟ اگر آپ کے پلیٹ فارم پر کوئی معمولی عربی دان بھی موجود ہے تو میں اس سے درخواست کروں گا کہ وہ اس معاملہ میں اظہارِ رائے کرے۔ هَلْ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ؟

اسی طرح حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رح کی عبارت کے متعلق یہ کہنا کہ اس میں صرف علم ذاتی کی نفی ہے اس سے بھی بڑھ کر جہالت کا ثبوت دینا ہے اگر ان کی عبارت کا مطلب یہ لیا جائے تو پھر تو مرزا قادیانی کا مدعا ثابت ہو جائے گا جس کی وہ تردید کر رہے ہیں اور ان کا کلام لغو ومہمل قرار پائے گا۔ کیونکہ مرزا نے یہی لکھا تھا کہ قیامت سات ہزار سال پر آئے گی۔ اس کے رد میں پیر صاحب رح فرماتے ہیں کہ یہ سات ہزار کی تحدید منافی ہے "لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ" کے اور ان احادیث کے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (وقتِ قیامت سے) لاعلمی بیان فرمائی ہے ——— اب اگر خدا نے تھوڑی سی بھی عقل دی ہو تو سوچیے کہ جن آیات واحادیث کا پیر صاحب نے حوالہ دیا ہے اگر ان کے نزدیک صرف علم ذاتی کی نفی تھی تو وہ مرزا کے دعوٰی کے کس طرح خلاف ہو سکتی ہیں کیونکہ وہ علم ذاتی کا کب مدعی ہے؟ بلکہ اس صورت میں تو مرزا کا دعوٰی ثابت ہو جائے گا اور پیر صاحب کی بات غلط ہو جائے گی۔ بہر حال کچھ تو سوچ سمجھ کر بات کہا کیجیے یا آپ کے نزدیک بس بولے جانے کا نام مناظرہ ہے؟

بات طویل ہو گئی، میں اصل میں عرض یہ کر رہا تھا کہ مَا يُدْرِيهِ بِالْغَيْبِ کا مطلب اگر یہ لیا جائے کہ وہ منافق صرف علمِ غیب کلی کا منکر تھا جس کے آپ لوگ مدعی ہیں اور اسی بنا پر آپ کے نزدیک قرآن نے اس کو کافر کہا تو پھر یہ تکفیر ان تمام بزرگانِ دین تک متعدی ہو گی جن کے ارشادات میں پیش کر چکا ہوں۔ حتٰی کہ حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ اور پیر مہر علی شاہ صاحب کو بھی آپ کو کافر کہنا پڑے گا۔ کہئے! کیا آپ اس کے لئے تیار ہیں؟ اور پھر اسی پر بس نہیں، سب سے بڑی قیامت آپ کے لئے یہ ہے کہ اپنے پیر و مرشد مولوی احمد رضا

خان صاحب بریلوی کو بھی کافر ماننا پڑے گا، کیونکہ وہ خود علمِ غیب کلی کے منکر ہیں۔ چنانچہ اپنی مایۂ ناز کتاب "الدولۃ المکیۃ" کے صفحہ ۳۸ پر لکھتے ہیں۔

وَلَا نُثْبِتُ بِعَطَاءِ اللّٰہِ تَعَالیٰ اَیْضًا اِلَّا الْبَعْضَ

اور پھر خود ہی اپنے دوسرے رسالے "خالص الاعتقاد" میں اسی عبارت کو نقل کرکے ان لفظوں میں اس کا ترجمہ کرتے ہیں۔ "اور ہم عطاءِ الٰہی سے بھی بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع" (خالص الاعتقاد ص۲۳)

نیز اسی "الدولۃ المکیہ" کے ص۳۵ پر فرماتے ہیں۔

اِنَّا لَا نَدَّعِیْ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ اَحَاطَ بِجَمِیْعِ مَعْلُوْمَاتِ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالیٰ فَاِنَّہٗ مُحَالٌ لِلْمَخْلُوْقِ۔

یعنی ہم اس کے مدعی نہیں ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام معلوماتِ الٰہیہ کا علم حاصل تھا کیونکہ وہ تو مخلوق کے لئے حاصل ہونا محال ہے"۔

پس اب آپ کو چاہئے کہ سب سے پہلے اپنے پیر و مرشد فاضل بریلوی کو کافر کہیں، کیونکہ وہ علم کلی کے نہ صرف منکر ہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مخلوق کے لئے اس کے حصول کو محال کہتے ہیں۔ کہئے! کیا ہے اتنی ہمت؟

آں شوخ سرخ جامہ سوارِ سمند شد
یاراں! حذر کنید کہ آتش بلند شد

الغرض آپ کی پیش کردہ اُس روایت میں دو پہلو ہیں۔ ایک پہلو پر تمام اکابر امت کو حتیٰ کہ حضرت غوثِ اعظم اور اپنے پیر و مرشد مولوی احمد رضا خاں صاحب کو بھی آپ کو کافر کہنا پڑے گا، اور دوسرے پہلو سے وہ ہم پر حجت نہیں، ہمارا عقیدہ بھی وہی ہے۔

میں نے اپنی پچھلی تقریر میں "اشعۃ اللمعات" سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح کی جو ایک فیصلہ کن عبارت ابن صیاد کے متعلق نقل کی تھی اس کے متعلق آپ نے فرمایا ہے کہ اس سے مطلق علم کی نفی نہیں نکلتی بلکہ صرف علم بالوحی کی نفی نکلتی ہے۔

یہ جواب بھی اس قدر مہمل ہے کہ ہر معمولی سمجھ رکھنے والا بھی اس کی لغویت کو سمجھ سکتا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

" بالجملہ حال وے مبہم است و در ایں باب بر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی نہ شدہ "

ہر معمولی فارسی داں بھی اس کی روشنی میں سمجھ سکتا ہے کہ شیخ دہلوی رح کے نزدیک ابن صیاد کا حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پوشیدہ رہا اور وحی الٰہی نے بھی اس ابہام کا پردہ نہیں اٹھایا۔

حضرت شیخ رح کی یہ صاف وصریح عبارت اس بات کا زبردست قرینہ ہے کہ ان کی جن عبارتوں میں عموم واستغراق کے الفاظ ہیں ان میں استغراق عرفی مراد ہے ورنہ اگر آپ کی طرح حضرت شیخ رح بھی علم کلی کا عقیدہ رکھتے تو ابن صیاد کے متعلق ہرگز یہ نہ لکھتے۔ نیز وقت قیامت کے متعلق یہ نہ فرماتے کہ " آں را بجز خداوند تعالیٰ کسے نہ داند و وے تعالیٰ ہیچ کس را از ملائکہ و رسل بر آں اطلاع نداده "

شرح شفاء سے آپ نے جو عبارت پیش کی تھی لِاَنَّ رُوْحَهٗ صلی اللہ علیہ وسلم الخ

میں نے بر بنائے تسلیم اس کا جواب یہ دیا تھا کہ اس سے آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا؛ بلکہ دعویٰ کا دسواں بیسواں جزء بھی ثابت نہیں ہوتا۔ اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں کہ "اچھا جتنا ثابت ہوتا ہے پہلے اس کو مان لو، باقی ہم دوسرے دلائل سے ثابت کردیں گے"۔ مجھے رہ رہ کر تعجب ہوتا ہے کہ آپ اس قدر لایعنی باتیں کس طرح کرتے ہیں۔ میرے جواب کا منشاء یہ تھا کہ از روئے اصول مناظرہ وہ دلیل نہیں پیش کی جاسکتی جو کل دعویٰ کو ثابت نہ کرسکے۔ پس یا تو آپ اس دلیل کو واپس لیں یا اپنے دعویٰ کو واپس لے کر اس کے مطابق محدود دعویٰ کریں، کل کا دعویٰ کرنا اور اس کے ثبوت میں ایسی ناقص دلیل پیش کرنا جو اس کے دسویں بیسویں حصے کو بھی ثابت نہ کرسکے اسی شخص کا کام ہے جس کو اصول مناظرہ کی ہوا تک نہ لگی ہو۔

میں نے ایک جواب اس عبارت کا یہ بھی دیا تھا کہ اصل میں وہ نسخہ کی غلطی ہے اور اصل عبارت یوں ہے لَا لِاَنَّ رُوْحَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور اہل مطبع کی غلطی یا کسی محرف کی تحریف سے بجائے اس کے ای لِاَنَّ رُوْحَهٗ الخ چھپ گیا ہے اور میرے پاس اس کے دو زبردست قرینے ہیں۔ ایک یہ کہ اگر اس جگہ " لَا " نہ مانا جائے تو پوری عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ جب کوئی شخص کسی گھر میں داخل ہو اور اس میں اہل خانہ موجود ہوں تو ان کو سلام کرے اور اگر گھر میں کوئی موجود نہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجے۔ کیوں کہ آپ کی روح مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے۔ اگر غور کیا جائے تو یہ تعلیل اس صورت میں بالکل لغو ہے اس لئے کہ

روح مبارک کے ہر گھر میں حاضر ہونے کا مقتضیٰ تو یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی گھر میں داخل ہو خواہ وہ مسکونہ ہو یا غیر مسکونہ، اس میں اہل خانہ موجود ہوں یا نہ ہوں، بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجا جائے روح مبارک کے تمام گھروں میں ہونے کا یہ مقتضیٰ کیسے ہو سکتا ہے کہ جن گھروں میں کوئی نہ ہو پس ان گھروں میں داخل ہوتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجا جائے۔ ہاں اگر عبارت اس طرح ہوتی کہ

لِاَنَّ رُوْحَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاضِرَةٌ فِي الْبُيُوْتِ الْخَالِيَةِ

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک خالی اور غیر آباد گھروں ہی میں رہتی ہے " تو بے شک کسی درجہ میں یہ تعلیل درست ہو جاتی۔ الغرض اگر اس عبارت کو صحیح مانا جائے تو نتیجہ یہ ہو گا کہ دلیل دعوٰے کے اور علت معلول کے مطابق نہ ہو گی۔

دوسری بات یہ ہے کہ روح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا سب مسلمانوں کے گھر میں ہونا بالکل بے بنیاد اور بے اصل خیال ہے۔ شریعت میں اس کی کوئی دلیل نہیں۔ اور حضرت ملا علی قاری رح سے یہ بعید ہے کہ ان کے قلم سے کوئی ایسی بے اصل اور بے بنیاد بات نکلے۔ یہ دو قرینے اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہاں عبارت میں تصحیف اور تحریف ہوئی ہے اور اصل عبارت یوں تھی لَا لِاَنَّ رُوْحَهُ صلی اللہ علیہ وسلم اور گویا ملا علی قاری رح یہاں ایک پیدا ہونے والے وہم کا ازالہ فرما رہے ہیں۔ متن شفاء میں جو مسئلہ مذکور ہوا تھا کہ اگر کسی خالی گھر میں کوئی جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجے، اس سے یہ وہم ہو سکتا تھا کہ شاید یہ حکم اس لئے ہے کہ حضور ص کی روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں حاضر رہتی ہے تو اس وہم کے دفعیہ کے لئے علامہ رح نے یہ تصریح فرما دی کہ یہ حکم اس لئے نہیں ہے۔ رہا آپ کا یہ فرمانا کہ پھر اس صورت میں " بَلْ " ہونا چاہئے تھا تو اس کے جواب میں عرض کرتا ہوں کہ صرف اس وہم کے دفعہ کر دینے سے یہ پہلو خود بخود متعین ہو جاتا ہے کہ یہ ایک تعبدی حکم ہے اور اس لئے " بَلْ " کی ضرورت نہیں رہتی۔ الغرض ان زبردست قرائن کی بنیاد پر میں کہتا ہوں کہ اصل نسخہ میں اس جگہ " لا " تھا اور اس صورت میں آپ کا استدلال بالکل ہی ختم ہو جاتا ہے۔

میں نے موضوعات کبیر سے جو عبارت پیش کی تھی اس کے متعلق آپ نے خوف خدا سے بالکل ہی بے پرواہ ہو کر کہا ہے کہ وہ " ابن قیم " بدمذہب " کی عبارت ہے پھر خذله الله تعالى واضله على علم

کہ کر آپ نے مزید ثواب حاصل کیا ہے۔ خیر اس کا انتقام تو ان کا رب تعالیٰ خود لے گا البتہ یہاں کے حاضرین کو بھی اتنا ضرور معلوم ہو گیا کہ آپ کی بدگوئیوں کا نشانہ ہم گنہگار ہی نہیں ہیں بلکہ اللہ کے وہ نیک بندے بھی آپ کی اس کفر بازی کا شکار ہیں جن کے متعلق خدا کی رحمت سے امید ہے کہ اب سے پانچ چھ سو برس پہلے جنت الفردوس میں پہنچ چکے ہوں گے۔ ؎

گھائل تری نظر کا بنوع دگر ہر ایک
زخمی کچھ ایک بندۂ درگاہ ہی نہیں

میں اس وقت علامہ ابن قیم رح کی علمی عظمت اور دینی جلالت کے متعلق کچھ زیادہ نہیں کہنا چاہتا کیونکہ وہ اصل موضوع بحث سے خارج ہے اور پھر میرے وقت میں بھی زیادہ گنجائش نہیں تاہم اتنا ضرور عرض کروں گا کہ امت کے مسلّم علماء نے ان کے مستقل مناقب لکھے ہیں۔ خود علامہ قاری رح اور حافظ عماد الدین ابن کثیر صاحب تفسیر رح نے ان کی بہت زیادہ تعریف لکھی ہے اور ان کی عظمت وجلالت کا اعتراف نہایت بلند الفاظ میں کیا ہے۔ علامہ شامی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی رد المحتار کتاب الجنائز میں ان کا ذکر عزت کے کلمات میں کیا ہے۔

اور ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے موضوعاتِ کبیر میں جہاں ان کا ایک طویل کلام نقل کیا ہے وہاں ان کا ذکر اسی طور پر کیا ہے جس طرح کہ ائمہ دین کا کیا جاتا ہے۔ خیر یہ تو ان کی جلالتِ قدر اور رفعتِ شان کے متعلق چند مختصر اشارات میں نے کئے ہیں۔ اب اصل بحث کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

میں نے جو عبارت موضوعاتِ کبیر کی پیش کی تھی آپ نے اس کا جواب ایک تو یہ دیا کہ وہ عبارت خود ملا علی قاری رح کی نہیں بلکہ ابن قیم رح کی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ آپ نے بالکل غلط اور محض جھوٹ کہا۔ جو عبارت میں نے پیش کی ہے اور جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم کلی ماننے والوں کی اجماعی تکفیر موجود ہے وہ خود علامہ قاری رح کی ہے جو قُلْتُ کے لفظ سے شروع ہے۔ ہاں بے شک اس سے پہلے حافظ ابن قیم رح کی عبارت ہے جس کو علامہ قاری رح نے حق جان کر نقل کیا ہے اور اپنی کتاب کا جزء بنایا ہے۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ لفظ قُلْتُ سے شروع کر کے جو عبارت لکھی ہے اس سے ان کی غرض حافظ ابن قیم رح کی تائید ہی ہے جیسا کہ ہر وہ شخص سمجھ سکتا ہے جس کو عربی کی معمولی سی بھی مناسبت ہو۔ الغرض موضوعاتِ کبیر سے جو عبارت میں نے پیش کی ہے کہ مَنِ اعْتَقَدَ تَسْوِيَةَ عِلْمِ

اللہِ وَرَسُوْلِہٖ یَکْفُرُ اِجْمَاعًا وہ یقیناً وقطعاً خود علامہ قاری رح کی ہے۔

دوسری عجیب بات آپ نے اس کے جواب میں یہ کہی ہے کہ اللہ اور رسول ص کے علم میں مساوات جب ہو سکتی ہے جب دونوں کے لئے ایک سا علم مانا جائے۔ یعنی دونوں کے لئے ذاتی یا دونوں کے لئے عطائی تسلیم کیا جائے۔ اور ہم چونکہ اللہ کا علم ذاتی مانتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عطائی اس لئے ہمارے عقیدے کی بنا پر علم میں مساوات لازم نہیں آتی اور اس واسطے موضوعاتِ کبیر کی عبارت ہمارے عقیدے سے غیر متعلق ہے —— اس کا جواب بجائے اس کے کہ میں خود دوں آپ کے پیر و مرشد اعلیٰ حضرت بریلوی کی زبان سے سنا دینا چاہتا ہوں۔ سنئے! اور بگوشِ ہوش سنئے! وہ اپنی کتاب "الدولۃ المکیۃ" کے حاشیہ ص۱۲ پر موضوعاتِ کبیر کی اسی عبارت مَنِ اعْتَقَدَ تَسْوِیَۃَ عِلْمِ اللّٰہِ الخ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں

وَاِنْ اَرَادَ مُجَرَّدَ التَّسْوِیَۃِ فِی الْمِقْدَارِ کَمَا ھُوَ ظَاھِرُ کَلَامِہٖ الخ

اس سے صاف معلوم ہوا کہ آپ کے پیر و مرشد فاضل بریلوی کے نزدیک بھی اس عبارت میں مساوات فی المقدار مراد ہونا ظاہر کلام ہے۔ لہٰذا آپ نے جو توجیہ کی وہ خلاف ظاہر ہوئی۔ بہرکیف علامہ علی القاری رح کی وہ عبارت صراحتاً اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو علم الٰہی کے برابر مانتے ہیں جیسا کہ اس وقت آپ کا دعویٰ ہے وہ بالاجماع کافر ہیں۔

آپ نے مدارج النبوت کا حوالہ دیتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے لوگوں کو عُرفاء میں شمار کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ آپ کا محض افتراء ہے اور آپ نے حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کی عبارت میں خیانت کی ہے آپ برائے کرم مدارج النبوت میرے پاس بھیج دیجئے، اس میں اسی موقعہ پر حضرت شیخ رح نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ عقیدہ بہت سے نصوصِ شرعیہ کے خلاف ہے۔ اور معلوم نہیں کہ ان بزرگوں کے کلام کا مقصد کیا ہے؟ الغرض حضرت شیخ رح نے اس عقیدے کو نصوصِ شرعیہ کے خلاف بتلایا ہے۔ البتہ چونکہ حضرت شیخ رح نے ان لوگوں کی عبارات خود نہیں دیکھیں اس لئے حسن ظن کے طور پر یہ سمجھا کہ شاید ان کا کچھ اور مقصد ہو اسی وجہ سے ان پر کفر وغیرہ کا حکم نہیں کیا۔ اور بے شک جب تک کہ کسی کے متعلق قطعی طور پر یہ نہ معلوم ہو جائے کہ وہ ایسا گمراہانہ عقیدہ رکھتا ہے تو محض سنی سنائی باتوں پر اس کی تکفیر یا تضلیل نہیں کی جا سکتی۔

حاصل کلام یہ کہ حضرت شیخ رحمہ نے علم کلی کے عقیدے کو صاف لفظوں میں نصوص قطعیہ کے خلاف لکھ کر مسئلہ واضح کر دیا۔ اور جن بزرگوں کے متعلق آپ کو یہ بتلایا گیا کہ وہ اس کے قائل ہیں، چونکہ ان کی اصل عبارات حضرت شیخ رحمہ کے سامنے نہیں تھیں اور ان کی مراد کا علم ان کو نہیں تھا اس واسطے تحسیناً للظن ان کو عارف لکھا اور یہ ظاہر کرایا کہ معلوم نہیں کہ ان کی کیا مراد ہوگی اور ان کے کلام کا کیا مطلب ہوگا ورنہ ظاہر ہے کہ جو شخص نصوص شرعیہ کے خلاف عقائد رکھتا ہو اس کو حضرت شیخ رحمہ کس طرح عارف لکھ سکتے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ میں آپ کی تمام چیزوں کا جواب دے چکا اور چونکہ مدعی ہونے کی حیثیت سے میری یہ آخری تقریر ہے اس لئے اب میں کوئی نئی دلیل پیش کرنا نہیں چاہتا۔ البتہ حاضرین سے یہ درخواست ضرور کروں گا کہ وہ غور کریں اور انصاف سے کام لیں۔

محترم سامعین! کیسا ہی باطل پرست ہو، مناظرہ میں اس کی زبان بند نہیں ہوا کرتی۔ حق و باطل کا فیصلہ دلائل سے ہوتا ہے۔ میں نے جو دعوے شروع میں کیا تھا کہ علم کلی محیط تفصیلی صرف حق تعالے کو ہے اور جو کسی مخلوق کے لئے بھی اس کے برابر علم مانے وہ کافر اور اسلام سے خارج ہے۔ الحمدللہ میں اس کے ثبوت سے سبکدوش ہو چکا اور میں نے آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہ اور ارشادات سلف صالحین سے اس کا اتنا روشن ثبوت پیش کر دیا کہ اس کے بعد ہمارے مخالفین کے لئے کوئی عذر باقی نہیں رہ سکتا۔ میرے مخاطب مولوی حشمت علی صاحب نے بھی آیتیں اور حدیثیں پڑھیں، لیکن میں نے بحمداللہ سلف امت ہی کے ارشادات سے ان کے وہ جوابات دیئے کہ جن کے جواب الجواب مولوی حشمت علی صاحب کچھ نہیں دے سکے اور نہ قیامت تک دے سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ لاجواب ہیں۔ اور میرے دلائل کے متعلق مولوی حشمت علی صاحب نے جو کچھ کہا، میں الحمدللہ اس کے لفظ لفظ کا جواب دے چکا۔ یہ پہلا مناظرہ ختم ہو چکا۔ اب دوسرا سلسلہ شروع ہوگا مسئلہ یہی ہوگا۔ البتہ اس میں مولوی حشمت علی صاحب کی حیثیت مدعی کی ہوگی۔ آپ حضرات نے جس طرح اب تک صبر و سکون سے سنا میں امید کرتا ہوں کہ آخر تک آپ اسی صبر و سکون سے سنیں گے۔ اب میں مولوی حشمت علی صاحب سے درخواست کروں گا کہ وہ حسب قرار مدعی بلکہ وکیل مدعی کی حیثیت سے اپنے مؤکل صاحبزادہ صاحب کے دعوٰی وعلم غیب کلی کا ثبوت پیش کریں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ

خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ -

نوٹ از مرتب غفرلہٗ

پہلے دن کا یہ مناظرہ جس میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہٗ مدعی تھے چار گھنٹے ہوا، تین گھنٹے سے کچھ کم ۱۵ ذی الحجہ کو اور ایک گھنٹہ سے کچھ زیادہ ۱۶ ذی الحجہ کو ہم نے پوری کوشش کی ہے کہ فریقین کی تقریروں کو بلا کسی کمی بیشی کے پیش کریں۔ تاہم اتنا تصرف ہم نے ضرور کیا ہے کہ فریقین کی تقریروں کے بعض مکرر اجزاء کو کہیں کہیں حذف کر دیا۔ نیز مولوی حشمت علی صاحب اپنے خاص انداز میں جو دل آزار فقرے حضرت مولانا شاہ حسین علی صاحب یا حضرت مولانا محمد منظور صاحب یا مولانا منور الدین صاحب یا ان کے اکابر مرحومین کے متعلق کہہ کر اپنی مخصوص بریلویانہ تہذیب کا مظاہرہ کرتے تھے ان کو ہم نے یہاں بالقصد قلم انداز کر دیا کہ ان کے نقل کرنے میں طول بھی ہوتا اور وہ ناظرین کے لئے صرف تکدر طبع ہی کا باعث ہو سکتے تھے، اس کے علاوہ کوئی تصرف ہم نے نہیں کیا۔ اور پورے وثوق کے ساتھ ہم کہہ سکتے ہیں کہ کسی فریق کی کوئی دلیل یا مناظر کا کوئی جواب ہم نے اپنی دانست میں نقل کرنے سے نہیں چھوڑا ہے اور نہ کسی کی تقریر میں کوئی اضافہ کیا ہے۔ بہرحال ہم نے اپنی طرف سے روداد نویسی کی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے پوری طرح انصاف کی کوشش کی ہے۔ تاہم اگر کسی جگہ ہمارے قلم سے کوئی لغزش ہوئی ہو اور کوئی بات اصلیت سے کم یا زیادہ لکھی گئی ہو تو اس کے لئے ہم اپنے خدا سے معافی کے خواستگار ہیں۔

❖ ❖ ❖

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہٗ نے اپنی آخری تقریر میں علامہ ابن القیم رح کے متعلق فرمایا تھا کہ حضرت علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی بہت زیادہ تعریف کی ہے اور ان کی عظمت و جلالت کا اعتراف نہایت شاندار الفاظ میں کیا ہے، لیکن وہاں حضرت علی قاری رح کی وہ عبارت پیش نہیں ہوئی تھی، ہم مولانا ممدوح ہی سے اصل عبارت حاصل کر کے تکمیل فائدے کے لئے یہاں درج کرتے ہیں۔

علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب "جمع الوسائل فی شرح الشمائل" میں علامہ ابن القیم رح اور ان کے استاذ امام ابن تیمیہ رح کے متعلق ارقام فرماتے ہیں۔

"وَمَنْ طَالَعَ شَرْحَ مَنَازِلِ السَّائِرِيْنَ تَبَيَّنَ لَهٗ اَنَّهُمَا كَانَا مِنَ

اَکَابِرِ اَھْلِ السُّنَّةِ وَ الْجَمَاعَةِ وَ مِنْ اَوْلِیَاۤءِ ھٰذِہِ الْاُمَّةِ

(جمع الوسائل فی شرح الشمائل، ج ا ص ۲۰۸ مطبوعہ مصر)

یعنی جو شخص ابن قیم رح کی کتاب "شرح منازل السائرین" کا مطالعہ کرے اسے معلوم ہو جائے گا کہ وہ دونوں (علامہ ابن قیم رح اور امام ابن تیمیہ رح) اکابر اہل سنت وجماعت اور امت محمدیہ کے اولیاء اللہ میں سے تھے"۔

اسی کے ساتھ علامہ سیوطی رح کی ایک شہادت بھی ملاحظہ ہو۔ اپنی کتاب "بغیۃ الوعاۃ" میں حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

صَنَّفَ وَنَاظَرَ وَاجْتَہَدَ وَصَارَ مِنَ الْاَئِمَّةِ الْکِبَارِ فِی التَّفْسِیْرِ وَ الْحَدِیْثِ وَالْفُرُوْعِ الخ

یعنی علامہ ابن قیم رح نے بہت سی تصنیفیں کیں، اہل باطل سے مناظرے کئے اور مجتہدانہ طور پر شریعت کی خدمت کی اور تفسیر وحدیث اور فقہ میں ائمہ کبار میں سے ہوئے"۔

❊

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کی آخری تقریر کے بعد مولانا عبدالحنان صاحب صدر من جانب اہلسنت نے مختصر تقریر فرمائی اور حاضرین کو بتایا کہ مناظرہ کی پہلی قسط ختم ہو گئی۔ اب دوسرا مناظرہ شروع ہوتا ہے۔ اور ساتھ ہی مولوی حشمت علی صاحب سے درخواست کی کہ وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں تقریر شروع فرمائیں۔ لیکن پہلے مناظرہ میں جو چیزیں پیش کی جا چکی ہیں اب ان کا ذکر کرکے پھر انہی کی تکرار کے لئے راستہ نہ کھولیں اور یہی استدعاء آپ نے مولانا محمد منظور صاحب سے بھی کی۔ اور اس کے بعد دوسرا مناظرہ شروع ہو گیا۔ جس کی کاروائی اب درج کی جاتی ہے۔

ناچیز مرتب غفرلہٗ

دوسرا مناظرہ

مولوی حشمت علی صاحب

ایک طویل مگر خالص بریلویانہ خطبہ کے بعد ؎

نالۂ بلبل شیدا تو سنا ہنس ہنس کر ٭ اب جگر تھام کے بیٹھو کہ میرا نمبر آیا

حضراتِ گرامی! اب تک جو مناظرہ ہوا اس میں مدعی مولوی منظور صاحب تھے اور ان کا دعویٰ یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا اور جو حضور اقدس کے علم غیب کا عقیدہ رکھے وہ کافر ہے۔ آپ حضرات نے دیکھ لیا کہ مولوی صاحب دونوں باتوں میں سے کچھ بھی ثابت نہیں کر سکے۔ علم نہ ہونے پر تو انہوں نے دو چار غلط سلط دلیلیں پیش بھی کیں جن کی دھجیاں میں نے اڑا دیں لیکن کفر کی تو وہ کوئی برائے نام دلیل بھی پیش نہیں کر سکے۔

اب لیجئے میرا نمبر آیا ہے۔ میں پہلے اپنا دعوے پیش کرتا ہوں۔

بھائیو! ہم اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالےٰ خالق کونین نے اپنے حبیب مالک کونین ؐ کو تمام غیوب پر مطلع فرمایا۔ اور نہ صرف غیوب پر بلکہ عالم شہادت کے بھی تمام علوم عطا فرمائے، یہاں تک کہ علم اقدس جمیع ماکان وما یکون کو محیط ہوگیا اور زمین و آسمان، دنیا و آخرت کا کوئی ذرہ حضور ؐ کے علم شریف سے خارج نہ رہا۔

یہ ہے ہمارا دعوے اور ہم اہلسنت کا عقیدہ۔ اب تک کی تقریروں میں میں نے جو آیتیں، اور حدیثیں بطورِ معارضہ کے پیش کی تھیں وہ سب بھی میرے اس دعوے کی دلیلیں ہیں۔ لیکن اب میں دوسرے دلائل و براہین پیش کرتا ہوں۔ سنئے! اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۞ (النساء، ۱۱۳)

یعنی اے محبوبؐ ! اللہ تعالیٰ نے تم کو سکھا دیا ہے جو کچھ تم نہیں جانتے تھے اور تم پر اللہ کا فضل عظیم ہے "

دیکھئے ! اس آیت میں " مَا " کلمہ عام ہے - لہذا مطلب یہ ہے کہ حضورؐ کو جو علوم حاصل نہ تھے وہ سب آپ کے مولا تعالیٰ نے آپ کو سکھلا دیئے - اب آپ غیب و شہادت کی کوئی جزئی اور ماکان و مایکون میں سے کوئی چیز بھی لیں وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اس آیت کے نزول سے پہلے حضورؐ کو معلوم تھی یا نہیں معلوم تھی - اگر معلوم تھی تو اس کا علم خود ہی ثابت ہو گیا اور جو معلوم نہ تھی تو اس آیت نے بتلایا کہ جو کچھ حضورؐ کو معلوم نہ تھا وہ سب اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلا دیا - بہر حال " مَا " کے عموم میں سب ہی چیزیں آگئیں - اب جو شخص کسی ایک چیز کے متعلق بھی یہ کہے کہ اس کا علم حضورؐ کو نہیں عطا فرمایا گیا تو وہ اس آیت کریمہ کے مضمون کا منکر ہے - اور آپ جانتے ہیں کہ قرآن پاک کے ایک لفظ اور اس کے کسی ایک حکم کے انکار سے آدمی کافر ہو جاتا ہے - لہذا ثابت ہوا کہ جو لوگ حضورؐ کے لئے علم کلی نہیں مانتے وہ کافر ہیں -

لیجئے ! مولوی منظور صاحب ! آپ تو علم غیب کے مسئلہ میں صاحب زادہ صاحب کا کفر ثابت کرنے آئے تھے ، اور یہاں خود آپ کا اور آپ کے مؤکل منور دین اور ان کے پیر و مرشد مولوی حسین علی صاحب بلکہ حضورؐ کے علم کلی کے منکر سارے وہابیوں کا کفر ثابت ہو گیا - خدا توفیق دے تو اب بھی توبہ کر لیجئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کلی پر ایمان لا کر مسلمان ہو جائیے !

لیجئے اس کے بعد ایک حدیث پاک بھی سنئے - مشکوٰۃ شریف باب المعجزات میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے -

جَاءَ ذِئْبٌ اِلٰی رَاعِیْ غَنَمٍ فَاَخَذَ مِنْهَا شَاةً فَطَلَبَهُ الرَّاعِیْ حَتّٰی انْتَزَعَهَا مِنْهُ قَالَ فَصَعَدَ الذِّئْبُ عَلٰی تَلٍّ فَاَقْعٰی وَاسْتَفَرَ وَ قَالَ قَدْ عَمَدْتُ اِلٰی رِزْقٍ رَزَقَنِیْهِ اللّٰهُ تَعَالٰی اَخَذْتُ ثُمَّ انْتَزَعْتَهُ مِنِّیْ فَقَالَ الرَّجُلُ تَاللّٰهِ اِنْ رَاَیْتُ كَالْیَوْمِ ذِئْبٌ یَتَكَلَّمُ فَقَالَ الذِّئْبُ اَعْجَبُ مِنْ هٰذَا رَجُلٌ فِی النَّخْلَاتِ بَیْنَ الْحَرَّتَیْنِ

يُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضٰى وَمَا هُوَ كَائِنٌ بَعْدَكُمْ قَالَ فَكَانَ الرَّجُلُ يَهُوْدِيًّا فَجَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ وَأَسْلَمَ فَصَدَّقَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بھیڑیا بکریوں کے ایک چرواہے کی طرف آیا اور اس نے ریوڑ میں سے ایک بکری پکڑ لی۔ چرواہے نے اس بھیڑیے کو ڈھونڈا یہاں تک کہ اس بکری کو اس سے چھڑا لیا۔ فرماتے ہیں کہ پھر وہ بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ گیا اور اس نے کہا کہ میں نے وہ روزی لینی چاہی تھی جو اللہ نے مجھے دی تھی اور میں نے اسے پکڑ لیا تھا مگر تو نے اسے مجھ سے چھین لیا، چرواہے نے کہا بخدا آج کا سا واقعہ تو کبھی بھی نہیں دیکھا کہ بھیڑیا باتیں کر رہا ہے، بھیڑیا بولا کہ اس سے زیادہ قابل تعجب بات یہ ہے کہ ایک صاحب جو ان دونوں سنگستانوں کے درمیان کھجور کے درختوں یعنی مدینہ طیبہ میں تشریف فرما ہیں وہ تم کو ان سب باتوں کی جو تم سے پہلے ہو چکی ہیں اور ان سب باتوں کی جو تمہارے بعد ہونے والی ہیں خبر دیتے ہیں۔ راوی فرماتے ہیں کہ وہ چرواہا یہودی تھا۔ یہ واقعہ دیکھ کر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اور آپ کو اس واقعہ کی خبر دی اور مسلمان بھی ہو گیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کی تصدیق بھی فرمائی ؟

مسلمان بھائیو! آپ نے یہ حدیث پاک سنی، دیکھئے اللہ تعالے نے بھیڑیوں تک سے اپنے محبوب مطلع علی الغیوب صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب اور علم جمیع ماکان و مایکون کی گواہی دلوائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزۂ علم غیب کو دیکھ کر کافر اسلام لائے مگر آج بہت سے مسلمان کہلانے والے انسان اس کے منکر ہیں۔ درحقیقت وہ جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔ انہیں کے حق میں اللہ تعالے نے فرمایا ہے۔ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ؏

لیجئے ایک حدیث پاک اور سنئے۔ صحیح بخاری شریف کتاب بدأ الخلق میں سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے۔

قَالَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ ۔

یعنی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہوکر ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں اور دوزخیوں کے اپنی اپنی منزلوں میں داخل ہونے تک کی خبر دی ، یاد رکھا اس کو جس نے یاد رکھا ، اور بھلا دیا اس کو جس نے بھلا دیا ۔

یہ حدیث صحیح بخاری شریف کی ہے اور پہلی حدیث کی مصدق ہے اس سے صاف ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب کلی حاصل تھا اور ابتدائے آفرینش دنیا سے لے کر حشر نشر بلکہ داخلہ جنت و نار تک کا تمام ماکان و مایکون آپ نے اپنے صحابہ کے سامنے بیان بھی فرمایا ۔

مولوی منظور صاحب ! کیا یہ حدیثیں آپ کی نظر نہیں پڑتیں ؟ کیا دیوبند کے مدرسہ میں ان حدیثوں کی تعلیم نہیں دی جاتی جس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی فضیلت ثابت ہوتی ہو ؟ کیا ان حدیثوں پر آپ لوگوں کا ایمان نہیں ہے ؟

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی (بعد خطبہ مسنونہ) اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ہے کہ مناظرہ کا پہلا سلسلہ جس میں میں مدعی تھا بخیر و خوبی ختم ہوا ۔ اب خواہ کسی کی زبان اقرار کرے یا نہ کرے لیکن میں امید کرتا ہوں کہ فریق مقابل کے دلوں کو بھی اس کا اندازہ ہو گا کہ میں نے جو دعوے پیش کیا تھا اس کو بعون اللہ کیسے دلائل و براہین کی روشنی میں میں نے ثابت کر دیا ۔ لیکن یقین کیا جائے کہ اس میں میری قابلیت کو دخل نہیں ، نہ میں قابلیت کا مدعی ہوں ۔ جو کچھ ہوا وہ محض حق تعالیٰ کی تائید و نصرت سے ہوا ۔ فَلَهُ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ اب یہ دوسرا سلسلہ شروع ہوا ہے جس میں مدعی مولوی حشمت علی صاحب ہیں خدا کرے یہ بھی بخیر انجام کو پہنچے ۔ نیز میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں بھی میری زبان سے حق ہی نکلوائے اور اس کے قبول کرنے کے لئے ہمارے مخالفین کے بھی سینے کھول دے ۔

اس کے بعد میں اصل بحث کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

فاضل مخاطب مولوی حشمت علی صاحب نے اپنے دعوے کے ثبوت میں ایک آیت اور دو حدیثیں پیش کی ہیں آیت سے آپ کے استدلال کا مدار اس پر ہے کہ "ما" کلمۂ عموم ہے اور اس لئے آیت کا مطلب یہ ہے کہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ نہیں جانتے تھے وہ سب آپ کو اللہ تعالیٰ نے سکھلادیا۔

اس کے جواب میں میری پہلی گزارش یہ ہے کہ "ما" کا ہمیشہ عموم و استغراق حقیقی کے لئے ہونا صحیح نہیں، خود قرآن مجید میں "ما" بغیر عموم و استغراق کے بکثرت مستعمل ہوا ہے، چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [1] کی شان میں قرآن پاک کا ارشاد ہے۔ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ⁂ اور ہمارے رسول ہم تم کو وہ باتیں سکھاتے ہیں جو تم نہیں جانتے تھے۔ دیکھئے اس آیت میں اگر "ما" کو عموم و استغراق کے لئے مانا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح صحابۂ کرام کے لئے بھی علم کلی ماننا پڑے گا۔ ایک اور موقعہ پر ارشاد ہے۔

وَعُلِّمْتُمْ مَا لَمْ تَعْلَمُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ یعنی تم کو ان باتوں کی تعلیم دی گئی ہے جو تم نہیں جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادے" (الانعام، ۹۲)

اس آیت میں بھی وہی "ما" کا کلمہ ہے اگر اس کو عموم و استغراق کے لئے مانا جائے تو ماننا پڑے گا کہ اس آیت میں جن لوگوں کو خطاب ہے ان سب کو بھی علم کلی دیا گیا۔

اور واضح رہے کہ اکثر مفسرین کے نزدیک اس آیت کے مخاطب یہودی ہیں اور آیت کا سیاق و سباق بھی یہی چاہتا ہے۔ کیوں کہ اوپر سے خطاب یہود ہی سے چلا آرہا ہے۔ الغرض اگر اس آیت میں "ما" کو عموم و استغراق کے لئے مانا جائے تو ماننا پڑے گا کہ عہد نبوت کے یہودیوں کو بھی علم غیب کلی حاصل تھا۔

اور سنئے قرآن پاک ہی میں ہے۔ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو وہ نہیں جانتا تھا۔

---

[1] نسخہ منقول عنہا میں اسی طرح ہے مگر اصل عبارت یوں ہونی چاہئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی شان میں۔ (نیلوی)

اس آیت میں اگر مَا کو عموم و استغراق کے لئے مانا جائے تو پھر سارے ہی انسانوں کے لئے علم کلی ماننا پڑے گا۔ یہ میں نے صرف تین آیتیں پیش کی ہیں جہاں تعلیم ہی کے ساتھ مَا کا استعمال ہوا ہے۔ اور ان میں سے کسی ایک جگہ بھی وہ عموم و استغراق کے لئے نہیں ہے۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔ بلکہ اس آیت کا مطلب صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے ایسی باتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم فرمائیں جو آپ پہلے سے نہ جانتے تھے بلکہ جن کو از خود آپ جان بھی نہیں سکتے تھے اور اس سے مراد احکام شرعیہ اور معارف الٰہیہ اور گزشتہ قوموں کے واقعات اور مستقبل کے وہ اہم حوادث ہیں جن کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ دی گئی اور جس کا کافی حصہ خود قرآن پاک میں موجود ہے۔

میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آپ کسی ایک ایسے معتبر مفسر کا نام نہیں بتلا سکتے جس نے اس آیت میں مَا کو عموم و استغراق حقیقی کے لئے لے کر اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم کلی ثابت کیا ہو۔ علاوہ ازیں اس آیت سے علم کلی ثابت کرنا خود آپ کو مشکلات میں ڈال دے گا۔ کیونکہ آپ حضرات بھی ختم نزول قرآن سے پہلے اس علم کلی کے حصول کے قائل نہیں ہیں اور یہ آیت ختم نزول قرآن سے سات برس پہلے اوائل ۳ھ میں نازل ہوئی ہے۔ پس اگر فی الحقیقت آپ کے نزدیک اس آیت سے علم غیب کلی ثابت ہوتا تو آپ کم از کم ۳ھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کلی مانتے، حالانکہ آپ لوگ اخیر زمانہ حیات میں اس کے حصول کے قائل ہیں۔ بہر حال اس آیت سے تو کسی طرح بھی آپ کا استدلال صحیح نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح جو دو حدیثیں آپ نے پیش کی ہیں ان سے بھی کسی طرح آپ کا دعوےٰ ثابت نہیں ہو سکتا۔ پہلی حدیث جو بھیڑیے والی آپ نے پیش کی ہے اس کے وہ الفاظ جن سے آپ کا استدلال ہے یہ ہیں۔ يُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضٰى وَمَا هُوَ كَائِنٌ اس میں بھی وہی مَا کا لفظ ہے اور میں ثابت کر چکا کہ وہ ہمیشہ عموم و استغراق کے لئے نہیں ہوتا۔ اور اس حدیث میں تو بالیقین وہ عموم و استغراق کے لئے نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا مانا جائے تو حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں کو بھی علم غیب کلی کی تعلیم دیتے تھے اور اس صورت میں لازم آئے گا کہ صحابہ کرام رض بھی اس علم غیب کلی میں آپ کے شریک ہوں حالانکہ یہ عقیدہ خود آپ حضرات کا بھی نہیں ہے۔ لہٰذا حدیث کا صحیح مطلب یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی وحی سے معجزہ کے طور پر گزشتہ باتوں اور آئندہ

ہونے والے واقعات کی خبر دیتے ہیں۔ اور بے شک ہمارا ایمان ہے کہ آپ نے بوحی الٰہی ماضی و مستقبل کے بہت سے واقعات کی خبریں اپنے صحابہؓ کو دیں جو ان کی روایت سے ہم تک بھی پہنچی ہیں۔ الغرض بکس پڑھ رہا ہے والی حدیث کو بھی آپ کے مدعیٰ سے کوئی تعلق نہیں۔

دوسری حدیث آپ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی جو پیش کی ہے اس میں تو کوئی لفظ بھی ایسا نہیں جس سے کھینچ تان کر بھی علم غیب کلی ثابت کیا جا سکے۔ اس کا مفاد تو صرف یہ ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے آغاز آفرینش سے روزِ آخر تک کے احوال بیان فرمائے۔ اس کا ظاہر اور واضح مطلب یہی ہے کہ روزِ اول سے روزِ آخر تک جو قابل ذکر واقعات پیش آنے والے تھے وہ آپ نے بیان فرمائے، نہ یہ کہ ساری دنیا کے درختوں کے پتوں، قیامت تک ہونے والی بارشوں کے قطروں، تمام دریاؤں، نہروں، تالابوں کی مچھلیوں، مینڈکوں اور قیامت تک پیدا ہونے والی مرغیوں، بکریوں بلکہ مکھیوں، مچھروں اور زمین کے سارے کیڑے مکوڑوں کی تعداد اور ان کی سوانح عمریاں آپ نے بیان کی ہوں۔ اور ہر چیز کے جزئی جزئی واقعات بیان فرمائے ہوں۔ ذرا سوچئے تو کہ آپ کتنا لغو دعوے کر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہاں کے غیر مسلم حاضرین میں سے جنہوں نے آپ کی اس بات کو سمجھا ہو گا وہ بھی ضرور اپنے دل میں ہنستے ہوں گے۔ بہرحال صحیح بخاری کی اس حدیث میں آپ کے اس دعوے کے لئے کوئی اشارہ بھی نہیں۔

یہ تو آپ کی پیش کردہ دلیلوں پر میری سرسری تنقید تھی۔ اب معارضہ سنئے۔ جو دس آیتیں اور چند حدیثیں میں پہلی بحث میں مدعیانہ حیثیت سے پیش کر چکا ہوں وہ سب آپ کے معارضہ میں پیش ہو سکتی ہیں۔ لیکن میں ان کا اعادہ نہ کرتے ہوئے دوسری آیات اور احادیث پیش کرنا چاہتا ہوں۔

سورۂ لقمان کی آخری آیت ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ؀

ترجمہ: یقیناً اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم اور وہی (اپنے علم سے) نازل فرماتا ہے بارش

اور وہی جانتا ہے اس کو جو رحموں میں ہوتا ہے، اور کسی نفس کو پتہ نہیں کہ وہ کل کیا کرے گا، اور کسی کو خبر نہیں کہ وہ کہاں مرے گا، بہ تحقیق اللہ ہی ہے ان باتوں کا جاننے والا اور خبردار"

دیکھئے اس آیت میں پانچ چیزوں کا ذکر ہے اور ان کے متعلق بتلایا گیا ہے کہ ان کا علم صرف اللہ ہی کو ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی آیت کے مضمون کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللّٰهُ إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ الآية

(رواه الامام احمد عن بريدة كما في ابن كثير ج ۸ ص ۲۳)

پانچ چیزیں وہ ہیں جن کا علم خدا کے سوا کسی کو بھی نہیں، وہی جو لقمان کی اس آیت (اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ الخ) میں مذکور ہیں"

نیز میں نے کل کی بحث میں صحیح بخاری وغیرہ کے حوالہ سے جو حدیث جبرئیل پیش کی تھی اس کے آخر میں بھی آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہی پانچ چیزوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ ان کو بجز اللہ علام الغیوب کے کوئی نہیں جانتا۔

قرآن پاک کی ایک اور آیت میں بھی اسی مضمون کو بالاجمال اس طرح فرمایا گیا ہے۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ۔ (انعام، ع ۷)

ترجمہ: اللہ ہی کے علم میں ہیں وہ "مفاتح الغیب" ان کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا"

اس آیت کی تفسیر میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَفَاتِحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللّٰهُ، لَا يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ إِلَّا اللّٰهُ، وَلَا يَعْلَمُ مَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ إِلَّا اللّٰهُ، وَلَا يَعْلَمُ مَا مَتٰى يَأْتِي الْمَطَرُ أَحَدٌ إِلَّا اللّٰهُ، وَلَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ، وَلَا يَعْلَمُ مَتٰى تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا اللّٰهُ (صحيح بخاری تفسير سورة الرعد عن ابن عمر)

مفاتح الغیب یہ پانچ چیزیں ہیں جن کو بجز خدا تعالےٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ خدا کے سوا کوئی نہیں

جاننا کہ کل کیا واقعات رونما ہوں گے، اور خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ بچہ دانیوں میں کیا ہے (نر یا مادہ) اور اس کے سوا کسی کو خبر نہیں کہ بارش کب ہوگی، اور کسی نفس کو معلوم نہیں کہ اس کی موت کس سرزمین میں واقع ہوگی، اور خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب ہوگی"

اس حدیث سے جس کو امام بخاری رح وامام مسلم رح اور ان کے علاوہ بھی قریباً تمام اکابر محدثین نے اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے صاف صریح طور پر معلوم ہوا کہ میری پیش کردہ آیت میں "مفاتح الغیب" کے لفظ سے یہی پانچ مخفی چیزیں مراد ہیں اور خدا کے سوا کسی کو بھی ان کا پورا علم نہیں۔

اور سید المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

هُنَّ خَمْسٌ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ الاٰیۃ (درمنثور ج ۳ ص ۱۵)

"مفاتح الغیب" وہی پانچ چیزیں ہیں جو اس آیت اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ الخ میں مذکور ہیں"

نیز یہی حبرِ امت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ انہی پانچ چیزوں کے متعلق فرماتے ہیں۔

هٰذِهِ الْخَمْسَةُ لَا یَعْلَمُهَا مَلَكٌ مُّقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُّصْطَفٰی فَمَنِ ادَّعٰی اَنَّهٗ یَعْلَمُ شَیْئًا مِّنْ هٰذِهٖ فَقَدْ كَفَرَ بِالْقُرْاٰنِ لِاَنَّهٗ خَالَفَهٗ۔

(تفسیر خازن ج ۵ ص ۱۸۳)

"یہ پانچوں چیزیں وہ ہیں جن کو نہ کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے اور نہ کوئی برگزیدہ نبی، پس جو کوئی ان میں سے کسی چیز کے علم کا بھی دعویٰ کرے تو اس نے قرآن کے ساتھ کفر کیا، کیونکہ اس کی کھلی مخالفت کی"۔

اب حاضرین کرام غور فرمائیں کہ ان آیات واحادیث کے ہوتے ہوئے علم غیب کلی کا دعویٰ کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے، اور یہ کہ ایمان بالقرآن کے دعوے کے ساتھ اس کی کہاں تک گنجائش ہے۔

میں قائلین علم غیب کی تکفیر و عدم تکفیر کے متعلق اپنا نظریہ پہلی بحث میں پوری وضاحت سے پیش کر چکا ہوں اور جس عقیدہ کو میں کفر سمجھتا ہوں اس کے کفر ہونے پر دلائل بھی عرض کر چکا ہوں۔ اب اگر ہمارے فاضل مخاطب کے

ذہن میں میرے وہ دلائل نہیں رہے تو ذرا وہ حضرت ابن عباس رضی کے اس ارشاد پر بھی غور فرمالیں اور سوچیں کہ کہیں وہ فَقَدْ كَفَرَ بِالْقُرْآنِ کے مصداق تو نہیں ہیں ۔

مولوی حشمت علی صاحب

حضرات گرامی ! آپ نے مولوی سنبھلی صاحب کی جوابی تقریر سن لی میں نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت جلیلہ " علم غیب کلی " کے ثبوت میں قرآن پاک کی نہایت واضح اور روشن آیت وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ پیش کی تھی۔ اور بتلایا تھا کہ اس میں " مَا " کلمۂ عموم ہے اور اس واسطے اس سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم کلی ثابت ہوتا ہے ۔ اس کے جواب میں سنبھلی صاحب نے کہا ہے کہ " مَا " عموم کے لئے نہیں آتا ۔ میں کہتا ہوں سنبھلی صاحب ! یہ آپ کی نادانی اور جہالت ہے ، آپ کسی " اصول الشاشی " پڑھنے والے طالب علم سے بھی پوچھیں گے تو وہ آپ کو بتلادے گا ۔ کہ " مَا " عموم کے لئے آتا ہے اور شریعت مطہرہ میں وہ موجبہ کلیہ کا سور ہے ۔

دیکھئے قرآن پاک میں جابجا ہے لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ہمارے نزدیک تو اس کا مطلب یہی ہے کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو بھی کچھ ہے وہ سب اللہ تعالےٰ ہی کے لئے ہے ۔ لیکن آپ کے نزدیک جب " مَا " کلمۂ عموم نہیں تو مطلب یہ ہو گا کہ آسمان وزمین میں بعض چیزیں اللہ تعالیٰ کی ہیں ۔ حالانکہ جو شخص زمین وآسمان کی ساری چیزوں کو خدا کی مخلوق ومملوک نہ مانے وہ کافر ہے ، لیجئے مَا کے عموم کا انکار آپ کا ایک اور مستقل کفر ہو گیا ۔

آپ نے جو تین آیتیں اپنی سند میں پیش کی ہیں وہ بھی آپ کی جہالت ہی کا کرشمہ ہے در حقیقت ان تینوں آیتوں میں بھی " مَا " عموم ہی کے لئے ہے ایک آیت آپ نے عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ پیش کی ہے اور بیان کیا ہے کہ یہاں اگر " مَا " عموم کے لئے ہو گا تو ہر انسان کے لئے علم غیب کلی ثابت ہو گا ۔ ارے ! آپ کو اتنی بھی خبر نہیں کہ جب عام لفظ مطلق بولا جائے تو اس سے اس کا فرد کامل مراد ہوتا ہے ۔ اسی قاعدے سے اس آیت میں انسان سے عام انسان مراد نہیں ہیں بلکہ نوع انسان کے فرد کامل حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اس انسان کامل کو وہ سب کچھ سکھلا اور بتلا دیا جو یہ نہ جانتے تھے۔ سنبھلی صاحب ! آپ اس آیت کو میرے مقابلہ میں پیش کر رہے ہیں ، یہ تو میرے دعوی کی مستقل دلیل ہے ۔

دوسری آیت آپ نے پیش کی ہے وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ بے شک اس میں بھی "مَا" عموم ہی کے لئے ہے اور اس کا مطلب یہی ہے کہ حضور ﷺ اپنے صحابہ کرام رض کو وہ سب کچھ تعلیم فرماتے تھے جو وہ نہیں جانتے تھے اور بے شک ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ حضور ﷺ تمام علوم غیب و شہادت کے عالم بھی تھے اور معلم بھی۔ اور آپ کی تعلیم سے آپ کے خدام کو بھی ماکان و مایکون کا علم حاصل تھا۔

تیسری آیت آپ نے عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوا اَنْتُمْ وَلَا اٰبَاؤُكُمْ پیش کی ہے اور آپ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت میں خطاب یہودیوں سے ہے اور اگر مَا اس میں عموم کے لئے مانا جائے گا تو ان یہودیوں کے لئے بھی علم کلی ماننا پڑے گا۔ سنبھلی صاحب! یہ آپ کی سب سے بڑی جہالت فاحشہ ہے۔ دیکھئے یہ میرے پاس تفسیر ابن جریر ہے۔ اس میں امام ابن جریر طبری رح اپنی سند سے عبد اللہ بن کثیر سے روایت کرتے ہیں۔

اِنَّهٗ سَمِعَ مُجَاهِدًا يَقُوْلُ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْا اَنْتُمْ وَلَا اٰبَاؤُكُمْ قَالَ هٰذِهٖ لِلْمُسْلِمِيْنَ۔

یعنی حضرت مجاہد رح فرماتے ہیں کہ یہ آیت مسلمانوں کے حق میں ہے:

مسلمان بھائیو! آپ نے دیکھا؟ سنبھلی صاحب نے صحابہ کرام رض کو یہودی بنا دیا۔ یہ ان کا اور مستقل کفر ہوا۔ سنبھلی صاحب! دیکھئے یہ خدا کا عذاب ہے آپ جب تک حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب پر ایمان نہیں لائیں گے یوں ہی آپ پر کفر چھایا رہے گا اب بھی توبہ کر کے مسلمان ہو جایئے!

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا میں کہہ رہا تھا کہ آپ کی پیش کی ہوئی آیت عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْا اَنْتُمْ وَلَا اٰبَاؤُكُمْ بھی صحابہ کرام رض ہی کی شان میں ہے اور اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ صحابہ کرام رض کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے وہ سب علوم حاصل ہو گئے جو پہلے سے ان کو حاصل نہ تھے۔ اور میں نے حضرت فاروق اعظم رض کی جو حدیث پیش کی تھی اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے ایک ہی مجلس میں صحابہ کرام رض کے سامنے ابتدائے دنیا سے روز آخر تک کے سارے احوال بیان فرما دیئے۔ اور حضرت فاروق اعظم رض خود ہی فرماتے ہیں کہ ہم میں سے بعض نے اس سب کو یاد رکھا اور بعض بھول گئے۔ اور قریب قریب اسی مضمون کی ایک حدیث میں پہلی بحث میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی روایت سے پیش کر چکا ہوں۔ اور مشکوٰۃ شریف سے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ

تعالےٰ عنہ کی بھیڑیے والی جو حدیث میں نے ابھی پیش کی ہے اس میں بھی صاف مذکور ہے کہ - یخبرکم بما مضی وما ھو کائن بعدکم یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تم کو وہ سب چیزیں بتلاتے ہیں جو ہو چکیں اور جو آئندہ ہوں گی -

جب ان تمام احادیث کریمہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابۂ کرام رض کو تمام ماکان و مایکون اور حسب روایت حضرت فاروق اعظم رض ابتدائے دنیا سے انتہائے دنیا تک کے تمام احوال و واقعات جزئی جزئی اور کلی کلی کر کے بتلائے اور تعلیم فرمائے - تو محض قیاسی باتوں سے اس کا انکار کرنا الحاد اور بے دینی ہے - آپ نے مجھ سے پوچھا ہے کہ کیا حضور ﷺ نے دریا کی مچھلیوں، مینڈکوں، مرغیوں، بکریوں اور کیڑے مکوڑوں کے بھی حالات بیان کئے تھے ؟ میں کہتا ہوں جی ہاں بیان کئے تھے - اور یہ بیان کرنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا -

آپ نے کہا تھا کہ حضرت فاروق اعظم رض کی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے قابل ذکر باتیں بیان فرمائیں، میں کہتا ہوں کہ یہ "قابل ذکر" کا پیوند آپ کہاں سے لگاتے ہیں - دیکھئے یہ میرے ہاتھ میں امام علامہ بدرالدین عینی حنفی رح کی صحیح بخاری شریف کی شرح عمدۃ القاری ہے - اس میں حضرت فاروق اعظم رض کی اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں -

فِيهِ دَلَالَةٌ عَلٰى اَنَّهٗ اَخْبَرَ فِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ بِجَمِيعِ اَحْوَالِ الْمَخْلُوْقَاتِ مِنْ اِبْتِدَائِهَا اِلٰى اِنْتِهَائِهَا ۔

اور لیجئے علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شریف شرح بخاری شریف میں اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں -

وَدَلَّ ذٰلِكَ عَلٰى اَنَّهٗ اَخْبَرَ فِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ بِجَمِيعِ اَحْوَالِ الْمَخْلُوْقَاتِ مُنْذُ اِبْتَدَأَتْ اِلٰى اَنْ تَفْنٰى اِلٰى اَنْ تُبْعَثَ ۔

ان دونوں عبارتوں کا مطلب یہی ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں اس امر پر دلالت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں تمام مخلوق کے تمام احوال ابتداء سے انتہاء اور آغاز آفرینش سے حشر نشر تک کے بیان فرمائے -

بلکہ

دیکھئے ان دونوں مسلّم اماموں نے حضور م کے علم کلی تعلیم کلی اور اخبار کلی کی کیسی صاف تصریح فرمائی - ان ائمہ کرام کی ان جلیل القدر اور ایمان افروز تصریحات کے مقابلہ میں آپ کا " قابل ذکر " والا پیوند قطعاً باطل اور مردود ہے - اور لیجئے اسی مضمون کی میں ایک حدیث اور پیش کرتا ہوں - یہ میرے پاس صحیح مسلم شریف کی دوسری جلد ہے - اس میں حضرت ابو زید یعنی حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں۔

صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰی حَضَرَتِ الظُّھْرُ فَنَزَلَ فَصَلّٰی ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰی حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰی حَتّٰی غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَاَخْبَرَنَا بِمَا ھُوَ کَانَ وَبِمَا ھُوَ کَائِنٌ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا -

(یعنی) ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو فجر کی نماز پڑھائی اور پھر منبر پر تشریف لے گئے اور ہمارے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا یہاں تک کہ ظہر کا وقت آگیا تو آپ نے اتر کر نماز پڑھی اور پھر منبر ہی پر تشریف لے گئے اور خطبہ ارشاد فرمایا یہاں تک کہ عصر کا وقت آگیا، آپ نے پھر اتر کر عصر پڑھی اور پھر منبر پر تشریف لے گئے اور پھر خطبہ دیا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا، پس اس خطبہ میں حضرت نے ہم کو اس سب چیز کی خبر دی جو پہلے ہوا ہے اور جو آئندہ ہونیوالا ہے - حضرت عمرو بن اخطب رض فرماتے ہیں کہ ہم میں سب سے زیادہ علم والا وہ ہے جس نے اس روز کے حضرت کے بیان کو زیادہ یاد رکھا "

دیکھئے اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رض کو تمام ماکان اور ما یکون کی تعلیم دی - نیز ان حدیثوں سے یُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ اور عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُکُمْ کی تفسیر بھی معلوم ہو گئی اور ثابت ہو گیا کہ ان دونوں آیتوں میں " مَا " عموم و استغراق ہی کے لئے ہے اور یہ کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام " عالم کل " ہی نہیں تھے بلکہ معلم کل بھی تھے - اور آپ کی تعلیم سے آپ کے غلاموں کو بھی تمام ماکان و ما یکون کا علم حاصل تھا۔

اب ایک اور آیت اسی مقصد کی تائید میں سنئے ! سورہ تکویر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ارشاد ہے

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ آیت آپ غیب پر بخیل نہیں۔ یعنی اللہ تعالے نے جو علم غیب آپ کو عطا فرمایا ہے اسے دوسروں کو بتلانے میں آپ بخل نہیں فرماتے بلکہ پوری فراخ دلی کے ساتھ دوسروں کو بھی وہ سب بتا دیتے ہیں، اس آیت سے بھی صاف معلوم ہوا کہ حضور اقدس صرف عالم الغیب ہی نہیں بلکہ معلم الغیب بھی ہیں۔

یہاں تک تو میں نے اپنی دلیلیں پیش کیں اور میری دلیلوں کے جواب میں سنبھلی صاحب نے جو کچھ کہا تھا اس کا رد کیا۔ اب میں ان کی پیش کردہ آیتوں کا جواب دیتا ہوں۔

انہوں نے دو آیتیں اس مرتبہ پیش کی ہیں۔ اور دونوں کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ قیامت، بارش، مافی الارحام، مافی الغد، مقام موت۔ ان پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالے کے سوا کسی کو نہیں۔

اب میں پوچھتا ہوں کہ اللہ تعالے کو ان پانچوں چیزوں کا علم ذاتی ہے یا عطائی؟ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تمام علم ذاتی ہی ہے اور عطائی اس کی جناب میں محال ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ان آیتوں میں اللہ تعالے کے لئے پانچوں چیزوں کا علم ذاتی ثابت کیا گیا ہے تو غیر اللہ سے منفی بھی وہی علم ہوگا۔ اور اگر جانب نفی میں علم عطائی مراد لیا جائے تو جانب مثبت میں بھی وہی مراد لینا پڑے گا اور حق تعالے کے واسطے بھی علم عطائی ماننا پڑے گا اور یہ کفر ہوگا۔ پس یقینی طور پر متعین ہوگیا کہ ان دونوں آیتوں میں غیر اللہ سے ان پانچوں چیزوں کے صرف علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے، اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم ذاتی کے مدعی نہیں، بلکہ اس کا عقیدہ رکھنے والے کو مشرک سمجھتے ہیں۔ لہذا یہ دونوں آیتیں ہمارے خلاف نہیں ہوئیں۔

دوسری دلیل اس بات کی کہ ان آیتوں میں علم ذاتی ہی کی نفی غیر اللہ سے کی گئی ہے نہ کہ علم عطائی کی، یہ ہے کہ حدیثوں سے حضور ؐ کے لئے یہ علم ثابت ہیں۔ مثلاً علامات قیامت کی حدیثوں میں آتا ہے کہ حضور ؐ نے قیامت سے پہلے ہونے والی ایک عالم گیر بارش کی خبر دی ہے۔ اور مشکوٰۃ شریف میں حضرت ام الفضل کی حدیث موجود ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام جب بطن سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا ہی میں تھے تو آپ نے ان کی ولادت کی خبر دی، اسی طرح غزوۂ بدر میں آپ نے سرداران قریش کی قتل گاہیں متعین کر کے بتلادی تھیں، اور غزوۂ خیبر میں آپ نے ایک دن فرمایا تھا کہ میں یہ جھنڈا کل ایک ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ و رسولؐ کا محب و محبوب ہوگا۔

اب دیکھئے یہ علوم وہی ہیں جن کا ذکر آپ کی پیش کی ہوئی آیتوں میں ہے اور ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ

حضور اقدس علیہ السلام کو یہ سب علوم حاصل تھے تو ماننا پڑے گا کہ ان آیتوں میں علم ذاتی ہی کی نفی ہے تاکہ آیتوں اور حدیثوں میں تعارض نہ رہے۔ اسی طرح ان علوم خمس کے متعلق آپ نے جو حدیثیں یا صحابہ کرام کے اقوال پیش کئے ہیں ان میں بھی علم ذاتی ہی کی نفی مقصود ہے۔ آپ ایک حدیث یا کسی صحابی کا ایک ارشاد بھی ایسا نہیں پیش کر سکتے جس سے معلوم ہو کہ حضور، کو یہ پانچوں علوم بعطائے خداوندی بھی حاصل نہ تھے۔

مولانا محمد منظور صاحب نعمانی

(بعد حمد و صلوۃ) محترم حاضرین کرام! میرے مخاطب مولوی حشمت علی صاحب نے اپنی اس تقریر میں حسب عادت سخت کلامی کر کے مجھے جو مشتعل کرنا چاہا ہے اس سب کا جواب میری طرف سے صرف یہ ہے ع

تو دشنام دہ من دعا می کنم

اس کے بعد اصل تقریر کا جواب ترتیب وار سنئے!

میں نے یہ دعوے نہیں کیا تھا کہ کلمہ ما عموم و استغراق کے لئے آتا ہی نہیں، بلکہ میں نے یہ کہا تھا کہ وہ ہمیشہ عموم و استغراق کے لئے نہیں آتا، اگر آپ ان دونوں باتوں کا فرق سمجھنے سے قاصر ہوں تو اپنے کسی سمجھ دار رفیق سے سمجھ لیجئے۔

میں نے اپنے اس ادعا کے ثبوت میں تین آیتیں پیش کی تھیں۔ ایک عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ اور عرض کیا تھا کہ اگر اس آیت میں ما کو عموم کے لئے مانا گیا تو تمام انسانوں کے لئے علم کلی ماننا پڑے گا۔ اس کے جواب میں آپ نے بڑی جرأت سے فرمایا ہے کہ۔

"عام لفظ جب مطلق بولا جاتا ہے تو اس سے اس کا فرد کامل ہی مراد ہوتا ہے۔ اور اسی قاعدہ کے مطابق اس آیت میں لفظ انسان سے حضور، سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں"

میں حیران ہوں کہ آپ اس قدر مہمل اور بے تکی باتیں اتنی بے باکی کے ساتھ کیسے منہ سے نکال دیتے ہیں۔ بندۂ خدا اس پر بھی تو غور کیا ہوتا کہ اس آیت کے بعد متصلاً ہی دوسری آیت یہ ہے كَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى (یعنی بے شک انسان سرکشی کرتا ہے)

دیکھئے یہاں وہی کلمہ "انسان" ہے۔ کیا معاذ اللہ آپ اپنی اس منطق کی رو سے اس سے بھی رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو مراد لیں گے ؟

اگر آپ کی طرح مجھے بھی زبردستی کافر بنانے کا شوق ہوتا تو میں بھی کہتا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کو معاذاللہ سرکش کہہ دیا، یہ آپ کا ایک اور مستقل کفر ہوا۔

علاوہ ازیں یہ بھی تو سوچئے کہ یہ آیت نزول کے لحاظ سے قرآن مجید کی سب سے پہلی آیتوں میں سے ہے۔ یعنی جس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبوت عطا فرمائی گئی ہے اسی وقت آپ پر یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ تو اگر اس آیت میں لفظ "الانسان" سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہوں اور کلمۂ ما عموم واستغراق حقیقی کے لئے ہو تو اس سے اسی وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب کلی ثابت ہوگا، حالانکہ آپ خود اس کے تئیس ۲۳ برس بعد ختم نزول قرآن کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس علم کلی کے حصول کے قائل ہیں۔ بہرحال اس آیت میں لفظ "الانسان" سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مراد لینا اور کلمۂ ما کو عموم واستغراق کے لئے لینا علمی اور واقعی طور پر تو غلط ہے ہی، خود آپ کے عقیدہ اور اصول کے بھی خلاف ہے۔

ایک آیت میں نے عُلِّمْتُمْ مَّالَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ پیش کی تھی اور عرض کیا تھا کہ اگر اس آیت میں بھی ما کو عموم واستغراق کے لئے مانا جائے تو لازم آئے گا کہ جو لوگ اس کے مخاطب ہیں ان کو بھی علم کلی عطا ہوا ہو۔ اسی کے ساتھ میں نے یہ بھی بتلایا تھا کہ اکثر مفسرین کے نزدیک اس آیت کے مخاطب یہودی ہیں۔

اس کے جواب میں آپ نے تفسیر ابن جریر سے حضرت مجاہد رح کا قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت مسلمانوں کی شان میں ہے۔ بے شک مجھے بھی معلوم ہے کہ حضرت مجاہد رح کی رائے یہی ہے لیکن ان کے علاوہ اکثر مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ اس کے مخاطب یہودی ہیں۔ آپ ذرا اسی آیت کے ذیل میں عام تفاسیر کو اٹھا کر دیکھئے، قریباً سب میں یہ تصریح ملے گی کہ اکثر ائمہ تفسیر کے نزدیک اس کے مخاطب یہودی ہیں۔ اور میں کہتا ہوں کہ خود نظم قرآن سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اوپر کی آیات میں یہود ہی سے خطاب ہو رہا ہے۔ بہرحال صرف حضرت مجاہد رح یا کسی اور مفسر کا یہ رائے رکھنا کہ اس آیت کے مخاطب مسلمان ہیں میرے اس دعوے کے خلاف نہیں کہ اکثر مفسرین کے نزدیک یہاں یہودی مخاطب ہیں۔

ہاں آپ نے تو یہ بھی فرمایا ہے کہ تو نے اس کا مخاطب یہودیوں کو قرار دے کر گویا صحابۂ کرام رض کو معاذ اللہ یہودی بنا دیا اور یہ ایک اور مستقل کفر ہوا۔ آپ کی اس نرالی منطق کی داد تو آپ کے بھائی برادر ہی دے سکتے ہیں۔ میں تو صرف یہ سوال کروں گا کہ یہ کفر صرف میرا ہے یا ان اکثر مفسرین کا بھی جنہوں نے تصریح کی ہے کہ اس کے مخاطب یہودی ہیں۔ دیکھئے تفسیر مدارک التنزیل، تفسیر معالم التنزیل، تفسیر خازن۔ ان تینوں تفسیروں کے علاوہ دوسری تفاسیر میں بھی صاف مذکور ہے کہ اکثر مفسرین کے نزدیک اس آیت عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ کے مخاطب یہودی ہیں۔

اب فرمائیے کہ کیا میرے ساتھ یہ تمام مفسرین بھی کافر ہو گئے؟ اگرچہ اب میں آپ ہی کے اصول پر کہہ سکتا ہوں کہ آپ نے اس لغو منطق سے اکثر مفسرین کو کافر کہہ دیا اور یہ آپ کا ایک اور مستقل کفر ہوا۔ لیکن یہ منطق جس کا نتیجہ ہمیشہ کفر ہی کفر ہو، آپ کو اور صرف آپ کو مبارک!

میں نے تیسری آیت یُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ پیش کی تھی اور عرض کیا تھا کہ اس آیت میں اگر "ما" کو عموم کے لئے لیا گیا تو تمام صحابۂ کرام رض کے لئے بھی علم غیب کلی ماننا پڑے گا، آپ نے اس لزوم کو تسلیم کیا ہے اور اپنے اس نئے عقیدہ کا اظہار کیا ہے کہ صحابۂ کرام رض کو بھی یہ علم کلی حاصل تھا۔

میں کہتا ہوں کہ اگر آپ کی اس بات کو تسلیم کر لیا جائے تو لازم آئے گا کہ صحابہ کرام رض کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہو حالانکہ یہ امت کا اجماعی مسئلہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم تمام مخلوق سے زیادہ ہے اور آپ اعلم الخلق ہیں۔ اور علمائے امت نے اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والے شخص کی تکفیر کی ہے۔ لیجئے یہ آپ کا ایک اور کفر ہوا۔

پھر آپ نے صحابہ کرام رض کے اس علم کلی کے ثبوت میں جو حدیثیں پیش کی ہیں وہ کسی طرح بھی اس کی مثبت نہیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی جو حدیث آپ نے پہلی بحث میں پیش کی تھی اور جس کا اس تقریر میں آپ نے پھر حوالہ دیا ہے اس کا صحیح مطلب میں حضرت علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے پہلے پیش کر چکا ہوں جس کے اعادہ کی اب ضرورت نہیں سمجھتا۔ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مطلب بھی میں پہلے بیان کر چکا ہوں، اور بتلا چکا ہوں کہ جو مطلب اس کا آپ لے رہے ہیں وہ بداہت کے خلاف ہے۔ اس کا منشا۔ درحقیقت صرف یہی ہے کہ حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحبت میں سلسلۂ دنیا کے اہم اور قابل ذکر واقعات بیان فرمائے نہ یہ کہ ساری دنیا میں جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہو گا حتی کہ ہر ہر چیونٹی کی پیدائش اور موت اور اس کا چلنا پھرنا، ہر ہر کوٹی مکھی کے تمام حالات اور اس کا پیدا ہونا، بڑھنا، ایک جگہ سے اڑ کر دوسری جگہ بیٹھنا، کھانا، پینا، پیشاب اور پاخانہ پھرنا وغیرہ وغیرہ بھی حضور نے بیان فرمایا ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسا لغو، مہمل اور مضحکہ خیز دعوے دنیا کا کوئی عقل والا انسان ہرگز نہیں کر سکتا۔ پھر یہ ایسی بدیہی بات ہے کہ جس کے لئے کسی دلیل و برہان کی بھی ضرورت نہیں اور اگر آپ کو دلیل ہی کی ضرورت ہو تو سنئے۔

سنن ابن ماجہ و مسند احمد میں خود حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے آپ نے فرمایا۔

خَرَجَ عَنَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُبَيِّنْ اَبْوَابَ الرِّبَا "

یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے تشریف لے گئے اور آپ نے ربا کے ابواب کی تفصیل نہیں بیان فرمائی "

لیجئے یہ خود حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت ہے کہ حضور نے تا وفات شریف ابواب ربٰوا کو مفصلاً بیان نہیں فرمایا، اس کی روشنی میں اس حدیث کا مطلب یہی ہو گا کہ حضور نے سلسلۂ عالم کی اہم اور قابل ذکر چیزیں یعنی امت کی فلاح و نجات کے لئے جن کی ضرورت تھی بیان فرمائیں۔ ورنہ اگر حضور نے ہر ہر چیز کا پورا پورا حال پوری تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہوتا تو "ابواب ربا" کے متعلق حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہ نہ فرماتے کہ حضور نے ان کو بہ تفصیل بیان نہیں فرمایا۔ لیجئے یہ میں نے حضرت فاروق اعظم رض کی حدیث کا مطلب خود انہی کی ایک حدیث کی روشنی میں بیان کر دیا۔ اور اب اس کے سوا دوسرا مطلب ہو نہیں سکتا۔

اس مرتبہ آپ نے اسی کے ہم مضمون حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ کی جو حدیث صحیح مسلم شریف سے پیش کی ہے اس کا مفاد بھی صرف یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس دن بھر کے خطبہ میں تمام اہم اور قابل ذکر باتیں جن سے امت کی فلاح وابستہ تھی اور امت کو جن کے معلوم ہونے کی خاص ضرورت تھی وہ سب بیان فرمائیں۔ بہرحال آپ کی پیش کردہ کسی حدیث کا بھی یہ مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا بھر کی چھوٹی موٹی ڈھکی چھپی خلوت کی اور جلوت کی انسانوں کی اور حیوانوں کی تمام باتیں، مکھیوں کی اور مکڑیوں کی،

مرغیوں کی اور بکریوں، کیڑوں کی اور مکوڑوں کی پوری پوری سرگزشت اس خطبہ میں بیان فرمائی ہو۔

آپ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح میں عینی اور فتح الباری کی جو عبارت پیش کی ہے اس کا مفاد بھی ہرگز یہ نہیں ہے بلکہ وہی ہے جو میں عرض کر رہا ہوں، شاید اس کے لفظ "جمیع" سے آپ کو دھوکا ہو رہا ہے۔ سو وہ "جمیع" وہاں ایسا ہی ہے جیسا کہ آیت کریمہ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ میں لفظ "اجمعین"۔ میرا خیال ہے کہ اگر آپ نے میری اس بات کو غور سے سنا ہو گا تو میرے اس اشارہ کو آپ سمجھ گئے ہوں گے۔

یہاں تک تو میں نے آپ کے دلائل پر بحث کی تھی۔ اب میں اپنے دلائل کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ میں نے پہلی تقریر میں دو آیتیں پیش کی تھیں جن میں علوم خمس کا حق تعالےٰ کے لئے مخصوص ہونا اور دوسروں کو ان کا حاصل نہ ہونا بیان فرمایا گیا ہے۔ اور ان کی تشریح بھی میں نے خود احادیث ہی سے پیش کی تھی۔ ان آیتوں کے متعلق آپ نے فرمایا ہے کہ ان میں غیر اللہ سے امور خمس کے صرف علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے اور دلیل میں آپ نے یہ نرالی منطق پیش کی ہے کہ چونکہ حق تعالیٰ کو ان امور کا علم ذاتی ہے لہٰذا جانب منفی میں بھی وہی علم ذاتی ہو گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی اس مہمل منطق کی رو سے ایک شخص غیر اللہ کو "خالق" بھی مان سکتا ہے۔ اور جب کوئی موحد مسلمان اس کے سامنے وہ آیتیں پیش کرے جن میں خالقیت کا حق اللہ تعالےٰ کے ساتھ خاص ہونا اور کسی اور کا خالق نہ ہونا بیان کیا گیا ہے تو وہ بالکل آپ کی طرح کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ تو خالق بالذات ہے اور اس لئے غیر اللہ سے جو خالقیت کی نفی کی گئی ہے تو اس کا مقصد صرف ذاتی خالقیت ہی کی نفی ہے اور میں فلاں شخص یا فلاں بت یا فلاں دیوی کو خالق بعطاء اللہ مانتا ہوں۔ کہئے کیا آپ اس مشرک کی اس مشرکانہ منطق سے بھی اتفاق کریں گے ؟

ہاں ایک بات آپ نے یہ بھی کہی ہے کہ احادیث سے ان امور خمس کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہوتا ہے اور اس کے لئے آپ نے چند حدیثوں کا حوالہ بھی دیا ہے جن کا جواب آپ کو پہلے مناظروں میں بھی دیا جا چکا ہے اب میں آپ کو پھر وہی جواب یاد دلاتا ہوں۔ سنئے!

جن احادیث کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے ان سے ۔ نیز اس قسم کے جو اور واقعات احادیث میں ملتے ہیں ان سے امور خمس کی بعض منتشر جزئیات کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہوتا ہے۔ اور ہمارا دعوےٰ یہ نہیں ہے کہ

ان امور کی کسی ایک جزئی کی اطلاع بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ تھی بلکہ ہمارا دعوے ان کے علم کلی کے متعلق ہے اور اس بارہ میں جو آیات و احادیث وارد ہوئی ہیں ان کا منشاء ہمارے نزدیک یہی ہے کہ ان امور خمس کا علم کلی یا بالفاظ دگر ان کے اصول و کلیات کا علم حق تعالےٰ عز اسمہٗ کے سوا کسی کو نہیں، نہ یہ کہ ان کی کسی جزئی کا علم بھی کسی کو عطا نہیں فرمایا گیا۔ پس آپ کی پیش کردہ احادیث ہمارے دعویٰ کے خلاف نہیں کیوں کہ ان سے بعض امور خمس کی صرف بعض جزئیات کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہوتی ہے اور اس سے خود ہم کو انکار نہیں۔

اب میرے ذمہ اس کا ثبوت البتہ باقی رہ جاتا ہے کہ قرآن و حدیث میں جہاں امور خمس کے علم کی غیر اللہ سے نفی کی گئی ہے وہاں اس سے ان کے علم کلی کی نفی مقصود ہے۔ تو لیجئے اس کی دلیل سنئے!

یہاں نفس الامر میں تین احتمالات ہیں۔

۱: ان آیات و احادیث میں صرف علم ذاتی کی نفی مقصود ہو جیسا کہ آپ کا خیال ہے۔

۲: مقصد یہ کہ ان امور خمس کی کسی جزئی کا علم بھی خدا کے سوا کسی کو نہیں۔

۳: یہ مطلب ہو کہ ان امور کا علم کلی اور دوسرے الفاظ میں ان کے اصول و کلیات کا علم اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ جیسا کہ میرا دعویٰ ہے۔

بیچ کا احتمال تو آپ کے نزدیک بھی غلط ہے اور میرے نزدیک بھی۔ اور جن احادیث کا حوالہ آپ نے دیا ہے (جن سے بعض امورِ خمس کے بعض جزئیات کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بالیقین ثابت ہوتا ہے) وہ احادیث اس احتمال کے باطل ہونے پر واضح طور پر دال ہیں۔ اب صرف اوّل اور آخر احتمال رہ گیا۔

پہلا احتمال جس کے آپ مدعی ہیں یہ ہے کہ ان آیات و احادیث کا مقصد صرف یہ ہو کہ "امورِ خمس کا محض علم ذاتی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور کسی کو حاصل نہیں"

اب سنئے! کہ اس احتمال کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صریح حدیث نے باطل کر دیا۔ مسند امام احمد رح میں حضرت ربعی بن حراش رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے قبیلہ بنی عامر کے ایک شخص (حضور ص کے ایک صحابی رض) نے بیان کیا۔

إِنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ بَقِيَ مِنَ الْعِلْمِ شَيْءٌ لَا تَعْلَمُهُ؟ قَالَ قَدْ

عَلَّمَنِی اللّٰہُ خَیْرًا وَاِنَّ مِنَ الْعِلْمِ مَالَا یَعْلَمُہٗ اِلَّا اللّٰہُ الْخَمْسُ
اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ
وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا وَّمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ
تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ؕ

کہ انہوں نے حضور ؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ! کیا علم میں سے کوئی ایسی چیز بھی ہے جس کو آپ نہ جانتے ہوں ؟ آپ نے ارشاد فرمایا " بے شک مجھے اللہ نے بہت سے علوم خیر عطا فرمائے اور یقیناً بعض علوم وہ بھی ہیں جنہیں اللہ پاک کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا (مثلاً) وہ پانچ چیزیں جو سورۂ لقمان کی اس آخری آیت اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ الآیۃ میں مذکور ہیں " (تفسیر ابن کثیر ج ۸ ص ۲۴۴)

دیکھیے اس حدیث میں امور خمس کے علم عطائی کی بھی صریح نفی موجود ہے اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس موقعہ پر سورۂ لقمان کی یہ آیت تلاوت فرمانے سے بھی ثابت ہو گیا کہ آیت علم عطائی کی نفی کو بھی حاوی ہے - ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ استشہاد معاذ اللہ غلط اور بے موقعہ ہو گا -

بہر حال اس حدیث سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو امور خمس کا علم بہ تعلیم الٰہی بھی حاصل نہ تھا - اور ساتھ ہی ضمناً یہ بھی ثابت ہو گیا کہ میری پیش کردہ سورۂ لقمان کی آیت غیر اللہ سے ان امور خمس کے علم عطائی کی نفی کو بھی حاوی ہے - اور جب اس آیت کے متعلق یہ ثابت ہو گیا تو دوسری آیت عِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ کے متعلق بھی خود بخود ثابت ہو گیا - کیونکہ ان دونوں آیتوں کا ہم مضمون اور ہم مقصد ہونا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ثابت ہے - جن میں سے بعض میں پہلی تقریر میں پیش بھی کر چکا ہوں۔

بہر حال مسند احمد کی اس صحیح حدیث نے آپ کے علم ذاتی والے احتمال کو واضح طور پر باطل کر دیا - اب صرف آخری احتمال باقی رہ گیا اور وہی متعین ہو گیا - یعنی یہ کہ ان آیات و احادیث کا مقصد امور خمس کے علم کلی کی غیر اللہ سے نفی کرنا ہے اور یہ نفی علم عطائی کو بھی شامل ہے اور یہی میرا دعوے ہے -

اس کے بعد میں انہی علوم خمس کے مخصوص بحق تعالےٰ ہونے کے متعلق اپنے اور آپ کے واحد مسلّم امام عالی مقام سیدنا

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ارشاد پیش کرتا ہوں۔ میرے پاس یہ تفسیر مدارک التنزیل ہے جس کے مصنف بھی ایک جلیل القدر حنفی امام ہیں۔ اس میں سورۂ لقمان کی اسی آیت اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ الآیۃ کے ذیل میں وہ نقل فرماتے ہیں۔

وَرَأَى الْمَنْصُوْرُ فِيْ مَنَامِهٖ صُوْرَةَ مَلَكِ الْمَوْتِ وَسَأَلَهٗ عَنْ مُدَّةِ عُمُرِهٖ فَأَشَارَ بِأَصَابِعِهِ الْخَمْسِ فَعَبَّرَهَا الْمُعَبِّرُوْنَ بِخَمْسِ سَنَوَاتٍ وَّبِخَمْسَةِ أَشْهُرٍ وَّبِخَمْسَةِ أَيَّامٍ فَقَالَ أَبُوْحَنِيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ هُوَ إِشَارَةٌ إِلٰى هٰذِهِ الْآيَةِ فَإِنَّ هٰذِهِ الْعُلُوْمَ الْخَمْسَ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللّٰهُ ۔ (تفسیر مدارک التنزیل ج ۳ ص ۲۱۹)

یعنی خلیفہ منصور عباسی نے ملک الموت کو خواب میں دیکھا اور اپنی مدتِ عمر کے متعلق ان سے سوال کیا۔ انہوں نے جواب میں صرف اپنی پانچ انگلیوں سے اشارہ کر دیا، تعبیر دینے والوں نے اس کی مختلف تعبیریں دیں کسی نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری عمر صرف پانچ برس کی اور ہے کسی نے کہا کہ پانچ مہینے، کسی نے کہا پانچ دن۔ پھر جب حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے یہ معاملہ آیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ سورۂ لقمان کی آخری آیت اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ کی طرف اشارہ ہے اور ان کا مطلب اس اشارہ سے یہ ہے کہ یہ بات ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔"

اس روایت سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ آیت لقمان کی روشنی میں سیدنا حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ ان پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔

محترم حاضرین کرام! اپنے عقیدہ کی تائید میں قرآن عظیم، احادیث نبی کریم تو میں کل سے برابر پیش کر رہا ہوں، لیکن آپ حضرات اس طرف بھی توجہ فرمائیے کہ کل میں نے فقر و تصوف اور حقیقت و معرفت کے امام عالی مقام سیدنا حضرت شیخ جیلانی رح کا ایک ارشاد پیش کیا تھا اور آج فقہ و شریعت کے سب سے بڑے امام سیدنا امام ابوحنیفہ رح کا یہ ارشاد پیش کیا ہے۔ پس بحمد اللہ تعالیٰ کتاب و سنت کے علاوہ اکابر و ائمہ کی تائید بھی ہمارے ہی ساتھ

ہے اور ان کی اتباع کا فخر بھی ہم ہی کو حاصل ہے ـــــ ہمارے فاضل مخاطب مولوی حشمت علی صاحب اپنے نام کے ساتھ قادری اور حنفی تو لکھتے ہیں لیکن عقائد جو بنیادِ دین ہیں ان میں وہ ان دونوں بزرگوں سے بچھڑے ہوئے بلکہ ان کے کھلے مخالف ہیں وَاللّٰہُ الْھَادِیْ اِلٰی سَبِیْلِ الرَّشَادِ ۔

مولوی حشمت علی صاحب

سنبھلی صاحب ! آپ جب ان اکابر و ائمہ کو مانتے ہی نہیں تو ان کے نام لینے کا آپ کو کیا حق ہے اور ان بزرگوں پر افترا کرتے ہوئے آپ کو شرم بھی نہیں آئی ۔ حضرت غوث الثقلین نے کہاں فرمایا ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب نہیں تھا ۔ کل جو عبارت آپ نے غنیۃ الطالبین سے پیش کی تھی ، اس کا جواب میں کل ہی دے چکا ہوں اس سے ہرگز بھی آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بڑی شان ہے حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دعویٰ تو خود اپنے متعلق قصیدہ غوثیہ میں یہ ہے ؎

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعًا
کَخَرْدَلَۃٍ عَلٰی حُکْمِ اتِّصَالٖ

یعنی میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام شہروں کو مثل رائی کے دانے کے دیکھا اور اتصال کے ساتھ دیکھا یعنی برابر دیکھتا ہی رہا ۔ جب ساری دنیا خود حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی نظر میں ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ مبارک سے کیا پوشیدہ رہ سکتا ہے ۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پر بھی آپ نے افترا کیا ہے کہ آپ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی کسی کی موت کا وقت معلوم نہیں ـــــ لیجئے میں اس بارہ میں حضرت امام ابو حنیفہ کا عقیدہ آپ کو پڑھ کر سناتا ہوں ۔ میرے پاس یہ مسلم شریف ہے ۔

نوٹ : مولوی حشمت علی صاحب نے اتنا ہی کہا تھا کہ مولانا محمد منظور صاحب نعمانی نے دوران تقریر ہی میں ان سے دریافت کیا کہ کیا مسلم شریف میں کہیں حضرت امام ابو حنیفہ رح کا کوئی ارشاد لکھا ہوا ہے جس سے آپ ان کا عقیدہ بیان کرنا چاہتے ہیں ؟

مولوی حشمت علی صاحب نے فرمایا کہ اس میں حضرت امام صاحب کا کوئی ارشاد تو نہیں ہے مگر میں اس سے

ایک حدیث پیش کرنا چاہتا ہوں، اسی سے امام صاحب رح کا عقیدہ بھی معلوم ہو جائے گا کیونکہ ان کا عقیدہ حدیث شریف کے موافق ہی ہو گا۔

اس پر مولانا مولوی نعمانی نے مکرر دریافت کیا کہ آپ مسلم سے حضرت امام اعظم رح کا عقیدہ ہی پیش کرنا چاہتے ہیں نا؟

اس کے جواب میں مولوی حشمت علی صاحب نے پھر فرمایا۔ جی ہاں میں مسلم شریف سے حضرت امام ابوحنیفہ رح ہی کا عقیدہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر ایک عام قہقہہ لگا۔ اور مولانا نعمانی نے فرمایا، بہت اچھا پیش کیجئے۔ چنانچہ مولوی حشمت علی صاحب نے اس طرح کلام شروع کیا۔

حضرات! یہ میرے پاس مسلم شریف کی دوسری جلد ہے۔ اس میں حضرت عبداللہ رض سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نطفہ جب رحم مادر میں قرار پاتا ہے اور جب اس پر تین چلے گزر جاتے ہیں اور اس میں روح ڈالی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو حکم دے کر بھیجتا ہے کہ چار چیزیں لکھ۔ ایک اس کا رزق، دوسرے اس کی اجل (موت)۔ تیسرے اس کے اعمال، چوتھے اس کی بدبختی یا نیک بختی۔ حدیث شریف کے اصل لفظ یہ ہیں۔

يُؤْمَرُ بِاَرْبَعِ كَلِمَاتٍ بِكَتْبِ رِزْقِهٖ وَاَجَلِهٖ وَعَمَلِهٖ وَ شَقِيٌّ اَوْ سَعِيْدٌ۔

دیکھئے اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ اس فرشتہ کو بھی ہر شخص کی موت کے وقت کا علم ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ عقیدہ کہ کسی کی موت کے وقت کی اطلاع خدا کے سوا کسی کو بھی نہیں ہوتی غلط اور اس حدیث پاک کے خلاف ہے۔ اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی عقیدہ ہرگز کسی حدیث کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ آپ نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے حضرت امام صاحب پر محض جھوٹ افتراء کیا ہے۔ اور تفسیر مدارک شریف کی عبارت کا مطلب غلط بیان کیا، اس میں تو ملک الموت کا ذکر ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تو اس میں نام بھی نہیں آیا ہے۔

مسلمانو! آپ نے ایسا جیتا جاگتا جھوٹ اس سے پہلے کبھی نہ سنا ہو گا جیسا سنبھلی صاحب نے اس

وقت بولا ۔ سنبھلی صاحب ! اگر آپ ثابت کر دیں کہ مدارک شریف کی اس عبارت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے تو میں منہ مانگا انعام دوں گا ۔ کیا آپ نے حاضرین کو بالکل جاہل سمجھ لیا ہے ۔ خوب سمجھ لیجئے ! میرے سامنے آپ کا جھوٹ نہیں چل سکتا ، میں آپ کے جھوٹ فریب کے بخئے ادھیڑ کے رکھ دوں گا ۔

حضراتِ گرامی ! میں نے جو حدیث مسلم شریف کی ابھی پیش کی ہے اس سے آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ ہر شخص کے رزق ، اس کے عمل ، اس کی سعادت و شقاوت اور اس کی موت کے وقت کی خبر ، اس کی پیدائش سے بھی پہلے فرشتے کو ہو جاتی ہے ۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جن آیات و احادیث میں فرمایا گیا ہے کہ پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ، ان میں علم ذاتی ہی کے متعلق فرمایا گیا ہے ، کیونکہ اگر عطائی کی بھی نفی مقصود ہوتی تو فرشتہ کو سب انسانوں کے رزق ، ان کی زندگی بھر کے واقعات اور ان کی موت کی گھڑی کا علم کیسے ہو سکتا تھا ۔ پس علوم خمس کے متعلق جو آیتیں اور حدیثیں اب تک آپ نے پیش کی ہیں ان سب کا جواب بھی مسلم شریف کی اسی حدیث سے ہو گیا ۔ وللہ الحمد

میں نے جو دلیلیں اپنے دعوے کی پیش کی تھیں ، ان کے جواب میں آپ نے پھر وہی باتیں دہرا دی ہیں جن کا جواب میں پہلے دے چکا ہوں ۔ مختصراً پھر سن لیجئے ۔

میں نے آیت کریمہ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ پیش کی تھی آپ نے کہا کہ اس میں "ما" عموم کے لئے نہیں ہے اور اس کی نظیر میں تین آیتیں پیش کیں ، میں نے ثابت کیا کہ "ما" عموم و استغراق ہی کے لئے آتا ہے اور آپ کی پیش کی ہوئی تینوں آیتوں میں بھی وہ استغراق ہی کے لئے ہے ۔ پھر اس کے جو دلائل قاہرہ میں نے پیش کئے تھے آپ ان کا کوئی معقول جواب نہیں دے سکے ۔

میں نے اپنے دعوے کے ثبوت میں سیدنا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ کی صریح حدیثیں پیش کیں جن میں صاف طور پر مذکور ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے خطبۂ کریمہ میں ابتدائے دنیا سے انتہائے دنیا تک کا تمام ماکان و مایکون بیان فرمایا ۔ آپ ان کا بھی کوئی جواب نہیں دے سکے ۔ ان حدیثوں کے جواب میں آپ نے اس مرتبہ بھی یہی کہا ہے کہ ان کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے سب اہم اور قابل ذکر باتیں بیان فرمائیں ، میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ آپ یہ اہم اور قابلِ ذکر کا پیوند کہاں

سے لگاتے ہیں ؟ کیا کسی روایت میں کوئی ایسا لفظ ہے جس سے یہ بات نکلتی ہو ؟ تو آپ اس کا کوئی جواب نہیں دے سکے اور نہ قیامت تک اس کی کوئی دلیل پیش کر سکتے ہیں۔ ارے سنبھلی صاحب ! آپ کو خدا سے ڈرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرم کرنی چاہئے ، آپ حدیث نبوی میں بے دلیل یہ پیوند اپنی طرف سے لگا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء کر رہے ہیں بحضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں۔

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔

یعنی جو جان بوجھ کر جھوٹی بات مجھ پر گھڑے اس کا ٹھکانا جہنم ہے "

میں نے اپنی پچھلی تقریر میں حضرت علامہ بدرالدین عینی رح اور حافظ ابن حجر عسقلانی رح کی عبارتیں پیش کی تھیں جن میں ان ہر دو مسلّم بزرگوں نے تصریح فرمائی ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حدیث صاف دلالت کر رہی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے اس خطبہ کریمہ میں مبدأ اور معاش اور معاد کے تمام احوال اوّل سے آخر تک بیان فرمائے۔ ان مسلم الثبوت اماموں کی اس تصریح کے ہوتے ہوئے آپ کے " قابل ذکر " کے پیوند کو کون سن سکتا ہے ؟

آپ بار بار ان حدیثوں کے متعلق کہتے ہیں کہ کیا حضور ﷺ نے پرندوں کا بھی حال بیان کیا تھا ؟ پرندوں اور درندوں کا بھی حال بیان کیا تھا ؟ مکھیوں اور مکڑیوں کا بھی حال بیان کیا تھا ؟ اور اس طرح آپ حدیث رسول کا مذاق اڑاتے ہیں اور دعوے کرتے ہیں اسلام وایمان کا ؟ کیا کوئی حدیث رسول کا مذاق اڑا کر بھی مسلمان رہ سکتا ہے ؟ حضور اقدس ﷺ کے متعلق جو کچھ آپ کے دل میں ہے آپ اپنے بڑوں کی طرح صاف صاف کیوں نہیں کہتے ؟ تاکہ مسلمانوں کو آپ کے اسلام وایمان کا حال معلوم ہو جائے۔ ارے آپ جس بات کا مذاق اڑاتے ہیں وہ ہمارا دین واسلام ہے ، ہم کہتے ہیں اور ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ ہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر پرندے اور مکھی مچھر کا حال بیان فرما دیا تھا۔ تو سنو !

مواہب لدنیہ میں طبرانی کے حوالے سے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث نقل فرمائی ہے۔

لَقَدْ تَرَكَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يُحَرِّكُ طَائِرٌ جَنَاحَيْهِ اِلَّا ذَكَرَ لَنَا مِنْهُ عِلْمًا۔

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں ہم سے مفارقت اختیار فرمائی کہ کوئی پرندہ ایسا

نہیں جو اپنے بازوؤں کو حرکت دیتا ہو، مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس کا حال بھی بیان فرمادیا۔"

سنبھلی صاحب! اب بتایئے کہ مکھی اور مچھر بھی فضا میں اپنے پروں سے اڑتے ہیں یا نہیں؟ اور حضور کا سارے اڑنے والے جانوروں کے احوال بیان فرمانا اس حدیث شریف سے صاف طور پر ثابت ہوا یا نہیں؟

میں نے اپنی پچھلی تقریر میں ایک آیت کریمہ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ پیش کی تھی اور بتلایا تھا کہ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضور صرف عالم الغیب ہی نہیں بلکہ معلم الغیب بھی تھے۔ اس آیت کو آپ نے چھوا تک نہیں اور اس کے جواب میں ایک لفظ بھی نہیں کہا۔

لیجئے اب ایک آیت اور پیش کرتا ہوں۔ سورۂ رحمٰن میں ارشاد ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۞

یعنی بڑی رحمت والے خدا نے قرآن سکھایا، انسان کامل یعنی اپنے محبوب و مطلوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا اور ان کو ہر چیز کا بیان سکھایا۔"

تفسیر معالم التنزیل میں اس آیت کی تفسیر میں فرمایا۔

قَالَ ابْنُ كَيْسَانَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ يَعْنِيْ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَّمَهُ الْبَيَانَ يَعْنِيْ بَيَانَ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ ۔

یعنی ابن کیسان نے اس آیت کی تفسیر اس طرح فرمائی کہ خَلَقَ الْاِنْسَانَ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق مراد ہے۔ اور عَلَّمَهُ الْبَيَانَ کا مطلب یہ ہے کہ حضور کو آپ کے رب جل جلالہٗ نے تمام ماکان وما یکون جو کچھ کہ ہوا اور جو کچھ کہ آئندہ ہونے والا ہے اس سب کا بیان تعلیم فرمایا۔"

دیکھئے اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام ماکان وما یکون کا علم ہی نہ تھا بلکہ اب اس سب کو بہ تعلیم الٰہی بیان بھی فرماتے تھے اس سے بھی ان احادیث کے مضمون کی تائید ہوتی ہے جن میں یہ بتلایا گیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رض کے مجامع میں تمام ماکان وما یکون

بیان فرمایا - کیا اب آپ اس آیت کا بھی اسی طرح مذاق اڑائیں گے جس طرح کہ ان احادیث کا اڑایا تھا ؟

اب تو اس قرآنی آیت نے بھی بتلا دیا کہ حضور اقدس ؐ بہ تعلیم الٰہی تمام کان و ما یکون بیان فرماتے تھے۔ کیا اس ماکان و ما یکون میں آپ کی مرغی، بکری، مینڈک، مچھلی، مکڑی، مکھی، کھٹمل، پسّو، ہر قسم کے درندے، پرندے، چرندے سب داخل نہیں ہیں ؟ کیا اس آیت سے ان کا بیان حضرت سے ثابت نہیں ہوتا ؟

مسلمانو ! آپ نے دیکھا کہ یہ ہے ان لوگوں کا ایمان، حضور اقدس ؐ کے لئے جو کمالات قرآن و حدیث سے ثابت ہوتے ہیں یہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ارے اسی پر ایمان و اسلام کا دعویٰ ہے ؟ ایسوں ہی کے حق میں قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے قَدْ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ کہ یہ لوگ مسلمان ہونے کے بعد پھر مرتد ہوگئے

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی

(بعد حمد و صلوٰۃ) حاضرین کرام ! میرے مخاطب مولوی حشمت علی صاحب نے مجھے مشتعل کرنے یا اپنی گالی بازی کا کمال دکھلانے کے لئے جو بدکلامی میری ذات کے متعلق اس دفعہ کی ہے میں اس کے جواب میں پھر یہی عرض کروں گا۔ ع

تو دشنام دہ من دعا می کنم

اللہ تعالیٰ ان کو آدمیت دے اور اس بری خصلت کو ان سے دور فرمائے، آپ حضرات بھی کہیں آمین !

اس کے بعد میں ان کی تقریر کی قابل جواب باتوں کا جواب عرض کرتا ہوں۔ خود اور آپ سب حضرات بھی بغور سنیں۔

مولوی صاحب نے اس تقریر میں مجھ پر یہ الزام لگایا ہے کہ میں معاذ اللہ آیتوں اور حدیثوں کا مذاق اڑاتا ہوں

مولوی صاحب ! میرے نزدیک وہ شخص مرتد ہے جو کسی آیت یا حدیث کے کسی جزء کا بھی مذاق اڑائے یا دین کی کسی چیز کے ساتھ بھی استخفاف سے پیش آئے۔ ہمارے نزدیک تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم و ارشاد پر سر تسلیم خم کر دینے ہی کا نام ایمان و اسلام ہے۔ قرآن حکیم نے اسی حقیقت کو اس طرح ادا فرمایا ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ
ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا
تَسْلِيْمًا ۔ (النساء ۴ - ۶۵)

آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق جو کچھ دل میں ہے وہ صاف صاف کیوں نہیں کہہ دیا جاتا؟ آپ شاید دوسروں کو اپنے پر قیاس کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک عقائد کے بارہ میں جس کے دل و زبان میں مطابقت نہ ہو وہ منافق ہے، اور ہم منافقت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

ہاں اگر میں آپ سے یہ مطالبہ کرتا تو بے جا نہ ہوتا۔ کیونکہ آپ اس مناظرہ میں جس عقیدہ (یعنی علم غیب کلی) کی حمایت کر رہے ہیں وہ آپ کا اصل عقیدہ نہیں ہے جس کی میرے پاس تحریر بھی موجود ہے۔ نیز یہ عقیدہ آپ کے پیر و مرشد "اعلیٰ حضرت" فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خاں صاحب کے عقیدہ کے بھی خلاف ہے۔ وہ اپنی کتاب "الدولۃ المکیۃ" میں فرما چکے ہیں۔

"وَلَا نُثْبِتُ بِعَطَاءِ اللہِ تَعَالٰی اَیْضًا اِلَّا الْبَعْضَ"

یعنی ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ کی عطا سے بھی بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع"

بہر حال آپ کا اصل عقیدہ علم غیب کلی کا نہیں ہے لیکن آپ صرف اپنے بلانے والوں کی خاطر یہاں اپنے اصل عقیدہ کے خلاف بول رہے ہیں۔ اور پھر دوسروں کو بھی ایسا ہی "رکابیا" سمجھتے ہیں۔ ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر

الغرض ہم بحمد اللہ اپنے ضمیر کے خلاف کسی عقیدہ کے اظہار کو منافقت اور کسی آیت یا حدیث کے ادنیٰ استخفاف کو کفر سمجھتے ہیں۔ ہاں آپ جو بعض آیتوں یا حدیثوں کا اپنی طرف سے مطلب بیان فرماتے ہیں وہ ضرور قابلِ مضحکہ ہوتا ہے۔ اور میں نے اگر کوئی مذاقیہ جملہ کہا ہے تو وہ آپ کے بیان کردہ مطلب ہی کے متعلق کہا ہے اور جو کچھ داد دی ہے وہ آپ کی خوش فہمی کی داد دی ہے۔ اور یقین کیجئے کہ اس بارہ میں آپ کو معاف نہیں کیا جا سکتا کہ آپ کوئی قابلِ تفریح بات کہیں اور کوئی اس سے تفریح بھی حاصل نہ کرے، آپ کوئی مضحکہ خیز چیز کہیں اور کوئی اس پر ہنسے بھی نہیں۔

ذرا سوچئے تو، جب آپ کسی آیت یا حدیث کا یہ مطلب بیان کریں گے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کسی خطبہ میں برسرِ منبر تمام مکھیوں، مکڑیوں، مچھروں، پسوؤں غرض ہر قسم کے کیڑے مکوڑوں کی بھی پوری پوری سوانح عمریاں بیان کی تھیں اور اسی طرح میرے اور آپ کے بلکہ سارے انسانوں کے سروں اور داڑھیوں کے بالوں کی تفصیلی شمار بھی نام بنام

بیان فرمائی تھی ۔ اور اس دنیا میں ہونے والے اپنے اور دوسروں کے ان تمام نجی اور پرائیویٹ معاملات کو بھی آپ نے بیان فرمایا تھا ۔ جو کوئی شریف اور معقول آدمی کسی مجلس میں بیان نہیں کر سکتا ، تو بتلایئے کہ کوئی سنجیدہ آدمی جو اس آیت و حدیث کا صحیح مطلب بھی سمجھتا ہو کسی طرح ہنسی ضبط کر سکے گا ۔ پھر اگر آپ کی اس لغویت کی داد دی جائے اور آپ کی اس خوش فہمی کے متعلق کوئی مذاقیہ جملہ کہہ دیا جائے تو آپ کے نزدیک وہ آیت یا حدیث کا مذاق ہے ، گویا آپ کا ہر لفظ اور ہر ارشاد قرآن و حدیث ہے " ایاز ! قدر خود بشناس "

میرے مہربان ! ان تمام احادیث کا مطلب وہی ہے جو میں عرض کر چکا ہوں ۔ یعنی یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس خطبۂ مبارکہ میں ابتدائے دنیا سے انتہائے دنیا تک کی تمام اہم باتیں جن کے بیان کی امت کو ضرورت تھی بیان فرمائیں ۔ یہ بعینہٖ وہ مطلب ہے جو آپ کی پیش کردہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ والی حدیث کی شرح میں حضرت علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح شفا میں بیان فرمایا ہے ۔ اور حضرت علامہ عینی رہ و حافظ عسقلانی رحمہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ذیل میں جو کچھ لکھا اس کا منشا بھی یہی ہے جیسا کہ میں پہلے بتلا چکا ہوں ۔ اور اس مطلب کا واضح قرینہ حضرت فاروق رض ہی کا وہ ارشاد ہے جو مسند احمد اور ابن ماجہ کے حوالہ سے پیش کر چکا ہوں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ربوٰا کے احکام کو تفصیل سے بیان نہیں فرمایا ۔

حضرت فاروق اعظم رض کے اس ارشاد اور آپ کی بدء الخلق والی روایت میں تطبیق یوں ہی ہو سکتی ہے کہ اس کا مطلب یہ لیا جائے کہ حضور ص نے تمام وہ چیزیں بیان فرمائیں جو آپ کے نزدیک زیادہ اہم تھیں اور امت کو ان کے بیان کی خاص ضرورت تھی ـــــ ہاں یاد آیا مشکوٰۃ شریف میں جہاں حضرت فاروق اعظم رض کی یہ بدء الخلق والی حدیث مذکور ہے وہاں حاشیہ پر حضرت شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی لمعات شرح مشکوٰۃ کے حوالہ سے اس حدیث کی شرح میں یہ الفاظ نقل ہیں ۔ " اَیْ مِمَّا یَتَعَلَّقُ بِالدِّیْنِ اَیْ کُلِّیَاتِہٖ " یعنی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضور ص نے اس خطبۂ مبارکہ میں دین کے متعلق تمام ضروری اصول اور کلیات بیان فرمائے ۔

بہر حال ان احادیث سے آپ کا استناد بالکل غلط ہے ، ان کا مطلب وہی ہے جو میں عرض کر رہا ہوں ۔ اور جو مطلب ان کا آپ لے رہے ہیں وہ عقل و نقل دونوں کے خلاف ہے ۔

اس مرتبہ آپ نے بڑے ناز کے ساتھ ایک حدیث حضرت ابو الدرداء رض کی اور پیش کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں

لَقَدْ تَرَكَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَمَا يُحَرِّكُ طَائِرٌ جَنَاحَيْهِ اِلَّا ذَكَرَلَنَا مِنْهُ عِلْمًا

اور اس سے آپ نے یہ ثابت کیا ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہر ہر پرندہ کا حال بیان فرمایا۔ اور گویا اس کو آپ نے مکھیوں اور مچھروں کے تفصیلی احوال کے بیان میں نص صریح سمجھا ہے، میں آپ کی اس خوش فہمی کی کیا داد دوں۔ اگر عربی دانوں کا یہ مجمع ہوتا تو عام حاضرین کی طرف سے آپ کو اس حدیث فہمی کی اچھی داد مل جاتی۔ بندۂ خدا! اگر محاوراتِ عرب سے آپ کو واقفیت نہیں ہے اور خدا نے کلام فہمی کا ذوق بھی نہیں دیا ہے تو لفظی ترجمہ ہی پر غور کیا ہوتا۔ اس حدیث کا خالص لفظی ترجمہ یہ ہوگا کہ۔

"ہم کو چھوڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حال یہ کہ کوئی پرندہ اپنے پروں کو فضاءِ آسمانی میں حرکت نہیں دیتا مگر آپ نے ہمارے لئے اس سے علم ذکر کیا"

آپ غالباً اس کو علم سمجھتے ہیں کہ ہر پرندہ کے متعلق یہ معلوم ہو کہ وہ دن میں کے بار پیشاب کرتا ہے، کتنی دفعہ پاخانہ کرتا ہے، اس کے پاخانے میں کیسی بُو آتی ہے، کیسا رنگ ہوتا ہے، اور اس کا کتنا وزن ہوتا ہے، حالانکہ شرعی اصطلاح میں علم صرف ان چیزوں کے علم کو کہتے ہیں جن کا تعلق شریعت سے ہو، پس تمام پرندوں کے متعلق علم بیان فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس علیہ السلام نے تمام پرندوں کی حلت و حرمت وغیرہ شرعی احکام کے متعلق ایسے جامع اور اصولی احکام بیان فرمائے ہیں کہ ان کی روشنی میں ہر پرندہ کا حلال یا حرام ہونا، اس کے گوشت وغیرہ کا طاہر یا غیر طاہر ہونا معلوم ہو سکتا ہے۔ اور یہی وہ علم شریف ہے جس کے بیان فرمانے کے لئے آپ دنیا میں تشریف لائے تھے ـــــ بہرحال اس حدیث سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حضور نے ہر ہر پرندہ اور ہر مکھی، مچھر کی پوری پوری سوانح حیات اور سرگزشت بیان فرمائی، منصب نبوت سے ناواقفی اور تفقہ فی الدین سے محرومی کی دلیل ہے۔

ان احادیث کے علاوہ آپ نے دو آیتیں بھی اور پیش کی ہیں۔ ایک وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ جس کا ترجمہ ہے کہ "حضورؐ غیب پر بخیل نہیں" اس کا مطلب بالکل ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ نے غیب کی جو باتیں آپ کو بتلائی ہیں آپ امتیوں تک پہنچانے میں بخل نہیں فرماتے۔ اور یہی ہمارا ایمان ہے، لیکن اس سے "علم غیب کلی" سے کیا واسطہ؟ پھر نہ اس میں لفظ کُل یا جمیع کا لفظ ہی ہے۔

دوسری آیت آپ نے پیش کی ہے خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ اور "معالم" کے حوالہ

سے ابن کیسان کا یہ قول آپ نے بیان کیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالے نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا اور ان کو ماکان دمایکون کا بیان تعلیم فرمایا۔

اس کے جواب میں پہلی بات تو یہ عرض کرنی ہے کہ یہ تفسیر بالکل خلاف ظاہر اور مرجوح ہے اور اسی واسطے ان مفسرین نے اس قول کو نقل بھی نہیں کیا جو صرف صحیح اقوال کے نقل کرنے کا التزام کرتے ہیں۔ اور خود بغوی نے بھی "معالم" میں اس کو دوسرے اقوال کے بعد بالکل آخر میں صرف احتمال کے طور پر ذکر کیا ہے۔

اس کی صحیح ترین تفسیر وہ ہے جس کو "معالم" ہی میں اس سے پہلے نقل کیا ہے۔ یعنی یہ کہ انسان سے جنس انسان مراد ہے اور بیان سے مراد انسان کی وہ گویائی اور قوت ناطقہ ہے جس کی وجہ سے وہ تمام حیوانات سے ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ امام رازی رہ نے اسی کو صحیح تر کہا ہے اور تفسیر جلالین وجامع البیان جیسی معتبر ترین تفسیروں میں اسی کو اختیار کیا گیا ہے۔ اور اگر ان تمام چیزوں سے قطع نظر بھی کر لیا جائے جب بھی اس سے آپ کا دعوٰے علم کلی کا ثابت نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ زیادہ سے زیادہ اس میں وہی کلمہ مَا ہے جس کے متعلق میں ثابت کرچکا ہوں کہ وہ ہمیشہ عموم واستغراق کے لئے نہیں ہوتا۔

علاوہ ازیں ان دونوں آیتوں سے آپ کا استدلال اس لئے بھی غلط ہے کہ یہ دونوں مکی ہیں اور اگر ان سے علم کلی ثابت ہوگا تو مکی زندگی میں ثابت ہوگا۔ اور آپ حضرات مدنی زندگی کے بھی بالکل آخری ایام میں یعنی ختم نزول قرآن کے بعد حضور ﷺ کے لئے اس علم غیب کلی کے حصول کے قائل ہیں۔ لہٰذا ان آیتوں سے آپ کا استدلال اس وجہ سے بھی غلط اور خلاف قاعدہ ہے۔

یہ بحث تو آپ کے دلائل کے متعلق تھی۔ اب میں اپنے دلائل کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

میں نے علوم خمس کے متعلق دو آیتیں اور ان کی تفسیر میں چند حدیثیں پیش کی تھیں، آپ نے ان سب کے جواب میں کہا تھا کہ ان سب میں غیر اللہ سے امور خمس کے صرف علم ذاتی کی نفی ہے اور اس مرتبہ پھر آپ نے اسی چیز کو دوبارہ بیان کیا ہے۔ میں اپنی پہلی تقریر میں آپ کے اس خیال کی مدلل تردید کرچکا ہوں۔ اور میں نے مسند احمد کے حوالہ سے حضرت ربعی بن حراش رض کی جو حدیث پیش کی تھی، اس سے تو آپ کے اس خیال کی بالکل ہی بیخ کنی ہوجاتی ہے اور اس کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہتی اس لئے اب اس احتمال کو زبان پر لائیے

ہی نہیں ۔

ہاں ! یاد آیا سنبھل کے مناظرہ میں آپ نے اس بات کو خود تسلیم کیا تھا کہ اس حدیث سے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے امورِ خمس کے علمِ عطائی کی نفی بھی ثابت ہوتی ہے اور آپ کا یہ اقرار خود آپ کی چھاپی ہوئی رو ئداد میں بھی موجود ہے ۔ اور میں اپنی پہلی تقریر میں ثابت کر چکا ہوں کہ اس ایک حدیث سے جب علمِ عطائی کی نفی ثابت ہو گی تو علومِ خمس کے متعلق اس کے ہم مضمون جو اور آیات یا احادیث ہیں ان سب سے بھی علمِ عطائی کی نفی ثابت ہو گی ۔ میں نے اسی سلسلہ میں سیدنا امام ابوحنیفہ رح کا ایک فیصلہ کن ارشاد بھی پیش کیا تھا ، اس کے جواب میں آپ نے یہ عجیب و غریب بات فرمائی ہے کہ اس میں تو ملک الموت کا ذکر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو اس میں نام مبارک بھی نہیں ۔

اس کے جواب میں اس کے سوا میں اور کیا کہوں کہ جواب دینے سے پہلے ذرا تفسیر مدارک کی عبارت کو دیکھ تو لیا ہوتا ، سنئے ! اس میں حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کے آخری کلمات یہ ہیں فَاِنَّ هٰذِهِ الْعُلُوْمَ الْخَمْسَ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا اللّٰه (یعنی یہ پانچ علوم حق تعالیٰ شانہٗ کے سوا کسی کو نہیں)۔

فرمایئے ! کہ اس میں علومِ خمس کی نفی صرف ملک الموت سے کی گئی ہے یا کُل ماسوا اللہ سے ، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں ۔ اس سلسلہ میں آپ نے صحیح مسلم سے ایک حدیث بھی پیش کی تھی ۔ اور اس دعوے کے ساتھ پیش کی تھی کہ میں مسلم شریف سے حضرت امام ابوحنیفہ رح کا عقیدہ پیش کرتا ہوں ، جس پر میرے ساتھ اور بھی بہت سے حضرات کو ہنسی آگئی اور اس تاریخی شعر کی یاد تازہ ہو گئی ؎

چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا

اَلَا یَا اَیُّھَا السَّاقِیْ اَدِرْ کَاْسًا وَّ نَاوِلْھَا

بہر حال صحیح مسلم کی اس حدیث سے آپ نے یہ ثابت کیا ہے کہ تقدیر کا نوشتہ لکھنے والے فرشتہ کو ہر شخص کی موت کے وقت کا علم ہے ۔ اس کے جواب میں پہلی گزارش تو یہ ہے کہ گفتگو ان امورِ خمس کے علمِ کلی میں ہے جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں ، اور اس حدیث سے اس کاتبِ تقدیر فرشتہ کے لئے ہر شخص کی موت کے علم کا حصول ثابت نہیں ہوتا ، بلکہ اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ جنین میں نفخِ روح کا وقت آتا ہے تو اس سے

وقت اس کو اس کی عمر تبلا دی جاتی ہے نہ یہ کہ اس فرشتہ کو سب کی موت کا وقت معلوم ہے۔

علاوہ ازیں اس کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ تمام پیدا ہونے والے فرشتوں کی تقدیر لکھنے کے لئے ایک ہی فرشتہ مقرر ہے؟ ہو سکتا ہے کہ اس کے لئے فرشتوں کا ایک محکمہ ہو، اور یہی زیادہ قرینِ قیاس ہے بہر حال اس حدیث سے کسی طرح بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ علوم خمس والی آیات واحادیث میں "موت" کے متعلق جس علم کلی کی نفی غیر اللہ سے کی گئی ہے وہ کاتبِ تقدیر فرشتہ کو حاصل ہو۔

میں نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے ساتھ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ کا بھی تذکرہ کر دیا تھا۔ اور کل جو میں نے حضرت ممدوح کی کتاب "غنیۃ الطالبین" سے ایک فیصلہ کن عبارت پیش کی تھی، آج پھر اس کی طرف میں نے آپ کو توجہ دلائی تھی، آپ نے اس کے جواب میں ایک شعر پیش کیا ہے۔ اوّل تو وہ بحث سے بالکل غیر متعلق ہے اور زیادہ سے زیادہ اس سے حضرت شیخ رح کے لئے اس زمانہ کے آباد شہروں کا ایک اجمالی مکاشفہ ثابت ہوتا ہے اور اس میں کوئی بحث نہیں، اور نہ کسی طرح اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کلی پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔ پھر اس شعر کو حضرت شیخ کا شعر ثابت کرنے کی آپ کوئی یقینی دلیل نہیں پیش کر سکتے۔ اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ حضرتِ ممدوح کی کسی کتاب میں آپ یہ شعر نہیں دکھلا سکتے۔ اکابر امت اور بزرگانِ دین کی طرف لوگوں نے ہزاروں شعر اور قصیدے ایسے منسوب کر رکھے ہیں جو ہرگز ان سے ثابت نہیں۔

خیر یہ بحث تو اپنے اور آپ کے گزشتہ دلائل کے متعلق تھی۔ اب کچھ نئی چیزیں اور پیش کرنا چاہتا ہوں۔ قرآن مجید سورہ مدثر میں ارشاد ہے۔ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ "اور تمہارے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا"۔ (المدّثّر ۷۴، ۳۱)

حافظ ابن کثیر رح اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ اَیْ مَا يَعْلَمُ عَدَدَهُمْ وَكَثْرَتَهُمْ اِلَّا هُوَ تَعَالٰى۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱۰، ص ۱۱۵)

"یعنی اللہ کے لشکروں کی شمار اور ان کی کثیر مقدار کا علم اس کے سوا کسی کو نہیں"۔

اس آیت کا صاف مطلب بمفہوم و منطوق یہی ہے کہ جنودِ الٰہی کا ٹھیک علم بس اللہ ہی کو ہے اس سے

صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو یہ "علم محیط" حاصل نہیں۔ اور سنئے! سورۃ نساء میں ہے

"وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ۔ اور کتنے رسول ہیں ایسے کہ ہم نے ان کو تم سے (اے رسولؐ) بیان کر دیا اور کتنے ہی رسول ہیں کہ ہم نے تم سے ان کو بیان نہیں کیا" (النساء ع ۲۳ پ ۶)

علامہ خازن رح اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ اَیْ لَمْ نُسَمِّهِمْ لَكَ وَلَمْ نُعَرِّفْكَ أَخْبَارَهُمْ۔ یعنی اے رسولؐ! بہت سے ایسے رسول ہیں جن کے نام اور ان کے احوال ہم نے تم کو نہیں بتلائے"

اور حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اسی آیت کے ذیل میں مروی ہے کہ۔

"بَعَثَ اللّٰهُ عَبْدًا حَبَشِيًّا نَبِيًّا فَهُوَ مِمَّنْ لَمْ يُقْصَصْ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (در منثور: ص ۲۴۸)

"اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک حبشی بندہ کو نبی بنا کر بھیجا تھا اور وہ ان پیغمبروں میں سے ہیں جن کا قصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بتلایا گیا"

بہر حال اس آیت اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس تفسیری ارشاد سے معلوم ہوا کہ بعض انبیاءؑ کے احوال بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بتلائے گئے، حالانکہ اگر آپ کو علم کلی عطا ہوتا تو کسی کا کوئی حال بھی آپ کے علم سے باہر نہ ہوتا۔ نیز اسی آیت کے ہم مضمون ایک آیت سورۃ مومن میں بھی ہے۔ ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ۔ (المؤمن ع ۸ پ ۲۴)

اور بہ تحقیق ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے ان میں سے بعض وہ ہیں جن کو ہم نے آپ سے بیان کیا اور بعض وہ ہیں جن کو ہم نے بیان نہیں کیا"

حضرت علی مرتضیٰ رضہ کا جو ارشاد میں ابھی دُرِّ منثور سے پیش کر چکا ہوں وہ آپ سے اس آیت کی تفسیر

میں بھی مروی ہے۔

ان قرآنی تصریحات اور اکابرِ امت کے ان ارشادات کے ہوتے ہوئے اللہ تعالےٰ کے سوا کسی اور کے لئے "علمِ کلی" کا دعویٰ کرنا کسی ایمان والے کا کام نہیں۔

آخر میں گزارش ہے کہ براہِ کرم اب بار بار ان باتوں کو نہ دہرایئے جن کا جواب میں بار بار دے چکا ہوں۔ آپ کی اس فضول تکرار سے بہت وقت ضائع ہوتا ہے۔

مولوی حشمت علی صاحب

حضراتِ گرامی! آپ نے دیکھ لیا مولوی منظور صاحب میری باتوں کا کوئی جواب نہیں دیتے بس اپنی کہے جاتے ہیں۔

ارے مولوی صاحب! آپ یہاں جواب دیں یا نہ دیں، خدا کے یہاں آپ کو جواب دینا پڑے گا۔ آپ میرے مطالباتِ قاہرہ کو ہضم کئے جاتے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے نئی نئی آیتیں اور حدیثیں پڑھے جاتے ہیں، جب تک میری باتوں کا جواب آپ نہ دے لیں، آپ کو نئے دلائل پیش کرنے کا کیا حق ہے، کیا پھر میں بھی ایسے ہی بے اصولے پن سے کام لوں۔ یاد رکھئے! میں ایک ایک تقریر میں پچاس پچاس دلیلیں پیش کر سکتا ہوں، آپ مجھے خوب جانتے ہیں۔

جو دلیلیں آپ نے پہلے پیش کی تھیں ان کا جواب اپنی پہلی تقریروں میں دے چکا ہوں، اور براہینِ قاہرہ سے ثابت کر چکا ہوں کہ ان میں صرف علمِ ذاتی کا ذکر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کی جناب میں صرف وہی ممکن ہے، علمِ عطائی وہاں محالِ قطعی ہے۔ لہٰذا جن آیتوں یا حدیثوں میں کسی علم کو اللہ تعالےٰ کے ساتھ خاص کر کے ماسوا سے اس کی نفی کی گئی ہے ان سب میں صرف علمِ ذاتی ہی مراد ہو سکتا ہے۔

آپ نے جو آیتیں اور حدیثیں پہلی تقریروں میں پیش کی تھیں، ان سب کا میری طرف سے یہی دندان شکن جواب ہے۔ اگر ہو سکے تو اس کو توڑیئے اور غلط ثابت کیجئے لیکن میں پیشگوئی کرتا ہوں کہ اگر سارے وہابی دیوبندی بھی جمع ہو جائیں تو وہ اس کا جواب نہیں دے سکتے ؎

نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار ان سے

یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

آپ نے اس مرتبہ سورۃ مدثر کی جو آیت وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ پیش کی ہے اس کا جواب بھی میری طرف سے یہی ہے کہ اس میں بھی "جنود الٰہی" کے علم ذاتی کی نفی غیر اللہ سے کی گئی ہے دیکھئے اس کا ترجمہ یہی تو ہے کہ "اللہ کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا" یعنی بس اللہ تعالٰے ہی اپنے لشکروں کی تعداد جانتا ہے۔

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اللہ تعالٰے کو جو اپنے لشکروں کا علم ہے تو یہ ذاتی ہے یا عطائی؟ ظاہر ہے کہ ذاتی ہی ہے۔ "عطائی" تو وہاں محال ہے۔ لہذا آیت کا مطلب یہی ہوگا کہ اللہ تعالٰے کے لشکروں کا علم ذاتی اللہ تعالٰے کے سوا کسی کو نہیں۔ اب بتلایئے کہ اس سے علم عطائی کی نفی کس طرح ثابت ہوئی۔؟

اس کے علاوہ جو دو آیتیں آپ نے اس مرتبہ اور پیش کی ہیں، جن سے ثابت کرنا چاہا ہے کہ بعض انبیاء علیہم السلام کے احوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بتلائے گئے ہیں۔

ان دونوں آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک میں ان انبیاء کے تفصیلی حالات نہیں بیان کئے گئے لیکن اس کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ وحی غیر متلو کے ذریعے بھی آپ کو ان کا علم عطا نہیں ہوا؟ میں نے سورۃ نساء کی آیت وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ پیش کی تھی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جن چیزوں کا علم نہیں تھا ان سب کا علم آپ کو عطا ہو گیا، پس جن انبیاء علیہم السلام کے حالات پہلے سے آپ کو معلوم نہیں تھے اس آیت سے ثابت ہوا کہ ان کے حالات بھی آپ کو بتلا دیئے گئے۔

لیجئے ان چند جملوں میں آپ کی ساری دلیلوں کا جواب ہو گیا۔ وللہ الحمد۔

اب میرے دلائل قاہرہ سنئے!

میں نے ایک آیت تو یہی وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ پیش کی تھی اور بتلایا تھا کہ "ما" چونکہ عموم کا کلمہ ہے اس لئے اس آیت سے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم کلی ثابت ہوتا ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے جو تاویلیں کیں میں ان سب کو باطل اور مردود ثابت کر چکا ہوں۔ آپ میرے اس جواب الجواب کا کوئی جواب نہیں دے سکے۔

دوسری آیت میں نے وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ پیش کی تھی اور اس سے میں

نے ثابت کیا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صرف عالم الغیب ہی نہیں بلکہ معلم الغیب بھی ہیں۔ آپ نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ اس سے علم کلی ثابت نہیں ہوتا، کیوں کہ اس میں کُل کا لفظ نہیں۔

ارے مولوی صاحب! آپ اتنا بھی نہیں جانتے کہ کُل کی طرح الف لام بھی استغراق کے لئے آتا ہے اور اس آیت میں بھی وہ استغراق ہی کے لئے ہے۔ لہذا آیت کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارے رسول کُل غیب بتلانے میں بخل نہیں فرماتے۔ یعنی اپنی امت کو کُل غیب کی تعلیم دیتے ہیں۔ کہئے اب بھی اس آیت سے "علم غیب کلی" بلکہ تعلیم غیب کلی کا ثبوت ہوا یا نہیں؟

تیسری آیت میں نے خَلَقَ الْإِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ پیش کی تھی اور بتلایا تھا کہ تفسیر "معالم التنزیل" میں امام ابن کیسان سے اس کی تفسیر یہ نقل کی گئی ہے کہ خَلَقَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ عَلَّمَهُ بَيَانَ مَاكَانَ وَمَا يَكُوْنُ یعنی اللہ تعالٰے نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا اور آپ کو جو کچھ کہ ہوا اور جو کچھ کہ ہو گا اس سب کا بیان تعلیم فرمایا۔"

اس کے جواب میں آپ نے کہا ہے کہ یہ تفسیر خلاف ظاہر ہے۔ بہت خوب! کیا آپ امام ابن کیسان سے بھی زیادہ علم رکھتے ہیں؟ آپ کو یہ کہتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ جب ابن کیسان جیسے جلیل القدر امام نے یہ تفسیر کر دی اور امام بغوی نے تفسیر معالم التنزیل میں اس کو نقل بھی کر دیا تو اب اس کے صحیح ہونے میں کیا شبہ رہا۔

بہر حال اس آیت سے روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جمیع ماکان ومایکون کا بیان عطاء فرمایا گیا۔ یعنی آپ تمام ماکان ومایکون کے صرف عالم ہی نہیں تھے بلکہ صحابہ کرام رضؓ سے آپ اس کو بیان بھی فرماتے تھے۔ وللہ الحمد۔

پھر اس مضمون کی تائید حضرت ابوہریرہ رضؓ، حضرت حذیفہ رضؓ، حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضؓ اور حضرت فاروق اعظم (رضی اللہ عنہم) کی ان احادیث سے بھی ہوتی ہے جو پہلے پیش کر چکا ہوں۔ اس کا صریح مضمون یہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابۂ کرام رضؓ کے سامنے برسر منبر تمام ماکان ومایکون یعنی دنیا کے شروع سے آخر تک کی تمام باتیں پوری تفصیل کے ساتھ بیان فرمائیں۔ آپ نے ان تمام احادیث کے جواب میں کہا ہے کہ ان کا مطلب یہ ہے کہ حضور صؐ نے تمام قابل ذکر اور اہم باتیں بیان فرمائیں۔ لیکن میں

نے آپ سے بار بار پوچھا کہ یہ "قابلِ ذکر" کا پیوند آپ کہاں سے لگاتے ہیں تو آپ ابھی تک کوئی جواب نہیں دے سکے۔

ارے مولوی صاحب! خدا سے ڈرو! حدیثوں کے معنی اپنے جی سے نہ گھڑو۔ ان احادیث پاک کا مطلب وہی ہے جو حضرت علامہ بدرالدین عینیؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانی رح نے بیان فرمایا ہے۔ پھر سن لو! ان بزرگانِ کرام کے الفاظ گرامی یہ ہیں۔

فِيْهِ دَلَالَةٌ عَلٰى اَنَّهٗ اَخْبَرَ فِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ بِجَمِيْعِ اَحْوَالِ الْمَخْلُوْقَاتِ مِنِ ابْتِدَاءِهَا اِلٰى اِنْتِهَائِهَا۔ (عینی)

اور حافظ ابن حجر ارقام فرماتے ہیں۔

وَدَلَّ ذَالِكَ عَلٰى اَنَّهٗ اَخْبَرَ فِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ بِجَمِيْعِ اَحْوَالِ الْمَخْلُوْقَاتِ مُنْذُ ابْتُدِأَتْ اِلٰى اَنْ تَفْنٰى اِلٰى اَنْ تُبْعَثَ۔

(فتح الباری)

ان دونوں عبارتوں کا صریح مفاد بلکہ ترجمہ بھی یہی ہے کہ حضرت فاروق اعظم رض کی بدء الخلق والی حدیث اس بات پر واضح طور سے دلالت کرتی ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اول سے آخر تک تمام مخلوقات کے تمام احوال گویا ابتدائے آفرینش سے قیامت، اور قیامت سے آخر تک کے سارے واقعات بیان فرمائے اب بتلایئے ان جلیل القدر اماموں کی اس تصریح کے بعد آپ کے "قابلِ ذکر" کے پیوند کو کون سن سکتا ہے۔

الغرض ان تمام احادیث سے نہایت روشن طریقہ پر میرا مدعا ثابت ہے اور آپ کی ساری تاویلیں مردود و مطرود ہیں۔ لیجئے اب میں ایک آخری حدیث اسی مضمون کی اور پیش کرتا ہوں۔

مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ حدیث مروی ہے

قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيْبًا بَعْدَ الْعَصْرِ فَلَمْ يَدَعْ شَيْئًا يَكُوْنُ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اِلَّا ذَكَرَهٗ حَفِظَهٗ

مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ (الحدیث)

یعنی ایک دن عصر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ہمارے سامنے ایک خطبہ ارشاد فرمایا، پس قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس میں سے آپ نے کوئی چیز بھی ایسی نہ چھوڑی جس کا ذکر اس خطبہ میں نہ فرمایا ہو، جس نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا "

اس حدیث شریف سے بھی صاف معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رض کے سامنے ختم دنیا تک ہونے والے سارے واقعات ایک ایک کر کے بیان فرما دیئے اور کوئی ایک واقعہ بھی بلا بیان کئے نہ چھوڑا۔ وللہ الحمد۔

اچھا لیجئے ایک شیطان سوز ایمان افروز حدیث اور سنئے!

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہیں۔ پہلے یہ کہانت کا پیشہ کرتے تھے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی اطلاع ان کے مخبر جن نے ہی دی تھی۔ اسی کی اطلاع کی بنا پر یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ مقدس میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے اور اسی وقت انہوں نے حضور ﷺ کی شان میں اپنا ایک نعتیہ قصیدہ عرض کیا جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

فَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ لَا رَبَّ غَيْرُهٗ

وَاَنَّكَ مَاْمُوْنٌ عَلٰى كُلِّ غَائِبٖ

یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں اور اے رسول ﷺ آپ ہر غیب کے امین ہیں "

اس حدیث کو سیدی امام احمد عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے۔ اور حدیث کے آخر میں یہ بھی ہے کہ حضور اقدس ﷺ اس قصیدہ سے خوش ہوئے۔ لیجئے اس میں تو صاف " کل غائب " کا لفظ موجود ہے اب اس میں آپ کیا تاویل کر سکتے ہیں۔ مسلمانو! آپ نے دیکھا جو عقیدہ ہمارا ہے وہی صحابہ کرام رض کا بھی عقیدہ ہے اور وہ حضور اقدس ﷺ کے سامنے اس کا اظہار بھی کرتے تھے اور آپ اس سے مسرور بھی ہوتے

تھے۔ سنی بھائیو! تمہیں مبارک ہو، تمہارا عقیدہ وہ عقیدہ ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہیں۔ ان کا رب خوش ہے، تمام صحابہ کرام رض اور تمام ائمہ اور تمام بزرگان دین خوش ہیں۔ اور وہی تمام اکابر دین کا عقیدہ ہے۔

اچھا آخر میں ایک بزرگ کا ارشاد اور سن لیجئے۔

عارف ربانی سیدی امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہٗ کتاب الابریز شریف میں اپنے شیخ رح سے نقل فرماتے ہیں۔

وَاَقْوَی الْاَرْوَاحِ فِیْ ذَالِکَ رُوْحُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِنَّہَا لَمْ یَحْتَجِبْ عَنْہَا شَیْءٌ مِّنَ الْعَالَمِ فَہِیَ مُطَّلِعَۃٌ عَلٰی عَرْشِہٖ وَسِفْلِہٖ وَدُنْیَاہُ وَاٰخِرَتِہٖ وَنَارِہٖ وَجَنَّتِہٖ لِاَنَّ جَمِیْعَ ذَالِکَ خُلِقَ لِاَجْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

یعنی ساری روحوں میں قوی روح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک ہے۔ پس دنیا جہاں کی کوئی چیز ان سے پردہ میں نہیں۔ پس عرش اور علو وسفل سب پر آپ مطلع ہیں اور دنیا و آخرت اور جنت و دوزخ سب پر آپ کو اطلاع ہے کیونکہ یہ سب انہی کے لئے تو پیدا کیا گیا ہے صلی اللہ علیہ وسلم"

مولوی منظور صاحب! دیکھا آپ نے یہ ہے اکابرین دین کا عقیدہ۔ لیجئے! اسی ابریز شریف کی ایک اور ایمان افروز شیطان سوز عبارت سنئے۔ امام شعرانی فرماتے ہیں۔

سَمِعْتُہٗ اَحْیَانًا یَقُوْلُ وَمَا السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُوْنَ السَّبْعُ فِیْ نَظَرِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ اِلَّا کَحَلْقَۃٍ مُّلْقَاۃٍ فِیْ فَلَاۃٍ مِّنَ الْاَرْضِ۔

یعنی ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں بندہ مومن کی نظر میں بس ایسی ہیں جیسے کہ ایک لق و دق میدان میں چھلہ پڑا ہو"

مولوی منظور صاحب! دیکھا آپ نے آپ کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلی میں کلام ہے لیکن عرفاء کرام فرماتے ہیں کہ ہر عبد مومن کو تمام آسمانوں اور زمینوں کا اس طرح شہودی علم ہوتا ہے جس طرح کہ میدان میں پڑا ہوا چھلا ہر شخص دیکھتا ہے۔ اور بے شک ایمان کی شان یہی ہے۔ لیکن جو خود ہی مسلمان نہ ہو، جو انبیاء کرام اور سید الانبیاء (علیہم التحیۃ والسلام) ہی کی عظمت کا منکر ہو، وہ اس کو کیا سمجھ سکتا ہے۔ ہاں اگر آپ لوگ توبہ کر کے ابھی مسلمان ہو جائیں تو یہ باتیں آپ کی بھی سمجھ میں آسکتی ہیں۔ اس کے بعد میں پھر کہتا ہوں، او مولوی منظور صاحب! او منور الدین صاحب! اپنی اپنی ہڈیوں پر رحم کرو۔ ان کو دوزخ کا ایندھن نہ بناؤ اور اب بھی توبہ کر کے مسلمان ہو جاؤ۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی

(بعد حمد وصلوٰۃ) میں آپ کی اس کفر بازی اور بے جا تعلی کے جواب میں قرآن حکیم کی صرف ایک وہ آیت پیش کر دینا کافی سمجھتا ہوں جس میں زمانۂ نبوی کے مشرکین عرب کی اسی قسم کی تعلیوں کا جواب دیا گیا ہے بلکہ حضور سے دلوایا گیا ہے۔ ارشاد ہے۔

قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيمُ

بس خدا جانتا ہے کہ ہم میں اور تم میں کون حق پر ہے اور کون ناحق پر، کون مؤمن ہے اور کون کافر جنتی کون ہے اور ناری کون ہے۔ اور وہی قیامت کے دن ہمارا تمہارا فیصلہ کرے گا"۔ (سبا ع ۳، ۲۶)

آپ کی کفر بازی اور کفر ریزی کے اس قرآنی جواب کے بعد میں اصل بحث کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ آپ نے اپنی اس تقریر میں بہت ساحصہ تو پہلی ہی تقریروں کا دہرایا ہے اور انہی باتوں کا پھر اعادہ کر دیا ہے جن کا میں بار بار جواب دے چکا ہوں۔ مگر مجھے چونکہ ابھی بہت سی نئی نئی باتیں پیش کرنی ہیں اس لئے اب میں ان کے جوابات کو بار بار دہرا نہیں سکتا۔ میں امید کرتا ہوں کہ میرے وہ جوابات اتنی جلدی حاضرین کے حافظہ سے محو نہیں ہوئے ہوں گے۔ البتہ جو نئی چیزیں آپ نے اس تقریر میں پیش کی ہیں ان کے جواب میں مجھے کہنا ہے۔ آپ و نیز حاضرین کرام بغور سنیں۔

آپ نے آیت کریمہ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ کے متعلق دعوی کیا ہے کہ اس

میں غیب پر الف لام استغراق کا ہے۔

اولاً تو آپ کا یہ دعویٰ محض غلط ہے۔ آپ کسی مفسر کا قول اس کی تائید میں نہیں پیش کر سکتے۔ علاوہ ازیں آپ نے غالباً غور نہیں کیا، اگر بفرض یہ الف لام استغراق کا بھی ہو جب بھی اس سے "علم غیب کلی" ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس صورت میں آیت کا مفاد بخل کل غیب کا سلب ہوگا اور اس کے لئے صرف ایجاب جزئی لازم ہوگا نہ کہ ایجاب کلی۔ یعنی عدم بخل کل غیب کے لئے کل غیب کا اظہار ضروری نہیں بلکہ صرف بعض غیوب کے اظہار سے بھی بخل کل غیب کی نفی ہو جائے گی۔ الغرض اس صورت میں بھی آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور پھر یہ منشاء قرآن کے بھی خلاف ہوگا۔ کیونکہ اس سے بخل کی کامل نفی نہیں ہوگی بلکہ اس کے صرف ایک فرد بخل کل غیب کی نفی ہوگی۔

آپ نے آیت کریمہ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ کی تفسیر میں معالم کے حوالہ سے ابن کیسان رہ کا ایک قول نقل کیا تھا۔ میں نے اس کے متعلق کہا تھا کہ یہ تفسیر خلاف ظاہر اور مرجوح ہے۔ آپ نے اس کا ایک یہ "عالمانہ" جواب دیا ہے کہ کیا تم امام ابن کیسان سے بھی زیادہ علم رکھتے ہو؟

اس جواب کی داد کچھ اہل علم ہی دے سکتے ہیں۔ بندۂ خدا میں نے اس کو ان مفسرین کی تفسیر کے مقابلہ میں مجروح کہا ہے جو ابن کیسان سے بہت اونچے مرتبے کے ہیں۔ پھر آپ نے کہا ہے کہ جب ابن کیسان جیسے جلیل القدر امام نے یہ تفسیر کر دی اور علامہ بغوی نے اسے نقل کیا تو اس کے صحیح ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو یہ بھی پتہ نہیں کہ ابن کیسان کون اور کس طبقہ کے شخص ہیں اور مفسرین میں ان کا کیا درجہ ہے۔ اور غالباً آپ کو یہ بھی پتہ نہیں کہ معالم التنزیل علامہ بغوی نے کس اصول پر لکھی ہے۔ سنئے! نہ ابن کیسان ان لوگوں میں سے ہیں جن کی طرف کسی قول کی نسبت اس کی صحت کی دلیل ہو اور نہ معالم التنزیل ان کتابوں میں سے ہے جن میں صرف صحیح اور قابل اعتماد اقوال ہی کے نقل کا التزام ہو۔ سنئے! اس خصوصیت کی تفاسیر میں تفسیر ابن کثیر، تفسیر جلالین اور تفسیر جامع البیان جیسی تفاسیر ہیں۔ ان میں صرف وہی اقوال نقل ہوتے ہیں جو ان کے مؤلفین کے نزدیک کسی درجہ میں قابل اعتبار ہوتے ہیں، اور ایسی کسی تفسیر میں بھی ابن کیسان کا یہ قول نقل نہیں کیا گیا۔

اور قطع نظر اس ساری بحث سے میں تو پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ اگر بفرض ابن کیسان کی اس تفسیر کو صحیح بھی

مان لیا جائے جب بھی اس سے آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا جیسا کہ میں پہلے ثابت کر چکا ہوں۔

پھر میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ ان دونوں آیتوں وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ اور خَلَقَ الْإِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ سے آپ اس لئے بھی استدلال نہیں کر سکتے کہ یہ دونوں آیتیں مکی ہیں۔ اور اگر ان سے علم کلی ثابت ہو گا تو ہجرت سے بھی پہلے ثابت ہو گا۔ اور آپ حضرات ہجرت سے قریباً دس برس کے بعد حضور ﷺ کے لئے اس علم کا حصول مانتے ہیں۔ پس ان آیتوں کا جو مطلب آپ بیان کرتے ہیں اس کی رو سے تو آپ خود ان آیات کے منکر ٹھہریں گے۔ آگے کو کفر کی گردان آپ خود کر لیجئے وہ آپ کو اچھی کرنی آتی ہے۔

ان آیات کے علاوہ جو احادیث آپ نے پہلی تقریروں میں پیش کی تھیں ان سب کا مفصل و مدلل جواب میں مکرر سہ کرر دے چکا ہوں۔ اور ان کا صحیح مطلب روایت و درایت کی روشنی میں بتلا چکا ہوں کہ جس کا آپ کوئی رد نہیں کر سکے ہیں۔ اس مرتبہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی جو نئی حدیث آپ نے پیش کی ہے اس کا بھی میری طرف سے وہی جواب ہے اور اس کا بھی وہی مطلب ہے جو اس کے ہم مضمون دوسری احادیث کا میں عرض کر چکا ہوں۔ چنانچہ علامہ علی قاریؒ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اس کے الفاظ فَلَمْ يَدَعْ شَيْئًا کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے أَيْ مِمَّا يَتَعَلَّقُ بِالدِّينِ مِمَّا لَا بُدَّ مِنْهُ (مرقاۃ جلد پنجم ص ۸)

یعنی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے اس خطبہ میں دین کے متعلق تمام ضروری اور اہم ترین باتیں بیان فرمائیں اور ان میں سے کوئی بات بھی حضرت نے بغیر ذکر کے نہ چھوڑی۔

کہئے! یہ بعینہٖ وہی مطلب ہے یا نہیں جو میں بیان کر چکا ہوں کیا اس کے بعد بھی مجھ سے یہ پوچھئے گا کہ یہ "اہم اور قابل ذکر" کا پیوند کہاں سے لگاتے ہو۔ بہر حال اس قسم کی جتنی بھی احادیث مروی ہیں ان سب کا یہی مطلب ہے اور آپ جو مضحکہ خیز مطلب بیان فرماتے ہیں وہ سوائے آپ جیسے حضرات کے کوئی بھی نہیں سمجھ سکتا۔

آپ نے علامہ عینی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی عبارتیں پھر پیش کی ہیں۔ حالانکہ میں ان کا بھی کئی دفعہ جواب دے چکا ہوں اور بتلا چکا ہوں کہ ان کا منشا بھی یہی ہے جو میں بیان کر رہا ہوں۔

میں نے عرض کیا تھا کہ شاید آپ کو ان کے لفظ "جمیع" سے شبہ ہو رہا ہے۔ سو یہ "جمیع" ایسا ہی ہے جیسا کہ آیت کریمہ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ میں لفظ "اجمعین" ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے میرے اس جواب کو ابھی سمجھا ہی نہیں ۔ اگر واقعی آپ نہ سمجھ سکے ہوں تو صاف کہدیجئے میں اس کو تفصیل سے عرض کر دوں گا ۔

علاوہ ازیں عینی اور فتح الباری میں بلا مبالغہ سینکڑوں جگہ آپ کے عقیدہ علم غیب کلی کے خلاف تصریحات موجود ہیں ۔ اگر مناظرہ کا وقت بڑھانے کے لئے آپ تیار ہوں تو میں اسی مجلس میں پیش کر سکتا ہوں ۔

ہاں یاد آیا ، کل کے مناظرہ میں علامہ عینی رح کی ایک فیصلہ کن عبارت علم قیامت کی نفی پر میں پیش کر چکا ہوں ۔ اور حافظ ابن حجر رح نے بھی اسی موقعہ پر حدیث جبرئیل ہی کے ذیل میں اور اس کے علاوہ اور دیگر مقامات پر بھی علم قیامت کے مخصوص بخدا ہونے کے متعلق تصریحات کی ہیں ۔ غرض عینی اور فتح الباری میں ایسی صدہا تصریحات ہیں جن کے مطالعہ سے ہر شخص معلوم کر سکتا ہے کہ اللہ تعالٰے کے سوا کسی اور کے علم غیب کلی کے عقیدہ سے ان کا دامن بالکل پاک ہے ۔

بہر حال عینی اور فتح الباری کی آپ کی پیش کردہ عبارات سے علم کلی بلکہ تعلیم کلی کا نتیجہ نکالنا صرف آپ کی خوش فہمی ہے ۔ آپ نے اس مرتبہ سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کا ایک شعر بھی پیش کیا ہے ۔ اول تو اس روایت کی سند صحیح نہیں ہے ۔ پھر عربی محاورات میں کبھی کبھی لفظ کل بمعنی کثیر بھی مستعمل ہوتا ہے ، چنانچہ قرآن پاک میں بعض معتوب و مغضوب اقوام کے حق میں فرمایا گیا ہے کہ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ اور ظاہر ہے کہ یہاں « کل شیء » سے صرف اشیاء کثیرہ ہی مراد ہو سکتی ہیں ۔ اور خود آپ کے پیر و مرشد فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب اپنے فتاوٰے میں لکھتے ہیں ۔ « کبھی کل سے اکثر مراد ہوتا ہے »

(فتاوٰے رضویہ ؛ جلد اول ، ص ۳۷)

پس اگر اس روایت کو صحیح بھی مان لیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ آپ کے پیش کردہ شعر میں « کل غائب » کے لفظ سے امور غائبہ کی صرف مقدار کثیر مراد ہے ۔ اور اس صورت میں شعر کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ غیب کی بہت سی باتوں کے امین ہیں ۔ اور اس پر ہمارا ایمان ہے لہذا اس شعر میں آپ کے لئے کوئی حجت نہیں ۔ پھر یہ بھی ملحوظ رہے کہ اگر آپ اس شعر کا مطلب یہ نہیں کریں گے اور کل کو اپنے اصلاحی معنے میں لے کر اس سے تمام غیوب کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کریں گے تو یہ شعر آپ کے پیر و مرشد فاضل بریلوی کے عقیدہ کے بھی خلاف

ہوگا ۔ میں ان کی کتابوں سے ان کی یہ تصریح پیش کر چکا ہوں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے " کل علم غیب " کے قائل نہیں ۔ اور یہی ایک شعر کیا آپ نے جو آیتیں اور حدیثیں اب تک پیش کی ہیں اور ان سے علم غیب کلی کا ثبوت جس طرح دینا چاہا ہے وہ سب آپ کے پیرو مرشد کے عقیدہ کے خلاف ہے اور گویا آپ کے اصول پر وہ ان تمام آیات و احادیث کے منکر ہیں لہٰذا اس مرتبہ ذرا دل کڑا کر کے یہ تو بتلا دیجئے کہ ان کا آپ کے نزدیک کیا حکم ہے ؟ آپ جو بڑی فیاضی کے ساتھ یہاں کفر تقسیم فرما رہے ہیں اس میں ان کا کتنا حصہ ہے ؟ ہماری ہڈیوں پر تو آپ کو بڑا رحم آتا ہے لیکن اپنے مرشد کی سوکھی ہڈیوں کی بھی آپ نے کوئی فکر کی ہے یا ان کے ساتھ آپ کو کوئی ہمدردی نہیں ، خواہ وہ کسی طبقہ میں جلیں ۔ ہاں ذرا دل تھام کے اس مرتبہ میرے اس سوال کا جواب ضرور دے دیجئے ۔

اس تقریر میں آپ نے " کتاب الابریز " کے حوالہ سے ایک بزرگ کا کلام بھی پیش کیا ہے اگرچہ اس کی توجیہ ہو سکتی ہے لیکن میں اس کے متعلق کچھ عرض کرنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھتا ۔ کیونکہ جن بزرگ کا وہ کلام ہے وہ ان علماء راسخین میں سے نہیں ہیں جن کے کلام سے ایسے مسائل میں استناد کیا جا سکتا ہو ، وہ تو ارباب سُکر میں سے ہیں ، اور اس طبقہ کے لوگوں میں سے ہیں جن کے بعض افراد نے غلبۂ حال کے وقت " انا الحق " اور " سبحانی ما اعظم شانی " بھی کہا ہے ۔ پس شرعی مسائل اور بالخصوص عقائد کے متعلق مباحث میں ان کے اقوال پیش کرنا ان کے مقام سے جہالت اور بے خبری کا ثبوت دینا ہے ۔ حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ۔

" حجۃ در اقوال و اعمال مشائخ نیست ، حجت آں ست کہ در کتاب و سنت "

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کسی ایسے ہی بزرگ کا ایک کلام ایک شخص نے پیش کیا ۔ اس پر حضرت رہ نے برافروختہ ہو کر تحریر فرمایا ۔

" کلام محمد عربی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام در کار است نہ کلام محی الدین اکبر بن عربی و صدر الدین قونوی و عبد الرزاق کاشی "

بہر حال شرعی مسائل و مباحث میں ان بزرگوں کے اقوال سے استناد صحیح نہیں ۔ لہٰذا مجھے ابریز کی عبارات کا جواب دینے کی مطلق ضرورت نہیں ۔

لیجئے یہاں تک آپ کی ساری دلیلوں کا جواب ہو گیا ۔ میرے پہلے پیش کردہ دلائل کے متعلق اس مرتبہ بھی

آپ نے وہی ذاتی وعطائی والی بات کہی ہے جس کو میں بارہا دلائل سے رد کر چکا ہوں لہذا اب مجھے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ البتہ جو تین آیتیں میں نے پچھلی تقریر میں پیش کی تھیں ان کے جواب میں جو کچھ آپ نے فرمایا ہے اس کا جواب مجھے دینا ہے۔

میں نے ایک آیت وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ پیش کی تھی۔ آپ نے کہا ہے کہ اس میں بھی غیر اللہ سے " جنود الٰہی " کے صرف علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بالکل غلط ہے کیونکہ آیت کا مقصد جنود اللہ کی کثرت بیان کرنا۔ اور گویا یہ تبلانا ہے کہ خدا کے لشکر اس قدر کثیر ہیں کہ اس کے سوا ان کی تعداد و شمار کا کسی کو علم بھی نہیں۔ اور جب اس کا مطلب آپ یہ لیں گے کہ اس کا علم ذاتی اللہ کے سوا کسی کو نہیں تو اس سے اس کی کثرت کا کچھ بھی پتہ نہیں چلے گا۔ کیونکہ علم ذاتی تو ایک ذرہ کا بھی اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کو نہیں اور نہ ہو سکتا ہے۔

بہرحال آپ کے اس مطلب سے تو آیت کا مقصد ہی خبط ہو جاتا ہے۔ رہی آپ کی یہ منطق کہ اللہ تعالےٰ کو چونکہ علم ذاتی ہے لہذا اجانب منفی میں بھی وہ ہی مراد ہو گا۔ تو یہ محض مغالطہ ہے۔ آیت کا منشاء صرف یہ تبلانا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے لشکروں کا علم اس کے سوا کسی کو نہیں۔ گویا یہاں نفی واثبات دونوں میں بلحاظ نظر نفس علم ہے ذاتی یا غیر ذاتی کی یہاں کوئی بحث ہی نہیں۔ اور یہی صورت ان تمام آیات میں ہے جو میں نے علم قیامت یا علوم خمس کے متعلق پہلے پیش کی ہیں۔

میں نے اس سے پہلی تقریر میں دو آیتیں اور بھی پیش کی تھیں جن کا مضمون یہ تھا کہ اے رسولؐ ہم نے کچھ انبیاء ؑ کے حالات تو آپ کو تبلائے ہیں اور کچھ انبیاء ؑ اور بھی ہیں جن کو ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا۔ ان دونوں آیتوں کا مطلب آپ نے یہ بیان کیا ہے کہ ہم نے قرآن پاک میں بعض پیغمبروں کے تفصیلی احوال بیان نہیں کئے حالانکہ دونوں میں سے کسی آیت میں نہ قرآن کا لفظ ہے نہ اس کا کوئی اشارہ ہی ہے، بلکہ وہاں تو صرف یہ ہے کہ لَمْ نَقْصُصْ عَلَیْكَ (یعنی ہم نے ان کو آپ سے بیان نہیں کیا)

علاوہ ازیں کل آپ نے بڑے زور وشور کے ساتھ یہ دعوٰی کیا تھا کہ قرآن پاک میں ہر چیز کی تفصیل اور ہر چیز کا بیان ہے اور اسی پر آپ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے علم غیب کلی کی بنیاد رکھی تھی۔ لیکن اس تقریر میں

آپ نے اس دعوے کو خود ہی توڑ دیا اور اقرار کر لیا کہ بعض انبیاء علیہم السلام کا بیان قرآن پاک میں نہیں ہے۔
کل میں نے ہر چند آپ کو سمجھایا کہ آپ کا یہ دعویٰ غلط ہے۔ اور قرآن پاک کے " تَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ "
اور " تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ " ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے، اور اس کے لئے میں نے ائمہ مفسرین کی تصریحات
بھی پیش کیں، لیکن آپ نہ مانے اور لبضد رہے۔ مگر حق کا معجزہ دیکھئے کہ آپ آج خود اقرار کر رہے ہیں کہ قرآن پاک
میں بعض انبیاء علیہم السلام کے احوال بیان نہیں فرمائے گئے ہیں۔ اس کو کہتے ہیں۔ " حق پر زبان جاری "۔

خیر یہ بحث تو میرے گذشتہ دلائل کے متعلق تھی۔ اب چند نئے دلائل اور سنئے۔

——— سورۂ ہود کی آخری آیت ہے

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ۔

یعنی زمین و آسمان کا پورا غیب صرف اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہے اور سب کچھ اسی کی طرف لوٹنے
والا ہے "

——— اور سورۂ نحل میں ارشاد ہے۔

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ

یعنی زمین و آسمان کے تمام غیوب صرف اللہ کے علم محیط میں ہیں اور قیامت کا معاملہ بس نگاہ
جھپکنے کی طرح ہوگا " (النحل ۱۶ = ۷۷)

——— اور سورۂ کہف میں ارشاد ہے۔

لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ۔ (کہف ۱۸، ۲۶)

یعنی زمین و آسمان کے غیبوں کا علم صرف اسی اللہ کو ہے وہ کس قدر دیکھنے اور سننے والا ہے "

ان تینوں آیتوں میں زمین و آسمان کے کل غیوب کے علم کو یعنی علم کلی کو صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص
بتلایا گیا ہے۔ جیسا کہ لِلّٰهِ اور لَهٗ کو مقدم کرنے سے ظاہر ہے۔ اور امام رازی رح وغیرہ مفسرین نے اس کی
تصریح بھی فرمائی ہے۔

غالباً ان آیات کے متعلق بھی آپ وہی فرسودہ بات کہیں گے کہ ان میں بھی صرف علم ذاتی کی تخصیص ہے

اس لئے میں پہلے ہی عرض کئے دیتا ہوں کہ علم ذاتی اگر مراد لیا جائے تو ان آیات میں غیب کا ذکر بے کار ہوگا۔ کیونکہ علم ذاتی تو دنیا کی کسی چیز کا بھی کسی مخلوق کو نہیں ہو سکتا، اس میں غیب کی کوئی خصوصیت نہیں۔ بہر حال ان تمام تمام آیات کا مطلب یہی ہے کہ زمین و آسمان کے تمام غیوب کو اللہ تعالےٰ ہی کا علم محیط ہے، اس کے سوا کسی کو یہ علم کلی حاصل نہیں۔

ایک آیت اور سنئے۔ سورۂ یٰسین شریف میں ارشاد ہے۔ وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ۔ آیت ۶۹:

یعنی ہم نے اپنے رسولؐ کو شعر کا علم نہیں دیا اور نہ وہ ان کے لئے مناسب ہے۔" دیکھئے اس آیت میں کس صراحت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے علم شعر کی نفی کی گئی ہے کہ وہ ہم نے ان کو نہیں دیا اور نہ وہ ان کے شایانِ شان ہے۔ پھر اس آیت کے لفظ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ بعض علوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شایانِ شان نہ تھے اور وہ آپ کو عطا نہیں ہوئے۔

آپ نے اب تک کے مناظروں میں اس آیت کے مجھے دو[2] جواب دیئے ہیں ایک[1] یہ کہ اس آیت میں ملکۂ شعر کی نفی مقصود ہے اور مطلب صرف یہ ہے کہ ہم نے آپ کو شعر گوئی کا ملکہ عطا نہیں فرمایا۔ اور دوسرا[2] جواب آپ نے سنبھل اور ادری کے مناظروں میں یہ دیا تھا کہ اس شعر سے شعر منطقی یعنی قضایا مخیلہ (خیالی باتیں) مراد ہیں اور آیت کا منشاء ان کی تعلیم کی نفی کرنا ہے۔

لیکن یہاں ان باتوں کو آپ نہ دہرائیں۔ آپ کو شاید یاد ہو میں پچھلے مناظروں میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وہ روایت پیش کر چکا ہوں جس میں مذکور ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ مشہور شعر پڑھ رہے تھے ؎

كَفَى الشَّيْبُ وَالْإِسْلَامُ لِلْمَرْءِ نَاهِيًا

وَيَأْتِيكَ بِالْأَخْبَارِ مَنْ لَمْ تُزَوِّدِ

لیکن آپ نے اس کو اس طرح الٹ پلٹ کر پڑھا کہ اس کی شعریت ختم ہوگئی اور وزن شعر باقی نہیں رہا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضورؐ شعر اس طرح ہے .... آنحضرتؐ نے پھر پڑھا اور پھر اسی طرح وزن ٹوٹ گیا۔ اور اس میں رد و بدل ہو گیا۔ اس پر حضرت صدیق اکبرؓ نے عرض کیا میں گواہ ہوں کہ

آپ خدا کے رسول برحق ہیں۔ خدا نے آپ کی شان میں فرمایا ہے کہ "ہم نے اپنے رسول کو شعر کا علم نہیں دیا"

اس روایت سے آپ کی ان تاویلات کی قطعی بیخ کنی ہو جاتی ہے۔

علاوہ ازیں پہلے مناظروں میں میں یہ بھی عرض کر چکا ہوں کہ اگر آپ کی ان تاویلات کو مان بھی لیا جائے تو تب بھی میرے استدلال پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ شعر سے خواہ آپ "ملکۂ شعر" مراد لیں یا "قضایا شعریہ" بہر حال میرا مدعا ثابت ہے کیونکہ آپ تو علم کلی کے مدعی ہیں جس میں یہ چیزیں بھی آجاتی ہیں۔ الغرض بہر صورت اس آیت سے میرا مدعا ثابت ہے۔

اب آخر میں ایک فیصلہ کن آیت اور سنئے! سورۂ مائدہ میں ارشاد ہے۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۔ (مائدہ پ ۷، ۱۰۹)

اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ جب بروز قیامت اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو جمع کرے گا تو ان سے ارشاد فرمائیگا کہ تم کو کیا جواب ملا؟ وہ عرض کریں گے کہ ہم کو علم نہیں آپ ہی غیب کی باتوں کو پورے جاننے والے ہیں"

اس آیت کی تفسیر و تشریح میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ مَعْنَاهُ لَا عِلْمَ لَنَا كَعِلْمِكَ فِيْهِمْ لِاَنَّكَ تَعْلَمُ مَا اَضْمَرُوْا وَمَا اَظْهَرُوْا وَنَحْنُ لَا نَعْلَمُ اِلَّا مَا اَظْهَرُوْا ۔

(تفسیر خازن: ج ۲: ص ۸۹)

انبیاء علیہم السلام کے اس جواب کا (کہ ہم کو علم نہیں) یہ مطلب ہے کہ اے اللہ! ان کے بارے میں ہم کو آپ کا سا علم نہیں کیونکہ آپ تو اس کو بھی جانتے ہیں جو انہوں نے زبان سے ظاہر کیا، اور اس کو بھی جو دل میں پوشیدہ رکھا، اور ہم کو ان کے صرف ظاہری حال کا علم ہے"

سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس تفسیر و تشریح کی روشنی میں غور فرمایئے تو اس آیت سے

معلوم ہوگا کہ بروز قیامت بارگاہ خداوندی میں تمام انبیاء علیہم السلام کا متفقہ بیان یہ ہوگا کہ اپنے امتیوں کے ظاہر و باطن کا پورا علم ہم کو نہیں اے اللہ! آپ ہی کو تمام غیوب کا علم ہے۔

اصول کا مشہور مسئلہ ہے کہ جب کسی مسئلہ پر ائمہ مجتہدین کا اجماع ہو جائے تو اس سے اختلاف کرنے کی گنجائش کسی کو نہیں رہتی۔ پھر یہاں تو آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک کے تمام پیغمبران الٰہی کا اتفاق ہو رہا ہے کہ ہم کو اپنے امتیوں کے ظاہر و باطن اور ایمان و اخلاص کا پورا علم نہیں پھر اس اجماع پیغمبران سے اختلاف کی جرأت کسی باایمان کو کس طرح ہو سکتی ہے۔

حضرات گرامی! آج کی بحث میں پانچ آیتیں میں اپنی اس سے پہلی تقریروں میں پیش کر چکا تھا اور پانچ اس تقریر میں پیش ہوئیں۔ ان کے علاوہ ضمنی طور پر بعض احادیث نبوی اور حضرات صحابہ کرامؓ و ائمہ سلفؒ کے ارشادات بھی بحمد اللہ بقدر کافی پیش ہو چکے۔ آخر میں چند فیصلہ کن فقہی تصریحات بھی پیش کر دینا چاہتا ہوں۔

امام ابن ہمام رحمہ اللہ جن کو فقہائے حنفیہ میں خاص امتیاز حاصل ہے اور جن کو مجتہد فی المذہب تسلیم کیا گیا ہے۔ اپنی نفیس کتاب "مسایرہ" میں اس تصریح کے بعد کہ انبیاء علیہم السلام کو بعض غیوب کا علم حاصل نہیں ہوتا فرماتے ہیں۔

وَذَكَرَ الْحَنَفِيَّةُ فِي فُرُوعِهِمْ تَصْرِيحًا بِالتَّكْفِيرِ بِاعْتِقَادِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُ الْغَيْبَ لِمُعَارَضَةِ قَوْلِهِ تَعَالٰى قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ۔

اور فقہائے حنفیہ رحمہم اللہ نے کتب فتاویٰ میں اس عقیدہ رکھنے پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "علم غیب" تھا صراحۃً کفر کا (فتویٰ) حکم لگایا ہے کیوں کہ یہ عقیدہ آیت قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ کے صریح معارض اور منافی ہے۔"

اور علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ جن کو نعمان ثانی اور محرر مذہب ابی حنیفہ کہا جاتا ہے۔ "در البحر الرائق" میں فتاویٰ

قاضی خان اور خلاصۃ الفتاوٰی کے حوالہ سے ارقام فرماتے ہیں۔

لَوْ تَزَوَّجَ بِشَهَادَةِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لَا يَنْعَقِدُ وَيُكَفَّرُ لِاعْتِقَادِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُ الْغَيْبَ ٭

یعنی اگر کسی نے اللہ و رسول کو گواہ قرار دے کر نکاح کیا تو نکاح درست نہ ہوگا۔ اور وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے اعتقاد کی وجہ سے کافر ہو جائے گا"

اور درمختار میں ہے۔

—— تَزَوَّجَ بِشَهَادَةِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لَمْ يَجُزْ بَلْ قِيْلَ يَكْفُرُ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

یعنی اللہ و رسول کو گواہ بنا کر نکاح کیا تو درست نہ ہوگا۔ بلکہ کہا گیا ہے کہ وہ اس کی وجہ سے کافر ہو جائے گا۔ واللہ اعلم۔

فقہ حنفی کی دوسری کتابوں میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح لکھا ہوا ہے۔ مگر میں یہاں صرف انہی تین حوالوں پر اکتفار کرتا ہوں۔ اور اپنے لائق مخاطب مولوی حشمت علی صاحب سے عرض کرتا ہوں کہ لیجئے آپ کو فتوٰی کفر سننے کا بہت شوق تھا اب حضرات فقہائے کرام ؒ کی زبان سے آپ نے وہ بھی سن لیا۔ خدا توفیق دے تو اب تو اس گمراہی سے توبہ کر لیجئے۔

مولوی حشمت علی صاحب

حضرات گرامی! سنبھلی صاحب نے یہ بالکل جھوٹ کہا ہے کہ اللہ و رسول کو گواہ بنا کر نکاح کرنے والے کے کفر کا مسئلہ فقہ حنفی کی تمام کتابوں کا مسئلہ ہے۔ بعض کتابوں میں بعض لوگوں کا یہ قول نقل ضرور کیا گیا ہے۔ لیکن یہ بالکل ضعیف قول ہے۔ دیکھئے سنبھلی صاحب نے ابھی درمختار کی جو عبارت پیش کی ہے اس میں بھی قِيْلَ يَكْفُرُ کا لفظ ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ ایسے موقع پر "قیل" کا لفظ قول کا ضعف ظاہر کرنے کے لئے ہی لایا جاتا ہے۔ آپ نے کتنی بڑی خیانت کی ہے کہ آپ "درمختار" کی اس عبارت سے سند پکڑ رہے ہیں۔ حالانکہ اس سے تو آپ کا رد ہوتا ہے۔ اس کے لفظ "قِيْلَ" کا تو صاف مطلب یہ ہے کہ یہ قول ضعیف اور غیر معتبر ہے۔ چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی ؒ نے "ردالمحتار" حاشیہ درمختار میں اس کو کھول کر بیان کر دیا ہے اس میں ہے۔

کفر والا قول نقل کرنے کے بعد علامہ شامی رہ لکھتے ہیں۔

قَالَ فِی التَّتَارْخَانِیَۃِ وَفِی الْحُجَّۃِ ذُکِرَ فِی الْمُلْتَقَطِ اَنَّہٗ لَا یَکْفُرُ لِاَنَّ الْاَشْیَاءَ تُعْرَضُ عَلٰی رُوْحِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَّ الرُّسُلَ یَعْرِفُوْنَ بَعْضَ الْغَیْبِ قَالَ تَعَالٰی عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ، قُلْتُ بَلْ ذَکَرُوْا فِی کُتُبِ الْعَقَائِدِ اَنَّ مِنْ جُمْلَۃِ کَرَامَاتِ الْاَوْلِیَاءِ الْاِطِّلَاعُ عَلٰی بَعْضِ الْمُغَیَّبَاتِ۔

یعنی فتاویٰ تتارخانیہ اور "حجۃ" میں ہے کہ کتاب ملتقط میں مذکور ہے کہ خدا اور رسولؐ کو گواہ بنا کر نکاح کرنے والا عقیدۂ علم غیب کی وجہ سے کافر نہ ہوگا۔ کیوں کہ چیزیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک پر پیش کی جاتی ہیں۔ اور بے شک خدا کے رسول علیہم الصلوۃ و السلام بعض غیوب جانتے ہیں جیسا کہ خود اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ عالم الغیب ہے اللہ تعالےٰ۔ نہیں ظاہر کرتا کسی شخص پر اپنے غیب کو بجز اپنے برگزیدہ رسول کے " (انبیاء علیہم السلام کے علم غیب کا قرآن پاک سے یہ ثبوت دینے کے بعد علامہ شامی رہ فرماتے ہیں کہ) —— میں کہتا ہوں عقائد کی کتابوں میں تو مصنفین نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اولیاء اللہ کی کرامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ ان کو مغیبات کی اطلاع ہو جاتی ہے۔

دیکھا سنبھلی صاحب آپ نے! فقہائے حنفیہ کا عقیدہ تو یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ حضرات اولیاء کرام کو بھی علم غیب ہوتا ہے۔ آپ ان پر یہ تہمت رکھتے ہیں کہ یہ حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والے کو کافر کہتے ہیں۔ اور میں آپ کو بتلا چکا کہ نکاح والے مسئلہ کے متعلق جو قول آپ نے درمختار وغیرہ سے نقل کیا ہے وہ ضعیف اور مرجوح ہے۔ اور خود صاحب درمختار نے لفظ قیل کے ساتھ اس کو ذکر کرکے اس کا ضعیف اور غیر مفتی بہ ہونا ظاہر کر دیا ہے۔ پس آپ کا اس کو اپنی سند میں پیش کرنا یا تو دیانۃً خیانت ہے یا پھر ملعون جہالت۔

دوسری بات یہ ہے کہ کتب فقہ کی ان عبارتوں میں جو کفر کا حکم لگایا گیا ہے وہ صرف اس صورت کے متعلق ہے کہ جب کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب بالذات سمجھ کر نکاح کا گواہ ٹھہرا دے اور ایسے شخص کو ہم بھی کافر کہیں گے۔ الغرض کتب فقہ کی ان عبارات سے آپ کا استدلال کسی طرح صحیح نہیں۔ لیجئے آپ کی تمام فقہی عبارات کا جواب ہو گیا۔

اس کے علاوہ جو نئی آیتیں آپ نے اس تقریر میں جلدی جلدی تلاوت کر کے گنتی بڑھانے کی کوشش کی ہے وہ بھی بحث سے بالکل غیر متعلق ہیں۔ جو پہلی تین آیتیں آپ نے پیش کی ہیں جن میں "غیب السمٰوٰت والارض" کا صرف اللہ تعالٰے کے ساتھ خاص ہونا بیان کیا گیا ہے۔ ان میں اوّل تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ذکر ہی نہیں۔ پھر حضور کے علم غیب کی بحث میں ان کا کیا ذکر۔ دوسرے یہ کہ ان میں بھی صرف علم غیب ذاتی کا حصر ذات حق تعالیٰ میں کیا گیا ہے، کیونکہ علم عطائی تو اس کے لئے ثابت ہی نہیں کیا جا سکتا۔ پس ان سے علم عطائی کی نفی پر استدلال محض جہالت یا دیوانگی ہے۔

ایک آیت جو آپ نے لیٰسین شریف کی وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ پیش کی ہے۔ اس سے استدلال کرنا بھی محض آپ کی جہالت کا کرشمہ ہے۔ اس کا مطلب تو صرف یہ ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کا فن نہیں دیا۔ یعنی آپ کو شعر گوئی کا ملکہ عطا نہیں فرمایا گیا۔ اور ہمارا دعویٰ علم کلی کا ہے ملکہ کا نہیں ہے اور نہ اس میں بحث ہے۔

آخری آیت آپ نے سورۂ مائدہ شریف کی یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ الخ پیش کی تھی اس کا جواب بھی میں آپ کو پچھلے مناظروں میں بار بار دے چکا ہوں۔ اب پھر سن لیجئے!

تفسیر ابن جریر میں حضرت مجاہدؒ، حضرت حسن بصریؒ، حضرت سدی کبیرؒ ان تینوں تابعین کرام سے اس آیت کی تفسیر یہ نقل کی ہے کہ محشر میں جب حضرات انبیاء علیہم السلام سے یہ سوال ہو گا کہ مَاذَا اُجِبْتُمْ تو اس وقت ان پر ہیبت اور گھبراہٹ طاری ہو گی اور دنیا میں جو کچھ ماجرا اپنی قوموں کے ساتھ گزرا تھا جس کا ان کو علم تھا وہ اس وقت انہیں یاد نہیں رہے گا اور ذہول ہو جائے گا اور اسی ذہول کی وجہ سے اس گھبراہٹ کے عالم میں ان کی زبانوں سے یہ نکل جائے گا کہ ہمیں خبر نہیں —— پھر اس کے بعد جب

وہ گھبراہٹ دور ہو جائے گی تو وہ خود اپنی اپنی قوموں کے بارے میں بارگاہِ الٰہی میں گواہی دیں گے جیسا کہ خود قرآن پاک ہی میں دوسری جگہ ارشاد ہے اِذَا جِئۡنَا مِنۡ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيۡدٍ وَّجِئۡنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاۤءِ شَهِيۡدًا یعنی ہم ہر امت پر اس کے پیغمبر سے گواہی دلوائیں گے اور اے محبوب مطلع علی الغیوب تم ان سب پر گواہ ہو گے۔" (النساء ع ۷ پ ۵)

مولوی سنبھلی صاحب! دیکھا آپ نے! قرآنِ پاک تو کہتا ہے کہ ہر پیغمبر اپنی امت کے بارہ میں گواہی دے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب پر گواہی دیں گے۔ اور آپ کہتے ہیں کہ نبیوں کو اپنی قوموں کے ایمان و کفر کا علم ہی نہیں ——— کیوں بھائیو! کہیں دنیا میں ایسی بھی گواہی آپ نے سنی ہے کہ گواہ کو علم تو ہو نہیں اور وہ یونہی بلا علم کے عدالت میں گواہی دینے کے لئے پہنچ جائے، مولوی صاحب! ایسا گواہ عدالت سے نکال دیا جاتا ہے۔ خدا کے پیغمبر اور خاص طور پر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو گواہی دیں گے تو یہ علم ہی سے ہو گی۔ لیجئے یہ میرے دعویٰ علم غیب کی ایک اور دلیل ہو گئی۔ اور ساتھ ہی آپ کی دلیل کا جواب بھی ہو گیا۔ فللہ الحمد۔

میں نے اپنی پچھلی تقریر میں کتاب الابریز سے دو عبارتیں پیش کی تھیں۔ آپ نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ صوفیائے کرام کے کلام سے دلیل نہیں پیش کی جا سکتی۔ بہت خوب! اور کیوں صاحب! آپ نے حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ اور حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رح کی عبارات کل کیوں پیش کی تھیں؟ کیا وہ صوفیائے کرام میں سے نہیں ہیں؟

سنی بھائیو! آپ نے دیکھ لیا۔ اب تو مولوی سنبھلی صاحب اور ان کے ساتھیوں کی وہابیت بالکل کھل گئی کہ یہ لوگ بزرگوں کو بالکل نہیں مانتے۔ ارے یہی تو ہے وہابیت، اب تو پردہ بالکل کھل گیا۔ کیا اب بھی آپ لوگ انہیں سنی مسلمان سمجھیں گے؟ اچھا لیجئے! اب آخر میں میں وہ چیز پیش کرتا ہوں جس کا سنبھلی صاحب بلکہ ساری دنیا کے وہابی قیامت تک بھی جواب نہیں دے سکتے۔ وَلَوۡ كَانَ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ ظَهِيۡرًا۔

حضراتِ گرامی! آپ نے سنا ہو گا قصیدہ بردہ ایک مشہور متبرک قصیدہ ہے اس کا ایک شعر ہے

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا
وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

یعنی اے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کل دنیا اور عقبیٰ آپ کے دریائے کرم کی ایک موج ہے اور آپ کے علوم میں سے لوح وقلم کا علم ہے "

دیکھئے ! اس میں صاف موجود ہے کہ لوح وقلم میں جوکچھ ہے وہ سب حضور ؐ کے علوم کا ایک حصہ ہے یعنی حضور ؐ کا کل علم بھی نہیں ہے حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ لوح محفوظ میں سب ہی کچھ لکھا ہوا ہے علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ " شرح بردہ " میں اس شعر ہی کی شرح کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

وَكَوْنُ عُلُوْمِهِمَا مِنْ عُلُوْمِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ عُلُوْمَهُ تَتَنَوَّعُ اِلَى الْكُلِّيَّاتِ وَالْجُزْئِيَّاتِ وَحَقَائِقَ وَمَعَارِفَ تَتَعَلَّقُ بِالذَّاتِ وَالصِّفَاتِ وَعِلْمُهُمَا يَكُوْنُ نَهْرًا مِنْ عِلْمِهِ وَحَرْفًا مِّنْ سُطُوْرِ عِلْمِهِ -

یعنی علوم لوح وقلم کے آپ کے علم میں سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے علوم کلیات وجزئیات اور ایسے حقائق ومعارف کی طرف منقسم ہوتے ہیں کہ جن کا تعلق ذات وصفات الٰہیہ سے ہے اور لوح وقلم کے سب علوم آپ کے علم کے سمندروں میں سے ایک نہر اور آپ کے علم وسیع کی سطروں میں سے ایک حرف ہیں "

دیکھئے ! علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتنی صاف تصریح فرمائی کہ لوح محفوظ اور قلم اعلیٰ کے تمام علوم حضور اقدس ؐ کے سمندر علم کی ایک نہر اور آپ کے دفتر علوم کا ایک حرف ہیں۔

اب بتلائیے کہ اس کے بعد اب کیا رہ گیا؟ کیا علامہ علی قاری رح بھی آپ کے نزدیک کافر ہیں ؟ یا وہ بھی ان صوفیوں میں ہیں جن کے کلام سے استدلال نہیں کیا جاسکتا ؟ مگر یاد رہے کہ آپ خود بھی ان کے کلام سے استدلال کرچکے ہیں۔ کہئے اب تو خود آپ کے مسلّم ومستند ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہی علم غیب کا فیصلہ کردیا۔ اب بھی آپ ایمان لائیں گے یا نہیں ؟

اچھا لیجئے اب میں خود آپ کے امام الطائفہ اسمعیل صاحب دہلوی کی ایک عبارت پیش کرتا ہوں سے

سنئے! وہ صراطِ مستقیم میں لکھتے ہیں۔

" برائے کشفِ ارواح وملائکہ ومقاماتِ آنہا وسیرِ امکنہ وزمین وآسمان وجنت و نار واطلاع بر لوحِ محفوظ شغل دورہ کند "

یعنی ارواح وملائکہ کے کشف اور ان کے مقامات کے دریافت کرنے کے لئے اور زمین وآسمان جنت ودوزخ اور لوحِ محفوظ پر اطلاع حاصل کرنے کے واسطے شغل دورہ کرے۔ یعنی شغل دورہ سے یہ سب باتیں حاصل ہو جائیں گی "

لیجئے مولوی سنبھلی صاحب! آپ کو تو خدا کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کلی سے انکار ہے اور آپ کے امام الطائفہ ہر شغل دورہ کرنے والے کے لئے اس کو ثابت کر رہے ہیں۔ دیکھئے یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ کہ دشمنوں سے اقرار کرالیا۔ اچھا ایسا ہی ایک اور ثبوت لیجئے اور آقائے کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے بڑا معجزہ دیکھئے۔ سارے وہابیوں، دیوبندیوں کے سرگروہ تھانوی صاحب اپنے ملفوظات " مجالس الحکمۃ " میں فرماتے ہیں کہ۔

" اب ہم میں اور ان میں (یعنی وہابیوں دیوبندیوں اور سنیوں میں) خلاف ایک امر ممکن میں رہا کہ وہ واقع ہوا یا نہیں، یعنی یہ علم الیٰ ما یدخل اہل الجنۃ الجنۃ واہل النار النار حضور کو دیا گیا یا نہیں، ہم کہتے ہیں دیا جانا فی نفسہٖ ممکن ہے مگر وقوع اس کا شریعت سے کہیں ثابت نہیں۔ اور وہ کہتے ہیں " ثابت بھی ہے "

دیکھئے تھانوی صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شروع دنیا سے آخرت تک کا علم تفصیلی محیط حاصل ہونا اس طرح کہ زمین وآسمان کا کوئی گوشہ۔ دنیا کا کوئی ذرہ، سمندر کا کوئی قطرہ، دنیا بھر کے درختوں کا کوئی پتہ، غرض دنیا کی کوئی چھوٹی بڑی چیز بھی آپ کے علمِ اقدس سے خارج نہ ہو، ایسا علم تفصیلی محیط جس کے ہم اہلِ سنت قائل ہیں تھانوی صاحب رہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس کا حاصل ہونا ممکن ہے۔

اس کے بعد دیکھئے اپنے نانوتوی صاحب کی "تحذیر الناس" وہ اس کے صفحہ ۱۴ پر لکھتے ہیں۔

"جب علم ممکن للبشر ہی ختم ہولیا تو پھر سلسلۂ علم وعمل کیا چلے"

اب غور کیجئے! تھانوی صاحب کی عبارت سے ثابت ہوا تھا کہ علم غیب کلی محیط تفصیلی کا حصول حضور کے لئے ممکن ہے۔ اور نانوتوی صاحب رح کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جو علم بشر کے لئے ممکن تھا وہ سب حضور پر ختم ہوگیا۔ یعنی آپ کو عطا ہوگیا۔ نتیجہ صاف یہ نکلا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو علم غیب کلی عطا ہوگیا۔ فللہ الحمد۔

مسلمان بھائیو! دیکھا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزۂ قاہرہ۔ آپ نے علم غیب کلی کا کیسا اقرار اپنے دشمنوں سے کرایا۔ یہ نانوتوی اور تھانوی صاحبان دونوں، سنبھلی صاحب کے پیشوا، اور سارے وہابیوں دیوبندیوں، علم غیب رسول کے منکروں کے سرگردہ ہیں۔ مگر اللہ کی شان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرت دیکھو کہ علم غیب کا اقرار کیسے کھلے لفظوں میں کر رہے ہیں۔ کیوں بھائیو! کیا اس کے بعد مجھے کوئی اور دلیل پیش کرنے کی ضرورت ہے؟ سنبھلی صاحب! اگر آپ قرآن کو نہیں مانتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث نہیں مانتے، صحابۂ کرام رض کے ارشادات اور بزرگان دین کے اقوال کو نہیں مانتے تو اپنے دیوبندی دھرم کے ان پیشواؤں، نانوتوی اور تھانوی صاحبان کی تو مانئے! یا آج آپ قسم کھا کے آئے ہیں کہ کسی کی مانیں گے ہی نہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب نعمانی

(بعد حمد وصلوٰۃ) مولوی حشمت علی صاحب کے لب ولہجہ اور ان کی "مہذب" گفتار کی شکایت فضول ہے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی یہ عادت پڑ چکی ہے اور اب اس بدگفتاری کی قباحت کا احساس بھی غالباً ان کو نہیں رہا۔ میری یہ آخری تقریر ہے۔ میں چلتے چلتے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد اس بارے میں سنا دینا چاہتا ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی چند علامتیں ایک حدیث میں ارشاد فرمائی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ "اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ"، یعنی منافق کی نشانی ہے کہ وہ نزاعی باتوں میں بدزبانی کرنے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ہر مسلمان بندے کو اس منافقانہ عادت سے بچا دے۔

مولوی صاحب نے بڑے ناز سے اس مرتبہ حضرت مولانا نانوتوی قدس سرہٗ اور حضرت مولانا تھانوی مدظلہٗ کی دو عبارتیں پیش کی ہیں اور ایک صریح مغالطہ دے کر دونوں کو ملا کے علم غیب کلی ثابت کرنا چاہا ہے۔

اجی جناب! تحذیر الناس کی عبارت میں جس "علم ممکن للبشر" کا ذکر ہے اس سے مراد وہ علم اعلیٰ ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب خاتمیت مبنی ہے۔ اسی کا "تحذیر الناس" صفحہ ۱۳ پر ذکر ہے۔ اور وہ بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا۔ اگر آپ جان بوجھ کر دھوکہ نہیں دے رہے ہیں تو ذرا تحذیر الناس کی اس عبارت کو سیاق و سباق کے ساتھ دیکھئے آپ کو خود ہی اپنے مطالعہ کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

دوسری بات یہ سمجھئے کہ حضرت مولانا تھانوی مدظلہٗ نے صرف "داخلۂ جنت و نار" تک کے علم کو ممکن غیر ثابت الوقوع کہا ہے اور وہ محدود اور متناہی علم ہے۔ اور اس وقت آپ کا دعویٰ علم کلی کا ہے جو غیر متناہی ہے اور جو مقدار اور کمیت کے لحاظ سے علم الٰہی کے برابر ہے۔ اور اس کا حصول ہرگز کسی بھی مخلوق کے لئے ممکن نہیں۔ حضرت مولانا تھانوی مدظلہٗ تو بھلا اس کو کیوں کر ممکن کہہ سکتے ہیں۔ خود آپ کے پیر و مرشد فاضل بریلوی اپنے رسالہ "الدولۃ المکیۃ" میں فرماتے ہیں۔

اِنَّا لَا نَدَّعِیْ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ اَحَاطَ بِجَمِیْعِ مَعْلُوْمَاتِ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی فَاِنَّہٗ مُحَالٌ لِّلْمَخْلُوْقِ۔

یعنی ہم ہرگز اس کے مدعی نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام معلومات الٰہیہ کا علم محیط حاصل تھا کیونکہ وہ تو مخلوق کے لئے قطعاً محال ہے۔"

اب میں بھی آپ کی زبان میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر قرآن و حدیث پر آپ کا ایمان نہیں ہے تو اپنے اعلحضرت ہی کی مان لیجئے، وہ علم کلی کو محال فرما رہے ہیں۔

علیٰ ہذا "صراط مستقیم" کی عبارت میں بھی آپ نے خوب مغالطہ آفرینی کی ہے۔ فی الحقیقت اس فن میں آپ کو پورا پورا کمال حاصل ہے۔ اس میں یہ کہاں ہے کہ شغل دورہ کرنے والے کو جمیع ما فی اللوح کا علم تفصیلی حاصل ہو جاتا ہے۔ اس کے الفاظ "واطلاع بر لوح محفوظ" کا مقتضا تو صرف مندرجات لوح پر فی الجملہ اطلاع ہے اور اگر بالفرض جمیع ما فی اللوح پر اطلاع مراد ہوتی تب بھی اس سے آپ کا علم کلی کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ

لوح محفوظ بھی کل علوم غیر متناہیہ پر حاوی نہیں ہے۔ اس کی تصریح بھی خود آپ کے اعلیٰ حضرت نے اپنی اسی "الدولۃ المکیہ" میں کی ہے۔ (دیکھئے الدولۃ المکیہ ص ۲۳۳ کی آخری سطور)

آپ نے اپنی تقریر میں قصیدہ بردہ کا ایک شعر اور اس کی شرح میں علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت بھی پیش کی ہے ——— اس کا بھی ایک مختصر جواب تو یہی ہے کہ آپ کا دعویٰ اُس علم کلی کا ہے جو غیر متناہی ہے اور کمیت کے لحاظ سے علم خداوندی کے برابر ہے اور لوح وقلم کے تمام علوم اس کا لاکھواں، کروڑواں حصہ بھی نہیں۔ پس اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ اس شعر سے حضور کے لئے جمیع مافی اللوح والقلم کا علم تفصیلی محیط ثابت ہوتا ہے جب بھی اس سے آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ لوح وقلم میں جو کچھ بھی ہے وہ متناہی ہے۔ اور کل علم غیب سے اس کو کوئی نسبت نہیں جیسا کہ خود آپ کے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے الدولۃ المکیہ میں لکھا ہے۔

یہ جواب تو اس تقدیر پر ہے کہ اس شعر میں علم اللوح والقلم سے جمیع مندرجات لوح کا علم تفصیلی محیط مراد ہو۔ اور یہ مراد لینا اس لئے ضروری ہے کہ اس شعر کا مضمون نصوص شرعیہ کے خلاف نہ ہو۔ علیٰ ہذا علامہ علی القاریؒ کی شرح کی عبارت میں بھی علم لوح وقلم سے یہی علم معتد بہ مراد ہے نہ کہ ان کے کل علوم کا احاطہ۔ اور اس کی دلیل خود علامہ موصوف کی وہ عبارات ہیں جو میں پہلے پیش کر چکا ہوں۔ جس سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ علم غیب کلی حاصل تھا اور نہ جمیع ماکان ومایکون الی یوم القیامہ کا علم محیط تفصیلی جس پر لوح محفوظ مشتمل ہے۔

یہ تو آپ کی نئی پیش کردہ چیزوں کا مختصر جواب ہوا ——— میرے دلائل کے جواب میں آپ نے جو کچھ کہا ہے اگرچہ اس کے جواب کی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ میں نے پیش بندی کے طور پر پہلے ہی آپ کی ان تاویلوں کا جواب دے دیا تھا۔ لیکن پھر مختصراً کچھ عرض کئے دیتا ہوں بغور سنئے!

میں نے تین آیتیں وہ پیش کی تھیں جن میں زمین و آسمان کے غیوب کے علم کو حق تعالےٰ کے ساتھ خاص بیان کیا گیا ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے وہی ذاتی وعطائی کی لغو اور فرسودہ بات کہی ہے۔ میں پہلے ہی عرض کر چکا تھا کہ علم ذاتی تو عالم شہادت کے کسی ذرہ کا بھی غیر اللہ کو نہیں پھر غیب اور وہ بھی غیب السمٰوٰت والارض ہی کی کیا

خصوصیت ہے ؟

بہرحال ان تینوں آیتوں کا مفاد یہی ہے کہ زمین و آسمان کے تمام غیوب کا علم صرف حق تعالیٰ کو ہے الغرض ان آیات میں ذاتی اور عطائی کی تقسیم مد نظر ہی نہیں ہے اگرچہ فی الواقع حق تعالے کے سارے علوم ذاتی ہی ہیں، اور عطائی کا اس کی جناب میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

ایک آیت میں نے یٰسین شریف کی وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ پیش کی تھی اس کے جواب میں بھی آپ نے وہی فرسودہ بات کہی ہے کہ اس کا مقصد ملکۂ شعر کی نفی کرنا ہے۔

میں پہلے ہی جواب دے چکا ہوں کہ اس کا میرے استدلال پر کوئی اثر نہیں۔ کیونکہ جب یہ مان لیا گیا کہ ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملکۂ شعر یعنی بقول آپ کے شعر گوئی کا فن عطا نہیں ہوا تھا تو یہ ثابت ہو گیا کہ حضورؐ کو علمِ کلی عطا نہیں ہوا۔ کیونکہ آپ کے کلی دعوے میں تو فنِ شعر بھی داخل ہے۔ بہرحال اس آیت سے میرا مدعی نہایت روشن طور پر ثابت ہے۔

آخری آیت میں نے سورۂ مائدہ کی پیش کی تھی جس میں مذکور ہے کہ بروز قیامت امتوں کے متعلق جب انبیاء علیہم السلام سے سوال ہو گا تو وہ جواب دیں گے لَا عِلْمَ لَنَا ہمیں علم نہیں۔

اس کے جواب میں آپ نے بعض ائمہ تفسیر کے حوالہ سے یہ نقل کیا ہے کہ روزِ قیامت کی ہولناکیوں کی وجہ سے اس دن انبیاء علیہم السلام کو سخت گھبراہٹ ہو گی اور اسی گھبراہٹ میں ان کو دنیا کی بہت سی باتوں کا ذہول ہو جائے گا اور اسی ذہول و نسیان کی وجہ سے وہ جواب میں لَا عِلْمَ لَنَا کہیں گے —— مجھے اس سے انکار نہیں کہ یہ بھی بعض اکابر سے منقول ہے لیکن محققین مفسرین نے اس پر سخت اعتراضات کئے ہیں اور اس کو ضعیف ثابت کیا ہے۔

دیکھئے ! میرے ہاتھ میں یہ تفسیر کبیر ہے۔ اس میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اسی قول کو نقل کر کے اس طرح اس پر تنقید کرتے ہیں۔

هٰذَا الْجَوَابُ وَاِنْ ذَهَبَ اِلَيْهِ جَمْعٌ عَظِيْمٌ مِّنَ الْاَكَابِرِ فَهُوَ عِنْدِيْ ضَعِيْفٌ لِاَنَّهٗ تَعَالٰى قَالَ فِيْ صِفَةِ اَهْلِ الثَّوَابِ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَقَالَ اَيْضًا وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ

بَلْ إِنَّهُ تَعَالَىٰ قَالَ إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصَارٰى وَالصَّابِئِيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۞ فَكَيْفَ يَكُوْنُ حَالُ الْاَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ اَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ وَمَعْلُوْمٌ اَنَّهُمْ لَوْ خَافُوْا كَانُوْا اَقَلَّ مَنْزِلَةً مِّنْ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ اَخْبَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اَنَّهُمْ لَا يَخَافُوْنَ اَلْبَتَّةَ ۞

(تفسیر کبیر: جلد ۳: ص ۴۶۸)

امام رازی رح کی اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ یہ خیال کہ قیامت کے دن حضرات انبیاء علیہم السلام کو اس قدر گھبراہٹ ہوگی کہ ان کو دنیا میں اپنے ساتھ گزرے ہوئے واقعات بھی یاد نہ رہیں گے اور اسی گھبراہٹ کے عالم میں وہ سوال خداوندی کے جواب میں "لَا عِلْمَ لَنَا" کہہ دیں گے، اگرچہ بہت سے اکابر نے ظاہر کیا ہے اور وہ حضرات اس آیت کی توجیہ میں اس طرف گئے ہیں، لیکن یہ بہت کمزور خیال ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی شان تو بہت بڑی ہے، قرآن پاک تو عام اہل ثواب کے حق میں کہتا ہے کہ وہ فزع اکبر سے کچھ بھی پریشان نہیں ہوں گے اور دوسری جگہ فرمایا گیا ہے کہ مومنین صالحین کے چہرے اس روز چمکتے ہوں گے، ہشاش بشاش ہوں گے —— اور ایک اور جگہ فرمایا گیا ہے کہ تمام مومنین صالحین کو وہاں نہ خوف ہوگا نہ حزن وملال۔ پس جب کہ حسب بیان قرآن عظیم تمام مومنین صالحین بے خوف ہوں گے، اور ہشاش بشاش ہوں گے تو پھر انبیاء علیہم السلام کے متعلق یہ کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ وہ وہاں اس قدر سراسیمہ اور پریشان ہوں کہ دنیا میں اپنے اوپر گزرے ہوئے واقعات کا بھی ذہول ہو جائے اور وہ بھی انہیں یاد نہ رہیں۔

علامہ خازن رح نے بھی اس بارہ میں یہی خیال ظاہر کیا ہے۔ اور اس قول کو نقل کر کے فرماتے ہیں -

وَهٰذَا فِيْهِ ضُعْفٌ وَنَظْرٌ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ فِيْ حَقِّ الْاَنْبِيَاءِ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ (تفسیر خازن: ج ۲: ص ۸۹)

یعنی یہ خیال بہت کمزور ہے کیوں کہ انبیاء علیہم السلام کے حق میں خود حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

ان کو فزع اکبر (بڑی گھبراہٹ) کا کوئی غم نہ ہوگا "

پھر میں کہتا ہوں کہ اگر بالفرض اور انبیاء علیہم السلام کے متعلق یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ان کو وہاں کچھ خوف وہراس ہوگا تو خاتم النبیین، شفیع المذنبین، سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تو کہیں بھی ثابت نہیں کہ قیامت کے دن آپ پر بھی ایسا خوف وہراس اور ایسی گھبراہٹ طاری ہو کر اپنے واقعات اور معلومات کا ذہول ہو جائے۔ ذرا سوچئے تو کہ آپ اپنے خانہ ساز عقیدہ کی حمایت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیسی عظیم الشان اس فضیلت کو قربان کر رہے ہیں جو احادیث صحیحہ سے آپ کے لئے ثابت ہے کہ قیامت میں جب کہ ساری مخلوق پریشان اور سراسیمہ ہوگی تو آپ کو اس وقت بھی پوری استقامت اور دلجمعی حاصل ہوگی۔

آپ نے سورۂ مائدہ کی آیت کا جواب دیتے ہوئے ضمناً یہ آیت بھی پیش کی تھی۔ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا اور امم سابقہ کے متعلق حضورؐ کی شہادت سے یہ نتیجہ نکالنا چاہا ہے کہ حضور اقدسؐ کو علم کلی تھا ——— کاش آپ نے کچھ غور کیا ہوتا، قرآن پاک میں تو یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بھی اگلی امتوں کے متعلق شہادت دے گی۔ چنانچہ ارشاد ہے

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ
وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ (البقرہ - ۱۴۳)

پس اگر اس شہادت سے علم کلی ثابت ہوتا ہے تو پھر ہر امتی کے لئے بھی علم کلی مانئے! اور سب کو عالم الغیب بنا دیجئے!

بندۂ خدا اس شہادت کی تفصیل تو خود حدیث پاک میں بھی وارد ہوئی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام وغیرہ کی بعض اگلی کافر امتوں کا معاملہ جب بارگاہِ خداوندی میں پیش ہوگا اور ان کے پیغمبر یہ شہادت دیں گے کہ ہم نے ان کو آپ کا پیغام پہنچایا تھا مگر انہوں نے تکذیب کی اور انکار کیا، تو وہ لوگ صاف مکر جائیں گے اور کہیں گے مَا جَآءَنَا مِنْ نَّذِيْرٍ یعنی ہمارے پاس کوئی نبی نہیں پہنچا۔ اس پر ان پیغمبروں سے فرمایا جائے گا کہ کیا آپ کوئی گواہ پیش کر سکتے ہیں؟ تو وہ کہیں گے کہ ہاں آپ کے محبوب ترین پیغمبر حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی امت ہمارے گواہ ہیں۔ چنانچہ پہلے حضورؐ کی امت گواہ کی حیثیت سے پیش

ہو گی اور گواہی دے گی ۔ اس پر ان منکر قوموں کی طرف سے یہ اعتراض ہو گا کہ یہ تو ہزاروں برس بعد دنیا میں پیدا ہوئے تھے انہیں ہمارے معاملہ کی کیا خبر اور ان کی گواہی کا کیا اعتبار ؟

اس پر وہ جواب دیں گے کہ اللہ تعالٰی کے صادق و مصدوق پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خبر دی تھی اور ان کی خبر میں غلطی کا احتمال نہیں ۔ اس پر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طلب ہوں گے اور آپ اپنی امت کے بیان کی تصدیق فرمائیں گے کہ ہاں بے شک میں نے ان کو یہ خبر دی تھی ۔ اور مجھے یہ چیز وحیِ الٰہی سے معلوم ہوئی تھی ۔

بہر حال یہ ہے حقیقت اس شہادت کی جس سے آپ علم کلی ثابت فرما رہے ہیں ۔ معلوم نہیں کہ آپ نے یہاں کے حاضرین کو اتنا بے وقوف کیوں سمجھ لیا ہے جو آپ ایسے صریح مغالطے دینے کی جرأت کرتے ہیں ۔

میں نے حضرات فقہائے کرام رح کی جو بعض عبارات عقیدہ علم غیب کلی کے کفر ہونے کے متعلق پیش کی تھیں ان کے جواب میں آپ نے عجیب و غریب مضحکہ خیز خبط کا ثبوت دیا ہے ۔ پہلے تو آپ نے یہ کہا کہ یہ قول "ضعیف اور غیر مفتیٰ بہ" ہے اور پھر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ان عبارات میں علم غیب ذاتی کے عقیدہ کو کفر کہا گیا ہے تو گویا آپ کے نزدیک علم ذاتی کا عقیدہ رکھنے والے کو کافر کہنا بھی ضعیف اور غیر مفتیٰ بہ قول ہے ۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔ بندۂ خدا کچھ تو سوچ سمجھ کر بات کہا کیجئے یا محض بولے جانے کا نام آپ نے مناظرہ سمجھا ہے ۔

شامی کی عبارت پیش کر کے بھی آپ نے اپنی خوش فہمی کا ثبوت دیا ہے ۔ اس سے تو خود میرا دعویٰ اور ثابت ہوتا ہے ـــــ دیکھئے غور کیجئے ! اس میں ملتقط وغیرہ کے حوالہ سے جو نقل کیا گیا ہے اس کا حاصل یہی ہے کہ نکاح کے مذکورہ بالا مسئلہ میں تکفیر نہ کی جائے کیونکہ بعض غیوب کا علم تو انبیاء علیہم السلام کے لئے ثابت ہے ۔ شامی کے الفاظ اس موقعہ پر یہ ہیں اَنَّ الرُّسُلَ یَعْرِفُوْنَ بَعْضَ الْغَیْبِ ۔

الغرض اس عبارت کا مفاد خود یہی ہے کہ جب کوئی شخص بعض علم غیب کا عقیدہ رکھتے ہوئے حضور کو گواہ قرار دے کر نکاح کرے تو وہ کافر نہ ہو گا ـــــ اس سے تو میرے اس دعویٰ کی اور تائید ہو گئی ۔ کہ علم غیب کلی کا عقیدہ رکھنے کی صورت میں وہ کفر سے نہیں بچ سکے گا ۔

بہرحال صاحبِ ملتقط وغیرہ حضرات کی عدم تکفیر کی جو رائے ہے وہ بعض غیب کا عقیدہ رکھنے والے کے حق میں ہے نہ کہ علم غیب کلی کا عقیدہ رکھنے والے کے حق میں۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ فقہائے حنفیہ رح میں کسی ایک ایسے بزرگ کا نام نہیں بتلا سکتے جنہوں نے علم غیب کلی کے عقیدہ کے کفر ہونے سے اختلاف کیا ہو۔ اور کیوں کر کوئی اس سے اختلاف کر سکتا ہے جب کہ وہ تمام امت کا اجماعی مسئلہ ہے۔ آپ حضرت علامہ علی قاری رح کی تصریح سن چکے۔

وَمَنِ اعْتَقَدَ تَسْوِيَةَ عِلْمِ اللهِ وَرَسُوْلِهٖ يَكْفُرُ اِجْمَاعًا كَمَا لَا يَخْفٰى ؂

یعنی جو ایسا اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم برابر ہے یعنی اللہ کی طرح حضور ص کو بھی علم کلی حاصل ہے وہ بالاجماع کافر ہے"

لیجئے! آپ کی تمام قابل جواب چیزوں کا جواب میں دے چکا۔ فضولیات اور لغویات کا جواب مجھے دینا نہیں، ان کو حاضرین کے ایمان و انصاف پر چھوڑتا ہوں اور چونکہ یہ میری آخری تقریر ہے اس لئے میں اب کوئی نئی دلیل بھی پیش کرنا نہیں چاہتا۔ البتہ حاضرین کرام سے اللہ و رسول (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم) کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ وہ ایمان کی روشنی میں فیصلہ کریں۔ اگر کچھ نہیں تو کل سے آج تک یہ اندازہ انہوں نے ضرور کیا ہو گا کہ مولوی حشمت علی صاحب نے اپنے دعوے کے ثبوت میں جتنی بھی آیتیں، حدیثیں یا اکابر امت کے ارشادات پیش کئے الحمد للہ اس ناچیز نے ان سب کے تحقیقی اور تشفی بخش جوابات دیئے۔ اور ادھر سے جو چیزیں پیش کی گئیں ان میں سے کسی ایک کا بھی صحیح جواب اُدھر سے نہیں ہو سکا۔ اور یہ اس لئے کہ میں نے بعونہ تعالیٰ صرف وہی دلائل پیش کئے جو بالکل اٹل تھے اور جن میں کوئی تاویل و توجیہ چل ہی نہیں سکتی تھی ـــــ مجھے اس سے انکار نہیں کہ میرے فریقِ مخالف مولوی حشمت علی صاحب نے بھی اس کی کوشش کی کہ میرے دلائل و براہین کا جواب دیں۔ اور ہر نئی دلیل کے متعلق انہوں نے کچھ نہ کچھ ضرور کہا۔ لیکن بحمد اللہ میں نے ہر چیز کا جواب الجواب دیا اور ان کے ہر مغالطہ اور تاویل و تحریف کا پردہ چاک کر کے رکھ دیا۔ یہاں تک کہ الحمد للہ ثم الحمد للہ حق واضح سے واضح تر ہو گیا۔ اور اس مناظرہ میں "مسئلہ علم غیب"

اس قدر صاف ہو گیا کہ اب ہمارے جو مخالفین یہاں موجود ہیں اور انہوں نے کل اور آج کی ساری بحث سنی ہے اب ان کے لئے بجز توبہ کے کوئی چارہ نہیں اور اگر وہ اب خدا کے یہاں یہ عذر کریں گے کہ ہم نے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کلی کا یہ عقیدہ کسی غلط فہمی سے یا اپنے مولویوں کے کہنے سے قائم کر لیا تھا تو ان کا یہ عذر ہرگز مسموع نہ ہوگا۔ اس حق افروز مناظرہ نے ان پر خدا کی حجت تمام کر دی اور آفتاب نیمروز کی طرح واضح ہو گیا کہ علم غیب کلی کا عقیدہ بالکل بے اصل اور محض بے دلیل ہے۔ بہت سی قرآنی آیات و بکثرت احادیثِ نبویؐ کے صریح خلاف ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنا اللہ کی کتاب عزیز قرآن پاک سے کھلی بغاوت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی صریح مخالفت ہے۔ اور اسی واسطے فقہائے عقیدہ کی تصریحات کے مطابق کفر ہے بلکہ بقول علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ایسے عقیدہ رکھنے والوں کے کافر ہونے پر امت کا اجماع ہے۔

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا۔

لہٰذا جن لوگوں کا اب تک ناواقفی کی وجہ سے یہ عقیدہ تھا، میں ان سے پورے اخلاص اور دلسوزی کے ساتھ اپیل کرتا ہوں کہ وہ ضد اور سخن پرستی کو چھوڑ کر حق کو قبول کریں۔ یہاں عزت ذلت، ہار اور جیت کا سوال نہیں ہے بلکہ اپنی عاقبت کا سوال ہے۔ عزت اسی کی ہے جو خدا سے ڈر کر حق کو قبول کر لے۔ اور اس سے زیادہ ذلت اور خسارہ کسی کے لئے نہیں جو اپنی جھوٹی عزت کا بھرم قائم رکھنے کیلئے حق واضح ہو جانے پر بھی باطل پر جما رہے۔ اَلَا اِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ؏

میرے شاہد

اب میں آخر میں اپنے دلائل بلکہ اپنے گواہوں کی اجمالی فہرست پیش کر کے اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں۔ سنئے! میرے شاہد جن کے ارشادات و بیانات سے میرا دعوےٰ ثابت ہوتا ہے، یہ ہیں۔

حق تعالیٰ جل جلالہ

۱ : جس کی کتاب عزیز سے آج اور کل کے مناظرہ میں میں نے بیس آیات اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کیں۔

٭

حضراتِ انبیاء و مرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہم

۲ : حضرت سید الرسل خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم (جن کی بہت سی احادیث کریمہ پیش ہوئیں۔

۳ : حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام۔

۴ : حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام

۵ : حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام (شبِ معراج کے متعلق حضرت ابن مسعود رض والی جو حدیث مُسندِ احمد وغیرہ کے حوالہ سے پیش ہوچکی ہے اس میں ان تینوں حضرات کا اس امر پر اتفاق مذکور ہے کہ وقتِ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں)۔

ملائکۃ اللہ سلامہ علیہم

۶ : سیدنا حضرت جبرئیل امین علیہ السلام (حدیث جبرئیل میں آپ کی شہادت مذکور ہوئی)۔

۷ : حضرت عزرائیل یعنی ملک الموت (ان کی شہادت خلیفہ منصور کے خواب والی اس روایت سے معلوم ہوئی جو تفسیر مدارک کے حوالہ سے پیش ہوچکی ہے)۔

حضراتِ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

۸ : حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ جن کی شہادت آیت وما علمناہ الشعر کی تشریح کے سلسلہ میں مذکور ہوئی۔

۹ : حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ جن کی روایت سے حدیث جبرئیل مروی ہے۔

۱۰ : حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔ آپ کا ارشاد بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا حَبَشِيًّا وَهُوَ مِمَّنْ لَمْ يَقُصَّ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مذکور ہوچکا ہے۔

۱۱ : حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ جن کی روایت سے شب معراج کا انبیاء علیہم السلام کا مذاکرہ دربارہ علمِ قیامت مذکور ہوا۔

۱۲ : حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ۔ جن کی روایت دربارۂ عدمِ علمِ وقتِ قیامت صحیح مسلم کے حوالہ

سے پیش ہو چکی ہے۔

۱۳ : حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ۔ آپ کے متعدد فیصلہ کن ارشادات پیش ہو چکے ہیں۔

۱۴ : حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ۔ آپ کی روایت دربارۂ عدم علم قیامت مسند احمد کے حوالہ سے پیش ہو چکی ہے۔

۱۵ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔ آپ کی روایت علوم خمس کے متعلق مذکور ہو چکی ہے۔

۱۶ : رجل من بنی عامر من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ کی حدیث بھی علوم خمس ہی کی بحث میں مذکور ہو چکی ہے۔

۱۷ : حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ۔ آپ کی روایت بھی علوم خمس کے متعلق مذکور ہو چکی ہے۔

حضرات ائمہ مفسرین ومحدثین وفقہاء امتؒ

۱۸ : حضرت قتادہ تابعی رحؒ .... ۱۹ : حضرت سدی کبیر تابعی رحؒ ....

۲۰ : حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تابعی۔ ۲۱ : حضرت امام احمد رحؒ ....

۲۲ : امام بخاری رحؒ .... ۲۳ : امام مسلم رحؒ۔ وغیرہ حضرات جنہوں نے وہ احادیث روایت کیں جواب تک پیش ہوئیں۔

مفسرین عظامؒ

۲۴ : امام ابن جریر رحؒ۔ ۲۵ : امام ابن کثیر رحؒ۔ ۲۶ : امام بغویؒ ۲۷ : امام رازی رحؒ۔ ۲۸ : علامہ خازن رحؒ۔ ۲۹ : علامہ نسفیؒ

۳۰ : علامہ ابوالسعود رحؒ۔ ۳۱ : قاضی بیضاوی رحؒ۔ ۳۲ : خطیب شربینی رحؒ۔ ۳۳ : علامہ معین بن صفی رحؒ۔ ۳۴ : علامہ جلال الدین سیوطی رحؒ۔ ۳۵ : جلال الدین محلی رحؒ۔ ۳۶ : حضرت شاہ عبدالعزیز رحؒ۔ ان تمام حضرات کی عبارات مختلف آیات کی تفسیر میں پیش ہو چکی ہیں۔

محدثین اور شارحین حدیث

۳۷ : حافظ ابن حجر عسقلانی رحؒ۔ ۳۸ : علامہ بدرالدین عینی رحؒ۔ ۳۹ : علامہ قسطلانی رحؒ۔ ۴۰ : شیخ الاسلام زکریاؒ صاحب تحفۃ الباری شرح بخاری۔ ۴۱ : علامہ علی قاری رحؒ۔ ۴۲ : شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ۔

ان تمام حضرات کی تصریحات پیش کی جاچکی ہیں۔

فقہائے کرام

میں سے علاوہ سید الفقہاء امام اعظم حضرت ابوحنیفہ رح کے ان حضرات کی عبارات پیش ہوچکی ہیں۔

۴۳: امام ابن ہمام رح۔ ۴۴: علامہ ابن نجیم صاحب بحر رح۔ ۴۵: ۴۶: قاضی خان و صاحب خلاصۃ الفتاوی۔ جن کے حوالہ سے بحر میں نکاح کا مسئلہ نقل ہوا۔ ۴۷: صاحب درمختار۔ ۴۸: علامہ شامی رح۔ ۴۹: شہادت

ائمہ طریقت اور طبقہ عارفین

میں سب سے زبردست اور فیصلہ کن قطب ربانی سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی ہے جو پوری تفصیل سے پیش ہوچکی ہے۔

میرے یہ انچاس[۴۹] شاہد تو وہ ہیں جو میرے اور آپ کے درمیان یکساں مسلّم ہیں۔ پچاسویں[۵۰] شہادت پیر مہر علی شاہ صاحب رح کی سمجھ لیجئے۔ اور میرا اکیاونواں[۵۱] گواہ اپنے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو سمجھ لیجئے جن کی متعدد صاف صریح شہادتیں علم کلی کے خلاف میں پیش کرچکا ہوں۔

اپنے ان معزز اور مسلّم الثبوت گواہوں کی فہرست پیش کرنے کے بعد میں اپنے مخاطب مولوی حشمت علی صاحب اور ان کے اعوان و انصار کو ببانگ دہل چیلنج کرتا ہوں۔

اُولٰئِكَ اٰشْهَادِیْ فَجِئْنَا بِمِثْلِهِمْ

اِذَا جَمَعَتْنَا یَا حَرِیْفُ الْمَجَامِعُ

یہ آخری تقریر ختم کرتے ہوئے میں پھر ایک دفعہ اپنے مخالفین کو محض للّٰہی نصیحت کرتا ہوں کہ وہ سخن پرستی اور ہٹ دھرمی چھوڑ کر محض اللہ کے لئے حق و ناحق کو پہچاننے کی کوشش کریں اور جس عقیدہ کا باطل اور خلاف کتاب و سنت و خلاف ائمہ امت ہونا آفتاب نیمروز کی طرح واضح ہوچکا اور جس کے کفر ہونے پر وہ فقہاء کی تصریحات بلکہ علامہ علی قاری رح کی زبان سے اجماع امت کا حوالہ بھی سن چکے ہیں اس سے تائب ہو کر وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کریں کہ اسی پر انسان کی نجات کا مدار ہے۔

کافر و گبر و یہودی ہر چہ ہستی باز آ — باز آ، باز آ ہر چہ ہستی باز آ

صد بار اگر توبہ شکستی باز آ — کیں درگہ ما درگہ نومیدی نیست

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰهُ وَسَلَّمَ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

از مرتب غفرلہ

حضرت مولانا نعمانی مدظلہ کی اس آخری تقریر کا موافقین و مخالفین سب پر گہرا اثر پڑا۔ معاند مخالفین نے اپنی فاحش شکست محسوس کی۔ اور موافقین یعنی گروہِ اہلسنت وجماعت کا اور زیادہ شرحِ صدر ہو گیا۔ اور انہوں نے فرطِ جوش و مسرت میں "اللہ اکبر" "حق کا بول بالا" اور "اسلام زندہ باد" "مولانا محمد منظور نعمانی زندہ باد" کے فلک شگاف نعرے لگائے جس سے میدانِ مناظرہ گونج اٹھا۔

مخالفین کو اوّل تو مولانا نعمانی کی اس آخری تقریر ہی نے بہت زیادہ سراسیمہ اور شکستہ دل کر دیا تھا پھر اہلسنت کے اس فاتحانہ مظاہرہ نے اور بھی ان کی کمر توڑ دی۔ اس وقت مولوی حشمت علی صاحب اور ان کے رفقاء کی صورتیں قابلِ دید تھیں۔ اہلسنت فرطِ مسرت سے اس قدر از خود رفتہ ہو رہے تھے کہ صدرِ اہلسنت جناب مولانا عبد الحنان صاحب اور مولانا نعمانی کے کوشش کرنے کے باوجود نعروں کا مظاہرہ کئی منٹ تک جاری رہا۔ اور بڑی جدوجہد کے بعد جلسہ میں سکون پیدا کیا جا سکا۔ مولوی حشمت علی صاحب اس منظر سے اس قدر جھنجلا گئے تھے کہ انہیں گویا کچھ خبر ہی نہ رہی تھی کہ اب مجھے کیا کہنا چاہئے۔ اسی جھنجلاہٹ کے عالم میں آپ نے اس طرح تقریر شروع فرمائی:

مولوی حشمت علی صاحب

بھائیو! آپ نے سنبھلی صاحب کی شرارت اور چالاکی دیکھی۔ اپنی شرمناک شکست پر پردہ ڈالنے کے لئے خود ہی تو اپنے ساتھ والوں سے نعرے لگوائے اور پھر خود ہی دوسروں کو دھوکہ دینے کے لئے کہتے ہیں کہ بھائیو! چپ رہو،

خاموش ہو جاؤ ! ارے سنبھلی صاحب ! میں آپ کی ان چالوں کو خوب سمجھتا ہوں ۔ آپ کو شرم نہیں آتی ؟ آپ ہم کو توبہ کا وعظ کہتے ہیں ۔ آپ کو اور آپ کے بڑوں کو تو حرمین شریفین تک کے علماء نے کافر کہا ہے ۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں آپ کے بڑوں نے جو بدگوئیاں کی ہیں ، کیا وہ آپ کو یاد نہیں رہیں ، اور کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا ان کو بھول گئی ، اب تک تو صرف حضورؐ کے علم غیب شریف کی بحث ہوئی ۔ اب لیجئے ! میں آپ کے ناپاک عقیدوں کا پول کھولتا ہوں ۔

بھائیو ! سنبھلی صاحب کے مقتدا بلکہ سارے وہابیوں دیوبندیوں کے پیشوا مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی نے اپنی کتاب "براہین قاطعہ" میں شیطان کے لئے تو علم کی وسعت کو تسلیم کیا ہے اور حضورؐ کی وسعت علم سے انکار کیا ہے اور لکھا ہے کہ شیطان کے علم کی وسعت نص سے ثابت ہے اور حضورؐ کے علم کی وسعت کی کوئی کوئی دلیل نہیں ۔ ذرا سنئے ! اس کی اصل عبارت یہ ہے ۔

"شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی ، فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے ، جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے"۔

دیکھئے ! اس عبارت میں شیطان اور ملک الموت کی وسعت علمی پر تو ایمان لایا جا رہا ہے اور حضورؐ کی وسعت علمی سے قطعی انکار کیا جا رہا ہے بلکہ اس کو شرک بتلایا جا رہا ہے ۔ بھائیو ! کیا کوئی مسلمان ایسی ناپاک بات منہ سے نکال سکتا ہے ؟

اور سنئے ! سنبھلی صاحب سارے وہابیوں کے ایک دوسرے زندہ پیشوا ۔ اور تمام دیوبندیوں کے مقتداء اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب "حفظ الایمان" میں لکھا ہے کہ جیسا علم غیب حضور اقدس علیہ السلام کو ہے ایسا ہر زید و عمرو اور ہر بچہ اور ہر پاگل بلکہ جانوروں کو حتّٰی کہ کتوں بلیوں کو بھی ہے یہ دیکھئے میں ان کی اصل عبارت پڑھتا ہوں ....

ازمرتب غفرلہ

مولوی حشمت علی صاحب کی یہ بے جوڑ اور جلالی تقریر یہاں تک پہنچی تھی کہ مولانا نعمانی مدظلہ کھڑے ہو گئے ۔ اور آپ نے مولوی حشمت علی صاحب کی تقریر میں مداخلت کرتے ہوئے پر زور طریقہ پر کہا ۔

جناب ! یہ مناظرہ مسئلہ علم غیب نبوی پر ہو رہا ہے اور یہ آپ کی آخری تقریر ہے جس کے بعد میری کوئی تقریر نہیں ہے۔ لہذا اس میں تو آپ اصولاً مسئلہ علم غیب کے متعلق بھی کوئی نئی چیز پیش نہیں کر سکتے، چہ جائیکہ آپ اپنی کھلی شکست پر پردہ ڈالنے کے لئے "براہین قاطعہ" اور "حفظ الایمان" کی عبارات کی بحث شروع کر رہے ہیں جس کا یہاں کے موضوع سے کوئی تعلق نہیں۔ درحقیقت یہ آپ کی انتہائی عاجزی اور لاچاری کی دلیل ہے کہ جب میرے براہین قاہرہ کا کوئی جواب آپ کے پاس نہیں ہے، اور جب آپ کی یہ آخری تقریر ہے اور آپ کو اطمینان ہے کہ اس کے بعد محمد منظور کو جواب دہی کا بھی موقع نہیں ملے گا تو آپ ایک بالکل نئی بحث شروع کر رہے ہیں —— آپ اس آخری تقریر میں ہرگز اس قسم کی کوئی نئی بات کہنے کے مجاز نہیں ہیں۔

علاوہ ازیں عبارات براہین قاطعہ" اور حفظ الایمان" کی اس بحث کے تذکرہ سے بھی آپ کو شرم آنی چاہئے۔ کیوں کہ ان کے متعلق میرا آپ کا تحریری مناظرہ جاری ہے۔ اور ان کتابوں کی عبارات پر آپ حضرات کو جو یہ اعتراضات ہیں، میں ان کا مفصل اور کافی شافی رد لکھ کر اب سے تین سال پہلے "معرکۃ القلم" کے عنوان سے شائع بھی کر چکا ہوں۔ اور آپ کی جماعت کے تمام ذمہ دار حضرات کو اور خاص طور پر آپ کو مخاطب کر کے اس کے جواب الجواب کی بارہا دعوت دے چکا ہوں۔ مگر آج تک آپ کی ساری جماعت اس سے عاجز ہے —— خود آپ نے میرے مطالبہ اور کھلے چیلنج ہی سے مجبور ہو کر جمادی الاولی ۱۳۵۴ھ میں اس کا جواب لکھنے کا اعلان کیا تھا، اور جواب ہی کے وعدے پر مجھ سے اس کا ایک نسخہ منگوایا تھا جو اسی وقت میں نے رجسٹری سے بھیج دیا تھا اور اس کی رسید بھی آپ نے مجھ کو لکھ دی تھی جو یہاں بھی میرے پاس موجود ہے۔ لیکن آج اس واقعہ کو ڈیڑھ برس گزر گیا مگر ابھی تک آپ اس کا جواب نہیں دے سکے، پس جب تک کہ آپ "معرکۃ القلم" کے جواب سے سبکدوش نہ ہو جائیں اس وقت تک تو آپ کو اس بحث کے تذکرے سے بھی شرمانا چاہئے، بشرطیکہ آپ کے نزدیک حیا و شرم کوئی چیز ہو۔

بہرحال اس آخری تقریر میں آپ کو براہین قاطعہ و حفظ الایمان وغیرہ کی کسی نئی بحث کا کوئی حق نہیں۔ ہاں اگر فی الحقیقت آپ ان مباحث پر بھی گفتگو کرنا چاہتے ہیں تو ایک صورت یہ ہے کہ علم غیب کی

بحث تو اب ختم ہو گئی۔ اب ان دوسری بحثوں کے لئے ابھی وقت طے کر لیجئے میں حاضر ہوں۔ اور ابھی دن کا کافی حصہ باقی ہے۔ انشاء اللہ حاضرین کو ان مباحث کی حقیقت بھی معلوم ہو جائے گی اور پتہ چل جائے گا کہ کس کے عقیدے گندے ہیں؟ کون اصل مجرم ہے؟ اور کون مفتری و کذاب ہے؟ لیکن خلط مبحث کے طور پر اس تقریر میں آپ ہرگز کوئی نئی بحث شروع نہیں کر سکتے۔ اس میں تو اگر آپ کو کچھ کہنا ہو تو صرف علم غیب ہی کے متعلق کہہ سکتے ہیں اور اسی کے متعلق سنا جا سکتا ہے۔

○

حضرت مولانا نعمانی جس وقت یہ تقریر فرما رہے تھے، اور جس وقت آپ "معرکۃ القلم" کے جواب کا مطالبہ کر رہے تھے، مولوی حشمت علی صاحب نے ایک نیا رسالہ نکالا اور ایک عجیب اور قابل دید انداز میں اس کا گوشہ پکڑ کر لٹکاتے ہلاتے رہے۔ اور جب مولانا نعمانی اپنی مندرجہ بالا تقریر ختم فرما چکے تو آپ نے کہا، لیجئے آپ کے "معرکۃ القلم" کا جواب یہ موجود ہے ——— مولانا محمد منظور صاحب نعمانی نے سمجھا اور تمام حاضرین کو بھی یہی خیال ہوا کہ مولوی حشمت علی صاحب جو رسالہ پیش کر رہے ہیں وہ واقعی "معرکۃ القلم" کا جواب ہو گا۔ چنانچہ مولانا نے فرمایا کہ آپ کو یہ جواب چھپنے کے بعد سب سے پہلے میرے پاس بھیجنا چاہئے تھا۔ اگر یہ میرے پاس پہنچ چکا ہوتا تو بعون اللہ اب تک اس کا جواب الجواب بھی تیار ہو چکا ہوتا۔ خیر! اب یہ مجھے دے دیجئے اور جی چاہے تو ہاتھ کے ہاتھ نقد جواب زبانی سن لیجئے! اور اگر تحریری جواب مطلوب ہو تو انشاء اللہ جلد سے جلد "الفرقان" میں ملاحظہ فرما لیجئے گا ——— مولوی حشمت علی صاحب نے فرمایا میں ابھی آپ کے پاس بھیجتا ہوں! ——— مولوی حشمت علی صاحب کے وقت کا زیادہ حصہ اسی گفتگو میں گزر گیا۔ اس کے بعد انہوں نے مولانا نعمانی مدظلہ کے فرمانے کے مطابق "براہین قاطعہ اور حفظ الایمان" کی عبارات کی بحث چھوڑ کر علم غیب کے متعلق اپنے پہلے پیش کئے ہوئے دلائل کی فہرست پیش کرنی شروع کی۔ اور ان آیات و احادیث اور اقوال و عبارات کو گنانا شروع کیا جو وہ دونوں دن کے مناظرہ میں پیش کر چکے تھے۔ لیکن ابھی یہ فہرست پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ طے شدہ وقت ختم ہو گیا۔

موصوف وقت ختم ہو جانے کے باوجود تقریر کو ابھی جاری رکھنا چاہتے تھے مگر مقامی ذمہ داران امن نے

(جنھوں نے پہلے مناظرہ کا انتہائی وقت فریقین کے کہنے کے مطابق نوٹ کر لیا تھا) آپ کو روک دیا اور اس طرح آپ اپنے دلائل کی پوری فہرست بھی پیش نہ کر سکے۔ ہم ناظرین کرام سے درخواست کریں گے کہ وہ اس پوری روئیداد کو ملاحظہ فرما کر ان کے تمام دلائل پر پھر ایک اجمالی نظر ڈال لیں تاکہ وہ پوری فہرست ان کے سامنے آجائے۔

مولوی حشمت علی صاحب کی اس آخری تقریر کے اختتام پر جب مجلس مناظرہ برخاست ہونے لگی تو مولانا نعمانی مدظلہٗ نے پھر ان سے فرمایا کہ جناب وہ "معرکۃ القلم" کا جواب ابھی تک میرے پاس نہیں پہنچا۔

"انہیں جواب دیا کہ میں ابھی بھیجتا ہوں"۔ چند منٹ کے بعد جب وہاں سے قیام گاہ کی طرف واپسی ہونے لگی تو پھر ان سے کہا گیا۔ "انھوں نے کہا کہ میں نے ایک آدمی کو ابھی دیا، وہ آپ کو دے دیں گے"۔

چنانچہ قیام گاہ پر پہنچنے کے بعد جب وہ رسالہ مولانا کے پاس پہنچا تو یہ دیکھ کر حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ اس رسالہ کا کوئی تعلق "معرکۃ القلم" سے نہیں تھا، اور نہ وہ مولوی حشمت علی صاحب کا تصنیف کردہ ہی تھا، بلکہ مولوی سردار احمد گورداسپوری مدرس مدرسہ رضاخانیہ بریلوی کا نام اس پر بحیثیت مصنف لکھا ہوا تھا ——— سب لوگ مولوی حشمت علی صاحب کی اس دیدہ دلیری اور دن دہاڑے اس دھوکہ بازی کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔

گورداسپوری صاحب کے اس رسالہ کا نام تھا "موت کا پیغام دیوبندی مولویوں کے نام"۔ حضرت مولانا مدظلہٗ نے یہ رسالہ اسی وقت جواب کے لئے ناچیز راقم الحروف کے حوالہ فرما دیا۔ اور اس عاجز نے بعون اللہ انہی ایام میں اس کا جواب "جہنم کی بشارت" لکھ دیا جو پہلے مجلہ جلیلہ "الفرقان" میں اور اس کے بعد کتابی شکل میں بھی شائع ہو گیا۔ فللہ الحمد۔

یہ ہیں مناظرۂ سلانوالی کے کوائف

——— جو لوگ اس مناظرہ میں شریک تھے انہوں نے تو حق و باطل کے اس معرکہ کو برأی العین دیکھا۔ اور امید ہے کہ دوسرے لوگ اس روئیداد کے مطالعہ سے بھی قریب قریب وہی لطف اٹھا سکیں گے، اور وہی فائدہ حاصل کر سکیں گے۔ کیونکہ ہم نے ہر فریق کے دلائل اور ہر مناظر کی تقریروں کو کامل دیانت داری سے پیش کرنے کی پوری پوری سعی کی ہے۔ اس پر بھی جو کوتاہی رہ گئی ہو، اس کے لئے ہم اپنے پروردگار

سے عفو خواہ ہیں۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا .... رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ.

وانا العبد المذنب

احقر عباد اللہ محمد عطاء اللہ کان اللہ لہٗ

○

صاحب کتاب کا مختصر تعارف

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم ۱۸ر شوال سنہ ۱۳۲۳ھ اواخر سنہ ۱۹۰۵ء میں ضلع سنبھل میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم پہلے سنبھل اور چند دن مدرسہ عبدالرب دہلی میں پائی۔ بعد ازاں دارالعلوم مئو، ضلع اعظم گڑھ میں پڑھتے رہے۔ ابتدائی تعلیم سے فارغ ہو کر مرکز علوم اسلامیہ ازہرِ ہند دارالعلوم دیوبند میں دو سال تک کسب فیض کے بعد سنہ ۱۳۴۵ھ میں دورۂ حدیث شریف کے امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کر کے اول پوزیشن حاصل کی،

فراغت کے بعد امروہہ کے مدرسہ میں تین سال تدریس کے فرائض انجام دیے بعد ازاں چار سال تک دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔

۱۳۵۳ھ / ۱۹۳۴ء میں بریلی سے ماہنامۂ الفرقان، جاری کیا۔ ۱۳۶۰ھ - ۱۹۴۱ء میں منعقد ہونے والے جماعت اسلامی کے تاسیسی اجلاس میں آپ کو نائب امیر منتخب کیا گیا اور تاسیسی اجلاس کے ۶ ماہ بعد جماعت اسلامی کے مرکز پٹھان کوٹ کی بستی دارالاسلام میں ہجرت کی نیت سے مستقل قیام کے لیے تشریف لے آئے۔ افسوس کہ مولانا مودودی، کو قریب سے دیکھنے کے بعد آپ متنفر اور بددل ہو گئے اور صرف ۶ ماہ کی قلیل مدت کے بعد شعبان سنہ ۱۳۶۱ھ میں واپس وطن سنبھل چلے آئے اور جماعت اسلامی سے علیحدگی اختیار کر لی۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو" مولانا مودودی کے ساتھ میری رفاقت کی سرگزشت اور اب میرا موقف"۔

سنہ ۱۳۴۳ھ سے تبلیغی جماعت سے وابستہ ہیں۔

رابطہ عالم اسلامی (مکہ مکرمہ) کے مستقل رکن ہیں۔

سنہ ۱۳۶۲ھ میں دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن منتخب ہوئے۔

مولانا نعمانی اردو کے صاحب طرز ادیب اور مصنف ہیں آپکی تصانیف عام فہم ہوتی ہیں

طرزِ نگارش سادہ سلیس اور شگفتہ ہے یہی وجہ ہے کہ وہ عوام و خواص دونوں حلقوں میں مقبول اور پسندیدہ ہیں۔

تصانیف : مولانا کی مقبول عام چند تصانیف کے نام یہ ہیں۔

(۱) اسلام کیا ہے (۲) دین و شریعت (۳) قرآن آپ سے کیا کہتا ہے۔ (۴) معارف الحدیث سات جلد (۵) کلمہ طیبہ کی حقیقت (۶) نماز کی حقیقت (۷) آپ حج کیسے کریں (۸) برکات رمضان (۹) تحقیق مسئلہ ایصالِ ثواب۔ (۱۰) تصوف کیا ہے (۱۱) تذکرہ امام ربانیؒ (۱۲) ملفوظات مولانا محمدؒ الیاس۔ (۱۳) بوارق الغیب (۱۴) حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ پر معاندین کے الزامات (۱۵) خاکسار تحریک (۱۶) قرآن علم کی روشنی میں (۱۷) اسلام اور کفر کے حدود (۱۸) قادیانی کیوں مسلمان نہیں (۱۹) سیف یمانی (۲۰) مولانا مودودی کے ساتھ میری رفاقت کی سرگزشت اور اب میرا موقف (۲۱) شیخ محمد بن عبدالوہاب کے خلاف پروپیگنڈہ اور ہندوستان کے علماء حق پر اس کے اثرات (۲۲) ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت

آپ کی تصانیف میں " معارف الحدیث " احادیث نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کا ایک جامع اور شاہکار انتخاب ہے جس میں احادیث کی تشریح کے اندر جدید دور کی نفسیات اور اس کے جدید تقاضوں کا پوری طرح لحاظ رکھا گیا ہے۔

مناظرے : حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم ایک کامیاب ترین مناظر رہ چکے ہیں آپ نے اپنی زندگی میں بے شمار مناظرے کئے جن میں سے اکثر مناظرے بریلوی علماء کے ساتھ ہوئے۔ مولانا کی خوبی یہ ہے کہ میدان مناظرہ میں فریق مخالف کی گالم گلوچ اور سب و شتم کے مقابلہ میں کبھی بھی تہذیب و شائستگی، سنجیدگی و متانت اور وقار کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ عقلی اور نقلی دلائل کے زور پر ہی ہمیشہ فریق

مخالف کو چاروں شانے چت کیا ہے۔

مولانا کی اس خوبی کا اعتراف اپنوں کے علاوہ غیروں نے بھی کیا ہے چنانچہ مولانا کا جو مناظرہ ۱۹۳۶ء میں سلانوالی ضلع سرگودھا میں بریلویوں کے ساتھ ہوا اس میں بریلویوں کی طرف سے صدر مناظرہ مجاہد ملت قائد اہلسنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ کے والد ماجد مولانا کرم الدین صاحب مرحوم تھے جو مولانا کی اسی خوبی کی وجہ سے اکابر علماء دیوبند کے مسلک کی حقانیت کے قائل ہی نہیں بلکہ ان کے عقیدت مندوں میں شامل ہو گئے تھے اس کی تفصیل خود حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم نے "آفتاب ہدایت" کے مقدمہ میں اس طرح درج کی ہے:

"غالباً ۱۹۳۶ء کا واقعہ ہے کہ سلانوالی ضلع سرگودھا میں علماء دیوبند اور علماء بریلی کے مابین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کلی ماکان ومایکون کے موضوع پر ایک معرکۃ الآراء مناظرہ ہوا جس میں مولانا مرحوم (مولانا کرم الدین) علماء بریلی کی طرف سے صدر مقرر ہوئے تھے اس مناظرہ سے واپس آکر آپ نے راقم الحروف سے دیوبندی مناظر مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدیر الفرقان کی تہذیب و متانت کی بہت تعریف فرمائی اس کے علاوہ خدا جانے آپ نے اس مناظرہ سے کیا کیا اثرات لیے اگلے سال رمضان ۱۳۵۶ھ میں احقر نے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہونے کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ نے بخوشی اجازت دے دی اور خود اعلیٰ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی مدظلہ کی خدمت میں اس مضمون کا عریضہ لکھا۔

"میں اپنے فرزند کو دارالعلوم میں حضرت کے زیر سایہ تعلیم دلانا چاہتا ہوں" حضرت والا مدظلہ نے سلہٹ آسام سے جواب تحریر فرمایا جس

کا مضمون یہ تھا کہ

"آپ اپنے لڑکے کو ابتداء شوال میں دیوبند بھیج دیں میں نے حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب کو اس کے متعلق لکھ دیا ہے وہ مہربانی فرمائینگے"۔

حضرت کے گرامی نامہ کو مولانا مرحوم نے اپنے لیے باعث افتخار جانا اور فرمایا کہ "آج ہندوستان کی بہت بڑی شخصیت کا خط آیا ہے"۔ یہ الفاظ آپ نے بڑی عقیدت سے کہے تھے شوال میں بندہ دار العلوم میں داخل ہو گیا شعبان ۱۳۵۸ھ میں جب وہاں سے فارغ ہو کر گھر آیا تو جناب والد مرحوم سے اکابر دیوبند کے حالات بیان کئے حضرت مدنی مدظلہ کے بعض حالات سنائے جو میں نے قلم بند کر لیے تھے تو آپ نے حضرت کے متعلق فرمایا کہ "آپ ولی اللہ ہیں"۔ قطب العارفین حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ اور امام العالم حضرت مولانا محمود حسن صاحب شیخ الہندؒ کے حالات سن کر فرط عقیدت سے والد صاحب کی آنکھیں بعض اوقات آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھیں تمام اکابر دیوبند سے مولانا مرحوم کو عقیدت کا تعلق پیدا ہو گیا تھا۔ ایک دفعہ راولپنڈی کے کسی کتب خانہ میں آپ کو امام الطریقت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کی تفسیر بیان القرآن کے بعض مقامات سننے کا موقعہ ملا، راولپنڈی جیل میں عند الملاقات بندہ کے سامنے اس تفسیر کی بہت تعریف کی اور اس کی بعض خصوصیات بھی بیان کیں"۔

گویا مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کی تہذیب و شائستگی، سنجیدگی و متانت ہی کی وجہ سے مولانا کرم الدین مرحوم علماء دیوبند کے عقیدت مند ہو گئے اور ان کے سبب

ملت، قائدِ اہلسنّت ملا، حضرت قاضی مظہر حسین صاحب مزید لکھتے ہیں۔

"شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنیؒ سے بیعت : مولانا مرحوم ابتدائی عمر میں کتب درسیہ سے فارغ ہو کر پنجاب کے ایک شیخ سے بیعت ہوئے تھے لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد وہ بزرگ انتقال فرما گئے، پھر آپ دوسرے مشاغل میں پڑ گئے اور باقاعدہ سلوک الی اللہ میں عملی قدم نہ اٹھا سکے، اب زندگی کی آخری منزل میں جب مصائب کا نزول ہوا اور منزلِ آخرت قریب نظر آئی تو کسی مرشدِ کامل سے استفاضہ ضروری سمجھا۔ اکابرِ دیوبند سے عقیدت تو پیدا ہو چکی تھی اس غرض سے جامع علوم و معارف قدوۃ الواصلین شیخ العصر حضرت مولانا حسین احمد مدنی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند دامت برکاتہم کی خدمتِ اقدس میں بیعت کے لیے درخواست بھیجی، حضرت والا مدظلہٗ نے اپنے کرامت نامہ میں ارشاد فرمایا۔

"تجدیدِ بیعت کی ضرورت نہیں آپ اپنے سابق شیخ کے تلقین فرمودہ وظیفہ پر عمل کریں میں آپ کے لیے اور آپ کے عزیز کے لیے حسنِ خاتمہ کی دعا کرتا ہوں"۔ اس کے بعد جناب والد صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ جب سے بیعت کا تعلق اختیار کیا ہے حضرت مولانا مدنیؒ سے غائبانہ مجھ کو فیض حاصل ہوتا ہے، اس کے بعد جلد ہی مولانا مرحوم انتقال فرما گئے۔" [۱]

---

[۱] مقدمہ آفتاب ہدایت طبع سوم